

UNIVERSAL
LIBRARY

OU-232684

UNIVERSAL
LIBRARY

فہرست تصاویر مندرجہ کتاب نامہ مظفری

نام تصویر	صفحہ	نام تصویر	صفحہ	نام تصویر	صفحہ
نواب دلیر خان	۷	جامع مسجد شاہ آباد	۲۷۴	دریا خان	۲۵۲
نورفرمان دلیر خان	۱۸۰	نواب بہادر خان بانی شاہجام پور	۳۶۵	حاجی محمد حسن خانی خیار پوری	۶۷
نواب کمال الدین خان	۲۳۷	نواب عزیز خان بہادر	۲۲۵	حافظ غلام علی خان	۷۹
نورفرمان شاہ نواب کمال الدین خان	۲۵۲	معدن خان بہادر خان		حکیم سید فزین علی صاحب افسر الاطباء	۱۰۸
نورفرمان بنام نواب کمال الدین خان	۲۷۹	نواب عزیز خان سیواری آپ	۲۲۶	منظر حسین سیلانی مولف کتاب ہذا	۱۱۲

فہرست مضامین تاریخ نامہ مظفری جلد اول

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ	۲	دلیر خان کا پس منظر بھائی بہادر خان	۱۹۸	کمال الدین خان کی اولاد	۲۹۳
حالات نواب دلیر خان	۷	کی طرف سے شاہجام پور کو آباد کرنا		کمال الدین خان کا مقبرہ عرف قلع کمر	۲۹۷
جنگل جبرین دلیر خان کا نتیجہ بنتا	۳۶	دلیر خان کی وفات	۲۲۰	کمال الدین خان کی بیوی کو ایک	۳۰۷
دلیر خان کا جنگل کو فتح کرنا	۴۳	دلیر خان کا پشت نامہ	۲۲۷	کمال الدین خان کے سلسلہ خونی بی بی بیوی	۳۱۶
آسام کو دلیر خان کا فتح کرنا	۵۴	دلیر خان کے اولاد کا شجرہ	۲۲۹	رئیس ہوئے	۳۲۱
دلیر خان کا سیواری کی محکمہ سر کرنا	۸۷	حالات نواب کمال الدین خان	۲۳۷	نواب محمد بیو خان رئیس جگمگ اولاد	۳۲۲
دلیر خان کا سیواری کو جاکر قلع فتح کرنا	۱۰۶	کمال الدین خان کا آبادی شاہ آباد کی		نواب چاند خان رئیس کمرہ ملکہ	۳۳۷
دلیر خان کو ادراک ذریعہ مل گیا	۱۲۹	کمال کرنا	۲۶۵	نواب الہمد خان رئیس محلہ	۳۳۹
اکاشاد ایران کی محکمہ کیلئے طلب کرنا		شاہ آباد کی عمارات	۲۷۱	نواب لدار خان رئیس جگمگ بیوی	۳۴۳
دلیر خان کا دیو گڑھ و چنقرہ	۱۳۱	دلیر خان کا مقبرہ	۲۷۲	صوبہ اودھ کا سرکار شاہی حلاوت	۳۵۴
شکر کشی کے لئے جاکر پٹنیش محل کرنا		جامع مسجد شاہ آباد	۲۷۳	اور شاہ آباد کا منزل کرنا	
دلیر خان کے چند ہمت	۱۴۴	کمال الدین خان کی اتنی لیا		حالات نواب بہادر خان بانی شاہجام پور	۳۶۵
دلیر خان کا شاہ آباد کو آباد کرنا	۱۶۵	بی بی نور پوری اور ریاست کلکتہ کی	۲۷۶	مخ و بدیشان میں بہادر خان کا	
دلیر خان کی ہمارا ہی و محلہ دار	۱۸۲	کمال الدین خان کی وفات	۲۹۲	صوبہ اودھ کو رکھنا	۳۹۱
دلیر خان کا مختلف مقامات پر جان	۱۹۳			حالات فتح جنگ خان	۴۱۹
				حالات نواب عزیز خان شاہجام پور	۴۲۵
				حالات دریا خان	۴۵۴

فہرست اُن اشخاص کے اسماء کی جن کے حالات نامہ مظفری جلد دوم میں درج ہیں

صفحہ	نام	صفحہ	نام	صفحہ	نام
۱۳۳	فتح ہدی صاحب زری آراء	۴۳	میر احمد علی صاحب	۱	خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمنی
۱۸۹	شیخ قیام الدین صاحب	۶۰	میر بادل صاحب	۱۳	حضرت شاہ زمان علیہ الرحمۃ
۲۱۷	شہاب الدین صاحب ملا داد بجا	۶۲	خواجہ سید محمد شاہ صاحب	۱۴	ٹاٹ صاحب
۲۶۷	قطبی میان صاحب	۶۷	حاجی محمد رفیع خان صاحب نقی پوری	۱۴	راجہ ملاس رائے صاحب
۲۶۷	حضرت شاہ مدن	۷۴	کرامت خاں صاحب بی بی پوری	۲۳	رائے منگل لال صاحب پکھلا
۲۶۷	نشی محمد صاحب مولوی عبد حبیب	۷۴	حاجی محمد رفیع خان صاحب پوری	۲۶	حکیم خوشحال رائی صاحب
۲۶۱	خان بہادر حکیم خادم خان صاحب	۷۶	حافظ غلام علی خان صاحب	۲۸	نواب حسن الملک عبدالودود
۲۶۳	اشرف یار خان صاحب	۹۰	مولوی منصب علیخان صاحب	۳۰	محمود علیخان بہادر داد جنگ
۲۶۵	غایت علی خان صاحب	۱۰۸	معانی الدلہ حکیم سید فوز علی آراء	۳۰	شاہ آباد کے قاضی
۲۶۷	محمود بن کلا کے کا جھگڑا	۱۱۲	مہر ظفر حسین سلیمان مولانا پوری	۳۷	مانگن میران صاحب
۲۷۲	آفرین خاتمہ کتاب	۱۲۱	نشی غوث علی صاحب	۳۷	حافظ عبدالصاحب پکھلا
۲۷۶	قطعات تاریخی طبع کتاب	۱۲۵	میر غیب علی صاحب	۴۱	مولوی حسن علیخان صاحب

غلط نامہ وصحت نامہ کتاب نامہ مظفری جلد اول

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۹	حاشیہ	جلال خان برادر بہادر	۲	نظر	نظر
۹	سلاطین	بنیادیت آپ سید	۷	دریاخان	دریاخان
۱۰	لو	صفحہ ۳۴ (۳۴) بادشاہ	۷	افتخار یافت	افتخار یافت
۱۰	سلاطین	عبدالحمید لاہوری	۸	لودی نے	لودی کے
		کے	۸	بٹیلے	بٹیلے
		سلاطین	۸	پانچواں	پانچواں تھا

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صفحہ (۳۱۲)	صفحہ (۳۱۳)	۱۱	حاشیہ	اولی الامر	اولو الامر	۲۰	حاشیہ ۱۱
وہ کیسا عاقل و منتظم	وہ کیسا عاقل و منتظم	۱۲	حاشیہ آخر	نور دید	مشوک	۲۳	حاشیہ سطر آخر
شاہان نتوانند	شاہان نتوانند	۱۵	حاشیہ	ہر یک	بر یک	۲۴	حاشیہ سطر آخر
بادشاہانہ مصنفہ لا	بادشاہانہ مصنفہ لا			لشکر	لکر	۳۷	۳
عجائیب دلاہوری مطبوعہ	عجائیب دلاہوری مطبوعہ	۱۵	حاشیہ	و بعد از	مشوک	۳۷	حاشیہ
ایشانک سائیکل	ایشانک سائیکل			خوب	خوف	۳۸	۳
واقعہ کلکتہ	واقعہ کلکتہ			میر بخشی داراشکوہ	میر بخشی میر داراشکوہ	۳۸	حاشیہ سطر اول
داراشکوہ	داراشکوہ	۱۷	حاشیہ	غم	علم	۴۰	حاشیہ
باب	باب	۱۸	حاشیہ سطر آخر	مواخذہ	مواخذہ	۴۰	حاشیہ
پڑگئی	پڑگئی	۱۹	حاشیہ سطر	باو نرب	باو نرب	۴۶	حاشیہ سطر اول
ہسانہ	ہسانہ	۱۹	حاشیہ سطر	نصرت	نصرت	۴۷	حاشیہ
مفسد	مفسد	۱۹	حاشیہ	گرفتہ	گرفتہ	۴۹	حاشیہ
دوسرے	دوسرے	۲۱	حاشیہ	توپ	نوپ	۴۹	حاشیہ
جانیسکے	جانیسکے	۲۲	حاشیہ سطر آخر	گشت	گشت	۵۱	حاشیہ سطر آخر
پای بند زندان	پای بند زندان	۲۵	حاشیہ	ایستادہ	ایستادہ	۵۱	حاشیہ سطر آخر
بمنصب	بمنصب	۲۵	حاشیہ	باب زد	باب زد	۵۲	حاشیہ
دار السلطنت سے	دار السلطنت سے	۲۶	۳	فیل سے	فیل سے	۵۲	حاشیہ
پہ دلیہ خان	پہ دلیہ خان	۲۶	حاشیہ سطر	کے لیے	کیلیے	۵۳	۱۲
متعین بود	متعین بود			یہ ہی	یہ ہی	۵۴	۱۲
عالمگیر نامہ (۹۲۳)	عالمگیر نامہ (۹۲۳)	۲۶	حاشیہ سطر آخر	رعب	رعب	۵۸	۱۱
بادشاہ تھا	بادشاہ تھا	۲۷	حاشیہ	آبسی	مشوک	۵۸	۱۱
روز	روز	۲۸	حاشیہ	نہ کر سکا	کر سکا	۵۸	آخر سطر
شاہجہان	شاہجہان	۲۹	حاشیہ	پل	پل	۶۲	۲
اخبارات	اخبارات	۲۹	حاشیہ سطر اول	بلا جگ	بلا جگ	۶۲	۲
پہر دن	پہر دن	۳۰	حاشیہ	روز	روز	۶۲	۱۸

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
لشکر	بشر	۶۲	۱۸	بجر	۸۹	۱۸	سٹر
توپخانہ	توپخانہ	"	۱۹	تخے	۹۰	۱۸	سٹر
ہم	مم	۶۳	حاشیہ سطر آخر	اچھی جگہ	۹۲	۷	سٹر
پڑا	پرا	۶۴	۱۳	بود	"	حاشیہ	سٹر
مضنون	مضون	"	حاشیہ طاول	پاچی	۹۳	۵	سٹر
جنوب	جوب	"	حاشیہ	برج	۹۴	حاشیہ	سٹر
دلو	لو	"	حاشیہ سطر آخر	لماقی	"	حاشیہ	سٹر
شرارہ دیز	شرارہ زیر	۶۸	حاشیہ	فرت	"	"	سٹر
روے	دوے	"	حاشیہ	صفوہ ۸۹ عالمگیر	"	حاشیہ سطر آخر	سٹر
مرکوبش	مرکوبش	"	حاشیہ	صفوہ ۸۹ عالمگیر	۹۵	حاشیہ سطر آخر	سٹر
بند	بد	"	حاشیہ	جس سے	۹۷	۱۱	سٹر
میگنید	میگنید	۷۳	۷۳	عزیز	"	۱۲	سٹر
ضلالت	صلالت	۷۳	حاشیہ	وہ	"	سٹر آخر	سٹر
چالیس گز	چالیس	۷۸	۷۸	بجد	۹۸	۹۸	سٹر
عالمگیر نامہ	مشکوک	۷۹	حاشیہ سطر آخر	فیروز مند	"	حاشیہ	سٹر
پیشخانہ	بتخانہ	۸۰	حاشیہ	نیروے	"	حاشیہ	سٹر
خبر	جرا	۸۰	حاشیہ	تنجیر افکن	"	حاشیہ	سٹر
دیر حسان	مشکوک	"	"	صیفہ و قیل	۱۰۰	حاشیہ	سٹر
کردہ	کردہ	"	"	شیوادر	۱۰۰	حاشیہ	سٹر
دندکا	دندکا	۸۱	حاشیہ	مرصع دو تقویر از	۱۰۰	حاشیہ	سٹر
راستون	راستون	۸۲	۷	نفایل ایشہ	۱۰۰	حاشیہ	سٹر
صفوہ ۸۰ عالمگیر نامہ	عالمگیر نامہ	۸۴	حاشیہ سطر آخر	سیوا از راہ پختہ کاری	۱۰۰	حاشیہ	سٹر
جزا	جرا	۸۶	حاشیہ	بے یراق	۱۰۰	حاشیہ	سٹر
بیٹے	بیے	۸۹	۲	سپاہیوں سے	۱۰۴	۸	سٹر
جس نے	مشکوک	"	۶	افغان	۱۰۵	۱۳	سٹر

صحیح	غلط	نہ	سطر	صحیح	غلط	نہ	سطر
حالانکہ	جالانکہ	۱۰۶	۱۵	موضع سہری	موضع سہری	۱۲۶	۸
تنبیہ کے	تنبیہ نے	۱۰۹	آخر	ابادراک	ابادراک	۱۲۸	حاشیہ
مانند سیلاب کوہ لبا	مانند سیلاب کوہ ریا	۱۱۰	حاشیہ	یا پیرش	یا پیرش	۱۲۸	حاشیہ
دلیر خان	دلیر خان	"	"	بیر	بیر	۱۲۸	سطر آخر
محمد ہاشم خانی خان	محمد ہاشم خانی خان	"	۳	نیتاجی	نیتاجی	۱۲۹	۸
آگہ خستہ	آگہ خستہ	"	آخر	ہفتخان	ہفتخان	۱۳۰	۷
الیس گز ٹوٹی لہجہ	مشکوک	۱۱۳	۱۱	نادرہ	نادرہ	۱۳۰	حاشیہ
نہایت شجاعت	مشکوک	۱۱۳	۱۳	گرائید	گرائید	۱۳۰	حاشیہ
غنیہ کے لشکر کا	غنیہ کا لشکر	۱۱۴	۱۱	فرخ آباد	فرخ آباد	۱۳۱	۲
پرسیندہ	پرسیندہ	۱۱۷	۱۲	نہ مقام	نہ مقام	۱۳۱	حاشیہ
صفہ ۱۰۰۰ عالمگیر نامہ	۱۰۰۰ عالمگیر نامہ	۱۱۷	حاشیہ سطر آخر	ملار	ملار	۱۳۲	حاشیہ
قراول	قراول	۱۱۵	۸	کشند	کشند	۱۳۲	حاشیہ
بندہ ہاے	بندہ ہاے	۱۱۶	حاشیہ	تقبل	تقبل	۱۳۲	حاشیہ
اسیٹکا اعداد ہجوم	مشکوک	۱۱۶	حاشیہ	یا	یا	۱۳۷	حاشیہ
از مقابلہ فوج دلیر خان	مشکوک	"	حاشیہ	سیر	سیر	۱۳۷	۱۹
صفہ ۱۰۰	صفہ ۱۰۰	۱۱۶	حاشیہ	ورزید	ورزید	۱۳۸	حاشیہ
دکینون	دکینون	۱۱۷	۸	مشکوک	مشکوک	۱۳۸	۸
تین	تین	۱۱۷	۱۳	دیو گڑھ رسیدہ	دیو گڑھ رسیدہ	"	"
دلیر خان ازین معنی	دلیر خان ازین معنی	۱۱۹	حاشیہ	سازد و من بعد	سازد و من بعد	"	"
بارہ	بارہ	۱۲۰	حاشیہ	بال	بال	۱۴۰	حاشیہ
روانہ	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ	مشکوک	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ
خیل ادب	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ	مشکوک	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ
اسیدہ بطلم	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ	م	م	۱۴۰	حاشیہ
بین	بین	۱۲۲	سطر آخر	سہماں	سہماں	۱۴۰	حاشیہ
زمیندار	زمیندار	۱۲۵	حاشیہ	مشکوک	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ
				یکہزار سو ادا تانین	یکہزار سو ادا تانین		

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
محمد امین سے لکھایا	محمد امین سے یعنی لکھایا	۱۴۲	۳	ہاتھ	ہا سہ	۱۴۳	حاشیہ
ترتیب وار	ترتیب دار	۱۴۳	۱۳	غازی الدین خان	غازی الدین خان	۱۴۳	حاشیہ
پیدا ہوئی	پیدا	۱۴۴	حاشیہ	کوکہ	کوکہ	۱۴۳	حاشیہ
فرزند	فرزند	۱۴۵	۱۳	ملک اودھ سے	ملک اودھ	۱۴۵	۱۶
راجپوتوں پر	راجپوت پر	۱۴۵	۱۷	گرگھوٹوں	گرگھوٹوں	۱۴۶	۲
بعض الارسیہ	بعض الارسیہ	۱۴۷	حاشیہ	کپڑہ	کپڑہ	۱۴۶	۸
تبعہ قدیم	تبعہ قدیم	"	"	پڑھائی	چربائی	۱۴۶	۸
والی جے پور کے	والی جے پور	"	"	تاریخی واقعات	تاریخی واقعات	۱۴۶	۱۷
گوشمالی کو	گوشمالی	"	"	ٹھکڑ پر	مشکو	۱۴۶	آخر
لڑنے میں	لڑنے میں	۱۴۹	۱۱	بردار	سردار	۱۴۶	آخر
مرہٹے	مرہٹے	۱۴۹	۱۲	پانڈے بردار کے	مشکو	۱۴۷	۸
گودادری	گودادری	۱۵۰	۴	پڑاؤ لشکر	پشکر	۱۷۲	۹
صوبہ برادر	صوبہ برابر	۱۵۴	۱۰	پیشہ در عایا	پیشہ در عایا	۱۷۲	۱۳
بکوش افراد	بکوش مرادان	۱۵۵	حاشیہ	بدفتر استفسار	مشکو	۱۷۷	حاشیہ
نالافتائی	نالافتائی	۱۵۶	۸	خیمہ شیم ہر دو دو یک	خیمہ شیم	۱۷۸	آخر حاشیہ
ہوتی زمین	ہوتی زمین	۱۵۷	۲	نذر ناظرین	نذر حاضرین	۱۸۰	۴
زلفوز	زلفوز	۱۵۸	حاشیہ	صد دوی	صد دوی	۱۸۳	۱۴
پسر	مشکو	"	حاشیہ	دوہ نمی	دوہ نمی	۱۸۳	۱۴
ایک ابسی	ایک ابسی	۱۵۹	۹	مہند	مہند	۱۸۶	۲
ٹاڈا لہستان میں	ٹاڈا لہستان میں	۱۶۰	۹	تھی	تھی	۱۸۶	۱۴
درہ یسوری	درہ یسوری	۱۶۰	۱۱	اور بانی دسر گروہ	اور محلہ کبانی اور سرگروہ	۱۸۶	۱۷
مالدار	مالدار	۱۶۰	۱۲	مولائیک کے بانی تھے	مولائیک کے تھے	۱۸۶	آخر
ملاقات	ملاقات	۱۶۰	آخر	الخانہ یا والدہ نواب	اہل خانہ نواب	۱۸۹	۳
جھنڈا	چھنڈا	۱۶۱	۱۶	دلیر خان	دلیر خان		
معلوم ہو سکتے	معلوم ہو سکتے	۱۶۲	۱۴	غزل و نصب	غزل و نصب	۱۹۵	۱۴

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
هر گرده	هر گرده	۱۹۶	۳	پرتاب بی	پرتاب بی	۲۵۲	۲۵۲
بسیار	بسیار	۱۹۸	حاشیه	فقیر	فقیر	۲۵۰	حاشیه
بروز	بروز	۲۰۰	حاشیه	امیدوار بود بداند	امیدوار بود بداند	۲۴۰	۴
قبایل	قبایل	۲۰۰	حاشیه	نفاذ	نفاذ	۲۴۰	۵
فروگذاشت	فروگذاشت	۲۰۱	حاشیه	بنایر دیرخان	بنایر دیرخان	۲۴۳	حاشیه
شه بازخان	شه بازخان	۲۰۱	حاشیه	انکی اجازت گرفت	انکی اجازت گرفت	۲۴۵	۱۲
هر سال	هر سال	۱۱۰	حاشیه	بالا خان	بالا خان	۲۴۷	۳
مشید	مشید	۱۱۱	حاشیه	تفکی	تفکی	۲۴۸	۱۳
چنانچه قنوج مین	چنانچه قنوج مین	۲۱۳	آخر	اپنے	اپنے	۲۴۸	۱۷
روایت بھی	روایت بھی	۲۱۷	۲	مسلمانان	مسلمانان	۲۴۳	۱۰
کر لیتا	کر لیتا	۱۱۹	۸	پیش امام	پیش امام	۲۴۷	۱۰
ماثر عالمگیری	ماثر عالمگیری	۲۲۲	۱۴	بتصرف	بتصرف	۲۴۵	۱۱
غری خیل	غری خیل	۲۲۷	۱۵	فیل الرقبه	فیل الرقبه	۲۴۹	۱
بازید خیل	بازید خیل	۲۲۹	۱۶	بن بابر بادشاه	بن بابر بادشاه	۲۸۰	مهرمند برج
لکھا ہے	لکھا ہے	۲۳۳	۹	پیر غلام	پیر غلام	۲۸۰	۴ در فرغان
سید نظام ساکن بھانی	سید نظام ساکن بھانی	شجره	۷	بن بابر بادشاه	بن بابر بادشاه	۲۸۴	مند مہر فرغان
نواب محمد خان جانشین	نواب محمد خان جانشین	شجره	۷	اردی	اردی	۲۸۴	۳
نواب اعزاز خان	نواب اعزاز خان	شجره	۷	اردی کلچر محمد کو	اردی کلچر محمد کو	۲۹۳	۱
نواب مقصود علی خان	نواب مقصود علی خان	شجره	۷	خصال نصیب	خصال نصیب	۲۹۷	۹
جوشیدند	جوشیدند	۲۴۰	حاشیه	آبی فرم مین بھر کر	آبی فرم مین بھر کر	۳۰۲	۳
جود چھوڑ جا کر	جود چھوڑ جا کر	۲۴۲	۹	قبر سے	قبر سے	۳۰۴	۱۶
اندز و نصیحت	اندز و نصیحت	۲۴۲	۶	محل ہونا	محل ہونا	۳۰۶	۱۵
مقبرہ نہ تھا	مقبرہ نہ تھا	۲۴۵	حاشیه	عالی ہستی	عالی ہستی	۳۰۷	۶
طاہر خان	طاہر خان	۲۴۵	حاشیه	سلیم خان	سلیم خان	۳۰۸	۱۳
پاپوس	پاپوس	۲۴۶	۱۳	امریہ	امریہ	۳۱۱	۵

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
پچھو ہا	مشوک	۳۱۱	۵	نواب دلیر خان	نواب سردار خان	۳۶۵	۳
نواب سردار خان	نواب دلیر خان	۳۰۹	۹	مبذول ہوئی	مبذول ہو گئی	۳۶۶	۷
تحریر	مشوک	۳۱۶	۷	استغناء	مشوک	۳۶۷	۸
دیوڑھی	ڈیوڑھی	۳۲۲	۱	شاہجہانی	شاہجہان کے	۳۶۹	۲
شہزادہ	مشوک	۳۲۲	۸	پہنچے اور	پہنچے در	آخر	آخر
تحریک	مشوک	۳۲۵	۸	اگر اپنے	اپنے	۳۷۱	۱
نمود	نمود	۳۲۵	۸	تو خیر در نہ	در نہ	آخر	آخر
نگار سہاگ	نگار سہاگ	۳۳۱	۱۸	کا اندازہ	کا اندازہ	۳۷۲	۲
بلایت خان	بلایت خان	۳۳۲	۲	بدلو اہست رسیدہ	بدلو اہست رسیدہ	۳۷۲	۲
واقعات بابری ترجمہ	واقعات بابری زبان	۳۳۵	آخر	مقاہیر	مقاہیر	۳۷۲	۲
اقبال نامہ جاگیر	اقبال نامہ جاگیر	۳۳۶	۲	جمع غفر	جمع غفر	۳۷۲	۲
کوثر خاص	کوثر خاص	۳۴۱	۹	بقیۃ السیف	بقیۃ النف	۳۷۲	۲
پنجون	پنجون	۳۴۲	۲	پہنچ کس	پہنچ کس	۳۷۲	۲
انخون نے انکی	انخون نے انکی	۳۴۲	۷	سرمین	سرمین	۳۷۳	۲
زیر دست	مشوک	۳۴۲	۱۵	شرن ملازمت	شرن ملازمت	۳۷۴	۲
عدد	عدد عدد	۳۴۶	۱۰	کولام پور	کولام پور	۳۷۵	۲
قدامت	قدامت	۳۴۷	۷	داد شجاعت	مشوک	۳۷۸	۲
”	”	۳۴۷	۷	عبور	مشوک	۳۸۳	۲
”	”	۳۵۰	۵	خلعت فاخرہ سے	خلعت فاخرہ	۳۸۳	۹
”	”	۳۵۰	۵	مخلص	مخلص	۳۸۳	۹
”	”	۳۵۲	۹	آزردہ خاطر ہو کر	آزردہ خاطر فرار	۳۸۴	۹
”	”	۳۵۲	۹	بتقاب	بتقاب	۳۸۴	۹
”	”	۳۵۲	۹	ہفتہ	ہفتہ	۳۸۴	۹
”	”	۳۵۲	۹	باز بقیاس آفتاب	مشوک	۳۸۴	۹
”	”	۳۵۲	۹	ہم فرستند	ہم فرستند	۳۸۴	۹

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
ہمت باختند	مشکوک	۳۸۳	۲	جانور	پانور	۲۰۹	آخر
از حضور دور	خفور دور	۳۸۳	آخر	مجاہدست	مجاہست	۲۱۵	۸
شبرغان	شیرغان	۳۸۵	۲	بجمل متین	بجمل متین	۲۱۷	۹
علی خان ریز	علی تاریر شان	۳۸۶	۱۰	مورید	مورید	۲۱۸	۱۰
گداشت	گدشت	۳۸۷	۲	پشاورند	پشاورند	۲۱۸	۷
برآورد	مشکوک	۳۸۷	۲	شیخ احمد جودی	شیخ احمد جودی	۲۱۸	۶
مصحوب	محبوب	۳۸۹	۲	مادر زاد ولی تھی	مادر زاد ولی تھی	۲۱۸	۲
زیر لاسپ	مشکوک	۳۹۲	۲	لشکر	لشکر	۲۱۸	۲
سوداں المانی	الحاقی	۳۹۳	۲	وطن	وطن	۲۱۸	۵
راجہ ہارنگہ	راجہ ہارنگہ	۳۹۴	۱۰	آس کا	آس کا	۲۱۸	۸
تغائب بھی کیا	تغائب بھی کیا	۳۹۴	۱۵	فتح بنگال	فتح بنگال	۲۲۲	۱۳
وٹن حصہ زیادہ تھی	وٹن گز و بھٹی یاد تھی	۳۹۵	۶	دروازہ	دروازہ	۲۲۵	۹
شیخ فرید ولد	شیخ فرید اللہ	۳۹۷	۱	پانہاز	پانہاز	۲۲۸	۲
قطب الدین خان	قطب الدین خان	۳۹۷	۱	تزر یک	تزر یک	۲۲۸	آخر
سند جلوس میں	سند جلوس	۳۹۷	۲	گھوڑے کے	گھوڑوں کے	۲۲۹	۲
شاہ جہان نے	شاہ جہان نے	۳۹۷	۲	مخالفت	مخالفت	۲۳۱	۴
آئندہ زمانہ میں بھی	آئندہ زمانے	۳۹۷	۲	تخاص	تخاص	۲۳۲	۹
سرگرم تھے	سرگرم ہو	۳۹۹	۸	سلطانی حکم کے منتظر	سلطانی حکم منتظر	۲۳۳	۸
سادات	سادات	۴۰۰	۶	کسی امیر کا	کسی امیر کا	۲۳۵	۱۲
پیش قدمہ دیای فوج	پیش صدر بل فوج	۴۰۰	۲	ادلاء نواب ایرخان	ادلاء انضبط ایرخان	۲۳۹	۲
نوزخم کھائے	نوزخم کھا کر گئے	۴۰۲	۷	گشتہ شد	گشتہ شد	۲۳۹	آخر
پنچانی	چستانی	۴۰۲	۷	قسمت باخود ہار کردہ	قسمت باخود ہار کرد	۲۳۹	۲
معلہ یک	معایک	۴۰۳	۹	تقریب	تقریب	۲۵۵	۵
جس میں	جن میں	۴۰۷	۱۷	فرزندوں کو	فرزندوں کو	۲۵۶	۲
مخاطبت	مخاطب	۴۰۷	۱۷	جہانگیر لکھ کر	جہانگیر لکھ کر	۲۶۱	۲

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
آئی تھی	آئی تھی	۴۶۲	حاشیہ	زندہ رہے	زندہ رہے	۳۲	۱۱
دار السلطنت	دار السلطنت	۴۶۲	حاشیہ	ارکان دولت	ارکان دولت	۳۳	۳
اُسے نکال کر	اُسے نکال کر	۴۶۵	حاشیہ	مشوک	مشوک	۳۳	۸
داور بخش	داور بخش	۴۶۸	حاشیہ	تقاضی اصرار زبان	تقاضی اصرار زبان	۳۳	آخر
چہرہ ہر اسوا	چہرہ ہر اسوا	۴۶۵	۷	ارتقاع	ارتقاع	۳۴	۱۵
یہ اختلاف	یہ اختلاف	۴۶۶	۱۸	اوقات	اوقات	۳۴	۱۷
لشکر میں	لشکر میں	۴۶۹	حاشیہ	مشوک	مشوک	۳۴	آخر
گردانیدہ	گردانیدہ	۴۸۳	حاشیہ	قدغن	قدغن	۳۵	۳
باچکا	باچکا	۴۸۳	آخر	سید زندہ	سید زندہ	۳۸	۲
دریاخان کا سر	دریاخان کا سر	۴۸۷	۲۷	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
غلط نامہ بدل و م نامہ مظفری							
آتنوی گل شتی	گل شتی	۲	۱۳	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
اہریک	اہریک	۸	۵	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
آجی اورو بھی	آجی اورو بھی	۸	۱۲	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
وہ عیوض اسے	وہ در	۱۱	۴	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
چین و تردد	چلن و تردد	۱۳	۱	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
موظف	موظف	۱۱	۲	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
قریب جو دستاؤ	دست تار	۱۷	۱۷	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
پہ بے تلاستہ ہیں	پہ بے تلاستہ ہیں	۱۷	۱۷	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
مواذیر گنج قشع آباد	مشوک	۱۵	۱۶	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
ہرد لغزیری	ہرد لغزیری	۱۵	۱۶	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
بہی	بہی	۲۵	۱۱	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
فرق	فرق	۲۵	۱۵	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸
اوجیالے	اوجیابی	۳۰	۳	مملہ گلیانی	مملہ گلیانی	۳۸	۸

صفحہ سطر	غلط	صحیح	صفحہ سطر	غلط	صحیح
۱	۹۴	آپ کا کلام	۶۸	شکوہ	محال دیکھیں
۱۴	۹۴	مناجاتیں و تصنیف مشکوک	۶۸	شکوہ	سرخدا
۱۴	۹۵	مسرور ہو جاے مشکوک	۶۸	قتل	مشکل
۱۴	۹۹	عرض غرض	۶۸	۱۲۶۵ ہجری	۱۲۵۷ ہجری
۱۴	۹۹	آسمان اور شاتی	۶۸	ش	نقش
۱۴	۱۰۰	باہوت	۶۸	ہرنید	ہردو
۱۱	۱۰۱	مشکوہ	۶۹	ہر بھر	ہر بھر
۱۲	۱۰۱	بناشت افزا	۷۰	ردیم	زدیم
۱۲	۱۰۱	بہ فدی	۷۲	امامت	امانت
۱۴	۱۰۱	تشریف لے	۷۳	مشکوہ	مولوی صاحب
آخر	۱۰۱	می نماید	۷۵	مشکوہ	لحاظ
۵	۱۰۲	مشکوہ	۷۶	مشکوہ	مورد
۷	۱۰۲	تسلیم	۷۶	عبادت	عادت
۷	۱۰۲	بندہ	۷۷	انجین کے	انجین کا
۹	۱۰۵	کہ رہوں یاد	۷۸	خدر	قدر
۱۲	۱۰۵	جو ہوں	۸۰	تعلقہ دار	تعلقہ دار
۱۳	۱۰۵	کیا عجیب	۸۵	استفادہ	استفادہ
۱۴	۱۰۶	سنے کو ایسا رنگ	۸۵	حافظ	حافظہ
۱۵	۱۰۸	۱۲۹۷ ہجری	۸۶	مرزا	مزا
۳	۱۰۹	۱۲۹۷ ہجری	۸۶	تو	کبھی وہ
۱۵	۱۱۱	حکیم صاحب	۸۹	انکے	جنگے
آخر	۱۱۳	ندوۃ العلماء	۹۱	ہزار	مزار
۳	۱۱۵	ترددات	۹۱	شکوہ	حامل رویا
۱۱۵	۱۱۵	ہوا کرتی تھے	۹۲	متعلقہ	متعلقہ صلا
۱	۱۱۶	سیرت	۹۴	دلی خطر	دلی خطرات

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۲	۱۳۷	نہایت نامور	۱۱۶	پے	پے
۹	۱۳۷	ذریعہ سے بیچ ہو تے	۱۱۶	بروش	سروش
۱	۱۳۸	خلفای شیخ محمد	۱۱۷	جینے کی خواہش ہو	جینے کی صورت ہو
۵	۱۳۸	مدی تادی	۱۱۶	تاشانیرنگی	تاشا گاہ نیزگی
۱۳	۱۵۹	اینبانت	۱۱۷	کمر	کمر
		پانچ روپیہ پاتے	۱۱۷	مکتا ہے	لگایا ہے
		تھے	۱۱۸	مشر	دہ مشر
۵	۱۶۳	نواب کمال الدین	۱۲۲	ہر قصر دالون	ہر قصر دالوان
۱۲	۱۶۳	مردوع کنایہ	۱۲۲	مصطفیٰ بن یزید	نمای مصطفیٰ بن
۱	۱۶۴	بالنسانہ			رات دن
۳	۱۶۴	وصول یا قزم		کچھ اور ہی ادا ہے	کچھ اور ہی ادا ہے
۲	۱۶۸	رکارخا	۱۲۳		ہے
۲	۱۶۹	مقررہ صمن	۱۲۴	نیون لو	نیون کو
۴	۱۶۹	فردے مرین	۱۳۵	بالاپیر	بالاپیر
۶	۱۷۰	قسمت نامہ	۱۳۶	مشوک	تذکرہ دلیرخان
۱	۱۷۵	دوبو جے	۱۳۷	مشوک	سماسہ جمیلہ
		شہ جہری	۱۳۸	رود بدنی کے	رود بدنی میں
		کئی مینے	۱۳۸	بی بی نینختہ	بی بی نینختہ
۷	۱۷۷	مشوک	۱۳۹	قائم ولی	تاقسم ولی
۱۵	۱۷۸	حضرت پیر صاحب	۱۳۹	زانواراد	زانواراد
۴	۱۷۹	دیگ خرد	۱۳۹	غوث مآب	غوثیت مآب
۱۲	۱۸۰	پنچاٹ		ازین ناگزیرازین	ناگزیرازین بے ادبی
۱۸	۱۸۰	واپس آئے	۱۴۳	بے ادبی	بے ادبی

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
مالک بجا ز نہیں	مالک بجا ز نہیں	۱۸۱	۵	چار مواضعیات	مشکوک	۲۱۴	۶
مادری	مادری	۱۸۲	۲	دو فرزند تھے	سید غلام حسن فرزند تھے	۲۱۴	۶
وہ از روی دہشت	وہ مجھ از روی دہشت	۱۸۲	۴	نواب علی محمد خان بہادر	نواب علی محمد خٹا بہادر	۲۱۴	حاشیہ
شریک مقدمہ	شریک مقبوضہ	۱۸۳	۱۸	سید حسین	وید حسین	۲۱۵	۱۱
میان جیل	میان غنیل	۱۸۴	۱۲	پچھون کو	مشکوک	۲۱۷	۱
فصل تفصیل	فصل تفصیل	۱۸۸	۸	فضل احمد مکہ آمد عمر	فضل احمد مکہ آمد عمر	۲۱۷	۱۳
				چراغ روشن	چراغ روان	۲۱۷	۱۴
قلایہ ابجا ہرین بھی	قلایہ ابجا ہرین بھی	۱۹۲	۹	بجز	بجز	۲۱۹	۸
سنتہ سہری	سنتہ سہری	۱۹۳	۸	مورد	موردی	۲۲۰	۱۲
اپنے عالی خاندان	اپنی عالی خاندان	۱۹۴	۸	مگر	اگر	۲۲۲	حاشیہ
چڑھالی	چڑھالی	۱۹۵	۱۶	طلات لسانی	طاعت لسانی	۲۲۲	۶
نہ ٹھہرے	نہ ٹھہر سکے	۱۹۶	۱۲	امیدوار	امید ولد	۲۲۳	۳
ابن رقاعے نے	ابن رقاعے نے	۱۹۷	آخر	بہت راس	نسبت راس	۲۲۳	حاشیہ
خانقاہ حما کے	خانقاہ حماہ کی	۱۹۸	۵	شہر حماہ	شہر حماة	۲۲۷	۱۷
بجز آپ کے	بجز آپ	۲۰۱	۲	مشورہ کے بغیر	مشورے سے	۲۲۸	آخر سطر
بنام الہیہ	بنام قدوۃ العارفین	۲۰۱	حاشیہ	نہیں کرتے تھے	نہیں کرتے تھے	۲۲۸	۶
قدوۃ العارفین	قدوۃ العارفین	۲۰۱	حاشیہ	آبائی مراسم ہوئے	آبائی مراسم ہوئے	۲۲۹	۶
مستفقہ	مستفقہ	۲۰۷	حاشیہ	نہایت تعظیم و توقیر سے آپ رکھتے تھے	نہایت تعظیم و توقیر سے آپ رکھتے تھے	۲۲۹	۶
مورث سادات	سادات مورث	۲۰۸	شعبہ ۲	پوشیدہ نہیں	پوشیدہ نہیں	۲۲۹	۷
شاہجہان پور	شاہجہان پور	۲۰۸	۷	رکھتے تھے	رکھتا تھا	۲۲۹	۷
عالی منزلت	عالی عاقلیت	۲۰۹	۷	حافظ امام حسن رضا	حافظ امام حسن رضا	۲۳۰	۷
جن کا نام	حسن کا نام	۲۱۰	۳	سند لوی	سند لوی	۲۳۰	۷
آپ کے حیات	آپ کے حیات	۲۱۰	۴				

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صبح سودا زودہ	صبح سودا زودہ	۲۳۲	۳	نہوں	نہوں	۲۵۵	۱۴
گر گر و دش فکلی	کیونکہ گردش فکلی	۲۳۲	حاشیہ	خود آپ	خود آب	۲۵۸	۸
عماد السعادت	اعتماد السعادت	۲۳۳	آخر	آئی تھیں	آئی نہیں	۲۶۵	۱۶
ادھر سے شجاع الدولہ	ادھر سے شجاع الدولہ	۲۳۶	۱۲	شہاہ آبا و ضلع ہرنی	شہاہ آبا و ضلع ہرنی	۲۶۹	۱۶
ادھر سے	ادھر سے	۲۳۶		خواتین ہندی	خواتین ہندی	۲۷۳	۱۰
سید شرف الدین محمد	سید شرف الدین محمد	۲۴۲	حاشیہ	سرزمین	سرزمین	۲۷۵	۲
خود	خو	۲۴۳	۱	نام	نام	۲۷۸	۱
برہان ساطع	سریان ساطع	۲۴۳	۱۲	علم و پناہ	علم و پناہ	۲۷۸	۱۲
باغ مریہونہ	باغ مریہونہ	۲۴۳	۴	صاحب تحقیق	صاحب تحقیق	۲۷۹	۱۱
آپ کی طرف سے	جن کی طرف سے	۲۴۵	۴	بنجاتا	بنجاتا	۲۷۹	۱۵
مسئلہ ہجری	مسئلہ ہجری	۲۴۷	۱۳	در و جاہر تحقیق	در و جاہر تحقیق	۲۸۰	۱۰
بست و چارم قضا	بست و چارم قضا	۲۴۷	۱۲	رئیس کا کوری	رئیس کا کوری	۲۸۱	۸
بغش شد دل انگین	بغش شد دل انگین	۲۴۸	۹	بوستان بنظیر	بوستان بنظیر	۲۸۵	۷
کہہ بخواب کہنید و جان	کہہ بخواب کہنید و جان	۲۴۸	۹	۶۱۹۱۵			
گاہ ہے	نگاہ ہے	۲۴۹	۹				



بسم اللہ الرحمن الرحیم

خداوند دو جہان کی حمد و ثنا پانچیز انسان کے بیان سے باہر ہے اس کا وہ مطلق کی غیر
 قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اُسے انسان کی ذات کو اپنے صفات کا مظہر بلکہ
 بمصداق اِنَّ اللہَ خَلَقَ اَدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ عَقْل و نور کا پتلا بنا دیا اور اپنی معرفت و
 اقرب کا رتبہ عنایت کر کے بفرما لے وَ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ شَرًّا کُوْمًا لَّکُمْ سَبْعَ سُوْرٍ اَمَّا
 حَکِیْم برحق نے اپنی حکمت کاملہ سے اس شت خاک کو وہ زور بازو بخشا کہ جس نے اپنی ذاتی
 قوت و شجاعت سے شیرنستان کو مغلوب کر کے اپنی فضیلت کو ظہیر کر دیا اس فیاض
 ازل کی فیاضی نے اس قطرہ حقیر کو ایسا فیض و سخاوت کا دریا بنا دیا کہ جسکی شان جوئے
 اب رگبار کو بھی شرمادیا۔ ایسے مالک بندہ نواز چارہ ساز کی نامتناہی توصیف و تشریح
 سے خاموشی اختیار کر کے اپنی نارسائی فہم کا اعتراف کرنا چاہیے اور اس معبود
 حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکا کر عاجزی جو بندہ کی بہترین صفیہ ظاہر کرنا چاہیے

حمد الہی کی طرح نعت رسالت پناہی بھی احاطہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ اگر اس رحمت عالم
 فرخنی آدم کی ذات مبدعہ کائنات عالم ایجاد میں نہ آتی تو بمصداق لَوْلَاکَ لَمْ یَخْلَقْتَ
 اَیْنَ فَلَکَ آفرینش ہیچہ ہزار مخلوقات کی وجود میں نہ آتی اور اس حسن و خوبی کے ساتھ
 وحدت کثرت میں نہ ساتی۔ اگر اس ہادی مطلق اور رسول برحق کی ہدایت جلوہ افروز ہوتی
 تو یہ معرفت الہی جو تمام خلق کی علت غائی ہے حاصل نہ ہوتی اسی سید الاولین آخرین کی
 ذات مجمع کمالات سے جو کمالات روحانی و صفات جسمانی میں لیتا ہو کر خاتم الانبیاء ہوتی
 دنیا میں علم و حکمت کی اعلیٰ تعلیم اور اخلاق کی تکمیل انجام کو پہنچی اسکی محبت و اتباع ہر ہمتی
 پر فرض ہو کر وسیلہ نجات قرار پائی۔ اُس کا رخ آئینہ خدا نما اور خطاب شافع معشر اور نام نامی
 احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور کمال و اطہار اور اصحاب کبار
 جو ہمان ہدایت کے ستارے تھے ان سب پر ہمارا دل و جان شمار ہے۔

جلہ ناظرین باتکین کیند تہمین خاکسار حقرا لکونین محمد مظفر حسین سلیمانی عرض بردار
 ہے کہ اس احقر کو عرصہ دراز سے بانی شاہ آباد کے حالات کی تلاش تھی حسب اتفاق
 ایک بار کتاب ماثرا لامراجہ مصام الدولہ شاہنواز خان کی تصنیفات سے دیکھنے
 میں آئی اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ نواب دلیر خان بانی شاہ آباد جو امر
 اور اراکین دولت شاہجہانی عالمگیری سے ہیں ایسے قوت بازوئے سلطنت
 اور شیرین بیان شجاعت تھے کہ جنگی دلاوری اور ننگ زیب جیسے الوالعزم جری
 بادشاہ کی نظر میں بھی بے نظیر تھی۔ اس رستم دوران کے کارنامے شاہی بزم اور ملک
 و کن کے پیرو جوان کی زبان زد تھے۔ مگر افسوس کہ یہاں کے باشندے بجز خند
 زبانی روایات کے اپنے مورث اعلیٰ کے حالات سے مطلق آگاہی نہیں رکھتے

ان تواریخ میں جو شاہی وقائع نگاروں نے بطور روزنامہ کے لکھی ہیں اور عالمگیر نامہ وغیرہ میں جنکو بادشاہ نے صرف بھرت مناسبت نواب دلیر خان ایسے گرامی قلم الفاظ سے یاد کیے گئے ہیں کہ جنکے دیکھنے سے دل وجد میں آجاتا ہے مصمصام الدولہ جیسے امیر قابل نے انکی غیر معمولی شجاعت اور شہ زوری کے حالات شاہجہان نامہ و ماثر عالمگیری وغیرہ سے جو نہایت مستند اور شاہی کتب میں اخذ کر کے نہایت پیشہ فقرات میں تحریر کیا ہے۔

درحقیقت خان ممدوح ایسے شجاع و با اقبال سپہ سالار اور گورنر تھے کہ جس ہم پر گئے خدا کی مہربانی سے فقیاب ہی ہوئے بارگاہ صاحبقرانی یعنی دربار شاہجہانی سے ان کو خلعت و خطاب دلیر خانی اور منصب چار ہزاری سے سرفرازی اور پیشگاہ اور ننگ نیب عالمگیر سے بتیس لاکھ دامی جاگیر اور منصب پنہزاری سے ستدر افزائی ہوئی تھی۔

خلعت و اکرام و ثناء و تاج و مہمت ہوتے تھے وہ مزید برآں تھے تعجب و تاسف ہے کہ بجز متفرق کتب کے انکے مفصل کارنامے کسینے فراہم نہیں کیے شاہی تواریخ میں جا بجا انکے حالات و بڑے بڑے بجز بعض شائقین امر کے ہر ایک کے بیان مجتمع نہیں ہیں اور بعض قلمی کتابیں جو طبع نہیں ہوئیں ہنوز پردہ گنہامی میں پڑی ہیں اور جلد دستیاب نہیں ہوتیں مزید برآں عدم توجہی اور غیر مطبوعہ ہونیکے سبب مفقود ہوئی جاتی ہیں۔ اپنے بزرگوں کے حالات بھول جانا صریح غفلت اور خرد روزگار آباد اجداد کے اوصاف

نہ جانتا سخت جہالت ہے وہ قوم کیا سربلند اور ہم چشم گروہ میں ممتاز ہو سکتی
 کہ جو اپنے نامور اسلاف کے حالات و اعزاز سے بھی ناواقف ہے مشاہیر اجداد کے واقعات
 کو پردہ گمنامی پڑا رکھنا اپنی صلیت کے جوہر کو خود ہی پوشیدہ کرنا ہے عرصہ دراز کے
 گزرے ہوئے واقعات جب تک نہ دُہرائے جائیں تازہ نہیں ہوتے ہی بس پار
 خاکسار نے کتب کیاب کا پتہ چلایا اور اس درد سری کا بار اپنے سر لیا اب تک ان
 حالات کے فراہم نہونیکلی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس دیرینہ بنیاد شاہ آباد میں
 جو ذی علم لائق اشخاص ہوئے انکی توجہ واقعات نگاری کی طرف مبذول نہوئی شعرون
 کا چرچا ایسا غالب رہا کہ ذہنی نازکینا لیان اور سراپے محبوب میں موشگافیاں انتہا کو
 پہونچا دیں حسن و عشق و ہجر و وصل گل لبلبل شمع و پروانہ کے مضامین سے دفتر بھرے
 ہوئے ہیں اگر کمریہ کی طرف قلم اٹھایا تو اسکی مثال میں ملک عدم ہی دکھادیا اور باکلی
 اس حد کو پہونچائی کہ کوئی چیز تشبیہ کو نہ مل سکی اسلیے اسکو معدوم ہی کر دیا۔ زلف جاناں ہے
 کہ درازی میں میدان حشر سے دو ہاتھ بڑھی ہوئی ہے کبھی شب فراق کے نالوں
 سے عرش برین کو بھادیا اور کبھی آہ سرد سے آتش دوزخ کو بجھا دیا۔ اگر کثرت گریہ اور
 جوش رقت کا طوفان اٹھایا تو آنکھوں کے سات پردوں سے ساتون طبق آسمان کو ڈوب دیا
 امین شک نہیں کہ زور قابلیت اس فن کو معراج پر پہونچا دیا اور مبالغہ کی تنگ
 آمیزی سے طمع کو زور کامل بنا دیا لیکن مجرنگین خیالات کے واقعات نہاد رہیں۔
 چونکہ آج تک کسی نے تاریخی واقعات کتابی شکل میں مجتمع کیے تھے لہذا رقم کو اس
 کتاب کی تصنیف میں جو جائگاہی و دماغ سوزی کے اشکال پیش آئے ہیں انکو رقم ہی کا
 دل دماغ جانتا ہے منتشر اوراق کا تلاش کرنا اور بعد حصول کا غذات بغور دیکھنا

مفید مطلب و قہات کا منتخب کرنا اور فارسی عبارت سے اردو زبان میں ترجمہ کرنا گویا ہفتونہ ان کے راستہ کا طے کرنا اور ایک دریاے عمیق میں غوطے لگانا تھا۔ اس میدان بے پایان میں جسکی مسافت مجھے طے کرنا پڑی ادنیٰ محنت یہ ہے کہ چھ ماہ تک مجھے پُرانے کاغذات جنہیں فرامین شاہی اسناد اور صورت حال تھے جنسے اس کتاب کے متعلق روشنی پڑتی تھی جا بجا سے لانا پڑے اور پھر انکی نقل کر کے ان حضرات کو جنہوں نے ہزار احسانات وہ عنایت کیے تھے واپس کرنا پڑے۔ بالآخر دو برس میں کل ذخیرہ فراہم ہوا اس کے علاوہ جو مغالطہ کسی واقعات میں پیش آیا اسکی تحقیق کے لیے معمر و محقق اشخاص سے جا کر ملنا پڑا اور بعض ذی لیاقت صاحبوں کی خدمت میں خطوط بھیجنا پڑے سوائے ان فارسی تواریخ کے جنکے نام جا بجا مضامین میں آئے ہیں اس زمانے کے کاغذات سے بھی مثل واجب الغرض و گزٹیر وغیرہ کے مدد لینی اور تا امکان تحقیقات حالات میں کوئی کمی نہیں لگتی۔ بانی شاہ آباد کے خاندان کے علاوہ شاہ آباد کے اہل کمال جو طبقہ علما شاعر ہستی وغیرہ میں فخر و زگار و مقبول عام ہوئے انکے حالات بھی نہایت تحقیق و تلاش سے مجتمع کیے گئے اور سلسلہ تحریر میں لکھ گئے ہیں راقم نے کوئی طبع آزمائی نہیں لکھے بلکہ جو کتابوں میں پائے یا بعض سن رسیدہ اور ثقہ لوگوں نے فرمائے وہ راستہ بے کم کاست درج کیے ہیں۔ اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلی جلد میں بانی شاہ آباد و انکے نامور اعزہ اور اولاد کے حالات اور شاہ آباد کی آبادی اور اسکے تنزل وغیرہ کے واردات درج کیے ہیں۔ دوسری جلد میں دیگر اہل کمال کے وقہات تحریر کیے ہیں اور جو تصویریں کہ اسمیں شامل لگتی ہیں وہ بھی اصلی صحیح ہیں بعض انہیں شاہی زمانے کے قلمی مرقع میں جنہر مسطوروں کے نام اور تاریخ

کشید اور مقام تیاری تحریر ہے اور بعض تصویر پر نوابوں کی سرین بھی پڑی ہوئی ہیں اور ان تصویروں کی صحت کے متعلق چند محقق اور مستند اشخاص نے تصدیق بھی کی ہے عہد شاہی میں مصوری کا فن کمال کو پہنچ گیا تھا اور امرا میں اسکا نہایت چرچا رہا کرتا تھا اسلیے ان نوابوں کی تصویریں بھی کھینچی گئیں۔ چنانچہ نواب لیر خان کی دو تصویریں اتاری گئیں ایک میں وہ خلعت فاخرہ اور لباس زرنگار پہنے ہوئے ہیں اور دوسرے میں صرف درباری جامہ زیب بدن ہے۔ دریا خان اور نواب بہادر خان چونکہ دونوں عہد شباب میں رحلت فرما ہوئے اسلیے ان کی تصویروں میں بھی جوانی کے آثار نمایاں ہیں اب رہی یہ بات کہ مصور کے ہاتھ میں صلاحیت تصویر عینہ کھینچنے کی تھی یا نہیں یہ شک اس صورت میں جاتا رہا کہ نواب غریز خان بہادر کی تین تصویریں ہیں جن میں بعض سواری کی ہے اور بعض نشست کی۔ مگر ایک تصویر میں جس قدر حصہ کہ سفید بالوں کا ہے اتنا ہی دوسرے میں ہے۔ اور نقش و نگار و خط و خال کے لحاظ سے ہر دو تصویریں سرمو فرق نہیں ہے۔

بعض فارسی اسناد جو کتاب میں درج ہیں ان سے گوارہ و خوان حضرات کو کس قدر اچھن ہوگی لیکن ان سے دو فائدے خیال کیے گئے ہیں ایک یہ کہ جو ہم واقعات بیان ہو ہیں انکا ثبوت ان اسناد سے کما حقہ ہو جائیگا دوسرے اس کتاب کے ذریعے سے کاغذات کے مطالب مضامین کی ہمیشہ کے لیے بقا بھی ہو جائیگی۔ اور اپنے بزرگوں کی یادگار ہر وقت پیش نظر ہوگی۔

ایک بار محمدن ایجوکیشنل کانفرنس علیگڑھ میں یہ رزلوشن بھی پاس ہوا تھا کہ شاہی فرامین اور زمانہ سابق کے اسناد کو ضرور محفوظ و باقی رکھنا چاہیے اسلیے کہ ان سے



نواب دلیر خان باغی شاهی

شاہان سلف کی شان و شوکت اور اسناد سے اپنے بزرگون کی زبان و طریقہ انشا پر اپنی کاپتہ پایا جائیگا۔

ناظرین باتمکین سے امید ہے کہ میری غلطیوں کو معاف فرما کر عیب چینی سے درگزر فرمائیں گے اور اس خاکسار کو فراہمی حالات و جانفشانی کے صلہ میں دعاے خیر سے جو بزرگانہ شیوہ ہے محروم نہ فرمائیں گے۔

من ہشتم صرت کردم روزگار
من ہنم این بسا یادگار

نواب دلیر خان کے مفصل حالات

اصلی نام جلال خان تھا اور دلیر خان خطابی قوم کے افغان باقرزئی تھے ان کے والد دریا خان بربر کے باشندہ تھے جو نواح پشاور میں ایک قصبہ ہے اپنے قصبہ اور اسکے اطراف کے خان و سردار تھے وہ گھوڑوں کی تجارت و زراعت کیا کرتے تھے

سالہ دریا خان ہم کیے اور سردار قوم افغان باقرزئی بود و ریاست کثیر از قسم دیہات و چامات باغ و جاگیرات بطور رسم ولایت در نواح بشاور بھض و قلعہ خود میداشت و مکان بود و باش تعلق ان خاص موسوم موضع بر بود امیر الامر خان جان لودی از جن اخلاق ابد و جگر راضی شدہ و سرداری را کار فرمودہ از دریا خان دستار بدل شدہ و ادرا برادر خود خواند ہمراہ خود بحضور نور الدین محمد جانگیر بادشاہ غازی آورده ملازمت کنائندہ و از حضور اول بمنصب سہ ہزاری و سہ ہزار سوار سرخازی یا قتبہ چندے دریا خان تعلق پستہ دلی شاہزادہ از غلام الخاطب بشاہ جان شدہ و پیشرش بادر خان کہ عمر پانزدہ سالہ داشت در سلک امرائے شاہزادہ والا تبار افتخار یافت۔ انجاء محبت

ذاتی شرافت کے ساتھ شجاعت اور دھندلاری میں نہایت مشہور تھے دریا خان نے
امیر الامرا خاں بھانخان لودی نے توسط سے دربار جاگیر میں رسائی پیدا کی اور منصب
سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار اور دو سو اسب ذاتی سے سرفرازی پائی اسکے
بعد وہ متعدد صوبوں کے صوبہ دار رہے اور اپنی کارگزاری سے بہت سی شاہی تختیں
بجالائے نور الدین جاگیر بادشاہ نے جب دریا خان کی حسن لیاقت کو ملاحظہ کیا تو
شاہزادہ خرم عرف شاہ جہان کا سپاہگری کے فن میں استاد مقرر کیا اور اُنکے بیٹے
بہادر خان کو جنگی عمر اس وقت پندرہ برس کی تھی اور شاہزادہ کے ہم عمر تھے شاہ جہان
کا مصاحب بنا دیا ایک مدت تک یہ انتظام قائم رہا اسکے بعد جاگیر بادشاہ نے
انتقال کیا اور شاہ جہان تخت نشین ہوا تو دریا خان چار ہزاری ذات اور چار ہزار
سوار سے سر بلند ہوئے مگر اس کے بعد گردش قسمت سے دریا خان نے خان جہان لودی کی
شرکت کی اور اسکے ساتھ کام آنے لیکن خوبی تقدیر سے نواب بہادر خان الہم شاہزادہ
سے تخت نشینی تک ہمیشہ شاہ جہان کے ہم پیالہ ہم نوالہ رہے اور کبھی اسکی رکاب سے جدا
نہوئے ہی وجہ سے تخت نشینی کے بعد عمدۃ الملک بہادر خان نے شاہ جہان کے بار میں
بڑا رتبہ و رُسوخ پایا۔

الحاصل نواب دلیر خان کو اپنے لائق باپ اور بھائی کی وجہ سے شاہ جہان
بادشاہ کے حضور میں باریابی کا شرف حاصل تھا اور انھوں نے اپنی ذاتی شجاعت
اور خدا داد دلیری سے روز افزون ترقی کی اور یہی اسی مہمات سرکین کہ مشہور عالم ہو گئے
انکے عجیب و غریب کارناموں سے شاہی تواریخ کے صفحہ بھرے ہوئے ہیں
ابتدا ہی سے بارگاہ شاہ جہانی میں دلیر خان کا نہایت اعتبار و پاس خاطر

۱۰ جلوس میں جب انکا نام صرف جلال خان مشہور تھا شاہجہان بادشاہ نے انکو ایک گھوڑا عنایت کر کے سر بلند کیا تھا اور سلطیح میں بس لاکھ روپیہ دلیر خان کے ہاتھ مع دیگر امر کے لاہور سے کابل بھیجے تھے چنانچہ حسب حکم بادشاہ کے دلیر خان پڑوہ والہ قدر خان قلعہ دار کابل کو سپرد کر کے واپس چلے آئے بادشاہی خزانہ کی حفاظت حسین لاکھون روپیہ تھے کوئی معمولی بات نہیں تھی بلکہ خاص اور معتبر شخص صحت اس کام کے لائق سمجھے جاتے تھے وہ مقرر کیے جاتے تھے غرض کہ ذاتی شجاعت کیساتھ دلیر خانی امانت و دیانت بھی بادشاہ کے نزدیک مسلم تھی مشیر شاہجہان نے جلال خان معروف دلیر خان کو منصب صدی ذات اور پانسو سوار کا عطا کیا تھا اسکے بعد منصب میں بیچ تری ہوتی رہی مائثر الامر میں ہر کسبے بھائی بہادر خان سے بعض خندہ انداز و نطنج و بدخشانی محکم میں شاہجہان کے دلین خوشی پیدا کرائی اور بیس لاکھ روپیہ کا بادشاہی نقصان کے ذمہ لگایا حالانکہ بہادر خان نے اس محکم میں بڑی کارنامی اور جانکاهی کو دخل دیا تھا اس وقت شاہجہان بادشاہ نے انکی جاگیر قنوج و کالپی کو جو انکے منصب و فوجی سالانہ تنخواہ میں مقرر تھی سرکاری مظاہرہ کے معاونین ضبط کر لی اس محال کی فوجداری اور انتظام دلیر خان کے متعلق کیا اور ہزار می منصب و ہزار سوار اور خلعت و قیل و زخواب دلیر خان سے سرفراز کیا اس زمانہ سے خطابی نام اسقدر مشہور ہوا کہ اصلی نام جلال خان چھپ گیا اور دلیر خان

۱۱ مبلغ بست لک و پیر کدینولا اور اسطنت لاہور رسیدہ بود و موصوبہ بہادر و لدری طفت علی و جلال خان اور بہادر خان و محمد علی و لدری قلی خان و ان کا کابل ساقتند کہ بذوالقدر خان قلعہ دار اور انجا سپردہ ہر گردن بادشاہ نامہ صفحہ ۴۰۵ سال ہم حال شاہجہان بادشاہ ۱۱ جلال خان برادر بہادر خان نصیدی یا نصد سوار بادشاہ نامہ سلسلہ فرست منصب داران ۱۱ جلال خان نام برادر بہادر خان ست و سال بست و یکراہ صہل و اضافہ منصب ہزاری ذات ہزار سوار و کھلا دلیر خان و بمرمت نیل سرخ از گردید و بتدیج پاچا اختیار ہوا فرختہ سرکار قنوج و کالپی از بہادر خان باوصف خدمت نمایان ضبط شد و فوجداری آن محال بجلال خان تفویض یافت۔ مائثر الامر مذکورہ دلیر خان رویت وال۔

مشہور ہو گئے یہ سر بلند ی انکو ۱۲۰۰ شہج شاہجہانی میں حاصل ہوئی۔

تاریخ اخبار مجلیہ کے صفحہ ۳۳۶ میں مرقوم ہے کہ کل قنوج و کاپلی کی جاگیر بہادر خان نے ضبط ہو کر دلیہ خان کو مرحمت فرمائی گئی اور ترقی و منصب خطاب کو کیسا تہ خلعت و سر پہ صر مع او تلوار و سپہ فیل سے سرفرازی ہوئی بعدہ جاگیر کے انتظام کیلئے رخصت کیے گئے چنانچہ دلیہ خان کاپلی و قنوج میں پہونچ کر تحصیل و وصول و دیگر ملکی انتظام میں مشغول ہوئے ترقی منصب کے متعلق شاہنشاہ نے میر ابو الفضل معتمد میں مذکور ہے کہ جب شہجہ شاہجہانی میں قندھار کی ہم پیش آئی اور بہادر خان نے وہاں عالم جوہر میں انتقال کیا تو اس حادثہ کے بعد شاہجہان نے بہادر خان کے بیٹے فرزند دلاور خان کو جنکی عمر اس وقت پندرہ سال کی تھی منصب ہزاری و پانسو سوار کا اور دلیہ خان کو دو ہزار و پانصدی کا منصب عنایت کیا اسکے بعد ایک بار سترہ سال میں وزیر خان و فرزند ان بہادر خان کو شاہجہان نے بلایا اور یہ حسب الطلب بنی جاگیر سے دو تیس سو ملی کے مال تھی روانہ ہو کر دلیہ سلطنت ملی پہونچے اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے تو اس وقت شاہجہان بادشاہ نے ان کو اکیس سو روپے اور پچاس ہزار روپیہ نقد عطا کیے تھے اور جب شہجہ مطابق سترہ میں ان کی جاگیر مرقسہ کمرش اجہ نے دست رازی

[illegible]

اور اس بات پر ان سے سخت جنگ بندی فریقین کے بہت لوگ مار گئے باغی راجہ کا بیٹا بھی مارا گیا اور وہ بھاگ گیا دلیر خان نے سپہ فتح پائی جب یہ خبر شاہجہان بادشاہ نے سنئی تو رستم خان صوبہ اتر بھل کے نام حکم بھیجا کہ اس باغی راجہ کا قلعہ قمع کیا جائے چنانچہ حسب حکم اس کا تعلقہ ضبط کیا گیا اور چند پرگنوں کے انکی جاگیر مشال کی گئی دلیر خان اور ان کے بھتیجے مور و عنایت ہو بادشاہ نامہ جلد ثالث مصنفہ علاء الملک فی مخاطب بہ علامی فاضل خانین لکھا ہوا ہے کہ جب شاہجہان بادشاہ سعید آباد میں رونق افروز تھا دلیر خان کابل سے آئے اور شرف حضور می مشرف ہو کر تیس گھوڑے نذر کیے اور جب تسلیم قندہار کے محاصرہ فیض سے شب و شنبہ ۱۰ ربیع الاول کو لشکر روانہ ہوا تو شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے ہمراہ دلیر خان بھی بھیجے گئے خانصو کے بھتیجے دلاور خان بھی ہمراہ تھے اس وقت شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت و گھوڑا مع نقرئی زین کے عنایت کیا تھا۔ اس محاصرہ میں ایک طرف لشکر کے سردار بھی مقرر کیے گئے اور خان مہر کے چچا نیک نام خان و ریوسف خان عنایت خان ہر دو برابر بھی معیت میں تھے دلیر خان نے اپنے فرشتے منصبی خوب دل کیے اور پھر دوبارہ جب قندہار پر لشکر کشی کی گئی اور بہت کچھ انتظام ہوا سر ہزار سوار و چھ سو امرات و نصیبدار و پیشوا رآلات حرب غیرہ تو چنانہ کے تھے ایک کروڑ تو بطور سہ ماہی اہل لشکر کو پیشگی دیا گیا تھا اس میں بھی دلیر خان بھیجے گئے اور انھوں نے وہاں خوب جانا بازی کو دخل دیا تھا۔ ان دنوں محاصرہ میں علامی سعد اللہ خان زیر غلام بھی شریک تھے

۱۔ دینار العزیز سید کہ سپہان بہادر خان برادر دلیر خان کہ تواریخ بانسٹن ملی کہ جاگیر شہتہ کی از زمیندارانی انضلع ہر سر کشتہ کا دھڑلہ گولہ کا کشتہ تر کتا زمرہ کا زار گم گرویدہ جنگ صعب و داد از ہر طرف مردان بسیار بجا آمدند زمیندار مذکور بعد کشتہ شدن سپاہیان سپہر و بفرار آمد و برتر تم خان کہ جاگیر دار انضلع بود حکم اصداد یافت کہ خود را بہ انضلع زمیندار مذکور رساند و متعینہ تاکید داد کہ شہر و جلال خان برادر بہادر خان سپہان دلاور و عنایت فرمودہ تعلقہ راجہ مذکور را ہمیمہ جاگیر آہن فرمودہ ۳۳۳ شاہنشاہنامہ کی

۲۔ بہت و یکم سید آباد بمقدم و الافرن کشت دلیر خان از کابل آمدہ بود احراز شرف ملازمت نمود بہت استعفاء و انکسایش گذر نید و کچھ بادشاہنامہ عن شاہجہان نامہ مصنفہ فاضل خان قلی کتخانہ نواب کلب علیخان بہادر فرما فرماے را مہر۔

اسکے بعد جب تیسری بار ۶۳۳ھ میں قندھار کے محاصرہ کیلئے شاہزادہ محمد داراشکوہ نے حسب منظور شاہجہان بادشاہ چڑھائی کی تو ابکی بار پہلے سے بھی لشکر و سامان کا زیادہ ہتھام لیا گیا دلیرخان بھی ساتھ کیے گئے انکے بھائی و دیگر عزیز بھی ہمراہ تھے جسوقت قلعہ قندھار پر گولہ باری ہو رہی تھی اسوقت راجہ راجو بلیرخان کے ساتھ قلعہ بست جو اس فوج کے مشہور قلعہ نہیں تھا اور شاہجہان بادشاہ کے حکم سے شاہ ایران کے قبضہ سے چھین لیا گیا تھا اگر شاہزادہ داراشکوہ کو چند متین حضروں سے حسب احکام قلعہ خان جعفر خان کی مورچوں کے مابین مقرر کیے گئے اسد میرانی و ہندوستانی لشکر سے سخت جنگ ہوئی لیکن راجہ کے قریب لشکر شاہی قتل و زخمی ہوا داراشکوہ نے کمال غیرت سے حکم دیا کہ قاسم خان غیرت خان مورچہ آگے بڑھائیں اور راجہ اجڑا تختہ و چوہ پناہ بنائیں و دلیرخان و میر سے ملازم اور شاہزادہ بیدار تخت کی جماعت ملکہ کرد اور آج راتین قبل باشو تکوین بھی پسپا کرونگا چنانچہ شام کیوقت شاہجہانی اور ایرانی لشکر سے مقابلہ ہوا بری جانستان لڑائی ہوئی دونوں طرف کے لشکر سے کوئی تیغ بیدار نہ ہوئے اور کشتوں کے پستے لگ گئے القصہ قندھار کی جانبکا ہم میں دلیرخان نہایت دلیری و شجاعت کو کام میں لیا جب اس ہم کو عرصہ راز ہو گیا اور محصورین کی پوری تنبیہ ہو گئی تو شاہجہانی لشکر نے پائے حصار سے کوچ کیا دلیرخان شاہجہان کے حضور میں حاضر ہوئے اسوقت بادشاہ قدردان جو ہر شناس نے انکے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ کیا اور ایک گھوڑا معہ نقری زین کے مرحمت فرما کر کابل کو رخصت کیا۔ اس زمانہ میں انکا منصب و ہزاری دو ہزار سوار کا تھا۔

بعد از آن ۲۴ ربیع الاول ۱۰۶۳ھ کو جب شاہجہان کی عمر کا ۶۵ سالہ جشن منعقد ہوا تو اسوقت

۱۰۵ دلیرخان باضافہ پانسو سوار منصب ہزاری دو ہزار سوار و سپہ بازین فقرہ سربراہت کابل خاص گردید شاہجہان نے مذکورہ مصنفہ فاضل خان وزیر عظمیٰ و استاد سال شصت و نیم از عمراء فرین جشن انفاذ یافت دلیرخان و اداوت خان بجا نیت غلعت فاخرہ قاست ہزار سوار مستند شاہجہان نامہ مذکور

بھی شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ عنایت کر کے سر بلند کیا تھا۔

سنہ ۱۰۱۷ میں جب بجا پور کی مہم پیش آئی تو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو معظم خان میر جملہ
 لیساتھ کر بھیجا کہ وہاں جا کر تم شاہزادہ محمد اورنگزیب کی مہرابی میں جو اس مہم کیلئے نامزد ہوئے تھے
 بتا رہے تھے کہ وہاں کی عادی شاہ والی بجا پور مر گیا ہو اور اسکی اولاد سے کوئی فرزند نہیں ہو سکتا
 غلاموں نے جو میر میں ایک لاکھ لڑکا جسکا نام سکندر ہو سکے مسند پر بٹھلایا ہو اور ملک میں
 نظم بھلی ہوئی ہو اس واقعہ کے متعلق ظفر نامہ شاہجہانی میں مرقوم ہے کہ معظم خان و دلیر خان ۱۲
 ربیع الثانی سنہ ۱۰۱۷ کو شہزادہ اورنگزیب کے پاس پہنچے اور شاہزادہ کیساتھ سید رکا قائمہ فتح کیا
 اسکے بعد گلبرگین میں جمع ہوئے اور وہاں بادشاہی لشکر آیا تو ایک درویش کے سواروں نے
 شاہی رستہ کے بیلوں کو چرگا گاہ میں تھے پسنے آگے بکھلے اور اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوئے جب بادشاہی
 لشکر میں یہ خبر پہنچی تو معظم خان نے دلیر خان سے کہا کہ یہ روشی چھین لینا چاہیے چنانچہ دلیر خان
 اپنی جمعیت کو لیکر دشمنوں کے سر پر ہو گئے اور انکے ایک بڑے گروہ کو تلواریں گھاٹا مار دیا اور سارے
 روشی چھین لیے اس معرکہ میں دشمن افغان و خیران بھاگے اور دلیر خان مع اپنی جماعت کے اپنی قیام گاہ
 کو واپس آئے۔ اسکے بعد قلعہ کلیان کی تسخیر میں جب بادشاہی لشکر مصروف تھا تو ایک دشمن شہزادہ ونگ
 زیب نے اپنی فوج کی خود ترتیب کی اور مخالفت کی فوج میں بہلول خان میانہ کے لڑکے ہراول تھے وہ
 بڑھکر بادشاہی لشکر کے ہراول سے مقابل ہوئے اسوقت سخت معرکہ آرائی ہوئی تھی دلیر خان
 جو مقدمہ ہمیشہ تھوڑا آگے گئے اور شجاعت کے خوب ہر دکھائی تو اورنگزیب نے کئی ضربیں انکے لیکن گرجو
 مسل تھے اور زہرہ وغیرہ پہنے ہوئے تھے کوی زخم انکے بدن پر نہیں لگا۔ جب خان محمد وائل رستم
 جو زہرہ خان کے فرزند تھے مخالف کی طرف سے قریب میں ہزار سواروں کو لیکر بادشاہی لشکر
 پر ٹوٹ پڑے تب مہابت خان شاہی لشکر کا منتظم تھا اور ایک فوج کے سردار دلیر خان تھے غنیم کی فوج

دلیر خان کے لشکر کی طرف آئی تو اس نے بان اندازی شروع کی اس وقت بھی دلیر خان نے شجاعت کی خوب داد دی۔ ہی زمانہ میں دشمن کی فوج جب چاروں طرف ملک میں لگی اور شوخی کرنے لگی تو شاہزادہ محمد سلطان کیساتھ دلیر خان کے گئے اور دشمنوں کی کوشش کو بھیجے گئے اس وقت خانہ صوفی نے ہر طرف سے مخالفوں کو گھیرا اور لپسا کیا۔ اسکے بعد جیسا کہ شاہی لشکر گلبرہ پونچا تو وہاں یہ انتظام کیا گیا کہ ایک جماعت میں گھیسو ڈانکے مزار کی حفاظت کے واسطے مقرر ہوئی اور باقی بادشاہی لشکر دشمن کی خانہ بربادی کی طرف آمادہ ہوا یہ لشکر کشی ہو رہی تھی کہ غرہ ذیقعد ۱۰۸۵ھ کو قلعہ داقلحہ کی کنجیاں لیکر شاہزادہ کینڈ متین حاضر ہو گیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔ غرض کہ ان مہمات میں دلیر خان نے خوب ب بہادری ان کھانین اور شاہجہان بادشاہ نے انکو خلعت و انعام سے سرفراز فرمایا اسکے بعد فوجی طلبی کا حکم کیا اور دلیر خان دکن سے واپس آکر شاہجہان بادشاہ کی حضور سے مشرف ہوئے اس طرح میں شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو تقارہ مرحمت

ملک شاہجہان بادشاہ نے غلظت ایسا دل و داغ پایا تھا کہ جسکی نظیر لائق بادشاہوں میں ملنا مشکل جو عالمی و داغی اور ناز و غریبی کے ایسا تھا اس میں بارت و نفارت اور شاہانہ فیاضی ایسی واقع ہوئی تھی کہ آپکی قدردانی و داد و پیش ضرب بالمشہور کی بنیادی ہوئی تین ایسی عالیشان مہین جو آج تک ہم المثال بھی جاتی ہیں شاہجہان کے عہد میں اہل اسلام کی سلطنت اپنے معراج پر پہنچ گئی تھی اور تیوریہ بادشاہت کا شباب تھا اسکے عہد میں جو صوبے زیر حکومت تھے ان میں ہر ایک کو کسی بادشاہ کے عہد میں نہیں ہوا راجہ جوتانہ میں کسی نے سرکشی نہیں کی بلکہ راجہ جوتانہ نے وہ وفاداری اور جان نثاری کے کام کیے جو دوسرے ہوا مشکل میں دربار کی وہ شان و شوکت تھی کہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی تو ان میں فتح و بدخشان اور آری مالک دارا و النہر فتح کر لیے مگر اسوجہ سے کہ بیخ بنی بہت اور انتظام میں روئے کا صفت زیادہ ہو اور مصارت سے حاصل کم ہے لہذا انکو چھوڑ دیا دکن میں فتوحات نمایاں کیں احمد نگر کی مملکت کو فتح کر کے شامل خالصہ کر لیا اور دروہریا ستین کو لکھنؤ اور جی پور کی جو جاتی رہی تھیں انکو اپنا جاگلہ بنا لیا اور پلٹے تخت نشین بنائے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لینا چاہا بااضلاع دکن کی پچائیش کرای بندوبست وہ سالہ جاری کیا۔

شاہجہان اسلام کا پابند تھا وہ مسلمانوں پر مہربانی کرتا تھا اسکے ساتھ ہندوؤں پر بھی شفقت فرماتا تھا اسکے عہد میں ہندوؤں کو ام و سلطنت میں عروج حاصل ہوا کسی اور سلطنت میں نہوا اس حسن انتظام کو دیکھنا چاہیے کہ اور کوئی محمول نہیں کر دیا اور آمدنی کو بڑھا لیا اکبر نے چار سال کی فرمانروائی میں خزانہ جمع کیا تھا اسکا بڑا حصہ جاگیر کرنے بائیس سال کی حکومت میں خرچ کر دیا اسکے بعد شاہجہان نے جتنا روپیہ جمع کیا اتنی ساکس بادشاہ ماسبق سے جمع نہ ہو سکا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کیسا عاقل و متعظم بادشاہ تھا سترہ سو سال سے سترہ سو سال تک دولت آباد برابر تلنگانہ وغیرہ کے قلعجات

کر کے بلند آواز کیا۔ سلسلہ میں شاہجہان بیمار پڑا اور شہزادہ محمد شجاع نے جو صورت
 ابنگار کا ناظم تھا خام خیالی سے باپ کی اطاعت سے منہ پھیرا اور پٹنہ عظیم آباد پر لشکر کشی
 کر کے ملک خالصہ پر دست راز شی شروع کی حتیٰ کہ بنارس تک گیا جہاں شاہجہان اور اشکوہ کو
 یہ بات معلوم ہوئی کہ شجاع نے بنگالہ کے حدود سے باہر قدم بڑھایا تو اکبر آباد سے شاہنشاہ
 سلیمان شکوہ کو جو داراشکوہ کا بڑا بیٹا اور لائق تھا محمد شجاع کے مقابلہ کے لیے

بقیہ سابقہ فتح کیے چنانچہ اس فتحیابی کو طالب کلیم نے قلعہ میں نظم کیا جو بادشاہ نامہ میں شاہجہان نے درج کروایا جو
 شاہجہان کثرت اقبال گرفت پیغت زہد و ملک و سر و مال گرفت چل قلعہ کی سال گرفت کی کشیدہ شاہجہان بھل
 سال گرفت صفحہ ۱۸۱) بادشاہ نامہ اور کئی کروڑ روپیہ کا ملک بڑھایا انعامات میں جو رقم اسے دی اسکی چوتھی بھی سی
 عہدین نہ دی گئی ساڑھے نو کروڑ روپیہ جسین نصف نقد اور نصف جنس صرف بیس سال کی حکومت تک نف
 میں مہممت کیا۔ دو کروڑ پچاس لاکھ صدقہ تعمیرات میں صرف کیے جسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک کروڑ س
 لاکھ دار الخلافہ اکبر آباد کی عمارات میں جسین پچاس لاکھ تاج محل میں جو بارہ برس کی مدت میں میر علی گڑھ
 و مہرمت خان کے زیر اہتمام تیار ہو اور ساڑھے لاکھ موتی مسجد اور دولت خانہ اور دیگر مکانات و باغات
 میں صرف ہوئے اور پچاس لاکھ قلعہ معلیٰ کی تعمیر میں اور سس لاکھ جامع مسجد دہلی کی عمارت
 میں اور پچاس لاکھ روپیہ عمارات لاہور میں اور بارہ لاکھ عمارات کابل میں اور ساڑھے لاکھ عمارات بمبئی میں اور
 آٹھ لاکھ حصہ نقد دار اور بارہ لاکھ عمارات اجمیر و احمد آباد وغیرہ میں خرچ ہوئے ماہ ربیع الاول سنۃ ۱۰۲۰
 مطابق سلسلہ جلوس اکبری مقام لاہور شاہجہان کی پیدائش ہوئی غم نام رکھا گیا اسکے دادا اکبر بادشاہ
 نے تربیت کی بعد انتقال اپنے باپ جہانگیر کے سلسلہ میں تخت نشین ہوا شاہاب الدین محمد شاہجہان صاحب
 ثانی لقب اختیار کیا بے بدل خان نے مصرہ تاریخ جلوس سے جلوس شاہجہان واد زیب ملت و دین و پاد ویر صالح
 خوشنویس نے شاہجہان باشد شاہجہان پیش کیا شاہجہان نے جلوس کی تہنیت میں بہت لاکھ روپیہ
 استحقاق کو تقسیم کیے اور تخت نشینی کے بعد رسم سجدہ اور پابوسی کا اٹھا دیا سادات علما اہل علم کے لیے ملاقات
 کے وقت سلام علیکم اور نصرت کے وقت فاتحہ پڑھنا مقرر کیا خود ہمیشہ با وضو رہتا اور عبادت الہی کیا
 کرتا اسکے عہدین اہل کمال ایسے جمع ہوئے کہ دار السلطنت دہلی شیراز و بغداد کا نمونہ بن گیا بائیس صوبہ اسکے تابع
 تھے اور بائیس کروڑ سالانہ ملک کی آمدنی تھی فوج میں دو لاکھ سوار آٹھ ہزار منصبدار اور سات ہزار احدی تھے
 اور ایک لاکھ پچاس ہزار سوار شاہزادوں اور امراء کے ماتحت تھے چالیس ہزار پیادے تھے دس ہزار
 کی جماعت بادشاہ کے ہر کاب رہتی تھی تین ہزار مختلف صوبجات میں رہتی عالموں و فوجداروں کی جماعت کے

روانہ کیا اور دلیر خان کو ہمراہ کیا چنانچہ بادشاہی لشکر بنارس پہونچا وہاں جا کر یہ معلوم ہوا کہ موضع بہادر پور جو گنگا کے کنارہ بنارس سے ڈھائی کوس کے فاصلہ پر ہے اس میں محمد شجاع معہ اپنی فوج کے پڑا ہوا ہے اس سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر بادشاہی لشکر خمیہ زن ہوا ۲۱ جمادی الاول کو شاہی لشکر علی الصباح کوچ کی خبر مشہور کر کے محمد شجاع کے سر پر جا پہونچا محمد شجاع اس وقت کمال بے فکری سے خواب غفلت میں

یقیناً سابقہ علاوہ تھی علامی سعد اللہ خان اور فضل خان وغیرہ اسکے نہایت لائق وزیر تھے سعد اللہ خان وزیر اعظم اور علی مردان خان امیر الامرا کی خواہ میں بارہ بارہ کروارہا مئی تیس لاکھ سالانہ مستحق تھے اور پنجابری منصب والے امیر کی خواہ معہ مشاہرہ فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ جائگہ کی ہوی تھی جسکی تصدیق بادشاہ نامہ کے صفحہ (۵۴۳) میں مرقوم ہے منصبدار و زمین چار شخص ہفت ہزاری اور تیرہ پنجہزاری اور چودہ چار ہزاری اشخاص تھے کثرت آبادی سے علاوہ ملک مفتوحہ کے ایک کروارہا کی جمع کا اضافہ ہو گیا تھا۔ اسکے جواہر خانہ میں جواہرات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ روئے زمین کے کسی بادشاہ کے جواہر خانہ میں شاید اس سے زائد نہ ہونگے دو کروڑ کے جواہرات شاہزادوں میں تقسیم کیے اور پانچ کروڑ کے جواہرات زیورات مرصع میں استعمال کیے اور دو کروڑ کے جواہرات ملبوسات میں جڑوائے ایک کروڑ کی تیاری میں تخت طاؤس بنوایا جو ڈھائی گز چوڑا سوا تین گز لانا اور پانچ گز بلند تھا جس میں باہر کثرت العمل و یا قوت و زور و جرئے ہوئے تھے تخت پرد و طاؤس مرصع نصب تھے اور دو نوٹکے درمیان ایک وزنت لعل و الماس و مروارید وغیرہ کا قائم کیا تھا یہ تخت سات برس میں تیار ہوا تھا ایک مرصع تاج قیمتی بارہ لاکھ کا جس میں پانچ لعل اور چوبیس درشا ہوا جڑے تھے تیار کرایا ایک خیمہ جسکو تین ہزار فرش نصب کرتے تھے اور دس ہزار امرا اسکے سائے میں بیٹھے تھے بنوایا تھا اس خیمہ کا نام ولبادل تھا ایک قذیل جو طرح طرح کی گلکاریوں اور طلا و جواہرات وغیرہ سے مرصع کرانی تھی مدینہ منورہ حضور سرور عالم صلعم کے روضہ اقدس کے لئے معذرانہ کے بھیجی تھی۔ اس قذیل کا نام گل محمدی رکھا گیا۔

مختصر ۲۶ جب تھوڑے کچھ سال کی عمر میں مظفر خان روانی کر کے عرض حسن بن علی و عشہ و اختلاج قلیشاہان نے انتقال کیا اور اگرچہ میں اپنی پیادہ کی علم ارجند بانو ممتاز الزمانی کے ہم پہلو تاج محل میں مدفون ہوا تاہم انتقال سے شاہجہان کو دنیا ز عالم سفر کر دیا شاہجہان ہر ایک مصرعہ سے علیحدہ علیحدہ کتب و دست سلطانہ تھیں سن و ماہ ہر علیحدگی سلطنت کے بعد ۸ سال گوشہ نشینی عبادت الہی و شغل آیات نویسی وغیرہ خیرات میں گذرانے بعد رحلتے فردوس آشیانی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا نہایت عالی دماغ عادل فیاض مرم و شناس عبادت گذار زاہد بادشاہ تھا۔

پڑا ہوا تھا اوپر عیش پسندی اس درجہ غالب تھی کہ مصلحت وقت سے بھی کچھ
سروکار نہ رکھتا تھا بادشاہی لشکر کو دیکھ کر محمد شجاع نہایت سرسیمہ ہوا اور کچھ تھوڑی
دیر لڑا آخر کار اسپر رعب چھا گیا اور میساختہ بھاگ کر ایک کشتی میں بیٹھا اور پلٹنے
کی طرف روانہ ہوا یہاں بادشاہی لشکر نے اسکا خزانہ تو بچانہ ورسد وغیرہ کاسامان
سب لوٹ لیا اور سلیمان شکوہ نے مع اپنے لشکر ظفر بیک کے اسکا تعاقب کیا جب
شجاع پلٹنے سے مونگیر پہونچا اور وہاں بھی اسکے پاؤں نہ جبنے پائے تو دہانے وہ
بنگلہ جلا گیا آخر کار پلٹنے سے مونگیر تک تمام ملک بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آ گیا
اس فتح کے صلہ میں شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو سہ
ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت کیا ماثلاً لار
میں ہے کہ انھیں ایام میں ایک ہزار کا انکے منصب میں اور اضافہ ہوا غرض کہ
شاہجہانی دربار سے دلیر خان کو چار ہزاری منصب عنایت ہوا تھا
جب سلیمان شکوہ یہ فتح حاصل کر چکا اور حسب الطاب اپنے باپ دادا کے
نہایت عجلت سے دار الخلافہ کو آ رہا تھا پلٹنے سے قصبہ کڑہ تک جو الہ آباد کے
قریب ہے وہ پہونچا تھا کہ وہاں ۵ رمضان کو یہ خبر سنی کہ شاہجہان بادشاہ پر

سلطہ شاہجہان کی علالت اور اسکے بیٹن میں باہم خانہ جنگیاں ہو کر اور نگ زیب کا تخت نشین ہونا ایک
دست تک شاہجہان بادشاہ سلطنت کے کاروبار میں ہمہ تن مصروف ہوا آخر کار اس محنت و جانکاہی سے ضعف
دامخ اور صحت میں فتور لاحق ہوا اسلئے جلوس، ذی الحجہ عشرہ محرمی کو جس بول کے مرض میں مبتلا ہوا
شدت مرض سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا سات روز تک کوئی حیرت سے نہ اتاری اطباء نے ہر چہ علیل کیا
مگر کوئی تہیر کار گرنہوئی اسوجہ سے بادشاہ امورات مملکت میں مصروف نہ ہو سکا اور نہ باہر آسکا اسکا دار الشکوہ
جو بڑا بیٹا اور ولیعہد تھا اسنے سارا کام سلطنت کا اپنے ہاتھ میں لیا اسوقت شاہجہان کی اولاد میں چار بیٹے

مرض نے غلبہ کیا ہے اور میرے باپ چچا یعنی داراشکوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور دو بیٹان ارجمند با نور و تاج محل کے بطن سے تعین سلطان داراشکوہ مرزا شجاع محمد اورنگ زیب مراد بخش جہان آرا عرف سیگما جہ اور روشن آرا شاہجہان نے ان سب کو آب تعلیم سے آراستہ کیا تھا اور ہر ایک بیٹے کو سچ ملک عنایت کیا تھا اور اس صوبہ کا انتظام اسکے سپرد کیا تھا ہر ایک بیٹا کسی نہ کسی لیاقت میں طاق تھا۔ ہر ایک بھائی اپنی بلند نظری سے ایک دوسرے سے حسد رکھتا تھا۔ داراشکوہ کی عمر اس وقت ۴۲ سال کی تھی بادشاہ کو وہ سب سے زیادہ عزیز تھا اسکی دوری شاہجاں کو بھی پسند نہ تھی داراشکوہ نہایت سخی آزاد طبیعت شان و شوکت کی طرف بالطبع میلان رکھتا تھا اور انصاف میں لینے دینے بے صبر تھا اور احتیاط کو کمرہ جانتا تھا مگر قصود میں ڈوبا جاتا تھا کفر و اسلام کو برادر تو مان جانتا تھا اپنے پردادا اکبر کے مدرسہ کا طالب علم تھا بڑے بڑے پنڈت بنارس سے بل کر وہ کاترجمہ سنسکرت سے فارسی میں کر لیا کتاب سر اکبر اور نور الازار وغیرہ خود اسکی تصنیفات سے آج تک جو بیچ رہا تھا ان کی نظیر سے گذری ہیں وہ بجائے اللہ اکبر کے پر بھوانگشتری پر کندہ کر اس کے پنتا تھا فخر کنیوالے شخص کے مغلوب کرنے کی فکر میں رہتا تھا اسلئے شاہجہان کہا کرتا تھا کہ یہ (جڑون کے لیے بھلا اور بھلون کے لیے بُرا ہے اس سے چھوٹا مٹھ شجاع تھا جسکی عمر اس وقت چالیس سال کی تھی اور وہ صوبہ دار بنگالہ تھا عالی دماغ تھا مگر عیش پسند شمع خیال تھا اسکے بارہ بیٹے شاہجہان کہا کرتا تھا کہ شجاع جزا بیہوشی وصف دیگر نہ دارد اس سے چھوٹا اورنگ زیب تھا جو صوبہ کن کا ناظم تھا بعد میری نہایت متعل سوچکر بات کہتا اور ملکی جوڑ توڑ میں خوب چست مستقل دور اندیش دشمن کو اپنا دوست بنالینا اسکا کام تھا لڑکپن سے وہ زہد و تقویٰ اور صوم و صلوات کا عادی تھا مذہب کے بڑے بڑے خطر و کئے اٹھانیکو وہ فرج جانتا تھا مہات عظیم میں بڑی بڑی فوجوں کی سپہ سالاری کر چکا تھا شاہجہان نے اسکے متعلق لکھا کہ ذی عزم و مال اندیش نظر علیٰ مبالغہ کہ متعل امر خطر و پست تو اندیشہ مراد بخش سب سے چھوٹا مگر اس کا صوبہ دار تھا عیش دوست مے نوش اسکے متعلق شاہجہان کا قول تھا کہ مراد بخش جہول الکلیف باکل و شرب ساخته دایم انحر است) جہان آرا نہایت عقل و دیرینہ تھی امور اس سلطنت میں دخیل تھی شاہجہان کو کل اولاد میں داراشکوہ بڑا بیٹا اور جہان آرا بیٹی میں زین العزیز تھی۔ روشن آرا نے چند ان فرزندہ ناباپ کو اسقدر محبوب مجلسرے شاہی میں وہ جہان آرا

اور اورنگ زیب کے باہم جنگ ہو گئی اور میرے باپ

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل اور داراشکوہ سے حسد رکھتی اور اورنگ زیب کو خبرین پہنچایا کرتی تھی شاہجان نے ہر چند چاہا کہ بھائیوں میں اغوت و محبت رہے مگر سب نصیحتیں ضائع گئیں فقیر پر دازوں نے بخیشین ڈلا دین ایک دوسرے سے بد لالینے میں مستعد تھاجب شاہجان طبل ہوا تو اسنے داراشکوہ کے ہاتھ پر ارکان و دولت کی بیعت کرا دی اور داراشکوہ نے اختیار پا کر اپنے حسبے فی معاملات کیے اور شاہجان کی علالت کی خبر وقایع بنگاروں کو لکھنے کی ممانعت کرا دی ملک میں ہل چل پر گئی بعضو کو شک ہو ا کہ بادشاہ زندہ و سلامت نہیں رہا جب بھائیوں کو یہ معلوم ہوا کہ باپ کا آخرت ہے اور داراشکوہ سلطنت پر مسلط ہے تو مراد بخش نے کبریا ت میں تاج شاہی سر پر رکھا اور شہنشاہ نے بنگالہ میں خود سری کر کے مالک بادشاہی جو اسکے مدد سے باہر تھے قبضہ کرنا چاہا چنانچہ بنارس تک آگیا اور داراشکوہ نے اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو مدد نواب دلیر خان اور راجہ جے سنگھ کے اسکے مقابلہ کو بھیجا جسکا مفضل قصبہ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اورنگ زیب نے یہ دانائی کی کہ بظاہر دکن میں تخت پر نہ بیٹھا مگر پردہ سب سامان تیار کیا اور باپ کی عیادت کا ہانہ کر کے دارالسلطنت کو چلا شاہجان کو جب اپنے تینوں بیٹوں کی یہ سرکشی اور خبریں معلوم ہوئیں تو او سکوبختر داراشکوہ کے اور کسی کا اعتبار نہ پاسلیے جو داراشکوہ کتنا تھا وہ کرتا تھا اب شاہجان دہلی سے آگرہ جلا آکر جب اورنگ زیب برہانپور کی طرف روانہ ہوا تو اسنے یہ سوچا کہ شجاع کی طرح اگر مراد بخش بھی داراشکوہ کے لشکر سے مغلوں ہو گیا تو اسکو بہت قوت ہو جائیگی لہذا اسکو ملانا چاہیے چنانچہ میل و محبت کے کئی خط لکھے کہ ہم دونوں باپ کے پاس چلیں اور داراشکوہ مغرور و مغیبہ کو جسنے باپ کو غلبہ سے مقید کر لیا ہے دور کریں اگر نئے کمی کی تو داراشکوہ کمی مددات سے ہم تم سلامت نہیں رہینگے اور اس لمحہ کے غلبہ سے کفر کا رواج ترقی پا کر اسلام جاتا رہیگا مجھے کچھ دنیا سے سروکار نہیں تم سلطنت کرنا غرض کہ مراد بھی اورنگ زیب کے ہمراہ ہو کر ۲ رجب کو اٹھارے راہ میں دیپال پور کے قریب مدد لشکر کے اورنگ زیب سے آملے جب داراشکوہ نے اورنگ زیب کے آنے کی خبر سنی تو اسنے ایک بڑا لشکر راجہ جسونت سنگھ کو دیا کہ سدرہ ہونیکے لئے روانہ کیا اور راجہ نے دونوں شہزادوں کو روکا انجام کار قریب اوچین کے جنگ

داراشکوہ نے شکست پائی اس دشتناک خبر کو سنکر شہزادہ نہایت مضطرب ہوا

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل ہوئی خوبی قسمت میرے اورنگ زیب غالب ہو اور راجہ کو شکست ہوئی جب داراشکوہ نے اپنے لشکر کی شکست سنی تو نہایت سرسیمہ ہوا اور ایک بڑی فوج جمع کی حسین سالہ ہزار سوار تھے اور پھر خزانہ کا منہ کھول دیا اور غلیل اللہ خان کو سردار کر کے مقابلہ کو بھیجا شاہجان نے علالت کی حالت میں دونوں بیٹوں کے مابین صلح کرانے کے ارادہ سے میدان جنگ میں جانا چاہا بلکہ پیش بھی باہر نکالنے کا حکم دیا کہ دونوں لشکروں کے درمیان میں میرا خیمہ کھڑا کریں مگر داراشکوہ جانتا تھا کہ باپ کے جانے سے صلح ہو جائے گی وہ راضی نہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ شایستہ خان نے عالمگیر کی بلند اقبالی اور جہزاتی پر نظر کر کے شاہجان کو منع کیا غرض کہ داراشکوہ ۲۹ شعبان کو خود مقابلہ کے لیے گیا اور اکبر آباد سے دس کوس کے فاصلہ پر جا کر نیمہ زن ہوا اس عرصہ میں جہان آرا کی طرقت سے ایک خط اسکا بخشی محمد فاروق اورنگ زیب کے پاس اس مضمون کا لایا کہ اللہ تعالیٰ عظمیٰ فرست اچھے ہیں اور عبادت الہی کر کے بندگان خدا کی رفاہ میں توجہ کرتے ہیں اور ملکی انتظام میں مصروف رہا کرتے ہیں تنگو اپنے ولی نعمت کے مقابلہ میں مسلمانوں کی خوریزی اور بڑے بھائی کے ساتھ صفائی بمقتضائے اولی الامر شکم خدا و رسول کے حکم کے خلاف ہے جہان تک آگئے ہو وہیں قیام کرو جو تمہارے دلیں باتیں ہوں آگاہ کرو تا کہ سب بادشاہ سے عرض کیجائیں اور تمہارا کل کام کر دیے جائیں اور خطرہ ہو چکا اور دھڑا داراشکوہ جنگ کو پہنچ گئے عالمگیر نے اس خط کے جواب میں اپنا عریضہ قاصد کے ہاتھ اس مضمون کا بھیجا۔ حضرت نلل سبحانی کی خدمت اشرف میں یہ عرض ہے کہ جب ملکی مالی اختیارات انحضرت کے ہاتھ سے شاہزادہ کلان کے ہاتھ میں آئے تو وہ اپنی طبیعت کے موافق اس نیاز مند کے اذہ اور آزار کے درپے ہو اس وقت میں میرا پور میں حسب حکم معرکہ آرائی کر رہا تھا کہ اس نے سب میرے کو حکم بھیج کر میرے پاس سے ہٹا لیا تاکہ مجھے ذلت ہو اگر بادشاہی لشکر کو کوئی گزند پہنچتا تو مفت قلم میں کسی بدنامی ہوتی مینے مصلحت دقت سے فینم کی گوشمالی کر کے مطلب حاصل کر لیا اور صحیح و سالم نکل آیا داراشکوہ نے میری طرف سے آپکا دل بڑا کیا جس وقت سنگھ کو ایک بڑا لشکر دیکر مجھے حضور کی خدمت کی حاضری سے مانع ہوا محمد شجاع کو سیلان شکوہ کے ہاتھوں سے ذلیل کر لیا اب میرے

جب یہ خبر عام ہوئی تو اہل لشکر بھی اس سے جدا ہونے لگے چنانچہ اجنبی نگر

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل مقابلہ کو دھو پورا یا ہے مگر یہ صفت شکن کے مقابلہ میں کیا بامیاب نہ ہوگا بہتر ہے

کہ وہ پنجاب میں اپنی جاگیر پر چلا جائے اور مجھے حضور کی خدمت میں رہنے دے یہ عریضہ بھیج کر اورنگ

زیب اپنی فوج کی آرٹنگی میں مشغول ہوا۔ ۱۶ رمضان کو سموگڈھ کے قریب داراشکوہ اور اورنگ زیب

کے ہر دو لشکر سامنے آئے اور پھر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی جب رستم خان اور دیوان محمد صالح

جسکا وزیر خان خطاب تھا اور داراشکوہ کے قوت بازو تھے ہلاک ہوئے اور داراشکوہ کے ہوو

میں ایک آتش فشان بان گرا جس سے وہ گھبرا کر باقی سے دور ہوا اور حالت خطرانی میں بے سار

گھوڑے پر سوار ہوا اس حال میں ایک خدمتگارا اسکی کمر میں ترکش باندھتا تھا ایک گولہ کے

لگنے سے اسکا دایاں ہاتھ اوڑ گیا اور خدمتگارا مر گیا اس سے داراشکوہ اور بھی خوف زدہ ہو کر بھاگا

فوج بھی خالی ہو وہ دیکھ کر فرار کی نگر میں ہوئی داراشکوہ مع اپنے بیٹے سپہر شکوہ کے اکبر آباد آیا اور

دیوان اپنی بیوی لڑکے اور کچھ جواہرات و اشرفیان لیکر باپ کو بغیر سندھ دکھائے اندھیری رات میں

دہلی چلا گیا اور ہر اورنگ زیب کی فتح ہوئی مراد بخش کا چہرہ کثرت زخموں سے گلزنگ ہو گیا تھا

اسکی مرزومٹی کی گئی۔ ۱۰ رمضان کو اورنگ زیب سموگڈھ سے سوا اکبر آباد میں آ گیا تمام ارکان

دولت طمع اور خوف سے اسکی خدمت میں حاضر ہو گئے شاہجہان نے اسی حالت میں اورنگ

زیب کو یہ خط لکھا کہ میں نے علامت سے دوبارہ زندگی پائی خاطر اشرف تمہارے دیکھنے کی آرزو مند ہوں

مکو مجھ سے فرزانہ محبت اور ملنے کا شوق بہت ہنس گیا اور میرے نزدیک ہو کر مجھے نہیں ملے۔

ملنے آؤ گے تو البتہ دولت دو جہانی سے بر غور داری پاؤ گے فضل خان یہ خط لیکر اورنگ زیب

کے پاس گئے تو اسنے باپ کو یہ عرضداشت لکھی کہ فی الحقیقت حضور کی قدسوی میرے لیے

رحمت پروردگار ہے دونوں سے اسوقت کا منتظر تھا اب میں اپنی مراد کو پہنچا حضور کے دیدار سے

آنکھوں کو روشن کروں گا فضل خان خوش و غرم لوٹے باپ بیٹے کی سعادت نشی سے خوش ہوا اور

روزہ شاہجہان نے اورنگ زیب کو فاضل خان کے ہاتھ کچھ جواہرات اور ایک تلواریہ قیور یہ جسکا نام

عالمگیر تھا بھیجی اور بہت باتیں زبانی کلام بھیجیں جب فاضل خان یہ تحفہ دیکر واپس ہو تو قندہ پر داروں

جنکو شہزادہ کا اتالیق بنا کر بادشاہ نے ساتھ کیا تھا وہ بھی شہزادہ سے علیحدہ ہو گئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل نے سمجھا یا کہ شاہجہان کا ارادہ اچھو قلعہ میں قید کرنے کا ہے اور نگ زیب
 اس وقت سے باپ کے بالکل خلاف ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے خطوط آئے امر از بانی پیغام لا
 مگر یہ باپ سے صاف نہوا خلیل اللہ خان نے بھی جائیکل مانعت کی اس موقع پر ایک فرمان شاہجہان
 نے جو قابل دید ہے مگر وجہ طوالت کے یہاں نہیں لکھا جاتا ہے اور نگ زیب کو بھیجی اس کا جواب
 اور نگ زیب نے یہ لکھا کہ اس فرمان کے ہر کلمہ پر جان نثار کروں تو جیسا ہے اور کمال ارادت سے
 دوڑ کر آؤں تو زیبا مگر بعض امور سے ایک طرح کا حجاب حضور ہو گیا ہے اور آپ کی طبیعت بلکہ ہوجا
 سے مجھے وہم نے مطلوب کیلئے اگر حضور اپنی رحمت سے قلعہ کا دروازہ کھول دیں اور میرے امیوں کو
 سپرد کر دیں تو تلافی تقصیر کے لئے حضور میں حاضر ہوں اور کبھی ایسے امر کا روادار نہوں جہاں حضرت
 کی خفت ہو جب یہ عرضداشت باپ کے پاس پہنچی تو شاہجہان نے قلعہ کھول دیا اور شہزادہ محمد سلطان
 نے بروز جمعہ ۱۱ رمضان ۱۰۳۸ کو سب کا رخانے ضبط کر کے مہرین لگا دیں اور شاہجہان بادشاہ کو
 اپنے باپ کے حکم سے نظر بند کر لیا اس حالت میں جہاں آرا باپ کی طرف سے یہ پیغام لیکر بھائی کے
 پاس آئیں کہ حضرت ظل الہی کی شاہانہ مرضی یہ ہے کہ داراشکوہ کو ملک پنجاب مع مضافات کے
 عطا فرمائیں اور مرآ بخش کو گجرات اور شجاع کے پاس بیگالہ بدستور رہے اور ملک دکن محمد سلطان
 کو عنایت کر دیں اور شاہ بلند اقبال کا خطاب اور کل ملاک محروسہ کی ولیعهدی کا منصب عالی
 آپ کو مبارک ہو آپ اس بات کو قبول فرمائیں اور غرضمند و فکی بات پر نہ جائیں بغیر کسی وسوسہ کے علیحدہ
 کیخند متین چلیے اور ان کے خاطر مشتاق کو اپنے دیدار سے مسرور کیجیے اور نگ زیب نے داراشکوہ
 کے عدوت کی شکایتیں کیں اور ان درخواستوں کو قبول نہ کیا اسی طرح پیغام سلام ہوتے رہے آخر کا
 بعد گفت و شنید کے اور نگ زیب تیسرے دن باپ کے پاس جائیکل لیے سوار ہوا شاید شاہجہان
 اور شیخ میر نے سلسلے اگر مرض کیا کہ حضور کا جانا محفل و دور اندیشی سے بعید ہے جب خدا کے فضل
 سے قلعہ پر عمل دخل ہو چکا ہے اور اعلیٰ حضرت کا اختیار و اقتدار کچھ نہیں رہا تو کیا ضرورت کہ آپ عمل
 ظہر میں جاتے ہیں اس جملہ نے سے اور نگ زیب واپس چلا آیا لیکن صاحب کے جائیکل بعد جعفر خان وزیر

اس حالت کو دیکھ کر شاہزادہ اور بھی زیادہ گھبرایا اور اوپر عجیبے بیشانی و حیرت کا عالم چھلایا اور سوقت کمال خطرانی سے سلیمان شکوہ نے دلیر خان کو بلایا اور اپنے بارہ مین صلاح و مشورہ کر کے دلیر خان سے مدد و شرکت چاہی دلیر خان نے یہ رائے دی کہ الہ آباد سے دریائے گنگا کو تر کر شاہجہان پور چلیے وہ آباد کیا ہو امیر بھائی بہادر خان کا ہے اور وطن افغانوں کا ہے وہاں چل کر ٹھپانوں کو جمع کر کے فوج کا انتظام کرنا چاہیے اسکے بعد جو مقتضائے وقت اور مناسب حال ہو اوپر عمل ہونا چاہیے اس شرط سے مین آپ کی رفاقت کو تیار ہوں شاہزادہ سلیمان شکوہ نے جو دلیر خان نے کہا تھا قبول کیا اور دوسرے روز ان کے

بقعہ حاشیہ صفحہ ماقبل حکیم تقرب خان اور رائے رابیان راجہ رگھناتھ دیوان سلطنت سے ملائی وانی کے آگے تو اورنگ زیب نے ایک شاندار دربار کیا سند پر شاہزادوں کی طرح بیٹھا مگر بزرگ شاہانہ طور پر سب امرا و منصبداران سے لین پھر شان و شوکت کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر دارالاشکوہ کی چوٹی میں چلا گیا۔ محمد سلطان نے باپ کے حکم سے تمام بادشاہی خزانوں اور کارخانوں کو فوج خانوں کو بھیج دیا ۲۱ رمضان سنہ ۱۰۷۱ کو شاہجہان بالکل غریب ہو گیا۔ ہکی تاریخ عاقل خان نے فاعبر و یاہلی الا بصائر کی جو جسابہ عجیبے تخریب سے صحیح آتی ہے۔

سلیمان شکوہ از حیرت زدگی دلیر خان را طلبیدہ در صلاح کار مشورت نمود او منوقت مراخت خود را مشروط بر قتل شاہجہان پور کہ آباد کردہ بہادر خان و وطن افغانہ است نمودہ متعہ کردہ کہ اگر آجاسا از افغانان وغیرہ فراہم آوردہ ہر چہ صلاح باشد بمل خواہ آمد سلیمان شکوہ قبول این گفتش نمود راجہ

ساتھ الہ آباد جانے کا قصد کیا جب اجے سگہ والی جیسو کو جو دلیر خان کے
 بڑے دوست تھے اس امر کی خبر ہوئی تو راجہ موصوف انکے پاس آئے اور
 بہت دوستانہ فمائش کی اور کہا کہ آپ نے یہ غلط رائے اختیار کی کیونکہ وہ جانتے
 تھے کہ داراشکوہ عالمگیر کی سیطرہ غالب نہیں پاسکتا ہے وہ عرصہ تک بلخ وغیرہ کی
 مہمات میں اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ رہ چکے تھے عالمگیر کی شجاعت اور
 چالوں سے خوب واقف تھے اسلیے انھوں نے ہر طرح سمجھایا کہ سیماں شکوہ کی
 شرکت میں بجز خانہ بربادی کے کوئی نتیجہ نہیں آخر میں فتح عالمگیر ہی کو حاصل ہوگی
 غرض کہ دلیر خان کو راجہ نے انکے اس ارادہ سے باز رکھا اور اپنے ساتھ عالمگیر
 کے پاس چلنے کے لیے متفق کیا جب دوسرے روز بموجب اقرار کے سیماں شکوہ
 نے الہ آباد کی طرف سے شاہجہانپور چلنے کا قصد کیا تو دلیر خان نے کچھ تہید اٹھا کر
 معذرت کی اور راجہ کے ساتھ اسی منزل میں رہ گئے اور شاہزادے کے
 ساتھ کوچ نہ کیا چار ناچار شہزادہ الہ آباد گیا اور دلیر خان وہاں سے چسکر

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل جے سگہ چون برین سننے آگئی یافت دانست کہ دلیر خان از خامی و بے
 تجربگی سود خود را از زبان شناختہ نزد تہذیب غلط باخته است بقصد دوستی و مودتے کہ با او
 با بلاغ فصاحت دوستانہ و تذکار مقدمات عاقلانہ خان مذکور را ازین ارادہ فاسد کہ غیر خانہ
 خرابی او قبیلہ اش حاصلے نداشت باز آورده در عزیمت و آوردن عقبہ عالمگیری با خود متفق و ہم
 داستان خود ساخت چون روز دیگر سلیمان شکوہ بتاجر قرار داد نہ کوہ عزم مراجعت بہ الہ آباد دلیر خان
 تہید سے نمودہ باراجہ کے سگہ و رہان منزل ماند و دلیر خان سہ چار روز پیش از ملازمت راجہ مابین
 سلیم پور و متھ بقبیل عقبہ عالمگیری چہرہ دولت برافروختہ باضافہ ہزار ہی ہزار سوار و پیادہ
 پنج ہزار سوار و الہ آباد تہ گشت۔ ماثرا لامر مذکورہ دلیر خان رویت وال

†

†

†

†

†

†

†

†

راجہ جے سنگھ سے تین چار روز پیشتر سلیم پورا اور مقرر کے مابین عالمگیر
 کے حضور میں حاضر ہوئے اسوقت عالمگیر نے دلیر خان کو
 خلعت فاخرہ حسین گھوڑا معہ ساز طلائی اور تلوار و جہرہ مرصع تھا
 مرحمت کیا اور منصب میں ایک ہزار کا اضافہ کر کے پنہاری
 منصب اور پانچ ہزار سوار سے سرفراز کیا عالمگیر ابتدا سے دلیر خان
 کی شجاعت اور وضع داری سے خوب واقف تھا اور یہ توں معرکوں میں انکا ساتھ رہا
 تھا اسلئے اسنے انکو خاص امر میں شامل کیا اسکے بعد دلیر خان اور شیخ میر کو معہ
 ایک لشکر کے داراشکوہ کے نقاب کے لیے مقرر کیا اسی اثنا میں عالمگیر نے
 مراد بخش کو جو اسکا چھوٹا بھائی تھا اور تخت کا ذخہ استدار تھا اور اپنے ساتھ حق و لوازمات
 شاہی علیحدہ رکھتا تھا شوال کو تخترا میں گرفتار کر کے شیخ میر اور دلیر خان کے
 سپرد کیا کہ سلیم گدھے کے قلعہ میں پہنچاؤ چنانچہ یہ دونوں سردار مع اپنی جہازت کے
 شہر ہزاوہ مراو کو لیکر شاہجان آباد پہنچا آئے اور عالمگیر سے جتن کئے کرتا ہوا

۱۷ چار ماہ شوال و رجبہ تھے اور اہل روز مراد بخش راہ سنگر نمودہ بھوابہ یہ راہے صاحب جہاز و پاس شب آن
 تیرہ روز تھانہ اندونہ راہ غمدہ فدویان و دولو و شیخ میر میرہ و دوزنکار اب جمع ہوا کہ در قلعہ ہر غیاہ شاہجان آباد
 فرستادہ کہ آنجا پانچ نفران مکافات باشند عالمگیر نامہ ۱۲

چار دہم خضر آباد و مرکزہ اتر و اقبال گشتہ در و دگر کہ آنجا مقام بود شیخ میر و دلیر خان کہ چنانچہ گذر اش
 یافت بر سیدن مراد بخش بقدر شاہجہان آباد رسن شدہ بودہ شرف بساط و تین یافتہ ۱۳ عالمگیر نامہ
 ۱۴ دلیر خان بلہ دی طالع از تہیت و ہری سلیمان شکوہ تخت و رزہ بودہ شرف اند و تقبیل شدہ اقبال
 گشتہ بطاعت خلعت فاخرہ و اسب با ساز طلا و شمشیر و جہرہ مرصع و باضافہ ہزار ہا سوار و منصب پنہاری و غنی ہوا
 مطلق النظر کر مکتوبہ از عالمگیر نامہ صفحہ ۱۳۰

خضر آباد پہونچا تھا شیخ میرد لیر خان آکر ملے دلیر خان کی خیر خواہی و رشتہ پر ایسا اعتماد تھا کہ مدعی سلطنت کو عالمگیر نے انکے سپرد کیا۔ ۱۶ تا ۱۷ مئی رمضان کے خضر آباد سے سند باڑی کو جو ایک کوس دار السلطنت تھی عالمگیر نے کوچ کیا اسکے دوسرے روز عالمگیر نے اپنے امرا کو انعام و منصب سے سرفراز فرمایا چنانچہ راجہ جے سنگھ کو جاگیر مرحمت ہوئی اور سرکار لکھنؤ کی حکومت فوجدار کے ارج خان سے نکال کر دلیر خان کو دی گئی اور نیابت اس عہدہ کی دلیر خان کے فرزند جمال خان کو عطا ہوئی اور اس خدمت کے صلہ میں میر جمال خان کو ہزاری منصب اور چار سو سواروں کی سرداری عطا ہوئی۔ اس سے سر بلندی بخشی گئی چار پانچ برس تک جمال خان نے اپنے عہدہ کے فرائض کو نہایت کار گذاری سے انجام کو پہونچا یا شجاعت اور لیاقت میں یہ مثال عام اپنے باپ و چچا کے نامور اور بادشاہ کے مورد عنایت تھے مگر یہ ذیقعدہ شہر آباد کو جبکہ عید گلانی کا جشن تھا اور شاہزادوں نے صراحیان بادشاہ کی خدمت میں گئے کہ تھیں بادشاہ کو یہ خبر سنائی گئی کہ جمال خان سپرد لیر خان جو اپنے باپ کے نام سے کہتے تھے اور بیواڑہ کی فوجداری پر مامور تھے جو انگریز انتقال کر گئے۔ جب عالمگیر آگرہ سے دہلی چلا تو داراشکوہ اسکے آئینکی خبر سنکر ۲۱ رمضان کو دہلی کے لے و فوجداری سرکار لکھنؤ اتخیز ارج خان بدیر خان مفوض گشتہ جمال خان سپرد لیر خان مذکورہ بتایا پر ذیقعدہ آن خدمت مامور و منصب ہزاری چار صد سوار سر بلندی یافت مقرر ۱۶۶۶ عالمگیر نامہ ملکہ و بعض اشرف و سید کہ جمال خان ولد دلیر خان کہ بہ نیابت پدر و فوجداری بیورہ بنو یا جل طبعی و جرات مند و جفاکش ہرے شد عالمگیر نامہ سال پنجم

سے لاہور روانہ ہو گیا اور اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو جو معہ لشکر کے پٹنہ سے
 ہاتھ لکھ بھیجا کہ لاہور یا سرہند اگر مجھ سے ملجاؤ۔ جب عالمگیر دہلی پہنچا تو دارا شکوہ
 سے میدان خالی تھا مراد بخش کو قید کر چکا تھا اب تخت نشینی میں اسکے کو جان
 انجو میون نے تخت نشینی کے لیے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ ۱۰۲۸ مقرر کیا مگر اسے
 راشکوہ کی طرف سے اطمینان نہ تھا اور اتنی فرصت کب تھی کہ شاہجہان آباد کے
 زمین جا کر حسب آئین خانہ ان کے مراسم شاہی ادا کرتا لذت ساعت مقررہ پر اور
 یب عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور خطاب و سکہ اور جشن کو تو

اورنگ زیب بادشاہ کا حال۔ اس بادشاہ کی پیدائش ۱۰۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۸ مین ہوئی اور مادہ تاریخ
 کتاب عالمتاب ہے جب ۳۰ برس کی عمر میں ۱۰۲۸ م کو تخت نشین ہوا تو ۴۰ عدد کی ہم بڑھا کر آفتاب
 مستقیم خود تخت نشینی کی تلی کی نکالی اور خطاب (ابو مظفر محمد الدین عالمگیر) حسب دستور سلاطین اقلیہ
 عالمگیر ایک تلوار تھی جسکا نام مبارک فال سمجھ کر لقب میں شامل کیا گیا۔ اورنگ زیب نہایت ہنسندہ
 و شاد تھا اعمال و عائد خفی تھے ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ احکامات بموجب شرع شریف
 کے جاری کرتا ہر ہفتہ میں ۱۰ دن در شب جمعرات جمعہ کو روزہ رکھتا اپنے خورد و نوش کے لیے اپنے ہاتھ
 سے کب کرتا و بیان بنا کر اور قرآن لکھ کر گذرا اوقات کرتا اور جمعہ کو جامع مسجد میں آکر نماز جمعہ ادا کرتا زکوٰۃ
 میں صرف خاص سے دیتا و قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھ کر مینہ منورہ و مکہ مظہرہ بھیجے حسین ایک ایام
 ہزارگی کا لکھا ہوا تھا اور سات ہزار روپے کے صرف سے مطلقا مذہب کیا کیا تھا گانا کبھی کبھی سنتا
 مگر فرط بریز گاری سے آخر عمر میں وہ بھی حزامیر کے ساتھ ترک کر دیا لباس نامشروع زرد و جاہر کا بھی
 پہنتا تھا بدعت اور آئین جاالت مٹانے اور احکام دین کے جاری کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہتا
 لفظ فحش زبان سے نہ نکالتا سیاست شرعی دینا عالمگیر نے ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان
 کیا جو ممتاز ہند و خوشی سے شرف ہا سلام ہونا چاہتے اور خود حاضر ہوتے تو بادشاہ خود اپنی زبان سے
 کرتا تھا۔ اورنگ آباد دکن سے اکبر آباد تک اور لاہور سے کابل تک اسنے امن و رحمت رسانی

ہلوس عثمانی پر موقوف رکھا لیکن تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی خوشی میں امام

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰ قبل کیا اسطے سرگین بنو امین اور بادشاہی خزانہ سے مسجد و نکاح خرچ مقرر کیا
شاہجان کے عہد میں اونٹنای ہزار روپیہ ایام متبرکہ میں خیرات ہوتے تھے اسنے ایک لاکھ انچاس ہزار
روپے مقرر کیے تمام قصبات میں مدرسے اور اسمین طلباء کے لیے علماء و فضلا متعین کیے شیخ نظام
کو میونس مقرر کیا اور دو لاکھ روپیہ صرف کر کے مسائل فقہ کے دفع اختلاف کے لیے فتاویٰ عالمگیری
لکھائی خود ہر شبہ کتب حدیث و فقہ اور تصنیفات امام جہ الاسلام محمد غزالی کا مطالعہ کیا کرتا عربی و نستعلیق
و شکرستہ خطوط لکھتا تھا ماہ رمضان کے تمام روزے رکھتا تھا نماز تراویح باجماعت ادا کرتا تھا کتان
کرتا فارسی انشا پر دلی میں کمال ملکہ رکھتا تھا چنانچہ اسکے تصنیف میں دفتر شمس کلمات طبابت
دستور لعل آداب عالمگیری رفات عالمگیری ہیں وہ اپنے ہاتھ سے چند سطریں بلاناغہ روکھتا
علاوہ فارسی کے ہندوؤں سے ہندی خوب بولتا تھا شعر و سخن سے زیادہ وکچپی خود نہ لیتا مگر شعرا کے
شعر بہت قدر دانی سے سنتا بعض اوقات خود بھی شعر کہتا اور بیٹوں کو بیاض میں اشعار لکھاتا تھا چنانچہ یہ
شعرا اس کا ہے سے غم عالم فردا نست میں یک غنچہ دل دارم و چسان و شیشہ ساعت گنم ریگیاں بالی
بیٹوں کو مذہبی اور فنون سپہ گری کی تعلیم دلا کر بیکلاس روزگار بنا دیا تھا ہمیشہ با وضو رہتا اور بوعزیز شیشی
کے باوجود کثرت مشاغل حکمرانی کے قرآن شریف حفظ کیا جسکی تاریخ (لوح محفوظ) نکالی گئی محرم سہ ماہ میں
لڑکیوں کے لیے عقائد دینی اور احکامات مذہبی کی تعلیم مقرر کی ہر مستفیث کو اختیار دیا گیا کہ بلا غائب و شائبہ
نیک اگر فریاد کرے اور بادشاہ پر بھی اپنے مطالبہ کی نالش کر سکتا ہے اطراف مملکت میں کوئی صوبدار
و عامل بلا اطلاع اور بادشاہ کے حکم ثانی کے قتل کا حکم نہیں دیکھتا تھا اکثر اوقات جرائم پر متحمل ہوتا اور قصود
معاف کر دیتا اور سزا دینے میں قائل کرتا احتیاط و ہوشیاری کمال درجہ کی تھی سلیبے ہمیشہ بیٹوں کے حالات
پر نظر رکھتا اور انکے مخفی واقعات خفیہ نویس مقرر کر کے دریافت کرتا جب انکو فرج دیکر بھیجتا تو انکے ساتھ
معتدات التبع بھیجتا کہ وہ ہمیشہ قابو میں رہیں اور جزئیات پر بھی نظر رکھتا کسی اہلکار کی اصل حقیقت اس سے
پوشیدہ نہ رہتی دکن میں بیٹھا مگر پچھم و پورپ کے اطراف کی خبر رکھتا حکام کو احکامات خود لکھتا تمام

کو خلعت و انعام سے مالا مال کیا منجملہ اونکے دلیر خان کو خلعت اور اسکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل جزو کل کے اختیارات ہر ایک گوشہ ملک سے وقائع نگار لکھتے اور وہ حجت بحرہ برٹھتا ہر ایک بات کی پیش بندی کرتا اور چاروں نظرت کان لگائے رکھتا استقلال و حمیت کا یہ عالم تھا کہ اگر دشمن کے ساتھ زیادہ جماعت ہوتی تو حسد کی مدد پر نظر کر کے ثابت قدمی کرتا چہرے خوشی و طلال دونوں کے آثار ظاہر نہ ہوتے وضعیفی کے زمانہ میں دکن کی دشوار گزار پہاڑیوں میں لشکر کشی کرنا گویا جھانکشی کا پتلا تھا کسی تکلیف و مصیبت کے وقت نہ گھبرا تا کوئی حصہ سپاہ کا بلا اسکے حکم کے قدم نہ اٹھا سکتا امیر نذیرین دیتے اور پیش بہا خلعت پاتے شاہ جہان کے خزانہ میں چھ کرؤ سے زیادہ روپیہ نہ جمع ہو سکا مگر از رنگ زیب نے تیرہ کروڑ روپیہ چھوڑا آمدنی و خرچ برابر ہی رہا کرتا تھا ایک ہاتھ سے آمدنی آتی تھی اور دوسرے ہاتھ سے صدقات و لاکھوں سپاہیوں اور امیروں کی خواہ میں خرچ ہو جاتی تھی صبح صادق سے عالمگیر اٹھتا اور مسجد میں جا کر نماز ادا کرتا اور قرآن و درود و وظائف میں مشغول ہوتا بعد از تخت عدالت پر ٹھیکر ستم رسیدون کا انصاف کرتا ولیم ہائینس عالمگیر کی آمدنی بچاس کروڑ لکھتا ہے شاہ جہان کے عہد سے اسکی آمدنی بڑھ گئی تھی کیونکہ بیجا پور و ریاست گولکنڈ وغیرہ اسنے فتح کر کے مالک خالصہ میں داخل کر لیے تھے اور اسکی سلطنت نہایت وسیع ہو گئی تھی ہندوستان میں جتنے مسلمان گزرے الہی سب سے زیادہ وہ دیندار اور صاحب قوت تھا بچاس برس تک بڑے کرد فر اور شان و شوکت سے سلطنت کی اسکو مجبوری باپ سے سرتابی کرنا پڑی اگر یہ نہ کرتا تو داراشکوہ اسکو کب چین سے بیٹھے دیتا پہلے اسکی نیت باپ کی نیابت کی تھی اور باپ کو بدستور محال رکھنا چاہتا تھا جب اسنے دیکھا کہ شاہ جہان کے دل سے داراشکوہ کی محبت نہیں جاتی تو اسنے جتنے مدعی سلطنت تھے سب کو قتل و قید اور شاہ جہان بادشاہ کو معزول کیا اگر داراشکوہ یا دوسرے بھائی اسپر غلبہ پاتے تو وہ بھی عالمگیر کے ساتھ ہی برتاؤ کرنے جو اسنے بھائیوں کیساتھ کیا یہ اپنی خود کامی اور چالوچر شرعی مجتہدین بھی قائم کرتا تھا اسکی عمر کا آدھا حصہ دکن کے فتوحات اور مہمیں تھیں عہد دلیر خان بنایت خلعت و فیل با ما و فیل سر بلند گردید صفحہ ۱۰ عالمگیر نامہ

کر کے روانہ کیا کہ بہادر خان کے لشکر سے مل جاؤ اور وہ قوی پشت ہو جا جب
 عالمگیر نے سنا کہ سلیمان شکوہ ہر دو اکر کی طرف آگیا ہے اور اپنے باپ کے
 پاس جانیوالا ہے تو اس نے دلیر خان کو سدا راہ ہونے کے لیے بھیجا اور اس کے
 ساتھ اس کے بھتیجے دلیر بہت خان جو نواب بہادر خان مرحوم کے بیٹے تھے
 اور شیخ میر و صف شکن خان وغیرہ کو بھی روانہ کیا اور ان سب کو خلعت اور گھوڑے
 عنایت کیے اس مہم کے لیے دلیر خان ۱۴ ذیقعدہ کو متعین ہوئے اور اسی تاریخ
 کو خود عالمگیر کزنال گیا اور وہاں سے ۱۲ ذیقعدہ کو کوچ کر کے روہر پونچا جو وہ
 برسات آگے جانیکے لیے راہ نہایت خراب تھی جب دلیر خان
 سلیمان شکوہ کے قریب پہونچے تو وہ ہر دو اکر کے برابر پڑا ہوا تھا اور دریاے
 گنگ سے اوڑنکی فکر میں تھا مگر وہ دلیر خان کے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور لوہستان
 سری نگر کی طرف عاجز ہو کر چلا گیا ۱۲ ذیقعدہ کو دلیر خان اور شیخ میر سلیمان شکوہ
 کی مہم سے فرصت کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ادھر عالمگیر تو تین دن
 کر رہا تھا اور ہر داراشکوہ دہلی سے لاہور پہونچا اور وہاں شاہی خزانہ اور توہنچانہ
 اسلحہ خانہ وغیرہ پر قابض ہوا ایک کروڑ روپے کے قریب اس کے پاس دولت
 ہو گئی تھی اس لیے وہ سپاہ کی فراہمی میں مصروف ہوا مگر اس کا یہ خیال تھا کہ جب تک
 برسات ختم نہ ہوگی دریاے ستلج حائل ہے عالمگیر یہاں نہ آسکیا لیکن عالمگیر نے
 کسی تکلیف کا کچھ خیال نہ کیا پہلے اس نے امیر ونکو تعاقب کے لیے بھیجا اس کے بعد
 خود پنجاب جائیکا قصد کیا جب داراشکوہ نے عالمگیر کے آنیکی خبر سنی تو داؤد خان
 پانچزار سوار دیکر بھیجا کہ وہ دریاے ستلج کے گھاٹ بند کر کے عالمگیری لشکر کو روکے

اس ضمن میں داراشکوہ نے کوئی تدبیر اٹھانہ رکھی تمام امیر و نیکو اپنی طرف رجوع ہونے کے لیے خطوط لکھے محمد شجاع کو بنگالہ میں اشتعال دلا کر عالمگیر کے مقابلہ پر آمادہ کیا باوجود ان سب باتوں کے داراشکوہ عالمگیر سے شکست کھا کر ایسا خائف ہو گیا تھا کہ مقابلہ سے جی چراتا تھا اور کبھی ملتان اور کبھی قندھار جانیکا قصد کرتا تھا بدینو جب بڑے بڑے سردار اس سے علیحدہ ہو کر عالمگیر کی طرف آنے لگے داراشکوہ کے پاس اسوقت بیس ہزار سوار جمع ہو گئے تھے باوجودیکہ داؤد خان سدراہ تھے مگر بہادر خان اور خلیل اللہ خان اپنے لشکر کو لیکر ستلج کے پار اوتر گئے جب یہ خبر داراشکوہ نے سنی تو اُس نے داؤد خان کو بلایا اور دریافت حال کر کے دوبارہ بھیجا اور اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو بھی لشکر اور توپخانہ دیکر روانہ کیا خلیل اللہ خان نے اپنی عرضداشت عالمگیر کو بھیجی کہ غنیم کی فوجیں دریائے بیاس کے سپر آگئی ہیں اور غنقریب داراشکوہ بھی لاہور سے آئیو الا ہے عالمگیر نے اسوقت دلیر خان اور دراجہ جے سنگ کو خلیل اللہ خان کی مدد کو بھیجا اور حکم صادر کیا کہ جب تک یہ دونوں سردار معہ لشکر کے تم سے نہ آئیں تم جس جگہ ہو وہیں ٹھہرنا۔ ۲۹ ذیقعدہ کو دلیر خان موضع گڈہ سارنگ میں خلیل اللہ خان سے جا کر ملے جب یہ بادشاہی لشکر پہونچ گیا تو داراشکوہ پر رعب بھا گیا اور وہ ۲۹ ذیقعدہ کو لاہور سے معہ سپہر شکوہ کے ملتان چلا گیا اور داؤد خان کو کشتیان وغیرہ غرقاب کرنیکے لیے چھوڑ گیا عالمگیر نے یہ خبر سنکر حکم دیا کہ دلیر خان اور خلیل اللہ خان وغیرہ لاہور میں قیام نہ کریں اور بلا توقف داراشکوہ کا تعاقب کر کے ہکا قدم کین نہ بنے دیں یہ حکم سنکر دلیر خان اگرچہ قریب دارالسلطنت لاہور کے

موجود تھے مگر شہر میں داخل نہ ہوئے اور اذی اچھے کو ایک روز اور قیام کر کے
 آگے روانہ ہو گئے اور خواجہ صادق بخشی کو جو داراشکوہ کے پاس سے چلا آیا تھا
 انکی دلجوئی کر کے عالمگیر کے پاس بھیج دیا خزانے اور سامان جو داراشکوہ کے
 چھوٹ گئے تھے وہ سب ضبط ہو گئے اس پر بھی توپیں اور اجناس کے علاوہ ایک
 کروڑ سے زائد روپیہ داراشکوہ اپنے ساتھ لیکر اس وقت اسکے پاس چودہ ہزار
 تھے داراشکوہ آٹھ روز ملتان میں رہ کر ہیکر کی طرف روانہ ہوا۔ محرم کو عالمگیر بھی
 دریائے راوی سے اتر کر جہان سے ملتان میں کوس پر پہنچا کر خمیہ زن ہوا دلیر
 خان اور خلیل اللہ خان مع چند دیگر امرائے جو بموجب حکم شاہی ملتان میں تھے
 ہوئے تھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف حضوری سے
 مشرف ہوئے اسی زمانہ میں کابل کے وقائع نگار نے لکھا کہ دلیر خان
 کے بھتیجے جھکانام دلاور خان تھا اور وہ بہادر خان کے بڑے
 بیٹے تھے اور صوبہ کابل میں لمبی فوج میں تعینات تھے جو مرگ
 انتقال کر گئے انکارن جو بیس پچیس سال کا تھا یہ حادثہ دلیر خان کے مال
 کا باعث ہوا اسکے بعد عالمگیر نے ملتان سے زیادہ بڑھنا مناسب نہ سمجھا
 دارالخلافت کا عزم ہوا صف شکن خان اگرچہ ملتان سے تعاقب کے لیے
 بھیجے جا چکے تھے مگر اس خیال سے کہ داراشکوہ تو پچانہ و خزانہ و سپاہ بکثرت
 رکھتا ہے دلیر خان اور شیخ میر کو بھی نو ہزار سوار کے ساتھ داراشکوہ کے

سے واپس ملتان دارالملک کابل معروض بارگاہ خلافت گردید کہ دلاور خان لہ بہادر خان و ملاز کو کیا
 انصوبہ سادہ جہان جو نو روید عالمگیر نامہ صفحہ (۱۹۰) دلاور خان قلعہ زیتون کے قلعہ دار بجی رہے تھے۔

تعاقب کے لیے بھیجا اور سوقت دلیر خان کے ساتھ انکے بھتیجے بنست
 خان اور دوسرے دلیر بہت خان اور دیگر اشخاص قباد خان و شرزہ خان و گلی
 خان و پردل خان وغیرہ تھے روانگی کی وقت دلیر خان کو خلعت میں ایک
 ہاتھی اور جھہر مینا کا رمرحمت کیا گیا اور دیگر اشخاص کو بھی حسب حال
 خلعت وغیرہ سے سرفرازی بخشی گئی۔ جب داراشکوہ ملتان سے ہٹ کر کیڑ
 روانہ ہوا تھا اسکے پیچھے دلیر خان برابر چلے گئے اور کسی جگہ اسکا پیر نہ جمنے
 دیا اثنائے راہ میں صلح گزیردار اسی ہزار اشرفیان اور دیگر سامان ضروری لاشا
 کی طرف سے لیکر پہونچا بہر کمین داراشکوہ کے اچھے اچھے امرا مثل داؤد خان
 و شیخ نظام و میر عزیز و سید تاتار و سید جواد بخاری چار ہزار آدمی لیکر اوس سے
 علیحدہ ہو گئے اور عالمگیری لشکر سے مل گئے اور داراشکوہ خود بھی چاہتا تھا کہ
 قندھار چلا جائے مگر اوسکے اہل حرم اور لشکری راضی نہوے آخر وہ سیستان
 ہوتا ہوا ٹھٹھہ آیا اور وہاں سے گجرات کو روانہ ہوا عالمگیری لشکر نے اکثر بگم
 داراشکوہ کے لشکر کو شکستیں دیں اور کشتیاں و سامان چھین لیا ٹھٹھہ میں عالمگیری
 کا فرمان دلیر خان اور شیخ میر کے نام پہونچا کہ تم ترک تعاقب کر کے فوراً مابعد
 کے حضور میں چلے آؤ یہاں دوسرے اہم کام درپیش ہیں اس سفر میں دلیر خان
 لے کر لینے لازم الاتفال بنام شیخ میر و دلیر خان پر تو رو دو، انگنہ کہ ترک تعاقب نمودہ بر جناح سر عیثیٰ تعالیٰ خود
 بر پیشگاہ جاہ و جلال رسانند کہ کار ہائے اہم درپیش است بنا بر آن شیخ میر و دلیر خان ہشتم ماہ ربیع الثانی
 از ہیکر کوچ کردہ بر جناح استعجال روانہ پیشگاہ خلافت گردیدہ دست و پنجم ماہ جمادی الاول اخلاص شیش
 شیخ میر و دلیر خان ہو کہ گیمانستان پر دستہ سعادت پذیر ملازمت السیر فاعیست گردیدند و عافیت
 بادشاہانہ بریکے ابطائے خلعت خاص و اسباب ساز طلائع خاص بخشیدہ ۲۹۵ عالمگیری نامہ

کو بڑی محنت اٹھانا پڑی اکثر دشوار گزار جنگل حسین منزوں آبادی و پانی کا نام نہ تھا طے کیے بہت سی فوج اور لشکر کے چوپائے ضائع ہو گئے اور لشکر کے خزانے میں بھی بجز ایک ماہ کی تنخواہ کے کچھ باقی نہ رہا تھا بالآخر ہر بیج الثانی کو دلیر خان اور شیخ میر نہایت عجلت سے دار الخلافہ آگرہ کی طرف روانہ ہوئے اور ۲۵ تاریخ جمادی الاول کو خان شہرامت نشان آگرہ کے قریب بادشاہ عالمگیر سے جبکہ وہ سلطان شجاع کو جنگ کجھوہ میں شکست دیکر واپسی میں شکار کھیلتا آ رہا تھا شرف اندوز ملازمت ہوئے بادشاہ نے دلیر خان اور شیخ میر کو الطاف شاہ سے خلعت خاص و اسپ معہ طلائی ساز کے عنایت فرمایا۔

اس عرصہ میں داراشکوہ نے گجرات میں میدان خالی پا کر اور وہاں کے صوبہ دار شہنواز خان کو جو مراد بخش اور عالمگیر کا خسر تھا ہموار کر کے مراد بخش کا ساڑھواں اور دس لاکھ روپیہ اپنے تصرف میں کیے اور ولایت گجرات میں ایک ماہ سات روز ہر بائیس ہزار سوار و توپخانہ نہایت کافی جمع کر لیا اور جنگ کے لیے آمادہ ہوا۔ اسی درمیان میں اسنے شجاع کے مقابلہ میں عالمگیر کے شکست پانکی خبر غلطی اور اجمیر کا ارادہ معصوم کر دیا دہر عالمگیر داراشکوہ کے مقابلہ کے لیے اجمیر کی طرف ہوا۔ ۱۹۔ جمادی الثانی کو قصبہ نودہ آگیا اور حکم دیا کہ کارخانجات غیر ضروری قصبہ کوئے کے قلعہ میں رکھے جائیں چنانچہ حسب احکم راجہ رائے سنگھ کو خلعت دیکر قلعہ کی محافظ سپرد کی گئی اسوقت دلیر خان کو خلعت میں گھوڑا معہ ساز طلائی کے

ملہ درین ہنگام دلیر خان برحمت اسپ با ساز طلا و پر دل خان بھٹائے خلعت دلیر خان ولد بہادر خان

دہلیہ برحمت اسپ سرفرازی یافتہ ۳۰۵ عالمگیر نامہ

مرحمت کیا گیا اور خان موصوف کے بیٹے دلیر ہمت خان کو ایک گھوڑا اور
پر دل خان کو خلعت عنایت ہوا۔

جنگ جمیر میں نواب لیر خان کا عالمگیر کی طرف سے داراشکوہ کو شکست دینا

داراشکوہ نے انجمیر میں دو پہاڑوں کے درمیان جو ایک درہ تھا اس میں اپنا لشکر ڈالا
اور اسکے ہر دو جانب دیوار اٹھا کر راہوں کو بند کر دیا اور توپوں کو قاعدہ سے لگا کر ہمت
ستحکم پناہ بنائی اور عالمگیر تہادی الثانی کو اپنا لشکر ہزار لیکر تالاب رامسر پر اور تہاؤ
دوسرے روز موضع دیورائی میں جہان سے انجمیر میں کوس تھا خیمہ زن ہوا اور لشکر
کو ترتیب دیکر دلیر خان اور راجہ سنگھ کو ہراول فوج یعنی مقدمہ بجیش کیا
جب دونوں لشکر مقابل ہوئے عالمگیر نے حکم دیا کہ شیخ میر اور دلیر خان مع
دلیر ہمت اور دست اپنے بھتیجوں کے لشکر سے آگے بڑھ جائیں اور توپخانہ کے کپڑے
جا کر دشمنوں کے گھات اور حملہ سے خبردار رہیں حسب الترتیب چار روز تک

۱۔ در جنگ جمیر کہ داراشکوہ متراسر دو پہاڑوں کے درمیان جو ایک درہ تھا اس میں اپنا لشکر ڈالا
دوسرا لکات خروادوات جنگ نصب کردہ از سر جمعیت خاطر در پناہ حمایت دیوار ہمت بھرہمت و محاربت
یگداشت جنود عالمگیری را ورش ہر مورچہ چاش صورت نمی بست۔ ماثر الامراتہ کہ دلیر خان۔
۲۔ داراشکوہ و درہ پناہ بادشاہ نے حکم اشرف صادر شد کہ عہدہ نوآنیان عقیدہ منٹشس شیخ میر و لشکر آتش
د دلیر خان با دلیر دست پسران بہادر خان روہلا از عسکر فخر قرین پیش رفتہ نزدیک توپخانہ میسایہ رزم
و پیکار از غرور دست ہر دو مخالفان خبردار باشند صفحہ ۳۱۵ عالمگیر نامہ

برابر لڑائی رہی میدان جنگ میں حربے ضرب سے ایک زلزلہ پڑا ہوا تھا ایک فرق دوسرے فریق پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا مگر دوسرا پیش قدمی نہیں کرنے دیتا تھا چونکہ داراشکوہ کے مورچے پہاڑ کے درمیان میں تھے اور قلب لیسکر کا مقام نہایت محفوظ و مستحکم تھا اس لیے عالمگیری لشکر کی کچھ نہیں چلتی تھی اور داراشکوہ کا پلہ بھاری تھا چوتھے روز یہ حال دیکھ کر شب میں اورنگزیب نے اپنے جان نثار امیر و کوبلا کر تاکید کی کیسکو غیرت دلائی اور کیسکی خلعت و انعام سے ہمت بڑھائی غرض کہ ۲۵ جمادی الثانی روز یکشنبہ کو سب سے پہلے ولی خان توپخانہ کے داہنی جانب سے مع اپنی فوج کے سوار ہوئے اور دشمنوں کی طرف اپنی دلیری و جرات سے علم بلند کر دیا اسکے بعد شیخ میر مع اپنے ہمراہیوں کے بائیں جانب سے سوار ہو کر دلیر خان سے آگے دو ٹون سر داروں نے باہم اتفاق کر کے شاہنواز خان کے مورچہ پر جو کہ کوکلہ پہاڑی کی طرف تھا حملہ کیا اور ان دونوں تہمتوں نے ایسی قیامت ناک کارزار کی کہ مخالفوں کے حواس بگاڑ دیے انتہائے شجاعت سے برابر قدم بڑھاتے ہوئے اور کمال مردانگی سے صفیں اولتے ہوئے شیر کی طرح غنیم کے مورچہ میں گھس گئے مخالفت کی فوج دوسرے

سلطنت دلیر خان از دست بہست توپخانہ با فوج خود سوار شدہ باستظہار اقبال دشمنان خدیو جان لو اسے جزا دے دلیری بجا نہ کیا جسارت کی شان برافراخت و بعد از زبده نونیاں عقیدت مند شیخ میر باہر امان خوش از دست چپ سوار شدہ با دیوت با جملہ شیخ میر و دلیر خان بمیامن ہمت اخلاص پر و با اتفاق یکدیگر پر مورچہ چال شاہنواز خان کے سمت کوکلہ پہاڑی پر حملہ آور گشتند و بازار کا زارگری پذیرفت این دو تہمتن بہت دم شجاعت و مردانگی و جسمل مورچہ چال شدہ تیغ خون آشام بقصد دشمنان بد فرجام از نیام تہر و انتقام کشیدند شیخ میر بکا آمد و دلیر خان کو شش شاہے مردانہ و ملا شاہے دلیرانہ کردہ زخم تیرے بروست خورد۔ ماثرا لامر اند کردہ دلیر خان۔

مورچون سے شہنواز خان کی مدد کو آنا چاہتی تھی مگر دلیر خان دم لینے کی انکو
 مہلت نہیں دیتے تھے اور وہ محال تھا کہ دیکھ کر قدم آگے نہیں بڑھا سکتے تھے۔
 داراشکوہ کے لشکر میں زلزلہ پڑ گیا بالآخر شہنواز خان کی کل جمعیت اکٹھا ہو گئی اور وہ
 دل توڑ کر لڑی اور دیوار کی پناہ میں آکر خوب توپ و بندوق کی آگ برساتی اور
 جدال و قتال میں نہایت کوشش کی اس ہنگامہ میں شیخ میر مارے گئے
 اور دلیر خان تنہا رہ گئے مگر اس وقت انھوں نے ایسی جنگ
 مردانہ اور حملہ دلیرانہ کی کہ جھنڈا گاڑ دیا ایک تیرانے ہاتھ
 سے محمد شریف بخشی کے ایسا لگا کہ اس کے پیٹ کو توڑ کر پیٹھ سے
 نکلیا اور وہ اسی کاری زخم سے مر گیا اور شاہنواز خان بھی اسی
 معرکہ میں ایک تیر کے نشانہ ہو کر مارے گئے یہ فتح دلیر خان اور
 شیخ میر کے نام سے ہوئی بلکہ شیخ میر بھی نہ رہے تو انھیں
 نے میدان لیا تھا اسلئے جانستان ہم میں بجز دلیر خان و شیخ میر کے

۱۷۔ وچانچہ گزدارش یافت از جنود حضرت طراز سوکانو شیخ میر و دلیر خان لشکر کے دیگر جنگی سیدہ محمد شریف بخشی میر
 داراشکوہ از دست دلیر خان تیرے شکم رسیدہ از پشت گذر کر دہان کاری زخم در گدشت و در سپہداران موگسلیان
 ستان سیکہ مصدر خدمت شایان و جانفشانی نمایان گشتہ توفیق از اسے حق عبودیت دریافت آن دوسروں
 دلیر شہامت آثار بودند و بعد از اتمام جنگ و پیکار کہ نیم فیروزی بر شقہ اعلام مبارزان ظفر عظام و زبدہ
 اقدام ثبات خیم تیرہ سر انجام لغزش پذیر رفتہ راجہ جے سنگھ از عقب رسیدہ فیئہ آن فوج منصور گردید
 صفحہ ۳۲۲۔ عالمگیر نامہ

کوئی بادشاہی لشکر سے مقابلہ کو نہ ٹکلا جب فتح ہو چکی تو راجہ جے سنگھ آئے
اور امیر الامرا اور سردخان اور ہوشدار خان اپنے لشکر سے سواہ ہوئے چنانچہ
خود تاج شاہی موسومہ بہ شاہنشاہ نامہ و عالمگیر نامہ وغیرہ میں مفصل حال لکھا ہوا ہے
اس معرکہ کے متعلق تلوار کی تعریف میں بادشاہی منشی محمد کاظم مصنف عالمگیر نامہ
یوں لکھتا ہے ۔

چنان تیغ را بود شوق مصاف	کہ چون برق حستی زابر غلات
غضب آچنان کرد در مرد کار	کہ رگ شد بہ تن فعی جہندار
چو سر پنجہ از دست میشد رہا	ز کین مست کشتے بروے ہوا
پلارک پدوشی نہ پیوستہ بود	کہ بر قش ز زیر نعل جستمہ بود

داراشکوہ اپنے حملات اور بیٹے سپہر شکوہ اور کچھ خزانہ اور سامان ضروری لیکر

ملہ آخر کار اثر فتح و زید نسیم فتح از جان نثار نمودن شیخ میر و جلالت دلیر خان افغان بود کہ با نظما و جلالت
در مقابل صدمات بہادران ہور چال داراشکوہ کہ متصل گوئد توپ و بان و حقد آتش و آلات جانستان
می بارید با وجود جمیع کثیر از جان بازان ہر دو امیر بکار آمدند اصلا ملاحظہ جان خود نمودہ در مقابل آئندہ صدمات
بروش رہے نالہائے توپ زہر و شگاف کہ با صد گولہ دہل و ہم گشتہ باعث تزلزل دل اہل مصاف گریو
بود از ہمہ بیازان شیش قدم بودند و چندان سرو تن پامال سم سمندان دلاوران گشت کہ نشان از سر صوت
آہا پیدا نبود تا آنکہ دوزخ گوی و تیر بدست دلیر خان رسید دست بہست اور از تر دو بازداشت باز ہر چہ آت
دور آمد کوتاہی نہ نمود دست از جنگ باز نہ داشت ۔ نہ بخت زر جے چو بار نہ منج نہ تگرش ز یکان و
ران تیغ بہ برآمد قلب و لشکر خروش بہ رسید آسمانز اقیامت بدوش بہ درآمد و دریا بعرشش چاہرہ
زہریشہ سر ہون زد ہزیرہ صفحہ ۴۲ ۳۸۲ ۲۸۲ شاہنشاہ نامہ قلی

ملہ داراشکوہ کی باقی ماندہ سرگشت یہ ہے کہ بعد شکست جنگ امیر کے وہ گجرات پہنچا اور وہاں
تندہ راجا ناچا ہتا تاکر ملک تیون جاسکا احساند تھا اسنے اپنی جاگیر واد میں اسکی پیشوا کی کر کے

فیروز میوانی کے چپکے سے احمد آباد کی طرف مفروضہ ہوا اور بھڑوہ و سردار و سننے کوئی
 بقیہ جانشینہ صفحہ ماقبل اپنے بیان وہاں تھے ایسا نہیں ایام میں اسکی بیوی ناروے بیگم دختر خسرو پریز جو اسکی
 سہاوی کے الم میں مسلول ہو کر مری تھی اسنے حسب وصیت بیگم کے اسکی نقش لاہور میں میان میراپنے
 پیر و مرشد کے مزار کے قریب دفن ہوئی کیونکہ بیچی اور یہ غلطی کی کہ اسنے کل بہتر سوار معہ جان نثار گل محمد کے
 اپنی بیوی کے جنازے کے ساتھ بھج دیے چند خدنگار اسنے پاس رہنے دیئے ملک جیون وہاں کش
 احسان فراموش نے طمع دنیا سے دارا شکوہ کو مقید کر کے عالمگیر کے پاس بھیجا جب دارا شکوہ
 اور ملک جیون دہلی پہنچے تو اہل دہلی نے ملک جیون بے ایمان کی اس ناشائستہ حرکت پر
 اسکو اینٹ و پتھر سے مارا اور بڑا ہنگامہ پیش آیا بالآخر حسب حکم عالمگیر کے دہلی کہتہ موسومہ خضر آباد
 میں سبقت خان اور نظریگ چیلہ کے ہاتھوں سے دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۳۶ قمری کو قتل ہوا اور اسکا
 نقشہ تباہیوں کے مقبرہ میں دفن ہوا اسکا بیٹا سپر شکوہ قلعہ گوالیار کو بھیجا گیا اور سنہ ۱۰۳۷ میں سلیمان شکوہ
 سری نگر سے مقید ہو کر آیا اور مراد بخش کے پاس قلعہ گوالیار میں وہ بھی بھیجا گیا دارا شکوہ کی عمر ۴ سال چند
 ماہ کی تھی کیونکہ اسکی پیدائش ۲۹ صفر ۱۰۳۶ کو اجمیر میں ہوئی تھی۔ اسکے بعد مراد بخش نے جب
 قلعہ سے پھانسی چاڑھا تو حسب ایما عالمگیر کے ایک شخص نے مراد پر اپنے باپ کے خون کا دعوے
 پیش کیا جسکا قصہ یہ ہے کہ شورش سلطنت کے وقت مراد بخش نے دیوان علی نقی کو قتل کیا تھا اسکے
 فرزند نے حسب ایما قصاص کا مواخذہ چاہا اسوقت مراد بخش نے اورنگ زیب کو یہ عرضداشت لکھی تھی
 پیر و مرشد جہان و جہانیاں سلامت۔ اگر حضرت خلافت مرتبت پاس عہود و عابد و عود و نظر و شہ
 از خون این نامراد و گدشتہ نقصان بدولت سلطنت و الانداشت اگر خواہ نخواہ توجہ اشرن مصروف
 بر این است کہ وجود بے سواد این ضعیف در میان نباشد مواہ این قسم مردم کم مایہ چہ لطف
 دارد ہرچہ خواہند بکشند مگر عالمگیر نے معاملات سلطنت میں اسکا کچھ خیال نہ کیا آخر کار مراد بخش قصاص میں
 قتل ہوا اتنا رنج قتل یہ ہے ۵۵ دے بہر بہا نہ کشتہ چند۔ شہد جلوس میں شاہ جہان
 کے انتقال کے بعد عالمگیر کے مقابلہ میں کوئی دعویدار سلطنت باقی نہ رہا اور وہ بھی سے حکومت
 کرنے لگا۔

اور بڑا سردار اسکے ساتھ نہ جاسکا۔ غرض کہ ماہ جمادی الثانی ۶۹۰ھ میں عالمگیر کو
میر فتح حاصل ہوئی۔ ۴ رجب کو عالمگیر خواجہ بزرگوار علیہ الرحمہ کی زیارت اور اپنے
مقتولوں کی تجہیز و تکفین سے فرصت کر کے اجمیر سے دلی کو روانہ ہوا۔

۹۔ تاریخ کو قصبہ نودہ سے گذر کر قیام کیا دلیر خان جو تیر کا زخم ہاتھ پر
کھائے ہوئے تھے اس منزل میں بادشاہ کی خدمت امین لکھنؤ
حضور ی سے مشرف ہوئے بادشاہ نے کمال عنایت سے
دلیر خان کو خلعت و تلوار و پچاس ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے
اور انکے منصب میں جو پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا ایک ہزار سوار
دو اسپہ سہ اسپہ کیے۔

انکے بھتیجوں کو بھی جنین رنست خان و دلیر بہت خان تھے گھوڑے اور خلعت
سرفراز کیا اور دلیر بہت خان کے چٹکا منصب ہزاری و ہزار سوار کا تھا و سوار
دو اسپہ سہ اسپہ ہوئے۔

۱۰۔ ہم سوک جلال از قصبہ نودہ گذشتہ نزول اقبال فرمود و روز دیگر آغا مقام درین منزل دلیر خان کو جنگ
تیر برداشتہ و دغوس دیافتہ بنایت خلعت و شمشیر و انعام پچاہ ہزار روپیہ نوازش یافت و انکے منصب
پنجہزار سوار بودہ یکہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر گشت۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۳۔

۱۱۔ دلیر بہت خان کو بہادر خان روہلہ کہ ہزاری ہزار سوار منصب اشت دو صد سوار از تابستان
دو اسپہ سہ اسپہ شد عالمگیر نامہ دلیر بہت خان بعد تبدیلی عبدالعزیز کے زمانہ کے فوجدار ہوئے اور وقت
تقریری خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز ہوئے افغانان یوسف زئی کے معرکہ میں انہوں نے
خوب معرکہ آرائی کی تھی یہ خلعت جلوس میں یہ خلعت فوجداری درباری سے سرفراز ہوئے ایک بار بادشاہ نے
انکے ہاتھ راجہ سے ملنے کو خلعت خاص بھی بھیجا تھا۔

جب اورنگ زیب کو چ کر تا ہوا دہلی پہونچا تو جملہ مراسم جشن و خوشی کے جو جلوس
 ثانی پر ملتوی رکھے تھے ہم ۲۹ ماہ رمضان ۱۰۹۹ھ ہجری کو تخت سلطنت پر
 جلوس کر کے ادا کیے اس جلوس کی تاریخین فضلاء پائے تخت نے
 نکالیں اور اوشعرا انعام و اکرام سے مالا مال ہوئے بادشاہ عالمگیر نے اپنی تخت نشینی
 کے جشن میں دلیر خان کو خلعت اور شمشیر معہ ساز مرصع و چندن ہار
 مرواریدی مرحمت کیا دلیر خان نے اشیائے نفیس و جواہرات
 بادشاہ کے حضور میں گزارنے اور شرف قبولیت کا حاصل کیا۔
 انھیں ایام میں دلیر خان کو انکی جاگیر پر جانے کی رخصت دی گئی۔
 اور اسکے ساتھ دلیر خان کو چالیس گھوڑے جنہیں دس عراقی اور تیس
 ترکی تھے مرحمت کیے گئے۔

۱۵ چنانچہ عزیز اللہ خلف ملا باقی مجلسی اصفہانی نے یہ آیت کریمہ ان الملک اللہ یتیم من یشاء
 اور دوسرے فاضل نے سہ زیب اورنگ تاج بادشاہان۔ لکھی
 ۱۶ وہ دلیر خان خلعت و شمشیر با ساز مرصع با علاقہ مروارید مرحمت شدہ۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۹۵
 ۱۷ محمد امین خان میخشی و دلیر خان و امالت خان و مرتضیٰ خان امیر خان اسد خان فیض اللہ خان
 جمیع دیگر از اسرا عظام و عمد ہائے بارگاہ سپہر احترام پیشکش از نقایس جمعیہ و دیگر غایب نوادر گذرانیدہ
 عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۰۔

۱۸ دین ایام دلیر خان رخصت جاگیر یافتہ مرحمت وہ عیباتی و سی اسنے کی سر بلند شدہ عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۳۔

نواب دلیر خان کا ملک نیبگالہ کو فتح کرنا

جب میدان کجہ میں شہزادہ محمد شجاع عالمگیر سے بڑی جنگ کے بعد شکست کھا کر صوبہ بہار و نیگالہ کی طرف مفرور ہوا تو عالمگیر نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ایک لشکر دیکر جبین بہت نامی سردار اور دلیر خان کے عزیز و اقارب فتح جنگ خان و محمد حیات خان عرف زبردست خان و اسکندر خان و نیکنام خان وغیرہ تھے اسکے تعاقب میں روانہ کیا اسکے بعد نظم خان میر جملہ اور دیگر سردار و لشکر شہزادہ کی مدد کو بھیجا گیا جب کل لشکر محمد سلطان کے پاس پہونچ گیا تو وہ نیگالہ پہونچا مگر ۲۷ رمضان ۱۰۳۷ جلوس کو معظم خان کی نا اتفاقی سے شہزادہ محمد سلطان عالمگیری لشکر سے نکل کر محمد شجاع کے پاس چلا گیا اس سے عالمگیری لشکر میں خلل پیدا ہوا جب آخر ربيع الاول میں برسات کا موسم ختم ہو گیا تو شجاع اور معظم خان کے مابین صفت آرائی شروع ہوئی اور کئی لڑائیاں ہوئیں کبھی عالمگیری لشکر کو صدمہ پہونچا کبھی شجاع پر غلبہ حاصل ہوا جب لڑائی نے طول کھینچا اور اورنگ زیب دار الشکوہ کی مہم سے بھی فرصت کر چکا تو اس نے دلیر خان کو کمک کے لیے تجویز کیا

۱۰ جون دلیر خان از پیشگاہ عزوجلہاں کو کمک معظم خان میر جملہ کے در اخراج شجاع از ولایت نیگالہ سماعی جمیلہ بروئے کار آور و تعین گردید دلیر خان کہ دران ہنگامہ کہ از منوگاہ دلیری و دلاوری بود بذات خود تبارک شہسایہ مردانہ آورد کہ تاخ و استانیہ سے رستم و اسفندیار بہت چون انتظار رسیدن نیز آدمی بردور اٹھائے را و خبر رسید کہ دلیر خان در گذرد و وہ کہ بکھم تلی نیز شہتار و ارد ششم شہر حال بخوارہ داود خان عبور نمود و ذلک در روز پنج ہر گردید صفحہ ۵۳۳ عالمگیر نامہ۔

جب انکے آنے کی خبر معظم خان خان خانان کو پہنچی تو دلیر خان کے آنے تک لڑائی ملتوی کر دی گئی۔ ۸۔ جمادی الاول کو جب شکر بادشاہی اکبر نگر کو روانہ ہوا تو اثنائے راہ میں خبر آئی کہ دلیر خان نے دودھ گھاٹ سے ۶ تاریخ ماہ مذکور کو دلاور خان کے بیڑے سے عبور کیا ہے دو روزین لشکر تک آجائینگے اس اثنائے بادشاہی فرمان یہ آیا کہ جب مخالفین دریائے گنگ سے ہٹ جائیں تو معظم خان انکا تعاقب کریں اور اسلام خان اکبر نگر جا کر دریا کے دوسری طرف کا اطمینان کریں چنانچہ معظم خان نے اسی روز اسلام خان کو مع فتح جنگ خان وزیر دست و دلاور خان و لیکنام خان وغیرہ کے دس ہزار سواروں کی جماعت سے اکبر نگر رخصت کیا۔ جب دلیر خان دریائے گنگ کے اوپار آگئے تو معظم خان خان خانان کو انکے آئینکا انتظار ہو رہا تھا جسوقت دلیر خان شکر بادشاہی میں آگئے تو اہل لشکر کو تقویت حاصل ہو گئی۔ ۱۲۔ جمادی الاول کو بادشاہی لشکر اس جگہ سے کہ دریائے گنگ کا تین حصہ ہو گیا ہے پاراوتر اور وہاں ایک جزیرہ میں جو دریائے درمیان میں تھا فروکش ہوا جاسوس خبر لائے کہ محمد شجاع دریائے مہاندی پر پڑا ہوا ہے اور اسنے شاہزادہ محمد سلطان کو تو پچانہ و لشکر دیکر دلاور خان اور دلیر خان کے مقابلہ کو بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے لیکن اب خوف سے جو

۱۳۔ درجین ایام غریب پوستان دلیر خان کہ از بہادرانی دلاور ان مشہور آن عبد بود و اورا از حضور بکرک معظم خان تعین فرمودہ بودند انتشار یافت لہذا معظم خان صلاح صواب دیدہ کار در ان دانست کہ تا رسیدن آن سردارانہ دست از کار زار کشیدہ بدفعہ بردارد۔ تاریخ محمد ہاشم خانی خان قلمی ۲۹۵۔

۱۴۔ دلیر خان کہ آن طرف اب رسیدہ انتظار عموماً معظم خان میکشیدند آمدہ با معظم خان ملحق شدند و فی بادشاہی راتقویت تازہ بہر رسید۔ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۱۲۴۔

پل باندھا تھا وہ توڑ دیا ہے دلیر خان اور داؤد خان جو دریا کے اس طرف اپنے لشکر لیے ہوئے پڑے تھے آخر دن میں جبریدہ دریا کے اسپار آئے اور مظہم خان سے ملاقات کی اور صلح و مشورت کرتے رہے اور پہر رات گئے اپنے لشکر گاہ کو واپس چلے گئے مظہم خان نے دلیر خان اور داؤد خان کے اتفاق سے مہاندی کے اوترنے کا قصد کیا تاکہ یہ دونوں خان شجاعت نشان مہاندی کے غنیم کے برابر مورچے لگائیں اور اوپر توپخانہ جاکر دشمن کی طرف گولہ باری شروع کر دیں چنانچہ اوہر لشکر نے کشت و خون شروع کر کے دشمن کو اپنی طرف مشغول کیا اور اوہر دلیر خان اور داؤد خان نے آسانی سے دریائے مہاندی کے کتہہ مورچے باندھ دیے اور اعدائے برابر دمہ بنا کر توپخانہ لگا دیا جب مورچوں کا استحکام ہو گیا تو دونوں طرف سے رات و دن توپ بندوق چلتی رہی یہی تاریخ کو مظہم خان نے فرہاد خان کو کچھ لشکر دیکر آگے بھیجا کہ دریا کے کنارہ کا انتظام کریں اور ذوالفقار خان و فدائی خان و لودین خان کو لشکر کی محافظت سپرد کی قبل طلوع آفتاب کے دلیر خان اپنے بہادروں کو جو جگہ کہ نالہ پاس گز چوڑا اور نہایت گہرا تھا اور اسکے گرد جنگل نہایت دشوار گزار تھا اور تریکو لیکے پہلے بند و قیون اور بیلداروں کو معہ چند توپوں کے اوتر وادیا اسکے بعد محمد آغہ کو معہ دیگر قراولوں کے کشتیوں میں بٹھا کر اوتارا اور گھوڑ و نکو تیرا دیا قراولوں نے نہایت جستی سے غنیم کے مقابل مورچے باندھ دیے جب فریق ثانی نے یہاں کے لوگوں کو روکا تو اوہر کے لوگ مصلحتاً پیچھے ہٹے اور انکو دریا کی طرف بڑھالائے اور گولوں کی دہر رکھ لیا اور بھگا دیا دلیر خان اور داؤد خان نے نہایت کارگذاری سے

دوسروں پر سبقت کر کے اپنے آدمیوں کو اوتروا دیا تمام رات آدمی گھوڑے اوترتے رہے اور یہ دونوں خان شہامت نشان بھی دریا سے اوتر کر اپنے لشکر کو پہنچے چونکہ دریا کے اوس پار دلیر خان اور داؤد خان کی مورچا لین خالی تھیں اور وہ مصروف انتظام تھے اور دشمن قریب تھا اس لیے اسکی خبر داری عبد اللہ خان وغیرہ کے سپرد کی گئی مگر فریق مخالف اس لشکر کے خوف سے بھاگ گئے سوم جادی الثانی کو دلیر خان اور داؤد خان نے اوس جگہ سے کوچ کر کے مالہ کے کنارہ جب جگہ کہ دشمن نے پڑاؤ ڈالا تھا مورچے باندھے اور اپنا لشکر ڈالا اس صبح میں شاہزادہ محمد سلطان بھی مع اہل حرم کے محمد شجاع کے یہاں سے بادشاہی لشکر میں آگیا اب لشکر بگلہ گھاٹ سے جو مالہ سے پانچ کوس پر ہے اور یہاں پر مہاندی پایاب تھی اوتر نیکو آیا اور توپخانہ پیشتر دریا کے کنارہ بھیجا یا محمد شجاع نے یہ خبر سنکر اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر اور اپنے سردار سید عالم وغیرہ کو مع توپخانہ کے بگلہ گھاٹ اور مالہ کی طرف بھیجا کہ سدرہ ہوں اور خود محمد شجاع اپنا لشکر لیکر داؤد خان کے لشکر کے برابر پڑا یہ حال دیکھ کر دلیر خان داؤد خان کی کمک کو روانہ ہوئے معظم خان گنگا کے دو تین نالوں کے درمیان جو جگہ ہے وہاں ایک ماہ سے قیام اگر بن تھے اب وہ کوچ کر کے اور مہاندی سے اوتر کر مالہ کو جا رہے تھے کہ دلیر خان کا تو مشقت آج انھوں نے بگلہ گھاٹ سے بھیجا تھا اوس میں تحریر کیا تھا

سہ در اثنا سے راہ نوشتہ دلیر خان از بگلہ گھاٹ رسیدہ بوضوح پیوست کہ دو سہیل گھاٹ دلیر خان با خبر ہو کر دینگے دلیرانہ رویے دادہ است و مخالفان شقاوت شعار بعد از کوشش و آویزش بسیار ہزیمت فاش خوردہ و افراد سپردہ چنانچہ مرزا بیگ مذکور یک زخم تنگ یک زخم نیزہ برداشتہ باہفت سوار بجان ان مسلک بر آؤندہ و خواہر زادہ او دیگر و ساو مقبوران در ان دارو گیر و ستگیر سرخیہ اقبال عدو بند دشمن شکار

کہ مرزا بیگ اور بعض دیگر عمدہ نامی سردار شجاع کے فرج لیکر حسین
 قریب ہزار سوار اور چند ہاتھی تھے مہاندی کے اسپار لڑائی کے
 قصد سے آئے اور سیتل گھاٹ پر مجھ سے اور اونسے نہایت
 جنگ ہوئی میرے آدمیوں نے نہایت دلیرانہ و مردانہ مقابلہ
 کر کے انکو پسپا کر دیا اور وہ شکست فاش کھا کر بھاگ گئے مرزا بیگ
 مذکور کے ایک زخم بندوق کا اور ایک زخم نیزہ کا لگا اور وہ نجان
 ہو کر معہ سات سواروں کے اس تہلکہ سے بھاگا اور اسکا بھانجا جسکا
 خطاب یکہ تاز خان تھا اور دیگر روسا جنہیں سرانداز خان وغیرہ تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل شہنشاہ روزگار گشتہ و گروہت انہو ازان جسارت کیشان طمع تیغ سرانداز خان مجاہدان فروری
 نشان شدہ برتنہ نگام گریز ازان تیغ و ستیزہ آب مہاندی بغراب عدم فرو رفتہ اندوان خان جلالت نشان لیرخان
 بعد ازین فتح یہ جگہ گھاٹ رسیدہ برکنار مہاندی مورچال بستہ و سید عالم با تو چنانہ برائے شستہ معظم خان زین لطیفہ
 نصرت کر نیزگی طالع والاسے خدیو جان چہرہ افروز دولت گشتہ بود بھجت قرین مسرت افروز گشتہ صفحہ ۵۲ مالکینا
 ۵۵ دلیر خان بدان فتح مقابلہ روداد دلیر خان با وجود کہ آہا در پناہ مورچال بسیار قلب باستظہار نوارہ بودند
 اکثر اگشتہ و بسیار اسیر نمودہ معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان خوش شدہ دلیر خان حسین و آفرین نمودہ
 شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۴۱۔ ۵۵ دلیر خان کہ از پردہ لان یکہ بہادر روزگار آمدہ می شمرند بدان سپہ سالار و جنگ
 و تر و غریب روداد اولاً معظم خان بمقابلہ مرزا بیگ لیرخان بطریق ہر اول مقرر ساختہ بود دلیر خان ان فتح
 مقابلہ و مقاتلہ غریب روداد باوجود آہا در پناہ مورچال بسیار قلب باستظہار نوارہ بودند دلیر خان کجلمہ پا
 سرور یا چنان کار بر اعدائیکہ آورد کہ بیشتر آہا طمع تیغ و سنان افغان جلالت نشان گردید و جمع کثیر فوجی
 و غرق بحر فنا گشتند و بسیار اسیر شدند معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان شکرین عطیہ الہی بجا آوردہ
 بدولیر خان آفرین و تحسین زیادہ نمودہ تاریخ خانی خان قلمی صفحہ ۲۹۸۔

میں نے گرفتار کر لیے اور بہت سے لوگ بد عا سی سے بھاگ گئے
 مین مہاندی کے اندر غرقاب ہو گئے اور بڑا حصہ لشکر کا لٹوا رکے
 گھاٹ اوتار دیا گیا خانخانان دلیرخان کی یہ فتح شکر نہایت مسرور ہوا اور
 دلیرخان کی نہایت تحسین و آفرین کی یہ ترجمہ تو عالمگیر نامہ کہے مگر خانی خان
 نے اس فقیہی مین دلیرخان کو اور بھی با وقعت الفاظ سے یاد کیا ہے دلیرخان
 اس فتح کے بعد بگلہ گھاٹ پہنچے اور وہاں مہاندی کے کنارہ مورچہ باندھا دوسری
 طرف سید عالم غنیم کا لشکر لیے ہوئے پڑا تھا۔ ۴ رجب کو محمود آباد جو تین کوس
 بگلہ گھاٹ سے ہے وہاں بلند اختر اور سید قلی اوزبک اور چند دیگر سردار غنیم کی طرف
 سے فوج لیے مقیم تھے معظم خان دوسرے روز سوار ہو کر بگلہ گھاٹ گئے اور وہاں
 کے مورچوں کے دیکھنے کو دلیرخان کے لشکر مین آئے دلیرخان نے دیدہ
 باندہ ہزار و پرتو مین نصب کر دی تھیں اور رات دن دشمنوں پر گولے مارنے لگے چونکہ
 یہاں سے خشکی کے راستہ سے تین راہیں جاگیر نگر کو جاتی ہیں ایک مالہ ہو کر
 جہان سید سالار خان و جمال و لڑاق لشکر لیے ہوئے نہایت محافظت سے سڑک
 ہوئے تھے اور دوسری راہ بگلہ گھاٹ سے جسپر دلیرخان قبضہ کر چکے تھے
 تیسری شیر پور و ہجر پور ہو کر مہاندی کے پچھے سے اور بگلہ گھاٹ وہاں سے آٹھ
 کوس پر تھا اور اب تک کوئی فریق اس پر قبضہ کر نیکو نہیں گیا تھا لہذا دلیرخان مدد لشکر
 اور توپخانہ کے اسکی محافظت کو معین ہوئے معظم خان نے محمود آباد مین ایک مہینہ
 قیام کیا رات دن دشمن کے استیصال کی فکر اور دریائے مہاندی سے اتر نکی
 کوشش مین مصروف رہے اس عرصہ مین بگلہ گھاٹ کا پایاب ہونا سنا گیا اور اس سے

اور ترے کی تدبیر ہوئی۔ غرض کہ ۳ شعبان ۱۰۸۵ء جلوس کو پہر رات رہے کل لشکر بادشاہی بجگہ گھاٹ سے اترنے کے لیے روانہ ہوا جب بجگہ گھاٹ پر لشکر پہنچا تو شجاع پہلے سے اس ارادہ پر آگاہ ہو چکا تھا اور اس نے فوج و توپ خانہ دہلیہ کے لیے مقرر کر دیا تھا غلام نے بادشاہی لشکر دیکھتے ہوئی توپ و گولہ کی آگ برسانا شروع کر دی دشمن بالکل ہوشیار کھڑا ہوا پانی پر آگ برسارہا تھا سب سے پہلے دلیر خان نے اپنا ہاتھی پانی میں ڈال دیا اسکے بعد اور فوج بھی داسٹے بائیں جانب سے روانہ ہوئی اور وقت مخالفوں نے توپ و بندوق و تیروں کے برسائے میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھی کچھ فوج تیر و کی نشانہ ہو گئی اور کچھ فوج آتش تیر و تفنگ کا سامنا نہ کر سکی اور واپس ہوئی مگر اکثر جو غمروں کے جنگو اپنی سپاہگری کی غیرت و ہمت گیر تھی لڑنے نہ پھیرا تو کچھ گھاٹ کے دونوں طرف پانی غرقاب تھا اس لیے نالہ کے درمیان دونوں جانب سے لکڑیاں گاڑ دی تھیں کہ آدمی اسکے ادھر او دھرنہ جائیں اور یا یاب جگہ کا پتہ رہے مگر جب تمام لشکر نالہ میں

۱۰۸۵ء شعبان دوم سال جلوس منظم خان از محمود آباد بزم عیو از جمانی کہ از انجا و کردہ است و از بجگہ گھاٹ پایاں نو گذر پایا ہے ہم رسیدہ بود بر کنار آن نالہ رسید فوج مخالفت کہ آن طرف آب تبرک و استحکام توپخانہ پر داختہ مستعد، افست بود دست باند افغن نوپ و تفنگ بر کش و دشت دلیر خان بیسار من ہمت و جلاوت با سواران گریفیل سوار آب زدہ روان گردید آہنا در میان نالہ ہماراں را ز تیر و تفنگ در گرفتہ آتش پیکار بر افروختند بر رخ از بسالت کی شان ہفت ناوک قستہ رگشتہ و ایارے زخم برداشتند و جبہ از صدہ پیکان برگرویدند و چون ہر دو طرف گذر غرقاب بود در میان نالہ از طرفین معبر و بایزین فرد بردہ بودند کہ نشان پایاب باشد و رنوت بسبب ہر لشکر آب تلام در آمدہ رنگ زمین بہ رنوت و بعضی از مواضع پایاب شدہ و عیہا غللیہ ہر نشان پایاب ہر جگہ خود خانہ بدین سبب سوار و پیادہ بسیار بطعمہ امواج قضا بحر لالت گشتند

آیا تو کبارگی تلامذہ پیدا ہو گیا اور وہ لکڑیاں گر گئیں اور جو جگہ کہ پایاب تھی وہ بھی زیادہ پانی آنے کی وجہ سے غرقاب ہو گئی قریب ایک ہزار کے سوار و پیادے ڈوب گئے فتح خان دلیر خان کے فرزند بھی غرقاب ہو گئے شاہنشاہ نامہ اور تاجی ہندوستان میں فتح خان کے غرقاب ہونے کی صورت خان بہادر شمس الملوکی فرما رہے ہیں صاحب دہلوی نے یہ لکھی ہے کہ دلیر خان کے فرزند فتح خان گھوڑے پر سوار ہو کر دلا درون کے ساتھ پورس کے لیے روانہ ہوئے انھوں نے کمال جانبازی و غیر محسوسی سے توپخانہ آتشبار کے مقابلہ میں اپنے لشکر کو دریا میں ڈال دیا اسی حالت میں فتح خان دریا کے تہوج سے معہ گھوڑے کے اس گرداب بلا میں ایسے ڈوبے کہ پھر انکے زندہ اور مردہ ہونے کا نشان نہ ملایا سب کچھ ہو اگر دلیر خان نے اپنے رخ کو نہیں پھیرا جب دلیر خان دریا کے کنارہ پہنچے اور غنیمت قریب ہوا تو پہلے چند ساعت غنیمت نے توپخانہ کے پھر دوسرے پر مقابلہ کیا لیکن دلیر خان نے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کا منہ پھر گیا اور پھرنے کی تاب نہ لائے انھوں نے اونکا توپخانہ بھی چھین لیا جب دشمن مہاندی کے کنارہ سے بھاگے اور اپنے مورچوں کے قریب پہنچے تو بادشاہی لشکر نے اونکا تعاقب کیا سید عالم اور بلند اختر جنکو محمد شجاع نے لشکر دیکر اس طرف مقرر کیا تھا وہ بھی دور سے نمایاں ہوئے مگر اس قدر مرعوب ہوئے کہ آگے نہ بڑھے اور بھاگ گئے غنیمت کی یہ ایسی گوشمالی ہوئی کہ اسنے ٹانڈہ میں بھاگ کر دم لیا مقابلہ کرنا کیسا

بقیہ صفحہ ما قبل - فتح خان پر دلیر خان دران میان رخت حیا ب سیلاب اجل واد خان شہامت نشان بعد گوشت از آب بہل مقصود رسدہ و کوشش دلیر خان اعادی او ارہ رادشت اربار ساتھ مجموع آہنا رادست آوردہ از ماثر الامراض عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ۔

جان بچ جانا غنیمت سمجھا دلیر خان نے یہ ایسی عظیم الشان فتح حاصل کی کہ پھر شجاع کو دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور اس نے اپنا دل ملک بنگالہ سے اٹھالیا اور نہایت یاس و ہراس سے اس دیر سالہ حکومت کو چھوڑ کر وہ تردی پور گیا اور وہاں سے ٹانڈہ آیا اور اپنا سامان حسین جواہرات و اشرفیان و مرصع آلات وغیرہ تھے کشتیوں میں بھر کر وہ شعبان سلمہ جلوس عالمگیری کو مع بلند اختر وزین الدین وزین العابدین ہر سہ سپہ سالار اور حرم سرا و خدام و خواجہ سرا و چند سرداران جان بیگ و سید عالم و سید قلی و مرزا بیگ وغیرہ جو کل تین سو کی جماعت تھی جہانگیر نگر کو روانہ ہوا اہل لشکر نے شجاع کا مال خوب لوٹا لوٹی خان جو شیر پور اور ہجر پور میں تھے انھوں نے تیس کشتیاں شجاع کی گرفتار کیں وہ شعبان کو محمد شجاع کے نامی سردار شل سراج الدین و اسفندیار معموری دیر مرتضیٰ و ابن حسین داروغہ توپخانہ و محمد زمان میر سامان و قاسم کو کہ وہ داراب سپہ فاضل خان مع اہل و عیال کے بادشاہی لشکر میں آگئے ۱۹ تاریخ کو دلیر خان معہ خانخانان کے تردی پور سے کوچ کر کے ہجر پور و جہانگیر نگر کو روانہ ہوئے۔

۱۹ رمضان سلمہ جلوس کو محمد شجاع معہ ہر سہ فرزندان و سرداران کے بنگالہ سے جزیرہ رخنک کو ہمیشہ کے لیے چلا گیا ۱۹ شعبان کو بنگالہ سے بادشاہ اورنگ زیب کے حضور میں یہ خبر پہنچی کہ شجاع

سلمہ نذر ہم شعبان از قتل بنگالہ بسماع حقائق جامع رسید کہ ناشجاع فساد انگیز فساد پرور کہ در ٹانڈہ پاسہ جسارت فشرده خنہ المذمورہ و مراتب مضافت کوشش می نمود بسماعی جمیلہ و تردیات ثالیستہ اعظم خان و دلیر خان و داد خان قواعد ہمت و تپاقتش احتلال فاحش یافتہ بجاییکہ سزاوار اعداے بنگالہ باغداد انجا بکشتی نشستہ روانہ جہانگیر گزشتہ از دور و نخبہ خبر الیادہ ہائے بساط سلطنت و بندہ ہائے آستان

نامہ میں یہ ٹھہر سکا اور بادشاہی بہادر و ن نے اسے ملک بنگالہ سے نکال دیا اس
خبر سے شاہی دربار میں شادیاں بننے لگیں اور امرا مبارکباد بجالائے بادشاہ عالمگیر نے
دلیر خان اور خانخانان وغیرہ کو خلعت بھیجی۔

محم بنگالہ میں اگرچہ اور سردار بھی موجود و شریک تھے مگر آخری جنگ جہسپرائی کا
خاتمہ اور فتح کا دار مدار تھا۔ دلیر خان ہی کے نصیب میں لکھی گئی تھی۔
کیونکہ شجاع نے جب یہ دیکھا کہ شخص آگ پانی کسی چیز سے منہ نہیں مڑتا تو اس نے
اپنا غالب ہونا امر محال اور لڑائی بیکار سمجھی۔

دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور جو اندر آدمی کی قدر دانی کے ثبوت میں ایک
حکایت اسی واقعہ کے متعلق جو ماثر الامرات میں خانی حسان شاہنشاہ نامہ تاریخ
ہندوستان ہر ایک مستند کتاب میں درج ہے یہاں تحریر کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے،
کہ دلیر خان کے ہاتھی کے آگے آغرخان تھا اور وہ غنیم کے سوار و پیادوں کے

بقیہ صفحہ ماقبل خلافت مرہم تہیت بجا آورد وہ تسلیم بنا کر بار بار ہندو و تارہ ہائے نشاط و نوازش آمد و عافیت خضر
بنایت معظم خان و دلیر خان و داد خان و چندے دیگر ہمارے مکیمان لشکر نظر اثر بنگالہ را بر حمت ارسال
خامت و اخست۔ مانگیر نامہ بنگالہ۔

ملہ آغرخان شہنشاہ دلیر خان ہراول میرفت اس کے ابا کی دہلی کے بالائے آن کنار برآمد حقیقتیں عظیم رو و اہل سے
کے پیش رو و حشم آمدہ اور با سپہ بزم پر دستہ بر انداخت نامبروہ در جان گرمی بضرپ شمشیر کار فیلبان را ساخته
بجائے نشست درین ضمن دلیر خان ابن ماجرا چشم خود دید و از باعث غرق شدن پیرش فتح خان عالم چشم او
تار یک بود فیل خود را بر فیل آغرخان رساندہ از عقب سید قین گریان برگردے گردید آغرخانی بان شکر قدائی
دلیر خان کشادہ گفت کہ این فیل در سر کار قبول افتد بر لے آخداوند گرفتہ ام من استہ از اسبان کوتل مرحمت شود
دلیر خان گفت فیل ہم ہما مبارک و دودا سپ خوب است دے فرستاد ہر چند گفت کہ فیل نیز از ہما باشد آغرخانی ل
دہوہ و از فیل فرود آمد و یہ دلیر خان داد ماثر الامرات صفحہ ۵۰ جلد اول و شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۱۔

جو کم کو تلواری سے مارتا اور پھارتا ہوا چلا جاتا تھا ناگمان غنیم کے فیلبان کے اشارہ
 سے آغرخان کے سامنے ایک مست ہاتھی آیا اس بہادر نے ہاتھی کی سوئی پرتلواری
 ماری ہاتھی نے آغرخان کو معہ گھوڑے کے سوئدین لیکر وپرا دھکیا اور آبشار پر
 ایسا بھکا کہ راکب و مرکب دونوں جدا ہو کر دس گز کے فاصلہ پر ایک دوسرے
 سے جا گرے دونہ کے چوٹ لگی گھوڑے کی آنت پھٹ گئی لیکن آغرخان چپ
 گھوڑے پر سوار ہو کر اس ہاتھی سے لڑنے پر تیار ہوا مگر گھوڑے میں قوت نہ تھی
 اس لیے یہ سمجھا کہ اس بلائے سیاہ کے روبرو جانا جان کا رانگان کرنا ہے ہاتھی
 کے پیچھے سے آکر فیلبان کی گردن تلواری سے اڑادی اور اسکو نیچے گرا دیا اور گھوڑی
 پیٹھ سے ہاتھی کی گردن پر جا کر سوار ہوا مگر ہاتھی کا انکس ہاتھ نہ آیا اور ہاتھی بس میں
 نرہاب جہراں تھا کہ کیا گردن شیخ محمد فاضل خان سامان نے کہا کہ کمر سے خنجر نکال کر
 ہاتھی کے بنا گوش پر سہلائی اگر یہ باعث غرق ہونے فرزند مستح خان
 کے دلیر خان کی آنکھوں میں دنیا اس وقت تاریک تھی مگر اس بہادر
 کا رستہ نہ کام دیکھ کر اپنے ہاتھی کو اسکے ہاتھی کے برابر لائے اور تحسین و آفرین کرتے
 ہوئے ہاتھی کے ارد گرد پھرنے لگے آغرخان نے کہا کہ میں یہ ہاتھی سرکار کیلئے
 اگر فرار کیا ہے میں امیدوار ہوں کہ آپ فیلبان کو حکم دیں کہ اسکو فیلبانہ میں داخل
 کرے اور میری سواری کے لیے ایک گھوڑا تو مل گھوڑو نہیں سے مرحمت ہو دلیر خان
 نے اسکا دل بڑھانیا کہ تحسین کر کے کہا کہ یہ ہاتھی بھی تمکو مبارک ہو اور دو گھوڑے
 ترکی و عراقی اسکو مرحمت کیے آغرخان ہاتھی سے اوتر آیا اور باصرہ راستہ
 ہاتھی دلیر خان کو دیدیا۔

نواب دلیر خان کا ملک آسام کو خانخانان کے ساتھ جا کر منسوخ کرنا

آسام کی ہم سخت مشکل تھی اور اس کی فتح نہایت یر تناک ہے جب سے کہ
یہ ملک آباد ہوا تھا کسی سپہ سالار و اولوالعزم بادشاہ کو اسکی فتح نصیب نہیں
ہوئی تھی اس ملک کی پامالی و کشائش نواب دلیر خان کے نام لکھی گئی تھی
باوجود غلبہ پانے اور فتح کر لینے کے پناہ دینا اور ملک مفتوحہ کا واپس کر دینا انھیں
کا کام تھا شجاعت کے ساتھ بخشش اور صلح جوئی کا مادہ جو قدرت نے انکی طبیعت
میں خمیر کیا تھا اور اس غیر معمولی بہادری و فطرت کے ساتھ رحمہ لی اور تحمل کا وصف
جو انکی ذات میں سرایت کیے ہوئے تھا اسکے ثبوت میں یہ آسام ہی کی مثال موجود
ہے جب کل ملک فتح کر چکے تو آسام کے راجہ نے نہایت عاجزی سے دلیر خان
کا دہن پکڑا اور پناہ مانگی تو انھوں نے اسکی خطاب بادشاہ سے معاف کرادی اسکے بعد
خانخانان علالت کی وجہ سے وہاں سے چلا آیا تو یہ بھی ملک آسام میں ٹھہر گئے بادشاہ
پیشکش اور نذرانہ وصول کر کے صلح کے شرائط کو تکمیل پر پہنچایا اگرچہ وہاں لشکر میں
لحد بھی سردار موجود تھے مگر بجز خانخانان کے سب پر منصب اور شجاعت میں انھیں
کو فوقیت حاصل تھی انھیں کے ذریعہ سے صلح بھی ہوئی اور انھیں کو راجہ نے نذر بھی دی

لے واپس آواز گئی شجاع بہراولی منظم خان درخیز ملک آسام ہالش آن گردہ نافرہام دلیر خان سمیہاے
شایان نمودہ ہمہ جاشریک طالب بود اثر الامر اندکروہ دلیر خان۔

اور انھیں کے توسط سے بادشاہی شیکش ادا کی جب خانخانان کا ملک بنگالہ میں اس مہم کی وجہ سے انتقال ہو گیا تو دلیر خان وہیں تھے اور تمام لشکر کی نگہداشت و سرداری انہیں کے متعلق تھی جب انکے نام شاہی فرمان گیا تو یہ حسب اطلب لشکر لیکر دارالخلافہ دہلی کو آئے اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اس وقت دوبارہ خلعت سے سرفراز ہوئے۔ آسام کی مہم کی تفصیل یہ ہے کہ جب سنہ ۷۴۰ ہجری میں شاہجان کی عدالت کیوجہ سے سلطنت کے انتظام میں خلل پیدا ہوا اور باہم شہزادوں میں لڑائی چھڑ گئی اس زمانہ میں سرحد بنگالہ پر راجہ آسام نے بغاوت اختیار کی اور اپنی ولایت کی سرحد پر جو بادشاہی ملک کے شہر تھے اپنے قبضہ میں کیے بھیم نرائن راجہ کوچ بہار نے بھی سرکشی کی حالانکہ وہ ہمیشہ سے مطیع و فرمانبردار تھا اور شیکش ادا کرتا تھا۔ مگر اب اسے بھی گھوڑا گھاٹ پر حملہ کیا اور ایک جماعت کثیر جس میں اکثر مسلمان تھے اسیر کیے اور اپنے ملک میں لے گیا ولایت کا مروجہ جس سے مراد گواہٹی اور اسکے متصل دیگر چند مقامات ہیں قدیم زمانہ سے ممالک محروسہ میں شامل تھی راجہ کوچ بہار نے اپنے وزیر بھولانا تھ کو بھیجا کہ اسے بھی اپنے تصرف میں کرنا چاہا اس وقت آسام میں راجہ جے دھب سنگھ حکمران تھا جو وسعت ملک افزونی لشکر کثرت تو پچانہ و سامان حرب و مضبوطی قلعبات اور فیضان جنگی میں دیگر راجگان ہند سے بڑھا ہوا تھا اس نے جب شجاع کی شور انگیزی کا حال سنا اور بھیم نرائن کے ارادہ پر مطلع ہوا کہ کامروپ کی تسخیر کرنیوالا ہے تو اس نے سامیون کا ایک لشکر عظیم مع تو پچانہ دریا اور خشکی کے راستہ سے بھیجا لطف اللہ شیرازی بادشاہ کی طرف سے کامروپ کا فوجدار تھا جب اس نے دیکھا کہ دونوں طرف سے

آشوب کا سیلاب آگیا اور مجھ میں مقابلہ کی تاب نہیں اور کمک امید نہیں تو وہ ازراہ دور اندیشی جنگی بیڑے کے ذریعہ سے جہانگیر نگر کو چلا گیا جہاں لانا تھوڑا پر بھیم نرائن جو یہ جانتا تھا کہ میں اسامیون سے کبھی غالب نہیں ہو سکتا جب آسام والوں کے اس ارادہ سے مطلع ہوا تو وہ بھی میدان سے ہٹ گیا اب اسامیون کا کوئی مانع نہ رہا ولایت بادشاہی پر وہ قابض ہو گئے محمد شجاع اپنے حال میں گرفتار نہا وہ اسکا کچھ علاج نہ کر سکا اسامیون نے دلیری کر کے آگے اور قدم بڑھایا اور بغیر کسی مانع کے پر گنہ کرمی باری کے اطراف تک جو جہانگیر نگر سے پانچ منزل ہے مقصد ہوئے اور موضع مست سلیہ میں چو پر گنہ کرمی باری کے قریب ہے اپنا تھانہ بنایا اور جماعت کثیر کو ہاتھی محافظت کے لیے مقرر کیا جب آسام جلوس عالمگیری میں محمد شجاع کو شکست ہوئی اور وہ بنگالہ کو چھوڑ گیا تو اسکے تعاقب میں عالمگیری لشکر جہانگیر نگر تک آگیا اسوقت راجہ آسام نے خوف زدہ ہو کر اپنے وکیل کے ہاتھ معذرت نامہ خانہ خانان کے پاس بھیجا اور اس میں لکھا کہ بھیم نرائن زمیندار کوچ بہار نے دست درازی کر کے ولایت کامروپ کو جو مالک بادشاہی سے ہے لینا چاہتا مگر میں نے اسکے تصرف سے بچانے کی غرض سے اپنے انتظام میں لے لی اب جسکو آپ مناسب سمجھیں متعین کروں چنانچہ اسکی معذرت قبول کی گئی اور وکیل کو خلعت دیکر واپس کیا گیا اور رشید خان وغیرہ کو اسامیون کے افراد کے بموجب ولایت بادشاہی پر قبضہ کرنے کے لیے متعین کیا گیا اس اثنا میں راجہ کوچ بہار نے بھی معافی مانگی مگر اسکا وکیل قید کیا گیا اور راجہ سچاں سنگھ بندید اور مرزا بیگ کوچ بہار کی تسخیر کے لیے بھیجے گئے جب اسامیون

نے شاہ رشید خان سے فوج کے کامروپ کو روانہ ہوئے ہیں تو انھوں نے
 اول پرگنہ کری باری کو معہ چند پرگنوں کے خالی کیا اور اسکے بعد دریائے
 بناس تک ولایت بادشاہی کو چھوڑ دیا رشید خان اسامیوں کی اس پُرفریب
 حرکت کو سمجھ گئے اور نہایت احتیاط سے جا بگیر نگر سے آگے چار منزل جا کر ٹھہر گئے
 انکی مدد کو یوسف خان اغر خان پہونچ گئے اور وہاں جا کر جو مقامات خالی ہوئے تھے وہ
 قبضہ میں کیے جب رشید خان دنگامائی کی طرف چلے تو اسامی رشید خان کے آگے
 نہ بڑھنے سے زیادہ خیرہ سر ہوئے اور انھوں نے دوبارہ کامروپ کے تصرف
 میں لانے کا ارادہ کیا چنانچہ توپخانہ اور جنگی بیڑے اور آلات جنگ اور سامانِ بڑ
 بھجوا رشید خان کے پاس انکے دفعیہ کے لائق سامان نہ تھا لہذا وہ دنگامائی میں
 ٹھہر گئے اور خانخان کو حقیقت حال لکھی خانخان اس حال سے آگاہ ہو کر معہ
 کل لشکر اور توپخانہ کے اس مہم کے لیے خود چلا اور بادشاہ کے حضور میں اس
 امر کی عرضداشت لکھ بھیجی مالگیر کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ کل امر اور سرداران
 لشکر جو شجاع کی مہم کے لیے مقرر ہوئے ہیں وہ سب خانخان کے ساتھ مفتحت
 کر کے اسکی صلاح اور رائے پر چلین چنانچہ حسب احکام بادشاہی لشکر سرحد
 مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۰۸۰ھ ہجری کو آسام کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور یہ رہے
 قرار پائی کہ اثنائے راہ میں کوہ بہار سے وہاں کے راجہ کا بھی قطع کر کے جانا
 چاہیے پیشتر بادشاہی لشکر بھری تلم کو جو شاہی سرحد پر ہے آیا اور وہاں سے اس
 راستہ سے جس طرف راجہ نے بوجہ جنگل ہونیکے محافظت نہیں کی تھی روانہ ہوا
 نہایت خطرناک و دشوار گزار تھا جب جنگل کی مسافت طے کر چکے تو ایک بند

آگے آگیا جسکو راجہ نے شر کی حفاظت کے لیے بنوایا تھا اس بند پر بڑی بڑی توپیں اور زنبورکین اور دیگر آلات حرب نصب کیے تھے جب بادشاہی لشکر پہنچ گیا تو اوپر جو راجہ کی فوج محافظت کے لیے مقرر تھی بادشاہی لشکر سے مقابل ہوئی مگر مقابلہ کی تاب نہ لائی اور بھاگ گئی جب کوچ ہمارے قریب بادشاہی لشکر پہنچا تو راجہ بھیم نرائن جو اس جنگل اور بند پر بہت مغرور تھا اپنی جان و آبرو بچا کر بھاگا اور کوہ بھوٹان پر جا کر چھپاؤ سے اپنے وزیر بھولانا تھ کو پانچ چھ ہزار فوج دیکر کوہ مورنگ اور جنگل میں رہزنی اور رعایا کے بھڑکانے اور رسد وغیرہ کے بند کرنے کی غرض سے بھیجا۔ ماہ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر کوچ ہمارے داخل ہو کر خمیہ زن ہوا اور اللہ اکبر کی تکبیر کا نعرہ بلند ہوا رعایا کے ساتھ نہایت دجھائی سے انصاف اور احسان کیا گیا اور رعایا کو رعب سے بھاگ گئی تھی وہ انصاف کا شہر سنکر اپنے مکانون میں ایسی راجہ کا بیٹا بشن نرائن جو اپنے باپ سے ناخوش تھا لشکر بادشاہی میں حاضر ہو کر کمال رغبت اسلام سے مشرف ہوا اور غلوت سے سر بلند ہوا۔ ایک سو چھ توپیں۔ ایک سو پچیس زنبورکین درمچنگی اور بہت سے دیگر آلات بادشاہی لشکر کے ساتھ آئے شاہی لشکر نے بھولانا تھ وزیر کو بھی نہایت خوش تدبیری اور شجاعت سے جنگل و پہاڑ میں جا کر جمعہ زن فرزند کے قید کر لیا راجہ بھیم نرائن و ہراج زمیندار کو ہستان کی حمایت سے دامن کوہ میں پناہ گزین ہوا تھا جب اسکی طرف لشکر بڑھا تو وہ بالائے کوہ بھاگ گیا پہاڑ پر بجز ایک پیادہ شخص کے چڑھنا مشکل تھا اسلئے لشکر تعاقب نہ کر سکا زمیندار کو ہستان کے پاس ایک نامہ اس مضمون کا بھیجا گیا کہ بھیم نرائن

کو اپنے ملک سے نکال دے۔

کوئچ بہار بنگالہ کے مابین شمال و مغرب کے واقع سپہ بچپن کو س طول اور کچا پس
کو س کا عرض اوس عہد میں تھا ملک کی آب و ہوا یورپ کے شہر و زمین نہایت
لطیف تھی چونکہ کوئچ بہار کی فتح سے اصلی غرض آسام کی تسخیر تھی لہذا وھمراٹ
کی گوشمالی آئندہ پر موقوف کر کے اسفندیار کو حسب حکم بادشاہ کے پاس سوار
اور ایک ہزار پیادے دیکھ کر ہانکا فوجدار مقرر کیا اور کوئچ بہار کا نام عالمگیر نگر رکھا اس
انتظام سے فرصت کر کے فتح آسام کے لیے بادشاہی لشکر نے کوچ کیا اور گھوڑا
گھاٹ کی راہ سے روانہ ہوا ۲۰ تا ۲۵ لاکھ دریا کے برہماتیر پر پہنچ گیا اور دو کو س
زنگامانی سے گذر کر لشکر نے قیام کیا وہاں رشید خان بھی آگئے دریا کے کنارے
جنگل و نالے اس کثرت سے تھے جس سے لشکر کا گذر نہایت دشوار تھا اس فوج
کے زمیندار اگرچہ آسان راستہ سے لیچلنے کی رہبری کرتے تھے لیکن سپہ سالار
ازراہ دور اندیشی دریا کا کنارہ نہیں چھوڑتا تھا اور کھلی و خفی کو گوارا نہ تھا کہ بہاؤ
یہ قوم وھو کا دے اور راستہ گم ہو جائے لشکر کی روانگی کا انتظام اس صورت سے
قرار پایا کہ ولیر خان مفت مدد مجاہدین یعنی فوج کے ہر اول ہو کر آگے آگے
چلیں اور میر مرتضیٰ داروغہ توپخانہ اونچے ساتھ رہے غرض کہ اسی طریق سے

سلطاب کوئچ بہار کی ریاست کا حال شاہی عہد کے برابر نہیں ہا موجودہ رقبہ (۱۳۰۰) میل مربع اور آبادی تقریباً چار لاکھ
آمدنی گیارہ لاکھ سلامی الا توپ راجہ صاحب کا نام ہمارا جہ سری نیریندہ و نارائن بھوپ بہادر جی سی ایس آئی والی
کوئچ بہار ایڈمنٹ کالج پرنس آف ولز بہادر ہے راجہ صاحب ولایت بھجی کے ہیں دہلی دربار بھی شرفین لائے تھے۔
سلطو مقرر ساخت کہ ولیر خان با فوج ہراول و میر مرتضیٰ بالوچانہ منصور آئی اہ بہت مقصد تھی مینود سرگروہ پیش
افوج قاسم و زور دہسرت و فروری گردید عالمگیر نامہ صفحہ ۵۹۔

روانگی ہوئی ہاتھیوں کے ذریعہ سے دشوار گزار جنگل صاف کیا گیا اور تیرہ دنوں کے
 ناہموار راستہ برابر کروایا جسکے نالے دلدل آئی اور زمین درختوں کی شاخیں اڑنے
 کے دستہ اور گھاس کے پٹھارے بھر کر ان سے عبور کیا جاتا راہ کے خطرناک اور دشوار
 گزار ہونے سے ایک دن میں دو ڈھائی کوس سے زیادہ لشکر نہیں چل سکتا تھا غرض کہ
 ۶ جمادی الثانی کو لشکر جوگی گھپہ پر پہونچ گیا بیان سے گواہی جو مالک بادشاہی کی
 سرحد پر ہے چالیس کوس تھی کر گاؤں جو راجہ آسام کا راجدہانی تھا ایک ماہ کی راہ
 تھی جوگی گھپہ پر آسامیوں نے پہاڑ کے دہن سے دریا کے کنارہ تک ایک نہایت
 مستحکم قلعہ بنایا تھا جسکے حصار کی دیوار ایک کوس لابی تھی اور برج نہایت مضبوط
 تھے دیوار سے ایک گولی کے پٹہ پر گڑھے کھود کر اونچین تیز بانس کی سیخیں جسکو بھال
 کتے تھے گاڑی تھیں اور تین گز کی جوڑی خندق کھودی تھی اس میں بھی بھالچہ لگائے
 تھے دریلے برہما پتر اوس سے دکن کی طرف ملا ہوا تھا اور اسکے پورب کی طرف
 دریائے بناس پائے کوہ سے گذر کر دریلے برہما پتر سے مل گیا تھا اور اتر کی طرف
 خندق و پہاڑ جنگل نہایت انہوہ کے ساتھ واقع ہوئے تھے اس قلعہ کے پیچھے
 ایک اور پہاڑ تھا جسے رن کتے تھے اس پہاڑ پر بھی اسی طرح کا ایک حصار اور قلعہ
 بنا ہوا تھا جوگی گھپہ کے قلعہ میں پندرہ ہزار فوج معہ توپخانہ کے موجود تھی تین سو
 بیس کشتیان معہ سامان و آلات عرب کے تیا تھیں کہ اگر شاہی لشکر غالب ہو جا
 تو دریا کی طرف سے بذریعہ ان کشتیوں کے کوہ رن کتے کے قلعہ میں پہونچ کر مقابلہ کریں
 اور جب لشکر دہانے آگے بڑھے تو گھاٹ پر بیٹھ کر اپنی چھاپہ مار بن اور رسد بند
 کر دیں اس قلعہ میں بھی چھ ہزار آسامی معہ توپخانہ اور سامان جنگ کے موجود تھے

بیان پر دریا کی دو شاخیں ہو گئی تھیں جنکے درمیان خشک زمین تھی جس پر اونھون نے
 موہچے بنا کر اوسکو چوب و بانس سے خوب مضبوط کیا تھا انکا یہ ارادہ تھا کہ شکر
 بادشاہی دریا کے جس حصہ سے نکلے تو پ و بند وق سے اوسپر آگ برسائیں اور
 آگ نہ جانے دین۔ دریا کے متصل سپہ سالار نے قیام کیا اور دوسرے روز سید
 نصیر الدین و یادگار خان و میاں خان و جمال خان وغیرہ کو دریا کے پار اتار دیا تاکہ
 دریا کے دوسری جانب قیام کریں اور غنیم کو قدم بڑھانے کی مجال نہ ہو۔ ایک
 جماعت کو جو گئی گھیس کے پیچھے مقرر کیا کہ دریا کے بناس کے کنارہ سے پھاڑے تاکہ راستہ
 بند کر دے تاکہ ان گمراہوں کے بھاگنے کا گمان باقی نہ رہے جب یہ سب انتظام
 ہو گیا تو آسیامیوں نے جانا کہ بھاگنے کی راہ بند ہو گئی خوف کے مارے وہ حصار
 میں نہ رہے اور رات کی وقت دونوں قلعوں کو خالی کر دیا اور کشتیوں میں سے بٹھیکر
 بادشاہی بیڑوں سے مقابلہ کو آمادہ ہو گئے جب جنگی بیڑے حصار کی طرف روانہ ہوئے
 اسامی لڑنے کو بڑھے مگر بادشاہی لشکر کے حملہ کی تاب نہ لائے اور بدحواس
 ہو کر بھاگے بادشاہی لشکر نے تعاقب کیا اکثر نے اپنی کشتیاں چھوڑ کر جنگل میں
 پناہ لی اور بہت سے پانی میں غرقاب ہو گئے بعض زخمی ہوئے اور بعض گرفتار ہوئے
 ایکسوار تالینش کشتیاں اور چوتھ توہین چھوٹی بڑی اور بیشمار بادلوں اور سپہ
 و باروت بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگی اور دو طعنے بلا جنگ کے قبضہ میں آ گئے یہ
 پہلی فتح تھی مبارک فال سمجھی گئی اگر اسامی مصروف ہو کر مقابلہ کرتے تو انکی تیرہ تین
 بہت دن صرف ہو جاتے کیونکہ دریائے برہماتپرو دریا کے بناس و جنگل و پہاڑ
 حائل تھے اور دیوار میں صلاحیت نقب لگانے کی نہ تھی دو گزر زمین کھودنے سے پانی

نکلتا تھا الغرض وہاں عطاء اللہ خان کو تھانہ دار مقرر کر کے بادشاہی لشکر کو اہٹی کو
 چلا اور دریائے بناس پر پل باندھ کر اتر گیا اور تاریخ کو گواہٹی سے دو کوسر
 آگے بڑھ کر شکر خیمہ زن ہوا اور ان آسامیوں کا لشکر نہایت غلبہ سے جمع ہوتا
 اور جنگ پر آمادہ تھا اور اس کے آسامیوں نے دو قلعے نہایت مستحکم بنائے تھے ایک
 قلعہ موضع ہری گھاٹ میں تھا اور اس کا حصار رانچ پہاڑوں کو گھیر کر بنایا تھا اور دوسرا کوہ
 ماند پر ایک طرف اس کے دیارے برعکس اور دوسری طرف کے محاذین ہری
 گھاٹ تھا اور تمام کشتیاں آسامیوں نے ان دونوں قلعوں کے درمیان میں جمع
 کی تھیں اور ان دونوں قلعوں میں ایک لاکھ سے زیادہ آسامی جمع تھے یہاں اترے
 بعد سپہ سالار نے رشید خان کو ایک فوج دیکر کہا کہ اتر کر قلعہ کے جو راہ ہے
 وہاں جا کر محصوروں کی راہ بند کر دو جب آسامیوں نے راہ فرار مسدود دیکھی گھبرا
 اور رات کی وقت قلعہ کو خالی کر دیا کچھ تینوں آئے اور کچھ دریائے اتر کر بھاگ
 گئے جب سپہ سالار کو اسکی اطلاع ہوئی تو یہاں سے کوچ کر کے سری گھاٹ ہوتا
 ہوا قلعہ منہ داخل ہوا قلعہ ماند اور قلعہ کلی بن کے محافظوں نے دوسرے قلعہ
 کا یہ حال دیکھ کر بلا جنگ اپنے قلعہ ہی بنالی کر دے القصد گواہٹی جو قدیم سے شاہی
 سرحد تھی وہاں تک بادشاہی لشکر نے اپنا قبضہ کر لیا اور آسامیوں کو نکال دیا
 محمد بیگ کو گواہٹی کا فوجہ دار اور حسن بیگ کو کلی کی حراست پر تعینات کیا
 اور ۲۵ تاریخ ماہ مذکور کو بادشاہی لشکر گواہٹی سے آسام کی تسخیر کو چلا شہانہ
 روز سپاہ ہتھیار نہ کھولتی رات کو گھوڑے کی زین سے جدا ہوتی لشکر کے آگے
 قزاقوں یعنی بندہ وچی اور ادانکے پیچھے تو پھانہ اور اس کے بعد لشکر کے

پشت و پناہ دلیر خان تھے اور ان کے ساتھ انکی کل فوج ہراول میں تھی اس عرصہ میں ولایت درنگ کا زمیندار حاکم ہو کر بادشاہی لشکر سے ملا اور ہاتھی نذر دیئے اسکے بعد زمیندار ڈومریہ جو آسام کے تابع تھا اس نے اپنے بھتیجے کو بھیجا اور ہاتھی نذر کیا خان خانان نے ان دونوں کی دجوئی کی اور انکو لشکر کے ہمراہ لیا اس جگہ دریائے برہما پتر پر آسامیوں کا ایک قلعہ چھ مہنام کا تھا جو دھانکے بہت بڑے اور مشہور قلعہ میں تھا حصار او سکا نہایت مضبوط اور برج اسکے نہایت بلند اور وہ دائرہ پہاڑ پر بنایا تھا اور پہلو پہاڑ کے کانٹکراسکے مضبوط کیا تھا ایک طرف اسکے دریائے مذکور واقع تھا اور تین طرف پانی غرقاب اور نہایت چڑا تھا مخا ذین اسکے ایک قلعہ عظیم الشان جس کا نام سیملہ گڈھ تھا بنا ہوا تھا چونکہ گنگاؤن راجہ آسام کا دارا اور مسکن تھا اور وہ دریائے برہما پتر پر واقع تھا اس لیے بادشاہی لشکر نے بہرہ کی تسخیر کا ارادہ فرمایا۔ کیلکٹ کی طرف رخ کیا کہ پہلے اس قلعہ کو فتح کر کے راجہ ہار لینا چاہیے اس غرض سے ۶ رجب کو بادشاہی لشکر جو بیشمار تھا دو روز میں اس طویل و عریض دریائے اوترا اور نہایت ہوشیاری سے آگے روانہ ہوا شانے راہ میں آندھی کا سخت طوفان آیا اور اس قدر بڑے ایلے پڑے کہ لشکر کے بہت آدمی ضائع ہوئے اور کثرت سے چوپائے و گھوڑے جو اس صدمہ کی تاب نہ لائے اور بھاگ کر دریا میں گرے انکو وہاں جو نئے تھپیڑوں نے غرقاب کر دیا۔ ۱۱ رجب کو لشکر سیملہ گڈھ پہنچ گیا اور دو گولیوں کے فاصلے پر قلعہ سے لشکر نے پڑاؤ ڈالا سیملہ گڈھ

۱۲۔ در عقب تو پناہ دلیر خان با فوج ہراول فرد آمد ستر راہ مقبوران باشند ۶۳ عالمگیر نامہ

۱۳۔ تمام سیملہ گڈھ آن حصے است متین آسمان رفعت محاصرہ آن از نیروی قدرت و طاقت ارباب علم

کالقلعہ ایسا وسیع اور عالی شان تھا کہ بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا تھا دیوار اسکی
نہایت بلند و چوڑی بنائی تھی جو دکن کی طرف پہاڑ تک پہنچی ہوئی تھی اور وہ پہاڑ اس
قلعہ کے پس پشت تھا اور وہ دیوار چار کوس کی لابی تھی اور دوسری دیوار شمال کی
تین کوس کی لابی تھی جو دریائے برہم پتر سے ملی ہوئی تھی اور ان دونوں دیواروں پر
پانچ برج استہرے بنے ہوئے تھے کہ دور ہر برج کا چار سو تیس گز کا تھا اور چھوٹے
چھوٹے برج پچاس گز کے فاصلہ پر بنائے تھے اور ہر ایک دیوار کے درمیان میں
دیوار کنگرہ دار حسب دستور قلعہ کے اندر و باہر بنی تھی دونوں جانب ایک ایک
خندق عمیق کھودی تھی اور او میں بجائے پانی کے خاک نرم مثل توتیا کے بھری تھی
تاکہ اسکی دیوار تک کوئی نہ آسکے اور دیوار دہر تو بین اور بادبج اور تمام آلات
جنگ و پیکار کے چنے تھے اور قریب تین لاکھ کے جنگجو آسامی سین
لڑائی کے لیے جمع تھے اس قلعہ کے باشندے اسکی مضبوطی و کثرت سامان پر ایسے
مطمئن تھے کہ انکو کسی قسم کے صدمہ پہونچنے کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ بادشاہی لشکر قلعہ
کے دکن جانب ایک نالہ کے کنارہ پر جو چیم کی طرف گیا ہے پر ابو اتھا لشکر کے
سردار سوار ہو کر تمام رات لشکر کے ارد گرد گشت کرتے پھرتے تھے تاکہ وہ کچھ

بقیہ صفحہ ۱۰ قبل
عائدہ افزون و ساکنان شش از جنگ باران حوادث از آسیب مخفی فک مضنون از دو جا
آن قلعہ دیوار میں استوار بیخ کشیدہ اند کہ از جانب جنوب بطول چار کردہ تھی مشو کہو سے سرچرخ و کشیدہ
و از شمال تاسہ کردہ ہدیائے و خلافت کو رسیده و آن ہر دورا بدستور قلعہ و برج و گشت گزراشتہ و درون
و بیرون خندق بر زمین پرودہ اند و ہمہ جا بہ توپ و بادبج و تفنگ و سایر آلات و ادوات جنگ مستحکم کردہ
قریب سہ لک آسامی جنگجو و ان بقدیم ثبات و مقام برانستہ ایستادہ۔ ماثرا لام اسے

برہہ در چون حصار چرخ برین
نور چرخش بجائے گا و زمین

گشتہ صفحہ نہ نعمت و وسعت
خود خور و لو آسمان بچش

چھاپہ نہ مارین اور خاصکر محمود بیگ بخشی فوج لشکر کی چوکیداری پر مقرر ہوا تھا تمام قلعہ کا محاصرہ کرنا غیر ممکن امر تھا۔ خانخان کی صلاح سے دلیر خان اپنی فوج ہراول لیسکر آگے بڑھے اور ایک بڑے برج کے سامنے آتے فاصلہ پر کہ بندوق کی گولی کا گر نہو مورچے باندھ دیے اور دمے بنا کر انپر بڑی بڑی توپیں لگا کر قلعہ پر گولے مارنا شروع کیا کچھ سپاہ نے راستہ بنائے اور سڑنگ وغیرہ قلعہ کی دیوار تک پہنچائے آسام والے شام سے صبح تک برابر بادشاہی لشکر سے جنگ کر رہے اور علی الاتصال برج دبارہ سے توپ و بندوق کے گولے اور گولیاں برساتے مگر بادشاہی بہادر گولیوں کے مینہ کو اپنے بدن پر جس طرح کہ ابر باران کے قطرات فصل بہار میں سبزہ پر گرتے ہیں تصور کرتے اور ایک دم سعی سے باز نہ ہتے بعض راتوں میں آسام والے موقع پا کر شیون بھی مارتے اور غلبہ پائی کی تاک میں اہل مورچال پر حملے کرتے اور دھر سے شاہی لشکر کے جو انحر و بھی اون ظالموں کو پسپا کرتے اور اپنی تلواریں انکے خون سے رنگین کرتے بقیۃ السیف بھاگ کر قلعہ کے حصار میں پناہ لیتے بعض مجاہدین اسلام زخمی ہوتے اور بعض رتبہ شہادت سے فیضیاب ہوتے۔ ایک رات آسامیوں کا بڑا گروہ ایک مورچہ پر جس میں خانخانان کے آدمی تھے حملہ آور ہوا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ قریب تھا کہ لشکر اسلام کو صدمہ عظیم پہنچتا کیونکہ اسوقت خانخانان کی سپاہ انکے مکر سے غافل پڑی تھی وہ کیا بارگی

۱۷۵۰ء و بعد ابید سپہ سالار دلیر خان با فوج ہراول دیر مرتضیٰ اہل توپخانہ از معسکر فرزدی کو واپس رفتہ در جائیکہ بندوق از قلعہ غیر سید برابر کیے از برجائے کلان مورچال بیتہ و توپہائے بزرگ بردہ

برآوردہ بر قلعہ میرزند صفحہ ۶۰۹ عالمگیری نامہ

اگر اوپر ٹوٹ پڑے مگر اس وقت دلیر خان کے افغان آگاہ ہو کر نہایت جرات و دلاوری سے اونکے سر پر آگئے اور بادشاہی لشکر کی مدد کو پہنچ گئے ان شیر و نیک حملہ کی تاب آسانی نہ لائے اور رو بہ کی طرح بھاگے اور ناکام پھر چند روز اس طرح محاصرہ میں گذرے شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ جو تھی شب بین کامیون نے سخت چھاپہ مارا اس رات میں دلیر خان نے نمایان جنگ کی اس معرکہ میں بہت سے آدمی خانموصوف کے کام آئے اور بہت سے آسام والے امرنگہ اور دلیر خان کے سپاہیوں کے ہاتھوں سے ماری گئے۔

شبانہ روز قلعہ شکن توپوں کے گولے برابر حصار پر پڑتے تھے مگر وہ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ اوش سے گرد تک نہیں گرتی تھی جبکہ یہ قلعہ واقع تھا اور شاہی لشکر پر اٹھتا وہ سرزمین نہایت خطرناک تھی شیخون کا نہایت گمان تھا چنانچہ سابق زماںین دو بار عظیم الشان لشکر ہندوستان سے اس دیار کی تسخیر کو گئے تھے ان مکاروں کے

ساتھ تانیاں دلیر خان بر جسارت و چیرگی انہما لگی یافتہ کو کمک پر و اختند مقور ان حملہ تاب آن شیر دلان نیاورہ روہ صفت گریزان شدند و کارے نساختند۔ ۷۷ عالمگیر نامہ

۷۷ شب چہارم شیخون عظیم آوردند و دران شب از دلیر خان ترود نمایان گردید و بسیار مردم دلیر خان بجار آمدند و آسایان نیز از مردمان دلیر خان و راجپوتان امرنگہ کشتہ گردیدند شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۴۔

۷۷ سرزمین بود قلب خطرناک کہ و سوا حق ازمنہ دہین مکان لشکر بای عظیم ہندوستان کہ بغیر میت تسخیر از دنیا رفتہ بودند بیکہ آنقوم نہادہ توش بلاکت و پائمال خرابی شد کہ سے جان بسلامت اذان و روط نیاورد اندازا سے قرار گرفت کہ در کاشاش انحصار مرحت و تعمیل بجار برد۔ ماثرا الامرا عالمگیر نامہ۔

۷۷ دلیر خان بلو ازم قلعہ کشائی ہمت بر بست و از درون و بیرون جنگ و چون ہر توبے کہ برج بنا میرسید از کمال استواری حصار جز گردے اذان بر نمی خاست و اثر سے آگستین و دیوار و افتادہ کست گروہ مرثب بند شد۔ ماثرا الامرا تذکرہ دلیر خان

شون وغیرہ سے اسی جگہ وہ ہلاکت کو پہنچے تھے کوئی بھی اس آفتگاہ و بکچہ نہ آیا پہلو
 حسین شاہ جو سلاطین بنگالہ سے اولوالعزم بادشاہ تھا اُسے
 لشکر کشی کی تھی اور دوسری بار محمد شاہ تغلق نے ایک لاکھ سوار جہار
 اور بے انتہا سامان جنگ آسام کی فتح کے لیے بھیجا تھا
 مگر ایک شخص بھی اس طلسم سے بچ کر نہ آیا تھا۔ جب اسکے
 بعد انتقام کے لیے بڑا لشکر آسام کی طرف بھیجا گیا اور وہ سرحد پر پہنچا مگر آگے بڑھنے
 کی ہمت نہ پڑی ناچار فرار و غریمت کر کے واپس آیا۔

جب کبھی کوئی صاحب عزم بادشاہ ہندوستان سے آسام کی تسخیر کو گیا تو آسامی
 مکر و فریب سے چھاپہ مارتے اگر وہ اس طرح غالب نہ آتے تو رعایا گھر بھونک کر
 کوہستان کو چلی جاتی جب برسات آتی تو سب جمع ہو کر حملہ کرتی اور غلہ وغیرہ کی
 چار و نظرت سے رسد بند کر دیتی۔ وہاں کی شدید بارش جو طوفان کا نمونہ ہے آسین
 لشکر مجبور و محتاج ہو کر ہلاک ہو جاتا اس حالت میں یہ رائے قائم کی کہ ان دو دیواروں
 میں سے ایک پر یورش کی جائے اور نہایت جلد یہ مہم سر کی جائے دیر کر نہیں ہزاروں
 آفتوں کا احتمال ہے۔ اسی ضرورت سے فرہاد خان یورش کے موقع دیکھنے لگے
 ہر طرف جنگل اور آدمیوں کی کثرت تھی آسامی ہر طرف سے خبردار اور لڑائی کے
 لیے مستعد و ہوشیار بیٹھے تھے لیکن دکن کی جانب جنگل کم تھا اس لیے ہر طرف یورش
 کرنا مناسب سمجھا گیا حسب صلاح یہ قرار پایا کہ دلیر خان اپنے لشکر کو لیکر ہر طرف

ملے و مقرر کر دے کہ دلیر خان باجمے از دلیران و ابطال جنود اقبال بان سمت شتافہ از انجا یورش نماید

جائیں اور جسوقت خانموصوف یورش کریں تمام لشکر کیا رگی جنبش میں آجائے اور
حملہ کر کے محصور و نکو ہر طرف سے مضطرب کیا جائے لہذا ۱۵ ارجب شب کے
وقت دلیر خان مع اپنے لشکر کے جنہیں انکے بھتیجے رنست خان اور راجہ سنگھ

بقیہ صفحہ ماقبل و سائر عساکر قاہرہ نیز از مسکرفروزی طرازا بہتر آئے از پیش روئے خود حملہ آور شوند محصور
را از ہمہ سو مضطرب ساختند ترزلزل در بنائے ثبات و رخنہ در اساس حیات آن بینیان افگندند و شب پانزدہم
ماہ مذکور باین عزیمت صواب دلیر خان باراجہ رنست سنگھ و فرہاد خان و رنست خان وغیرہ باین سمت
معین شد اتفاقاً کیے ازان قوم کہ از مدتہا در مالک بادشاہی بمسر میبرد و در نیولادراحاد لشکر منتظم بود
بکراندہ فروزی در مقام کینہ توی شد و بصورت دو لٹو اہی اظہار نمود کہ بر حقیقت این بوم ویرکاہی آگاہی نام
الگری بہری میں عمل نمایند افواج فیروزی را بموضع میبرم کہ از انجا یورشش باسانی آید و جانم بمحصول
پیام فرستاد کہ در فلان مکان کہ اصعب جوانب آن حد و است جمعیت و هجوم نمودہ مترصد باشند
و دلیر خان بر منہونے ان نابکارا و اسطشب رہبر کرایے مقصد گردید ہنگام ظہور تابا شریح بکمانے آورده راہ
یورش نمود کہ خندق بر آب داشت صعوبت طریق اجتماع مقهوران پیش از دیگر جوانب بود اہل حصہ
کیا چندین ہزار توپ و قشنگ و ادوات تشبازی را کر دہ دہے ہوار از ابر و دور تیرہ ساختند
و قہقارے باروت از بالائے برج و بارہ شرارہ ریز و زمین و زمان از صوت توپہا زلزلہ انگیز شد
دلیر خان از دور جلادت و تہور رخ مافتن ازان آشوبگاہ کہ از منجائے جو ہر مدی و مردانگی بود تجویز نمودہ
فیل سوارہ از کمال جلادت باب خندق رائد ہمایان چون چنین دلاوری از سردار مشاہدہ نمودند عسکر
جرات حرکت نمودہ در ان رستخیز ملک پر دلان روزگار را ہمت میلغزید یورش کردند حربے صعب در
پیوست اکثرے ان عساکر اسلام راتن از آسیب زخم نگار و جمے را و ران بزل کوشش نقد جان نثار شد
بیخ تیرہ دلیر خان رسید و بسبب صلاح مجروح نہ شد و تیرہ بسیار برفیل مرکوبش و وحشہ آن بند شد خان لاو
باجو تے پاپے حصار رسید بہستیار شجاعت ببالاے دیوار برآمد و اہل ضلال ہرزم و قتال در انجیت
و پس ازان جانب دروازہ دیگر اطراف نیز مردم داخل حصار شدہ لو اسے استیلا برافراشتند کفار مغلوبے عیب
ہر اس گشتہ بدر فرزدند۔ از ماثر الامر صفحہ ۷۱۔

و فرہاد خان و یادگار خان و سرانداز خان و جمال خان و میانہ خان و آغ خان و
 قراول خان و غیرہ اور ایک ہزار پانسو جوان منتخب خانخانان کی فوج کے اور میر
 داروغہ توپخانہ تھاروانگی پر تیار ہوئے اتفاق سے ایک آسامی جو مدد کے بادشاہی
 لشکر میں ملازم تھا اس نے اپنی بطنیتی اور قومی پاسداری سے فریب دیکر یہ بات
 کہی کہ میں اس سرزمین سے پوری وقفیت رکھتا ہوں اگر آپ میری رہنمائی پر عمل
 کریں تو میں ایسی جگہ لشکر کو لیجاؤں گا کہ جس جگہ دیوار بھی بلندی میں کم ہو اور خندق بھی
 زیادہ نہ چوڑی ہو سپہ سالار کو اسکی طرف سے مکر و کینہ کا خیال نہ تھا لہذا اسکے ساتھ
 لشکر بھیجنے کا وعدہ کر دیا اس مکار نے اس وقت آسامیوں کو قلعہ میں محصور تھے
 کہلا بھیجا کہ فلاں جگہ پر بادشاہی لشکر لیے آتا ہوں تم سب اپنی فوج کو مجتمع
 کر کے میرے آنے کا انتظار کرو میں ان سب کو تمہارے تیرون کا نشانہ بناؤں گا
 دلیر خان نے اس بداندیش کو ہمراہ لیا اور وسط شب میں قلعہ کی طرف روانہ ہوئے
 جب دروازہ کے برابر جو وسط دیوار میں تھا پہنچے تو میر مرتضیٰ کو معہ میانہ خان
 و جمال خان کے وہاں پر چھوڑا کہ دشمنوں کو توپ اندازی سے اپنی طرف مشغول کر کے
 یوٹھ سے غافل رکھیں چنانچہ میر مرتضیٰ نے دلیر خان کے حکم کے بموجب توپخانہ
 لگا دیا اور گولے مارنا شروع کیا وہ بدھاد آسامی اپنی بطنیتی سے خان بے غمت
 نشان کو صیغ صادق کے وقت جو جگہ کہ اس نے تجویز کی تھی لیگیا وہاں جا کر کھیا
 تو وہ جگہ کل مقامات سے سخت تھی خندق بے انتہا پانی سے لبریز راستہ سے
 ہر طرف ٹکنا دشوار آسامیوں کا ہر جگہ سے وہاں پر چوم زیادہ جب دلیر خان
 اس جگہ پہنچے تو اکبار کی اہل قلعہ نے ہزار ہا توپ و بانج و بندوق و آتشباری

کے آلات چھوڑ کر جہان کو تیرہ و تار کر دیا اور کثرت دھوئین سے ہوا مثل ابر سیاہ کے ہو گئی تو پونکا آواز جیسے کہ رعد گرجتا ہے قیامت برپا کرتا تھا اور زمین زمان میں اک زلزلہ پڑا ہوا تھا باروت کے حقے مجاہدین کے سرو پیر گر کر شہر اسے برساتے تھے اور بسند وق کی گولیاں برق کی طرح چمک کر غازیوں کے گریبانوں میں پہنچتی تھیں حسن اتفاق سے ایک گولہ تفنگ کا اس آسامی کے جو دھوکا دیکر شکر کو لایا تھا اور بھاگنے کی فکر میں تھا اس لیے اُس کو باندھ لیا تھا لگا اور وہ فوراً ہلاک ہوا۔ اور بمصدق دلا بھتیحا لکھ

المسئ الا باہلہ نتیجہ ظہور میں آیا اور نمونہ عبرت کا ہوا دلیر خان نے اپنی وفور ہمت اور کمال شجاعت سے اُس میدان قیامت ناک سے رُخ پھیرنا گوارا نہ کیا حالانکہ وہ ایسا ہیبت خیز وقت تھا جو مردانگی اور دلادری کے جوہر کی آزمائش کا تھا دلیر خان نے حمایت الہی پر تکیہ کر کے اپنا ہاتھ جسر وہ سوار تھے خندق کے پانی میں ڈال دیا یہ واقعہ اگرچہ ہم عالمگیر نامہ اور ماثر الامراء سے لکھ رہے ہیں مگر خانی خان شاہد پنجاہ وغیرہ مستند کتب بھی پیش نظر ہیں مضمون سب کا ایک ہے مگر بعض کتاب میں حسرت زیادہ ہے تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۷۲ میں شمس العلماء خان بباد و مولوی فکانشہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ صبح نہیں ہوئی کہ وہ آسامی و دلیر خان کو خندق پر لیگیا جسکے پانی کی اتھانہ تھی اور ادھر سے آسامیوں نے طرح طرح کے جانستان حربے چلانا شروع کیے اور اطراف سے توپ کے گولے اور آگ کے حقے اور پتھر برسنا شروع ہوئے باوجود اس مرگ بے امان کے دلیر خان

نے اس برستی آگ میں اپنے ہاتھی کو بڑھایا ہر چند لبساختہ
افغانوں نے سمجھایا کہ آب و آتش سے نجات کی امید نہیں ہے
اگر بحرِ خونوار کے غرقاب ہو نیسے بچ گئے تو پتھر و پیر سر پہنے اور رانگان
جان دینے سے کیا فائدہ ہو گا رے صائب کا مقتضایہ ہر کلمہ بھی قابلِ
وقت باقی ہوا اپنے لشکر گاہ کو مراجعت کریں پھر قلعہ کی تسخیر کریں
دلیر خان نے تمام عمر منہ نہیں پھیرا تھا فرار کی عار کو گوارا نہ کیا اور
شہادت کو سعادت دارین سمجھا قلیبان کو ہیبت ناک آواز سے

۱۵ دلیر خان فیل را در آن آب بے پایان راندہ و از باریدن آتش بالائے اندیشیدہ بعضے افغانان لبساختہ نمایند کہ
کامان گذشتہ کہ امید نجات از میان آتش باشد مہذا اگر وہاب برآمد سو کہ سبک زدن جانِ اگان اودن فائدہ نخواہد
مناسب آنست کہ قابو سے وقت باقیست بہ نگاہ مراجعت نمودہ باز بکار قلعہ باید پرداخت دلیر خان قبول نہ نمود
آتش نبرد عار فرار بر خود گوارا نہ نمودہ و سعادت شہادت سر بایہ نجات دارین دانستہ بر قلیبان باگت ہیبت
زد کہ فیل را پیش بران افغانان و بہادران جانفشان دیگر مثل قراول خان معدود چند بہ تبہیت دلیر خان
بجگیر گویان در آب زندہ بہر کہ گولہ اجل میر رسید آب سرفروردہ باز سر بالائی توانست نمود جسے کثیر در آب
فرو رفت سہ چار گولی را چنگلی بر جوشن آغرخان و دلیر خان رسید و کار گزشتہ آخر بہ رفاقت چند
شیر دلان بپاکھار رسیدند دلیر خان بزور بازو سے خود بدو ہمدان جان باز بالاسے دیوار کوہ سہان کوہ
برآمد و آسمیان بمقابلہ درآمد بدو ہجوم آن قوم شوم و قلت دلیران جان نثاران مجبور بدو البواہر پستی
و جسے رو بفرار نمودند خانمان از وقوع چنین فتح نمایان بفرخ خود در قلعہ آمدہ دلیر خان را آفرین گویان
در بغل گرفت ہمہ مر امان را تحمیں نمودہ و در کعت شکر ادا نمود شاہنشاہ نامہ صفحہ (۴۵۰) و تاریخ
خانی خان صفحہ (۳۰۰) قلمی۔

ڈاٹا کہ ہاتھی کو آگے بڑھا۔

جب یہ یحسین دلیری اُنکے جانباً بہادرون نے اپنے سردار سے مشاہدہ کی تو انکی رگ جرات وغیرت بھی حرکت میں آئی اور انھوں نے اپنا پیو بھی آگے بڑھایا اور سب نے ملکر ویس کی۔

عالمگیر نامین ہے کہ وہ موقع ایسا پر خطر اور میدان قیامت اثر تھا کہ بڑے بڑے پردلان روزگار کے قدم ہیبت لڑتے تھے اور روئین تنوں کی روحین خوف کے مارے بدن سے نکلتی تھیں دلیر خان نے اعدا سے وہ جنگ عظیم کی جو لا بیان ہے خان مہرج کے ہمراہیوں نے بھی سخت حملہ کیا اور ان بہائم سیرت آسیامیوں نے قابو پا کر ایسا حربہ کیا کہ جس سے لشکر اسلام کو بہت بڑا صدمہ پہونچا بہت لوگ زخمی اور بڑی جات شہید ہوئی تین چار گولیاں راجپنگلی اور پانچ تیر دلیر خان کے لگے مگر چونکہ وہ زہرہ چلتہ بکتر خود وغیرہ آہنی لباس پہنے ہوئے تھے انکا جسم زخمی نہوا اور اکثر سے تیر اُنکے ہاتھی کے لگے حوضہ اوسکا بند ہو گیا دلیر خان نے چند پہلوان لیکر قلعہ کی دیوار تک پہونچ گئے اور تائید الہی ایسی شامل ہوئی کہ دلیر خان کمال قوت اور انتہائے شجاعت سے جست کر کے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اونکے چھ اُنکے بہادر بھی پہونچے

دران موقع حضرت قیامت عو سے قیامت الہیہ پر دلان روزگار اقدم ہمت از نیب آن سیلغہ دور وان تہن من روح روئین از خوف استولین برغوش می لرزید باعداے نا بکار وادگیر وادند وحنے عظیم در پیوستہ حربے صوبہ اوہ صفہ ۱۱ عالمگیر

اور اہل ضلالت سے جدال و قتال کرنے لگے۔
 اس محرکہ کو خانی خان جو اکثر دلیر خان کو دیوبند کے خطاب سے مخاطب کرتا
 ہے انکی اس حیرتناک شجاعت کو اپنی تاریخ منتخب اللباب میں نہایت قدر افزا الفاظ
 سے یوں لکھتا ہے کہ اس شب بین دلیر خان سے ایسی کارنامائی ظہور میں آئی
 جسکی شرح نہیں ہو سکتی۔ بہت سے آسامی دلیر خان کے افغانوں کے ہاتھوں سے
 ہلاک ہوئے۔ چند پھر دگولیان اونکے جوشن پر لگین مگر دلیر خان اپنے
 زور بازو اور کمند جرات و حملہ شجاعت سے جس طرح کہ شہباز
 جست کر کے شکار پر پہنچتا ہے اس قلعہ کی دیوار پر چڑھنا
 سے باتین کرتی تھی چڑھ گئے اور بعد چڑھ جانے کے وہ
 بہادری کی اور داد تھوری کی دی کہ اگر رستم دستان ایک
 شمشیر کی اس شجاعت کی دہشتان سے ستتا تو زبان انصاف
 سے تعریف کر کے اپنا نام رستم ہونا پسند نہ کرتا اور

سلطہ دہان شب از دلیر خان تردد کے کہ شہر و دیار است نیا و بصرہ ظہور آمد و از مردمان شیراز دست افغانان
 دلیر خان جمع کثیر را را ہوا پر چڑھندہ چارگو کہ گفتگ سنگ بر جوشن دلیر خان سید دلیر خان بزور بازو سے خود ہلا
 جان بازو کمند جرات و حملہ شجاعت مانند شہباز سے کہ خود را بقصد حید زبلا سے دیوار کو کہ آسان شکوہ برآمد و بعد
 برآمدن شیر خان و داد تھوری داد کہ اگر رستم دستان شہر از ان دہشتان می شنید زبان انصاف کشادہ ہم رستم
 بر خود می پسندیدہ اگر افزایاب آن جرات و جلاوت را در امثالہ می نمود انکشت حیرت برندان میسر گریہ
 از منتخب اللباب علی و مطبوعہ جنگ اسامہ ذبیحہ سنگی برا فرختہ بہ زنج از ننگا سرانداختہ چنان
 خواست رزمی زبلا و بہتہ قاعدہ بلان چو از باد مست ۱۲

اگر افراسیاب وہ جرات و دلاوری انکی دیکھتا تو حیرت سے
 اونہی اپنی دانتوں میں دباتا اسکے بعد دروازہ کی جانب سے میر مرتضیٰ
 اور دوسرے لوگ بھی حصار میں داخل ہوئے اور جو مورچہ نہیں تھے وہ بھی یادری
 ہمت سے خندق پھانڈ کر پھونچے۔ آسام والے جو محصور تھے۔ رعب کے مارے
 بدحواس ہو گئے اگرچہ وہ حد شمار سے زیادہ تھے مگر اس دروازے سے جو جنگل کی طرف آئی
 اندیشہ سے رکھا تھا بھاگے اور قلعہ کلیا پر چڑھ گئے۔ قلعہ کے اندر ایک نہایت مضبوط
 قلعہ تھا اور اسکی فتح نہایت دشوار تھی وہ بھی ہیبت سے خالی ہو گیا بادشاہی بہادر اسکے
 اندر بھی پہونچے محمود بیگ بخشی فوج لیکر ان مفرورون کے تعاقب کو گیا اسنے ایک گروہ
 کو تلوار کے گھاٹ اوتا دیا اور کچھ آدمیوں کو گرفتار کر لیا ایک جماعت جو قلعہ بدر میں مقیم
 تھی وہ بھی شملہ گڑھ کے فتح ہو جانکی خبر سنکر بھاگ گئی تاریخ اخبار محبت و خانی حسان
 و شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۳۷۷ میں ہے کہ خانخانان اس
 فتح نمایان کے بعد دلیر خان کے پاس گیا اور انکو گلے لگایا اور
 دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی بعد ازاں یہ منادی کرائی کہ کوئی شخص رعایا
 کے مال پر دست درازی نہ کرے اور عورت و اطفال کو دستگیر نہ کرے تاکہ یہ خوشی اپنے
 گھر و زمین آباد میں اور جو چند ہزار آدمی آسام کے قید ہوئے تھے انکو جائگیز کر کے بھیجا کہ باروت
 کوئین اور توپخانہ اور بعض دیگر کارخانوں کے کام کریں۔ کہتے ہیں کہ خانخانان اور دلیر خان
 اسی نیت کی وجہ سے فتح نصیب تھے اور جو اہل آسام ولایت کامروپ سے مسلمانوں
 کو گرفتار کر کے لائے تھے وہ عرصہ سے اپنے پیار و دیار سے دور پڑے ہوئے مبتلائے
 غدا اب تھے وہ رہائی پا کر اپنے مکانات واپس گئے خان سپہدار قلعہ کی مضبوطی و بلندی

دوست اور کثرت سامان کو دیکھ کر متحیر تھا پانچ روز معہ لشکر کے قلعہ کلیا بر میں قیام کیا بعد اوسکے سید نصیر الدین کو ایک جماعت دیکر قلعہ کلیا بر کا فوجدار مقرر کیا اور سید مرزا سبزواری اور سید تاتارا و رشن سنگ کو قلعہ جدہر کا تھانہ دار مقرر کر کے لشکر شاہی نے کوچ کیا اور دو منزل تک دریا سے برہا تپ رہاڑ کے دامن سے ملا ہوا تھا اس لیے دریا کے کنارے سے گذر نہ ہو سکا اور دریا کے کنارہ سے دور ہو کر بہاڑ کے چھپے سے روانہ ہوا جب لشکر سو گدہ میں پہونچا تو راجہ کے مدار المہام نے جسکو ہانکی زبان میں بھوکن کہتے تھے ایک عریضہ عاجزی اور اظہار اطاعت کا بھیجا خانخانان نے جواب دیا کہ سرحد بادشاہی یعنی گواہٹی سے جسقدر راجہ وہاں کی رعایا اور انکا مال اور بادشاہی تو چنانہ لیک گیا ہے وہ کل اور اپنی لڑکی اور پیشکش قدیمی جو باقی ہیں بھیجے تو صلح ہو سکتی ہے ورنہ عقرب شاہی لشکر اسکی راجہ ہائی کر گاؤں میں پہونچتا ہے۔ چونکہ یہ نامہ و پیام آسامیوں کا صرف فریب اور لشکر کے غافل کر مکی غرض سے تھا کہ کسی طرح انپر غلبہ حاصل ہو اس لیے پہ سالانہ نے لشکر کو ہوشیاری و بیداری کی تاکید کی اور کر گاؤں کے فتح کے ارادہ سے نہ حزب کو لشکر چل کر لکھو گدہ میں ٹھہرا یہاں گیارہ ماہ تھی راجہ کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے اور ہجدا ایک برہمن جو راجہ کا بڑا مقرب تھا راجہ کی طرف سے ایک پانڈان اور پیالہ طلائی اور دو گھڑے فخرئی اور کچھ اشرفیان اور ایک مکتوب حسین نہامت کا اظہار اور صلح کی درخواست تھی لیکر آیا مگر یہ سب کارروائی مکرو فریب کی تھی خان معظم نے جواب دیا کہ بفضل لشکر بادشاہی کر گاؤں آتا ہے وہاں پہونچ کر جیسا مقتضائے مصلحت ہو گا عمل میں لایا جائیگا۔ کر گاؤں دریا سے دیکھو پر آباد ہے جو آٹھ کوس پر دریا سے دہنکے ملا ہوا ہے مگر اوسین اسقدر پانی نہیں ہے کہ بڑی کشتیاں چل سکیں اس لیے لکھو گدہ میں جو مجمع

دریاؤں کا ہے وہاں بڑی کشتیاں چھوڑنے کی راستہ تھی دلیر خان نے کہا کہ چھوٹی کشتیاں بنا کر ہمراہ لے جائیں اور بعض ضروری چیزوں کو اونپر رکھ کر کام میں لایا جاوے چنانچہ ابن سین جو جنگی بیڑوں کا داروغہ تھا معہ منور خان و جمال خان و زمینداران بنگالہ کے بیڑوں کی حفاظت کو چھوٹا گیا اور ایک گروہ اسکو مدد کو دیکر غزہ شعبان کو لشکر کو جمع کر کے جبکہ کہ راجہ کے بیڑوں کا کارخانہ تھا پہونچا اور سو کشتیاں راجہ کی لشکر کے ہاتھ آئیں جو بادشاہی کارخانہ میں داخل کی گئیں یہاں پر ایک بڑا تجانہ راجہ نے اپنے ایک بہمن کے لیے بنوایا تھا یہاں بھی تجانہ بٹھلایا گیا اسجگہ ایک نوشتہ ان مسلمانوں نے کہ جو مالک بادشاہی سے کرگاؤں میں قید کر کے رکھے گئے تھے لکھا تھا پہونچا کہ جب راجہ نے یہ سنا کہ بادشاہی لشکر قریب آگیا ہے تو وہ اپنے اہل و عیال و زر و جوہر و نفیس اشیاء کو لیکر کوہستان کا مروپ کی طرف بھاگ گیا ہے جو یہاں سے چار کوس کی مسافت پر ہے اور وہ کچھ اپنے جنگلی ہاتھی جنگل میں چھوڑ گیا ہے اور شہر معہ جملہ سامان کے بلا کسی محافظ کے خالی پڑا ہوا ہے یہ خبر سکرہ شعبان کو لشکر موضع کچور میں پہونچا اور وہاں سے فرماؤ خان و سید محمد دیوان لشکر معہ چند سپاہیوں کے نہایت جلد پیشتر سے روانہ ہوئے اور راجہ کے مال و سامان کے ضبط کرنے میں مصروف ہوئے اسروز لشکر موضع ترمہانی میں جبکہ دریائے دیکھو اور دریائے دہنک ملا ہے جا کر ٹھہرا اس فوج میں ۱۶ ہاتھی راجہ کے دستیاب ہوئے اور ایک جماعت فوج کی کچور و ترمہانی اور موضع لام ڈنگ میں انتظام کے لیے مقرر ہوئی در شعبان سلسلہ جلوس کو شہر کرگاؤں یعنی دارالملک آسام لشکر اسلام کے قبضے میں آگیا۔ کرگاؤں میں عرصہ سے جو مسلمان کہ قید ہو کر آئے تھے اور گرفتار مصیبت تھے رہا کیے گئے انکی خوشی و شادمانی کا اندازہ حد بیان سے

باہر ہے گویا اونھوں نے دوبارہ حیات پائی اور جو تین کہ راجہ نے تالاب میں غرق
 کرادی تھیں نکالی گئیں چنانچہ دو سو اسی توہین اور ایک سو سے زائد تعداد میں ہاتھی او
 تین لاکھ کے تخمیناً سونے چاندی کے اشیاء لشکر کے ہاتھ آئے اسکے علاوہ چھ سو کچھتر
 توہین بھلانے ایک توہین من کا گولہ کھاتی تھی اور دو ہزار تین سو چالیس زنبورکین
 اور ایک ہزار دو سو رام جنگی یعنی بڑی بندوقین اور چھ ہزار پانسو دوسری قسم کی بندوقین
 اور دو ہزار صندوق باروت جس میں ہر ایک صندوق ڈھائی من کا تھا اور سات ہزار
 اٹھائیس سپر اور لوہا وسیسہ و شورہ و گندہک حد حساب سے زائد اور ایک ہزار
 سے زیادہ کشتیاں جنگی اور ایک سو بھرے آراستہ نہایت بڑے اور ایک سو بہتر نہا
 چانول کے جس میں ہر ایک انبار دس ہزار من کا تھا سب سے بیش بہا غنیمت غلہ کی
 تھی اگر یہ رسد غلہ کی ہاتھ نہ آتی تو لشکر ایام بارش میں تقینی ہلاک ہو جاتا ان چیزوں
 کے علاوہ بہت سی چیزیں آسامیوں نے چلتے وقت آگ لگا کر برباد کر ڈالی تھیں
 غرض کہ ہشوال سٹنہ مہجری کو یہ فتح حاصل ہوئی جسکے متعلق شیخ ہرے کم واقع
 می شود بیک سال بد باکوچ بہار فتح آسام بد بیان جو مسلمان قید تھے سپر
 طرح طرح کے جو رستم ان بیدنیوں نے کیے تھے اور انہیں سے ایک جماعت کشمیر کو
 راجہ ماہ کو چلا گیا تھا ان باقی ماندہ مسلمانوں کو خان معظم نے کشتیوں پر بھلا کر انکے وطن کو
 روانہ کر دیا اور ایک سال تک دے مالگڈاری اور دیگر تکلیفات سے معاف کر دیا
 کر گاؤں کی زمین نہایت ہموار و شاداب ہر جگہ باغات مرزوعہ موضع سیملہ گڈہ سے
 کر گاؤں تک پچاس کوس کا فاصلہ تھا یہاں سے وہاں تک ہر جگہ باغات میوہ دار ایسے
 مسلسل لگے ہوئے تھے کہ گویا ایک باغ ہو جنکے درمیان رعایا کے مکانات اور ان

باغات میں رنگین و خوشبودار پھول ایک چمن کھلا ہوا تھا چلو نمن کیلہ کھل ترنج لیمو
 انسان المہ بکثرت تھا باشندے وہاں کے قوت و جرات و نشانہ لگنے میں طاق راجہ
 کے مکانات کے گرد ایک بانداؤ کے بعد بانس کی دیوار اور اوسکے چاروں طرف ایک
 خندق پر آب تیار کی تھی راجہ کے مکانات بڑے نفیس و نہایت وسیع اور بلند لکڑی
 و گھاس سے بنائے تھے منجملہ ان کے ایک دیوان خانہ جسکا طول ایک سو پچاس گز اور عرض
 چالیس جسکے چھیاٹھ ستون اور دور ہر ستون کا چار گرجنپر لکڑیاں منبت کار اور تختیاں گنجی
 صیقل کا جنپر آفتاب پڑنے سے عجیب روشنی و چمک پیدا ہو جاتی تھی اسکی تعمیر میں تین ہزار
 نجار اور بارہ ہزار مزدور دو سال تک کام کرتے رہے تھے جب راجہ اس محل میں آکر
 بیٹھتا یا سوار ہوتا تو اسکے سامنے ڈھول و تانس بجایا جاتا اور سات ہزار اسامی راجہ کی
 خواجگاہ کی محافظت میں تعینات رہتے ایک گروہ راجہ کے دربار کا بڑا مقدمیر غصب
 تھا راجہ کثرت ششم و خدم پر نہایت مغرور نہ کسی بادشاہ اولو الغرم کو خراج دیتا نہ انکی
 اطاعت و فرمانبرداری کو سر جھکاتا القصہ خانخانان اور دلیرخان مع لشکر کے چند روز
 آکر گاؤں میں رہے اور رعایا انکے انصاف سے اپنے گھر و زمین آباد رہی انھوں نے وہاں
 عالمگیر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور راجہ کے مال و سامان کو ضبط کیا اور کل بندوبست
 ملکی و مالی سے فرصت حاصل کر کے اطمینان سے بیٹھے اور اس فتح کی عرضداشت بادشاہ
 کو بھیجی گئی بادشاہ کو نہایت مسرت ہوئی اور اسکے جواب میں بادشاہ نے ایک فرمان
 مرحمت عنوان مع خلعت کے بھیجا۔

اس اثنا میں برسات کا موسم آگیا وہاں کی بارش مالک ہندوستان سے مقدار میں
 زیادہ ہوتی ہے اب ہوا کا چلنا اور پانی برسات شروع ہوا شدت بارش سے راستے

بند ہو گئے اور آسامی جنگل و پہاڑ سے مورخ کی طرح نکل پڑے اور وہ مقصد بید غد نہ
پانی پر مارے مارے پھرتے تھے اکثر شوق پا کر آتے اور عربے کرتے بار بار مقابلہ ہوا مگر
وہ ہر بار مغلوب ہوئے ایک بار جب سراندا خان اور محمد مراد بیگ کو کچھور کی تھانہ دارمی
اور وہ بان کے مقصد و نکی گوشالی کو بھیجا گیا اور ان دونوں میں باہم ناتفاقی پیش آئی اور
مراد بیگ اپنی خود رانی سے تنہا آگے بڑھ گیا اور آسامیوں کا بیڑا لگیا اور اسے بادشاہی
بیڑے پر حملہ کیا اور مراد بیگ گھبرا گیا اور مع اپنے ہمراہیوں کے کشتیوں سے اوتر کر کنارہ
پہونچا اور وہاں سے ترمانی چلا گیا اس اثنا میں دلیر خان کے افغان بغیر چپہ
کشتیوں کے اپنی شجاعت اور زور بازو سے دشمنوں کی طرف دوڑے اور ان کشتیوں میں
جو قبضہ میں کر لی تھیں دشمنوں کے بیڑے سے ٹکراتے ہوئے باہر نکلے اور دیو لگا نوپونچے
مگر کسی آسامی کی جرات انکی طرف نہ ہوئی اب بادشاہی بیڑے جس میں سامان رسہ
وغیرہ تھا آسامیوں کے قبضہ میں آگئے اور انھوں نے ملک مفتوحہ پر قبضہ کر لیا اور بادشاہی
لشکر کے قبضہ میں صرف کر گاؤں اور متہرا پور کے کچھ نریا یہ امر بڑی وحشت کا باعث ہوا
اسکے علاوہ رسہ اور غلہ کے نہ ہونے سے اور بھی ملال تھا راجہ نے اپنا ایک مقرب
جسکو سجدی بھوکن کہتے تھے اسکو لشکر عظیم دیکر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو بھیجا اور کل
ملک کے باشندوں کے نام فرمان لکھا کہ کوئی شخص ہمارے بھوکن کے حکم سے تباہی

۱۷۵۰ء چون میرنزل خیلانہ طرف مسکن اجہ برآورد از انتشار این خبر سامیان چون مورخ جوق جوق فراہم آمدہ شروع بشوئی
زیادہ از حد نمودند و دلیر خان بتنبیہ نجاہ پر دانتہ ہزار ہا از ان قوم شوم قتل و اسیری ساخت و خانانان مقرر نمود
کہ سر مقتولان را بر گردن اسیران بستہ در لشکر تشہیر نمایند ۱۷۵۰ء تا بیخ محمد باشم خانی خان۔

۱۷۵۰ء و نیز چند کشتی از افغانان لیبر خان کچھوٹو و نور و قسیم ان پر دلاں بنیر سے بازوے جلادت ان سفایں بیان دلاں
خالفان زدہ در قند و دیول گاؤں رسیدند ۱۷۵۰ء تا بیخ محمد باشم خانی خان۔

نہ کرے اسکے بعد راجہ خود ولایت کا مروپ سے اوترا اور قصبہ شولا کوری جو کرگانوں
سے چار منزل ہے اس میں اگر کٹھن اور بھوکن بھی نہرولی کے کنارہ جو قریب تھراپور کے دیر کا
دھنک سے ملی ہے اور برسات کے موسم میں وہاں ایک دریائے عظیم الشان ہو جاتا ہے
اگر کٹھن اور تمام اس دیار کے لوگوں کو طلب کیا اور وہاں میدان خشر کی طرح مجمع اکٹھا ہوا
نہایت جلد ایک دیوار بہت چوڑی و مضبوط تیس کوس تک بنا کر تیار کی جس کا ایک کنارہ
پہاڑ سے لگا کر دوسرا دریائے دھنک تک ملا دیا تھا آسامیوں نے کئی مرتبہ بڑی بڑی
جمہتیں اکٹھا کیں اور دریائے اوتر کر دیر خان کے لشکر پر شبخون مارا اور نہایت
سخت حملہ کرنا شروع کیے ایک مرتبہ دیر خان خود سوار ہو کر ان ظالموں کے سر پر ہونچا
اور ایسی دیرری کو دخل دیا کہ بڑی بھاری جماعت کو تلوار کے گھاٹ اوتا رہا جس سے
دوبارہ آسامیوں کو دیر خان کے لشکر پر حملہ کرنے کی ہمت نہ رہی بعض مرتبہ کالی گھٹیا
اہر کی اونٹن کر اس شدت سے برستیں کہ پانی سواروں کے رکاب تک آ جاتا اور جس طرح
کہ کثرت اشکباری سے عاشقوں کی آنکھوں کو کھولنے کی فرصت نہیں ہوتی ہے پانی الیکم

۱۷۵۰ء دوران شب تار دیر خان کہ بذات نفس خود بدلتیرہ فلان مقابلہ کارزار اقامت در ستانہ دسی بہادرانہ بطور آمد بس
آسامیان رو بفرار اور دیر خان تاسہ گروہ میان آب گل بجاقب پر داحتہ سیارے را قتل رساند و مراجعت نمود و منور
۱۷۵۱ء غایب شقاوت فرجام چندین نوبت بحیثیت وجوم تام از آب گذشتہ بر لشکر دیر خان شبخون آورند و آہن زین
مصعب کردند و بے آن خان شہامت شعار خود سوار شدہ بر آن غنڈولان ناخست و جمعیہ کثیر اطعمہ معصامت مت
ساخت و دیگر بارہ لشکر او جسارت نہ نمود و عالمگیر نامہ صفحہ ۸۸ء چون بنجامہ لشکر شاہی بہ طرف مسکن ہاجہ برآورد و در وقت
ابن جہاں سامیان جو حق فوہم آمد و خوشی زیادہ از حد نمودند دیر خان ہزاران انقوم قتل و اسیر ساخت شاہنشاہ نامہ صفحہ ۸۹
لقون صبح سالار چند بار شوخی نمودند و از ہر دو طرف کشتہ شدند آسامیان بعد کشتہ و اسیر گردیدن فرار نمودند و کوہ بر سر
موجود چال در جان رنجیدہ و بسیار کشتہ گردید و فرار و خان و وزخم برداشت و دیر خان تاسہ کردہ دوران لا دگل نقاب
نمود ۱۷۵۲ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۹۰ء

ملت نہ دیتا اس عرصہ میں بارش کی کثرت اور ہوا کی برودت سے تپ لرزہ اور سہل
کی وبا پیدا ہو گئی صد ہا آدمی لشکر کے مریض ہو کر مرنے لگے تھے کہ ایک بڑی عیت
بادشاہی لشکر کی ہلاک ہو گئی اور دو لاکھ تیس ہزار آسام کے لوگ بھی مر گئے اس
آفت سے غلہ اور چارہ اور دیگر ضروری اشیاء کا قحط پڑ گیا راستہ کے بند ہو جانے سے
جہانگیر نگر سے خبر کا آنا جانا بھی موقوف ہو گیا لشکر میں نہایت مصیبت و مشکل کا سامنا
ہوا ایک سو تتر اربا غلہ کے تھے منہلہ انکے سولہ اربا لشکر شاہی کے قبضہ میں رہے باقی
آسامی شیخوں مار کر لے گئے اس زمانہ میں اوقات بسر کی کو بھی چاول تھے اور دیگر چیز
عقباتھی عرصہ تک لشکر کی گائیں بچ کر کے گذر اوقات کی گئی اور اس ملک کے پیداوار
میں لیمنوں کی زیادہ پیدا ہونے ہیں وہ بھی کھاے گئے۔ اب تک بھوکن صلح کی ابتدا
کر تا تھا اب غلہ اور رسد کی کمی اور دبا کی زیادتی سے لشکر کی پریشانی اسنے دیکھی مخالفت
پر آمادہ ہوا امتھرا پور کی آب و ہوا کی خرابی دیکھ کر وہاں سے لشکر نے کوچ کیا اور ۳۳ مسم
شعبہ جلوس کو کر گاؤں آیا آسامی اس بات سے او بھی شرارتیں کرنے لگے اور لشکر کو
عاجز سمجھنے لگے وہ برابر حملے کرتے اور چھاپے مارتے بادشاہی لشکر میں رات بھر کوئی
شخص آنکھ نہ جھکاتا برابر بیدار رہتے ایک مرتبہ آسامیوں نے بڑا ہجوم کیا اور چاندنی رات
میں دلیر خان اور راجہ بھان سنگھ کے مورچہ پر آکر جہاں وقت حال کرنے لگے

۱۔ نوبتے مقابیر اجتماع عظیم نمودہ دروہ تاب شے بھورچال دلیر خان راجہ بھان سنگھ کا نازہ جہاں دھال ہر فرقتہ پہنچے
کثیر طبع معصام آتھام بھارڈان فیروزی مال گشتہ خبر خذلان و کال حاصلید و خند دلیر خان را از زیر کی وجہات آنھار عرق
غیرت و شجاعت و دلیری حرکت نمودہ بتعاقب آن جہارت کیشان پر داخت و تا ناام نہ کاؤ نہسختی جلا دت
بخون بسیار از ملائین و نجین ساخت وہیں از وقوع این معنی اسامیان خلافت کیش سر از بھولے شیخوں پرختہ
دیگر قدم جہارت بخون کی کر گاؤں نگاہ شہند ۳۔ ۸۰۱ مالگیر نازہ

دلیر خان کو اس وقت شجاعت کا جوش آگیا خود اپنے تعاقب کو اٹھ کھڑے ہوئے اور نالہ دند کا ٹک اسامیوں کو بھگاتے اور انکو اپنی تلوار سے نکرٹے کرتے ہوئے لے گئے اور ان شہریوں کو ایسی گوشمالی دی کہ دوبارہ انکو پھر شیخون کی جرات نہ رہی اور کرگاون کے نزدیک قدم نہ رکھا جب کرگاون میں بھی ہراس و بانیہ پیدا ہو گئے تو بجز صبر و شکر کے کوئی چارہ نہ رہا وسط ماہ صفر میں بارشس لم ہوئی اور مخالفین جنگل اور درونین بھاگ گئے غلہ وغیرہ کی رسد بھی آنے لگی راجہ جاکر کوہستان کا مروپ میں چھپا لشکر بادشاہی نے راستوں کے کھیلانے سے آسامیوں کو چارہ نظر سے نکال دیا اب پھر عنایت الہی سے اہل اسلام کا پیر مصیبت کی دلدل سے نکل آیا اور مخالفوں کے امید کی کشتی خشکی میں آگئی ۱۳ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر شہر کرگاون سے نالہ دند کا جو پایاب ہو چکا تھا اور نہر فی سے کہ وہ بھی پایاب تھی اور ترکر جمیدی بھوکن کے سر پر پہنچ گیا وہ ایک بڑا مجمع لیے ہوئے پڑا تھا مگر خائف ہو کر بھاگا اور اسکی مورچال جو نہایت مضبوط تھی لشکر کے قبضہ میں آئی اور یہ نہایت عظیم فتح حاصل ہوئی اسکے بعد آسامیوں کو مایوسی ہو گئی اور ہمیشہ تک انکو اپنی کامیابی کی امید باقی نہ رہی ہر طرف سے رعایا اطاعت و فرمانبرداری کرنے لگی اسکے بعد جمیدی بھوکن جو نامی سردار اور اس ملک کے بہادروں کا سرغنہ تھا راجہ سے رنجیدہ ہو کر مع اپنے تین بھائیوں کے بادشاہی لشکر میں آگیا خانخانان نے اسکو خلعت عنایت کیا جس میں دھک بگی و خضر مرصع و گھوڑا تھا وہ نہایت خوش ہوا بھوکن کی وجہ سے چار ہزار جنگی آسامی لشکر میں آگئے اب راجہ بہت گھبرایا اور اسکو اپنے سرداروں کا اعتبار نہ رہا اکثر سرداروں نے اہل و عیال آہنی یخون پر کھینچ کر ہلاک کیے بھوکن کی نشاندہی سے راجہ کے اکثر ہاتھی دستیاب ہو

اس عرصہ میں راجہ کے نکالنے کے لیے بادشاہی لشکر کا مروپ کی طرف بڑھا مگر اتفاق سے خانخانان مرض الموت میں مبتلا ہو گیا اور اسکا آزار روز بروز بڑھتا گیا راجہ بیٹھ صلح کے لیے اپنے سفیر بھیج کر عاجزی کرتا تھا مگر اسکی استدعا قبول نہیں ہوتی تھی اب راجہ نے جانا کہ میں غریب گرفتار ہو جاؤ گا تو اسے دلیر خان کا توسل ڈھونڈھا اور اذکار دامن پکڑا دلیر خان نے راجہ کی عرضداشت پر توجہ سے کی اور خانخانان کو راضی کر دیا۔ اجادی الثانی کو لشکر موغچہ پتام میں پہنچا پتام درہ نامروپ کے برابر ہے وہاں کاراجہ آسام کے راجہ کا عزیز تھا اسی جگہ راجہ آسام کے وکیل صلحنامہ کی شرطیں طے کر نیکو آئے بعد گفتگو کے دراپ کے یہ امور قرار پائے کہ بالفعل راجہ اپنی لڑکی اور راجہ پتام کی لڑکی اور بیس ہزار تولے سونا اور ایک لاکھ بیس ہزار تولے چاندی اور بیس ہاتھی بادشاہ کو پیش کرے او

۱۷۔ راجہ ضلالت آمین کہ ہمارا سال سفر دوسلہ امراتاس سلخ و طلب غنوی نمود و بقبول مقبول نیشد در وقت کہ گرفتاری دستبند خصال غنیش فریب الوقوع میدید بہ دلیر خان توسل بہتہ وراتاس مصالحت و اظهار عز و وسکنت مبالغہ کرد و آن خان شہامت نشان بنابر صلح وقت خانخانان را باین معنی راضی ساخت ۱۱۔ ۱۲۔ عالمگیر نامہ

۱۷۔ دس از گفتگوئے بسیار چہن قرار یافت کہ راجہ بالفعل صیتہ خود با دختر راجہ پتام و بست ہزار تولے طلا و یک لک و بست ہزار تولے نقرہ و بست زنجیر فیل برسم پیشکش و پانزہ زنجیر فیل براسے خانان و بیغ زنجیر فیل بخت دلیر خان بفرستہ و متاقب در عرض دو آزدہ ماہ ۱۷۔ لک تولے و نو زنجیر فیل بہر کار بادشاہی و سل ساز و دھڑا بست زنجیر فیل پیشکش می فرستادہ باشد و تا وصول تہہ پیشکش کہ ادا سے آن در مدت دو ادا تہہ مقرر شدہ بود چار کس از عمدہ از کان دولت و حکومت خود برسم گردگان ہمراہ لشکر ظفر پناہ بہنگالہ فرستہ و فرزندان و عیال بی بی بھو کن باہر نے از رعایا سے ولایت کا مروپ کہ در کوہستان نامروپ و دیگر جبال بمجوس و دوجہ لشکر ظفر شر رساند و نیز مقرر شد کہ اہمست او تر کول ولایت و رنگ کہ کیلیٹش گواہی و طرف دیگر شہر بیاسے الی ہراوی کہ از عوالی تہہ پناہ

پندہ ہاتھی خانخانان کو اور پانچ ہاتھی دلیر خان کو نذر کر کے اور اکیسال کے اندر تین لاکھ تو لے چاندی اور نوے ہاتھی اور سرکار بادشاہی میں داخل کر کے اور ہر سال میں ہاتھی پیشکش سالانہ کے دار الخلافت کو بھیجتا رہے اور تاداسے رقم پیشکش کے چار ارکان دولت اپنے بیٹوں کو بطور ضمانت کے بادشاہی لشکر میں حاضر رکھیں اور وہ بنگالہ تک لشکر شاہی کے ساتھ رہیں اور بدلے بھوکن کے اہل و عیال اور کچھ رعایاے کامروپ جو ولایت نامروپ میں قید تھی لشکر بادشاہی میں پہنچائی جائے اور یہ امر بھی قرار پایا کہ ولایت دزنگ تک جسکے ایک طرف گواہی ہے اور دوسری طرف اسکے دریائے آلی براری ہے جو حوالی قصبہ جہر سے گزرتا ہے اور دکن کوں سے ولایت ہیل تلی وڈومریہ کہ بھی بادشاہی قبضہ میں نہ تھی ممالک محروسہ میں داخل کیا جائے چنانچہ ان امور کا عہد نامہ راجہ کی طرف سے اور قبول خانخانان کی طرف سے لکھا گیا اسکے بعد لشکر بادشاہی کی روانگی کا بندوبست شروع ہوا میر مرتضیٰ کو لکھا گیا کہ تو چنانہ اور دیگر اشیاء جو کرگاؤن میں ہیں اور وہ رعایا جو مسلمان و ہندو ہے اور بنگالہ کے چلنے کو تیار ہے انکو لیکر لشکر گاہ کو آجاؤ اور ابن حسین کو تحریر ہو کہ وہ بھی جنگی بیڑے اسباب اٹھانیکو کرگاؤن بھیجے ۵ جمادی الآخر کو راجہ کے وکیل پیشکش معین میں سونا و چاندی اور راجہ آسام اور راجہ پتھام کی لڑکیاں اور ارکان دولت کے چار لڑکے بطور ضمانت کے کہ جو بنگالہ تک ساتھ جائیں اپنے ہمراہ لائے بحاصل

تبصرہ یا قبل میگڈنٹھل ستانہ جانب کوں ولایت ہیل تلی وڈومریہ کہ بنگالہ و تصرف بندہ بادشاہی بودہ و نخل پیشکش نیمہ مالک محروسہ باشد و حد فاصل میان ملک بادشاہی و ولایت آسام و در جانب کرگاؤن دریائے کلنگت در اطراف کوں دریا کی ہماری قرار یافت و عہد نامہ مشتمل بر تمدن امور از جانب آسامیان و قول خاصہ از قبل خانخانان

نہشتہ سند علیہ الذمہ

۱۰ ماہ مذکور شہ جلوس کو بعد صلح کے بادشاہی لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اور ۲۲ تاریخ کو لکھو گڑھ پہنچا وہاں میر مرتضیٰ تمام اشیاء اور ایک خلقت کثیر لاکر موجود ہوا اور آگے بڑھنے کا قصد کیا کیونکہ موسم ہر سات کا سر پر آ رہا تھا اور کل اہل شکر وہاں کے قیام سے گھبرا کر بھاگنے کو تیار تھے اس لیے خانخانان مع لشکر کے پیشتر بنگالہ کو روانہ ہوا اور دلیر خان مع لشکر اور جنگی بیڑوں کے معترض و صولت پیش جس میں ہاتھی وغیرہ رکھے تھے ٹھہر گئے خانخانان حد و بادشاہی کو ابھی مقرر ہوئے تھے دیکھتا ہوا موضع پانڈو میں جو قصبہ گواہٹی کے مقابل ہے اگر ٹھہرا وہاں شاہی فرمان صادر ہوا کہ رشید خان کو ولایت نام روپ کا فوجدار مقرر کیا جائے چنانچہ حسب احکم وہ وہاں مقرر کیے گئے دوسرے روز دلیر خان آٹھ ہاتھی پیش کش کے لیکر آگئے اور وہاں سے کل لشکر کوچ پر کوچ کرتا ہوا بنگالہ کو روانہ ہوا اور کوچ بہار کی دو بار تاخیر کے لیے عسکر خان مقرر ہوئے ۲ رمضان شہ جلوس کو کہ لشکر سے دو کوس کے فاصلہ پر خضر پور رہا تھا کہ خانخانان نے انتقال کیا بنگالہ کے دفاعی حکار کے ذریعہ سے عالمگیر نے

۱۱۔ دلیر خان را با اکثر لشکر و نوارہ بانظار در سیدن برے اوفیلان چابل کہ ہنوز نزدیک بودہ لکھو گڑھ گذشت ۱۲
۱۲۔ روز دیگر دلیر خان از لکھو گڑھ رسیدہ ہشت زنجیر فیل کہ راجہ آسام از جملہ فیلان پیش کش بتعاقب ارسال
و ہشتہ پور سانید ۱۲ عالمگیر نامہ ۸۱۲

۱۳۔ اسموچ پر دلیر خان کے دوست خانخانان کا مختصر حال لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے خانخانان کا نام میر محمد سید اور خطاب میر محمد اعظم خانی خانخانان ہے یہ نہایت نیک نہاد و اقبال مند سردار تھا اصناف کے اردستانی سادات سے تھا ایک الماس فروش نے اسکو پرورش کیا تھا اسنے اہل کل الماک پاکر انجی حسن لیاقت سے بادشاہی دربار دہلی میں رسائی پیدا کی سلطان عبدالعزیز شاہ والی گلگند نے اسکی لیاقت و دولت دیکھکر اسکو اپنا وزیر مقرر کیا اور خطاب میر محمد دیا اسنے عرصہ تک کن کاغذ ب انتظام کیا جب اسکے بیٹے محمد امین سے والی دکن برہم ہوا تو یہ آئندہ خاطر ہو کر اورنگ زیب کے توسل سے شاہ جہان کے دربار میں

لاہور میں ۲۰ رمضان کو خانخانان کے رحلت کی خبر سنی نہایت افسوس کیا کیونکہ وہ نہایت کارگزار اور خیر خواہ سلطنت تھا ہر طرح سے اسکی روح کو ثواب پہنچایا گیا اور

حاشیہ صفحہ ماقبل چلا آیا شاہجان نے اسکے استقبال کو دہشتند خان کو بھیجا اسنے مذہب ایک الماس قیمتی دو لاکھ کا اور ہاتھی وغیرہ سولہ لاکھ کی پیشکش بادشاہ کو نذر دی شاہجان نے شش ہزار سوار کے منصب سے سرفراز کر کے مظہر خان خطاب دیا پنج لاکھ روپیہ اور قلعہ ان مرصع وزارت کا مرحمت کیا اور اسکے بیٹے محمد امین کو دو ہزاری منصب اور خطاب خانی سے سرفراز کیا اسی زمانہ میں سعد اللہ خان کا انتقال ہو گیا تھا اسلیے بادشاہ نے راجہ گھنا تھ جین سعد اللہ خان کی تربیت کا اثر تھا اور چند بہان جو فاضل خانی تربیت یافتہ تھا مقدمات وزارت پر مددگار کیے۔ بعدہ اورنگ زیب کے ساتھ دکن کی ہم پر یہ مقرر ہوا اور وہاں اسنے کارنامائی کی اور جاگیر پائی جب اورنگ زیب نے باپ کی علالت میں اسے مصلحتاً نظر بند کیا تو شاہجان نے اسکے بارہ مین بیٹے کو لکھا کہ از با زہر سر روز جزا نہ اندیشیدہ اس بیگناہ کو قید کیا جنگ کجہ مین عالمگیر نے اسے طلب کیا اور اپنے پیچھے خاصہ کا ہاتھی مرحمت کیا اس جنگ کے فتح مین ہفت ہزاری منصب اور دس لاکھ روپے سے سرفراز کیا بعدہ شجاع کے تعاقب کے لیے بنگالہ گیا اور وہاں قیامی حاصل کر کے خطاب خانخانان دجاگیر پائی بعدہ آسام کی ہم سر کی وہاں کی ردا ت آسب و ہوا سے علیل ہوا اور بیچ الثانی کو یہ دیا دہنک کے پاس آسامیوں کا مورچہ دیکھنے گیا کیا رگی اسکو غش آگیا گھوڑے سے اونتر کر کبھی لگایا اور ایک گھنٹہ بیوش رہا بعد وہیمہ گاہ کو آیا اس حالت مین فوج نے کہا کہ ابکی برسات کو بھی اگر لشکر آسام سے نہ جانے پایا تو ہم خود دجاہو کر میان سے بنگالہ چلے جائینگے اس دل آزار فقر سے اسے اور مدد ملی صدمہ ہوا آخر کار وہ اپنی شکست مین ۲۵ رمضان بروز چار شنبہ ۱۱۱۱ ہجری مطابق ستمبر جلوس کو انتقال کر گیا۔ یہ امیر نہایت عظیم الشان صاحب وقار و ور اندیش اہل قلم اور صاحب علم تھا وہ نون و ہر کے ہاتھ مین تھے کوئی امیر قریب الہد کا ہم مقابل نہ تھا اور کشور کشانی مین نہایت فتح نصیب تھا قصبتہ بنگالہ دکن مین اسکی یادگار ہے جید آباد مین اسکے نام کا تالاب دبلغ و جوبلی مشہور ہے۔

اسکے بیٹے محمد امین خان میر بخشی کو مورد اکرام کیا گیا اسکے بعد لشکر بنگالہ پہنچا اور وہاں دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی طلبی کا پہنچا اور وہ طلبی بنگالہ سے دار السلطنت کو آئے اور سوت دلیر خان نے بادشاہ کو ہاتھی اور نو گھوڑے مانگن نذر دیے بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت پہنوا یا اور انکو اپنے ہمیشہ میں نہایت اعزاز و افتخار حاصل ہوا اسکے بعد دلیر خان کو انکی جاگیر پر جانے کی اجازت دے گئی اور رخصت کے وقت بادشاہ نے ایک گھوڑا جسکا سار طسلائی تھا انکو عنایت کیا اور یہ زمانہ عالمگیر کے ساتویں سال جلوس وراثت الیسویں برس عمر کے جشن کا تھا اور ماہ ذیقعدہ سن ۱۰۸۵ھ تھے۔

نواب دلیر خان کا معہ راجہ جے سنگھ کے دکن جا کر

سیوا جی مرہٹہ کی مہم فتح کرنا

سیوا جی نے جب ملک دکن میں قزاقی کا پیشہ اختیار کر کے لوٹ مار چسپائی اور سلاطین دکن بوجہ ضعف سلطنت کے اس کے مقابلہ سے عاجز آگئے تو اس نے اعلانیہ غارتگری کر کے اپنے ملک کے حدود وسیع کر لیے اور بہت سے قلعے چھین کر راجہ بن بیٹھا ایک بڑی جماعت اُس کے پاس ہو گئی اور چونکہ اسکی ولایت دریا

۱۰۸۵ھ دلیر خان بھوج پٹے یعنی طلب بنگالہ رسید و بدولت زمین بوس فائز گردیدہ یکے نبیر خیل و نہ اس پٹانگن برسم پیکش گذرانیدہ بطل خلعت کسوت افتخار پوشیدہ ۱۲۰۵-۸۵۸ھ عالمگیر نامہ
۱۰۸۵ھ دلیر خان نہایت سپہ با ساز ملا مباہی گشتہ رخصت جاگیر یافت ۸۶۰ھ عالمگیر نامہ

سمندر پر واقع تھی اس لیے بعض بندر جو اسکے قریب در تصرف میں تھے وہ ان جو بہار
 لجاتا اسکو موقع پا کر غارت کر لیتا ایک مرتبہ ایک عظیم الشان جہاز طوفان میں پڑ جاتا
 کنارہ پر آگیا اسنے اسکا کل مال لوٹ لیا اور اوسین جو لوگ تھے وہ اکثر مسلمان
 تھے سیوا جی نے ان سبکو قید کر لیا اور طرح طرح کی انکو ایذا میں پہونچائیں چنانچہ
 اسکے ثبوت میں علاوہ فارسی تاریخوں کے مسٹر ڈی لافورام اے ہسٹری انڈیا میں
 جو زبان انگریزی انٹرنس کو رس میں دخل ہے یوں لکھتے ہیں کہ سلسلہء میں شہر
 سورت پر حملہ کرنے کے بعد سیوا جی نے اپنے آپ کو راجہ کہلانا شروع کیا چونکہ اسکو
 کی غارتگری سے اسکو بہت بڑی دولت حاصل ہو گئی تھی اسوجہ سے اسکی قوت اور
 زیادہ بڑھ گئی اس لیے اسنے ظاہر طور پر اسلامی سلطنت کی توہین شروع کی اور بعد غارتگری
 شہر سورت کے حاجیوں کے جہازوں کو جو بندر سورت سے روانہ ہوا کرتے تھے غارت
 کیا یہ ایسی بات نہ تھی کہ عالمگیر کے غصہ کی آگ کو مشتعل نہ کر دیتی اس لیے اسنے
 ایک بڑی فوج راجہ جے سنگھ اور دلیر خان کے زیر فرمان روانہ کی ایک مختصر سی
 لڑائی کے بعد سیوا جی نے شکست پائی اور مغلوب ہو کر صلح کی عہد نامے کے یہ شرائط
 قرار پائے کہ میں قلعہ وہ سلطنت مغلیہ کو دے اور سلطنت بیجا پور کے مقابلہ میں معہ
 اپنی فوج کے مغلوں کی شرکت کرے اسکے عوض میں چند اضلاع سے اسکو چوتھم
 لینے کی اجازت دی گئی اور اسکے لڑکے کو فوج میں پانچزار سواروں کا افسر بنایا گیا
 انگریزی تاریخ کے علاوہ اردو فارسی تاریخوں سے بھی کچھ مختصر حال سیوا جی کا بیان پر
 لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے سیوا جی کی حالت کچھ عجیب مگر و فریب کی تھی کبھی
 وہ عالمگیر سے لڑ رہا ہے اور کبھی عالمگیر کی طرف سے وہ عادل شاہ کے قلعہ قمع کر رہا ہے

مصروف ہے کبھی دہلی آیا اور پھر چالاک سے نکل گیا عجیب بہادر و چالاک آدمی تھا مگر محض ناخواندہ اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتا مسلمانوں سے سخت تعصب رکھتا تھا اسکی اصلیت یہ ہے کہ بھوسلہ ایک خاندان کا لقب تھا باپ جی اوس قوم کا ایک شخص تھا جو دیوگڑھ عرف دولت آباد میں رہتا تھا اسکے بیٹے مالوجی کے کوئی اولاد نہ تھی احمد نگر میں ایک فقیر شاہ شریف تھا اسکی دعا سے مالوجی کے بیٹا پیدا ہوا جسکا نام فقیر کی وجہ سے شاہ جی رکھا گیا۔ مالوجی ایک چالاک سلمدار تھا جسے حسن خد تنگداری سے جادو رے کی مٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کر لی اس بیوی سے شاہ جی کے گھر سیوا جی پیدا ہوا جب سیوا جی کی ماں شاہ جی سے ناراض ہو کر کہ اسنے دوسری شادی کر لی تھی اپنے میکہ پونہ چلی آئی تو سیوا جی ساتھ تھا۔ سیوا جی کی پیدائش کا زمانہ ۱۶۷۷ء ہے اسوقت میں تین سلاطین کا تخت دکن میں ڈگمگا رہا تھا اور مغلوں کے ہاتھ سے اسکی ماں ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں لیے پھرتی تھی آخر کو وہ گرفتار ہو گئی سیوا جی کو سپاہری کے فن کی تعلیم ایک برہمن نے دی تھی پہلے سیوا جی بڑا شکاری تھا اسکے بعد لیرون کی محبت سے وہ لوٹ مار کرنے لگا اسکے بعد ایک جماعت پیدا کر کے شہر اور قلعوں پر حملہ کرنا شروع کیا۔ مرہٹوں کی ترقی کا زمانہ عالمگیر کے عہد سے شروع ہوا پہلے سلاطین دکن مرہٹوں کو بطور ملک کے ملازم رکھ لیا کرتے تھے اور بطور بیقاعدہ فوج کے ان سے مدد لیتے تھے جب سیوا جی نے بیجا پور کی سلطنت میں جو پہاڑی قلعے تھے اور وہ دارالسلطنت سے دور ہونکی وجہ سے اکثر بجز قلعہ دار کے فوج سے خالی رہتے تھے انکو اپنے قبضہ میں کیا سپہروالی بیجا پور نے سیوا جی کے باپ شاہ جی کو قید کر دیا باپ کے قید کے زمانہ تک یہ بلا لوٹ بازداشت

بنیاد باب کی رہائی کے بعد اس نے فضل خان میر لشکر بجا پور کو دھوکہ سے مار لیا اور
 راجگڑھ کو اپنا راجدانی بنایا اور سوقت علی عادل شاہ فوج لیکر آیا اور اس نے اس کے قلعے
 اور بہت سا مفتوحہ ملک چھین لیا سیوا جی اس کے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور تنگ یب
 اس عہد میں دکن کا ناظم تھا سیوا جی سلطنت مغلیہ کا ادب کرتا تھا جب شاہ جہان کی
 علامت سے شاہزادہ نمین باہمی جنگ و جدال ہوا اور اورنگ زیب دکن سے
 دارالسلطنت دہلی چلا آیا تو اس نے مہلت پا کر شاہی حدود میں دست اندازی شروع
 کی اور رات کے وقت قلعہ جنیر کو جو بادشاہی سرحد پر تھا حملہ کر کے خوب لوٹا سیوا جی نے
 اورنگ زیب کے معاملہ میں بڑی غلطی کی اوسکی زور و قوت عقل و سپاہ کا ٹھیک تخمینہ
 نہ کیا پیشتر عالمگیر نے اپنے مامون شایستہ خان امیر الام کو سیوا جی کی تہنید کو بھیجا
 چنانچہ سنہ ۱۰۷۱ ہجری میں امیر الام نے قصبہ سوپہ اور قلعہ چاکنہ کو فتح کر لیا اور سیوا جی
 امیر الام کے خوف سے بھاگتا پھرا۔ امیر الام اقبہ پونہ میں اس حویلی میں جو سیوا
 کی بنائی ہوئی تھی مقیم تھا مگر ایک رات کو وہ ایک مصنوعی بارات مکر سے لایا اور امیر الام
 پر چھاپہ مارا امیر الام راز خفی ہوا اور اس کا فرزند ابوالفتح ہلاک ہوا سیوا جی نے شہر
 سورت کو جسے اس زمانہ میں باب الحج کہتے تھے خوب لوٹا اور حاجیوں کے جہاز کو
 غارت کرنا شروع کیا اور بالکل بے امنی پھیل گئی اس لیے عالمگیر کے آتش غضب کا
 شعاع بھڑک اٹھا اور اس نے پیشتر راجہ جسونت کو سیوا جی کے استیصال کو بھیجا
 جب اس نے خاطر خواہ یہ محم سر نہ ہو سکی تو بادشاہ نے راجہ جے سنگ اور دلیر خان
 کو اس پر مسلط کیا کیونکہ راجہ جے سنگ نہایت تجربہ کار و ہوشیار سردار تھے ان کے پاس
 پاس لشکر کی جمعیت بھی زیادہ تھی اور دلیر خان شجاعت اور دیانت میں امرا

نامہ اس سے تھے متوجہ کیے گئے اور چند ماہ بھی اس محکم کے لیے انکے ساتھ مامور ہوئے اوس زمانہ میں دلیر خان اپنی جاگیر پر آتھے انکے نام بادشاہ نے فرمان بھیجا کہ سیوا جی کی گوشمالی مابذولت کو منظور ہے تم اپنی جاگیر سے جدا ہو کر اس محکم کی طرف روانہ ہوا اور راجہ جے سنگھ سے مل کر چودہ ہزار سواکھ اس محکم کے لیے مقرر کیے گئے اس عرصہ میں بادشاہ کے وزن کا جشن منعقد ہوا دلیر خان کو خلعت و ہاتھی بھیجا گیا قصہ حسب احکام دلیر خان اپنی جاگیر سے دکن کو روانہ ہوئے جو لشکر کہ سیوا جی کی محکم کے لیے مقرر ہوا تھا وہ ۱۹ مئی ۱۷۰۱ء سے دکن جلوس کو دار الخلافہ سے دکن کو روانہ ہوا اور ۲۴ شعبان کو اورنگ آباد دکن پہونچ گیا وہاں شاہزادہ محمد معظم جو ناظم دکن تھا اس کی خدمت میں حاضر ہوا چار روز وہاں قیام کر کے ۸ ماہ مذکور کو وہاں سے پونہ کو روانہ ہوا اور ۲۵ تاریخ کو قصبہ پونہ میں پہونچ گیا اور مہاراجہ جسونت سے حسب احکام بادشاہ کے مہاراجہ جے سنگھ نے کل سامان و اختیارات کا چارج لیا اسکے بعد وہاں کا انتظام شروع کیا گیا قطب الدین خان کو سا ہزار سوار دیکر قلعہ خیر کی طرف بھیجا گیا اور قلعہ وہ گدہ میں تھا نہ بھلا یا گیا اور تین ہزار سوار وہاں تعینات کیے گئے اور جان جان کہ غنیم کے غلبہ کا گمان تھا وہاں لشکر مقرر کیا گیا احتشام خان کو چار ہزار سوار پونہ کی عراست کے واسطے دیے گئے ان کے

حاشیہ صفحہ اقبل ۱۷۰۱ء راجہ جے سنگھ چندے از امرے تلدار و عہدہ ہے شان سپرہ مال شل دلیر خان وادہ خان زبردست تھا دراجہ جان سنگھ وراے سنگھ وغیرہ قریب چار ہزار بوندہ تقدم این خدمت تین نمود و وہاں صوبہ مخلص کر دہ۔

۱۷۰۱ء یونانی مطلع بنام دلیر خان و احتشام خان و برنے دیکر در حال چول غیشس بوندہ بغیر صد در سپوت کہ از ناجا حازم مقصد آشتہ براہ پوسندہ ۱۷۰۱ء عالمگیر نامہ

۱۷۰۱ء بہمت دلیر خان خلعت و یک غیر فیض دہراے احتشام خان خلعت مرل لشت ۱۷۰۱ء عالمگیر نامہ

کی طرف جدھر قلعے تھے جنگ فزار آئینہ کرتی ہوئی بھاگی ولیر خان اس فوج کو مارنے اور پکڑنے ہوئے دامن کوہ تک پہنچے بہت سی جماعت ولیر خان نے اور ان کے بہادروں نے قتل کر ڈالی کچھ لوگ قلعے کے حصار میں جا کر پناہ گزین ہوئے اور جو باقی تھے وہ ادھر اور دھر بھاگ گئے ولیر خان مع اپنی فوج کے پہا کی بلندی پر چڑھ گئے اور کوہ پر ایک آبادی تھی جسے وہاں کے لوگ باچی کہتے تھے اوسین آگ لگادی اور قلعے کے محاصرہ کے لیے آگے بڑھ گئے ان دنوں قلعہ میں جو لوگ محصور تھے انہوں نے توپ و تفنگ کے گولے اور بان وغیرہ کی آگ برسانا شروع کی مگر ولیر خان نے اپنی خدا داد ہمت سے اس جلتی ہوئی آگ سے اپنا قدم نہ ہٹایا اور غیر معمولی جرات سے قلعہ پورندہر کے نزدیک پہنچ گئے اور نہایت جلدی سے مورچہ باندھ دیا اسکے بعد اور بادشاہی لشکر و دروگر ولیر خان کے لشکر کی طرف آیا ولیر خان نے اپنی سپاہ اور دونوں بھتیجے غیرت خان و مظفر خان اور دوسرے افغانوں کو لیکر قلعہ رورمال کے پاس مورچہ چال باندھی اور شش خان میر آتش کو مع توپخانہ کے لیکر دونوں حصاروں کا محاصرہ شروع کیا راجہ جیسنگ دھرے روز جبکہ کہ ٹھہرے تھے وہاں سے کوئی کر کے ساسور آئے اور قلعہ سے دو کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا اور مورچے دیکھ کر اپنے قیام گاہ کو واپس گئے کمک کی خبر گیری اور دیگر اعظام میں مصروف ہوئے اس عرصہ میں احتشام خان جو نہایت کار گذار اور بہادر سردار تھے اور پونہ کے تھانہ داری پر معہ لشکر کے متعین تھے قضا کر گئے و قانع نگار نے بادشاہ کو اطلاع دی اور بجائے اون کے قباد خان پونہ کے محافظ مقرر ہوئے رات و دن شاہی لشکر اور مرہٹوں سے لڑائی برپا رہتی تھی ادھر سے بہادر بھنگی اور ادھر سے

اہل قلعہ ہٹانے کی کوشش کرتے تھے اچنکیش بن ایک برج قائم ہو رہا تھا کاجسپر
برابر گو کہ باری ہو رہی تھی ٹوٹ گیا ولیر خان اپنی فوج کو ترغیب دیکر یہ سوال کہ
اس قلعہ کے برج پر چڑھالے گئے جو لوگ کہ اس برج کی محافظت کرنے تھے وہ انکے
مقابلہ کی تاب نہ لائے اور گھبرا کر اس برج کے مقابل ایک گھبراہٹا اسکے اندر گھس گئے
ولیر خان نے اپنا جھنڈا برج کی بلندی پر گاڑ دیا محافظوں نے
پناہ مانگی اس پر دشمن چار آدمی ولیر خان کے زخمی ہوئے اور سات آدمی مخالف
کے جان سے مار کیئے اور چار شخص غنیم کے زخمی ہوئے جب راجہ جے سنگا کو یہ معلوم ہوا
تو اونھوں نے اپنے بیٹے کیرت سنگھ کو ایک بڑی جماعت راجپوتوں اور چھانوں کی
دیکر بھیجا کہ ولیر خان کے لشکر میں پہنچ کر انکے افغانوں کے ساتھ ہو کر حصار کی تسخیر
میں کوشش کرو ہر روز حصار پر جدال و قتال رہا کرتا تھا اور توپخانہ کے آلات سے
اہل قلعہ کو تنگ کیا جاتا تھا جب محافظوں نے دیکھا کہ ہم میں محافظت اور مقابلہ کی تاب
نہیں ہے تو اونھوں نے نہایت خوشامد اور عاجزی سے پناہ مانگی اور قلعہ کے باہر گر
ولیر خان کے پاس حاضر ہوئے اب یہ قلعہ فتح ہو کر بادشاہی بہادر وں
کے ہاتھ آگیا ولیر خان نے اس گروہ کے دوسرے داروں کو جو قلعہ
دار تھے خلعت دیا اور انکو مع دیگر ہمراہیوں کے راجہ کے پاس بھیج دیا راجہ
نے بھی چند شخصوں کو خلعت دیکر اور انکے بتیاری لیکر سکواں کے وطن چلے جانے کے لیے

۱۵۔ راجا بن پرمود، انھیں پرمود پر خزانہ کیج جاؤ وہ محافظان بڑی پناہ، راؤ وند ۱۱

۱۶۔ بن پرمود راؤ وند پرمود چار گیس راؤ بنیان، ولیر خان پیکر مرمی بڑی تفت و ختم آؤ ہتھ ۱۱

۱۷۔ وائزر وندھو، راؤ اقلہ بیرون آمد ولیر خان ملائی شہزادہ فرقتہ کو روک دوسرے راؤ ولیر خان خلعت، راؤ بادگیر

بھرا بانٹش پیل راجہ فرستاد ۱۱

رضعت کر دیا اس قلعہ کی فتح میں کل پچاس سوار اور تیس پیادے بادشاہی لشکر کے کام آئے اور تیس سوار اور ستر پیادے زخمی ہوئے اس فتح کے بعد داود خان کو مع چند سرداروں کے سات ہزار سوار دیکر سیواجی کے ملک کی تاراجی کے لیے بھیجا گیا قطب الدین خان نے خیر سے اور لود بخان نے ملکوں سے غرضکہ سب نے ملکر ہر طرف سے ان ڈاکوؤں کو دبایا اور انکو پریشان کیا اور انکے مویشی گرفتار کیے تاکہ سیواجی ہر طرف سے عاجز آکر پناہ مانگے اور وہ رعایا کہ تمام بدجلین اور بد طریقہ تھی گوشمالی پائے۔ بندگان خدا کو اسزنی اور غارتگری سے نہ تائے ایک ات نشان نے دوسرے قلعہ سے نکل کر بادشاہی لشکر پر چھاپہ مارا کیرت سنگھ مع اپنے لشکر کے ہوشیار تھے وہاں انکی نہ چلی رسول بیگ مع ہمراہیوں کے غافل پڑا ہوا تھا مٹھون نے اسکے ایک شخص کو ہلاک کیا اور چوہہ شخصوں کو زخمی کیا جب شور و غل کی آواز بلند ہوئی زیر دست خان اور محمود ملازم دلیر خان کا اور دلیر خان کے دوسرے افغان پونگئے اور اون سے لڑنے لگے چار آدمی مخالفت کے قتل کر ڈالے اور بہت سے مرہٹے زخمی کئے باقی اپنی جان بچا کر بھاگے اور قلعہ میں جا کر دم لیا اسکے بعد پھر ایک گروہ اسی فرقہ کا اپنے مقتولوں کی نعشیں اٹھانیکو قلعہ کی کھڑکی سے باہر آیا مگر سطر مورچہ پر دل خان اور سو بہر بندلیہ کا تھا اونھوں نے انکو بھگایا اس حقیقت میں آٹھ آدمی مخالفت کے زخمی اور چار آدمی جان سے مار گئے اور بہت سے زخم کھا کر بھاگے داود خان دراجر اسے سنگہ جو ملک کی خرابی کے لیے گئے تھے وہ ۲۱ شوال کو نو آدمی روہرہ اور

سلطنت خان از مورچہ جال خود محمود ملازم دلیر خان اپنے ازان خان شہامت نشان سیہ پتہ و بیانی را بخند و چار آدمی کشت
مستدام مقام ساخت بسیارے مجروح خستہ گزایدہ نقیہ سیف نیم جلے برآوردہ بہ شہادہ قلعہ در وقت ۱۲ بجے از میان برنی جان گشت

قلعہ راجگڑھ کے قریب پہونچنے پچاس گاؤں اور نو موزیوں کے برباد کیے اور چار موضع
 خنکے باشندے لڑنے کو آئے تھے وہ بھی خاک سیاہ کیے اور قلعہ کنواری اور قلعہ لوہ گڑھ
 وغیرہ کی طرف بھی جا کر تاخت و تاراجی کی گئی اور اس نواح کے شریر رعایا کی گوشمالی
 کر کے قریب تھبہ پونہ کے جا کر قیام کیا اور چودہ روز کے قیام کے بعد داؤد خان جب
 اس اطراف کو غراب کر چکے تو ۴۰ ذیقعدہ کو لشکر گاہ واپس آئے کچھ باغی لوہ گڑھ کی
 چوٹی پر جمع ہو کر لڑائی کو آمادہ ہوئے قطب الدین خان نے وہاں پہونچ کر خوب نکی سرکوبی
 کی کچھ قتل ہوئے اور کچھ بھاگ گئے جو لوگ کہ لشکر کی قید میں آئے وہ تعداد میں تین سو
 مرد و عورت تھے اور قریب تین ہزار کے انکے مویشی گرفتار کر کے لائے گئے قلعہ
 رورمال تو فتح ہو چکا تھا اب قلعہ پورندہ برباد تھا اور اسپر دمدمہ بنایا جاتا تھا چنانچہ
 ۲۴ ذیقعدہ کو دمدمہ بنکر تیار ہو گیا اور سفید برج کے مقابلہ میں دمدمہ پر توپخانہ لگایا گیا
 اور سپر سے لڑائی شروع ہوئی اور دھڑ سے اہل قلعہ بھی لشکر کے دفعہ کرنے پر آمادہ ہوئے
 پہلے دلیر خان کی سپاہ معہ اور بہادروں کے مورچال پر پہونچی اور انکے
 پیچھے زبردست خان برادر دلیر خان اور آتش خان داروغہ توپخانہ پہونچے اور ہنگام
 جدال و قتال کا گرم ہوا طرفین سے مار دیاڑکی خوب کوشش ہوئی اس جنگ میں دلیر خان
 کے لشکر کا ایک شخص اور راجہ جے سنگھ کا ایک عمدہ ملازم بھوبت سنگھ جو پانسو آویسوا
 سردار تھا مارا گیا اور بہت سے لوگ فریق مخالف کے مار گئے اس وقت دلیر خان
 دمدمہ کے پاس کھڑے ہوئے اپنی فوج کو تالیف جنگ کی کر رہے تھے اور آگے انکو

دلیر خان متصل دمدمہ ایسا وہ تالیف جنگ کا راز اور قیام نہیں بردکار میں کہ دمدمہ صدمات توپخانہ و برج سفید کشت و جھڑت
 بسیار اور ایستہ باران نصر کش کر پوروش کرد و دود و دھواں چاہے برج رمانیہ شروع و کاوش تین نمودند مالگیر نامہ صفحہ ۹۹

بڑھاتے تھے اور قاعدے سے لڑاتے تھے تو چنانچہ کے صدر سے سفید برج
 ٹوٹ گیا اور اوسین بہت سے سوراخ پڑ گئے اُچالت میں بہادرون نے مکر پریش
 کی اور برج سفید کے پاس پہنچنے کے مرہون نے یہ تدبیر سوچی کہ سفید برج اور سیاہ برج
 کے درمیان میں باروت بچھا دی کہ اگر بادشاہی بہادر غلبہ پا کر برج سیاہ کی طرف آئیں
 تو باروت میں آگ لگا کر او کو اور دین لیکن اُسی آدمی اُسین خود اُنکے اوڑ گئے بادشاہی
 لشکر چاہتا تھا کہ برج سیاہ بھی اسی وقت لے لیں مگر شام ہو گئی اور دونوں برجوں کے
 درمیان کچھ نشیب تھا وہاں جلتی ہوئی آگ دیکھی اس سے بیکر سفید برج کے پاس رچ
 باندھا تھا لطف برج سفید سے مجبور ہو کر ہٹ گئے اور برج سیاہ میں چلے گئے اس برج سفید
 بھی بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آ گیا اور توپیں برج سیاہ پر لگائی گئیں اور دونوں برجوں کے
 درمیان جو نشیب تھا پائٹا شرمع کیا سٹی اور پتھر سے پانچ چھ وزمین وہ نشیب پاٹ دیا
 گیا اور اسکو بلند کر کے اوپر توپیں لگا دی گئیں اور برابر اوپر گولہ باری کیجاتی تھی جس
 اس برج میں بھی سوراخ ہو گئے اہل قلعہ نے اُس برج کو مع ایک دوسرے برج کے
 جو اُنکے قریب تھا خالی کر دیا اب یہ دونوں برج بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آ گئے یہ حال
 دیکھ کر سیوا جی نے جانا کہ عنقریب قلعہ پورندہ بھی فتح ہو اچھا بتا ہے اور بہت سے عزیز
 و اقارب اور دیگر آدمی میرے اوسین جو محصور ہیں وہ سب قید ہو جائیں گے اور اسکے بعد
 راجہ جیسین میرے اہل و عیال و سامان مال ہے وہ بھی جبر و قہر سے بادشاہی بہادر
 چھین لینے اسوجہ سے اُس نے راجہ جے سنگھ کے پاس عاجزی سے آدمی بھیجا شروع کیے
 اور آخر میں ایک پنڈت جسکا وہ بہت مقصد تھا راجہ کے پاس بھیجا اور من کا مستعدی
 ہوا راجہ نے جواب دیا کہ اگر وہ راستی و عاجزی سے بے ہتیار مجرموں کی طرح یہاں آئے

تو امان دیکھائی، ذی الحجہ کو سیوا جی مع چند آدمیوں کے جسطریقہ سے کہ اقامت قرار پائی تھا
 راجگڑھ سے روانہ ہوا۔ راجہ کے پاس یہ خبر رات کو پہونچ گئی کہ کل سیوا جی آئے خواہے
 راجہ نے علی الصباح دلیر خان سے جو عرصہ کارزار میں پیش قدم اور حصار کے
 بہت قریب پہونچ گئے تھے یہ کہلا بھیجا کہ آج کوشش بلع کر کے لگے بڑھانا چاہیے
 دلیر خان نے اس وقت زیادہ اہتمام شروع کیا اور دشمن کو مارتے ہوئے آگے بڑھ گئے
 دشمن یہ حال دیکھ کر تمام حصار سے نکل پڑے اور بادشاہی فرج کے ہنائیلی کوشش
 کرنے لگے دلیر خان نے ایسے متواتر حملے کیے کہ انکو پسپا کرتے ہوئے قلعہ کے
 دروازہ کے پاس ہٹا لیکے اور ساٹھ آدمی تلوار سے قتل کیے گئے اور
 اور بہت سے زخمی ہوئے اس ہنگامہ میں کچھ آدمی دلیر خان کے
 بھی زخمی ہوئے اور کچھ کام آئے اس وقت راجہ کا لڑکا کیرت سنگھ بھی دلیر خان کے
 ساتھ تھا اسکے آدمی بھی کچھ زخمی ہوئے اور کچھ کام آئے اس حال میں کہ ہنگامہ
 جدال و قتال کا گرم تھا راجہ ہر ساعت خبر منگاتا تھا کہ لڑائی کس انتہ تک پہونچی اتنے
 میں خبر خیر لائے کہ سیوا جی موضع سیوا پور میں آگیا ہے وہاں سے سرفراز خان تھانڈا

سیوا جی نے جو بڑے جدوجہد کوشش کا طلب کیا گاہ گشتہ دست کہ غریب حصن پور نہر کہ سیوا سے ازا قریا و مردم کاری اور ان
 محصور پور نہر سفر خواہ گشت برا جہ طرح ہشتی انداختہ۔ راجہ یہ دلیر خان کہ از پیش قدمان عرصہ پکارا بود نہ وسیلہ آسا بھما
 بسیار نزدیک سیدہ بود پیغام نمود کہ مورچال خود پیشتر بردہ تیر و پوشش بر حصار قائمید خان مذکور بھوہ ہستام
 بلع شروع و پیش برد کار کردہ از شاہدہ ایخال مقبوران جمعیت تمام از حصار بیرون آمدہ برجمہ اخفت پر ختم
 بسیار زان فیروزند بجلد با سے متواتر دلیرانہ آن جسارت نشان را از پیش رواندہ بدو از قلعہ رسانیدند و
 بردے مردانہ رو سے دادہ قریب شصت تن از اعدایغیر فلکی ایران دشمنین کمر از ہوا سے ہستی پر داختند
 و بسیار سے مجروح گشتند و چند از تابانیان راجہ دلیر خان و کیرت سنگھ چہرہ مردی جنگلگندہ زخم آہستہ معہ دو کجانی سپردی
 در را مجودیت و با اختہ انتخاب مامرا لہاماد عالمگیر نامہ ۱۰۹۔

کے ہمراہ جو وہاں تعینات تھے یہاں آ رہے تھے۔ راجہ جے سنگھ نے اپنے منشی
 اودیراج کو جو نہایت معتمد تھا مدد کرکے سین کپواہہ کے بھیجا کہ تم آگے بڑھ کر سیوا جی
 کا استقبال کرنا اور یہ پیام کہنا کہ اگر تم اپنے جان و مال و آبرو کی امن چاہتے ہو تو کل
 قلعہ بادشاہی لشکر کے سپرد کر دو اور ہیش فرمانبرداری کرتے رہو تو آؤ ورنہ کچھ کام
 تمہارا یہاں آئیکا نہیں ہے اودیراج کے پیام کے جواب میں سیوا جی نے کہا کہ یہاں
 ابک میں آگیا ہوں جو دو لتھو ہی اور بندگی کا مقصدا ہو گا وہ ہی عمل میں لاؤنگا۔ اتنے
 میں وہ راجہ کے لشکر کے قریب آگیا راجہ نے جانی بیگ بخشی فوج کو حکم دیا
 کہ تم جا کر اسکو خیمہ میں لاؤ جب وہ خیمہ میں آیا راجہ جے سنگھ نے اوس سے ملاقات
 کی معافہ کیا سیوا جی نے بہت عاجزی و خوشامد سے کہا کہ میں معافی کی ایسی سپر
 بہت سے قلعہ نذر کرتا ہوں راجہ نے یہ سنکر اسکو جان و مال کی امان دی اور
 غازی بیگ میر توڑک کو اشارہ کیا کہ سیوا جی کا آدمی لیا کر دلیر خان سے کہو
 کہ سیوا جی نے اپنی خوش نصیبی سے فرمانبرداری و اطاعت بادشاہ کی قبول
 کر لی ہے اسکو امان دینا چاہیے اور جو لوگ قلعہ میں مصور ہیں انکی جان سے بھترس
 ہونا چاہیے غازی بیگ نے یہ پیام دلیر خان کو پہنچایا اور سیوا جی کے آدمی
 نے حصار کے دروازہ پر جا کر اہل قلعہ کو خوشخبری سنائی کہ تم بے کشکے قلعہ سے کھلاؤ
 اونھوں نے یہ خبر سنکر دوبارہ زندگی پائی اور ایک رات کی مہلت چاہی سیوا جی چونکہ
 جریدہ طور پر تنہا آیا تھا راجہ نے اسکو اپنے دائرہ میں ٹھہرایا اور بہت خاطر کی دوسرے
 روز بموجب امر قرارداد کے سات ہزار آدمی قلعہ سے باہر نکلے جنہیں چار ہزار جنگی
 آدمی تھے جب یہ جماعت باہر آئی تو بادشاہی آدمیوں نے قلعہ میں جا کر قبضہ کیا

سید محمد جواد جو دیوان بیوتات لشکر کا تھا اس نے قلعہ تین جاگیر ہر طرح کے ذخیرے اور ہتھیار اور توپخانہ اور دیگر سامان جواد میں موجود تھا ضبط کیا سیوا جی نے پانچ قلعے اور اسی روز موسومہ لوہ گڑھ۔ ایسا گڑھ۔ پنگی۔ تلوہ۔ روہیرہ بادشاہی پیشکش میں نذر کیے اور ان قلعوں کے انتظام و قبضہ کے لیے بعض افسر فوج کے بھیجے گئے ابھی چونکہ قلعہ پر سے دلیر خان نے محاصرہ نہیں اٹھایا تھا راجہ سینگھ نے سیوا جی کو راجہ راسے سنگھ کے ساتھ کر کے دلیر خان کے پاس بھیجا ان کے پاس جا کر ملاقات کر وجہ سیوا جی دلیر خان کے پاس آئے تو دلیر خان نے ان سے ملاقات کی اور اس کے بعد دو گھوڑے عزنی معہ ساز مرصع طلائی اور تلوار و جہر ہر معہ ساز مرصع اور دو خلعت نو نو یارچہ کے جس میں نہایت نفیس و بیش بہا ٹکڑے تھے سیوا جی کو عنایت کی۔ اس کے بعد دلیر خان سیوا جی کو اپنے ہمراہ راجہ کے پاس لائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر راجہ کے سپرد کیا راجہ نے بھی سیوا جی کو خلعت و گھوڑا جینہ پانچی بخشا۔

دلیر خان کے اس واقعہ کو علامی مولوی شبلی صاحب نے بھی اپنے پرچہ النودہ میں جو اورنگ زیب کی بے تعصبی کے بیان میں ہے لکھا ہے اور وہ چھپکر شائع ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ سیوا جی میں دلیر خان ہراول فوج تھے اور راجہ جے سنگھ سربراہ تھے بعد مصالحت کے راجہ نے دلیر خان سے محاصرہ کے اٹھانے کے متعلق پیام کیا

لیخچون دلیر خان ہنوز بہاے صدار اقامت اشت راجہ شواراز نذر خانہ کور فرستاد و ادب و ملاقات و درمیر سیوا جی و اوراق مبارک مرصع و منقوزانہ فائیل نقشہ اور ادودہ رخصت نمود نذر راجہ آوردہ دست او گرفتہ سپرد راجہ نمود در راجہ خیر خلعت مسہ صید و قبل بخشد از سر نو محمد دیمان جان آوردہ اقامت بخشید و رازد از بختہ کاری ساقی بفرستہ باز کرد گفت بے برق خدمت خوانم کرد مسو ۴۴ شہنشاہ نامہ -

اور سیوا جی کو دلیر خان کے پاس بھیجا دلیر خان نے سیوا جی کو دو عزنی گھوڑے اور تلوار
و جہر عنایت کیے اور اسکا ہاتھ راجہ کے ہاتھ میں دیا اور اس کے کمر میں تلوار اپنے
ہاتھ سے باندھی مگر اس نے ایک ساعت بچتہ کار سے باند بکرتلوار خانہ موصوف کے آگے
رکھ دی کہ میں بے ہتیار خد شگنہ اری کرؤنگا۔

یہی بیان تالنج ہندوستان میں شمس اعلا مولوی ذکا، اللہ صاحب دہلوی کا بھی ہے
القصہ جب سیوا جی نے راجہ کی بہت منت و سماجت کی تو راجہ نے بھی اسکو بہت
نصیحت کی اور بادشاہ کی خدمت میں اسکی فرمانبرداری کی اطلاع دی اور اس کے
لیئے خلعت کی سفارش کی راجہ کی سعی سے اس کے لیے خلعت اور معافی تقصیرات کا
فرمان گزربردار کے ہاتھ بارگاہ شاہی سے بھیجا گیا اور راجہ نے سیوا جی کو وہ نہایت
عنایت کے ساتھ چھنایا اور یلغنامہ کے یہ شرائط طے پائے کہ منجملہ منتیں قلعوں کے جو سیوا
جی نے ولایت نظام الملکیہ سے اپنے قبضہ میں کر لیے ہیں تیس قلعے بادشاہ کے بند کرے
اور قریب دس لاکھ ہون کے جسکا چالیس لاکھ روپیہ حاصل ہو اس قدر ملک بھی شاہی
آدمیوں کے سپرد کرے اور بارہ قلعے جن کے متعلق ایک لاکھ ہون ہو اتنی آمدنی کا ملک
اپنے قبضہ و تصرف میں رکھے اور اسکا بیٹا سنبھاجی جو آٹھ سال کا تھا ملازم شاہی ہو کر راجہ
کے ہمراہ رہے اور جب کوئی مهم اس حدود میں پیش آئے تو اس میں مدد کرے غرض کہ
سنبھاجی اسکا بیٹا خجڑاری منصب دار و زمین منسوب کیا گیا اس کے بعد راجہ نے سیوا جی کو
رحمت کیا اور دو گھوڑے مع ساز مرع اور ایک تہنی عنایت کی تفصیل قلعجات منقو
کی جو سیوا جی نے بادشاہی آدمیوں کو دیے تھے یہ ہے۔ پورندھر رُودر مال سنگھ
کھنڈ کلا ٹوہ گدہ۔ ایسا گدہ چمکی۔ ٹکونہ۔ روہیرہ۔ ناردرک۔ ٹاٹھولی۔ بھندارورک۔

پس کھول۔ روپ گڈہ۔ بکڈ گڈہ۔ مورخین۔ مانک گڈہ۔ سروپ گڈہ۔ ساکر گڈہ۔ مرک گڈہ۔
انکوٹہ۔ سون گڈہ۔ مان گڈہ۔

اسکے بعد پھر ایک باریسیواجی راجکڈہ سے بے ہتیار بطور مجرمون کے آئے راجہ
نے تلوار و جہر ہر معہ ساز مرصع کے دیکر انکو ہتیار باندھنے کی اجازت دی ۱۹ ذی الحجہ کو
قلعہ پورندہ ہر کی فتح اور سیواجی کے آنے کی خبر راجہ کی عرضداشت سے بادشاہ کے
ساعت میں آئی مٹھی اسوقت فتح کے شادیانے بجائے گئے تھے اور راجہ کو اور
عمدہ بخش دلیر خان کو خلعت بھیجا گیا اور ایک ہزار سوار دلیر خان
کے دو سپہ سہ سپہ مقرر کیے گئے اور اصل منصب پنخزاری
پنہزار سوار کا تھا منجملہ انکے دو ہزار سوار دو سپہ سہ سپہ مقرر ہوئے
اور چند سرداروں کے لیے بھی خلعت ارسال ہوئے جنکے نام داؤد خان اور راجہ رسلنگ
و کیرت سنگھ ہیں۔

شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ اس فتح کے سلسلہ میں دلیر خان اور انکے ہمراہین کا نایان اضافہ
بادشاہ نے فرمایا اور بعد بغاوت خابنہان و ذی کے شاہجہان بادشاہ نے کسی افغان
کو پنخزاری منصب پر سرفراز نہ فرمایا مگر صرف دلیر خان اس منصب پر سرفراز ہوئے
اور باعث فخر قوم کے ہوئے۔

۱۷۷۱ء میں آجپیش مسودہ دلیر خان پر محنت خلعت قاسم سیال فرارخت لکھڑا سوار تانیاں دلیر خان دو سپہ سہ سپہ
مقرر شد کہ شیش اڑھل اضافہ پنخزاری پنخزار سوار بود از انجملہ دو ہزار سوار دو سپہ سہ سپہ باشند صفحہ ۷۹۔ عالمگیر نامہ
دلیر خان ہمارا مان او اضافہ نایان عطا فرمود بعد از استیصال خابنہان لودی علی حضرت افغانہ را منصب پنخزاری پر سرفراز
فرمودہ بود کہ دلیر خان ابی مراتب خان کرد اندھ و باعث فخر قوم گردید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۷۹۔ ۳۴۳ تا ۳۴۴ عمده شہم نانی لکھا

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکا، اللہ صاحب اپنی تانیخ ہندوستان کے صفحہ ۲۳
 ملکوت عالمگیر میں لکھتے ہیں کہ کرنل ڈف صاحب تانیخ میرٹھ میں رقمطراز ہیں کہ کوہ
 پورندہ ہر کا سب سے بلند مقام جو سترہ سو فٹ نیچے سطح سے بلند ہے اس پر دو قلعے
 تھے دلیر خان نے ایک برج اوڑا کر قلعہ لے لیا محصور وں نے قلعہ سے باہر آکر
 حملے کیے مگر آخر کو اپنی پناہ گاہ میں مقیم ہو گئے اور جب محصورین اوپر جا رہے تھے
 لشکر شاہی نے قلعہ کے نیچے جا کر اونکے گھر و نکو تاراج کر دیا اس وقت مرہٹے اپنے
 سردار کو لیکر مغلوں پر حملہ آور ہوئے اور اونکو مارا اور پہاڑ سے نیچے اوتارا اس وقت
 دلیر خان ہاتھی پر بیٹھے ہوئے اپنے آدمیوں کو دیکھ رہے
 تھے کہ کس طرح قدم اٹھاتے ہیں جب اونہوں نے اپنے آدمیوں کو ہتھے ہوئے
 دیکھا تو دلیر خان نے اپنی کمان کو خمیدہ کر کے پھانٹا تو نکو اپنے
 پاس بلایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا اور بھاگنے والوں کو لٹکا اور
 اپنا ہاتھی آگے بڑھایا محصورین مغرور ہو کر دلیر خان کے آدمیوں کے قریب آ گئے
 اور سخت کوشاں بھی اونکی تلوار سے چکرے مگر دلیر خان نے اونکے
 سردار کو اپنے تیر کا نشانہ بنا کر مار ڈالا سردار کے مرنے
 ہی مرہٹے ایسے بھاگے کہ اونہوں نے قلعہ بالا پر جا کر دم لیا اور لشکر شاہی نے نیچے
 کا قلعہ لے لیا محصورین ایسے تنگ ہوئے کہ اونہوں نے سیوا جی کو اطلاع دی
 کہ اب ہم قلعہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔

غانی خان لکھتے ہیں کہ پانچ مہینہ تک لشکر شاہی کو مقابلہ و محاربہ سے آرام نہ ملی یہاں
 کہ سیوا پور وغیرہ کی آبادی کا نشان نہ چھوڑا مگر عجز و انکساری کی وجہ سے سیوا جی کو

معافی دیکھی اوسنے اپنا بیٹا خدمت کے لیے دیا اور دار الخلافت دہلی میں حاضر ہونے کے لیے سال بھر کی مہلت مانگی۔ دوسرے روز سیواجی دلیر خان سے ملنے گیا جو پورندہ صحر کے محاصرہ میں مصروف تھے چونکہ وہ اس وقت کی صلح میں شریک نہ تھے اس لیے خان ظفر مند سیواجی پر خفا ہوئے اور اسکو دہمکایا کہ جب تک میں ایک ایک آدمی مار نہ لوں گا پورندہ صحر کے قلعہ کا چھپنا نہ چھوڑو گا مگر انکو یہ خالی دہمکی دینا منظور تھی سیواجی نے خود کنبیان دلیر خان کے حوالہ کر دین اور کہا کہ میرے قلعے اور ملک آپ ہی کے ہیں میں تقصیر کی معافی چاہتا ہوں تجربہ نے مجھے بتلادیا کہ ایسی سپاہ سے جتنے سپاہیوں سے اورنگ زیب کو فخر ہوا لڑنا بیوقوفی ہے مجھے امید ہے کہ میں بادشاہی ملازمین میں داخل ہوں گا۔

تاریخ ہندوستان میں ہے کہ مرہٹوں کی ناگمانی تاحث اور نمایان دستبرد اور تاریک باتوں کے شبخون سے اور دشوارز استون کے بند کرنے سے اور ہرے بھرے جنگلون کے جلانے سے لشکر اسلام کی راہ بند ہوئی اور بہت دقت پیش آئی اکثر لشکر بادشاہی کے آدمی اور بہت سے چوپائے تلف ہوئے مگر آخر کار دشمن بیشمار مارے گئے اور مرہٹوں نے راہ فرار اختیار کی مرہٹوں نے اپنے امکان بھر کوئی ڈاکو انہ ہتھکنڈے اوٹھانے کھے مگر دلیر خان کی بے روک تلوار نے ان کے ٹکڑے کر دیے اور ان کی ایک نہ چلنے دی ورنہ انھوں نے بڑے بڑے سرداروں کو دھوکہ اور سخت حملوں سے مجبور کر دیا تھا یہ دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور سخت ہاتھ کا اثر تھا کہ اوسنے مرہٹوں کو سرنہ اوٹھانے دیا اس مهم کی فتح کے بعد عرصہ تک سیواجی بادشاہ اورنگ زیب کا مطیع رہا اور بجا پور کے محاصرہ میں بادشاہی لشکر کی طرف سے خوب لڑا مگر وہ اپنی عادت

اور لوٹ کی چاٹ سے مجبور تھا حاجیوں کے کوٹنے کے بعد پھر اسکی گوشمالی کی ضرورت ہوئی تو پھر دلیر خان بادشاہ کی طرف سے بھیجے گئے جسکی سرگزشت بالترتیب مسلمہ جلوس میں لکھی جائیگی بالفعل سلسلہ وار حالات لکھنا ہین انگریزی مورخ عالمگیر اول سیواجی کے معاملات کو اسطرچ بیان کرتے ہین کہ عالمگیر سیواجی کو تھاڑتا موش کو ہی کہا کرتا تھا مگر دبی ملی چوہے سے کان کترواتی ہے جس سے اس کو ہی موش کے پکڑنے میں اتنی دیر لگی تو اسکو اپنی عادت کے موافق افسر و پیر شہ پیر اہل خود دکن جانہین سکتا تھا سلطنت کو غضب کیا تھا باپ زندہ تھا صوبہ دکن میں شاہزادہ جو ناظم تھا اس خیال سے کہ اسکی جماعت زیادہ نہ ہو جائے لشکر دیتا نہ تھا اسلیے اسنے اپنی کثیر سپاہ اور سپہ سالاروں کو روانہ کیا جنہین ایک راجپوت جے سنگا اور دوسرا **افغان دلیر خان** تھے یہ دونوں پہلے داراشکوہ کے طرفدار ہو کر لڑ چکے تھے اسلیے وہ انکا پورا اعتبار نہین کرتا تھا اسنے ان دونوں کو بہت دوردکن میں محبوس جان بادشاہ کے جاننے والے بہت تھے اور ان دونوں کے داخلکار کم تھے اور دلیر خان کی قوم کے افغان بادشاہ کے ملازم بہت تھے انکے بھکانے سے انکے پکڑنیکا خوف بھی کم ہو گیا۔

اس بیان کی صداقت پر مسلمانوں کی تاریخین شہادت نہین تھیں مگر اسوجہ سے کہ ان معاملہ میں یہ اختلاف بھی مشہور ہوا ہے لکھنا مناسب سمجھا گیا۔

نواب شیر خان کا ملک جیالپور کو جا کر تسلیم کرنا

جب دلیر خان سیوا جی کی مہم سر کر چکے تو بادشاہی حکم پہنچا کہ مابدولت کو والی جیالپور کی گوشمالی منظور ہے تم جا کر ولایت جیالپور کی تاراج کر ڈالو۔ والی جیالپور سے بادشاہی مخالفت کی یہ وجہ تھی کہ اس نے حسب معاہدہ ایک کروڑ روپیہ شیکش کاجو اس سے چاہیے تھا نہیں ادا کیا شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت میں جب اورنگ زیب صبح بہ دکن کا ناظم تھا اور ملک جیالپور میں طایلت الملوکی سے نہایت لڑائی چلی ہوئی تھی تو اورنگ زیب نے جیالپور پر لشکر کشی کر کے قلعہ بیدار اور قلعہ کلیان فتح کر لیے تھے اور قریب تھا کہ ولایت جیالپور پر بھی قبضہ کر لیتا کہ عادل شاہ نے مدت و عاجزی کر کے ایک کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کیا اورنگ زیب نے جان و مال اور نام و ناموس کا احسان رکھ کر اپنا لشکر اس کے ملک سے ہٹا لیا اور خود اورنگ آباد چلا آیا اس کے بعد شاہجہان بادشاہ کے حالات کا اطمینان ہوا اورنگ زیب تخت و تاج کے لئے دکن سے دار السلطنت کو چلا آیا اور ایک عرصہ دراز تک مدعیان سلطنت کے ساتھ جنگ و جدال کرتا رہا اس وجہ سے والی جیالپور کو عرصہ تک آزادی کا موقع مل گیا اور زر معاہدہ کے ادا کرنے میں تاہل دے یہ روایتی کرنے لگا جب بادشاہی فرمان تاکید کا جاتا وہ جیالپور میں بنانا جالانکہ سلاطین سلف کے اندوختہ اس کے پاس جمع تھے مگر وہ اپنے ناواری کے عذرات لکھتا تھا ان سب باتوں کے ساتھ جب سیوا جی نے اس کے ملک پر غلبہ پایا اور چند قلعے چھین لیے جن میں قلعہ نیالہ کہ بہت بڑا قلعہ اس ملک کا تھا وہ بھی لے لیا تو عادل شاہ بہت گھبرایا اور اس نے اورنگ زیب کو عرضی نہایت خوشامدو

عاجزی سے لکھی اور سابق و حال کے پیشکش کے ادا کرنے کا وعدہ کیا چنانچہ اورنگزیب نے سیوا جی کی تنبیہ و تادیب کے لیے فوج فاہرہ بھیجی اور اسکی ایسی گوشمالی کی کہ اُسے پناہ مانگی اور دالی بجا پور اُسکے پنجہ ظلم سے محفوظ رہا ان سب احسانات کے ساتھ دالی بجا پور نے مکر و شہرات سے ہاتھ کوتاہ نہ کیا سیوا جی کی لڑائی کے وقت جب اورنگزیب نے عادل شاہ کو لکھا کہ ایک طرف سے بادشاہی لشکر سیوا جی کے اتصال میں کوشش کرے اور دوسری طرف سے بجا پور کا لشکر اسکا قلعہ فتح کرے عادل شاہ نے بظاہر بادشاہ کے حکم سے کچھ اپنا لشکر سیوا جی کے حدود میں تعین کیا جس سے بادشاہ کی اطاعت ثابت ہو لیکن باطن میں وہ یہ سمجھتا تھا کہ سیوا جی کے فساد کا ٹٹنا میری خرابی حال کا مقدمہ بنے گا وہ یہی چاہتا تھا کہ لشکر شاہی اور اہل بجا پور کے درمیان میں سیوا جی حائل رہے اسلئے مصلحت کار کے لیے سیوا جی کے پاس دلی موافقت کے نامہ و پیام بھیجے اور اسکے ساتھ ہمدستان ہو کر اسکی مدد کی ذرہ نقد اور رسد اسکے پاس بھیجی اور قطب الملک دالی کو لکھنڈہ حیدر آباد کو اسکی ملک کے لیے آمادہ کیا لیکن ان سب جوڑ توڑ کے ساتھ بادشاہ دہلی کو عرضیان برا بھیجتا رہا اور اپنا رسوخ جتنا تاراج بادشاہ کو اسکے مکر کا یہ سب حال معلوم ہوا اور سیوا جی کی ہم سے لشکر فراغ ہوا تو راجہ جے سنگھ اور ولیر خان کو حکم بھیجا کہ بعد بند و بست قلعہات مفتوحہ اور ولایت سیوا جی کے تم بجا پور جا کر وہاں کا محاصرہ کرو اور خاص بجا پور کے پاس قلعہ تک پہنچ کر کوئی دقیقہ اس ملک کی خرابی اور بربادی میں اوٹھانہ رکھو تاکہ عادل شاہ اپنی تفسیرات کی اچھی طرح سزا پا کر خواب غفلت سے بیدار ہو۔

القسمۃ ۳ ہادی الاول شہج کو بادشاہی لشکر قلعہ پورندہر سے کوچ کر کے بجا پور
کی طرف روانہ ہوا راجہ جے سنگھ کے پاس قریب بارہ ہزار کے سوار تھے اور سیواچی
بھی ہو جب اپنے معاہدہ کے کہ جب کوئی ہم ہوگی بادشاہی لشکر کے ساتھ رہو گا
ساتھ ہوا سیواچی کی فوج کی تعداد ایک ہزار پانسو سوار اور سات ہزار پیادے
تھے لشکر کے مقدمہ بجیش دلیر خان تھے دلیر خان کے تابع قریب سات ہزار
سوار کے تھے جنہیں انکے بھائی بند افغان اور دیگر اہل لشکر و سردار تھے افغانوین
زبردست خان لودی خان دلاور خان سرفراز خان غالب خان قباد خان پردل خان
جان نثار خان فتح جنگ خان حسن خان عبدالرسول خان قطب الدین خان ہلال خان
وغیرہ اور انکے بھتیجے پسران بہادر خان بھی تھے دوسرے سردار وین و تاجی
رستم راؤ سید نجابت پور نعل بندیلہ نرسنگہ کو بہتر بھوج چوہان آتش خان دار و سنہ
تو پچانہ معہ پانسو برق انداز کے موجود تھے بادشاہی منشی دلیر خان کی تعریف میں
یہ لکھتا ہے کہ ہر اول فوج دلیر خان تھے جنہیں دلیری و شجاعت کا جو ہر حکمتا بھت
ایک طرف فوج کا حصہ داؤد خان کے ہاتھ میں دیا گیا اور دین جان فوج کے سردار
فتح جنگ خان جو دلیر خان کے عزیز تھے کیے گئے۔

سیطرح لشکر کے دوسرے حصہ انکے اور نامور افسر مقرر کیے گئے دو منزلیں بادشاہی
لشکر نے لے لی تھیں کہ ابو محمد جو بہلول خان کانیرہ تھا اور عادشاہ والی بجا پور کا ایک
نامی سردار تھا اپنے لشکر سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر میں چلا آیا راجہ جے سنگھ نے
اسکو خلعت دیا اور بادشاہ نے یہ خبر سنکر اسکو پنجہزاری چار ہزار سوار کا منصب عطا کیا

۱۰۸ دہرگر دگی ہر اول جو دلیری و شجاعت دلیر خان منوط گشتہ ۹۰۹ عالمگیر نامہ

اور خلعت بھیجا، جمادی الاخر کو جب قلعہ ملین جو سرحد چچا پور پر ہے اور دس کوس رہا تو سیوا جی کے لشکر کا سردار نیتا جی معہ لشکر کے اس قلعہ کی تسخیر کو بادشاہی لشکر سے بھیجا گیا۔ خانی خان لکھتا ہے کہ لشکر کی موجودات سے معلوم ہوا کہ قلعہ ملین ہزار سوار تملی اور پچیس ہزار سوار موجودی تھے نیتا جی لشکر کے ساتھ جب اس قلعہ کے نیچے آیا تو اہل قلعہ نے خوف کے غلبہ سے قلعہ خالی کر دیا اور سب لوگ بھاگ گئے اور وہاں کا ایک زمیندار حاضر ہوا اور مورد عنایت ہوا بعدہ قلعہ مذکور پر شاہی محافظ مقرر کیے گئے اسکے بعد نیتا جی قلعہ منگل سیدھ کی فتح کو بھیجا آیا یہ قلعہ چچا پور سے سولہ کوس تھا اور سیوا جی کو قلعہ ناتھورہ کی فتح کے لیے جو سات کوس قلعہ ملین سے تھا بھیجا گیا اس قلعہ کے رہنے والے بھی خوف سے قلعہ خالی کر کے چلے گئے اور وہ بھی بادشاہی آدمیوں کے قبضہ میں آ گیا۔

بادشاہی لشکر ہر روز صفین آراستہ کر کے بری شان و شوکت سے منزلین طے کرتا ہوا آگے بڑھتا جاتا تھا قلعہ کمان بھی اسی سرحد پر تھا وہ بھی قبضہ میں آ گیا اور قلعہ منگل سیدھ جو نہایت پرانا اور وہاں کا مشہور قلعہ تھا نہایت بلند اور خندق میں تھی تھر چونہ سے تعمیر کیا گیا تھا وہ بھی فتح ہو کر ماتمہ آ گیا۔ ۲۵ تاریخ کو اثنائے راہ میں مخالفت کے قراول دو سے نمودار ہوئے اور رات کے وقت لشکر کے قریب حسب عادت چند بان چھوڑ کر چونکہ بادشاہی بہادر اپنے مورچہ میں مستعد اور ہوشیار بیٹھے تھے سوار ہوئے اور ان کو دفع کر دیا۔ اس عرصہ میں جاسوس خبر لائے کہ پانچ کوس پر یہاں سے نعیم کا ایک بڑا لشکر پڑا ہوا ہے راجہ نے دوسرے روز اوجھلہ مقام کیا ولیر خان معہ راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خان قباد خان کیرت سنگھ فتح جنگ خان کے اوس گروہ کی تنبیہ کے

لیے روانہ ہوئے مخالفین انکے آئینکی خبر سنکر فرار کر گئے بادشاہی لشکر جب وہاں پہنچا تو میدان خالی پایا مگر انکے نشان کے پیچھے لشکر آگے بڑھا دیکھا کہ ایک فوج عظیم جبین بارہ ہزار سوار تھے اور اسکے سردار شہزادہ ممدوی و ابوالمحمد وغیرہ تھے صف بستہ نمودار ہوئے یہ دیکھتے ہی فوراً دلیر خان جھپٹے اور انکے سردار سپہرہ خٹکے اور کلا شجاعت سے انکو تلوار سے ٹکڑے کرنے لگے اور میدان جنگ کو انکے خون سے زین کر دیا دشمن انکے مقابلہ کی تاب نہ لائے اور منہ پھیر کر نوک دم بھگتے بعد وہ اپنی عادت کے موافق قزاقی اور چھاپہ وغیرہ کے موقع ڈھونڈنے لگے۔ اب مخالفین کی فوج چار حصوں پر تقسیم ہو گئی ایک فوج کے ٹکڑے نے بادشاہی قزاقوں پر حملہ کیا مگر بازی نہ لگیا اس زد و کوب میں یاقوت حبشی جو ایک نامی سردار ان سپہ باطنو کا تھا مارا گیا اور سپہرہ آدمی اور بھی مخالفین کے کام آئے اور سپہرہ علم گھوڑے ہتھیار مخالفین کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے اور اس جنگ میں دلیر خان اور دیگر

۱۵ شہزاد خان ممدوی و آزدہ ہزار پیادہ کرناٹکی شہزادہ بہر فوج سابق پکا پور پوسٹ اطراف فوج ہراول فرو گزشتہ و جلوریز نامند سیلاب کو دیا بر فوج بادشاہی زدند دلیر خان شیر نرود و مقابل آئنا استقامت و زیدہ پہلہ ہائے پیادے رستم شہزادہ خانراہز میت دادہ و سوار و پیادہ بسیار از ہر دو طرفت بعرض تلفت آمدند ۱۲ صفحہ ۳۱ تاریخ محمد ہاشم و خانی خان۔

۱۶ مجرودین فوج اعادے دلیر خان و راجد اسٹکد کیرت سنگد کہ در بین و بیار آن خان شہامت شکار بدند نیز دے شجاعت و دلیری جلوریز نر بر مخالفان تاقند و مصصام انتقام و تھ کین بون آن مخدولان ادبار آئین را نگین ساختند مقابہ تیرہ روز خیرہ و ہمشاہدہ خیر دے بازوے سطوت و جلاوت بہادران شہامت خودے تاب شہادت در خود ندیدہ روے ہر میت از عرصہ نبرد تاقند ۱۳ عالمگیر نامہ

۱۷ دلیر خان و دیگر بہادران کا رطلب پکا راجہ ہر سو بازوے جلاوت کشودہ باعداد را آؤختند و حملات ستوار پر آئنا پیوہہ ضربت آبدار و شانی آتشبار گرد ما از روزگار شان ایگفتند۔

بادشاہی بہادر و ن نے ایسے محلے دشمنوں پر کیے کہ ان کو تلوار و نیز و سپر رکھ لیا اور ہلاک کر دیا و لیر خان جس طرف اپنی کمال دلیری و دہدہ سے رخ کرتے تھے اوس طرف دم بھر میں غلبہ کے جھنڈے کھڑے کر دیتے تھے اور ان کی جمیعت کو منتشر کر دیتے تھے غرض کہ اک بڑی جنگ کے بعد مخالف بھاگ گئے اور جب دن آخر ہو گیا اور بادشاہی لشکر چھ کوس تک جنگ جدال کرتا ہوا مسافت طے کر چکا تو اس کے بعد سردار و ن نے دشمنوں کا تعاقب کرنا مناسب سمجھا اور اپنے لشکر گاہ کو واپس آ کر جب مخالف بادشاہی لشکر کی واپسی پر مطلع ہوئے تو چار و نظروں سے اکٹھا ہوئے اور جیسا کہ شیوہ دکنیوں کا تھا بادشاہی لشکر کے دو جانب سے نمودار ہوئے اور شوخی کرنے لگے پہلے چند بان شاہی فوج پر ڈالے اب لشکر بادشاہی نے اون پر بھی حملہ کیا تو ان کا سپر نہ چاہا بادشاہی بہادر و ن نے اپنی باگ اس طرف سے موڑی جب مخالفین نے نیتاجی پر ہجوم کیا اس وقت کیرت سنگھ و فتح جنگ خان اس کی مدد کو پہونچ گئے اور نہایت شایستہ کاروائی کی اور مخالفوں کو دفع کر دیا اس ہنگامہ میں جادون کیلانی جو عہدہ سردار غنیم کا تھا مارا گیا اور بادشاہی لشکر کے بھی چند آدمی کام آئے دوسری بار دشمنوں نے راجہ لہ سنگھ پر حملہ کیا مگر قطب الدین خان و کیرت سنگھ مدد کو پہونچ گئے اور وہ بھاگ گئے شام کی وقت و لیر خان معہ اپنی فوج کے لشکر گاہ کو آ گئے اسی تاریخ کو قلعہ دارنگل سیدہ کے نوشتہ سے معلوم ہوا کہ سرفراز خان جو وہان کے فوجدار تھے چھ ہزار سوار غنیم کے اونپر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے تھوڑی سی عساکر خصوصاً دیر خان کو روئے صولت و دیرری ہر طرف کہ می آور دو دم لو اے غلبہ و سیتلای افرخت و سلک جمیعت دشمنان را متفرق و پراگندہ می ساخت با کھلہ بعد از تردد بسیار و آویزش بیشمار مخالفان مردود رہ کر اسے فرار شدہ ہونہ ۹۹۳ سال گریز نامہ

سے مقابلہ کیا اور نہایت دلیرانہ و مردانہ لڑائی لڑے اور جانتک جات بہادی
 کی انتہائی ظاہر کی آخر کار معہ اپنے ساتھیوں کے زخمی ہو کر ہلاک ہو گئے مگر منہ موڑا
 غرہ رجب کو یہ خبر سنی کہ غنیم کی فوج نہایت جلدی سے آرہی ہے راجہ جے سنگھ
 و دلیر خان مقابلہ کو روانہ ہوئے آدھ کو س لشکر شاہی گیا تھا کہ دشمن کے لشکر کی
 سیاہی نمودار ہوئی ابوالحسنزہرہ پتھر اور سرزہرہ مہدی اور نیرہ ہلہل اور خواص وغیرہ معہ
 دوسرے سرداروں کے ایک فوج عظیم لیے ہوئے آرہے تھے جب مخالف نے ایک
 آئے تو اپنے دستور کے بموجب متفرق ہو گئے اور دونوں طرف سے بان چھوڑا شروع
 کیے اور بندوق کی بار بار مارنے لگے راجہ جے سنگھ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ معہ
 اپنی فوج ہراول کے آگے بڑھ کر لشکر بادشاہی کے داہنے طرف جو دشمن ہین انکو دفع
 کر دیں اور میں غنیم کے قول پر جس طرف زیادہ ہجوم ہے جاتا ہوں غرض کہ راجہ موصوف
 نے کیرت سنگھ و فتح جنگ خان و سیوا جی وغیرہ کو آگے لیا اور غنیم پر حملہ کیا دشمنوں
 نے اپنی عادت کے موافق منہ پھیرا اور ان کے تعاقب کو ادھر کا لشکر روانہ ہوا اور
 وہ پلٹے دونوں لشکر مل گئے خوب تلوار چلی اور سخت لڑائی ہوئی آخر کار دشمن بھاگے
 قریب سو آدمیوں کے دشمن کے جانب سے مار گئے اور بہت سے زخمی ہوئے کچھ راجہ
 کے راجپوت بھی کام آئے ان بہادروں نے انکو تین کوس بھگا یا اور وہاں بھی معہ
 اپنے ہمراہیوں کے جو دشمن کے مقابلہ میں تھے خوب بہادری سے لڑے اور غلبہ پایا
 اور راجہ جے سنگھ نے جو ان کے ہراول تھے خوب کارنامائی کی دلیر خان نے داہنے
 طرف فوج کے دشمنوں پر حملہ کیا تھا اور مخالف قریب ہو گئے تھے قریب تھا کہ تیرہ لوگی
 سے لڑائی گذر کر نیزے و تلوار کی نوبت پہنچے مگر دشمنوں کے پیرا دکھ گئے اور وہ

بھاگ گئے ۳۰ رجب کو بادشاہی لشکر نے جاگر جیا پور سے پانچ کوس پر پڑاؤ ڈالا اور
سات روز تک قیام کیا عادل شاہ والی جیا پور قلعہ میں محصور ہو گیا جیا پور کا قلعہ بندی
و وسعت و مضبوطی میں مشہور و زگار تھا اور اس میں بڑی کثرت سے فوج و آلات
حرب موجود تھے علاوہ قدیمی لشکر کے تیس ہزار کرناٹکی سپہ سالار تھے اور تالاب
نور سپور و شا پور کو خالی کر دیا اور کنوئین اور بایان خاک و خاشاک سے پاندیے
اور تمام عمارتیں و آبادی جو حصار کے باہر تھی سب کھود کر زمین کے برابر کر دی غرض کہ
جو بادشاہی لشکر اس شہر کی بربادی کرتا اسے اپنے ہاتھ سے خود کر ڈالی اور سب ستون
اہل دکن کے محصور ہو کر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو اپنی فوج مقرر کی اور اسی حالت میں
شہرہ مہدوی اور سیدی مسعود وغیرہ کو اشارہ کیا کہ تم بادشاہی ولایت میں جا کر
شورش برپا کرو تاکہ اس خبر کو لشکر بادشاہی لشکر متزلزل ہو اور محاصرہ سے ہاتھ اٹھا
ایک روز رسد کے لانے کے وقت ایک جماعت غنیم کی راجہ سنگھ پر ٹوٹی راجہ
نے نہایت جرات و بہادری سے انکو پسپا کیا دوسرے گروہ نے قطب الدین خان
کی طرف رخ کیا جنہیں دو سوتلواریں کھینچے ہوئے جھپٹے خانہ صوف بھی نہایت شجاعت
سے اُنکے دفع کرنے میں مصروف ہوئے اور نہایت مردانہ کوشش کی اور چند
اشخاص اپنی تلوار سے قتل و زخمی کیے راجہ جے سنگھ نے دلیر خان اور داد خان
و کیرت سنگھ کو انکی مدد کو روانہ کیا اور خود راجہ بھی پڑاؤ سے باہر نکل کر معہ لشکر کے
جنگ کے انتظار میں کھڑے ہوئے بادشاہی لشکر سے اشخاص نہ کو دشمن کی
طرف جارہے تھے مگر راستہ میں راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خان و دیگر سپہ
غنیم کو دفع کر کے فتنہ واپس آ رہے تھے ملگئے اور سب لشکر پڑاؤ کو روانہ ہوا

قریب ایک پہر کے رات گئی تھی کہ سب لوگ لشکر گاہ میں داخل ہو گئے چونکہ قلعہ
 بیجا پور کا محاصرہ لشکر شاہی کے مد نظر نہ تھا اس لیے تو پچانہ سنگین جو اس استحکم قلعہ کے
 لائق ہوا اور دیگر آلات قلعہ کشائی کے ہمراہ نہیں لیے تھے اور شاہی سرحد سے قلعہ
 بیجا پور تک کوئی دقیقہ بادشاہی لشکر نے خرابی کا اوٹھانہ رکھا تھا اور کوئی آبادی کا
 نشان اس اطراف میں نہیں باقی چھوڑا تھا اور شکر میں پانی و غلہ وغیرہ کی رسد کی
 بھی نہایت قلت تھی اس لیے صلاح وقت ہی میں دیکھی کہ اب دشمن کے اس لشکر
 کی جسے شاہی حدود میں غبار شورش کا اوٹھایا ہے تنبیہ کرنا چاہیے لہذا راجہ
 کو نواح بیجا پور سے لشکر شاہی نے کوچ کیا اور قلعہ منگل بیدہ کی طرف روانہ ہوا اور تالیخ
 کو دریا سے ہمراہ پر قیام کیا اس دن جب راجہ اپنے پڑاؤ کو پہنچے اور ابھی فجر صفت
 بستہ کھڑی تھی کہ غنیم کا لشکر انہی عادت کی موافق پیچھے پیچھے لشکر شاہی کے آکر نمودار
 ہوا ایک حصہ غنیم کے لشکر کا دلیر خان کی طرف بڑھا دلیر خان نے ایسا مردانہ حکم کیا
 کہ ان کو ہلاک کر دیا ایک گروہ داؤد خان کی طرف بڑھا اور دوسرا گروہ سہا سنگھ
 کے مقابل ہوا مگر شاہی بہادروں کے مقابلہ میں کچھ نہ چلی اور آخر کار وہ مفروز ہو گئے
 اسی زمانہ میں سکندر خان جو قلعہ پر نیدہ سے لشکر شاہی کو آ رہے تھے چھ ہزار دشمنوں
 نے ان پر نرغہ کیا اور خان مذکور نے انتہائے شجاعت سے مقابلہ کر کے جان دی
 اور یہ نہایت افسوسناک واقعہ پیش آیا اسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان میں
 بیان ہو چکا ہے۔

القصہ جو غنیم کی فتح لشکر شاہی کے پیچھے جمع ہوئی تھی راجہ نے انکے دفع کر نیکی لیے

لے ہتے ایلوت دلیر خان حضرت آورو دند خان مذکور بہا و حملہ مردانہ گروہ اور دند گانشان برآورد (۲۰۰۰) عالمگیر نامہ

چند روز قیام کیا دیانت راسے جو عا د ل شاہ کا بڑا مقصد تھا وہ اسکی طرف سے حسب
 کے پاس پیغام لایا اور نہایت عاجزی سے صلاح کی درخواست کی اور کچھ مصلحت
 آلات بھی جو اسنے بھیجے تھے دیے بیان سید عبد الغزیز بخاری کو قلعہ نکل بیدہ کی قلعہ
 داری اور محافظت پر مقرر کر کے یہ تجویز ہوئی کہ شاہی لشکر ٹولا پورا پورا پریندہ کے
 درمیان قیام کرے اور وہاں سامان رسد وغیرہ بھجوا کر ہمیدہ طود پر دوسری بار توکل
 بیجا پور کو روانہ ہو اسی ضمن میں سیوا جی کے فوج کا سپہ سالار تینا جی سیوا جی سے جدا ہو کر
 مخالفوں سے جا کر مل گیا ۲۶ تاریخ کو شاہی لشکر موضع لوہری پر گنہ پریندہ میں آیا اور دشمن
 کے دریافت حال کے لیے قراول ہر طرف بھیجے گئے دلیر خان حسب معمول
 ایک منزل پہلے پہنچے اور حسب دستور روزانہ کے پڑاؤ کے آگے سفین باندھ دین
 اسوقت لشکر کے داہنے طرف سے دشمن کی فوج ظاہر ہوئی اور داؤد خان راجہ کے
 اشارہ سے نالہ سے اوتر کر اس طرف کھڑے ہوئے دلیر خان جب جگہ تھے وہاں سے
 اس قدر آگے اور بڑھ گئے کہ دشمن کا بان پہنچ سکتا تھا وہاں پہنچ کر ٹھہر گئے راجہ نے
 قطب الدین خان کو لشکر کے پیچھے اور راجہ رائے سنگ کو بائیں جانب اپنی جگہ پر چھوڑا کہ
 لشکر کو نالہ سے اٹار کر پڑاؤ کی محافظت کریں اور خود نہایت جلد نالہ سے اوتر کر دلیر خان
 اور داؤد خان کے درمیان کھڑے ہو گئے قریب سات ہزار سوار کے غنیم کی بڑی فوج
 سے جدا ہو کر راجہ اور داؤد خان کے روبرو صف آرا ہوئے اور باقی دلیر خان کیلئے

۱۵۔ دلیر خان با فوج ہراول برہم مہودیشتر تر منزل رسیدہ بدستور ہر روز وہ پیش لشکر کا دست بستہ ہوئے ۱۰۰۰۰۰ عالمگیر

۱۶۔ دلیر خان از جگہ کہ بودہ پیشتر آمد و بجائے کہ بان اعدا سے میر سید قرار گرفت

۱۷۔ باقی فوج رو بہ رو سے دلیر خان نہاد و از جملہ این ہشت ہزار سوار کہ در برابر راجہ داؤد خان بودند پیشتر
 بہ سمت دلیر خان شتافتہ بردہجوم آوردند و کیاس از روز ماندہ مقهوران با فوج دلیر خان بکار زارہ آمدند آن خان

مجھے راجہ نے کیرت سنگھ اور فتح جنگ خان کو معاً ایک لشکر کے دلیر خان کی مدد کو بھیجا جسکے تھوڑی دیر کے بعد بھلوان سات ہزار سواروں کے کہ جو راجہ اور داؤد خان کے برابر تھے اونہیں سے زیادہ تر دلیر خان کی طرف دوڑے اور اوپر ہجوم کیا جب راجہ نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنی سپاہ لیکر دلیر خان سے جا کر مل گیا ایک پہر دن باقی تھا کہ دشمنوں نے دلیر خان کی فوج سے کارزار شروع کیا دلیر خان اوس کل فوج کے مقابلہ اور دفع کر نیکو اوٹھے اسی تلاش مردانہ اور حملے دلیرانہ کیے کہ انکی جمعیت کو توڑ دیا اور دشمنوں کے ایک گروہ کو تلوار سے قتل کر کے خاک پر ڈال دیا غیرت خان و مظفر خان خاصہ صوف کے دونوں بھتیجے ساتھ تھے اونہوں نے بھی اپنے چماکے ساتھ ہو کر خوب خوب بہادرانہ دکھائیں دلیر خان کا یہ حال تھا کہ مثل شیر کے چھٹتے تھے اور جس طرف اپنی فوج پر دشمن کا غلبہ پاتے فوراً وہاں پہنچ جاتے اور دشمنوں کو مغلوب کر دیتے تھے اسوقت ایسی غیر معمولی شجاعت دلیر خان سے

بقیہ صفحہ ماقبل شہادت شہداء فتح آن بیج ایکنار و آمد و بیل شہائے مردانہ و شہائے دلیرانہ ملک جمعیت آئنا را از ہم گینت و جمیع از گروہ اوجار چڑھ را بفتح الماس گون چون بجاگ معرکہ برآینت غیرت و مظفر برادر زادہ او دیگر بہادران جانتان و بندہ پاسے اخلاص نشان کہ دوران فوج بودند دستبرد پاسے نمایان نمودند و در ہر طرف کہ بر سپاہ نصرت پناہ از استیلائے اعداء ہجوم خصم کا رنگ میشد دلیر خان خوار سازیدہ شہنشاہ منکوب را مغلوب می ساخت چون مخالفان از مقابلہ فوج دلیر خان طرف نہ بستند خاصہ و نام کام از ان سمت عثمان ہست بر ثناء بنویسکہ متاثر راجہ داؤد خان بود علی شہ نہ صفحہ ۱۰۴ عالمگیر نامہ

در ہر طرف کہ ہر فوج بادشاہی غلبہ دیکھان میشد دلیر خان خوار سازیدہ شہنشاہ نامہ صفحہ ۱۰۴۔

عمل میں آئی کہ دشمنوں کو سنبھلنے نہ دیا اور ان کی صفیں نہ بندھنے
 دیں جب مخالف دلیر خان کی فوج کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے تو ناکام و ذلیل ہو کر
 اس طرف سے باگ پھیر کر اور اپنی اس فوج سے جو راجہ اور داؤد خان کے مقابلہ میں
 تھی شامل ہو کر راجہ جے سنگھ نے اس وقت نواب **کمیسر خان** کو اپنے پاس
 بلایا اور بائیں جانب انکو اپنی حمایت کے لیے رکھا اور فتح جنگ خان غیرہ کو اپنے
 آگے کر کے ان ظالموں سے جنگ کا قصد کیا اس عرصہ میں مخالفوں نے اور بھی
 شوخی شروع کی شرارت سے قدم آگے بڑھایا فتح جنگ خان وغیرہ نے مخالفوں پر
 حملہ کیا خوب لڑائی ہوئی راجہ نے بھی خوب دلاوری کو دخل دیا و کثیوں کا جس قدر
 مقدور تھا انہوں نے کوئی کوشش لڑائی کی اٹھانہ کی مگر آخر مجبور ہو کر ناکام ہوا
 لشکر شاہی نے اس کو اس اذیت کا تعاقب کیا اور فتح مند واپس آیا ایک سو نوے بادشاہی
 بہادر کام آئے اور دو سو پچاس آدمی زخمی ہوئے اور دشمن کے چار سو سے زیادہ
 لوگ قتل و زخمی ہوئے بعض زخمی آدمی دشمنوں کے جو گرفتار ہوئے ان سے معلوم ہوا
 کہ خواص خان و شہباز خان سردار ان فوج مخالف بھی زخمی ہوئے لشکر شاہی نے تین
 منزلیں طے کر کے غرہ شعبان کو قلعہ پیندہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر چوبیس روز قیام
 کیا یہاں معلوم ہوا کہ قطب الملک والی حیدر آباد نے عادل شاہ سے اتفاق کر لیا
 ہے چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اپنے سردار شہزادہ کے ہمراہ پہلے بھیجے
 تھے اور اب اپنے خواجہ سردار ضاقلی کو جو نیک نام خان مشہور ہے اسکو چھ ہزار سوار
 پچیس ہزار پیادے دیکر والی بیجا پور کی مدد کو بھیجا ہے ۲۵ شعبان کو بادشاہی لشکر
 نواحی پیندہ سے اس قصد سے کہ عادل شاہ کی ولایت کو دوبارہ جا کر جہانگیر ملے ہو

برباد کر کے روانہ ہوا۔ عرصہ رمضان ۹۷۰ جلوس کو تلجا پور لشکر پہنچ گیا پھر وہاں سے
 جا کر قلعہ کنجوتی کو فتح کیا اور پھر قلعہ نیلنکہ فتح کر کے قیام کیا اس عرصہ میں نیتاجی بھی
 دشمنوں سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر میں آگیا اور سیواجی بادشاہ کے سلام کے لیے
 دہلی کو روانہ ہوا۔ سیواجی اسکا بیٹا اور پانسوار اور ایک ہزار پیادے اسکے ساتھ
 تھے۔ سنگھ بھری کا زمانہ تھا راجہ بے سنگھ نے اسکے قدمبوسی حاصل کرنے کی
 عرضداشت بادشاہ کو بھیجی تھی جب سیواجی دار الخلافت کے قریب پہنچا
 تو بادشاہ نے رام سنگھ ولد بے سنگھ اور مخلص خان کو اسکے استقبال کو بھیجا۔ اسے
 پندرہ سو اشرافیان اور چھ ہزار روپیہ کل تیس ہزار روپیہ کی نذر گذرانی بادشاہ کے
 اشارہ سے وہ پنجہزاری منصب والوں میں بٹھلایا گیا سیواجی ہفت ہزار منی منصب
 کا متوقع تھا۔ فرسودہ خاطر ہوا اور اسکے چہرہ پر خجالت و جالت کا اثر بادشاہ کو محسوس
 ہوا عالمگیر پہلے ہی سے اسکے افعال سے ناراض تھا اور بھی ناخوش ہوا اسکے لیے
 خلعت و جواہرات و ہاتھی موجود تھے مگر وہ عیاری سے بیماری کا بہانہ لایا اور ایک
 کونہ میں علیحدہ بیٹھا بادشاہ سے آداب کے خلاف اسکی ادائیں معروض ہوئیں
 وہ دربار سے رخصت کیا گیا اور راجہ بے سنگھ کے مکان کے پاس شہر کے باہر
 ٹھہرایا گیا اور راجہ جیسنگھ کو اسکی حقیقت لکھی گئی کہ اس سے کیا قول و قرار ہوے
 ہیں اور وہ مجھ سے محروم رکھا گیا مگر اسکا بیٹا مگر کیو برابر حاضر ہوتا رہا فواد خان
 کو تو ال کو نگرانی کا حکم تھا مگر راجہ جیسنگھ کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ وہ مجھے
 ہمیشہ کی اطاعت اور ترک بغاوت کا وعدہ کر کے گیا ہے اگر فضل و کرم بادشاہ
 اسکے جرم سے درگذر کر یگانہ توین احسانمند ہوں گا بادشاہ نے راجہ کی سفارش سے

پیرہ اوٹھا دیا سیوا جی موقع پا کر ۲ صفر کو وضع بدل کر معہ اپنے بیٹے سنبھاجی کے بھاگ گیا جب عالمگیر کو سیوا جی کے فرار ہو جانیکا حال معلوم ہوا تو بادشاہ نے راجہ جے سنگ کو لکھ بھیجا کہ نیتا جی جو سیوا جی کا عزیز اور اسکی فوج کا افسر ہے اسکو گرفتار کر کے دلیر خان کے ہمراہ بھیج دینا چاہیے اور جلد متوراد کے نام گرز برداروں کے ہاتھ حکم بھیجا گیا کہ سیوا جی جسجگہ ملے اسکو گرفتار کر کے ہمارے حضور میں روانہ کرنا چاہیے۔

القصبہ جب سیوا جی دہلی روانہ ہوا تو اس زمانہ میں بادشاہی لشکر کے قریب شہزہ مدوی معہ فوج کے پڑا ہوا تھا اسنے ترکتاز خان دوتا جی پر نرغہ کیا بادشاہی بہادرؤں نے خوب بہادری سے مقابلہ کیا مگر قاتل سپاہ سے اوپر میدان تنگ ہوا بہت سے لوگ کام آئے آخر دینیلے دلیر خان کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ خان شہامت نشان فوراً بلا توقت معہ اپنی فوج ہراول کے روانہ ہوئے جسجگہ لڑائی ہوئی تھی وہاں پہونچنے رات کے وقت وہاں قیام کیا اور فروریہ آدمیوں کے جو کام آئے تھے انکی لاشیں اٹھانے کا حکم دیا کہ لاشیں خاک سے اٹھا کر جو مسلمانوں کی ہن وہ دفن کیا بن اور ہنہونکی جلالی جائیں راجہ رائے سنگ بھی لشکر گاہ سے کوئچ کرتے آخر رات کو دلیر خان کے پاس پہونچے دلیر خان دوسرے رنوں

لے اور فروریہ لڑائی بھیجی گئی۔ اور آں خان شہامت نشان بلا توقت با فوج ہراول روانہ آفتوب شد و بجائیکہ جنگ واقع شدہ بود رسید شب آنجا توقت گزید و قریب صد و پنجاہ تن از مبارزانے کہ جان نثار شدہ بودند اشارہ کرد کہ لشہمے آہنارا از خاک برداشتہ مسلمانان را دفن کردند و ہندوانرا سوختند و راجہ کھنڈک نیز با اشارہ راجہ او آخر شب رفتہ باد پیوست خاندن کو روز دیگر بدفع اعادے کہ بمسافت سہ کردہ از جنگ گاہ اقامت دہشتہ روان شد و مخالفان از استماع خبر آمدن اوردہ بودی فرار نہادند ۱۰۱۱ عالمگیر نامہ

بشمنوں کے دفع کرنے کے لیے جو اس جگہ سے تین کوس کے فاصلہ پر قیام رکھتے تھے روانہ ہوئے مخالفوں نے دلیر خان کے آئینکی خبر سنی تو بھاگ گئے ہ شوال کو نیلنگہ سے لشکر بادشاہی اسے کی طرف پلٹا اور، کو مقام کیا جب یہ معلوم ہوا کہ لشکر چچا پور و گلکنڈہ کا سواے ابوالمحمد اور رضا علی کے جو چھبے ہیں تین فوجوں پر تقسیم ہو گیا ہے اور ایک حصہ فوج کا سردار شہزادہ مدوی اور دوسرے حصہ کا سردار خواص حلشی اور تیسرے حصہ کا سردار زبیرہ بھلول ہے اس خبر کو لشکر بادشاہی لشکر بوشیار اور مستعد کارزار مہیا تھا اتنے میں سے ہر کھیلنی کہ شہزادہ اپنی فوج لیکر شاہی رسد لانیوالو کے سر پر آ گیا اور تھوڑے اونٹ جو لشکر سے دور تھے اسنے لے لیے ہیں اور دونوں فوجیں اگر دود خان و قطب الدین خان سے جو رسد لانیوالو کی خبر گیری کے لیے مقرر ہوئے تھے مقابل ہوئی ہیں اور انھوں نے اونٹوں کو آگے رکھ لیا ہے اور لڑتے ہوئے آ رہے ہیں جب راجہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو دوسو تھوڑے دلیر خان مع اپنی ہراول فوج کے جہانگیر جلد ممکن تھا سجا کر پوچھنے

سلطان دلیر خان با فوج ہراول تھیل ہرچہ تواتر کو ایک سیدہ خانہ کو رسیٹے کہ داد خان قطب الدین خان با فوج آئیں اور اپنے رشتہ داران سے جو پانچ پانچ لاکھ اذاعا بقصد ایک از عقب فوج داد خان قطب الدین خان را پیدا از جنود حالت جدا شدہ باین سمت کہ خانہ کو میرت آمدہ بود خان جلاوت پرورد برآن روباہ عنقوان حملہ آور شدہ انہارا متفرق ساختہ از انجا پیشرفتہ در حالیکہ داد خان و قطب الدین خان دو آب کی راسالم از قعرش معاندین دوزار کہ گھر سے نہ نورد و اسر جمعیت خاطر با فوج خویش معرکہ آرا سے خبر دودہ بانہا پوست و دیخان غیرت برادر داد خان کے کہیں رہے اور دودہ کہ جب جلاوت بیا گئے تھے دلیرانہ بر مخالفان تاقندہ و رایت غلبہ استیلا افراتہ کیا کہ رابر خاک رک انداختند چون فوج دیگر از ان نفل ادا بار یک ایک رسیدہ دلیر خان از نفل سترہ دودہ آمدہ ہر اس پر رازش و دودہ پر سران سید بختان سید بطیہ سرخچہ بہت دودہیری روئے جہات و جسارت شان از عرصہ کار از ہر تافت و بسیارے راعیہ مصاصم اتمام سائنہ تاد و کردہ در پے آن ہر ان شہادت برزہ تاخت ۱۰۱۷ م الحیر نامہ

دلیہ خان جس طرف داؤد خان اور قطب الدین خان غنیم سے لڑ رہے تھے بڑھے
تھوڑے گئے تھے کہ ایک فوج دشمن کی اس ارادہ سے کہ داؤد خان و قطب الدین
خان کی فوج کے پیچھے سے آکر حملہ کریں اپنے لشکر سے جدا ہو کر آ رہی تھی دلیہ خان
نے ان رو باہ صفوں پر حملہ کیا اور اسکو متفرق کر دیا دلیہ خان اوجگہ سے فرصت
کر کے آگے بڑھے دیکھا کہ داؤد خان و قطب الدین خان رسد کے چو پایہ دشمنوں
سے چھین کر اپنے لشکر گاہ کو روانہ کر چکے ہیں اور نہایت اطمینان سے دشمنوں کے
ساتھ معرکہ آرائی کر رہے ہیں دلیہ خان اونٹے جا کر ملے لودیمان اور غیرت خان
دلیہ خان کے بھتیجے جو انٹے سامنے تھے اونھوں نے اپنے گھوڑے اوٹھلے
اور نہایت شجاعت سے مخالفوں پر بہادرانہ حملے کیے اور انکو پسپا کر کے خاک پر
ڈال دیا جب مخالفوں کی فوج اور ملک کو آگئی دلیہ خان ہاتھی سے اتر کر
گھوڑے پر سوار ہوئے اور جلوہ نواز انکے سر پر پہنچائے اور اپنی خدا داد
شجاعت سے وہ دلاوری کے جوہر دکھائے کہ مخالفوں کا منہ
میدان سے پھیر دیا اور بہت سے شہریر تہ تیغ بیدار تیغ کیے
دو کوس تک دشمنوں کو بھگاتے لے گئے دلیہ خان کی روانگی
کے بعد راجہ بے سنگ نے کچھ بند و قچیوں اور افسروں کو لشکر کی محافظت پر چھوڑا اور
غنیم کی جود لہنے جانب نمودار ہوئی تھی اوپر حملہ کیا اور خوب بہادری کی داد دی فتح
جنگ خان اور کیرت سنگ بھی لشکر سے بڑھ کر خوب لڑے آخر کار دشمن مغلوب ہو کر
بھاگے راجہ دلیہ خان کی طرف جانیکے لیے بڑھے مگر سنا کہ دلیہ خان مظفر و منصوبہ ہو کر آ رہے
ہیں پہر رات گئے کل فوجیں بادشاہی اپنے قیام گاہ پر آگئیں اس لڑائی میں دو سو

آدمی بادشاہی لشکر کے کام آئے اور چار سو پنیسٹہ زخمی ہوئے دشمن کے لوگ اس سے دو چاند قتل و زخمی ہوئے اور الیاس ممدوی معروف بہ شہزادہ خان جو رکن عظیم الملک دکن کا تھا اور فنون سپہگرمی میں کامل سردار تھا اس کے ہاتھ میں گولی کا زخم اور مونڈھے میں نیزہ کا زخم لگا اور وہ زمین پر گر پڑا لوگ اُسکو اٹھا لیکے اسکا چھوٹا بھائی بھی زخموں سے چور ہو گیا اس معرکہ میں بائیس ہزار سوار بچا پور اور گلکنڈہ کے تھے ۵ ذیقعدہ کو بادشاہی لشکر تلجا پور سے کوچ کر کے قریب قلعہ تیر کے جو پرگنہ دہوکی متعلقہ بجا پور کے ہے پہنچا اور پڑاؤ الا ابھی کل لشکر نہیں آنے پایا تھا کہ بجا پور گلکنڈہ کے لشکر نے بادشاہی لشکر پر حملہ کرنا چاہا مگر اسے یہ خبر سن کر فوراً دشمن کی طرف روانہ ہوئے اور دلیر خان اور بعض عاملین لشکر کو کھلا بھیجا کہ جہاں تک ممکن ہو جلد آئیں دلیر خان

سلطان راجہ بدلیرخانی دیگر سرداران فیروزی نشان پیام داد کہ خود رازدو تر برساتند و آتنا نیز در راہ راجہ پور ستند چون مظفر نزدیک رسیدند دلیر خان پیش روئے راجہ شہ راجہ کھٹک در دست خان مذکور قرار گرفت و از غیم باقیست خیم خواص دہر شہزادہ ممدوی و دیگر بچا پوریان و حیدر آبادیان قطب اسکی با قریب ہفت ہزار روپہ روڈ و دہان و قطب الدین خان ہفت آرا گشتند و نیر و ہلول با تمام افغانان بجا پوری و انکوئی بھونسلہ و مانک بچی کو اپرہ و دیگر مرہٹہ اسے بجا پور و شہزادہ حیدر آبادی کہ قصبے گران بودند بدلیرخان مقابل شدہ باسنے چند انداختند آن خان شہامت نشان جنگ تو چنانہ مقیدہ ناسعدہ دلیرانہ سمند جلاوت برف مخافتان برا نکشت و نزدیک بانسار سیدہ بیتی تیرو سنان خوزیریان گروہ باطل سنیز در آویخت و چون ہشتعال نیزان حرب و قتال شدت پذیرفت اعداسے بدستال سطوت و وسولت مجاہدان جلیل اقبال را تاب نیاوردہ روئے ہمت از مقابلہ بر تافتند و دلیران عرصہ بنرو و شیران بیشہ نوردان رو بہ مخفتان شقاوت کیش را پیش انداختہ بتعاقب درآمد غیرت و فہمت برادر زادہ اسے نائنہ لڑ کہ از پیش روان معرکہ کارزار بودند کوشش اسے مردانہ جہلے آوردند و حیدر آباد رازدو دیگر کش زخمی اسے کار سے برداشتہ از مرکب فردا افتاد دلیر خان بہر جا ظلم از سپاہ مخالفت مشاہدہ میکرد و پانچوڑے شہادت و مردانگی خود را سانیدہ بدفع انہامی پرداخت باجہ نیز کہ ہمت آئین آن خان بالست آئین بود و مسامحہ شایان و تلا شہ اسے نمایان بقہدم رسانیدہ صفحہ ۱۰۵ عالمگیر نامہ

یہ سنکر فوراً بڑھے اور راہ میں راجہ سے مل گئے جب غنیم کے نزدیک پہنچے
 دلیر خان راجہ کے آگے بڑھے اور راجہ رائے سنگ دلیر خان کے ایک طرف ہو گئے
 دشمن کی فوج سے خواص اور فرزند شہزادہ مہدوی اور دیگر بچا پوری و حیدر آبادی
 قریب سات ہزار سوالہ کے قطب الدین خان و داد خان کی طرف بڑھ کر صف آرا
 ہوئے اور نیرہ ہلہول مع تمام افغانان بچا پوری اور داکوئی بھونسلہ و ناگجی کو اپرہ
 اور دیگر مہٹے بچا پوری و شہزادہ حیدر آبادی کے ساتھ عظیم الشان فوجیں حسین
 دلیر خان کے مقابل ہوئیں آئے پہلے انھوں نے چند بان حسب عادت چھوڑ
 اوسوقت خان شہامت نشان دلیر خان تو پچانہ کی جنگ
 کے پابند نہ ہوئے دلیرانہ اپنی شجاعت کا سمندر اٹھایا اور مخالفوں
 کے سرو پر ہونچ گئے اور نہایت بہادری سے تیغ تیز اور سنان
 خون ریز سے ان نابکاروں کو خونیں ڈبوں نے لگے نہایت سخت
 مقابلہ پیش آیا جب شعلہ جنگ کا اہلے حد پر پہونچ کر بھڑک
 اٹھا تو دشمن مقابلہ کی تاب نہ لائے اور اس شیر شجاعت کے
 سامنے سے مثل رو باہ کے بھاگے اور انھوں نے انکا
 تعاقب کیا غیرت خان و نعمت خان دلیر خان کے بھیٹے
 جو پیش قدمان معرکہ کا راز اسے تھے انھوں نے بھی خوب
 بہادری کی اور حیدر خان دلیر خان کے تیسرے بھیٹے جن

سے چور ہو کر گھوڑے سے گر پڑے بعضے جو انہر دوں نے
 اس جنگ میں کاری زخم کھائے دلیر خان جسبکہ مخالف کی
 فوج کا غلبہ مشاہدہ کرتے تھے اپنی کمال دلیری و شجاعت
 وہاں پر فوراً پہنچتے تھے اور انکو دفع کر دیتے تھے راجہ نے
 بھی جو اس وقت دلیر خان کے دہانے ہاتھ کی طرف تھے خوب بہادری و مردانگی کھائی
 دشمنوں نے موقع پا کر جادون رائے پر جو فوج سے کسی قدر دور تھا ہجوم کیا اسنے
 بھی مع اپنے ہمراہیوں کے دشمنوں کے ہٹانے پر نہایت جرات سے کام لیا
 کچھ اسکے ہمراہی کام آئے اور کچھ زخمی ہوئے راجہ رائے نگہ اسکی مدد کو پہنچ گئے
 جب مخالفوں کی کسی طرف کچھ نہ چلی مجبور ہو کر جھلگے سات کوں تک بادشاہی لشکر نے
 مخالفین کا تعاقب کیا پالکی و چتر اور بہت سے اونٹ اور دیگر سامان و آلات حرب
 غنیم کے جو چھوٹ گئے تھے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے راجہ جیسنگہ داود خان
 و قطب الدین خان کو خواص اور سپہ شہزادہ ہمدوی وغیرہ کے مقابلہ میں چھوڑ کر دلیر خان
 کی خبر اور ملک کو روانہ ہوئے ایک کوس پہنچے ہوئے دیکھا کہ یہ گروہ غنیم کو اس
 قصد سے کہ دلیر خان کے پیچھے سے حملہ کریں داؤد خان و قطب الدین خان کے مقابلہ

سلسلہ داود خان قریشی بھیکن خان کے بیٹے تھے یہ حصار فیروزہ کے شیخ زادے تھے انکے باپ خان جان خان لودی
 کے ملازم تھے جو اسکے ساتھ ہولہوڑ میں مارے گئے شیخ داؤد شہزادہ دارا شکوہ کے ملازم ہوئے اور پھر امان و حلیمہ
 میں فوجدار رہے انھیں ایام میں حسب استدعا شہزادہ کے بادشاہ کے حضور سے خطاب خانی سے سر ملے اور
 بعد معارفہ دارا شکوہ ہی و عالمگیری کے بہکے یہ جدا ہو کر خانہ نشین ہوئے عالمگیری نے خلعت پہنکر لکھنؤ لایا بنگالہ میں
 سلطان شجاع سے عالمگیری کی طرف سے یہ خوب لڑے اور چار ہزاری منصب اور تین ہزار سوار کی سرداری سے

سے منہ پھیر کر آ رہے مگر اس جگہ سے پھر گیا اس حال میں خبر آئی کہ دلیر خان کے ہمراہی دشمنوں کو بھگا کر دور لے گئے ہیں اور ان کے تعاقب میں متفرق ہو گئے ہیں اور دلیر خان کے پاس کل تین سو آدمی رہے ہیں راجہ یہ سن کر فوراً ایک پہاڑی جوان کے اور دلیر خان کے مابین حائل تھی اسکو طے کر کے دلیر خان کے نزدیک سے کیرت سنگھ و فتح جنگ خان جو راجہ کے فوج کے مقدمہ تھے وہ بھی دلیر خان کے پاس پہونچنے لگے مگر وجہ سے کہ مخالفت کی بڑی فوجیں گوشمالی پا کر بھاگ چکی تھیں اور دن آخر ہو چکا تھا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور دلیر خان سے پیام لیا کہ آپ اپنی باگین گھنچیلین اور اپنی فوج متفرق کو فراہم کر لیں اور لشکر گاہ کو روانہ ہوں سی ضمن میں فتح جنگ خان کا ہاتھی زخمی ہوا اور مخالفین نے اسکو پکڑنا چاہا جس پر فتح جنگ خان و راجہ نے دشمنوں کو بھگایا ہے جسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان میں ہم نقل کر چکے ہیں جب شام ہو گئی اور لشکر شاہی کو ہر طرح فتح حاصل ہو گئی تو خوشی کے تقارے بجاتے ہوئے اپنی قیام گاہ کو واپس آئے اس جنگ میں حیدر ترکان جو قطب الملک کے لشکر کا سردار تھا زخمی ہوا اور پانسو سے زیادہ بیجا پورا اور گلگندہ کی فوج مار گئی جس میں موسیٰ افغان و دبیرہ ہلول اور مالکوی سپرنایک کمرارہ اور دیگر مخالفت کے سردار مار گئے اور قریب ایک ہزار کے غنیمت کے آدمی زخمی ہوئے اور

تقصیفہ ما قبل سر فراز ہوئے پٹنہ کے صوبہ دار ہے اسکے بعد زیدار پلاوی کی گوشمالی کی اور اسکے دار الخلافت میں حاضر ہو کر سیوا جی کی گوشمالی کے لیے حسب احکم شاہی دکن گئے اسکے بعد غازیوں کے صوبہ دار کیے گئے اسکے بعد صوبہ ہرا کے صوبہ دار ہوئے دلیر خان کے ساتھ مدت تک یہ رہے ہیں اور خوب خوب بہادریاں کی ہیں بڑے کار گزار اور بہادر شخص تھے ان کے بیٹے حمید خان تھے بھگت پتال

سلسلہ عالمگیری میں ہوا ہے۔

بادشاہی لشکر کے ایک سو نچیس آدمی کام آئے اور سات سو چورانوے زخمی ہوئے
 بادشاہی لشکر نے تین روز وہاں قیام کیا اور ۱۵ تالیخ کو دو منزلیں کر کے دس
 کوس پر دریائے مانجرہ کے کنارہ فتح آباد عرف دباروین پر اوڈالایاں یہ آکر
 اسے قرار پائی کہ دشمن نے پیشہ قزاقی کا اختیار کیا ہے اس لیے بادشاہی لشکر سالانہ
 لشکر گاہ میں چھوڑ دے اور سبکبار ہو کر دشمن کا تعاقب کرے چنانچہ ۲۲ یقعدہ
 کو اسی طور پر دریائے مانجرہ سے کوچ کیا گیا اور دباروین کی طرف جہاں دشمن
 کے موجد ہونے کی خبر سنی گئی تھی رخ کیا اٹھائے راہ میں یہ خبر سنی گئی کہ غنیم کی فوج
 نے بادشاہی لشکر کے آئینی خبر پا کر فرار کیا اور تلجا پور چلی گئی ۲۷ تالیخ کو موضع لھری
 میں جو پرگنہ پر بندہ میں ہے دریائے سین سے گذر کر دریائے بہمرہ کے کنارہ قیام
 کیا وہاں مخبروں سے معلوم ہوا کہ کل فوج مخالف کی شولا پور کی طرف جمع ہوئی ہے اور
 عادل شاہ نے یہ امر یقین کر کے کہ بادشاہی لشکر کے مقابلہ میں میری فوج کو کافی
 نہیں ہو سکتی مسلمان لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے سردار ابوالمجد میرہ بھترہ کے
 اس لشکر کے جو خاص خیل مشہور ہے بلا لیا اور دیگر سردار و کلو ترک جنگ کا حکم دیا
 اور یہ بھی لگدیا کہ جب تک لشکر بادشاہی ہمارے حدود میں رہے تم شولا پور کی طرف
 پڑاؤ نہ کھو اسی طرح قلعہ الملک نے اپنا لشکر جو بیجا پور کی کمک کو بھیجا تھا جگہ آباد
 بلوایا۔

چونکہ بادشاہی لشکر صرف مخالف کے ولایت کی خرابی و بربادی کے لیے مقرر
 ہوا تھا اور اسے کوئی دقیقہ بربادی کا اٹھانا نہ رکھا اور تمام محالات بیجا پور کو کمزور
 و تاراج کر ڈالا اور جتنی مرتبہ صف آرائی ہوئی بادشاہی لشکر دشمنوں پر غالب رہا

اور اب موسم برسات کا بھی سر پر آگیا لہذا فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ شاہی لشکر اورنگ آباد چلا جائے اور موسم برسات کا وہیں گزارے اور بعض سردار اپنی جاگیر و نپر جائیں تاکہ وہ وہاں آرام پا کر آسودہ حال ہو جائیں۔

تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۵۶ میں خان بہادر شمس العلماء لکھتے ہیں کہ جب بادشاہی لشکر جی پور کو بر باد کر چکا اور کوئی کسر خرابی نہ اٹھانزکھی اور موسم برسات کا سر پر آگیا اور آمد و رفت میں دشواری ہو گئی اس لیے راجہ جیسنگہ اور دلیر خان نے یہ امر مصلحتاً ضروری تصور کیا کہ چند روز زخمیوں کے علاج کے لیے اور باروت وغیرہ کے جمع کرنے کے لیے اور لشکر کے آرام کی واسطے قصبہ دہارو کے متصل ٹھہرنا چاہیے اور بادشاہ کو عرضداشت بھیجی اس ضمن میں دکنیوں کا یہ حال ہو گیا تھا کہ قلعہ کے اندر مصالحہ اور غلہ ختم ہو گیا لہذا انہیں بیکار ہو گئیں تیر و نکے پر اوڑ گئے تلوار و نکی دھاریں کند ہو گئیں ان وجوہات سے وہ جان سے عاجز آ گئے دونوں طرف کے سردار مصلحت کے لیے بہانہ جو ہوے اہل جی پور الفلس فی امان اللہ کا اظہار کر کے امان طلب ہوئے جب بادشاہ سے حقیقت حال عرض ہوئی تو اسے حکم بھیجا کہ بادشاہی لشکر محاصرہ چھوڑ کر اورنگ آباد چلا جائے اور برسات وہیں گزارے اور بعضے امراد سردار اپنی جاگیر پر جائیں اور دلیر خان میرے پاس آئیں۔

عالمگیر نامہ میں ہے کہ قلعہ منگل بیدہ جہین شاہی فوج تھی وہ ایسا مضبوط نہ تھا کہ لشکر بادشاہی کے چلے جانیجے بعد دشمن نے سکنا لہذا راجہ جیسنگہ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ وہاں جا کر تو چنانہ اور دیگر جو سامان ہے اسکو لیکر قلعہ خالی کر دوین دلیر خان ماہ ذی قعدہ کی چند رات کو معہ قبادخان اور راجہ رائسنگہ کے قلعہ منگل بیدہ کو گئے

اور قلعہ میں جس قدر باروت و سیسہ تھا بند و قچیوں اور بیلداروں وغیرہ کو تقسیم کیا کہ لشکر گاہ کو لیجائیں اور تمام غلہ اور دیگر ذخیرے جس قدر موجود تھے انکے بابت شکر والوں کو حکم دیا کہ جانشاک ممکن ہو خرچ کریں اور جو کچھ بچے آگ لگا دیں اور قلعہ کے کنگروں کے گرانے کے واسطے بیلدار مقرر کیے کہ جانشاک ممکن ہو سکے منہدم کر دیں غرض کہ بعد فراغت ان کاموں کے دلیر خان نے جتنے کہ آدمی قلعہ میں تھے سب کو اپنے ساتھ لیا اور ۶ ذی الحجہ کو لشکر گاہ کو آگئے اسکے دوسرے روز بادشاہی لشکر نے دریائے بہرہ کے کنارے سے کوئی کیا اور پریندہ کے نواح میں جا کر قیام کیا اور وہاں سے بھوم ہوتا ہوا اطراف بیر میں آیا اور ۷ ربیع الثانی تک اس طرف قیام رہا اسی زمانہ میں سیوا جی نے دار الخلافہ سے غزا کیا اور راجہ جیسنگ کے نام شاہی حکم پہنچا کہ نیتاجی جو سیوا جی کا عزیز اور اسکے لشکر کا سردار ہے اسکو قید کر کے دلیر خان کے سپرد کر دو اور خان مذکور اسکو اپنے ہمراہ لیکر ہمارے حضور میں آئیں راجہ نے نیتاجی کو فتح آباد میں تھا اسکے قید کرنے کے لیے ایک جماعت بھیج دی اور وہ ۵ جمادی الاول کو گرفتار ہو کر لشکر شاہی میں آگیا راجہ نے اسکو مع اسکے بیٹے کے دلیر خان کے سپرد کر دیا اور اسکے دوسرے روز دلیر خان قریب بیر کے راجہ سے جدا ہوئے اور حسب الطلب بادشاہ کے دار السلطنت کی طرف روانہ ہوئے

سطح ربیع ہادیوں راجہ جیسنگ کا وار شدہ کہ نیتوے غویش سیوا راہ سنگیہ نوہہ بدیر خان سپاروہ خانہ کو راہو ہمارا گرفتہ جناب خلافت آمدہ راجہ جیسے جیسے آوردن نیتو کہ دستخ آباد و تعین نمود و آن جامہ اور انجم جادی الالے با شکر غفر اثر رسانید نہ و راجہ آن سعود العاقبت را کہ حقیقت رسیدش بعد و سپہ احترام و شرف اندوزی اباد و اک شرف اسلام سبق ذکر یافتہ یا پیش خدا دلیر خان نوہہ و آن خان بابت نشان روز دیکر بیر از راجہ جدا شدہ بموجب فرمان طلب و اندوڑ گاہ معلی شدہ صفحہ ۱۰۲۱ عالمگیر نامہ۔

اسکے بعد ۹ ماہ مذکور کو راجہ جے سنگھ وہان سے چلکر ہجادی الثانی کو اورنگ آباد پہنچ گئے جب نیتاجی دہلی میں آیا اور مقید ہوا تو وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گیا اور عالمگیر نے اسکو سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب عنایت کر کے محمد قلی خان کا خطاب مرحمت کیا۔

نواب دلیر خان کو عالمگیر کا شاہ ایران کی مہم کے لیئے طلب کرنا

جب دلیر خان بجا پور کی مہم سر کر چکے اور صوبہ لٹال و اہل طنت آرہے تھے نیتاجی مقید انکے ہمراہ تھا اس عرصہ میں کہ نوان سال جلوس کا تجا شاہ عباس کا ہنگامہ پیش آگیا یعنی اسنے سرحد ہندوستان پر فوج کشی کر کے عالمگیر سے مقابلہ کا ارادہ کیا جب عالمگیر کو یہ خبر پہنچی تو بادشاہ نے دلیر خان کے نام فرمان بھیجا کہ جہاں تک ممکن ہو جلد آنا چاہیے دلیر خان کمال عجلت سے آرہے تھے اور دریائے زربدہ سے اوتر چلے گئے تھے کہ نیزنگی تقدیر سے شاہ ایران خناق کے مژ میں مبتلا ہو گیا اور مر گیا اور اس آشوب کا شعلہ ٹھنڈا ہو گیا اس جنگ کے ہونکی وجہ ایک یہ بھی مورخون نے تحریر کی ہے کہ شاہ عباس فرمانرواے ایران نے ستمہ جلوس عالمگیری میں اپنے سفیر بوداق بیگ کو معینیت نامہ کے ہندوستان بھیجا تھا جب وہ اورنگ زیب کی خدمت میں مع نامہ و تحائف کے آیا تو اورنگ زیب نے اسکی نہایت عزت کی اور جواب لکھا اسکے بعد ستمہ میں اورنگ زیب

نے اپنے یہاں سے تربیت خان کو ایران کی سفارت کے لیے بھیجا اور اسکے ساتھ تحفہ جات اور تنیٹ نامہ روانہ کیا مگر جب تربیت خان اصفہان پہنچا تو شاہ ایران کچھ کمزور خاطر نکلا اور سفیر مذکور کے ساتھ نہایت کج ادائی سے پیش آیا اور سفیر کے ساتھ کوئی سلوک نہ کیا بلکہ بعض اوقات ہندوستان پر فوج کشی کا ارادہ ظاہر کیا جب تربیت خان ایک سال کے بعد فرخ آباد آیا اور ہندوستان کی روانگی کا قصد کیا تو شاہ ایران نے ایک بڑی فرج اور توپخانہ ہندوستان کے لیے خراسان میں متعین کیا اور خود فرخ آباد سے اصفہان میں آکر سامان جنگ میں مصروف ہوا جب سفیر مذکور یہ حال دیکھ کر ہندوستان کے حدود میں پہنچا تو اس نے اس امر کی خبر اورنگ زیب کے حضور میں روانہ کی اورنگ زیب عالمگیر کو بھی غیرت بادشاہانہ ہنس گیر ہوئی اور اس نے ایران پر فوج کشی کا قصد کیا اور پہلے شاہزادہ محمد معظم کو مع راجہ جسونت سنگھ کے میں ہزار سوار اور توپخانہ ساتھ کر کے کابل کو بھیجا اور کابل سے تھارے پیچھے شاہی خیمہ بھی آٹا ہے شاہزادہ موصوف فوراً روانہ ہو گیا اس ہم کے لیے اورنگ زیب نے اکثر لشکر کے سرداروں کے نام طلبی کے احکام جاری کیے اس ضمن میں دلیر خان کے نام بھی فرمان بھیجا اور خان موصوف حسب حکم منزل مقصود

سے چون دلیر خان تاران و لایت پور پرز اختہ عادی شاہی بادشاہ سزاوارا بعد بنا برہنگہ شاہ عباس ثانی کی بزم سپاہ کشی در زمانہ فیء اعیر فرشتادون لشکر سپہ ہندوستان اظہار سیکر و از جانب عالمگیر اکثر سرداران سپہداران و حکام طلب غرض و یافت دلیر خان نیز در سال نهم حسب المطلب بر خلع سرعت و تہتال روانہ شد از دیلمے نزد گذشتہ بود کہ ازین بزرگی تقدیر حیات مستعار شاہ ایران میرے گرد و نثار آشوب باطفا ترایندہ دلیر خان بوصول یریں جمعے از ہزار بادشاہی کہ ہزار داشت عطف عنان بجانب چاند و دو گولہ نمودہ مائل الام حین از عالمگیر نامہ

اعلیٰ شاہ جلیلہ المطلب دلیر خان و بہادر خان و دو و دو خان و دیگر سردار سپہداران کو از پایہ سرگردون نشان دود و دود نمونہ یافتہ حکم شد کہ بر جناح سرعت و ہستعال خود را بسایہ چترقبال رسانند ۹۰ عالمگیر نامہ

کی طرف راہی ہوے اور پنجاب کی طرف بادشاہ اورنگ زیب بھی روانہ ہوا آگے
 چلکر ملتان اور قندھار کے زمینداروں کی عرضیاں آئین کہ شاہ ایران جب فرخ آباد
 سے اصفہان کی طرف پہلا تو راوین اسکو ہتھاق کا مرض پیدا ہو گیا اور تھوڑے
 عرصہ میں مارنہ نے اسقدر ترقی کی کہ مرض لاعلاج ہو گیا اور وہ مارنہ الاولین
 اس دار غور سے انتقال کر گیا اس سانحہ کے پیش آنے سے بودلاق بیگ لشکر
 ایران سے جدا ہوا اور نہایت عجلت سے اصفہان پہونچا اور وہاں امرا و ارکان
 دولت کے اتفاق سے اسنے سفی مرزا کو جو پڑا بیٹا شاہ ایران کا تھا تخت نشین
 کرایا اسکے بعد کل لشکر ایران کا اس سے جا کر مل گیا مالمگر کو شاہ ایران کے مرثی
 خبر سننے سے خوشی نہوئی بلکہ ملال کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر شاہ زندہ رہتا تو فیما بین
 میرے اور اسکے صفت آرائی کا مزہ تھا اور اب تقاضے مروت نہیں ہے
 کہ ایران پر لشکر کشی کی جائے لہذا شہزادہ کو واپسی کا حکم بھیج دیا اور اس معرکہ
 کا اس طرح پر خاتمہ ہو گیا

نواب دلیر خان کا دیو گڑھ و چاندہ پر لشکر کشی کرنا اور وہاں
 راجاؤں سے پیشکش وصول کرنا

جب ولایت چاندہ اور دیو گڑھ کے راجاؤں نے سرکشی کر کے بغاوت

ملے دیو گڑھ اور تنگ آباد دکن کے متصل واقع ہے اسکو مرہ شاہ قلعہ نے دہلی اور جاڑ کر آباد کیا تھا اور اس کا نام
 دولت آباد رکھا تھا اکثر اولیاء اللہ بھی دہلی سے لیا کر آباد کیے تھے جو دہلی میں مدفون ہوئے اسنے وسط ہند میں
 مقام واقع ہونے سے شہر بسایا اور دارالسلطنت بنایا تھا ۱۲

اختیار کی تو اور تنگ زبیب کو اونکی گوشمالی منظور ہوئی اسلیے اونے دلیر خان کو
 سپہ سالار لشکر کا مقرر کیا اور اونکے نام فرمان بھیجا دلیر خان جی پور کی سرکوبی کر کے
 حب الطاب بادشاہ کے حضور میں آ رہے تھے کہ اسی اثنائیں ایران کی مہم کا
 معاملہ پیش آگیا اور اونھوں نے حب الحکم اود ہر کو رخ کیا تھا مگر شاہ ایران کے
 انتقال سے وہ مہم مغل ہو گئی یہ ہنوز دو منزل دریا سے نربہ سے گزرنے پائے
 تھے کہ وہاں پر بادشاہی فرمان انکو مل گیا اوسمیں لکھا ہوا تھا کہ جسجگہ پہنچے ہو وہاں
 سے فوراً واپس ہو کر چاند اور دیو گدہ کی ولایت کو روانہ ہو جانا چاہیے اور وہاں
 کے باغی راجاؤں کی واجبی سزا کرنا چاہیے دلیر خان فرمان کے پہنچنے ہی اسطوف
 کو روانہ ہوئے اوسوقت اونکے ساتھ اپنا ماتحت لشکر افغانوں کا تھا اور اسکے
 علاوہ دیگر سردار جنمیں قادر داد خان وزیر دست خان و آتش خان برق انداز خان
 رند و لہ خان راجہ بھان سنگہ بنیلہ راوہا سنگہ ہاڈرا و کرن بھورتیہ راجہ نرسنگہ

۱۵ درین ہنگام تعین افواج ہما لشکراست بسر کردگی دلیر خان بر سر زمین پانڈہ بیدار گشتن و از خواہشات
 وادوں پیش شائستہ باو لیلے دولت

۱۶ بنا بر تنبیہ آن و گوشمال آن خسران مال پیش نہاد ہمت خسر و انگشت فرمان تہران بلال بدلیر خان
 کہ بابر نے از عسکر منہ بردن بعد خسران از ماتحت ولایت جی پور بہ پیشکادہ حضور طلب شدہ بود صاود
 گشت کہ بہ جاکہ رسیدہ باشد بجز درود نشور لایع التور برگشت بہ اجمرا بان بر سر ولایت آن مشور رود
 آن خان مذکور دو منزل از دریا سے نربہ گدہ شدہ بود کہ بوصول یر لینگ کرامت نشان مباہی گشتہ باز نہ ولایت
 و راجہ بھان سنگہ بنیلہ راوہا سنگہ ہاڈرا و کرن سنگہ بھورتیہ و راجہ نرسنگہ کور جلگت سنگہ ہاڈرا و قادر داد
 خان وزیر دست خان و آتش خان و برق انداز خان و گروہے دیگر از مبارزان نصرت نشان و آخسر
 جادی الاغرازم مقصد گشت ۱۰۲۳ صفحہ عالمگیر نار

کو رجاگت سنگہ وغیرہ سب انکے تابع و ہمراہ تھے آخر جامی الاخرین دلیرخان منزل

سلطان واسطہ شعبان دلیرخان بالفوج قاہرہ و ولایت چاندہ رسیدہ باغی ملازمینہ اربطوت عساکر نظر قہر
خوف درعب بر باطن ضلالت ٹوٹش استیلا یافت باکیا نام شخصے کہ مدار المہام او بود نزد دلیرخان فرستاد
اظہار بخرو بہتال نہ امت بر سوابق جرائم نموده واستدعا کرد کہ چون آن خان مذکور نزدیک شود آئین
مسکنت و خشوع آمدہ ملاقی گردد خانہ کور متمناست اور اپرا یہ احتجاج بخشید و فرستادہ را باز گرفتہ
کہ نوبہ حصول این مامول بدو رسانیدہ آن ضلالت کیش را بیاورد چون ناکیا از لشکر فیروزی معاودت
نمودہ خاطر وحشت زدہ اور از جانب دلیرخان مطمئن گردانیدہ او این منہ را غوغا عظیم و نعتیہ ترگ شانختہ
بلا توقف بغیر ملاقات آن خان شہامت کیش بامکہ نام پسر حسین خویش روان شد و مبلغ از زر و سیم
مسکوک بجهت شیکش سرکار بادشاہی کہ عجلہ آوردن آن میسر بودہ ہمراہ برداشت و بہت و سیم
شعبان کہ دلیرخان بوضع ماندہ کہ سرحد ولایت چاندہ ست نزول نمودہ زبان مذکور باشکر نظر اثر پیوستہ
چون قصہ ملاقات خان مذکور نمودہ باشادہ آن خان شہامت نشان آتش خان و ستم خان ہرادر ایرج
خان رفتہ آن بہالت پرور را با پسرش آئین مہرمان میان بندہ گردان افگندہ بے سلاح و یراق نزد او
آوردہ در نہایت مضوع و سرافگندگی ملاقات کرد و تمہید مرہم نہامت اعتذار و اظہار مراتب عبودیت
انکسار نمودہ ایکہ از اشرفی و دو ہزار روپیہ و دو سراپ و یکہ زنجیر فیل برہم نیاز بہ دلیرخان گذرانید
و ہفت ہزار اشرفی و پنج لک روپیہ کہ ہمراہ آوردہ بود بصیغہ جرمانہ و شکراۃ امان بسرکار خاصہ شریف
سپرد خانہ کور باو گفت کہ اگر سلامتی جان و ناموس و بقای موطن و ولایت خویش میخواہی باید کہ پیشکش
لایق بر اسے سرکار بادشاہی بزودے سرانجام بدی و من بعد باغواے دیوخلان و تحریک شقاوت
و کمال قدم از شاہراہ بندگی و فرمان پذیری بیرون نہنی اواز کار آگہی و معاملہ شناسنی سخن دلیرخان را
آویزہ گوش و ہوش ساختہ سرمایہ ہیود کار و سود و زگار خویش دانست و چنین قرار یافت کہ مبلغ یک کروز
روپیہ از نفوذ و فائس اشیاء مثل جواہر مرصع و آلات و نفقہ فیلان کوہ پیکر و سواے آن پنج لک روپیہ
بدلیرخان کہ واسطہ اصلاح کار و ذریعہ غفرانیم در حضرت خلافت گشتہ بودند بطریق شکرانہ بدو ہر سال
دو لک روپیہ پیشکش مقرریے بسرکار خاصہ شریف مودے سازد و بموجب التماس خانہ کور فرمان مالیشان
از جناب فسل و احسان شتمل ہر صفہ تا مہم آن مورد نکال عصیان و تفویض جانشینی او بہ رام سنگہ

مقصود کی طرف روانہ ہوئے اور شاہی حکم سے ایرٹ خان فوجہ الیچور قلعہ خان
 فوجہ دار پونا وغیرہ لکھنؤ میں مقرر ہوئے وسط ماہ شعبان میں دلیر خان معہ فوج
 قاہرہ کے ولایت چاند کے حدود پر پہونچئے مانجی ملارو مان کاراجہ بادشاہی
 لشکر کی آمد سنکر نہایت گھبرا یا اور غلبہ خوف سے اونے اپنے بہادر المہام کو جبکہ نام
 ناکیا تھا دلیر خان کے پاس بھیجا کہ میرے طرف سے جا کر عاجزی کا اظہار کر اور یہ
 عرض کر کہ میں بجائے بغاوت کے اطاعت کو تیار ہوں مجھ کو میرے جان و ملک کی
 امان دیجئے جب وہ بہادر المہام دلیر خان کے پاس حاضر ہوا تو نہایت خوشامد سے
 ملا اور اونے امان کی استدعا کی دلیر خان نے اس کی عرض قبول کی اور راجہ کی
 خطا کی معافی کا وعدہ کیا جب بہادر المہام مذکور نے اس قول و قرار کا معاہدہ کرنا چاہا

بقیہ صفحہ ماقبل کہیں پسرش بسد و پر پوندہ دلیر خان حقیقت معاملہ را پیشگاہ سلطنت و جہان بینی عرض داشتہ
 بروقت التماس آن نان بسالت نشان رقم معافات پر بندہ ذلات مر زبان مذکور کشیدہ از موافقت لطف و
 واد طناع یر لیغ کتب مطاع بنی بر این معنی بطرف سے نفاذ پیوست و بانحلف فاجرہ بجهت سرافرازی و اطمینان
 او از حضرت خلافت مرسل گشت باجملہ دلیر خان مانجی ملارو زمیندار از خود بخا برداشت و کلا سے اور از خدمت
 کرد کہ رفت سر انجام پیشکش کہ مقرر شدہ بود بکشند و محمد لطیف دیوان با جمع از سوار و پیادہ بہدم قلعہ
 مانک و رک تعین نمودہ و پس از دو ماہ کہ ہفتاد و ہفت لک روپیہ از دو چہ شیکش وصول رسید
 چون زمیندار مذکور مرخص و طیل گشتہ احوال و لائیش فتور و اختلال پذیرفتہ لاہور و دلیر خان از روئے
 صلاح اندیشی مقرر نمودہ کہ مانجی ملارو روئے چند رخصت نماید مشروطاً بہ الگہ سہ لک دیگر از جہت تبصرہ
 پیشکش سرکار بہانہ را با مبلغ پنج لک روپیہ کہ قبیل دادن آن بجان مومی الیہ نمودہ بود کہ بموجب
 ہشت لک روپیہ باشد و عرض مدت دو ماہ و ادائیہ درین باب چھ لک از گرفتہ تا این ہنگام خلعت
 فاجرہ و دلیر خان مسئلہ باونداد و جہر ہر مع و برشتہ دیگر از ذلات و یک زنجیر نیل باز دادہ بارام سنگہ
 پسرش مرخص ساخت ۱۲

تو دلیر خان نے اسکی تسلی کر کے اسکو واپس کر دیا کہ تو اپنے راجہ کے پاس جا کر
معافی کی خوشخبری سنا دے چنانچہ وہ دارالمہام لشکر گاہ سے واپس ہو کر اپنے
راجہ کے پاس گیا راجہ نہایت گھبرایا تھا دارالمہام نے دلیر خان کی خوشخبری سنا کر
راجہ کو مطمئن کیا راجہ نے ملک بچ جانا اور پناہ ملنا اک بڑی نعمت سمجھا اور وہ بلا
توہم خان شہامت نشان یعنی دلیر خان کی ملاقات کو معہ اپنے بڑے بیٹے
مہر کے روانہ ہوا اور اس جلدی میں کچھ زلفت بھی شیکیش کے لیے جو ممکن ہوا
ساتھ لیا ۲۳ شعبان کو جب دلیر خان موضع ماند درہ میں جو دلایت چاندہ کی سرحد
پر ہے لشکر لیے ہوئے پڑے تھے وہ دلیر خان کے پاس حاضر ہوا دلیر خان
کے اشارہ سے آتش خان و رستم خان اور ایرج خان گئے اور راجہ کو معہ اس کے
بیٹے کے بطور مجرموں کے گردن میں کمربند ڈال کر بے ہتیاروں کے دلیر خان
کی خدمت میں حاضر لائے راجہ نہایت عاجزی سے پیش آیا اور معافی کا خوشگوار ہوا
ایک ہزار اشرفی اور دو ہزار روپیہ اور دو کھوڑے اور ایک
باتھی دلیر خان کو نذرانہ میں دیے اور سات ہزار اشرفی اور پانچ
لاکھ روپیہ جو چند باتھیوں اور اونٹوں اور گاڑیوں پر لاد کر ہمراہ لایا تھا وہ بنات
کے جرمانہ اور امان کے شکرانہ میں سرکار بادشاہی کے لیے دلیر خان کے سپر
کیے دلیر خان نے راجہ سے کہا کہ اگر تم اپنی جان و آبرو کی سلامتی اور ملک
کی خیریت چاہتے ہو تو سرکار بادشاہی کے لائق نہایت جلد شیکیش فکر کر کے ادا کر دو
اور اس کے بعد بجز فرمانبرداری کے کبھی سرکشی نہ کرنا ورنہ ابھی تمہارا ملک پامال کر کے
نیت و نابود کر دیا جائیگا راجہ نے دلیر خان کی نصیحت کو گوش جان سے

سنا اور اپنی بہبودی کا سرمایہ بچا اور نہایت تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سے حکم کی تعمیل
 کا پابند ہوا بعد صلح کے یہ شرائط قرار پائے کہ مبلغ ایک کروڑ روپیہ
 جرمانہ میں راجہ باقساط ذیل ادا کرے جسین زر رفتہ و جواہرات و مہر آلات
 اور دیگر نفیس اشیاء اور ہاتھی بھی ہون اور دو ماہ کی مدت میں اس رقم کا انتظام
 کر کے لشکر گاہ میں پہنچا دے اور مبلغ پانچ لاکھ روپیہ بطریق شکرانہ کے
 دلیر خان کو نذر کرے کیونکہ وہی بادشاہ کے حضور میں معافی جرایم کے
 واسطہ اور اصلاح کے ذریعہ ہوئے ہیں اور راجہ ہر سال دو لاکھ روپیہ
 بطور خراج کے خزانہ بادشاہی کے لیے دار الخلافہ کو بھیجتا رہے اور قلعہ مانک
 و رک جو نہایت مضبوط اور باعث سرکشی کہے اور سکوا بادشاہی لشکر منہدم و مسمار
 کر دے اور دلیر خان بادشاہ سے التماس کر کے اسکی خطائیں معاف کرادین
 اور اسکا چھوٹا بیٹا رام سنگھ جو نائب و ولیعہد ہے اسکی جانشینی کا منصب
 منگوا دین غرض کہ یہ امورات قلب بند ہو کر صلح نامہ مرتب ہو گیا دلیر خان نے
 کل حقیقت بادشاہ کو لکھی اور اسکی خطاؤں سے درگزر کر نیکی بارہا
 سفارش کی عالمگیر بادشاہ نے دلیر خان کے التماس کے بموجب اسکی
 خطائیں معاف کیں اور الطاف شاہانہ سے فرمان پر اپنی مہر کر کے معہ خلعت فاخر
 کے خانم صوف کے پاس بھیج دیا دلیر خان نے مانجی ملار والی ملک کو اپنے پاس
 نظر بند رکھا اور اسکے وکلا کو رخصت کیا کہ تم جا کر معاہدہ کے مطابق پیشکش کا
 سر انجام کرو اور محمد لطیف دیوان لشکر کو سوار و پیادوں کی ایک جماعت دیکر قلعہ
 مانک دوک کے مسمار کرنے کے لیے بھیجا وہ نہایت جلد گیا اور تھوڑی مدت میں

اوسنے اوس مضبوط قلعہ کو گر کر خاک کے برابر کیا اوسین بہت بری رقم روپوں کی جو بجا بجاہ فون تھی نکلی اور قریب پچاس عدد کے توپیں آہنی اور چنگی اور بہت سی بندوقین اور دیگر سامان توپخانہ کا نکلا وہ سب بادشاہی لشکر گاہ میں یا اور قلعہ بہنولی جو دیوگڑھ کی سرحد پر تھا اور نہایت مضبوط تھا اسکے گرانے کے لیے بھی ایک جماعت مقرر کی گئی بعد دو ماہ کے **ستتر لاکھ** روپے پیشکش کا وصول ہوا چونکہ راجہ وہان کا نہایت مریض تھا اور اوس کا ملک نہایت خراب و برباد ہو رہا تھا اور تمام رعایا اوسکی بھاگ کر متفرق ہو گئی تھی اس لیے **دلیسر خان** نے راجہ کو رخصت کرنا مصلحت وقت سمجھا اور اس شرط سے اوسکو جائیگی اجازت دی کہ تین لاکھ روپیہ شاہی پیشکش کا اور پانچ لاکھ روپیہ خان مومی الیہ کا جو بصفہ شکرگزاری قرار پایا تھا غرض کہ کل آٹھ لاکھ روپیہ دو مہینہ کے عرصہ میں ادا کر دے اور تیس لاکھ روپیہ جو باقی رہا ہے وہ بتدریج تین برس کے عرصہ میں ادا کر دے اس بارہ میں راجہ سے چمکھ لیا گیا اور اب تک انھیں امور ات کے قرار پائیگی وجہ سے خلعت و فرمان جو بادشاہ کی طرف سے آیا تھا اُسکو مصلحتاً نہیں دیا گیا تھا اب **دلیسر خان** نے ایک جہدھر مرصع اور چند آلات اور ایک باتھی راجہ کو عنایت کیا اور ۲ شوال کو راجہ کو معہ اوسکے بیٹے رام سنگھ کے رخصت کیا کہ ولایت چاندہ میں جا کر چلے گئے ملک میں خرابیاں پڑ گئی ہیں الٹی درستی و انتظام میں مصروف نہ ہو سکے اور قریب پیشکش کی فکر کرے۔ اس عرصہ میں قتاح خان فوجدار پونا کا انتقال ہو گیا الٹی بگہ پر قادر داد خان بادشاہ کے حکم سے مقرر کیے گئے **دلیسر خان** نے جو روپیہ کہ پیشکش کا راجہ کے ذمہ باقی تھا اُسکی وصولیابی قادر داد خان کو سپرد کی

اور راجہ کے بڑے بیٹے مدہر کو آٹھ لاکھ روپیہ کے معاوضہ میں جنگی ادا کی جلد قرار پائی تھی نظر بند رکھا اسکے بعد دلیر خان نے جو زرقہ اور مرغ آلات اور ہاتھی پیشکش میں وصول کیے تھے انکی رو اتلی کا یہ انتظام کیا کہ ایرج خان فوجدار المچو اور مد لطیف دیوان لشکر معہ ایک جماعت کے یہ سامان لیجا میں اور کچھ اشیاء رستم خان برادر ایرج خان دوسری جماعت ہمراہ لیکر المچو پہونچائیں اور وہاں سے یہ سامان خاندیس جاسے اور وہاں سے خان زمان خان صوبہ دار خاندیس اور اوسکا دیوان زمین العابدین برہانپور پہونچائیں اور وہاں سے دار الخلافت لیجا کر بادشاہ کے حضور میں گذرائیں۔

جب دلیر خان ولایت چاندہ کے انتظام بے فرست کر چکے تو ولایت دیوگڈہ کی طرف چو چاندہ کے قریب بے متوجہ ہوئے کیونکہ کوک سنگہ والی دیوگڈہ

لے چون کوک سنگہ زمیندار ولایت دیوگڈہ کہ ولایت چاندہ قریب الجراست نیز ازنا ماقبت اندیشی در ایصال پیش تہاد و امال در زید چانچہ پانزدہ لک روپیہ از پیشکش سنوات ماضیہ بر ذمہ او جمع آمدہ بود دلیر خان فرمان شدہ بود کہ بعد از حدیث ہم چاندہ تباہیہ آن تیرہ بخت مزار پر داندہ اور انیزا اگر ان خواب غفلت پیدا نہ سازد وہاں خان بستا شعار در اٹلے اشغال ہم چاندہ زمیندار مذکور را تحلیف و تہدید نمود آن ضلالت فرجام شخصے کہ ملام سام او بعد فرستادہ تا بہ تہدید مرام نہ امت و اعتذار نماید لاجرم خان دلیر بنا بر کمال خشوع و اہتمال آئی کہ پیش باطل سکاں را بہ قبول معذرت و تعہد التماس عنوزلات در پیشگاہ خلافت منست پذیر گردانیدہ مقرر ساخت کہ پانزدہ لک روپیہ کہ از پیشکش سنوات سابقہ بر ذمہ او لازم او بود با قریب سہ لک روپیہ دیگر بر ہم زمانہ عرض مدتی ہر کار والا سازند و از انجملہ شش لک روپیہ در مدت دو ماہ و اسل سازد و من بعد واداسے پیشکش مقررے کہ ہر سالہ یک لک روپیہ بود و ماہانہ و مسامعہ فوریہ ہر از خط بندگی و فرمانبرداری نہیبہ و چون خاموشوت بعد و ولایت دیوگڈہ رسیدہ کوک سنگہ مر زبان آجا بقدم عہد خشوع آمدہ بان نان عقیدت آئین ملاقی شد و ہر نے از وجہ پیشکش وصول رسانید۔

نے بادشاہ کو سالانہ خراج بھیجنے میں سستی کی تھی اور پندرہ لاکھ روپیہ ادا کرنے سے سبوتاہ ماضیہ کے باقی تھے مگر وہ جیلہ کر کے ادا نہیں کرتا تھا اس لیے دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ مسم چاندہ کی فرصت کیے بعد اس غافل باغی راجہ کو بھی خواب غفلت سے بیدار کرو چنانچہ دلیر خان نے جبکہ چاندہ ہی کی مہم میں مشغول تھے اس کو اپنے غتاب سے خوف دلایا تھا اور راجہ مذکور نے اپنا مدار المہام بھیجا تھا اور نہایت عاجزی سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگی تھی دلیر خان نے اس کی معذرت قبول کر کے جواب دیا کہ تیری عاجزی بادشاہ کے حضور میں عرض کر کے عفو جراثیم کی التماس کی جائیگی تجھ کو چاہیے کہ مبلغ پندرہ لاکھ بابت بقایا اور تین لاکھ بابت جرمانہ کے باقسط ادا کر جس میں سے چھ لاکھ عنقریب داخل کر دے اور باقی دو ماہ کے عرصہ میں اور ایک لاکھ روپیہ جو سالانہ خراج کا ہے وہ بادشاہی خزانہ کے پہونچانے میں کسی سال سستی نہ کرنا اور کبھی دائرہ فرمانبرداری سے قدم باہر نہ رکھنا دلیر خان کا یہ حکم والی دیوگڈہ نے سن کر دس باغی نہایت جلد پیشکش میں بھیجے جب دلیر خان ولایت چاندہ کے انتظام سے فرصت حاصل کر چکے تو دیوگڈہ کے وکیل کو جو لشکر میں حاضر تھا رخصت کیا کہ آگے جا کر پیشکش کا سرانجام کرے۔

۵۱ ذیقعدہ سنہ جلوس کو دلیر خان تین مہینہ کے قریب ولایت چاندہ میں رہ کر مع اپنے لشکر کے دیوگڈہ کی طرف روانہ ہوئے اور باغی ملار والی چاندہ کو بھی طلب کیا کہ وہ بھی مع اپنے متعلقین کے اگر بادشاہی لشکر کے ہمراہ چلے جب دلیر خان ولایت دیوگڈہ کے حدود میں پہونچے کوک سنگھ و ہانکار راجہ نہایت

عاجزی سے میوانی کو حاضر ہوا اور خان ویشان سے نہایت عقیدت سے
 پیش آیا اور پیشکش کے ادا کرنے کے لیے چند روز کی رخصت لیکر اپنے قیام گاہ
 کو واپس گیا دلیر خان نے چند روز اس کے ہم دین قیام کر کے کچھ رقم پیشکش
 کی وصول کی اور بابت بقایا کے حکم دیا کہ بہت جلد اس کو بھی ادا کرنا چاہیے وہو
 تساہل کے کل قلعے اس ملک کے تسخیر کر کے نام و نشان یہاں کی حکومت کا
 برباد کر دیا جائے گا وہ اسی انتظام میں مصروف تھے کہ اٹلے حال میں فرمان
 بادشاہی خان شہامت نشان کے نام صادر ہوا کہ زمیندار دیوگڑھ کا معاملہ
 جس طرح ممکن ہو جلد انجام کو پہنچا دو بالفعل دوبارہ تنبیہ و تادیب عادل شاہ
 اور تاراجی ولایت پیمپور کی منظور خاطر ہے لہذا فوراً اسے اپنے لشکر کے وکن کو جانا
 چاہیے اور وہاں شاہزادہ عالیقدر محمد معظم کچھ مدت میں تاسدہ و حکم ثانی اس مہم
 کے لئے قیام رکھو۔ اسوجہ سے دلیر خان نے بمقتضائے مصلحت دیوگڑھ کے
 راجہ کو جو تنگہ سستی اور پریشان حالی کا اظہار کرتا تھا اور مہلت دی اور اس سے
 وعدہ لیکر میعاد معینہ کا چمکھ لیا اور اسکی تحصیل قادر واد خان کے سپرد کی ہی عمر
 میں مانجی ملار والی چانہ نے آٹھ لاکھ روپیہ جو بابت پیشکش کے باقی تھا اور اسکی

سلفہ ورنلال این حال کرامت شمال از جانب خلافت ہمارا دی بال خان شہامت پر و رواد رشہ
 کہ معاملہ زمیندار دیوگڑھ ظہور ہوا ان باشندہ و صورت دادہ چون تادیب و تنبیہ عارثان و تاخت لایت پیمپور و گریارہ مر کوڑ
 خاطر والا و جدہمت چانکشا گشتہ با فوج قاہرہ از آنجا بہ کن شتاہ چون دبیران خاطر از محات ولایت چانہ و دیوگڑھ
 پرداخت بوجہ پیر لیغ گیتی مطاع ہشتم برج الثانی با عساکر فیروزی روانہ کن شد و عاظت بادشاہ بسندہ پرو
 قدردان آن خان بپالشت شش را بنایت خلعت خاص و اسب اسار ملا با از شرف و دیوگڑھ سوار از انبیا
 اور او و اسپرہ اسپرہ مقرر ساخت کہ منصبش از اصل و انفاقہ پیمپوری پیمپور سوار از انملہ سہ ہزار سوار و اسپرہ
 سہ اسپرہ باشد عالمگیر نامہ ۱۰۳۵

ادائیگی جلد قرار پائی تھی لاکر پہنچائے اب کل پچاسی لاکھ روپے اسنے ادا کیے جب دلیر خان ولایت چاندھ اور ملک دیو گدھ سے اطمینان خاطر حاصل کر چکے تو ہر سب سے دانی سے دلیر خان کو خلع خاص اور گھوڑا معہ ساز طلائے کے مرحمت فرمایا اور انکے ایک ہزار سواروں کو دو اسپہ سہ اسپہ کیا اور انکا منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا منجملہ انکے تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے اور ایرج خان کے منصب میں اضافہ پانصدی گھر کے دو ہزار پانصدی دو ہزار سوار کا درجہ عنایت ہوا اور قادر داد خان کا منصب ہزاری آٹھ سو سوار کا تھا منجملہ انکے چار سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے۔



اعلان افسوس کہ ان واقعات کے بعد ولیر خان کے حالات متفرق طور پر دیگر کتب سے لکھے جائینگے۔ اب تک جو لکھا گیا وہ مفصل اور مسلسل عالمگیر نامہ سے عالمگیر نامہ و انوائس عالمگیر نے فرمائش کی کہ کنشی محمد کاظم بن محمد امین سے لکھا یا تھا اسکے باپ محمد امین کو مرزا امینا کی کاشی بھی کہتے ہیں جسے شاہجہان نامہ لکھا ہے بادشاہ موصوف کو اسکی انشا پر دازی پسند آئی تھی لہذا اسکو حکم دیا تھا کہ ہماری حکومت کا سچا حال لکھیے اس ضرورت سے قلعہ نگار و نکوہدایت کر دی تھی کہ جب تک مورخ سوئخ نگاری کرے اسکو نسخہ واقعات اور فہرست واردات ماہ بہ ماہ سال بسال جملہ صوہجات اور دار السلطنت کے حوالہ کرتے رہیں ورنہ امر بھی مقہور کیا تھا کہ جو سوئخ و اخبار تحریر میں آئیں وہ ترتیب پانیکے بعد مناسب اوقات خلوت میں حکم و استان استان سنلے جائیں تاکہ وہ سلی تصحیح و تصفیہ بادشاہ بھی کرتا رہے اور چونکہ بادشاہ نامہ میں ہماری شاہزادی کا مفصل حال لکھا جا چکا ہوا اب یام سلطنت کا حال جمادی الاول ۱۰۷۱ھ کے آغاز سے لکھا جائے چنانچہ سنہ مذکور سے ماہ رجب ۱۰۷۱ھ تک دس سال کا حال تالیف کیا گیا او پیش کیا گیا اسکے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ باطن کے حالات کے مقابلہ میں ظاہر کے حالات کوئی چیز نہیں لہذا اب دس سال کے آگے ہماری سلطنت کی تاریخ نہ لکھی جائے اسوجہ سے چالیس سال کے حالات جو عالمگیری حکومت سے تعلق رکھتے ہیں انکی کوئی ایسی تاریخ نہیں ہے جیسی کہ عالمگیر کے آبا و اجداد کی موجود ہے۔

ماثر عالمگیری مستعد خان نے خفیہ لکھی ہے مگر وہ روزنامہ ہے مختصر طور پر واقعات میں امین امین صراحت کر دیتی ہے دوسری منتخب لباب تاریخ خانی خان کی ہوسکا باپ سلطان مراد بخش کا ملازم تھا وہ عالمگیر سے ناخوش تھا یہ مورخ اسکا بیٹا ہوا سنلے اپنے

باپ کے وفات سن کر لکھے ہیں جن کے بعد اوتی ہے نعمت خان عالی جس کا لقب و نشندہ
 خان تھا اس نے بھی عالمگیری حالات رانا کی لڑائی محمد معظم بہادر شاہ کی جانشینی تک
 لکھے ہیں مگر سخت تعصب اور تمسخر سے عبارت و قابلیت ضرور اس کی اعلیٰ درجہ کی ہے۔
 خانی خان شیعہ ہوا اس کی تحریر فقیدانہ ہے وہ عالمگیری کے نیک کاموں کی تعریف کر کے ایک ایسی
 بات لکھ دیتا ہے جس سے بادشاہ کی نیکنامی خاکیں مل جاتی ہو اگر بادشاہ نے کوئی اچھا کام
 بنا کر جاری کیا تو اس کی توصیف لکھ کر یہ ظاہر کر دے گا کہ عمل میں نہیں آیا مثلاً محصول معاف
 کیا گیا مگر دار الخلافہ کے نواح میں بجز دوسری جگہ اس کی تعمیل نہیں ہوئی جا بجا ظلم و ستم ہونیکا
 عالمگیری عہد اچھا تھا لیکن ایران کا دائم انحراف بادشاہ اس سے بہتر تھا کہ اس نے دشمنوں سے
 وہ سلوک کیا جو اس نے دار بادشاہ نے اپنے باپ یا بیویوں سے کیا غرض کہ اسکے ہر کام میں مگر
 فریب ثابت کرتا ہے اور اس کی خوبی و دینداری کو بے پرستی بات تھی چھپایا ہو چھپے کام میں بھی خیر
 نکالا اس کی تاریخ لکھنے کی ممانعت بارہ میں بھی ہی اسے نکالی کہ اسکے بعض کام ایسے تھے
 جو عظیم الشان بادشاہ کو نہیں زیب آتے ڈاکٹر برنیر فریسی ایک امیر کا ملازم وہ بھی بنی ثانی
 باتیں زیادہ لکھنے پر پابند ہو۔ غرض اس سال کے جس طرح مفصل و ترتیب دار حالات عالمگیری میں
 لکھے گئے ہیں اس طرح دیگر حالات کتب میں نہیں ملتے دلیر خان کے حالات اور کارنامے دس
 سالہ جسکی تاریخ لکھی گئی اس قدر زیادہ ہوئے تو اسکے بعد سترہ سال کے دوسرے کارنامے
 اس قدر زیادہ ہوئے کیونکہ دلیر خان عالمگیری کی سلطنت کے تیس سال تک زندہ رہے ہیں مگر
 فوس کہ سترہ سال کی تاریخ ہی تفصیل دار نہیں تھی کچھ محل واقعات دیکر کتابوں میں لے گئے وہ لکھے
 گئے۔ بادشاہ نامہ ملا عبد الحمید لاہوری نے شاہجہان بادشاہ کی عہد حکومت کی تاریخ میں
 لکھا ہے وہ صرف تیس سال کے واقعات میں ہو باقی بارہ سال کی دوسری تصنیف شاہجہانی

سلطنت کے متعلق غیر مطلوبہ ہونیسے دستیاب نہیں ہوئیں بادشاہنامہ جب تصنیف ہوا اور وہ
 دلیر خان کی ترقی کا ابتدائی زمانہ ہوا جو باگتہ دلیر خان کے حالات ابتداء سے انتہا تک
 فراہم نہیں ہو سکے باوجود ان مجبورین کے صرف دس سال کے کارنامے اس قدر حیرت ناک
 عالمگیر نامہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں کہ دوسرے امرا اور ارکانِ ولت کے نہیں سنہ جلتے
 عالمگیر نامہ میں ایک سو کئی جگہ دلیر خان کا نام نامی درج ہے
 ایک دفعہ نواب دلیر خان کے متعلق جو شاہجہان بادشاہ کے عہد میں ہوا اور وہ
 شہنشاہ نامہ وغیرہ میں درج ہو رہا ہے۔ راجہ امر سنگھ کے والد کا جب انتقال ہو گیا تو اسکے بعد
 راجہ جسونت سنگھ حسب وصیت باپ کے مسند نشین ہوئے حالانکہ راجہ جسونت سنگھ راجہ سنگھ
 سے چھوٹے تھے اور بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے چھوٹے بھائی کا ریاست پر حکمران ہونا
 دستور اور آئینِ اچھوتیہ کے خلاف تھا اسوجہ سے راجہ امر سنگھ مغموم رہا کرتے تھے اور
 دربار بادشاہی میں بھی رنجیدہ و بیدل حاضر ہوا کرتے تھے ایک بار صلابت خان نے
 از روئے نصیحت کچھ کلمات سخت کہے راجہ امر سنگھ مغموم اور علیل تو تھے ہی صلابت خان
 کی طرف سے انکے زمین کینہ پڑ گیا اور وہ صلابت خان پر حملہ کر نیکی فائرین ہوئے ایک روز
 شام کی وقت دیوانخانہ میں شاہجہان بادشاہ مغرب کی نماز پڑھ کر عبداللہ خان فیروز
 کے نام فرمان دستخط خاص سے لکھنے میں مشغول تھا مصنف شاہنشاہنامہ کا بیان ہے
 کہ میں مکرمت خان اور غم غارات شاہی سے ایک گوشہ میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ
 اعلیٰ حضرت آجکل شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی کم توہی فرماتے ہیں کہ اتنے میں امر سنگھ چوتھے

سلطنت میں کہ شاہزادی جہان راہیم شمع سے جلا کر چار پڑی جو نہیں یا میں اورنگ زیب کے بعض اطوار سے شاہجہان بادشاہ کو
 اورنگ زیب سے کچھ کہہ دیتا کہ وہ شاہزادہ اورنگ زیب کو شاہ نامہ اور پورے بزرگوار کی کم توہی معلوم ہوئی تو منصف استغفار و عذر دیا اور
 اختیار کھو لکر بادشاہ کے پاس بھیج دیے اور گوشہ نشینی اختیار کی شاہجہان نے مضبوطی جاگیر کا حکم صادر کیا اور کچھ عرصہ تک حالت

ایک جمہر صلاحیت خان کے سینہ پر ایسا مارا کہ قبضہ تک پہنچا۔ یہ سب ہو گیا صلاحیت خان نے ایک آنکھ کھینچی اور یہی وقت مر گئے خلیل اللہ خان وراجن سنگھ ولد بھلا اس کو نے جب ایسی گستاخی و جرات اس اجپوت کی بادشاہ کے حضور میں دیکھی اور وہ نزدیک بیٹھے ہوئے تھے آپس بچھے امر سنگھ نے اس کے وارو کے اور ارجن سنگھ کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوا امر سنگھ باہر بھاگنا چاہتے تھے کہ تنہا گزیرا و دیگر بادشاہی ارجن سنگھ کی مدد کو پہنچ گئے اور متواتر زخموں سے امر سنگھ کا کام تمام کیا امر سنگھ نے گرجا نیلے بعد بھی ایسا کاری جمہر ارجن سنگھ کے مارا کہ انکا کان جڑ سے لنگیا اس واقعہ کے بعد میر خان میر توڑکا و رملوک چند مہتمم دولت خانہ امر سنگھ کی فحش لٹکا کر باہر لائے اس عرصہ میں پندرہ خد متگا را اور ایک مشعلی راجا جو اپنی بہادر یوں و سوسواروں کے برابر تھے گزیرا و رملوک چند و دیگر بادشاہی آدمیوں پر حملہ آور ہوئے تلوار و بر بھی و جمہر سے وار کرنا شروع کیے اور ایسی سخت لڑائی لڑے کہ گزیرا کی جماعت باوجودیکہ ان کے دفعیہ پر مستعد تھی مگر رملوک چند معہ عزیز اللہ خان یعقوب خان وغیرہ مند خان تین منصبداروں کے کام آئے باقی بادشاہی لوگ بھی زخمی اور ہلاک ہوئے اور میر خان فرزند صلاحیت خان کے بھی کاری زخم آیا اور ایک بلوہ عظیم برپا ہوا آخر کار پندرہ خد متگا ر جو امر سنگھ کے ساتھ تھے ہلاک ہوئے اسی حالت کو دیکھ کر امر سنگھ کے دیگر ہمراہی اجپوت رات میں بھاگ گئے مگر صبح کی وقت ان کے انتقام کے لیے ارجن سنگھ کے دروازہ پر چڑھ گئے اور وہاں جو کوئی ان کے سامنے آیا قتل کر دیا شاہجہان بادشاہ نے ازراہ عمل و قار بادشاہی کے ان دان اجپوت پر فوج بھیجنا مناسب سمجھا خیال کیا کہ فتنہ زیادہ بڑھ جائیگا رحلی کو

بقیہ صفحہ ماقبل قائم رہی لیکن جب جان رابیکر کو شفا حاصل ہوئی اور غسل صحت کا جشن منقدہ ہوا اور پاپس لکھنؤ پہنچا تھا طوائف باغسل صحت تصدیق و طلاق و انعام غسل میں غرق ہوئے اور کل امرا و شاہزادہ غلغلا انعام سے سرفراز ہوئے تو جہان آباد کی سفارش سے اورنگ زیب کی خطا بھی معاف ہوئی اور بدستور پانزہ ہزاری منصبداروں سے ہزار سوار سے سر ملندہ کیے مولائی احمد آباد پر مقرر فرمایا گیا تھا

کام فرمایا اور راجپوت سمجھدار تجربہ کار انکی ہمائش کیلئے بھیجے ان صلاح کاروں نے سمجھا یا کہ امر سنگھ اور
 جو جماعت کہ فساد کی مرکز بنی تھی اپنی سزا کو پہنچائی تلگوگ بھٹا ہو بلا وجہ اپنی ہلاکت کے پیچھے پڑے
 ہوا ان جابل راجپوتوں نے اس بادشاہی پیغام پر توجہ نہ کی اور سخت کلامی اور جنگ سے باز نہ
 آئے آخر شاہجہان بادشاہ ناچار ہوا اور اسوقت جلال خان عرف نواب لیر خان کو مولے لشکر
 و توپخانہ کے جنین اور بھی چند نامی منصبدار تھے راجپوتوں کی گوشمالی کیلئے بھیجا صبح سے شام تک
 بادشاہی لشکر اور راجپوتوں سے برابر لڑائی ہوتی رہی نہایت سخت جنگ ہوئی آخر امر سنگھ
 کی جماعت پسپا ہوئی کچھ بھاگ گئے اور کل تلوار کے گھاٹ اتر گئے پھر ہزار کے قریب یہ جماعت
 شمار میں آئی بعد غروب آفتاب کے لڑائی ختم ہوئی بادشاہی لشکر کے بھی چند نامی سردار کام
 آئے سید عبدالرسول خان بارہہ جو جوان بہادر تھا معہ اپنی جماعت کے کام آیا اور سید غلام محمد
 جو شجاعت میں مشہور سردار تھا اور دیگر منصبدار بھی زخمی ہوئے بادشاہ نے ان سب کو خلعت
 و انعام سے سرفراز کیا اور پس ماندگان صلابت خان و رملوک چند اور دیگر جان نہ شاہ
 سردار و نکلے فرزند و نکلے عنایت شاہانہ سے خوشدل کیا اس معرکہ میں نواب لیر خان نے
 خوب بہادری کے جوہر دکھائے تھے یہ واقعہ و سچ شاہجہانی مطابق شہنشاہ کو ظہور میں آیا تھا
 اب تک نواب لیر خان کو دلیر خانی خطاب میں ملتا تھا اور وہ جلال خان پہلی نام کے ساتھ موسوم
 تھے مصنف کتاب شاہنشاہنامہ بھی اس جنگ میں موجود تھا مصنف مذکور چونکہ شاہی
 ملازم و منصبدار تھا اسلیئے اکثر واقعات جو شاہنشاہ نامہ میں درج ہیں اسکے چشم دیدہ ہیں اول
 آسام کی جنگ مصنف نے خود لیر خان کی زبان سے سنی تھی یہ مصنف مختلف شاہی خدمات
 مامور رہا کبھی خدمت خانسامانی پر اور کبھی داروغہ غلانی شاہجہانی پر معہ خلعت اسپہ فیل
 کے سرفراز ہو کبھی شاہزادہ محمد شجاع کی اتالیقی اور شاہزادہ کے ہمراہ و قانع نویسی کی خدمت

مقرر ہوا اور کبھی قتر جاگیر کا صدر یا اپنا نام افضل معمری لکھا ہر عہد عالمگیری میں قتر پوتا کا دائرہ پڑا
ماثر الامین ہو کہ عالمگیری کا دسواں سال جلوس تھا کہ دلیر خان سردیو گڈھ سے دکن کو
روانہ ہوئے اور بادشاہی حکم کے کاربند ہوئے۔ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۱۰۲) میں مرقوم ہو کہ
۱۷۱۷ء قلعہ کو بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ دلیر خان دیو گڈھ کے راجہ کو بدستور سابق
اسکے ملک پر مستقل حکومت فیکر اور نگاہ باچلے گئے ہر عرصہ میں عید الضحیٰ آئی اور بادشاہ
نے دلیر خان کو خلعت و جہر مرصع گرز بردار کے ہاتھ بھیجا۔

پیشتر یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب دلیر خان کو بادشاہ نے بلایا تھا تو راجہ جیستہ اور نگاہ
بھیجے گئے تھے اور اس صوبہ کے صوبدار مقرر کیے گئے تھے اس عرصہ میں راجہ جیستہ کو

۱۷۱۸ء خانہ کوردور سال ہم از سرحد دیو گڈھ روانہ گشتہ کاربند علم گردید ماثر الامین ۱۷۱۹ء ہندوستان میں سید کریم خان میندار دیو گڈھ اور
بدستور سابق برحال زمیندارینے استقلال دادہ باورنگاہ بادشاہ صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری ۱۷۲۰ء ہم ادب افین عید کا گاہ ہمت والے
صلوہ عید الضحیٰ و قربانی پر قدم رسید دلیر خان خلعت و جہر مرصع معصوب گرز بردار اثرن ارسال پذیرفت صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری۔
راجہ جیستہ راجہ بالنگاہ والی سے کچھ دور باراکبری کے قریب تھے پرتے تھے لکے باچا نام ماسک گتھا جو بکلت سنگ گھڑا کے بیٹے تھے بعد
انتقال لپکے یہ حسب طلب جہانگیر بادشاہ کی ملازمت میں پہنچے اور ۱۷۲۱ء کی عمر میں منصب ہزاری ذات اور پانسو سوار و باقی سے
سرفراز ہوئے سلطان پر دینے کے ہمراہ ہم دکن کے لیے تعینات ہوئے اور متواتر اضافہ مناصب سر بلند ہوتے رہے بعد وفات جہانگیر
کے جب شاہجہان دی نے طر فوات بلند کیا تو یہ ناچار اسکے ہمراہ ہوئے مگر جیسے اس سے جدا ہو کر وطن چلے گئے اور جیستہ جہان
تخت نشین ہوا تو اسکے حضور میں حاضر ہو کر اضافہ پانسو سوار چار ہزاری منصب و رقمارہ سے سرفراز ہوئے ہی سال نذر محمد خان ان کی
نے فساد کر کے جب کابل کا محاصرہ کیا تو ہمراہ مہات خان خانان یہ اسکی گوشمالی بھیجے گئے اسکے بعد شاہجہان لودی کے تعاقب سلطان
شجاع کے ہمراہ ہم دکن اور ساہو بھو مسلم کی تالیب و سلطان مراد بخش کے ہمراہ کابل کی روانگی میں متعدد خدمات بحالے شہر
شاہجہان میں منصب پنجہزاری سے سرفراز پائی جب ملک کنین اچھے نے خوب خدمتیں کیں تو شاہجہان نے راجہ کو خلعت خاص بھیجا بعد
مالے مراد پوری اور باقی خطائے انی سے شاہجہان نے حضور میں سرفراز ہوئے شہر میں جیلے خاندان خان کے دکن کی صوبہ داری
مستقل راجہ کو عطا ہوئی سند میں لکھی کہ میں ان دنوں تک تمہارے ہمراہ بھیجے گئے اور سند شاہجہان میں منبرۃ الملک اللہ خان زیر عظم
کے ہمراہ قلعہ تھوڑے کے اندام کو بھیجے گئے سند کو شاہجہان کی علالت میں جب بھری سلیمان شکوہ محمد شجاع کی عمر کو بھیجے گئے تو
داراشکوہ کی سفارش سے شاہجہان نے منصب ہفت ہزاری اور پانچ سوار و اس پر ترقی دی اسکے بعد راجہ اور نگاہ
عالمگیری ملاد فتح جیسے کے بعد ایک بڑی جاگیر سے مال مال ہوئے سیوا جی اور عادل شاہی تہذیب کے بعد حسب طلب راجہ جیستہ کو
سے دارالسلطنت کو آ رہے تھے برہان پور میں شہزادہ کو انتقال کیا راجہ صاحب نہایت عمر اور سنجیدہ زمانہ شناس سردار تھے ۱۷۲۵ء

راجہ جیستہ نے شاہجہان کی خدمت میں ملازمت کی اور اس کے ساتھ ساتھ شاہجہان کی

بادشاہ نے اپنے پاس بلایا اور اس سوال سے کہ کو شاہزادہ محمد مظہم کو دکن کی صوبہ داری پر
بجست کیا اور اسکے ساتھ صف لشکر خان و صفی خان وغیرہ کو بھی بھیجا اور راجہ حبیب سنگھ کو لکھا
کہ جس وقت شاہزادہ وہاں پہونچے تم میرے پاس چلے آؤ چنانچہ راجہ حسب حکم اورنگ آباد
سے آ رہے تھے اور برہانپور پہونچے تھے کہ ۲۸ محرم سنہ ۱۰۸۱ کو انتقال کر گئے انکے مرنے
بالگھاٹ کا انتظام جس سے مراد دولت آباد و احمد نگر وغیرہ بنے بلکہ گیارہ راجہ حبیب سنگھ دلیر خان
کے بڑے دوست تھے القصد دلیر خان جب دکن پہونچے تو یہاں کی ہمہ کلیہ بادشاہ نے
خاں بہادر کو کلتاس کو بھی مقرر کیا تھا مگر فوج کے مقدمہ بحیثیت دلیر خان تھے دلیر خان
کے کارنامے دکن میں ایسے عظیم الشان ہوئے ہیں کہ جو تمام ملوکے باشندوں کی
زبان پر چڑھ گئے تھے دیلے بہرہ کے اسپار جو لڑائی کے بجا پوریوں سے ہوئی تھی اس ستم زمانہ
سے وہ وہ بہادران ظہور میں آئی تھیں کہ دوست دشمن سبے محسین کی تھی
یہ جنگ اس قیامت کی ہوئی تھی کہ کئی کوس تک دیوئے سر اور ہاتھیوں کی سوئیں مثل
گوئے چوگان کے میدان رزم میں پڑی ہوئی تھیں مصنف لکھتا ہے ۷

فلندہ ہمہ دشت خرطوم فیل قتاوہ تن کشتگان چنہ میل

ز خرطوم فیل و سر جنگوئے ہمہ دشت پاشیدہ چوگان گوئے

اس لڑائی میں جو اس کی درستی اور انتہائے جرات سے چار پانچ روز ہاتھیوں و گھوڑوں
کی پیٹھ پر سوار لڑتے ہوئے بجا پوریوں کے تعاقب میں اتنا چلے گئے کہ جب لشکر بادشاہی پر

ملے کا زمانہ ہے دلیر خان و دکن احمد و افواہ وضع و سر ہندو ایر و سایر راستہ و جنگے کہ خاں بہادر کو کلتاس بہاولی دلیر خان فطرتاً پہرہ
بجسا کر بجا پوری و اقشد ملا شہلے نمایان ثبات ہے پابرجا کلازان رستم زمان ظہور یافت موجب تسلیں آفرین و ست دشمن گروید پانچند
خرطوم فیل سر آدم گوئے چوگان لیلان بود۔ وہیل زمان کہ عرصہ بروز بادشاہی تنگ گروید ناچار با فزونی ہمت و درستی جو اس لیے کہ در
چہا پنج روز بالے پشت فیلاں سپان جنگ کنان چہ ناہل بجا پوریان طعنوہ بودند و در ستہ ہر فقاہ مقرر بنصرت نمودند از ماثر الامرا

میدان جنگ تنگ ہوا تو تین ہفتونہیں اپنی جگہ پر واپس آئے۔

اسکے بعد قلعہ سالیر جو نواح بگلانہ میں ہوا اور وہ غنیم یعنی مرہٹوں کے ہاتھ میں آ گیا تھا اور قلعہ دار کو مقبوضہ منصب کیا گیا اس زمین میں فرمان گزبردوار کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا گیا کہ قلعہ مذکور کے قریب جا کر دست اشقیاء سے قلعہ چھینا چاہیے دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ کے پلے قلعہ تک گئے اور محاصرہ میں مشغول ہوئے نہایت شجاعت کو دخل دیا بہت سے لوگ کام آئے مگر اس عرصہ میں باغ باکی شدت ہوئی اور آب و ہوا نہایت ہی ہو گئی تمام لشکر کے لوگ مرنے لگے محاصرہ کو بھی عرصہ ہو چکا تھا بادشاہی حکم پہونچا کہ لشکر واپس ہٹانا چاہیے چنانچہ دلیر خان حکم کے کار بند ہوئے اسی ضمن میں سیوا جی جب ہلی سے بھاگ کر دکن پہونچا اور پھر قزاقی اختیار کر کے لوٹ مار چائی تو عالمگیر نے حکم دیا کہ دلیر خان اور خانہمان بہادر اسکے سر پر جا کر اچھی طرح گوشمالی کر دیں خانہمان نے اس خیال سے کہ سیوا جی سے لڑنے کے لیے ابھی سپاہ کافی نہیں جمع ہوئی لڑتے ہیں تو قلعہ کی اوچتہ جگہ پر تھے انکی راہیں بند کیں کہ ان مقاموں سے مرتے حملہ نہ کر سکیں اور جا بجا درون پر توپخانہ لگایا مگر یہ تدبیر دلیر خان نے ناپسند کی کیونکہ اورنگ زیب کے سردار و نہیں سے زیادہ دلیر و شجاع تھے اور ابھی قلعہ چاکنہ کے حملہ میں کامیاب ہو چکے تھے انھوں نے جنگ محفوظ کی غلطیوں کو بتایا اور کہا کہ فوج خواہ کتنی ہو اس سے قلعوں پر حملہ کرنا چاہیے مگر خانہمان اسکو نہ سمجھا مرہٹوں کے سوار جنگی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خاندیس کو لوٹنے کے لیے ان درون سے جنگو خانہمان نے روکا تھا آئینکے مگر وہ مختلف گروہوں میں منقسم

قلعہ سالیر قلعہ بگلانہ پر فتح کفار اور آہ قلعہ دار پر منصب مقبوضہ درونہ دار فرمان مصوب گزبردواران بنام دلیر خان اور گزبردوار بالائے قلعہ راندہ قلعہ زاشقیاء پر آورد دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ پلے قلعہ آمدہ محاصرہ پر داخست و جلالت بجاء آورد و بسیار مردمان کشتہ و شہید گشتند و جانگزا اب ہوئے انضلع تضرع و ہلاک مردم کشید بعدہ کلام ام محاصرہ بطول کشید و بنو نیر سیہ حکم خاندیس کے ہاتھ سے

ہو کر اورنگ آباد و احمد نگر چلے گئے اگرچہ خانجہان نے انکو بہت اہونے روکا مگر وہ اس راہ
 میں کامیاب نہوا۔ ہر سیواچی نے اپنے سوار و نکوچتہ وصول کرنیکے لیے چار و نظرت
 پھیلادیا۔ ۱۵۷۷ء میں دلیر خان نے سیواچی کے ملک پر دست رازی شروع کی جب بمیرا
 سیواچی کے فوج کا ایک سردار گودادری سے اتر کر اپنے گھر کی طرف آ رہا تھا تو راہ میں
 دلیر خان نے اسکا تعاقب کیا وہ بڑی مشکل سے اپنی بیش قیمت لوٹ گھر کو لے جاسکا۔
 جسوقت دلیر خان و خانجہان دوسری طرف لڑائی میں مصروف تھے تو ہمیرا و مغلون
 کے ملک میں آیا اور خوب لوٹا۔ ۱۵۷۸ء میں جب علی عادل شاہ والی بیجا پور فتح میں مبتلا
 ہو کر مر گیا اسکا کوئی بیٹا سوائے سکندر عادل شاہ کے دوسرے نہ تھا جسکی عمر پانچ سال
 کی تھی اور ایک بیٹی بادشاہ بی بی تھی عبدالحمید وزیر تھا اور خواص خان و عبدالکریم غر
 بہلول خان و مظفر خان یہ تین ارکان سلطنت تھے سیکو اپنے مطلب سے مطلب تھا اس
 گھر کا کوئی خیر خواہ نہ تھا اسلیے سیواچی نے بیجا پور کو کھڑو سمجھا کر بادشاہی لشکر سے صلح
 کی اور بیجا پور کی غارتگری شروع کی خواص خان رکن سلطنت نے بیجا پور کی نازک حالت دیکھ کر
 خانجہان بہادر سے عہد و پیمان کیے کہ بیجا پور کی سلطنت شاہ دہلی کے ماتحت ہوگی اور
 اورنگ زیب کے کسی بیٹے سے بادشاہ بی بی شہزادی بیباہی جائیگی لیکن عبدالکریم
 اور دیگر امیروں نے ان عہد و پیمان کے سبب سے خواص خان کو سازش کر کے مار ڈالا
 اور لڑائی کا سامان فراہم کیا جب خانجہان بیجا پور کی طرف آیا تو بیجا پور والے اس سے
 کئی لڑائیاں لڑے جن میں بیجا پور والوں کا پہلہ غالب ہوا عبدالکریم دلیر خان کا
 ہموطن دوست تھا اسلیے اسکے ذریعہ سے دونوں میں صلح ہو گئی۔

۱۵۷۸ء عبدالکریم کا خطاب بہلول خان تھا پہلے اسکا باپ عبدالرؤف عرف دلیر میاں دو ہزار پانصدی کے منصب شاہجہان کے پاس ملازم ہوا

سیوا جی نے خانبھان سے درخواست کی کہ میں بادشاہی ملک نہیں بڑھاؤں گا مگر اورنگزیب بادشاہ میری حمایت کرے بادشاہ نے یہ صلح منظور نہیں کی دلیر خان نے بادشاہ کو یہ تدبیر لکھی کہ والی گولکنڈہ پر حملہ کیا جائے اور عبدالکریم وزیر بجا پور اور بجا پور کی فوج سے اعانت لی جائے بادشاہ نے دلیر خان کی یہ رائے پسند کی اور خانبھان کو اپنے پاس بلا لیا اور دلیر خان کو اسکی جگہ پر مقرر کر دیا۔

قطب شاہ والی گولکنڈہ پر حملہ کر چکی یہ وجہ تھی کہ اسنے سیوا جی سے سازش کر لی تھی عبدالکریم وزیر بجا پور اسلئے عین مر گیا تو دلیر خان نے یہ کوشش کی کہ مسعود خان حبشی اسکی جگہ پر مقرر کیا جائے وہ جو ہر سیدی کا داماد تھا دلیر خان کی کوشش سے سلطنت بجا پور کا وہ وزیر مقرر ہو گیا اسنے فوج کی چڑھی ہوئی تنخواہ اور دلیر خان کے قرضہ کی ادائیگی اور ملک میں امن اور بادشاہ بی بی کو بادشاہی لشکر میں پہونچا دینے کے اقرار کئے۔ دلیر خان بجا پور سے ان عہد و پیمان لینے کے بعد بیرگرم میں گئے مگر دلیر خان اور مسعود خان کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ بادشاہ کے منشاء کے خلاف تھا بادشاہ نے دلیر خان کو لکھا کہ بجا پور کی چڑھی ہوئی سپاہ کی تنخواہ کو اپنی طرف کر کے جتنی سپاہ زیادہ ہو سکے اپنی طرف کر لینا چاہیے کیونکہ ولایت بجا پور کو بادشاہ اپنے ملک میں شامل کر لینا

بقیہ صفحہ ماقبل پھر وہ خانبھان کو دی کے ہمراہ نظام الملک جا ملا اسکے بعد اسکا بیٹا عبدالکریم جکا خطاب بھلول خان بہار تھا بجا پور میں صاحب منصب جو اخص خان اور بھلول خان کے درمیان میں بیچ ہوئے دکنیوں اور افغانوں کے باہم ملائے ہوئے بعض اسی حیدر آباد سے رجوع ہوئے نواب دلیر خان اور عبدالکریم بھلول خان سے بوجہ مناسبت ہتھیاری اور ہزائی جینیے نہایت لطف تھا دونوں سردار اتفاق کر کے لشکر کو لیکر ساتھ ساتھ حیدر آباد پر چڑھے اسعصر میں بھلول خان کا انتقال ہو گیا اسکے بعد اسکا بیٹا سردار ہوا اسلئے مجلس عالمگیری میں بعد فتح بجا پور کے جبکہ نواب دلیر خان کا انتقال ہو چکا تھا اورنگزیب نے دلیر خانی کا خطاب دیا اور شہر زہ کو رسم خان کے خطاب سے سرفراز کیا اور ان ہردو بجا پوری سرداروں کو شش ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔

چاہتا تھا اسلیے یہ بھی حکم ہوا کہ مسند نشین جہا پور سے جو اسکے ذمہ مطالبہ تھا زیادہ مواخذہ کرنا چاہیے دلیر خان بکثرت سپہ سالار ہونیکے اس مطالبہ کی تعمیل میں آمادہ ہوئے اول بادشاہ بی بی کا تقاضہ کیا گیا بعد ایک جھگڑے کے بادشاہ بی بی خود دلیر خان کے لشکر میں چلی آئی کہ بھائی کی سلطنت کیسی طرح بچ جائے دلیر خان نے اسکو اورنگ آباد بھیج دیا اور جہا پور کا محاصرہ کیا جب جہا پور والے مایوس ہوئے تو وہاں کے وزیر مسعود خان نے سیوا جی سے مدد مانگی اسنے دلیر خان کی فوج پر حملہ کر نیکا وعدہ کیا تاکہ محصورین کا پیچھا چھوڑے اس مطلب کے لیے سیوا جی نے نیا دین بہت سوار جمع کئے اور جہا پور کی طرف چلا مگر اس سیلے نگاہ کے دیکھا کہ اسکے بازو نہیں عالمگیر کی لشکر کے صدمہ اٹھاتی تھی تاب نہیں ہے اسلیے وہ محاصرہ کے ۱۲ میل کے قریب جا کر کترایا اور بادشاہی علاقہ پر حملہ کرنے لگا دلیر خان جو فن سپہ گری میں بکیتاے روزگار تھے اسوقت انکے پاس زیادہ فوج نہ تھی مگر جتنے سپاہی تھے وہ سب انکے ہتھیاروں کی جرات اور بڑے دل گردہ کے آدمی تھے ایسی فوج ایسے افسر کے ماتحت بڑی فوج سے بھی بڑھ کر کام دے سکتی ہے دلیر خان نے محاصرہ کو نہیں چھوڑا سیوا جی نے دہات کو جلا کر خاک سیاہ کیا شاہزادہ محمد معظم جو اورنگ آباد میں تھا اسکے حکم سے دس ہزار سواروں نے جمع ہو کر سنگم نیر کے قریب سیوا جی کو ایسا گھیر لیا کہ مار ہی لیا تھا مگر بقول عالمگیر پھاڑی چوہا تھا کسی بل میں ایسا دبا کر جا بیٹھا کہ کسیکو خبر تک نہ ہوئی مسعود خان وزیر نے پھر اسے بلا یا وہ دلیر خان کے مقابلہ کے لیے بڑے ٹھاٹھ سے فوج لیکر چلا ہزاروں مرتے بر بھیت ساتھ تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ نیستان وڑا جاتا ہے مگر ابھی یہ لشکر جہا پور تک نہ پہنچا تھا کہ یکایک سکا بیٹا سینھا جی بھاگ کر دلیر خان کے پاس گیا

دلیر خان نے اسے نہایت تپاک سے خیمہ میں اتار اسیو اجی نے سنبھاجی کو عیاشی کی وجہ سے ناخوش ہو کر قلعہ برنالہ میں قید کر دیا تھا وہ ایک بے ہمن کی بیوی سے ناجائز تعلق کرنا چاہتا تھا وہ قید سے بھاگ کر سیدھا دلیر خان کے پاس آیا دلیر خان نے بادشاہ کو لکھا کہ باپ کے مقابلہ میں بیٹے کو لڑانا چاہیے یہ خوب سکے ہتھکنڈوں سے واقف ہے وہ مہٹوں کو توڑ توڑ کر اپنی طرف بلائیگا غرض کہ گوشت خور دندان سگ کا تماشہ دکھائیگا بادشاہ نے دلیر خان کے نام حکم بھیجا کہ اسے پابز خیر ہمارے پاس بھیج دو دلیر خان نے یہ وضع دارمی کے خلاف سمجھا اور اس سے چشم پوشی کی وہ بھاگ کر سیدھا باپ کے پاس آیا چند روز باپ کو بیٹے کے سبب پریشانی رہی جب سیو اجی کو دلیر خان کی بدولت اس پریشانی سے نجات ملی تو اس نے ہمیراؤ کو بیجا پور کی مدد کو بھیجا وہ اگر نہ دست خان سے لڑا تو دھر خان میں مہرے لوٹ مار کر رہے تھے اور ادھر مہیراؤ اپنی فوج لیے ہوئے دلیر خان کے لشکر کے ارد گرد پھرا تھا اور محصورین کو مسعود خان خوب لڑا رہا تھا دلیر خان بھی انکو دبا رہے تھے مگر انکی ذاتی شجاعت فتح کے لیے کافی نہ تھی جا بجا انکی رسد پر چھاپہ مارے جلتے تھے اور سیطرح رسد انکے لشکر تک نہیں پہنچتی تھی اب برسات آئی اور صحرا اٹھالیا گیا آخر برسات میں وہ میدان ملک کے لوٹ میں مصروف ہوا معلوم نہیں کہ سیو اجی کے دلین کیا کیا ارمان ہونگے وہ سب کے سب خاکین ملگئے کہ اسکو خاچڑا یا اور کیا ایک ایسی طبیعت گبری کہ سترہ عین ترین برس کی عمر میں سیو اجی دنیل سے انتقال

سلہ سیو اجی کے انتقال کے متعلق یہ بھی ایک روایت مستند کتاب میں مندرج ہے کہ جب سیو اجی کے ظلم و آزار حد سے زیادہ مخلوق پر طاری ہو گئے تو مظلوموں کی آہ کے علاوہ ایک صاحب حال درویش کی وعاجی ہوئی کہ اہل کست کی باعث ہوئی جسکی تفصیل تاریخ محمد باشم خانی خان کے صفحہ ۳۴ میں یہ ہے کہ جب سلتجی عالمگیری مطابق سن ۱۱۷۱

کر گیا اور بجائے اسکے اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا بعد سیواجی کے اسکے بیقاعدہ لشکر
 میں بے انتظامی پھیل گئی تھی سنبھاجی کے ظلم اور غارتگری سے مفتوحہ ملکات باد ہو گیا تھا
 کیونکہ سنبھاجی بعض مظالم میں اپنے باپ سے بڑ گیا تھا سیواجی سوائے غارتگری قافلہ دہانی
 کے اور امور سے پرہیز رکھتا تھا بلکہ قیدیوں کے اہل و عیال و عورت کے متعلق اپنے
 سپاہیوں اور ملازموں سے تاکید رکھتا تھا بر خلاف اسکے سنبھاجی شراب و عیاش
 تھا غیر قوم کی عورتیں اکٹھا کرتا تھا اور رعایا کی ناموس و آبرو پر دست درازمی کرتا تھا
 اور اسکے علاوہ اپنا پیشہ آبائی جو قزاقی و راہزنی تھا وہ علیحدہ اختیار کیا تھا سنبھاجی
 بعد باپ کے دس گیارہ سال تک زندہ رہا اور یہی کردار کرتا رہا اسکے ادنیٰ ظلموں سے
 صرف یہ ایک اقمہ بطور نمونہ کے تحریر کیا جاتا ہے پہلے سال بعد باپ کے سنبھاجی بیس
 ہزار سے زیادہ سوار لیکر صوبہ ہرا کے اطراف کو لوٹتا ہوا بھاڑ پورہ پر ٹوٹ پڑا یہ
 قصبہ بہادر پورہ برہانپور سے کوس ڈیڑھ کوس تھا اور اس میں جوہری صراف و تجارتی
 آباد تھے لاکھوں روپیہ کا کاروبار کرتے تھے اور ہفت اقلیم کا سامان و زرو جو اصر
 رکھتے تھے یہاں تک باشندے غافل و بیخبر تھے کہ کیا بارگی صبح کے وقت یہ ڈاکو آکرے

بھی صفحہ ما قبل سید علی معانی نے غارتگری خانہ میں ہی آباد قصبہ ہرگانا جو اس زمانہ کی تجارت کی منڈی تھا لوٹتا ہوا قصبہ بالین پورہ
 اس قصبہ میں سید جان محمد و ریشان و اہل لی اللہ صاحب عت سے تھے ہار کرتے تھے جو قتل اس قصبہ میں مہٹے لوٹتے تھے
 مسلمان و دیگر غریب اپنے اہل و عیال لیکر حضرت حقایق و معارف آگاہ کے گھر چھپتے اور پناہ ملتے اس سال بھی اکثر شخص
 مرد اپنے مال و عیال کے سید صاحب مصروف کے گھر پناہ گزین ہوئے سیواجی نے سید صاحب کا گھر پاس ادب نہ کیا اور سید صاحب
 کے گھر پر چڑھ گیا سب کو لوٹا اور قید کیا بلکہ ممانعت کرنے سے سید صاحب اور اس کے جو لوگ منسوب تھے انکی زبردستی بھی زبان
 و ہاتھ دراز کیے یہ حرکت اسکی کرنا بھی کہ سید جان محمد و مقبولیت دعا میں شہرہ آفاق تھے انھوں نے بدو علی کے ہاتھ اٹھائے
 اور انکی توبہ باطنی سے فوراً تیر قضا کا اسکے لگا اور سیواجی اسی مدینہ میں نواح مرتضیٰ آباد میں مر گیا۔ یہی مضمون ہشتابناہ
 کے صفحہ ۱۵۳ میں بھی مرقوم ہے۔

اسکو ایسا لوٹا کہ کوئی شخص ایک جہہ از قسم مال اور بال بچو کو باہر نہ لیجا سکا ان ظالموں نے تمام آبادی میں آگ لگا دی کا کر خان جو نہ صدی منصبدار تھا اور خانزما ن خان صوبہ دار بریا پور کا نائب تھا اور تین سو سے زیادہ سوار اس کے پاس نہ تھے وہ اس واردات سے اسوقت خبردار ہوا کہ آگ کے شعلے آسمان تک پہنچتے تھے اوسنے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور ناچار محصور ہو گیا۔ جسکے جسکو نور حسن خان نے آباد کیا تھا اور شاہینج جسکو شاہ بد اغ خان نے بسایا تھا اور شاہجان پورہ جسکو بہادر خان نے آباد کیا تھا اور خرم پورہ جسکو خرم عرف شاہجان نے ایام شاہزادی میں بسایا تھا غرض کہ یہ تین نامی قصبے جو بریا پور کی شہر سپاہ سے متصل آباد تھے اور ہر ایک قصبہ میں لاکھوں روپیہ کمال و سامان تھا لوٹ لیے اور جلا کر خاک سیاہ کر دیئے میں ورتک بازار ظلم و لوٹ کی گرم رہی اسکے بعد اپنی راہ لی بریا پور کے علما و فضلاء نے عرضداشت حسین مسلمانوں کی مال و ناموس کی بربادی درج تھی بادشاہ کے حضور میں بھیجی اور اورنگ زیب نے اسکے جواب میں لکھا کہ بادولت خود ان ظالموں کی تنبیہ کو دکن کے آئین کا غرم رکھتا ہوں اسکے بعد ایک ماہ تک سنبھاجی یون ہی مخلوق کو آزاد ہو چکا تھا مگر جب اورنگ زیب کو یہ گیا تو ہوسٹیا مطابق سلسلہ کو وہ اپنے شامت اعمال سے گرفتار ہوا اور اورنگ زیب کے حضور میں قتل ہوا اس واقعہ کی تاریخ ۷۵ باذن فرزند سنبھاشد سیر سے نکلتی ہے۔ سیواجی کا ایک خط اورنگ زیب کے نام راجہ کو لا پور کے پاس اب تک موجود ہے۔

ماثر عالمگیری میں ہے کہ سنبھاجی کے قلعجات و محلات خاٹھان بہادر کو کلتاس لیرخان

ملک خاٹھان بہادر نظر جنگ کلتاس و دلیر خان و غازی الدین خان بہادر و فرید جنگ دیگر اہرایان غلام باناموس قلعجات و محلات متعلقہ ان کہ از تصرف غنیمت لیرخان میں مدت کویش مرادان و سامعی نمایان برآوردہ اند و غیرہ قلعہ محروسہ گردید ۷۴۵ م مثر عالمگیری۔

وغازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اور بعض دیگر امرا کی کوشش سے سبج تک
بادشاہی ملک میں شامل ہو گئے تھے۔

سیواجی کو یہ فتوحات حاصل ہوئے انکے اسباب یہ مہیا ہو گئے تھے اول یہ کہ بادشاہ
خود شمالی و مشرقی فوج کے ساتھ لڑا مین مصروف تھا دکن کی طرف ہذا خود جانیسکتا
تھا دوسرے شاہزادہ محمد معظم جو صوبہ اردکن تھا اسکے پاس سیاہ مرہٹوں کے مقابلہ کیلئے
کافی فوجی باپ کو بیٹے کا اعتبار نہ تھا ہر ایک شاہزادہ باپ کے مرہٹوں کے بعد بادشاہ ہونیکے لیے
اپنی سپاہ و طرفداروں کو قوی کرنا چاہتا تھا اسلیئے بیٹے کو ملک بھیجنے سے بادشاہ بچا رہا
اگر تار با اسکے علاوہ بیجا پور و حیدر آباد کے سلاطین کی کمزوری و نا اتفاقی سے کبھی بچی
ادھر ہو کر کام کمال لیتا تھا اور کبھی ادھر چلا جاتا تھا جب عالمگیر کو اس امر کا یقین ہو گیا
کہ دکن میں کثیر فوج کی ضرورت ہے تو اسنے ۸۱ ہجری میں مہابت خان کو معہ آغرخان کے
کابل سے بلا کر چالیس ہزار سوار دیگر دکن کو روانہ کیا مہابت خان شاہزادہ محمد معظم
کو خیال میں نہیں لاتا تھا اسنے شاہزادہ کے پاس صرف ایک ہزار آدمی رہنے دیے بادشاہ
نے راجہ جسونت سنگھ کو بلالیا مہابت خان نے بیان اگر سیواجی کے قلعوں کو فتح کرنا
شروع کر دیا آدھی فوج دلیر خان کی ماتحتی میں تھی دلیر خان نے قلعہ چاکنہ پر
حملہ کیا اور آدھی سپاہ نے سلمیہ کا محاصرہ کیا سیواجی اس قلعہ کی بڑی قدر کرتا تھا اور
اسکے بچانے میں جان و دل سے کوشش کرتا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ چاکنہ میں فی خیرہ اور سامان سدا
کافی نہ تھا اسکے لوح میں جو عمدہ اور تخت ہزار سوار تھے ٹھانوں نے انکے پرے اڑا دیے
آغرخان نے پھول تپہ کی تسخیر میں بی بی بہادر بی کھانی سنو خانہماں بادر کو کلتاس کیساتھ تبدیل ہو کر دلیر خان
کو ویر کر آئے خانی بہادر ہمارا خاتمان کو کلتاس باز و قراولی دلیر خان شیر دل خودہ اگر مفصل ہر گارہ محمول باغراق میس گورد

کی ہراولی میں بڑے بڑے کار نمایان کیے دلیہ خان کی مرہٹوں کی فوجوں سے اکثر لڑائیاں ہوتی ہیں مرہٹوں کی قوم کا یہ طریقہ تھا کہ ابتدا میں وہ تھوڑی فوج سے نمودار ہوتے اور پھر پیچھے ہٹ جاتے جب لشکر بادشاہی انکا پیچھا کرتا تو شاہ لگذا جنگوں کی طرف سے ہزاروں نکل آتے اور گھیر کر تنگ کرتے۔

ایک روز دلیہ خان کے مقابلہ میں چار پانچ سو سوار پہلے نمودار ہوئے اس وقت آغرخان کے ساتھ ہزاروں میں بہت کم آدمی تھے مگر وہ ان کے مقابلہ کے لیے دوڑا اول حملہ میں دشمن اس کے آگے سے ہزیمت پا کر بھگے اور وہ ان کے تعاقب میں گیا مرہٹوں نے فوج مغلیہ کو تین چار کوس اپنی طرف کھینچا پھر سات آٹھ ہزار سوار مرہٹوں کے نمودار ہوئے اور هجوم کر کے لڑنے لگے آغرخان ان پر ایسا گرجا جیسے کہ بھڑوں پر شیر گرجا ہر طرف وہ تلوار سے انکا منہ پھیرتا تھا تین نامی سردار مرہٹوں کے مار گئے اب مرہٹوں کو شکست عظیم ہوئی دلیہ خان نے آغرخان کے پاس آکر اس کی تحسین آفرین کی آغرخانہ میں لکھا ہے

بقیہ صفحہ ما قبل درین میں لیہ خان نرود آغرخان رسیدہ آفرین گفت چنانچہ در آغرخانہ نظم آوردہ ۱۲ شاہنشاہ نامہ
 آغرخان کا نسب قوم آغر سے ہے قوم آغراؤ لاویافت بن فوج علیہ السلام سے تھی لہذا ہی نام سے منسوب ہوا اس کا نام امام قلی بیگ تھا اکثر معرکوں میں آغرخان نے بہادری کے بوجھ و کھلے ہیں نہایت بدھڑکل اور صاحب جرات شخص تھا دلیہ خان کے ساتھ اکثر رہائے نکال میں جب محمد شجاع سے مقابلہ ہوا اور آسام کی جنگ میں یہ دلیہ خان کے ہمراہ تھا چنانچہ ان واقعات میں اس کا ذکر آچکھا ہے خاٹھانان اس کی بہادری سے راضی بنا کر اہل دیہات پر تعدی کر رہا تھا جو جسے وہ ناخوش مانتا ایک روز یہ بلاد مستک خاٹھانان کے گھر آیا اور بدستی اجازت لیکر دارالسلطنت چلا جس سے معجب شاہی ہوا پھر جال ہوا انکیاں کابل میں تعینات ہوا وہ فیض بن جب محمد ووسف زئی افغانوں نے شورش کی تھی تو اسے خوب تنبیہ کی تھی اسے اس قدر نامی بھانڈے سرکائے تھے کہ اس کی مینا رہنائی تھی اس کا نام وہاں بچے کے ٹھکانے میں مشہور ہو گیا تھا اس سخت ہم میں بادشاہ نے نویسیائی و تعویذ نے خط مبارک لکھ کر اس کو بھیجا تھا اس طرح عالمگیری سے اسے خطاب خانی پایا تھا اس سلسلہ میں فقارہ مرحمت ہوا تھا اس کے بعد فوج اکبر آباد میں جاؤں نے سرکھایا اور قلعہ اطریقہ اختیار کی چند گاڑیاں ایک قافلا کی جھاٹوں سے اسے بھینکر لے گئی گئی پر حملہ کیا اتفاق سے ایک بندو ق کی گولی اس کے لگی اور سلسلہ میں آغرخان جان بحق ہوا۔

بہر یک از ایشان ہزار از غنیمت	مقابل شدند و بدیدہ جسمیم
چنان کشتہ شد از عدد و بحساب	ندیدہ زمین پر تو فتاب
چو دشمن بگردید عاجز جنگ	براہ گریز آمدہ بے درنگ
دلیرخان رسید از قہا آن زمان	بگرد آفرین بر جان پہلوان

دلیرخان جس پہلوان بہادر کی تعریف کرتے تھے اسکے لیے موجب فخر و ناز ہو جاتا تھا چنانچہ مصنف آفرنامہ نے دلیرخان کی تحسین آغرخان کی بہادری کی سند سمجھی ہے اور اسکو نظم میں لایا ہے۔

دو نشان اور بہت سی چھتریاں مرہٹوں کی شاہی لشکر کے ہاتھ آئیں پونہ تک جہل سیوا جی کا مسکن تھا تاخت لگی اور بہت غنیمت ہاتھ آئی آغرخان کے بیٹے نے جو آغرخانانی کے لقب مشہور تھا اپنے باپ کی نمایان فتح کی یادگار میں مرہٹوں کے نشانوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا دلیرخان فتوحات کے علاوہ بعض ایلیان ملک کے ساتھ دوستانہ سلوک بھی کیا کرتے تھے اور انکی بادشاہ کج دست میں سفارش کرتے اور خطا بھی معاف کر دیتے کرتے تھے رانا والی اودیپور راجپوتانہ کی جنگ میں جب بادشاہی لشکر سے عاجز آ گیا تو اسنے بذریعہ شاہزادہ محمد عظیم کے پناہ مانگی اور نگنی نے اسکی معافی منظور کی لہذا رانا اودیپور، اجمادی الثانی کو تالاب اج سمندر پر بادشاہ کی ملازمت کے لیے حاضر ہوا اسوقت دلیرخان رانا کو ساتھ لیکر بادشاہ کے حضور میں لائے رانا نے پانسوا شرنی اور اٹھارہ گھوڑے معہ ساز طلائی و نقرئی کے پیشکش میں

سلطنت جمادی الثانی رانا برتالاب سمندر بدولت ملازمت شاہزادہ ابر کاٹش کو کم ستر سہ ہر روے کا خوشیلا اور دلیرخان پور شاہزادہ اور دندازا رانا راجا شہامت و دلیرخان فت خان مذکور اقامت گویا ان طرف خود باہر سائید باہر سے تھوڑے روز میں مرصع ایک جگہ پہنچ گئے اور پھر بہت کچھ سرتسرت کیے پھر رانا باہر سے تھوڑے روز میں مرصع وایم معہ ہاؤز ہر مرصع و دلیرخان پور شاہزادہ

گذرنے اور آداب بجالایا دہنے جانب بیٹھنے کا حکم ہوا اور اسکو خلعت و تلوار مرصع اور
 جہر مرصع پھول کٹارہ اور ایک گھوڑا مرصع ساز طلائی اور ایک ہاتھی مرصع ساز نقرئی کے
 عطا ہوا اور خطاب اتنا بھی بدستور بجال رکھا گیا اور منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کامرمت
 ہوا اور اسکے ہمراہیوں کو ایک خلعت اور دس جہر مرصع اور چالیس گھوڑے عنایت ہوئے
 اور اجازت رخصت ہوئی کی دگئی وہاں سے رانا والی اور دیپورہ دلیر خان کے گھر آیا
 دلیر خان نے اسکو ٹھہرنے کی دعوت دی اور اپنی طرف سے نہ پارچہ بیش قیمت اور ایک
 تلوار مرصع اور ایک قبضہ سپر مرصع جیسے جڑا و پھول بنے ہوئے تھے اور ایک چھٹی منبت کا
 اور نو گھوڑے اور ایک ہاتھی رانا کو دیا اور تین پارچہ کا خلعت جو نسایت اگر نقد تھا
 اور ایک خنجر مرصع اور ایک بے بسی مرصع اور ایک جوڑ بازو بند مرصع اور دو گھوڑے
 دلیر خان نے رانا کے بیٹے کو دیے۔

رانا وہ خاندانی راجہ ہے جسکو اپنی قدامت و اصالت اور کثرت شتم و خدم پر بڑا امتیاز تھا
 اور اسکے خاندان کو یہ بڑا فخر تھا کہ وہ ہندوستان کے کسی مالیشان بادشاہ کی اطاعت کو
 سر نہیں جھکاتا تھا بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی کسی شاہنشاہ کی خدمت میں نہیں بھیجتا تھا یہ رانا
 نہ بابر نہ ہمایون نہ اکبر کے عہد میں پورا مطیع ہوا نہ اسکے ساتھ جنگ پیکار ختم ہوتی تھی
 اکبر نے اگرچہ پچاس سال تک حکومت کی اور رانا پر تابستگہ کو فرما کر دار بنائے کی غرض
 سے شاہزادہ جہانگیر کو راجہ مانسنگہ اور دیگر امر کے ساتھ بھیجا جہانگیر نے فوج کشی کی
 مگر وہ پورا مطیع نہ ہوا وہ ہمیشہ سے اپنے طریقہ قدیم پر چلتا تھا اور لوازم اطاعت کے نہیں
 بجالاتا تھا جب سپر لشکر کشی کی جاتی تو وہ دشوار گزار پھاڑوں میں چلا جاتا مگر سر نہ جھکاتا
 رانا سنگا جو بابر سے لڑا تھا اسکے دو بیٹے تھے ایک اودیسنگہ جس نے اودیسر آباد کیا تھا

اور دوسرا پرتاب سنگہ جسکا بیٹا امر سنگہ تھا جسکو گوشمالی شاہجہان نے دی تھی ولیر خان نے اس رانا کے ساتھ ایسے احسانات کیے کہ وہ صرف انکے گھر آیا اس سے ولیر خان کی عزت و وقعت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کس پایہ کے امیر اور کیسے صاحب عزم و شجاع سردار تھے۔ راجپوتوں نے جب سلتیج میں قومی اتفاق کر کے اورنگ زیب پر سخت چڑھائی کی تھی اور عالمگیر نے بھی رانا اور راجپوتوں کے مطیع کرنین پوری قوت صرف کر دی تھی مگر شاہزادہ اکبر کے باغی ہو جانے سے بادشاہی لشکر کو نہایت کشمکش کا معاملہ پیش آیا تھا لیکن آخر کو شاہزادہ اکبر راجپوتوں کی طرف سے بھاگ گیا اور راجپوت عاجز ہو کر صلح کے خواستگار ہوئے اس جنگ میں ولیر خان کے واسطے سے اصلاح ہوئی تھی چنانچہ نادانہ راجستان اس جنگ و صلح کی تفصیل جسکو لفٹنٹ کرنل جیمس ٹاڈ صاحب سابق پولیٹیکل اجنٹ راجپوتانہ نے تصنیف کیا ہے اور وہ شاہ جاج چارم کے ملاحظہ و منظوری سے طبع ہوا ہے اور اسکا انگریزی سے اردو میں ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے یہ تحریر ہے کہ ایک لشکر شاہنشاہ کا ولیر خان کی سرکردگی میں مارواڑ سے دہلی کی طرف سے شہزادہ اکبر کی بلا سے نکلنے کے لیے آگے بڑھایا پہاڑی لڑائی راجپوت نہایت ہوشیاری سے لڑتے تھے جسوقت کہ بادشاہی لشکر کو رورہ میں شکست ہوئی اسوقت رانا نے نہایت جلدی سے اورنگ زیب پر جو اپنے فرزند محمد عظیم کے مفتاح دہ باری میں ولیر خان اور شہزادہ اکبر کی جنگ کے نتیجہ دیکھنے کا منتظر بیٹھا تھا حملہ کیا مگر ایک فسر نے جو قوم کا راجپوت تھا اور ولیر خان کے زیر حکم خدمت گزار کی کرتا تھا ان مشکلات کو آسان کر دیا وہ اپنے وطن کے جانیکی بہانہ سے فوج سے جدا ہوا اور جس طرح کہ کوئی شخص سفر میں نہایت محبت سے ملاقات کو آتا ہے رانا کے پاس آیا اور سنے

معاملات جنگ میں گفتگو کی اس سے اسکو معلوم ہوا کہ درحقیقت اچوت لڑائی کے
چھڑنے سے مغموم ہیں اسوقت اسنے رانا سے کہا کہ شاہنشاہ خود تو صلح کا پیغام بھیجنا پسند
نہیں کر چکا لیکن اگر کوئی شخص مصاحبت کا خوشگوار ہوگا تو وہ شرائط صلح کو ضرور منظور
کر لے گا یہ سنکر رانا نے اس راجپوت کو اختیار دیا کہ تم صلح کا پیغام میرے طرف سے شاہنشاہ
کی خدمت میں پیش کرو چنانچہ اسنے اس صلح کی سلسلہ جنبا بی شروع کی اس امر کی تصدیق چوہدری
تاج بھی ظاہر کرتی ہے اور تواریخ میں اس سردار کا نام جسکی معرفت صلح کا پیغام درمیان
میں آیا تھا راجہ شیام سنگھ ساکن بیکانیر درج ہے رانا جسنگھ نے اورنگ زیب
عہد و پیمان کیے اور شاہزادہ عظیم اور دلیر خان اس عہد نامہ کے سربراہ کا مقرر ہوئے
دلیر خان ہمیشہ ہموق پر جبکہ صلح نامہ کے بارہ میں گفتگو ہوا کرتی تھی رانا راج سنگھ کی
طرفداری کرتے تھے۔ رانا کے ساتھ دس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے تھے
ماسوا اسکے بہت سے اشخاص پہاڑی سیر کے لیے جمع ہوئے تھے یہ سب تعداد میں
ایک لاکھ سے زائد ہونگے شہزادہ محمد عظیم نے جو رانا کے حسب و نسب و عالی خاندان
ہوئیے نوبت افت تھا بادشاہ اور رانا کے درمیان صلح کرادی عہد نامہ میں جیرمانہ
برائے نام تفویض ہوا اور تین ضلع بابت اس جرم کے کہ وہ شہزادہ اکبر کی سرکشی
و بغاوت میں مددگار ہوا تھا ضبط ہونا قرار پائے اور یہ امر شاہنشاہ کی بزرگی قائم
رکھنے کے لیے عہد نامہ میں منسوخ ہوا اور علامات شاہی یعنی قرمز چھنڈاوشامیہانہ و غیر
آئندہ سے رانا کے استعمال سے موقوف ہونا طے کیا گیا۔ اس صلح سے رانا کو بھی فوائد
حاصل ہوئے فرزند ان دلیر خان اس مصاحبت کے دوران میں بطوریرغمال
و سپردگی کے دیئے گئے تھے اور یہ امر واقعی اس گفتگو سے جو رخصت کے وقت

دلیر خان اور رانا سے ہوئی تھی ظاہر ہوتا ہے اور وہ گفتگو یہ تھی کہ تمہارے امیر تو کھڑے
 بیٹا اور میرے فرزند بلوریر غمال کے تمہاری حفاظت میں تم خاطر جمع رکھو کہ میں انکی
 جان قربان کر کے تمہارے ملک کو بحال کرادوں گا بدینہ وجہ کہ
 تمہارے باپ سے مجھ سے کمال دوستی تھی۔

لیکن تقدیر سے ایسا اتفاق پیش آیا کہ سوائے تلوار کے اور کچھ کام نہ آیا دلیر خان
 اگرچہ وقتاً فوقتاً بدل سعی کرتے تھے لیکن وارداتیں ایسی واقع ہوتی تھیں کہ کوشش کچھ کارگر
 نہ ہوتی تھی رانا کو مجبوری ملک چھوڑ کر کوری کے ان مقامات پر جو ناقابل رسائی تھے
 بھاگنا پڑا اسکے بعد دلیر خان کی سعی سے صلح ہو گئی۔

میان مذکورہ بالا سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں اول نواب دلیر خان کی مهم راچپوتانہ
 میں موجودگی دوسرے رانے اودھ پور سے دوستی تمیرے اصرار میں کوشش چوتھے
 بادشاہ کی طرف سے انکے فرزندوں کا ضمانت رانے کے یہاں بھیجا جانا لیکن افسوس ہے کہ
 راچپوتانہ میں جو اورنگ زیب جنگ ہوئی تھی اسکی کوئی مفصل تاریخ نہیں ملی جس سے
 نواب دلیر خان کے کارنامے اور انکے فرزندوں کے نام کہ کون کون صاحبزادہ
 یرغمال میں بھیجے گئے تھے معلوم ہو سکتے تھے صاحب موصوف نے صرف انکے
 واقعات کو تحریر کیا ہے جس میں مختصر طور پر یہ واقعہ بھی شامل ہوا ہے۔

یہ تو پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ دسویں سال جلوس کے حسب احکم دلیر خان
 دکن کو روانہ ہوئے اور وہاں پر اہل بیجا پور وغیرہ سے معرکہ آرا رہے ہیں مگر گجرات
 میں بعد کئی برس کے دکن سے حسب الطلب دہلی میں بادشاہ کے پاس آئے ہر صدمہ

سالہ در سال سیزدہم باستان ہوس خلافت چہرہ دولت برافروخت و از قیر عابد خان بصوبہ داری ملتان رخصت یافت ۱۶۲۷

نائب خان کی تبدیلی ہوئی اور بجائے انکے دلیر خان صوبہ ارملتان کیے گئے اور وہاں جا کر ایوان صوبہ اری کو انھوں نے رونق دی اور ملکی و مالی انتظام میں مصروف ہوئے۔
 ۱۹ سٹیج عالمگیری میں جب صوبہ ملتان شاہزادہ محمد عظیم کی جاگیر میں دیا گیا تو
 دلیر خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر بادشاہ نے دارالسلطنت سے
 انکو مہات دکن کے لیے بھیجا۔

سٹیج میں جب خانبھائی بہادر دکن کا ناظم تھا مقرب ہو تو دلیر خان

سید عابد خان کا عرفی نام قلیچ خان تھا یہ باب کی طرف سے شیخ شہاب الدین سروردی کی اولاد میں ہیں۔ شاہجہان کے عہد میں
 ہندوستان میں وارد ہوئے یہ غازی الدین خان فیروز جنگ کے پدربزرگ اور نظام الملک اصفہا کے دادا تھے یعنی حضور نظام
 فرمانروائے دکن کے مورث اعلیٰ ہیں صوبہ ملتان میں انھیں عابد خان کی جگہ پر دلیر خان مقرر ہوئے پہلے عابد خان چارہزار مہتری منصب
 فائز ہوئے بعد کو پتھرا اری منصب کو پہنچے صدارت کل کا منصب بھی انھیں حاصل ہوا۔ ۱۰۸۰ھ میں قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ میں
 توپ کا گولہ لپکے شان پر لگا کمال تو کھ اپنے قیام گاہ پر واپس آئے حمزہ الملک سدخان وزیر عظیم انکی عیادت کو آئے جراح
 ہدیوں کے ریزے نکال رہا تھا اور بدستور بیٹھ ہوئے ایک باہر سے قہوہ پیتے جاتے تھے اور حاضرین سے باتیں کرتے جلتے تھے
 اور پیشانی پر شکن نہیں آتی تھی کتے تھے کہ بخیرہ دوزخ ہوا تو آیا ہے اس حالت میں شہنشاہ کو انتقال کیا انکے والد شیخ عالم فاضل
 اعظم تھے قند کے تھے اور وہ پیر الہ و صاحب بن عبدالرحمن صاحب صاحب سجادہ کے فرزند تھے عابد خان صوبہ دار دکن و اجیر
 ملتان کی جگہ کے رہے ہیں انکے بیٹے غازی الدین خان فیروز جنگ کو نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کی بیٹی منسوب تھی
 ۱۰۸۰ھ و در سال نو ذی القعدہ ۱۰۸۱ھ میں صوبہ پٹیالہ شاہزادہ محمد عظیم شاہ قمر شد خان مذکور بخیرہ رسید بے سابق دکن میں مقرر ہوئے۔

۱۰۸۱ھ میں سال بستم خان جہان بہادر ناظم دکن مقرب شد خبر دے ان دیا ربان سردار نادر موقوف گشت
 کہ تا تعین صوبہ دار مہات انجا بصوابید و تقدیم یابد۔

۱۰۸۱ھ خانبھائی کی مقرب کی یہ وجہ تھی کہ اس کے لشکر میں فسق و فجور بہت ہوتا تھا اور بادشاہی فرمان اور اعراض
 پر وہ مشاشر نہیں ہوتا تھا شاہزادہ محمد اکبر کے قریب پہنچ کر اسے گرفتاری آغا خاں کی سردار بادشاہ کے کو کہ مینی ضاعی
 بجائی ہوئے سے گستاخ جواب دیتا تھا اور دیگر مقدمات ملکی و مالی میں بد خیالی کرتا تھا اسکو جلوس مطابق
 ستلہ کو یہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ ۱۰۸۱ھ جمادی الثانی کو خود بادشاہ عالمگیری اسکی عیادت کو گیا
 ۱۹- ماہ مذکور کو وہ دنیا سے رخصت ہوا اس امر میں عیالیشان کی محفل نہایت شاندار رہتی تھی جو جاہت

اوسکی جگہ پر مقرر ہوئے تمام صوبہ دکن کی صوبہ داری و فوجی سپہ سالاری
دلیہر خان کے سپرد ہوئی یہ صوبہ اتنا وسیع تھا کہ ایک سلطنت کا ہم پلہ تھا و با
جملہ مالی و فوجی مہات انکی راس سے انجام پاتے تھے۔

سلطنتین دلیہر خان اور حیدر آبادیوں سے ایسی سخت جنگ ہوئی کہ ایک ہفتی
انکا زخم بان سے ہلاک ہو گیا اور خانہ مصوف کی سواری کا جو با تھی تھا اسکے ایک
گولہ کا زخم لگا اور انکا خدمتگار جو چھپے انکے با تھی پر بیٹھا تھا وہ بھی بان کے زخم سے
ہلاک ہو گیا اور بان سے دلیہر خان کے گریبان میں آگ لگ گئی مگر چھال کے
پانی سے جو ساتھ میں رکھی ہوئی تھی وہ آگ بجھائی گئی اُس روز بیشمار آدمی غنیم کے قتل
کیے گئے اور ایک بڑی جماعت دلیہر خان کے فوجی بھی کام آئی دلیہر خان اس روز
اڑتے ہوئے اور اپنے لشکر کی خبر لیتے ہوئے شام کی وقت اپنے خیمہ میں پہونچے۔
سلطنتین قلعہ منگل بیدہ دلیہر خان کے حسن تردد سے سیوا جی کے قبضہ سے
نکل آیا چنانچہ ماثر عالمگیری میں ہے کہ جب قلعہ منگل بیدہ دلیہر خان نے سیوا جی
سے چھین لیا ہے تو اس امر کی اطلاعی یاد دشت بھی بادشاہ کو لکھی ہے۔

بقیہ صفحہ ماقبل وہ کہا کرتا اکثر اکی مجلس میں نظم و شوق تلواری و جواہرات دہا تھی و گھوڑے داد و پیشہ کا تذکرہ رہا کرتا تھا اور
لہ قانع نگار و عرضداشت کہ دلیہر خان بامنازعان گلکنڈہ آویز شے سخت دست داد یک فیل بزم بان بکار آمد و فیل
سواری خانہ کو زخم قنفک رسید و خدمت گاری کہ عقب خان مذکور بر فیل شستہ بود بزم بان جان در باخت آتش
بان و گر بجان خان افتاد و از آب چھاگل فرو نشاندند مردم بسیارے از مخالفان بر خاک ہلاک افتادند و جمع کثیر از فوج خان
بکار آمدند جنگ کنان خبر شکر یافتہ شام خیمہ رسید ماثر عالمگیری ۱۶۵۔

۱۶۵۔ ہم رمضان عرضداشت دلیہر خان رسید کہ قلعہ منگل بیدہ از تصرف سیوا بر آمد ماثر عالمگیری۔

۳۲۰ میں جب بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن میں رونق افروز تھا اوسنے دلیر خان کو بیجا پور کی محکم کے لیے مقرر کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب تک شاہزادہ محمد اعظم شاہ نہ حاضر ہوئے تم بھی میرے حضور میں رہو اس زمانہ میں دلیر خان سخت علیحدہ تھے۔

نواب دلیر خان کا شاہ آباد کو آباد کرنا

بوجہ تعلقات حکومت دہلی سے صوبہ اودھ کی طرف دلیر خان کی آمد و رفت اکثر رہا کرتی تھی شاہجہان بادشاہ کے عہد میں سرکار قنوج و کالپی انکے متعلق تھی اور اورنگ زیب کے زمانہ میں سرکار اودھ و دلیر خان کے سپرد ہوئی تھی اور جب اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی کے چند ماہ بعد صوبہ اودھ کی حکومت دلیر خان کو عنایت کی تو بوجہ اسکے کہ دلیر خان اکثر مہمات شاہی میں رہا کرتے ہیں انکے فرزند جمال خان کو انکے عہدہ کا نائب جانشین مقرر کیا تھا غرض کہ صوبہ اودھ سے رسل و رسائل کا سلسلہ برابر جاری رہا کرتا تھا جس جگہ پر کہ اب یہ قصبہ شاہ آباد آباد ہے ایک قصبہ انگلی کہرہ کے نام سے بستا تھا اور اس میں ٹھہرنے والی قوم آباد تھی ایک قلعہ اور چند گڑھیاں بغالی تھیں ٹھہرنے والی حکومت بصورت ایک خود مختار ریاست کے تھی ایک تہے بعد میان کی حکومت برہمنان پور کے قبضہ میں آئی وہ برہمن اس وقت میں پانڈے کہے جاتے تھے جب انھوں نے پیشہ ہر بغاوت و راہزنی کا اختیار کا کیا اور خزانہ شاہی جو ملک و دھندہ دار سلطنت دہلی کو جانا لوٹ لیا تب ان پر عتاب شاہی نازل ہوا دلیر خان اس قوم باغی کے استیصال کیلئے مقرر ہوئے بعض مستند ذرائع سے معلوم ہوا کہ پیشتر دلیر خان پر گنہ کا ٹھہرنا شاہجہان پور

مین آئے اور اپنا لشکر ڈالا اور سیلے کے باغیوں کے دریافت حال کے لیے مخبروں کو مقرر کیا مخبروں نے جا کر یہ خبر پہونچائی کہ جملہ باغی متفرق طور پر گڑھوں وغیرہ میں رہا کرتے ہیں ایک روز ان کے نہان کا ہوگا اور سروز موقع حملہ کر نیکا اچھا ہوگا چنانچہ ایک روز تالاب تہنا پر جو اس قصبہ کے دکن جانب واقع ہے وہ پانڈے بھانیکے واسطے جمع ہوئے میلہ لگا ہوا تھا کہ نواب دلیر خان لکے سر پر پہونچکے اہم مقام پر بعض راوی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ نہان کے زمانہ کے قریب دلیر خان نے کانٹھ سے کوچ کر کے سیلے پانچ کوسن پر لشکر کھڑا کر ڈالا تھا اور قصبہ پالی میں قیام کیا تھا جاسوسوں کے خبر دینے سے وہ بیان آگئے اور انکی گڑھوں پر چنگے دھیر محلہ بٹیرہ کے قریب پلے جلتے ہیں چڑھائی کر دی اور تالاب ریتینے کا محاصرہ کر کے لڑائی چھیڑ دی گڑھ بیان چھین لیں اور میلہ پر سیکو سپا کر کے بہت تلوار کے گھاٹ اتار دیئے اور بہت اسیر کر لیے مشہور ہے کہ بارہ ہزار جبرار فرج دلیر خان کے ساتھ تھی اس میں سے بارہ سو بچان بھی قتل ہوئے اور بیشمار پانڈے اور دیگر ہنود مفرور ہوئے بعد فتحیابی کے اس مہم کے صلہ میں بیشکاہ سلطانی سے یہ علاقہ مع قصبہ انگلی و میس پور کے جبین مواضعات آباد و کچھ غیر آباد تھے دلیر خان کو عطا ہوئے۔ آبادی شاہ آباد کے متعلق تاریخ اقطاب اودہ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب لکھنوی ترجمہ گزیر سرکاری میں یہ مرقوم ہے۔

ٹھٹھرو کا نکلتنا اور ان کے بعد پھرتوں کا حال اور انکی ترقی دلیر خان کی کامیاب لڑائیاں اور بعد ازاں شاہ آباد اور تعلقہ باسطلنکر کا تقرر۔ تاریخی واقعات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھٹھرو کی آبادی انگلی کھیرہ میں تھی جسکی جگہ پر بالفعل شاہ آباد واقع ہے۔

ان ٹھٹھرو نہیں فتح اس طرح کی گئی کہ چند پانڈے بردار برہمن جو کاشی سے ہر دو اور جاتے تھے

یہاں ٹھہرے اور ٹھہروں کو کمزور خیال کر کے واپسی کی وقت ان کو نکال دیا مگر ان پانڈے برادر و حکما
 حال نہیں معلوم کئے نہ سردار کا نام انگد تھا۔ پانڈے برادر انگئی کھیرہ اور اسکے قریب جوار
 پر اور نگئی ب کے زمانہ تک قابض رہے۔ ایک خراب ساعت میں ان لوگوں نے سرکاری
 خزانہ جو کہ خیر آباد سے دہلی جاتا تھا لوٹ لیا سلطان نے غصہ میں کر دیر خان افغان کو انکی
 سرکوبی کیلئے بھیجا شاہجہانپور پہونچ کر تنہا دیر خان انگئی کھیرہ کی طرف چلے تاکہ دشمنوں کی قوت
 دریافت ہو راستہ میں انکو پیاس معلوم ہوئی ایک ٹھہیا سے انھوں نے پانی مانگا دو ٹھہروں
 کے انعام نے اس عورت کی زبان کو کھول دیا اور دیر خان نے اس سے تمام حالات پانڈے
 برادر و ننگے دریافت کیے معلوم ہوا کہ ایک دن سب لوگ تین تینا تالاب پر نہانے کے لیے
 جمع ہوتے ہیں یہ سنکر دیر خان شاہجہانپور واپس گئے اور وہاں ایک ٹھی فوج جمع کر کے
 انگئی کھیرہ پر چڑھائی کر دی اور برہمنوں کو گھیر لیا اور قتل و قمع کر دیا اس چالاک و بہادری
 کے صلہ میں ان برہمنوں کی کل ریاست انکو جاگیر میں مرحمت ہوئی اور نواب دیر خان ہار
 پنجنزاری کا منصب خطاب ملا انکی اولاد اس معانی پر نواب سعادت علی خان کے زمانہ
 تک قابض رہی یہ سلسلہ آئین دیر خان نے انگئی کھیرہ کے مقام پر شاہ آباد بسایا
 اور اس شہر کو اپنے رشتہ دار افغانوں و سوار و نسے بھر دیا۔ اور انکو قریب جوار کی معافیان عطا
 و سطین بڑی دیوڑھی کی عمارت بنوائی باون محلے انکے ساتھیوں کے نام سے مشہور ہیں
 کپتان گاردن نیک صاحب نے وضع دیا پور کے بابت اپنے فیصلہ میں لکھتے ہیں کہ انی باون
 رہن باجیل و فریب و ریابز و شیر پونی ریاست حاصل کی اور پیاس یا ساٹھ برس کا عرصہ گذرا
 کہ اسپر مالک ہے بعد ازاں انکو زوال آیا اور تعلقہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اکثر موقع پر
 قدیم زمینداروں نے چند حصہ لئے مول لیے اور اوپر قابض ہو گئے۔

بموجب تحریر تین تھیلر صاحب کے شاہ آباد کی بنا انکے نے جو راجپوت کا بھانجا تھا ڈالی تھی اگر
ایسا ہے تو یہ قصبہ بہت قدیم ہے کیونکہ امجد رسولہ سوریس مشیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
گزرے اور اورنگزیب کے زمانہ میں نواب لیر خان نے اسکو بنوایا اور آباد کیا تھا۔

اسکے بعد اہمک دیر خان نے ایک شہر موسومہ بہ شاہ آباد اپنی یادگار و سکونت اولاد
کے لیے بسا ناجا با چونکہ اسکے قریب شاہجانپور ایک بھائی کی طرح شاہجان کے عہد میں
پندرہ برس پہلے آباد ہو چکا تھا اور وہاں انکے اصلی نام جلال خان کی نسبت ایک
محکمہ جلالنگر اور خطابانی نام دیر خان کی مناسبت سے دیر گنج آباد بھی ہو چکا تھا اس لیے اس
خیال میں انکی اور ترقی ہوئی اور اپنے نام و نشان کے لیے ایک علیحدہ شہر بسا نامعلوم ہوا کہ

فتانوں کا ایک ٹکڑا ہندوستان میں آباد ہو کر انکی قوم کی جمعیت و قوت زیادہ ہو۔ اور آرضی
ملنے سے ہمیشہ کے لیے حکومت حاصل ہو اور ہزار باٹھان جو انکے ہمراہ فوجیں بصورت
چھاونی کے جا بجا قیام رکھا کرتے تھے انکی خانہ آبادی بھی ہو جائے اور آئندہ نسل چلے
ان مصلحتوں سے اپنے شاہ کی نسبت شاہ آباد نام رکھا اور شہر بسا نام شروع کیا سب سے پہلے

موضع دیر پور عرف نعمت پور میں قلعہ یعنی بڑی ڈیوڑھی کی بنیاد ڈالی اور باضابطہ اجازت
حاصل کرنے اور بنا بر وطن انعام لہتمغا آرضی ملنے کی غرض سے ایک عرصہ شد عالمگیر شاہ
کے حضور میں گذرانی چنانچہ حسبِ خواہش بادشاہ موصوف نے بنا بر وطن آرضی متاع کر کے

انعام لہتمغا کا فرمان عطا فرمایا جس میں چھبیس لاکھ دام کی جاگیر بصفیہ تنخواہ اور چھ لاکھ دام بنا
وطن انعام لہتمغا غرضکہ چالیستیس لاکھ دام کی جاگیر عنایت فرمائی اور اس فرمان کی تحریر کا
زمانہ ماہ مبارک رمضان ۱۰۸۶ھ لغائیہ ۱۰۸۶ھ مطابق ماہ اردی بہشت ۱۰۸۶ھ
ہو سینتیس موضع معہ قصبہ انکی کے جو متعلق شاہ آباد ہیں فرمان میں درج ہیں اور تفصیل دیتا

نام بنام پشت فرمان پر تحریر ہے القصہ یہ فرمان حاصل کیا گیا اور شاہ آباد کی آبادی کی طرح
توجہ کی گئی جامع مسجد بڑی دیوڑھی مقبرہ کی بنیاد دلیر خان نے اپنے ہاتھ سے ڈالی اور عمارت
بنوانا شروع کی تعمیر کا سلسلہ پھر ہوا تھا کہ دلیر خان حسب الطلب بنگالہ وغیرہ کی ہمہ پر چلے گئے
اور انکے بڑے بیٹے نواب کمال الدین خان نے یہ عمارت تکمیل کو پہنچائیں چھ لاکھ ان سو
عمارات کا پونے تین لاکھ روپیہ ہی جو فی زمانہ اس مضبوطی و خوبصورتی کیساتھ دس لاکھ روپیہ میں
بھی نہیں بن سکتیں کیونکہ اس نامکبھی شخصی حکومت پر چیز کی ارزانی کم مزدوری اس وقت میں کہاں
میسر سکتی ہو عمارت کی تفصیل انشا اللہ کمال الدین خان کے تذکرہ میں تحریر کیا گیا اب ہی
یہ بات کہ نواب دلیر خان نے شاہ آباد کب و کس سن میں فتح اور آباد کیا ہو سکے بھی تاریخ دان
اور تحریری دلائل موجود ہیں بعد فتح پور کے دلیر خان دار السلطنت دہلی آئے اور وہاں جلوس
ٹٹائی میں خلعت انعام وغیرہ پانچے بعد انکو اجازت جاگیر جانیکی مرحمت ہوئی یہ ماہ ۱۱۹۷ھ
کا تھا انھیں ایام میں دلیر خان بنی جاگیر پر آئے اور شاہ آباد فتح کیا بہر کیف ۱۱۹۷ھ سنہ ۱۱۹۷ھ
تک دلیر خان نے شاہ آباد فتح کر لیا کیونکہ یہی زمانہ انکے قیام کا اپنی جاگیر میں پایا جاتا ہے
اسکے بعد حسب حکم دلیر خان جنگ بنگالہ پر چلے گئے اور پھر وہاں سے اسام وغیرہ جاکر وہاں
مہات سری بن اور کئی سال انکو ان مہات میں مصروفیت رہی اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ نواب صاحب بنگالہ جانیکی پیشتر شاہ آباد فتح کر چکے تھے اور اسکا نام بھی شاہ آباد قرار
دیا چکے تھے کیونکہ فتح بنگالہ کے بعد دلیر خان کا جاگیر پر آنا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ بنگالہ
سے کوئی بہار فتح کرتے ہوئے اسام چلے گئے تھے اور وہاں سے ۱۱۹۷ھ میں جاگیر پر آئے ہیں
فرمان بادشاہی جو ۱۱۹۷ھ میں تحریر ہوا ہوا ۱۱۹۷ھ میں شاہ آباد کا نام تحریر ہوا اور اگر یہ کہا
جائے کہ فتح اسام اور سراج میں آئے بعد نواب صاحب نے شاہ آباد فتح کیا اور اسے

بسیا تو اس سے پیشتر شہج میں قبل از موجودگی شاہ آباد کیسے فتح ہوا اور فرمان میں اسکا وجود کیونکر پایا جاتا ہے بہر کیف یہ امر لازمی ہے کہ سلسلہ شاہ آباد کی بنیاد پڑ گئی تھی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بنا برآباد کرنے شاہ آباد کے بادشاہ سے دلیر خان نے زبانی بھی عرض کیا اور اسکے بعد کسی محرم پر جانیکے بعد تحریری درخواست دی ہو اور باضابطہ فرمان شاہی عنایت ہوا ہو جب دلیر خان ہم بنگالہ و آسام وغیرہ میں مصروف ہوں تو انکی عدم موجودگی میں انکے لائق فرزند نواب کمال الدین خان آبادی شاہ آباد میں مشغول ہوں اسکے بعد جب دلیر خان مہاتسہ یہاں تشریف لائے ہوں تو پھر انھوں نے آبادی میں زیادہ ترقی دی ہو۔

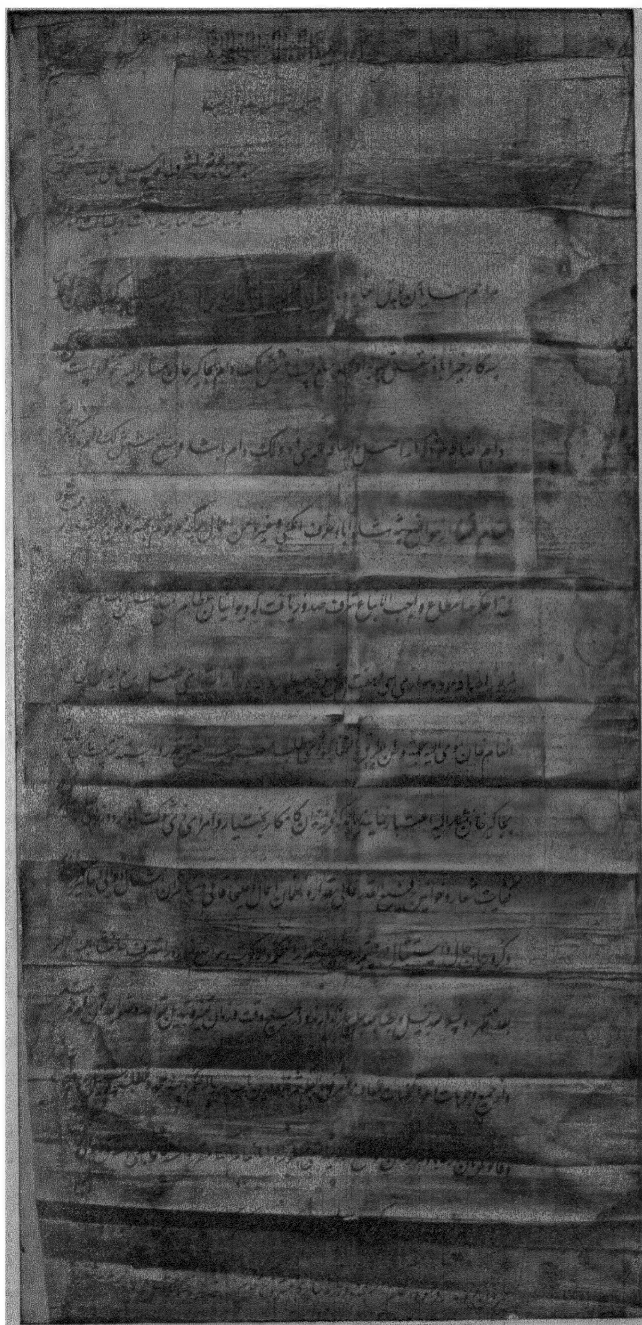
شہج میں دلیر خان کن گئے ہیں اور شہج میں ہاں سیوا جی کی محرم سر کر کے شہج میں بجایا پورا قلعہ قمع کیا ہے۔ واجب الغرض سرکاری میں جو زمانہ آبادی کا سلسلہ اور سلسلہ لکھا گیا ہے وہ اسوجہ سے ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ بعد فتحیابی اور حصول فرمان کے سولہ برس تک شاہ آباد کی آبادی کیونکر معرض التوا میں ال دیجاتی بلکہ خود فرمان سے شاہ آباد کی صلیت ظاہر ہوتی ہے غالباً بند و بست سرکاری میں باشندگان شاہ آباد نے بالتحقیق بموجب اس بانی روایت کی کہ آبادی شاہ آباد کے چھ سات برس کے بعد بانی شہر یعنی نواب دلیر خان نے انتقال فرمایا ہے لہذا سلسلہ لکھا یا کیونکہ سلسلہ میں نواب دلیر خان نے حلیت فرمائی ہے راقم نے تواریخ اور فرامین شاہی اور دیگر اسناد کے ہر پہلو پر غور کیا ہے مگر سلسلہ میں شاہ آباد کی آبادی کیسی طرح ثابت نہیں ہوتی خاکسار کے پاس نواب دلیر خان کے دستخطی اسناد موجود ہیں انھوں نے چودہری میلو کو جو بازار کا منتظم تھا پاس بیگہ ارضی معانی میں مرحمت کی ہے اور اسی سند سلسلہ میں تحریر کی ہے اگر ہاں کی آبادی موجودہ نہ ہوتی تو قبل سلسلہ کے سلسلہ میں ہ سند کیسے دیجاتی اسکے بعد سلسلہ میں

پھر ارضی دلیر خان نے اپنے چوہدر فیروز والہ بخش کو عنایت کی ہے اسکی سند میں گرد و نواح کے مکانات کے حدود بھی درج ہیں اگر یہ خیال کیا جائے کہ قبل ان فتح لگئی اور آبادی شاہ آباد کے یہ اسناد و اراضیات بطور خود تقسیم کر دیے تھے تو حدود اور مکانات نام بنام کیونکر معرض تحریر میں آسکتے اسکے علاوہ ۸۷۷ھ میں دوسرا پروانہ دلیر خان نے شیخ محمد مصطفیٰ قادری کے صاحبزادگان شیخ محمد مراد و شیخ بہاؤ اللہ و شیخ منور صاحبان کے نام جبکہ مکانات ہزار محلہ بدایین میں ہیں اور یہ اپنے باپ کے جانشین ہوئے ہیں تحریر کیا ہے جب شیخ محمد مصطفیٰ کا انتقال ہو گیا تو انکی جاگیر موضع جوگی پور و کنھ پور انکے صاحبزادوں کو دی ہو اگر قبل ۸۷۷ھ کے شاہ آباد کی آبادی نہ ہوتی اور شیخ محمد مصطفیٰ صاحب یہاں آباد نہ ہوتے تو از روئے سند سابق جو دلیر خان کی طرف سے شیخ محمد مصطفیٰ صاحب کے نام تھی دوسری سند منجانب دلیر خان صاحبزادہ نام کیونکر تحریر کی جاتی اور وہ دیہات کس طرح دیے جاتے غرض کہ ان لائل سے ۸۷۷ھ سے پیشتر شاہ آباد کا آباد ہونا پورے طور سے ثابت ہو سکتا ہے اور اسناد مذکورہ بالا مستند ہیں اور انپر دلیر خانی مہر جو ایک شعر میں بطور جمع کے ہے پڑی ہوئی ہے اور وہ شعر یہ ہے

جلال داشت از روز ازل چو صدق ضمیر
دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالم گیر

اس مہر کے بعد اسناد و پروانوں کی پشت پر دفتر کے کارپردازوں کی تصدیق وغیرہ بھی تحریر ہے جبکہ کثرت آبادی کے قصبہ لگئی کے حدود باشندگان شاہ آباد کے مکانات باغات تجاویز کر گئے تب محمد طاہر عامل شہزادہ نے محصول طلب کیا اسپر کمال الدین خان نے بارگاہ شاہی میں عدم مزاحمت اور اضافہ دیہات کی عرضداشت گزارنی چنانچہ خوب استدعا کے جو مواضعات کو میران افتادہ تھے علاوہ ان دیہات جو دلیر خان کو پیشتر عطا

ہو چکے تھے دوسری بار کمال الدین خان کو مرحمت ہوئے اور اسکا فرمانہ اجادی انکی
 سنا کہ کو مغائب بادشاہ عالمگیر تحریر ہوا جسکی نقل تذکرہ کمال الدین خان میں بحیثیتہ منج
 ہے اسکے بعد آبادی شاہ آباد کی توسیع و ترقی ہوتی رہی اور شاہ آباد کے یہ حدود قرار پائے
 پچھم و اوتر کی طرف موضع او دھرن پور و بلغ پچاس ہزار احد پور و بباغ لکھ پڑا موسومہ بہ بڑا بلغ
 حد کن موضع سرے کمال الدین خان جسجگہ کہ سرے بختہ ویران آج تک پائی جاتی ہے
 غرض کہ یہ طول و عرض قائم کیا گیا اور باون محلے مندرجہ ذیل آباد کیے گئے اور اب قبلہ اس قصبہ
 شاہ آباد کا از روئے پیمائش انگریزی کے نو ہزار سات سو پچاس بیکہ عریب بختہ ہو جو بھویرانی
 و ضلع ہونیکے یہ شہر قصبہ ہی رہا مگر ملک و دہ میں سب سے بڑا یہی قصبہ جو آبادی غیر مسلسل
 ہونیکے یہ وجہ واقع ہوئی کہ بھویرانی لشکر کے جا بجا فاصلہ پر محلے بسائے گئے تھے عہد شاہی کہ
 زمانہ عام ہتیار بندی اور سپاہگری و زور آزمائی کا تھا روزمرہ جنگ جہال بر پارہا کرتی
 تھی اسلیے شہر پناہ شجاع اور جری افغانوں کے محلوں کی آبادی سے بنائی گئی اور وسط شہر
 میں بجائے قلعہ منہدم کے بڑی ڈیورھی قائم کی گئی اور اندرون قصبہ کے علما و حکما و فقہرا
 کا بستہ بڑھن و دیگر مشیہ و رعایا کو آباد کیا گیا اور بازار و نکو بسایا گیا اور محلوں کے نام جو قوم
 کہ اوہمین آباد کی گئی تھی نامزد کیے گئے مثلاً مہند سلیمانی باقر زئی غلزمی کہ ہر ایک
 قبیلہ کی قومیت جو بچان جس قوم کا جسجگہ کہ آباد ہوا تھا وہ محلہ اسکے نام سے منسوب
 کیا گیا اور چکات باون کے مشہور ہونیکے وجہ یہ ہے کہ قصبہ ہذا کی آبادی کی وقت جو فہر و
 رفیق ہمراہ دلیر خان کے باغیوں کے تدارک میں کام آئے انکے ورثا کو ازراہ قدر دانی فضا
 ویران ارضی و جنگل آبادی کے لیے علی قدر مراتب تقسیم کیے گئے اور جو دوسرے
 اشخاص بذات خاص اہل استحقاق سے تھے انکے نام بھی محلہ داری کے پروانے



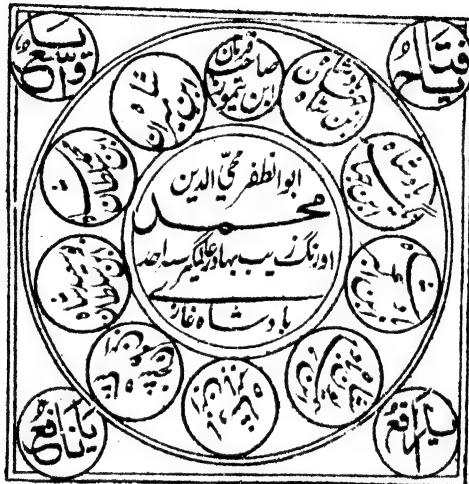
نومان شاهي بزم نواب دلاور خان بانئي شاه آباد

منجانب نواب لیر خان و نواب کمال الدین خان مرحمت ہوئے یہ قبائل تعداد میں
 باون تھے اراضیات کے بہن و بیج کا اختیار بھی اصلی مالکوں کے ورثا کو نسلاً بعد نسل
 آج تک حاصل ہے کمال الدین خان کے فرزند نواب سردار خان نے خود شاہ آباد میں
 ان لوگوں کی حقین خریدی تھیں چنانچہ چار بیگہ زمین محلہ اند پور میں متعلقہ عولی ختیا خان
 کے انکی دختر مسماۃ گرامی بی بی اور انکی پوتی تنج بی بی بنت دولت خان سے مبلغ
 پچاس روپیہ کو محمد معقول اپنے وکیل کے ذریعہ سے مولیٰ اور اسکا بیعتنامہ غرہ صفر
 ۱۲۸۵ھ کو تحریر ہوا تھا جسپر قاضی شہر اور دیگر شر فاکل مہرین ثبت ہیں۔
 اب یہاں پر فرمان شاہی جو لیر خان کے نام ہے تحریر کیا جاتا ہے۔ نقل سکی صفحہ آئندہ
 پر ملاحظہ کرنا چاہیے۔



نقل فرمان بادشاه عالمگیر بنام نواب لیرخان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



و در این روز بیست و یکم ماه رجب سال ۱۰۰۰
 بمقام نواب لیرخان
 فرمان نظر دادیم

چون بعضی شرف و تقدیر علی که شیخ جاعت و شیخ شیار
 جلادت و بسالت آنها را در امر ما نمایان لایق عنایت

والاحسان لیرخان التماس دارد که بر جمع پایی من اعمال سرکار خیر آید متعلق
بصوبه داده که مبلغ بست و شش لک دام بجا گیر خان مشارالیه نخواه است
شش لک دام اضافه شود که اصل و اضافه جمله سی و دو لک دام باشد
و مبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام لهما از مواضع پشته شاه آباد عرف
انگلی و غیره من اعمال پرگنه مرقوم بهجت وطن به بند مرجمت شود و
حکم جهان مطاع و اجبا لاتباع شرف صدور یافت که دیوانیان عظام
مبلغ شش لک دام بر جمع پرگنه مزبور اضافه نموده موازی سی و هفت موضع
پشته مسطوره و غیره را از ابتدای فصل ربیع پارس میل در وجه مقام
خان مومی الیه بهجت وطن بطریق التماس و امی طلب من حسب لضمین مقدر
دانسته تتمه بست و شش لک دام بجا گیر خان مشارالیه اعتبار نمایند
می باید که فرزندان کامگار بختیار و امراے ذی شوکت نامدار و و در
صائب الے کفایت شعار و خوانین رفیع القدر عالی مقدار و ناظران
علیخاقانی و مباشران اشغال دیوانی و جاگیرداران و کرویریان حال
و استقبال در استمرار و استقرار این حکم و الاکوشید
موضع مذکور را تبصره خان مشارالیه نظر ابعاد نظر و نسلا بعد نسل و بطناً

بعد طین او باز گذارند و در هیچ وقت زمان تغییر و تبدیل بقواعد و ضوابط آن اه
ندهند و از جمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع اقلیم شهر
و دین باب هر ساله حکم و سند مجد و نطلبند بسبیل چو دهر یان قانونگویان و
رعایا و مزارعان آن مواضع آنکه دیهائے مسطورہ را انعام آنها مقرر
دہستہ مالوجہی و حقوق دیوانی را موافق حق و حساب بخان مومی ایسہ
جواب گو و از انجملہ چیزی قاصر و منکسر نکردند و از اصلاح و صوابدید حسابی
آنها بیرون نروند و از فرمودہ تخلف و انحراف نورزند بتایج بمستم ذی حجبہ
سنہ پنج از جلوس والا نوشتہ شد۔

جانب پشت فرمان

شرح یادداشت واقعه تاریخ روز شنبہ سوم شهر رمضان المبارک شہ جلوس مقدس
مطابق سلسلہ موافق اردی بہشت ماہ الہی ہر سالہ نواقسی القاب فی وحدہ خلافت
اہبت نور حدیقہ سلطنت دولت فروغ و دومان عز و اقبال چراغ خاندان جاہ جلال والا گہر
بلند مکان فیج القدر منبع الشان ستودہ خصال نجمتہ شیم۔ و بمعرفت وزارت پناہ کفایت
و متگاہ شایستہ اضاف و مراحم تقفقات سزاوار صنوف عواطف قنطقات اجہ کھاب کی و
نوبت آقہ نویسی کترین بندگان در گاہ خلائق پناہ محمد علی اکسینی قلمی میگردد و چون در نیولا
بعض شرف اقدس علی رسید کہ امارت پناہ دلیر خان از در گاہ فضل و کرم اتماس دارد

که در جمع پرگنه پالی من اعمال سرکار خیر آباد متعلق بصوبه اوده مبلغ بشتش لک دام
 بجایگیر خان مشار الیه تنخواه است شش دم اضافه شود که جمله صل و اضافہ سی و دو لک
 دام باشد مبلغ شش لک دم مذکور بطریق انعام التما از مواضع تہ شاہ آباد عرف النملی
 وغیرہ از مواضع پرگنه مذکور بموجب مسطور فی الزیل بحبت وطن مرحمت شود لہذا حکم
 بہا منقطع عالم مطیع صادر شد کہ مبلغ شش لک دم بر جمع پرگنه مذکور اضافہ نموده
 مواضع تہ شاہ آباد وغیرہ دیہات مذکور را من تبدیلہ سے بیع پارس میل بانعام خان
 مومی الیہ بحبت وطن برسم التماسولے طلب منصب عطا فرمودیم تتمہ بشتش
 لک دام را بجایگیر خان مشار الیہ حساب نمایند و مطابق فہرست جات قلمی شد
 شرح بخط وزارت پناہ کفایت دستگاہ راجہ رکھاب کھی برسالہ نواب قدسی
 القاب ستودہ خصال خجستہ شیم و بمعرفت کمترین بندگان درگاہ دخل وقعہ نمایند
 شرح حاشیہ بخط واقعہ نویس مطابق واقع است شرح بخط
 وزارت پناہ کفایت دستگاہ شایستہ اضافہ مراحم تفقعات
 سزاوار صنوف عواطف و ملطفات راجہ رکھاب کھی بعرض مکرر
 نمایند۔

تاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۲۸۵
 موقیہ شریفی سلطان اسامہ
 قلمی بہر حق اسامہ

شرح بخط سیادت پناہ رفعت و معالی درگاہ اشرف خان آنکہ
 نہم شہر رمضان شہنہ جلوس مبارک مکرر بعرض تقدس نمایند
 شرح بخط وزارت پناہ کفایت دستگاہ شایستہ اضافہ مراحم
 و تفقعات سزاوار صنوف عواطف ملطفات راجہ رکھاب کھی
 فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

تاریخ ۱۲ شہر محرم شہنہ جلوس و لا
 قلمی بہر حق اسامہ

اب یہاں پر کچھ قدیم آبادی کی حالت بھی جسپر شاہ آباد بسایا گیا ہے بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اس قصبہ انگلی کی آبادی کے متعلق ہمیں کوئی تاریخ ہندی نہیں ملی مگر چارے ایک محقق دوست نے جو قوم کے ہندو ہیں ایک سنسکرت کی پوٹھی سے ترجمہ کر کے کچھ حالات لکھائے ہیں جو نذر خاطرین کیے جاتے ہیں انکی روایت میں ہے کہ انگلی محل میں انگدہ گڈہ تھا راجہ انگدہ نے یہیستی اپنے نام سے بسائی تھی راجہ انگدہ ہمارا راجہ راجندر کے سپہ سالار تھے ہمارا راجہ راجندر سورج بنسی خاندان سے تھے جو ہندوستان کے مشہور فرمانروا گذرے ہیں انکے والد راجہ دسر تھے جنکا پایہ وجود مہیا تھا جب ہمارا راجہ موصوف نے جنوبی ہند یعنی ملک دکن کی راجدہانی کو جو اسوقت میں جزیرہ لنکا اور ابار دو مین سنگدیب اور انگریزی مین سلون کہتے ہیں فتح کرنا چاہا اور اپنے باپ کے حکم سے وہاں چڑھائی کی تو اسوقت راجہ انگدہ نے چوپیا پور ضلع ناسک واقع سنٹرل انڈیا کے باشندہ تھے بڑی بہادری دکھائی اور بڑی بڑی لڑائیاں جیت کر ہمارا راجہ راجندر کے دلیں بہت گنجائش و محبت پیدا کر لی جب وہاں سے وہ کامیاب ہو کر اپنی راجدہانی اجودھیا کو واپس آئے تو ہمارا راجہ راجندر نے اپنے پایہ تخت کے پچھم کی جانب تخمیناً سو کوس کے فاصلہ پر راجہ انگدہ کو جاگیر عنایت کی اور انھوں نے یہاں اگر اس مقام پر ایک بستی بسائی جسکا نام اپنے نام سے منسوب کر کے انگدہ گڈہ یا انگلی رکھا اور اوسمیں پانچ کنوئین جنکے نام - گنگو دکت - سمندر کھار - سو بھدرہ - کوشودک - پیوہرت اور نو تیر تھے جنکے نام - نر پدا - گر وٹھ - برہمہ ورت - مہندر کا - باراہ - ساگر درائے برت - تھیش - برنگد اگا - قائم کیے یہ مقام نکھار سے ۲۸ کوس

چچم کی طرف واقع ہے اور بموجب اس کے عقیدہ کے ٹیکم دیو کا تعلق نربدہ سے ہے اور جالتی دیوی کا تعلق گروتھ سے منسوب کیا جاتا ہے بعض راجہ انگد کو مہاراجہ راجندر کی اولاد میں بھی بتلاتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

شاہ آباد کے محلہ کے نام جو تعداد میں ۵۲ تھے

شیخوپور	من زی	اشد پور	سید خیل
نئی بستی	خلیل	جنگلیان	ملکا پور
احاطہ حکیم عبد الباقی خان	عن لزی	محلہ شمشیر خان	ولی پور
بازید خیل	نیکو زی	مجاہد خیر خان عرت موخا گڑھ	میران کی بستی
گڑھی کلان	سلیمانی	مہمند	مولا گنج محلہ حاجی حیات خان
مناچپورہ	باقر زی	بازید خیل مہش خان	گڑھی بغیا
اختیار پور	دلاور پور	محلہ سورون	سینیل ٹانی محلہ علی شیر خان
کھیرہ عظمت خان	بنی بی زی	یونس خیل	عنایت پور
پیر حانین	محلہ بھیا	ماہی باغ	گلیانی
ابن زی کھتہ والا	گنجی خانزاد	بازید خیل نعمت خان	کوٹ غرو میان
مٹکواویران	بازید خیل ثانی محمود والا	سید واڑہ	نعلبندان
بھوڑیا	کھتہ	ٹلیا ویران	ہروادیران
محلہ سبیر خان	کوٹ باجیل	محلہ تمعیل خان	باراپور ویران

نواب دلیر خان کے ہمراہی اور محلہ دار

دیوان عظمت خان۔ انھیں کے نام سے محلہ باقر زئی عرف مہاولو آباد ہوا ہے یہ باقر زئی قوم کے چٹان تھے اس لیے ان کا یہ محلہ باقر زئی مشہور ہوا یہ فوج میں نامور افسر تھے اور ان کا حضور رس ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جو سنا کہ نواب دلیر خان نے انکو محلہ وغیرہ کی عنایت کی تھی انھوں نے اس اراضی کا فرمان بھی بادشاہ سے حاصل کر لیا تھا ان کا مقبرہ مابین دلاور پور و باقر زئی کے اہنگ شاہدار بنا ہوا ہے انکے والد کا نام آدم خان تھا جو نیک نام خان کے نامور فرزند تھے انکے ایک بیٹے اجیری خان تھے جو شاہ آباد میں عابد اور با خدا انسان گذرے ہیں بعض کاغذات کہتے ہیں انکا نام خانزادہ کے لقب سے لکھا ہوا ہے بعض کاغذات میں عظمت خان کے نام کے پیشتر جلال پناہ وغیرہ با وقعت الفاظ لکھے ہوئے راقم کی نظر سے گذرے ہیں ۹۶ھ میں خان موصوف نے ایک موضع زمار دارون سے خرید کیا تھا جس سے انکا مول ہی زمانہ سے پایا جاتا ہے

نقل فرمان شاہی منسلک ہے

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام دیوان عظمت خان باقر زئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم



چون بعضی مقدس معلی رسید که بموجب سند
 دلیر خان موازی یکصد و بست بیگه زمین از پیرگنه پالی
 سرکار خیر آباد مضائق بصوبه آورده از آنجمله بست بیگه بجهت باغ در سواد قصبه
 شاه آباد و باقی در وجه مدد معاش عظمت الله مقرر است و مشارالیه
 اراضی مذکوره را قابض و متصرف التماس فرمان والا شان دارد
 حکم جهان مطاع عالم مطیع صادر شد که موازی مذکور از محل قدیم
 بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجه مدد معاش و باغ او حسب اضمن
 مقرر باشد که حاصلات آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت
 خود نموده بدو بقله دولت ابد طر از اشتغال میداشته باشد میباید
 که حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال این حکم والا
 را استمردانسته اراضی مسطوره را بتصرف او باز گذارند اصل او
 مطلقاً تغییر و تبدیل بدان راه ندهند و بعلت مالو جهات و اخراجات مشمل
 قتلعه و پیشکش و جریبانه و ضابطانه و محصلانه و مهرانه و دار و ننگانه و بیکار و شکاف
 دوهنمی مقدمی و صدوئی و قانونگویی و ضبط هر ساله و تکرار زراعت و کل تکالیف
 دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند و در نیاب هر ساله سند مجدد
 نه طلبند و اگر در محله دیگر چیزی داشته باشد آنرا اعتبار نکنند تا کید و اند

بتایخ بست و دوم شهر رمضان المبارک
 سنه بست و پنجم از جلوس والا تحریر یافت

عبارت بجانب پشت پروانه

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز دوشنبہ ہفتدہم شہر سلج والا موافق ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۲ شہر ماہ الی ہر سالہ سعادت و نجابت پناہ شجاعت و شہامت دستگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفہ الی صدر رفیع القدر سلج خان۔ و نوبت واقعہ نویسی کترین بتدکان درگاہ خلاق پناہ نور الدین محمد سلجی میگردد کہ بعض مقدس محلے رسید کہ بموجب سند لیر خان موازی یکصد و بست بیگینہ از پرگنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ اوڈھ از انجملہ بست بیگہ بہتہ باغ و رسوا و قصہ شاہ آباد و باقی در وجہ مدد معاش غنمت اللہ مقرر است و مشار الیہ اراضی مذکورہ راقابض و متصرف التماس فرمان والا شان دارد حکم ہما مطلع عالم مطیع صادر شد کہ موازی مذکور از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و باغ و مرحمت فرمودیم اگر در محل دیگر چیزے داشته باشد آنرا اعتبار نکنند۔ واقعہ بتاریخ شہر جادی الاولی ۱۲۹۲ھ مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد۔ شرح بخط سیادت و نجابت پناہ شجاعت و شہامت دستگاہ صدر رفیع القدر قلیچ خان آنکہ داخل واقعہ نمایند۔ شرح بخط موتمن الدولۃ العلیۃ معتمد السلطنۃ المیہ عمدہ وزیر اسے رفیع الشان زبہ تواتین بلند مکان ناظم مناظم ملک مال ناہج مناج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان جمدہ الملک مدار المہام آنکہ بعض مکررہ ساند۔

شرح بخط خان زاد لایق الغنایه والاحسان قابل المرحمة والامتنان لطف الله خان
آنکه دوازدهم شهر شعبان ۱۲۳۰ جلوس میمنت مانوس مکر بعرض مقدس رسید-
شرح بخط خان شجاعت نشان جمرة الملك مدار المہام آنکه فرمان عالیشان قلمی بنیاد
باعث زمین از محققیم

بواقعه مطابق داخل روز نهم ۱۲۳۰ شعبان ۱۲۳۰
شهر ذی الحجه ۱۲۳۰ جلوس

۱۰ تاریخ ۱۰ شهر شوال ۱۲۳۰ و از موافق ۱۲۳۰ تا ۱۲۳۰ مطابق ۱۲۳۰
۱۱ نقل بدفتر حساب الویش و ابوالفتح
۱۲ تاریخ ۱۲ ذی قعدة ۱۲۳۰ نقل بدفتر استفسار
۱۳ شهر محرم الحرام ۱۲۳۰ داخل سیاه چمنه و شاد



تاریخ ۱۲۳۰ و از موافق ۱۲۳۰ تا ۱۲۳۰ مطابق ۱۲۳۰
تاریخ ۱۲۳۰ و از موافق ۱۲۳۰ تا ۱۲۳۰ مطابق ۱۲۳۰
تاریخ ۱۲۳۰ و از موافق ۱۲۳۰ تا ۱۲۳۰ مطابق ۱۲۳۰

دیوان پایہ خان یہ محلہ ممند کے بانی و مورث اعلیٰ اور نہایت پاکباز و شجاع انسان
محلہ ممند میں مسجد بھی دیوان موصوف کی بنوائی ہوئی ہے جو آج تک آباد ہے اس سے
انکی نیک نیتی و پاک کمائی کا پتہ چلتا ہے اسی مسجد کے ملحق پورب جانب انکا مزار ہے
افسوس کہ انکا کوئی کاغذ دستیاب نہیں ہوا۔

دیوان رحیماد خان یہ محلہ سلیمانی کے مورث اعلیٰ اور نہایت دیندار و جبری
بزرگ تھے چونکہ قوم کے سلیمان خیل پٹھان تھے بدینو بہ سلیمانی انکا محلہ مشہور ہوا انکی اولاد
کا شجرہ تذکرہ حافظ غلام علیخان مین تحریر کیا گیا ہے راقم کے یہ بزرگ تھے۔

دیوان دلاور خان یہ محلہ دلاور پور کے بانی اور وضع داری و بہادری اور دیگر
خوبیوں میں ممتاز تھے انکی اولاد نے حکیم دولت علی کے خاندان کو غسل صحت کے موقع پر
اکثر چک و باغ دیے ہیں جنکے کاغذات راقم کی نظر سے گزرے ہیں جنسے انکا حساب
ثروت ہوتا ثابت ہے آپکی اولاد میں بادل خان تھے جنکے فرزند ان ارشا و علیخان کرم علیخان
نگاہ علیخان فضل حسین خان ہوئے ہیں باعتبار دنیاوی امور کے یہ گھر خوشحال یا تو قیر
ہے چند سال ہوئے کہ اسخاندان کے ایک ممبر اسناد علیخان صاحب نے جو آنریری مجسٹریٹ
تھے انتقال کیا وہ خلیق و متعل انسان تھے دلاور خانی سلسلہ میں امتیاز علیخان بھی شریفان
وضع اور آن بان کے تھے۔

دیوان عثمانیت خان دیوان رحیماد خان سلیمانی مذکورہ بالا کے داماد تھے اور
بعض کاغذات سے ایک دوسرے شخص بھی پائے جاتے ہیں اور محلہ کے بانی اور
سرگروہ ثابت ہوتے ہیں ممکن ہے کہ کوئی دوسرے پٹھان انکے ہمنام ہوں۔
حاجی حیات خان یہ محلہ مولا گنج کے تھے ایک حیات خانہ بھی تھے جو

زبردست خان کے خطاب سے مشہور تھے اور جو دلیر خان کے چچا زاد بھائی تھے جنکے کارنامے اکثر بنگالہ و دکن وغیرہ کی مہمات میں منقول ہیں مگر یہ امر تحقیق نہ ہو سکا کہ وہی حاجی حیات خان تھے۔

دیوان سنجر خان و مشیر خان یہ حضرات بھی اپنے محلہ کے بانی ہیں انھوں نے اپنا محلہ غلزی سے قریب آباد کیا تھا قوم کے من زی تھے انکی اولاد یہاں سے تھیں ملیج آباد میں جا کر سکونت پذیر ہوئی چونکہ صوبہ اودھ کی نظامت کے مسیواڑہ و ملیج آباد و سندیلہ وغیرہ کے پرگنات دلیر خان کے متعلق تھے اور بعض اوقات وہ ملیج آباد میں بھی رہا کیے اسلیے بعض مہتموم پٹان شاہ آباد سے جا کر ملیج آباد میں آباد ہوئے شمشیر خان کے فرزند فتح خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان مولف تالیف مخزن اخبارین عہد شاہی میں بمقام ملیج آباد رہے ہیں اور سنجر خان کی اولاد میں بہرہ مند خان وغیرہ بھی ملیج آباد میں رہے ہیں جنکے فرزند احمد خان نے ایک کتاب اپنے بزرگ سنجر خان عبدالبی کے حالات میں لکھی ہے محمد خان و سرمست خان بھی شاہ آباد سے جا کر ملیج آباد میں سکونت پذیر ہوئے ہیں ان حضرات کی اولاد محلہ بختیار نگر وغیرہ میں گذری اور اب تک امداد علی خان و عبدعلیم خان وغیرہ اسی نسل سے باقی ہیں۔

القصہ شاہ آباد کے اکثر محلہ جات نیکو زی خلیل۔ سیخیل۔ بازیخیل۔ غلزی۔ اپنے بانیوں کے قوم سے منسوب ہیں اور بعض محلہ دوسری خصوصیت کی وجہ سے اور کسی نام سے بھی موسوم ہوئے۔

یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ اکثر اراضی محلہ کی آبادی کیلیے بارہ بیگہ پختہ الہی گزرا سے محلہ اور نوکودلی تھی مگر بعض اسناد میں چالیس بیگہ بھی دیکھنے میں آئی دلیر خان نے

جو سندین آبادی کے لیے اہل استحقاق کو دی ہیں وہ زمین سے بعض یہاں پر درج کی جاتی ہیں
 دلیر خان نے اپنی حیات میں اپنے بیٹوں کو بھی مواضع و مکانات تقسیم کیے تھے
 اور انکو بھی جداگانہ اسناد عطا کیے تھے منجملہ ان کے قلممحرور خان کو موضع اودھر پر دیا تھا
 جسکی اصلی سند دلیر خان کے ہاتھ کی راقم کے پاس موجود ہے نقل اسکی مندرجہ ذیل ہے

نقل سند نواب دلیر خان بنام پختہ محمد خان

متصدیان مہات حال و استقبال پر گنہ پالی از تہ شاہ آباد
 سرکار خیر آباد صوبہ اودہ بدانتہ
 موضع خاں پر خاص از تہ شاہ آباد از جملہ دیہات لقمہ
 علقہ پر گنہ مرقوم در وجہ انعام بر خور دار اقبال آغا قلممحرور خان من
 ابتدا سے فضلہ قیمت قوی میل شہاد کیلئے اور بہشتاد و ہفت فصلی حسب اضمین
 مرحمت گشتہ شد باید کہ از موضع مسطور تعلق و تصرف کسان بر خور دار و اگذا زندہ کھلا
 آئرم تصرف ہووے در از دیاد آبادانی و کسرت زراعت و عمارت جہد بلین بکار برند۔
 درین باب قدغن دانند۔ فی التایخ نوزدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۲۹۰ھ
 جانب پشت ملاحظہ نمایند

جلال شہزاد و نازل چو صدیقی
 دلیر خان و الطاف شاہ صاحب

ضمن نویسی

۲۲ رمضان ۱۲۹۰ھ
 یک موضع اصل
 بنام رضا خان
 صاحب خان دادہ

تقریب

شرح ضمنی دروجہ انعام خان اودہ فتح معمو خان زموضع خاپنور تہ شاہ آباد از جملہ دیہات
اہتمغا عملہ پر گنتہ پالی من ابتداے فصل طریف قوی سل سٹنہ ف مرحمت شد قلمی شد

۱۱۔ مضافان المبادی اک سٹنہ ف
نقل پست رو پوان سٹنہ
خواجہ پسند اسٹنہ
سب الامرا از ابتداے فصل طریف
قوی ثانی سٹنہ ف قلمی شد
شجرہ پراگنی جو پنجاب لام سٹنہ
امیرش کہ در وجہ انعام
خود اودہ زندہ نا ابتداے فصل طریف
سٹنہ ف
نقل پست رو پوان سٹنہ
نقل پست رو پوان سٹنہ



ایک موضع اصل

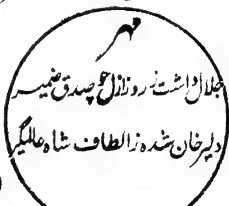
۱۲۔ مضافان المبادی

شرح و تفصیل از ابتداے

اس کے بعد ایک بلغ جواہل خانہ نواب دلیر خان کا تھا اور وہ سبندین داخل
ہونے سے رہ گیا تھا دلیر خان کے عاملوں نے اس سے مزاحمت کی فتممور خان
نے اپنے والد بزرگوار سے اس بلغ کے لیے عرض کیا اسکی سند بھی دلیر خان نے
عطا کی جسکی نقل بحیثیتہ تحریر کیجاتی ہے۔

ایضاً

متصدیان مہات حال و استقبال تہ شاہ آباد محال
وطن بداند



کہ موضع خاپنور عرف اودہ مہر پور دروجہ انعام بر خور دار اقبال مند فتممور خان من
ابتداے فصل طریف سٹنہ ف نیز از ہشتاد و ہفت فصلی مرحمت گشتہ بود و رینو لاکسان

ایک پانچ بیگہ پختہ اراضی کی دلیر خان نے اپنے چوہدار و نکو خکا نام فیروز والہ بخش تھا بنا بر تعمیر مکانات محلہ گھیرہ میں عنایت کی یہ اہل سند بھی آجتا کہ موجود ہے۔

مہر نواب متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بغنایت امید وار بودہ بداند دلیر خان موازی پنج بیگہ زمین پختہ برائے آبادی از قصبہ شاہ آباد مذکور بہ فیروز والہ بخش چوہداران مرحمت نمودہ شدہ باید کہ زمین مذکور متصل حویلی ہر راسے پیوودہ بند کہ نامبردہ محلہ خود را علیحدہ آباد کردہ بخاطر جمع آباد باشند و ازہر عالیہ پیرامون حویلی انھا پنج یکے مزاحم نشود و ریناب تا کیہ حسب السطو بل آندہ تحریر فی التاریخ غرہ مستم شمسہ لیکر او ہشتاد ہفت ہجری

سیطرہ ایک سند دلیر خان نے اپنے چوہدہری میلو کو جو بازرا کا منظم تھا پچاس بیگہ اراضی کی دی ہے جسکی نقل بھی ملح ذیل ہے۔

مہر نواب متصدیان تھا حال استقبال پر گنتہ پالی بغنایت امید وار بودہ بداند دلیر خان موازی پنجہ بیگہ بگز الہی زمین خیر افتادہ خارج جمیع لایق زراعت در وجہ انعام میلو چوہدہری بازرا شاہ آباد من ابتدائے فصل خریف لوی نیل سنہ مقرر گردید باید کہ اراضی مذکور بجائے کہ مناسب دانند پیوودہ و چاک بستہ دہند کہ مزروع ساختہ حاصلات آنرا متصرف شدہ در سربراہ خدمت مذکور بہ دیانت انت حسن سلوک بار عایا و سکنہ قصبہ مسطور کہ باعث مزید آبادانی ست سرگرم و ساعی شدہ از یوہ مبالغہ رفتہ تحریر تاریخ شہر صفحہ ختم اللہ وسیلہ لطف اللہ عطا شد

غرض کہ اس طرح بیسیون سندین معافیات کی دلیر خان نے تحریر کی ہیں ان سب کا فراہم کرنا اور لکھنا موجب طوالت ہے صد یا بیگہ اراضی دلیر خان صاحب تفسیر کی

چنانچہ دو موضع مسلم موسومہ بہ موضع جوگی پور و کنہر پور حضرت شیخ محمد مدنی صاحب قادری کو جاگیر میں دیے تھے جنکی سند علیحدہ تذکرہ حضرت شیخ مدنی صاحب صوفی میں درج ہے ولیہ خان کی عدم موجودگی اور بعد انتقال کے انکے بڑے عاقل و عاقلہ کمال الدین خان جو قائم مقام اپنے باپ کے ہوئے انھوں نے اہل استحقاق کو تقسیم اراضیات کی توجہ دی ہیں جو انکے تذکرہ میں انشاء اللہ درج ہوگی۔

بعض ہمراہی افغان جو نواب ولیہ خان کے ساتھ معرکوں میں شہید ہوئے ہیں انکی لاشیں بھی ولیہ خان نے انکے ورثاء کے پاس دفن ہونیکے غرض سے صلی وطن شاہ آباد میں بھجوائی ہیں چنانچہ اسمعیل خان امینہ زئی جو ملک دکن میں شہید ہوئے تھے انکا تابوت ولیہ خان نے دکن سے شاہ آباد بھیجا تھا اور وہاں سے لا کر میان دفن کیے گئے تھے اسمعیل خان کے فرزند ملک سول خان ایک مشہور پٹھان گذرے ہیں جنکے بیٹے شہاب الدین خان اور پوتے زبردست خان تھے جنسے دولہ کے سرست خان اور بخش اللہ خان پیدا ہوئے تھے جب یہ دونوں بھائی دکن جا کر مفقودہ اخیر ہو گئے اور انکی ملکیت اور محلہ پر اے موہن لال اور میر لال کا یہ استھون نے نواب اعزاز خان کی طرف سے ایک جعلی سند بنا کر جھگڑا کیا ہے تو اسوقت انکی بیوہ لیطرت سے صورتحال لکھی گئی تھی اور باشندگان شاہ آباد نے اس پر مہرین اور گواہیان کثرت سے تحریر کی تھیں اس صورتحال میں یہ سب مفصل قصہ لکھا ہوا ہے جو فارسی عبارت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

نواب لیر خان کا مختلف مقامات پر عمارتیں تعمیر کرانا

نواب لیر خان نے عہد صوبہ داری اور سپہ سالاری میں جبکہ قیام کیا وہاں کچھ کچھ اپنے نام و نشان کا یادگار ضرور چھوڑا انکی عادت میں دخل تھا جہاں انکے لشکر کی چھاوٹی پڑتی یا کسی صوبہ کی حکومت انکے متعلق ہوتی تو وہاں آبادی اور مکان وغیرہ نوٹ لیا ضرور کوشش کرتے فی نفسہ نین بعض صفات لاجواب تھے مثلاً جبکہ انکے فوج سے کچھ لوگ کام آتے تو وہ خیال کر کے مسلمانوں کی نعشیں دفن کر دیتے اور ہنود کی لاشیں جلوادیتے اور کوئی زبردست کسی کمزور پر انکے روبرو ظلم نہ کرنے پاتا۔

نواب لیر خان جب شاہجہان کے عہد میں دہلی میں قیام فرماتے تو ایک جوبلی اور بلع شاہجہان بادشاہ نے لیر خان کو شاہانہ نوازش سے مرحمت کیا تھا اور نو سو بیکہ خام ارضی حسب رغبت بادشاہ کے حضور سے مکانات بنانے کی واسطے معاف ہوئی تھی اسکے علاوہ اسکے متصل بکثرت ارضی وہاں کے زمینداروں اور مالکوں سے انھوں نے خرید کی تھی بعض حقیقت کا بیغنامہ انکے نام اب تک موجود ہے بیغنامہ موضع نہر ولدہ کا ناظرین کے ملاحظہ کیلئے راقم نے حاشیہ پر درج کر دیا ہے

۱۔ قتل بیغنامہ موضع نہر ولدہ غریب لیر خان
اللہ اکبر۔ ظل سبحانی۔ صاحبقران ثانی

مرض زمین نوشتہ آندوین میں از موضع نہر ولدہ میں احوال پر گزشتہ جوبلی شاہجہان بادشاہ کاں حضرت قدر قدرت سلیمان بنزلت جیشید شوکت سکندر مرتبت حضرت بہ اقبال پناہ لیر خان پختہ بلع جوبلی مرحمت فرمود۔ منک مانوسہ ولدہ و پچند و واحد ولدہ جادون و مانا ولدہ گوپی و پچتر ولدہ منس آسا ولدہ جہان سالخان لہر و را مالکان موضع مذکور ایم۔ اراضی بست بیگہ زمین پختہ از موضع مذکور کہ در ہشتونکلی ایمان ہست بہ مبلغ یکھد و بست و یکھد و رو بہ نصف شصت و نیم رو پیہ میشود برضا و رغبت خود یا برست خان مشارالیدر و قیمت و ہلے آفراد بعض تصرف خود

دلیر خان نے دہلی میں اجمیری دروازہ کی طرف قریب جیسنگہ پورہ کے جو
مقام رسد کا تھا اپنے سکونت کے مکانات بنوائے تھے اور علیا
آباد کر کے اسکا نام دلیر پورہ رکھا تھا سلطنت تیموریہ کے زوال تک قریب چار باغ

ایہی صفحہ ماقبل آوردیم اگر تانی الحال وارث اراضی مذکور ظاہر شود یا دعویٰ خود پیش نماید عند الشرع دروغ و نامسعود بود
این چند بطریق سند نوشته وادیم کہ ثانی الحال صحت بوده باشد حد و بدین تفصیل

شمار جزو شمار
حد دیوار جیسنگہ پورہ در او سر سالانہ زمین جو بیروں سنگہ و کشتنگہ لغت قتلکال منال فیروز شاہ چاہ دیوار باغ او گرسین
راٹھور و چاہ کنندہ جلال شاہ آیت پختہ در زمین کہ حال موی الیہ است

آبادہ ۲۲ نمبر شمار جہاں جیسنگہ ۲۲ جلس مبارک

بندہ در گاہ کند و اسن جہی قانگوے شاہ جہاں آباد
اتجہ در متن نوشته ایست بیان واقعہ است

۱۔ و یکھو تاریخ انبیا رحمت کے کشف ۱۲۰۶ کہ از چار دیواری خاص شاہ جہاں آباد چارویں صدیگہ اراضی خام در دہلی بنا برتیرت
ساخن مکان خود بہادر خان ۱۲۰۶ صدیگہ خام اراضی دلیر خان از حضور بادشاہ دین پناہ درخواست نموده و حضرت
خلافت مرتب بموجب درخواست ہر دو سر دار یک ہزار صدویں بیگہ اراضی خام معاف فرمودند و اراضی کثیر از مالکان زمیندار
آخیا ز خرید نموده چنانچہ بہادر خان و دہلی قریب بہادر گنج و جیسنگہ پورہ بہ سمت دروازہ اجمیری شہر پناہ تعمیر
مکانات خود و آبادی رعایا کردہ موسوم بہ بہادر پورہ شہرت دادہ یہ ہیں دستور جلال خان مخاطب بہ
دلیر خان صد بیگہ اراضی ز خرید نموده قریب بجے سنگہ پورہ کہ مقام رسد و دیوار ہیرون بہت مکانات سکونت
خود و آبادی رعایا تعمیر ساختہ موسوم بہ دلیر پورہ گردانیدہ تا این دم در دہلی قریب چار باغ نواب قمر الدین خان
بزرگمقام بہ سمت دروازہ اجمیری شہر پناہ شاہ جہاں آباد دلیر پورہ اشتہار دارد و اکثرے در ان برت سازان
سکونت میدارند و در اکثر جا موصوبات نواب بہادر خان و نواب دلیر خان مکانات عمارات عالی و قصبات
و مساجد و مقابر و سراے مسافران و چاہ ہائے و پلہائے بنا کردہ آہناست و در سرکار کاپی و سرکار قنوج
مجلسر و دیوانخانہ و جلوہ خانہ و باغات و بسیار چاہ ہا و سرے نزول مسافران و در گاہ حاجی شریف زندنی
و مقبرہ ہائے حضرت بالا پیر و حضرت مدی و چند مکانات بدر گاہ بدیع الدین المشہور بہ حضرت شاہ دار و موضع
اکن پور بنا کردہ آہناست و در الہ آباد و حلی سکنی محلہ بنا نہادہ است و در سرکار لکھنؤ ہر دریلے گومتی عمارات عالی
الکھکان آن نواب شجاع الدولہ و بی بی محلہ تعمیر نموده آن حلی نواب دلیر خان است۔

نواب قمر الدین خان وزیر عظم کے وہ مکانات آبادی باقی تھی اور مین بیت زراہ کرتے تھے اکثر صوبیات مین دلیر خان اور بہادر خان دونوں بھائیوں نے مساجد سر کچا بات پل بنوائے سرکار کالپی وقنوج کی جاگیر جبانے متعلق تھی اور وہاں یہ قیام فرماتے تو وہاں بھی انھوں نے محلسہ دیوانخانے جلوسلنے و باغات و سرا بنوائے اور درگاہ حاجی زندانی و مقبرہ حضرت شیخ کبیر بالا پیر و حضرت شیخ محمد مدد صاحب تعمیر کر کے مقبرہ بالا پیر پر نواب بہادر خان کے نام کا کتبہ آجتک لگا ہوا ہے جو آئندہ اسی سلسلہ بیان مین تحریر ہے اور مکن پور مین شاہ بدیع الدین صاحب عرف شاہ مدار کے درگاہ کے قریب مدرسہ اور حجرہ دلیر خان نے بنوایا ہے جسکا ذکر خود تاریخ مکن پور مین بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ نواب دلیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجاپوری نے جمعیت خانہ تعمیر کرایا ہے انکے نام کا کتبہ بھی چسپان ہے مگر مدت دراز ہو جائیے خراب ہو گیا پڑھا نہیں جاتا۔ جمعیت خانہ کے دائیں بائیں دو حجرہ ہیں ایک حجرہ سلخ خانہ کے نام سے اور دوسرا توشہ خانہ کے نام سے موسوم ہے جمعیت خانہ مین صاحبزادگان رکاہ کی نشست ہوتی ہے اور عہد زندگی مین اس جگہ حضرت قطب لمد اربعی رونق افروز ہوتے تھے اور اسوجہ سے ہما مقام کو شرف حاصل ہے غمرل و نصب فقرائے مدار یہ کا بھی اسی مقام پر ہوتا ہے اور صاحبزادگان درگاہ یعنی اولاد ہر سہ خواجگان یعنی جواں آپکے برادر کی ہے انکی جانشینی کا غمر حاصل ہونا ایسجگہ سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ عبارت بنا بر ثبوت درج ذیل ہے (جمعیت خانہ) بعد حجت آشیانی شاہجان پاشاہ نور اللہ مرقدہ نواب لیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجاپوری تعمیر کنا نید کتبہ بر طاق محرابش چسپانیدہ است در خواندن نیاید در (جمعیت خانہ) دو حجرہ است

ایک موسوم بہ (سلخ خانہ) ودیگرے بہ (توشہ خانہ) ودجمعیت خانہ نشستگاہ صاحبزادگان شد نیز حضرت قطب المدار قدس سرہ در حین حیات خویش در نجاشریف ازانی می فرمودند اندامین اعتبار این مقام شرفی دار و عزل و نصب بر گزیده قہرے خاندان عالیہ مدار یہ از نجاشیف و از زمرہ صاحبزادگان یعنی اولاد ہر سہ خواجگان کہ در اولاد برادر آنحضرت وجانشینان فی قدس سرہ اند بہ استعداد قابلیت علمی و عملی و اتباع طریقت چنانکہ معمول است داشته باشد و برابر آن سجادہ راہ دہند۔

صفحہ (۱۵۶) تذکرۃ المتقین فی احوال خلفائے حضرت بدیع الدین مصنف سید امیر حسین صاحب مدارسی مطبوعہ مطبع غزنوی واقع کانپور۔

اور سرکار الہ آباد میں جب بکام قیام تھا تو وہاں ایک حویلی سکونت کے لیے تعمیر کرا لی تھی اور جب صوبہ اودھ کی نظامت دلیرخان کے متعلق تھی اور دلیرخان کا قیام سرکار لکھنؤ میں تھا تو دہلی کے گومتی پر انھوں نے نہایت شاندار مکان بنوایا تھا اسکے پچاس ساٹھ برس کے بعد نواب شجاع الدولہ نے وہاں پر پنج محلہ تعمیر کرایا پچاس ساٹھ برس پیشتر وہ مکان وجگہ انھیں کی حکومت میں تھی اسکے عرصہ کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں صوبہ اودھ سلاطین اودھ کے قبضہ میں آیا اسے پہلے کمال الدین خان بھی اودھ کے ناظم رہے اور لکھنؤ کی اراضیات وغیرہ کے بہنلے و بیغلے نواب کمال الدین خان کے نام اب تک موجود تھے قبل زمانہ آصف الدولہ کے لکھنؤ کوئی بڑا شہر نہ تھا ایک معمولی قصبہ تھا جس میں شاہان ہلی کی طرف سے صوبہ دار رہا کرتے تھے سب سے پہلے نواب سعادت خان برہان الملک جو مورث اعلیٰ سلاطین اودھ کے بہن صوبہ دار ہو کر وہلی سے اودھ کی طرف آئے ہیں۔

ملج آباد میں عرصہ تک انکی چھاؤنی رہی وہاں انھوں نے ایک سر اور چند مکانات بنوائے تھے دلیر خان کے ایک بیٹے کا مقبرہ ملج آباد میں نالہ بتیا پر واقع ہے قصبہ سندیلہ کے پرگنہ میں موضع دلیر نگر عرف موضع کندولی بھی دلیر خان کا آباد کیا ہوا ہے ملک دکن میں بھی ایک چھوٹا سا قصبہ دلیر خان نے آباد کیا تھا اور اس طرح انکے کثرے گنج و صطبل اور پل و کنوین و مسافر خانے جو زمانہ صوبہ اری میں اورنگ آباد و برہانپور وغیرہ میں بنوائے تھے لوگوں نے دیکھے ہیں اسی طرح لاہور میں حویلیان و کٹرہ بنوایا اور اکبر آباد میں بھی مکانات و باغات تعمیر کرائے اور دریائے گنگا کے کنارہ میان دو آب کے ایک قصبہ پو تھہ ہے اسکے اندر انکے والد دریا خان نے ایک قلعہ تیار کرایا تھا اور اس قصبہ کے دو تین کوس کے فاصلہ پر بہادر گڑھ تو بہادر خان نے آباد کیا تھا اور ملتان میں اکثر مکانات و مزار حضرت بھاء اچھی ذکر کیا اور حضرت شمس تبریزی کی تعمیر بھی نواب بہادر خان کے متعلق تاریخ اخبار محبت میں مرقوم ہے اور ملک اسام ولایت رخنک میں بمقام ستر پور بہت مکانات دلیر خان نے بنوائے تھے جو چھاؤنی دلیر خان کے نام سے مشہور تھی اور مائثر عالمگیری میں ہے کہ

ملج و در آباد و مکانات و مقبرہ پسرش و سرائے تعمیر است و قصبہ خرد در حوالی و کن ہم آباد ساختہ و دیگر غارآں و سرائے ہا و دو باولی و چاہ ہا و کٹرہ جات و گنجات و صطبل ہا و درنگ آباد و حیدر آباد و برہانپور وغیرہ در علم صوبہ داری خود نواب دلیر خان تعمیر فرمودہ و آباد ساختہ و در لاہور نیز حویلیات و کٹرہ و در بجا و بسیار مکانات است و در اکبر آباد حویلیات و باغشا و کٹرہ تعمیر کردہ و در میان دو آب برب لنگ قصبہ پو تھہ است و در ان قلعہ تعمیر دریا خان و دوم کردہ از قصبہ مذکور بہت مغرب بہادر گڑھ آباد کردہ نواب بہادر خان است و در ملتان اکثر مکان و در گاہ از سر نو حضرت بہاء اچھی ذکر کردہ حضرت شمس تبریز قدس اللہ سرہ تعمیر کردہ و نواب بہادر خان است و در مکات اسام ولایت رخنک بمقام ستر پور بسیار مکانات تعمیر کردہ دلیر خان است کہ چھاؤنی دلیر خان اشتهار دارد صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۱ اخبار محبت

ملج سیوم ذی الحجہ قلعہ احمد گڑھ ساختہ دلیر خان و ضرب خیام نصرت احتشام گڑھ و صفحہ ۲۳۰ شمس جلیوس مائثر عالمگیری

اجھنگر میں قلعہ خام دلیر خان نے بنوایا تھا جس میں خود عالمگیر بادشاہ نے دکن جاتے وقت قیام کیا تھا۔

ہم نے خیال سے کہ کوئی صاحب مبالغہ نہ سمجھیں تاریخ اخبار محبت کی عبارت بجا جاتی ہے
پر تحریر کر دی ہے، اس قدر جا بجا عمارت تعمیر کرانا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہو سکتی جس
صوبہ کے گورنر اور جس فوج کے سپہ سالار ہونگے وہاں مکانات اور چھاؤنی کی ضرورت
پیش آتی ہوگی صاحب فوج اور دولت تھے جس جگہ قیام کیا وہاں کچھ کچھ بنوایا ہوگا

نواب دلیر خان کا کھیرہ نونرو لوہی کھیرہ کو فتح کر کے اپنے
بھائی نواب بہادر خان کی طرف سے شاہجہان پور آباد کرنا

یہ تو محل طور پر پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ شاہجہان بادشاہ کے عہد میں قنوج وکالپی
کی جاگیران دونوں بھائیوں کو دی گئی تھی اور یہ ہر دو برادر وہاں قیام رکھتے تھے
اور وہاں انھوں نے عالی شان عمارتیں بنوائی تھیں چنانچہ قنوج میں درگاہ شیخ کبیر
بالا پیر صاحب پر یہ عبارت کندہ ہے کتبہ (درخانہ اول) این کتبہ عالی

ملک درہنگام آبادی دار اختلاف شاہجہان آباد کہ سرکار کالپی و قنوج بہادر خان بجاگیر خود ہامیداشت و در قنوج
بہادر خان و دلیر خان طرح عمارات عالی و درگاہ حضرت بالا پیر قدس اللہ سرہ و سرے نزل مسافران تعمیر ساختہ
و جہلے سکونت متعلقان خود ہامقرر کردہ بودند روزی پنج لک روپیہ مع دیگر اسباب بسیار از وہلی بہ قنوج
روانہ فرستادہ بودہ از اختلاف راہ گذرش براہ پرگنہ کانٹ کو لہ افتادہ قریب پرگنہ مذکور روانہ ہوؤد قوم چھوٹ
یا پھل و کورمرسلہ را جہلے آغا بیرسر اسباب مذکور ہجوم آورده تمام اسباب اماخت و تاراج و غارت کردہ بودند و
مقابلہ و مقاتلہ اکثر جمعداران و بسیار سپاہیان بکار آمدند چون این خبر بہ بہادر خان رسید بغضب آمدہ خانہ مصروف حضور
بادشاہ جم شاہجہان معروض ساختہ ان سرزمین را برلے آبادی و وطن خود ہادرخواست نمودہ از حضور پر نور بادشاہ
عالم پناہ چھاؤ موضع کہ ہر یک موضع بمنزل محال بود معاف فرمودند و بہادر خان برلے قطع شجر حیات مفسدان

در زمان دولت نواب علی القاب بھادر خان بن یاکان
فہان غوریہ خیل داؤد زئی عمارت پذیرفت۔

(در خانہ دوم) این گنبد عالی در سنہ ہزار و پنجاہ و ہفت ہجری
در عہد سلطنت ابولمظفر شہاب الدین محمد صاحب قرآن ثانی
شاہجہان بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ سلطانہ تعمیر پذیر شدہ

سرکار قنوج پر انکا تصرف تو ان جلی عرفوں سے ثابت ہو گیا غرض کہ آئی آمد و رفت
دہلی و قنوج سے اکثر باکرتی تھی ایک یا پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سا اسباب نواب
بہادر خان نے دہلی سے قنوج کو بھیجا تھا اتفاق سے جن لوگوں کے ہمراہ وہ زلفت و
سامان بھیجا تھا وہ کانٹ ہو کر نکلے جسم مقام پر کہ اب شاہجہان پور آباد ہے وہاں
کثرت سے جنگل خار دار تھا اور تین خود سر لوٹے راجہ آباد تھے انھوں نے اپنے
راجپوت وغیرہ غارتگری کو بھیجے چنانچہ ان آدمیوں نے اگر وہ سب سامان و روپیہ

بقیہ صفحہ ماقبل راجہ ہائے آندیا دارالہمام دلیر خان برادر خود را مقرر کر وہ رخصت فرمودند دلیر خان در آنجا رسید
قریب کھیر و نوہر مقابلہ کارزار نمودہ راجہ ہائے باجمیت بشمار پیش آمدہ کارنامہ رستے بطور آورد و بعد زود خود
بسیار وجانبازی سپاہیان جان نثار حق سبحانہ تعالیٰ نسیم فتح آن سرزمین بنام دلیر خان و زید و کھیر و نوہر و کثیر
لوی و کھیر و بھاری کہ اماکن سکنی راجہ ہائے عمدہ بودند دیگر مکان تو ان آن قبیل رسیدند و پنجاہ و دو راجہ ہائے
خیل نشین متہ یازدہ ہزار و سہ صد زن و مرد زیر تیغ سردادہ بشمار آمدند و یکہزار و یکصد افغان با تہو و رشیا شہان نشان
غایض بپایہ شہادت گشتند و دوزخ میخے گولہ قفتنگ و رپائے ددیگے تیرہ بازو شہباز خان قوت بازو سے لڑنا
رسیدہ افضل الہی زخمی کا گر نشدہ و چپے نام زمیندار سلطان پور و بغرا آوردہ و دلیر خان بفتح و نصرت دغل
خیمہ شدہ و حکم برلے بریدن جنگل کہ عظیم بودند و پسران قوم راجپوتان با چل و کور و دیگر قوم با کہ گشت آمدند

لوٹ لیا اس مقابلہ اور مقابلہ میں اکثر سپاہی و جمعدار نواب بہادر خان کے جان سے مار گئے چند آدمی جو جان بچا کر بھاگ گئے تھے انہوں نے جا کر نواب بہادر خان سے سب حال عرض کیا نواب بہادر خان یہ حال سن کر نہایت غصہ میں آئے اور شاہجہان بادشاہ سے حقیقت بیان کی اور کہا کہ بجائے ان مفسدون کے خود اپنا وطن آباد کر کے اس سرزمین کو آباد کروں بادشاہ نے انکی درخواست کو منظور فرما کر چودہ موضع کہ ہر ایک موضع ایک محال کے برابر تھا انکے نام معاً فرمائے تب نواب بہادر خان نے اپنے بھائی نواب دلیر خان کو اپنا نائب مقرر کر کے ان مفسدون کے استیصال کے لیے رخصت کیا دلیر خان اس جگہ آئے

بقیہ صفحہ ماقبل ملبوس ساختہ دین فخر بزمین دیکھ چور بطور پوست و گنج شیدہ و خلیفہ قبور افغانان در دیکھ کر کہ از قلعہ دو گروہ بہت شمال واقع است مدفن اندوہر سال بعد فراغ نماز عیدین بروز دیگر افغانان بنابر فاتحہ خوانی بزرگان شہد امیر و ندوہر سال دو سلسلہ عظیم در اینجا میشوند القصد دیگران بقیمہ معہ احوال مفصل نویخت بہ بہادر خان ارسال کردند بہادر خان از خبر یافتن فخر عظیم خوشدل شدہ شادان و فرحان بحضور بادشاہ غازی صاحبقران ثانی تذکر مبارکباد فخر مذکور رسانیدہ و از حضور بادشاہ غازی دین پناہ خلعت خاصہ بہ بہادر خان و دلیر خان و شہباز خان عطا فرمودند و نوشتہ بہادر خان مع خلعت حضور مصوب خواجہ بلند بہ دلیر خان شرف و درود فرمود معزز و مکرم ساختہ در ان مکتوب مرقوم بود کہ بلند خواجہ سہرا و نور معمار نزد آن برادر میرسد لازم کہ طرح عمارت قلعہ و مکانات محلہ لے سکونت قبایل ایجناب و خود بجائیکہ امن باشد مقرر سازند و تجویز آبادی شہر شاہجاپور بجائے مناسب کردہ و خواجہ سہراے معمار مذکور دین فغانیدہ و پسران راجپوتان غیرہ را مشرف باسلام در آورده و ان سرزمین را از غارت بقیہ مفسدین پاک ساختہ خود متوجہ انیصوب شوند دلیر خان بموجب فرمودہ از تجویز قلعہ برکھیرہ نو نھر کہ جلے حد کشین بود بہت جنوب کہ ہر سہ طرف قلعہ و نہر جاری کیے گزارد و مکھنود نام جاری است تجویز فرمودہ و آبادی شہر از روے پیش قلعہ بہت شمال قرار دادہ و بجائیکہ گوش زد بر آوڑہ فخر نصیب دلیر خان شدہ بود بران طبقہ زمین برائے نہادن باغ لک سپہرہ حکم کرد و دیگر باغ نام خود موسوم بہ دلیر باغ مشہور است نہادند و آبادی قصبہ جلالنگر اسمی خود آباد ساخت و از انجا شہباز خان بعد فخر خیمہ برپا ساختہ بود بران آبادی شہبازنگر تجویز کردہ و خواجہ بلند امیر تمام مقرر فرمودہ و قرا

اور قریب کثیرہ نو نہر کے تین راجہ جو یہاں بستے تھے وہ اپنی جماعت کثیر قابلہ

بقیہ صفحہ ماقبل عمارت باؤڑ مارچی را قرار واقعہ نمائندہ کہ احدی کسے دقیقہ فرو گذاشت ننگد و طفلان راجہ پورا راجہ پوران قوم باہل و کور و دیگر قوم ارزل وغیرہ کہ دیندی مقید بودند بشرط دین مہدی و راوردہ آہنار و خطاب خاصیلان بخشیدہ خود متوجہ درگاہ سلطانی شدہ چون دلیرخان بھنور غدیوہمان رسیدند مور عنایات سلطانیکہ گشتہ رخصت یافتہ در آئزمان کہ بہادر خان متعین ہم بدیشان بودند در آنجا رسیدند چون بہادر خان را دیدند نہ تو پیش یوسیدند و در آغوش محبت کشیدہ عنایات بے پایان فرمودند چونکہ در ولایت پشاور و دیگر اطراف قندھار و بدخشان و بلخ و ملتان وغیرہ لکھو کھا افغان برادر بمقام بہادر خان و دلیرخان سکونت داشتہ بودند بعد الفراغ جنگ بدیشان خوانین محمد و حسین سرداران افغانان رئیسان آنجا کہ بلقب ملک مشہور بودند جمع کردہ درخواست از آہن آبادی شاہ جہانپور وطن خود کردند چنانچہ نہ ہزار افغانان ہریک قوم سرہبی وغیرہ ہنہ آبادی شہر شاہ جہانپور تیار شدہ بہادر خان از افغانان قوم خیل خیل علیحدہ علیحدہ کردہ در سر خیل بدربلوق و ہمداری دانستہ بمطاب ملک ممتاز ساختہ شمار فرمودہ پنجادہ و دو خیل بشمار آمدہ از ملک آہنہا فرمودند ہریک خیل علیحدہ علیحدہ در شاہ جہانپور آباد شدہ آن محلہ را بنام آن خیل نام زد کنند چنان شدہ کہ کسے فغان خیل خود را گداشتہ در خیل دیگر آباد شدہ و گرد آبادی شہر افغانان و در میان رحایا و پیش و چپ راست قلعہ خاص خیلان نو مسلم آباد شدہ و باین طور ہریک افغانیہ افغانان مذکورین را ہمراہ نیکنام خان و یوسف خان شہ بازخان برادر خود کردہ بر آہ آبادی شہر شاہ جہان پور رسیدہ بموجب حکم آن آباد شہر متراودہ نیکنام خان ہم محلہ بنام خود بہمت شمال از قلعہ آباد ساختہ نیکنام پورہ نام نہاد گویند کہ بعد آبادی شہر شاہ جہان پور بقیہ قلعہ بہادر خان و دلیرخان شریف آوردہ شہر و قلعہ را بنظر غور و ملاحظہ فرمودہ حکم بنا بر آبادی ہباد گنج و دلیر گنج فرمودہ بعض گویند کہ ہفت روز و بعض گفت کہ دوازدہ روز بہادر خان استقامت داشتہ بار دیگر بقید حیات خود تشریف نہ آوردہ - از اخبار رحمت صفحہ (۲۲۹)

اگولے فریقین میں نہایت سخت لڑائی ہوئی بعد ایک بڑے معرکہ کے دلیر خان
 کو فتح حاصل ہوئی یہ تینوں راجہ ہاتھی نشین تھے اور انکے ماتحت متابع باون
 زمیندار جو چھوٹے چھوٹے تھے قلعہ داروں کی حیثیت رکھتے تھے وہ معہ گیارہ ہزار
 تین سو مرد و عورت کے قتل ہوئے اور ایک ہزار ایک سو پچھان جو نہایت جبری
 تھے وہ سب شہید ہوئے دوزخ میں ایک گولی اور دوسرے تیر کا شہباز خان کے
 بازو پر لگا مگر زخم کارگر نہوا چھبے سنگہ راجہ بھاگ گیا دلیر خان فتح مند ہو کر خیمہ
 میں داخل ہوئے اور جنگل کاٹنے کا حکم دیا اور راجپوت و باچل وغیرہ جو گرفتار
 ہوئے تھے وہ قید کیے گئے اور جو پچھان کام آئے تھے وہ سب موضع چنور میں
 دفن کیے گئے چنانچہ بعد عید کے انکی فاتحہ خوانی کیغرض سے ہر سال جانیکا دستو تھا
 جو رفتہ رفتہ چنور کے میلہ سے موسوم ہو گیا اس فتح کے بعد مفصل حالات کا ایک
 عریضہ دلیر خان نے اپنے بڑے بھائی بہادر خان کو بھیجا بہادر خان
 اس فتح عظیم کو سنکر نہایت خوش ہوئے اور شاہجہان بادشاہ کے حضور میں جا کر
 اس فتح کی مبارکبادی میں نذر دی شاہجہان بادشاہ نے خلعت
 بہادر خان۔ دلیر خان۔ شہباز خان کے لیے مرحمت فرمائے
 بہادر خان نے وہ خلعت اور ایک نوشتہ خواجہ بلند کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا
 بہادر خان نے دلیر خان کو جو مکتوب بھیجا تھا اس میں یہ مرقوم تھا کہ مسی بلند
 خواجہ سرا اور انور معمار اس برادر کے پاس پہونچتے ہیں لازم ہے کہ قلعہ کی بنا
 اس میں مکانات و محاسر ہمارے اور اپنے لیے مناسب جگہ پر تجویز کر کے بنواؤ اور
 اکل امورات شاہجہانپور کی آبادی کے متعلق خواجہ سرا اور معمار مذکور کو سمجھا دو اور

پسرانِ راجپوت کو دین اسلام سے مشرف کر کے انکو بھی وہیں آباد کروا سکے بعد
 تم چلے آؤ دلیر خان نے اپنے بھائی کے ارشاد کے بموجب قلعہ کی تعمیر کھیر
 نونہر پر تجویز کی کیونکہ وہ مقام بلندی پر تھا اور اسکے ارد گرد دریا گرا اور کھنود
 جاری تھے شاہجہانپور کی آبادی قلعہ کے اوتر دروازہ کی طرف قرار دی اور جس جگہ پر
 دلیر خان کو فتح حاصل ہوئی تھی وہاں پر لکھ پیر اباغ لگانے کا حکم دیا اور
 دوسرا باغ جس کا نام بعد کو دلیر باغ رکھا گیا تھا نصب کرایا اور ایک بہت بڑا محلہ
 جس کو قصبہ سمجھنا چاہیے اپنے نام کا جلا لنگر آباد کرایا اور جس جگہ پر شہباز خان نے
 بعد فتح کے اپنا خیمہ نصب کیا تھا وہاں پر شہباز نگر بسانا تجویز کیا ان سب تجویزوں
 پر دلیر خان نے خواجہ بلند کو میرا ہتمام مقرر کیا اور کل عمارتوں کے قریب اور معمار
 کو سمجھا دیے کہ کوئی شخص ان کے حکم کے خلاف ایک شمشیر بھی اپنی رائے سے
 عمل نہ کرے اور پسرانِ راجپوت اور دیگر قوم جو رزائل و اجلاط مقید تھے انکو دین
 اسلام سے مشرف کر کے خاصیتوں کا خطاب عنایت کیا ان سب انتظامات کے
 بعد دلیر خان درگاہ سلطانی کی طرف متوجہ ہوئے جب دلیر خان شاہجہان
 بادشاہ کے حضور میں پہونچے مور و عنایت شاہی ہوئے اور
 نصرت کیے گئے چونکہ اس زمانہ میں نواب بہادر خان بدخشان کی مہم پر متعین ہو
 تھے دلیر خان اپنے بڑے بھائی سے ملنے گئے جب بہادر خان نے دلیر خان
 کو دیکھا ان کے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیکر فرط محبت سے لپٹ گئے اور بہت
 مریبانہ عنایتیں فرمائیں چونکہ ولایت پشاور اور اطراف قندھار و رود بدخشان
 بلخ و بلتان وغیرہ میں لاکھوں افغان ان کے ہمقوم اور برادر آباد تھے جب جنگ

بدخشان سے فرصت کر چکے تو ان دونوں بھائیوں نے وہاں کے افغانی سردار ونگوج
 ملقب خان اور ملک کے مشہور تھے جمع کیا اور اپنے شہر نو آباد شاہجہانپور میں
 چل کر آباد ہونے کی درخواست کی چنانچہ نو ہزار افغان سربن وغیرہ ہر ایک خیل کے
 شاہجہانپور آئے لیے تیار ہوئے چنانچہ وہ جماعت ان کے ہمراہ آئی بہادر خان نے
 ہر ایک قبیلہ کو علیحدہ علیحدہ کیا اور ہر خیل میں جو لائق و مدبر تھا اسکو مفسر کر کے ملک کے
 خطابتے ممتاز کیا کل خیل باون شمار میں آئے اور ان گروہوں کے ہر ایک سرگروہ و
 ملک محلہ سے لے کر علیحدہ علیحدہ اپنا خیل شاہجہانپور میں آباد کر کے جو خیل کا محلہ جسکا آباد
 ہو اس محلہ کو اس خیل کے نام سے نامزد کر کے اور ایک خیل دوسرے خیل میں نہ
 آباد ہوا اور شہر کے ارد گرد افغانوں کی آبادی اور درمیان میں دیگر دو کا نڈا اور
 رعایا اور قلعہ کے قریب خاص خیل نو مسلم بسائے جائیں اور اسی طرح ہر بات چھانوٹکو
 سمجھا دی اور اس جماعت کو اپنے چچا نیکنام خان اور برادر یوسف خان کے
 ہمراہ شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے روانہ کیا جب ہر دوویہ خانوصوف وہ
 جماعت لیکر شاہجہانپور آئے تو حسب قرار داد منشا شہر آباد کیا نیکنام خان نے
 اپنے نام کا ایک محلہ اور ترکیط نیکنام پورہ آباد کیا۔ روایت ہے کہ بعد آبادی
 شاہجہانپور اور تعمیر قلعہ کے نواب بہادر خان اور نواب دلیر خان
 دونوں صاحب شریف لائے شہر اور قلعہ کو بنظر غور دیکھا اور
 حکم فرمایا کہ بہادر خاں اور دلیر خاں ہمارے نام کے آباد کیے
 جائیں بعض روایت کرتے ہیں۔ بارہ روز نواب بہادر خان
 نے شاہجہانپور میں قیام کیا اسکے بعد دوسری بار زندگی میں

شاہجہانپور میں تشریف لانے کا اتفاق نہوا۔

یہ کل مضمون تاریخ اخبار محبت کا ہے جو ایک پرانی مستند کتاب اسی خاندان کے نواب محبت خان نے لکھی ہے ہم بمقابلہ اسکے کسی زبان پر روایت یا کسی اور رسالہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

حافظ امین صاحب مراد آبادی وکیل شاہجہانپور نے جو لکچر پبلیکیشنز میں کالج علیگڑھ جب سرسید احمد خان ۱۹۵۷ء میں شاہجہانپور تشریف لائے۔ شاہجہانپور کا تاریخ پر لکھا تھا امین تحریر کیا ہے کہ نواب بہادر خان نے خود آگرہ باغی راجاؤں کو قتل و اسیر کیا ہے اور پھر اپنی جاگیر پر پہونچ کر بادشاہ کی خدمت میں باغیوں کی کوشش اور محال وطن پانے کی درخواست بھیجی ہے چنانچہ مہرباب مراد آباد شاہجہانپور آباد کرنے کی اجازت شاہجہان نے مرحمت فرمائی اسی مرحمت میں بادشاہ کو جانچ حکمران کے نام صادر ہوا اور بہادر خان نے اپنے بھائی ولی خان کو شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے اس طرف روانہ کیا اور بادشاہ کی دہلی میں نواح کابل و پشاور وغیرہ سے چھاون اور کھتریوں کو ساتھ لیا جب سرحد ہندوستان پر پہونچے تو خود دہلی گئے اور اس جماعت کو اپنے پائیک نام خان سے ہمراہ اپنے بھائی ولی خان کے پاس ولی خان کے پاس شاہجہانپور بھیجا اور ولی خان نے اپنے بھائی کو شاہجہانپور آباد کیا چونکہ بہادر خان نے کچھ کمزوری تھانہ شاہزادہ اور اس کے زبیب کو کہ تھے اسلئے شاہجہان نے انہی کو جاکر ضبط کر لی اور ان کے بھائی جلال خان مراد ولی خان کو وہ جاگیر مرحمت فرمائی چنانچہ سب احکام شاہی ولی خان شاہجہانپور سے فوج و کاپی کی جاگیر پر گئے اس میں ان اور اخبار محبت سے لکھتے ہیں

راقم کو نواب بہادر خان کا خود آکر شاہجہانپور فتح کرنا کسی طرح ثابت نہیں ہوا اسی لیے پانچ دفعہ اختلاف کتاب اخبار محبت اور لکچر نہ کرنا حافظ اسماعیل صاحب کے پاس راقم لیس کر چلا گیا اور بہرہ و مضامین دکھلا کر دریافت کیا کہ اپنے اس لکچر میں جو نواب بہادر خان کا آکر شاہجہانپور کے باغی راجاؤں کو قتل کر کے آباد کرنا تحریر کیا ہے آپ نے کسی کتاب یا روایت سے لکھا ہے حافظ صاحب نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ روایت زبانی طور پر کسی نواب صاحب سے پہنچی تھی جنکا نام یاد نہیں یا مگر جو کچھ اس کہنے کتاب اخبار محبت میں تحریر ہے وہ صحیح ہے لہذا حضرات ناظرین اس لکچر کو ملاحظہ کر کے اس بات کا یقین نہ کر لیں کہ راقم نے غلطی سے نواب لیر خان کا باغی راجاؤں کو تاراج و سپا کر کے شاہجہانپور آباد کرنا تحریر کیا ہے بلکہ اصلی واقعہ ہے نواب بہادر خان کو مہمات سے مہلت ہی نہیں ملی جو آسکے صرف ایک بار اپنے شہر کو دیکھنے البتہ آئے ہیں یہ ضرور ہے کہ نواب دلیر خان نے اپنے بہائی کیطرت سے اونکی ہدایت کے بموجب شاہجہانپور آباد کیا ہے دفعہ مقالہ کے لیے اس اختلاف کا ظاہر کر دینا مناسب سمجھا گیا۔

اور ہم بہ خشان میں انتظامی بے عنوانی اور حاسدین کی فتنہ پردازی تو ضرور نواب بہادر خان کے متعلق تاریخوں سے ثابت ہے مگر شاہزادہ اور نگہ زیب کو کلمات نازیبا کہنا بجز زبانی روایت کے کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

شاہجہانپور کی آبادی کا زمانہ عرصہ اس کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو کالج کی مسجد پر چسپاں ہے اس سے قبل کا کوئی کاغذ و کتبہ نہیں پایا جاتا تعمیر مسجد کا یہ قطعہ کندہ ہے جسکا مادہ نغیر ہے۔

شہد مرتب بدور شاہ بھمان در وطن د لکشاہ سادر خان

مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند سال و نیرنج نغیر شہد بھمان
مخزن انبارین بھی نواب دلیر خان کے متعلق اکثر حکایتیں تحریر ہیں یہ کتنا
راقم کی نظر سے ملیج آباد میں گزری ہے مستند پرانی قلمی فارسی زبان میں ہے اسکو
سعادت خان ولد فتح خان نے جو شہر خان ملیج آبادی کے پوتے تھے
تصنیف کیا ہے انکے بزرگ افغان دلیر خان کے ہمراہی تھے اسوجب سے
مُصنّف کو دلیر خانی حالات سے ذاتی علم تھا جس زمانہ میں کہ دلیر خان صوبہ
اودھ کے ناظم اور اوکلی طرف سے انکے فرزند نائب تھے اکثر نواب دلیر خان
کے متعلقین ملیج آباد و بیسواڑہ میں مقیم رہا کرتے تھے اسی سبب سے اکثر افغان
شاہ آباد سے جا کر ملیج آباد میں رہے اور بسے ہیں چنانچہ منجملہ ان اشخاص کے
دیوان محمد خان سرمست خان امین زئی وغیرہ شاہ آباد سے منتقل ہو کر ملیج آباد
میں سکونت پذیر ہوئے۔

المختصر کتاب مذکور کے صفحہ (۳۰) میں ہے کہ نواب دلیر خان جبوقت
سوار ہوتے تھے تو پلیج اشرفیان اپنے دونوں موزوں نہیں
وال لیا کرتے تھے اور جب اپنے خیمہ میں واپس آتے تھے تو اونکی
تمام سپاہ صف بستہ ہو کر کھڑی ہو جاتی تھی بعدہ انکے امرا و معاصب
نواب بجالا کے انکے ہمراہ خیمہ میں آتے تھے نواب دلیر خان کمر کھولتے اور
جسکی طرف پیر کرتے وہ شخص موندہ اوتارتا تھا اور وہ اشرفیان لے لیتا تھا

نواب دلیر خان کے منجہ دیگر مصاحبین کے کمال خان اور دیوان بہادر خان بھی مصاحب تھے یہ دونوں افغان محمد خان کے فرزند تھے جو دریائے گندھار کے ہمراہ موضع گل بیلہ متصل پشاور سے ہندوستان آئے تھے اسی قبیلہ میں ایک چٹھان سرمست خان تھے وہ نہایت بہادر و نامی شخص تھے انھوں نے نواب دلیر خان اور نواب کمال الدین خان کے ہمراہ خوب خوب بہادری کے جوہر دکھائے ہیں ایک بار بادشاہ نے سرمست خان کی بہادری کا حال سنا اور انھیں طلب کیا دلیر خان نے اونکے زخمی ہونے اور دربار شاہی کے آداب وغیرہ نہ جاننے سے غیر حاضری کا عند پیش کیا اسپر ایک مخبر نے اورنگ زیب سے سرمست خان کے زخمی ہونیکا حال کہا اور خود انکے لیجا بیگا بیڑہ اٹھایا اسکے بعد وہ مخبر سرمست خان کے پاس آیا اور ہر چہ اپنے بادشاہ عالمگیر کو پس چلنے کے متعلق اصرار کیا اور شاہی اعزاز و تقرب حاصل ہونیکے وعدے کیے مگر وہ بلا اجازت اپنے افسر کے بادشاہی حضور میں نہ گئے اور حسب الامر دلیر خان کے فوراً پر گنہ ملیج آباد کو چلے آئے اس حکایت سے ایک نہایت اچھا نتیجہ نکلتا ہے کہ دلیر خان کا اپنے لشکر و ہمقوم چٹانوں پر اثر غالب تھا کہ وہ دلیر خان کی اطاعت کے رو برو کسی اپنے ذاتی نفع اور شاہی اعزاز کو بھی کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے اور انکے اشارہ و پیر چلتے تھے صفحہ ۳۳ میں ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے نواب صاحب موصوف کی والدہ زندہ تھیں انھوں نے سرمست خان کو اپنی سرکار میں روزگار دینا چاہا مگر انھوں نے دلیر خان کے انتقال کی وجہ سے ملازمت قبول نہ کی اور نجیب آباد نگر واقع ملیج آباد

میں خانہ نشینی اختیار کی ایک لاکھ روپیہ فوجدار ہونے کے زمانہ میں پیدا کر لیا تھا جس سے گذراوقات کرتے رہے سرست خان کے فرزند شمشیر خان تھے اور کمال خان کے صاحبزادہ سنجہ خان تھے۔

یہ بھی اسی کتاب میں ہے کہ ایک بار نواب دلیر خان اپنے بڑے بھائی نواب بہادر خان سے کسی بات پر رنجیدہ ہو کر معہ چار سو جوانوں کے شاہجہان پور چلے آئے جب شاہجہان بادشاہ نے یہ سنا تو فرمان جلال خان عرف دلیر خان کے نام صادر فرمایا اور شاہزادہ سلیمان شکوہ کے رسالہ میں انکو منصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا اور خطاب دلیر خانی اور صوبہ اودھ کی نظامت سنبھال دینا مخزن اخبار میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک کتاب ملیح آباد میں احمد خان لدبرہ مند خان نے اپنے آبا و اجداد عبدالنبی خان و سنجہ خان کے متعلق جو نواب دلیر خان کے ہمراہی پٹھان تھے لکھی ہے اور اوسمیں دلیر خانی حالات بھی ہیں مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب دستیاب نہ ہوئی ورنہ اوس سے بھی مفید طلب واقعات کا پتہ چلتا جیسا کہ واقعات مذکورہ بالا سے نواب دلیر خان کی نظامت کا پتہ ملیح آباد میں چلتا ہے اسی طرح کاغذات سے سندیلہ پر بھی دلیر خانی حکومت کا ثبوت ملتا ہو جب تک سندیلہ میں نواب دلیر خان نے جو معافیان اہل تحقیق کو دی ہیں انکے پروانے پائے جاتے ہیں اور انکے نام کا ایک موضع دلیر نگر بھی موجود ہے اسجگہ پر دو سہیلین جو ہین نگر میں راجہ درگا پر شاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ سننے جو ایک ذی لیاقت اور صاحب تصنیفات رئیس ہین غنایت کی ہین درج کرتے ہیں جسکے متعلق راجہ صاحب موسوٹ راقم کو خط ہین کت سے یہ فرماتے ہیں

تحریرات نواب دلیر خان در سندیلہ بسیار اند نقول دو پروانجات
روانہ خدمت شریف میکنم از انجملہ یک پروانہ نواب
جعفر خان وزیر اورنگ زیب عالمگیر است کہ در ان ذکر
سند نواب دلیر خان بوده است موضع کندولی دلیسنگر
در علاقہ راقم است کہ در ان دلیرنگر آباد کردہ نواب
دلیر خان ست پس نمونہ اخر وایے ارسال دہتم و از شنوی
سنگاسن تبسی نقل ضروری کردہ تبلیغ خدمت میکنم ذکر مینی و ذکر
نواب دلیر خان ہم در ان موجود است۔

نقل پروانہ نواب دلیر خان مہر قاضی سندیلہ

از قرار تاریخ چار دہم شہر محرم الحرام سنہ ۱۱۸۷ آنکہ
متصدیان مہات حال و استقبال پر گنہ سندیلہ سرکار لکھنؤ صوبہ آودہ بداند
کہ چون بموجب وقوع دولخواہی موضع دلیرنگر عرف کندولی در قریات کماری من
اعمال پر گنہ مذکور از ابتدا فی فضل خریف سنہ در دست در وجہ ناکام
پر تاب مل قانونگو پر گنہ مذکور نمودہ باید کہ موضع مذکور از جملات ہر سال حشونہا
بقلم دہشتہ بہ تعلق مشارالیہ و گذارند و تکلیف بھیتہ و بکار و غیرہ فرمایش

معاف دارند که متصرف گشته در کفایت سرکار و قاعایا سرگرم بوده باشد و هر سال
سند مجد و طلب نه دارند و بتیاب تا کید تمام دانسته از فرموده تخلف و
انحراف نورزند فقط

دیگر

یا عالمگیر
بجفتن بیشتر

گماشته های جاگیر داران و کور و ریان حال و استقبال پرگنه سند خطه سرکار لکن
مضاف بصوبه اوده بدانند.

که چون بموجب سند امارت پناه شجاعت و شهامت و شهنشاهی
الائق الغنایت والاحسان و لیرخان و تجویر صم و سوازی نیجا بهیسه
زمین بگز الهی از پرگنه مذکور در وجه مدد معاش شیخ مصطفی و غیره مقرر است و اینها
نیز بموجب فرمان عالیشان سعادت نشان بندگان حضرت خدیو زمین و زمان
خداوند مبین و مکان ذریعہ امن و امان و سیله آرمش عالیشان خلق ظلیل
ایزد و متعال نائب نبیل و اوار بیس مال مظهر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار بانی
مبانی جهان بانی مشید قوانین گیتی ستانی خلافت پناه ظل الله مسطور و تاریخ
دوازدهم شهر جادی الاول ساله جلوس و الاموازی مذکور از محل تقدیم
بدستور سابق بشرط قبض و تصرف از فضل خریعت سخی نیل در وجه مدد
معاش مشار الیه الیمنحی و قائم حسب الضمن مقرر گشته می باید که بر طبق فرمان
والاشان عمل نموده از فی مذکور را بتصرف آنها باز گذارند و اصلاً مطلقاً تغییر و
تبدیل بدان را ندانند و بموجب همین الوجوه طلب و طمع نه نمایند که حاصلات

آنرا افضل فیصل و سال بہ سال سرف معیشت خود یا نمودہ بواسطہ عاگوئی
دوام دولت قاہرہ اشتغال نمایند اگر در محلے دیگر چیز داشتہ ہشہ
آنرا اعتبار نکنند درین باب قدغن نمایند بتاریخ ۹ اشہر شوال ۱۲۰۳ جلوس
مہمت قلمی شد

نواب لیر خان کے نوابی خطاب کے متعلق تذکرہ

دلیر خان کو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خانی خطاب اور نقارہ و فیل و جاگیر
اور جن شاپانہ عنایتوں سے سرفراز کیا تھا اوکلی تفصیل تو ماثر الامرا وغیرہ
تاریخی کتب میں تحریر ہے لیکن نوابی کے خطاب کا تذکرہ نظر سے نہیں گذرا
جس طرح کہ اوکلی شہ زوری کے واقعات عالمگیری تاریخ کے نامکمل ہونے
سے چھوٹ گئے ہیں اسی طرح یہ امر بھی فرغ گذشت ہو جانا کوئی تعجب خیر نہ
نہیں بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ جب کوئی منصبدار درجہ امارت و منصب
چیمبراری و حضور سی پر پہنچتا تھا لوگ اسکو نوابی کے لفظ سے مخاطب کرتے
تھے گویا ہمزادی لقب ہے مگر اس وجہ سے کہ بعض حضرات یہ خیال ناکرین
کہ صرف باشہزگان شاہ آباد و جوبانی شہر اور جھمت آباد ہونے کے نواب
کے خطاب سے انکا نام لیتے ہیں اسکی صراحت کر دینا مناسب معلوم
ہوتا ہے بلکہ تاریخ خانی خان کے دیکھنے سے معلوم ہو کہ دلیر خان کی حیات
بھی تین وہ نوابی کے لقب سے مخاطب تھے اور حاضر و غائب ملک میں

اونکے نام کے ساتھ نوابی کا خطاب استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ ملا امیدی نے جو قطعہ کہ انکے فرزند فتح خان کے غرقاب ہونے کے متعلق نظم کیا ہے اوسمین انکے نام کے ساتھ نوابی کا لفظ شامل کیا ہے اگر یہ خطاب امکان ہوتا تو بادشاہ کے عہد حکومت میں وہ اس خطاب کے لکھنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا حالانکہ اس عرصہ میں ملا امیدی نواب دلیر خان سے رنجیدہ تھا اور انکے فرزند کے غرقاب ہونے پر اسنے خوشی ظاہر کی ہے جب دلیر خان نے اسکی نظم جو بہت جلد مشہور ہو گئی تھی اپنے بواغریک بیٹے کے ماتم میں سنی تو بہت رنج ہوا دلیر خان نے ملا امیدی جو بڑا فاضل اور مشہور شاعر تھا اسے پکڑنے کا قصد کیا ملاخوف سے بھاگ کر سلطان شجاع کے لشکر میں پناہ گزین ہوا جب وہاں بھی امن نہ دیکھی تو خاٹھانان کے ذریعہ سے مسافری کا خواست کار ہوا اور اپنے ہاتھ رومال سے باند بکھر دلیر خان کے حضور میں حاضر ہوا جب دلیر خان نے اسکا یہ حال دیکھا تو اپنی عادت کے موافق اسکی خطا معاف کر دی اور اسکو نقد می و خلعت دیکر مال کر دیا اور اپنا مصاحب کر لیا یہ سندن قصہ مفصل طور پر تاریخ مذکور میں لکھا ہوا موجود ہے راقم نے اسکا ترجمہ تحریر کیا ہے۔ قنوج میں بالاپیر کا مقبرہ پر پتھر پر انکے بھائی بہادر خان کے نام کے ساتھ نوابی کی لفظ کندہ ہے۔ اگر نواب نہوتے تو شاہجہان کے عہد میں پتھر پر خطاب کندہ کر سکتے۔ نواب دلیر خان کے حالات مدح کو مصنفین نے بھی نبی تصنیف میں لکھا ہے چنانچہ منشی سدا سکھ لال شائق نے اپنی مثنوی سنگاسن بتیسی چوٹ لکھی ہے جہاں میں لکھا ہے چنانچہ قنوج میں بالاپیر مصاحب کے مقبرہ پر پتھر پر انکے بھائی بہادر خان کے نام کے ساتھ نوابی کی لفظ کندہ ہے۔

تصنیف کی ہے اوسین نواب دلیر خان کی طرح کے متعلق اشعار لکھے ہیں شائق
موصوف خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی کے لائق شاگرد و نمین تھے ۵

بود شاہ آباد از مسکنم
بجوبی چو او شہر زیبا ترے
ناباشد چو نواب عالیجناب
پوش نام او در جان شیر بند
بدور جهانداہ شاہ جهان
امیر دکن را بان رنگ و زیب
از ان دم باد صاف او میں غم
ناباشد ہندوستان دیگرے
دلیر آمدش در جان خوش خطاب
زدستش شرف یافت شمشیر ہند
زخمش بلبر زید ہندوستان
تہ کر دور دور اور تک زیب

دلیر خان کی شجاعت کے متعلق نواب عبداللہ خان شاہ جانی پوری
نے ایک تاریخ لکھی ہے اوسین تحریر کیا ہے کہ نواب دلیر خان بڑے تنگ
دوش کے جوان تھے زور و قوت میں یکتاے روزگار تھے تاریخ انہار البحر
کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ملک دکن کی ایک قلعہ کی تسخیر پر دلیر خان مامور
تھے جب یورش کر کے دلیر خان قلعہ کے دروازہ پر پہنچے تو اسکا دروازہ
بند تھا اور محاصرہ کو عرصہ ہو گیا تھا دلیر خان بذات خاص پھانک کی طرف متوجہ
ہوئے اوسکے کو اڑ نہایت سخت تھے لوہے سے جڑے ہوئے تھے مگر انھوں
نے ایسا زور کیا کہ کواڑ ٹوٹ گئے اور یہ قلعہ کے اندر گھس گئے اور اسکے بعد
انکی کل فوج انکے پیچھے چلی آئی جو شخص فرق مخالف کا خان موصوف کے سامنے
آیا اوسکی گردن پکڑ کر اٹھا کے پھینک دیا جسے گونسہ مارا اوسکا کام تمام ہو گیا
جسکا سرد بایا دماغ نکل گیا آخر کار اہل قلعہ عاجز ہو کر امان کے خواستگار ہوئے

یہ حکایت بھی اسی کتاب میں ہے کہ ایک شخص وحشی پہاڑ میں رہتا تھا اس کی غذا آدمی کا گوشت تھا۔ اس نے قافلے کے قافلے تباہ کر دیے تھے اتفاقاً ایک امیر زادہ اس موذی درندہ کے پنجہ سے بچ کر اپنے گھر آیا اور اپنے باپ سے سارا قصہ کہا کہ ایک مردم خور آدمی فلان مقام پر رہتا ہے آج میرا گذر شکار کی تلاش میں اس طرف ہو گیا تھا وہ مجھ پر بلا کی طرح چھپتا مگر خدا نے مجھے بچا دیا میں بھاگ کر گھر آیا اور سکا باپ بادشاہ رس تھا اس نے جا کر قیست اور نگ زیب سے عرض کیا عالمگیر علی العبدلچ چند نامور سردار لیکر اس آزار خالق کے دفیہ کو گیا جب اس مقام پر پہونچا وحشی آہٹ پا کر پہاڑ کے غار سے نکلا اور سامنے آکر کھڑا ہوا بادشاہ کے اشارہ سے ایک پہلوان آگے بڑھا وحشی نے ایسا طمانچہ مارا کہ اس پہلوان کی روح فنا ہو گئی اسی طرح چند اور پہلوان بھی ضائع ہوئے آخر نواب دلیر خان کو حکم ہوا عرض کیا کہ وحشی خالی ہاتھ ہی میں بھی بے ہتیار جاؤں گا یہ کہہ کر آگے بڑھے اور اس کے نزدیک پہونچے وحشی نے حسب معمول بڑھ کر حملہ کیا دلیر خان نے دونوں ہاتھ اس کے پکڑ لیے اور دیر تک کھڑے رہے اور پھر چھوڑ کر چلے آئے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ اوسین حملہ کی طاقت باقی نہیں رہی ہے اس کے ہاتھ بیکار ہو گئے دیکھا تو ہڈی چور چور تھی اس کے بعد اس وحشی کو گرفتار کر کے لے آئے اس کا روزانہ رات ایک بکری کا گوشت تھا۔

یہ روایت بھی عبداللہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ دلیر خان کے دو شاگرد تھے جن کا نام خدا داد و قادر و داخان تھا وہ ایسے زوردار تھے کہ دلیر خان کا ایک

گھوڑا بڑا شہید و بد ذات تھا اوںھون نے قادر داد خان کو اوسکی سواری کا حکم دیا وہ سوار ہوئے گھوڑے نے شرارت شروع کی اوںھون نے ایسا دبا یا کہ گھوڑا بیکار ہو گیا۔

ایک روز خان موصوف نے کنوین پر ٹھیکہ اپنے اوںھین دونوں شاگردوں سے کہا کہ زور کرو اوںھون نے کہا کہ مباد آپ کنوین میں نہ گرجائیں مگر اوںھون نے اجازت دی شاگردوں نے ایسا زور کیا کہ تنھون سے خون نکل آیا مگر دلیر خان ایسے شہ زور تھے کہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے نہ جنبش کی خداداد خان کی خداداد طاقت کا یہ حال تھا کہ بعضی میں ایک روز تک یہ لگے بیٹھے تھے کسی نے پوچھا کیسے اب کیا حال ہے کچھ جوانی کی قوت اب بھی باقی ہے کہنے لگے کہ اب میرا کون وقت ہے لیکن اب بھی کوئی سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب آجائے اور گھوڑے کے پیر میرے ہاتھ میں پڑ جائیں تو پھر اسے آگے نہ بڑھنے دوں گا اور سید طرح بیٹھا رہوں گا ایک شخص انہیں نے انکے اس قول کی جانچ کے لیے کہ واقعی زور بھی ہے یا خالی باتیں ہیں گھوڑا دوڑا کر انکے پاس آیا خداداد خان نے اسے پیر پکڑ لیے اور جگہ سے نہ ہلنے دیا اور سید طرح بیٹھے رہے۔

دلیر خان کے زور و طاقت کی بہت سی حکایتیں مشہور ہیں ایام غدر میں ایک شخص مدراس کے آئے تھے وہ ناقل تھے کہ اورنگ آباد دکن میں ایک مکان تھا جسکی چھت چھڑکی تھی اوسمیں تیر دلیر خان نے مارے تھے جو اس چھت کی چھت میں پیوست ہو گئے تھے وہاں کے لوگ اسکو اک یادگار سمجھ کر بڑے شوق سے جا کر بطور زیارت کے دیکھتے تھے دو تین تیروں کا اپنی آنکھوں سے

دیکھنا وہ شخص بھی بیان کرتے تھے۔

روایت بھی بعض ثقہ نے بیان کی ہے کہ ایک بار دلیر خان کے سر پر بال بڑا ہر
 کاکلون کی حد تک پہنچ گئے تھے اونکے بڑے بھائی عمدۃ الملک نواب
 بہادر خان نے دیکھ کر کہا کہ فوج کے لیے اس قدر لمبے بال سر پر ہونا
 جنگ کی مصلحت کے بالکل خلاف ہے دلیر خان نے کہا کہ یہ بال جنگو مجبور
 نہیں کر سکتے اسوقت وہاں پر ایک میٹھی کھڑی ہوئی تھی اور سپہ بھڑا
 چڑھے اور ایک آدمی سے کہا کہ میرے بالوں کو کھینچ دو سنے پکڑ کر کھینچا شروع کیا
 دلیر خان اوپر چڑھتے چلے گئے اور دو آدمی لپٹا ہوا چلا گیا۔ عالمگیر کی دس سالہ
 حکومت کے بعد سلطنت کی مفصل تاریخ نہ ہونے سے اکثر کارنامے دلیر خان
 کے لکھنے سے پھوٹ گئے ہیں۔ مثلاً قصبہ بلہور ضلع کانپور میں جب کالیستھون
 کے خاندان کو جو بادشاہی دفتر میں ملازم تھے وہاں کے چودہریوں نے
 ستایا تو بادشاہ نے ادن مفسدون کی سرکونی کے لیے دلیر خان کو بھیجا تھا اور
 دلیر خان نے بلہور آکر ان ایذا دہندہ کی واجبی گوشمالی کر دی تھی اس واقعہ کی
 تصدیق ان کالیستھون کی اولاد آج تک کرتی چلی آئی ہے۔ راجہ نرہر کا قصبہ بھی
 قابل الذکر ہے جو صوبہ آودھ میں ایک بڑا سرکش راجہ تھا جب اسے بادشاہ
 سے سرکشی کی تو دلیر خان اسکی تنبیہ کو متوجہ ہوئے وہ راجہ بھی بڑا بہادر تھا
 اسنے دلیر خان کو کہلا بھیجا کہ فوج کے قتل ہونے سے کیا فائدہ ہم اور تم دونوں سدا
 مقابلہ کر کے ہارجیت کا فیصلہ کر لین دلیر خان نے اس بات کو بڑی خوشی سے
 منظور کیا آخر کار مقابلہ ہوا دونوں سرداروں نے انتہائی شجاعت سے پہ گریے

جو ہر دکنی اور بہادری کے فن کو ختم کر دیا اس دوران میں راجہ کی تلوار ٹوٹ گئی دلیر خان نے اپنی دوسری دلایتی جو لٹکی ہوئی تھی اوسکو دی اور کہا کہ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ میں اس حالت میں تیر حملہ کروں تم پہلے اپنا ہر طرح سے حوصلہ پورا کر لو اسکے بعد جو غالب و مغلوب ہوگا اسی پر نتیجہ مترتب ہوگا راجہ دلیر خان کی یہ شجاعت اور انصاف دیکھ کر انکا بندہ بنگلیا اور اطاعت قبول کر لی مستند روایت ہے کہ ایک بار بادشاہ نے انکے ضبط و تحمل کے امتحان کے لیے دلیر خان کو خلعت دیا اور اسکے اندر بچھور کھوادے جب خانموصوف نے وہ خلعت پہنا اور بچھو نے نیش مارنا شروع کیا تو یہ سمجھ گئے مگر جس انداز سے بیٹھے تھے تو زمین فرق نہ آیا بدستور بیٹھے رہے اور اپنا وقت پورا کر کے شاہی بزم سے اٹھے اور مکان پر آکر وہ خلعت اوتاڑ ڈالا۔

ایک روایت انکے بھائی کے متعلق بیان کی جاتی ہے اور غالباً وہ یوسف خان ہونگے کیونکہ بعد دلیر خان کے وہ زور و طاقت میں شہرہ آفاق تھے خود بادشاہ ہی تاریخ میں شاہی واقعات نگار نے انکے شہ زوری کی تعریف لکھی ہے۔ دلیر خان سے بادشاہ نے انکے بھائی کی حاضری کے متعلق ارشاد کیا دلیر خان نے عذر کیا کہ وہ شاہی دربار کے آداب سے ناواقف ہے سلام وغیرہ جھک کر باقاعدہ نہیں کر سکے گا بادشاہ نے ایک چھوٹا دروازہ تعمیر کر کے اسکے اندر سے حاضر ہونیکا حکم دیا تاکہ اسکا عجز ہو جائے جب انکے بھائی کو یہ حال معلوم ہوا تو جسوقت یہ دروازہ پر پہنچے ایسا زور لگایا کہ دروازہ کی دیوار ٹوٹ کر گر گئی ممکن ہے کہ بادشاہ ان افغانوں کے زور دیکھنے کی وجہ سے ان حرکات سے

دھپسی رکھتا ہو۔

دلیر خان کے مزاج میں مروت از حد تھی مگر اسکے ساتھ افغانی مغلوب انجسی بھی جو شجاعت کی دلیل ہے موجود تھی۔

تعل بھی نہایت تھکتے کہ اپنے زبردست اور چھوٹوں کی گستاخی سے چشم پوشی کرتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال ایک نقل لکھی ہوئی ہے اسکے ایک بھتیجے بلمست خان تھے جو نواب بہادر خان کے فرزند تھے اسکے مزاج میں بہادری کے ساتھ غصہ اور جلدی بہت تھی ایک روز نواب دلیر خان کا ایک بازداراؤنکے بازو کو جو قاز اور کلنگ کو بھی شکار کر لیتا تھا باتھ پر بٹھلے ہوئے جاتا تھا اتفاقاً وہ بازو کو مرست خان کے قریب آیا بھتیجے نے بچا کا بازو پکڑ لیا بازداراؤن نے غدر کیا کہ بنے کم نواب صاحب کے میں یہ دے نہیں سکتا مرست خان اس بازداراؤن پر ایسے غصہ ہوئے کہ اوسکے حواس جاتے رہے تھے کہ اوسی غیام میں اپنے چچا کی مجلس میں چلے گئے اور جا کر برابر بیٹھ گئے تھوڑے عرصہ کے بعد بازداراؤن نواب صاحب کی پشت کی جانب کھڑا ہو گیا مرست خان نے اوس سے بازو پھین کر چپکے سینہ پر دے مارا وہ جانور مر گیا دلیر خان کو بہت ناگوار لگا کہ اگر کچھ نہ کہتا تو مجلس سے اٹھ کر محل کے اندر چلے گئے اسکے بعد اسی مجلس میں مرست خان سے تلوار چلی اور کتنے شخصوں کو زخمی کر کے مرست خان مارے دلیر خان نے انکی زوجہ کو محل سے باہر اپنی ملکیت کا ویکر راضی کیا۔

نواب دلیر خان کی وفات

ماثر الامین لکھا ہے کہ مالگیر کے جلوس کا چھبیسواں سال تھا کہ بادشاہ مذکور نے دلیر خان کو شہزادہ محمد عظیم کے ساتھ حجابور کی محکم کے لیے مقرر کیا تھا اور اس زمانہ میں بادشاہ اور ننگ زیب خود اور ننگ آباد دکن میں موجود تھا اس عرصہ میں دلیر خان سخت ملیں تھے آغاز میں جلوس شاہی مطابق ۹۷۰ عین دلیر خان نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا یہ روایت بھی مشہور ہے کہ مالگیر نے

۹۷۰ سال بست و ششم کہ بلہ او ننگ آباد وطن الویہ مالگیری بود اور باسران دلیر یہ بیاق حجابور تعین نمود تا رسید غلظت شاد بخور موقت داشت بودند در ان ایام بجاری شدیدی کشیدہ در سیادی سال بست و ۹۷۰ سالہ حجابورہ اختلاف اگرچہ مشہور آفت کہ خلد مکان بعضے آثار خود سری و سرکشی از و فرس نمودہ نمیشد فرمود اما انچہ تحقیق پیوست انحراف پر توے از فروغ راستی ندارد و بعضے ثقات بر آنستہ کہ برادر زادہ اش تبدیل بیے کہ معادہ داشت کارش تمام کرد اما مالگیر بادشاہ آن فرط غیرت و شجاعت کہ بسپاہ گری پیچے را بطاطنی آورد از دلیر خان حساب بر میداشت گویند ہنگامیکہ او بادشاہ عالمہ روکن بود شاہزادہ خواست مکہ اورا با خود ہمہستان ساختہ علم خود سری برافرازد دلیر خان سر از ان پیچیدہ سرگرائی طرفین بناوشتی آنجا رسید دلیر خان برسم یلغار روانہ حضور گشت شاہزادہ بتعاقب فطرہ نمود چون عرضی دلیر خان از نظر بادشاہی گذشت کہ شاہزادہ خیال باطل داشت من ترک رفاقت نمودہ احترام حضور بست متصل ان عرضی شاہزادہ رسید کہ این افغان پرشور و سرمنواست غبار طغیان برانگیزد من با مشکل اوروانہ شدہ موصول این عرایض بادشاہ را غریب اضطراب در گرفت و مکرر بتوضی شتافت ہمستہ خان چون ایسےن مبا تر میت یافتہ دوش و کنار بادشاہی بود بسیار گستاخانہ عرض میکرد بادشاہ گفت کہ اینمہ ندارد چر حضرت این قدر اضطراب میفرمایند بادشاہ تند شد فرمود کہ مرا نکر شاہ عالم نیست مشکل آفت کہ مبادا باہم ساختہ باشند و فوج کہ سردار شش

کچھ انکی طرف سے آٹھار خود سری کے پلے تھے اسوجہ سے اونکو زہر دلوادیا
تھا مگر مصام الدولہ شاہنواز خان کا قول ہے کہ جہان تک تحقیق سے ثابت ہوا
اس خبر کی کچھ اصلیت نہیں پائی جاتی۔

بعضے ثقہ راویوں کی یہ رائے ہے کہ دلیر خان کسی قسم کی ایک گولی روز کھایا
کرتے تھے اونکے ایک بھتیجے نے وہ گولی بدل دی اور بجائے اسکے زہر کی
گولی نہیں کھلا دی جسے اہم کام تمام کر دیا۔

مصنف مائثر الامرا لکھتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ عالمگیر بادشاہ فرط
غیرت اور شجاعت سے اپنی سپاہ گیری کے مقابلہ میں کسی کو خیال میں نہیں
لاتا تھا مگر دلیر خان سے لکھتا تھا کیونکہ انکی دلیری اور شجاعت کا جواب نہیں تھا
اسی سلسلہ میں مصنف موصوف لکھتا ہے کہ جب شاہ عالم دکن میں تھا اور شاہنواز
نے چاہا کہ انکو ہمدستان کر کے بادشاہ کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کرے
دلیر خان نے اسکو نامتصور کیا آخر کار طرفین میں بد مزگی پیدا ہو کر نا اتفاقی پیش آئی
دلیر خان فوراً کوچ پر کوچ کرتے ہوئے بادشاہ کی طرف روانہ ہوئے شاہنواز وہ
بھی انکے پیچھے آیا بادشاہ دلیر خان کی عیشی پڑھ رہا تھا کہ شاہنوازہ خیال باطل ہوتا
تھا اسکی ترک رفاقت کر کے میں حضور میں آیا ہوں۔ اسی حالت میں شاہنواز بھی
آگیا اور کہنے لگا کہ یہ افغان پر شور و سرچا ہوتا تھا کہ غبار سرکشی کا اٹھائے میں بھی
اوسکی سرزنش کے لیے حاضر ہوا ہوں بادشاہ کو یہ حالات سن کر عجیب اضطراب ہوا
بھی صفحہ ماقبل۔ دلیر خان باسٹھ در مقابل اوغیر از خود دیگرے راہی نہیں ہیں ہر گاہ مرا با او سرکار
اُمّت جنگ دو سر دارد۔ مائثر الامرا تذکرہ دلیر خان۔

ہمت خان جو لڑکپن میں بادشاہ کے ساتھ کھیلے تھے اور بہت گستاخانہ عرض کیا کرتے تھے بادشاہ سے کہنے لگے کہ یہ بات کچھ حقیقت نہیں رکھتی حضرت اس قدر اضطراب کیوں فرماتے ہیں بادشاہ یہ سنکر نہایت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ کو فکر شاہ عالم کی نہیں ہے مشکل یہ ہے کہ مبادا وہ دن باہم ساز نہ کر لیں جس طرح کاسر دار دلیر خان ہو گا بجز اپنے میں لسیکھو اسکے مقابلہ کا نہیں دیکھتا اور جس وقت مجھ کو اس سے سروکار پڑے گا اس وقت کے لیے (جنگ دوسر دارو) کا قول مشور ہے۔

دلیر خان کے اسباب مرگ میں جو اختلاف تھا وہ مفصل ماثرا لامراجسی مستند کتاب میں لکھا ہوا ہے خان بہادر شمس العلماء اپنی تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۳۰۴ میں خانی خان کا یہ بیان لکھتے ہیں کہ دلیر خان جو خبا عان کا طلب اور افتخاران صاحب غیرت سے بے نام و نشان تھے بغیر کسی عارضہ بدنی کے انتقال کر گئے اور عوام میں یہ شہرت ہوئی کہ رات کے وقت دلیر خان کے دیکھنے کے لیے خفیہ شاہ گیا تھا دوسرے شاہزادہ نے جب کا نام سلطان مظہر تھا اسکی اطلاع بادشاہ کو پہونچائی اسلئے خود دلیر خان نے زہر کھالیا۔

ماثرا لامراجا عالمگیری کے صفحہ ۲۳۷ میں تحریر ہے کہ تیسری شوال کو حسب احکام بادشاہ کے شہزادہ شاہ عالم بہادر کا پیش خیمہ و رنگ آباد سے ملک

۱۷۰۰ء میں شوال مطابق یرلیغ علی پیش خانہ دولت نشانہ شاہ عالم بہادر از اورنگ آباد بارادہ استیصال سے کوکن دراعہ و دیگر ممالک غنیمت آمل شادیاں مظہر قال نواختہ برآوردہ۔

کو کن کی طرف روانہ کیا گیا۔ اسی زمانہ میں دلیر خان جو بیماری شدید اٹھا چکے تھے اس دارفانی سے ملک بقا کی طرف راہی ہو گئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکی رحلت کا مہینہ ماہ شوال ہو گا۔

اگر دلیر خان کے انتقال کا زمانہ شروع سن جلوس سے لگا یا جلسے تو ذی الحجہ و محرم میں رحلت کا زمانہ ہو سکتا ہے کیونکہ عالمگیر شیردار اشکوہ پرتغیابی حاصل کر کے غرہ ذیقعدہ ۱۰۶۷ھ روز جمعہ کو دہلی کے قریب باغ آغرا آباد میں تخت نشین ہوا ہے مگر باہمی جنگ و جدال کی وجہ سے جشن و سکھ وغیرہ کے دیگر مراسم کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا تھا مگر جب جنگ بھیر میں بھی عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی تو ۲۴ رمضان ۱۰۶۷ھ کو تخت نشین ہوا اور اسکے بعد ہمیشہ جشن عید الفطر کے بعد ہوتا رہا۔

اگر موتخ نے پہلے جلوس سے مراد لی ہے تو ذی الحجہ اور محرم کے ماہ میں بھی رحلت کا خیال ہو سکتا ہے۔ ورنہ ماہ شوال میں رحلت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ذاتی شجاعت اور اخلاقی خوبیوں کے متعلق جو اثر عالمگیری اور ماثر الامارین دلیر خان کی تعریف لکھی ہوئی ہے وہ قابل قدر عبارت بحسنہ ناظرین کی آگاہی کے لیے یہاں پر تحریر کی جاتی ہے اس سے انکی وقعت کا اندازہ

۱۰۷۰ھ دلیر خان افغان بیماری شدید کشیدہ بجایہ سر اشافت و در اکثر معارف ذات نو و مصدقہ و دات نمایان شدہ قوی پہل زور مند و در غریب قوت و اشتہار ضبط برانوس و یووری طالع از ابتدائے عمر تا انتہاء اشد صفحہ ۲۳۔
ماثر عالمگیری۔ اسکا ترجمہ خان بہادر شمس العلام نے اپنی تاریخ ہند و ستائین لکھا جو اور غائبانی ماخذ ماثر الامار کا ہے۔
بعد انتقال کے دلیر خان کے نام شایہ و فترین لغا مسعود کی لکھی گئی اکثر امراء کے نام بغیر خطاب مسعود کے لکھے گئے ہیں دلیر خان کا تذکرہ بعد رحلت کے سنبھالی کے بیافین اثر عالمگیری میں آیا ہے۔ مہرتبہ ثانی اور نود دلیر خان مسعود براہ غدر و احتیال گریختہ ۳۳

ہو جائے گا۔

دلیر خان مذکور قوی ہیکل و بسیار زور مند بود و حکایت ہائے سیر
از قوت و شہتہائے او شہتار دارد و بر الوس خود بسیار ضابط
و ہمیشہ فتح نصیب بود و از موافقت زمانہ و یاوری طالع از
ابتداءے عمر تا انتہا فوج پلایے دولت و شوکت مانند ہیچ گاہ
سیلی زمانہ مخور و دولت و خواری نہ شدید۔

یعنی دلیر خان نہایت قوی ہیکل اور شدہ زور تھے اور انکی قوت اور اشتہا کی
حکایتیں عجیب و غریب عالم میں مشہور ہیں وہ اپنے قوم اور لشکر کے بڑے منتظم
اور ضابطہ دان تھے اور خدا نے انکو فتح نصیب کیا تھا خوش نصیبی اور یاوری
مقدر سے ہمیشہ زمانہ انکے موافق رہا اور ابتداءے عمر سے انتہائے حیات
ننگ انکا ستارہ عروج پر رہا اور ہمیشہ دولت و شوکت کی ترقی ہوتی رہی
اور مدۃ العمر کبھی گردش زمانہ سے ٹھوکر نہ کھائی اور ذلت و رسوائی نہ اٹھائی
دلیر خان کی عمر پچاسی برس کی بیان کی جاتی ہے اور ننگ آباد کن میں انکا انتقال
ہوا اور وہاں سے انکا تابوت لا کر شاہ آباد میں جواؤنکا مقبرہ نزدیک تالاب کے
کنارہ واقع ہے دفن کیا گیا۔ مقبرہ انکا عالیشان عمارت ہے جسکے بارہ مین
ایک سیاح انگریز نے اسکے پتھروں کے نقش و نگار کی مثال آگرہ کے تاج
محل سے دی ہے۔ اور انکی تاریخ رحلت کا ایک قطعہ جو کسی اساتذہ نے
نظم کیا یہ ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال دلیر خان مرحوم

غبار آلود شدہ دنیا زاتم خان الاشان
نظر کردم بتا بخش برآمد از مصرع
لمکہ رشید بہ عالم فخل شد بسا دوران
دلیری از جهان بردہ شجاعت ملکیت و ستا
لفظ عم جان بھی دلیر خان کی رحلت کا تاریخی مادہ ہے کثرت رواج سے بعض
انگریزی دان حضرات بجز سندہ عیسوی کے سندہ ہجری نہیں جانتے لہذا
راقم نے وہ سندہ مسیحی بھی شامل کر دیا ہے تاکہ انگریزی مذاق کے صاحبان کو
حساب میں دقت نہ ہو۔

قطعہ تاریخ وفات نواب دلیر خان بانی شاہ آباد از خاکسار مظفر

اہل عالم میں جلیل القدر تھو خان جلال
زیب دیتا تھا انھیں شیک دلیری کا خطاب
انکی فطرت دلیری کے تھے وہ جوہر عیان
وقت بازوے شاہ وقت مکن سلطنت
آبروے قوم افغان عزت و فخر وطن
قدردان شاہ بہمان تھا اور عالمگیری
انکی شدہ زوری کے قصے آج تک شہور ہیں
ہو گئے دار فنا سے راہی ملک بقا
انکی خلقت کو شجاعت کی تھی خالق نے عطا
آئے جس میدان جنگ میں تو وہ روشن ہوا
تھے بہادر اور پھرا سپر حسیم و باحیا
رشتہ ستم شیر دل لشکر کش و کشور کشا
دونوں شاہوں کے انھیں بار بار سے خلعت ملا
شوق سے سنتا ہے اسکو ہر جگہ چھوٹا بڑا

شکر شاہی مین او کا سا بہادر تھا کمان
 رعب انکی جنگ کا ایسا تھا غالب ہند پر
 جب اٹھائی باگ گلوڑ کی کو پھر کتے تھے
 جب کیا دشمن نے حملہ فیل بنکار چم گئے
 صوبہ بنگال و آسام و دکن ملک آوڑ
 تھے وہ ایسے بامروت فلی تمید انک
 مقم تھے شاد کے ایسے سفارش کی اگر
 رد نہیں ہوتی تھی جو کچھ بات کہہ دیتے تھوڑ
 نام نامی تا قیامت انکلمٹنے کا نہیں
 پھر نہ ہوتی کس طرح تا ید حق جل انھیں
 وہ ولایت سے بہادر لوگ لاؤ قوم کے
 انکی نسلو نہیں ہر ایک کو شجاعت کے نشان
 مقبرے مسارین اب قصرین سب جہراغ
 بردر و دیوار کہنے نقش پارینہ نگر
 ان سلف کے کارناموں کو سبق لیکر خلف
 بس مظفر ختم کریہ نظم سچا طول ہے

غلبہ ہیبت تھرتے تھے سب اہل و عا
 فتح و نصرت سلنے آئے جہان و نکاح
 اک پانی سلنے ہو سخت ہو کوئی بلا
 خود بڑھے تلواریں کہ ہو گئے شیر و غا
 دیو گدھ چاندھ کو بجا پور کو بھی سر گیا
 فتح کر کے ملک بچے مفتوح کو واپس دیا
 حکم شاہی انکی مرضی کے مطابق آگیا
 خیر خواہی کا دیانت کا نتیجہ بھی یہ تھا
 بیسیوں بین یادگارین انکی باقی اصفا
 ظلم عاجز پر بھی رکھتے نہ تھے ہر گز روا
 اور بساے شہر ان سے صرف کر کے روپا
 دے رہی جو انکی زنجت باپ دادا کا پتا
 کہ رہی ہے دیکھ لو انخام اپنا یہ ہوا
 بیگانہ بر نقش باشد حیرت و عبرت فرا
 اپنی حالت کو سنھا لین ہو میں آئین ذرا
 حال جو سچا تجھے معلوم تھا تو نے لکھا

مصر تا پنج ہے یہ خبر سال وفات

شیر میں شجاعت نیک آنکھوں سے چھپا

نواب دلیر خان کا پشت نامہ

نواب دلیر خان کی قومیت کے متعلق ایک کتاب کسی محقق نے انکی فرمائش سے انکی زندگی میں لکھی تھی جس میں انکے آبا و اجداد کی قومیت کا سلسلہ حضرت ابوہریرہ آدم علیہ السلام تک پہنچایا تھا اور ہر قبیلہ کی شاخیں اس میں علیحدہ علیحدہ شامل کی تھیں اور وہ کتاب شاہ آباد میں غدر تک موجود تھی جن صاحب کے پاس وہ کتاب تھی اور انکو اپنے بزرگوں سے پہنچی تھی راقم سے وہ اس کتاب کی غوبی اور مصنف کی تحقیق کی بڑی تعریف کرتے تھے اور یقین غالب ہے کہ خانموصوف یا انکے فرزند نواب کمال الدین خان وغیرہ نے خود اس کے مصنف کو مددی ہوگی کیونکہ بغیر تلمائے ہوئے انکے خاندان کی شاخیں اسکو کیونکر معلوم ہو سکتی ہیں مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب ضائع ہو گئی اور اسکا پتہ نہ چلا اخبار محبت میں جو نسب نامہ درج ہے عجیب نہیں کہ اسی کتاب سے لیا ہوا نواب محبت خان جو دلیر خان کی اولاد میں تھے انھوں نے اپنے ذاتی علم سے مرتب کیا ہوا اور وہ پشت نامہ یہ ہے۔

جلال خان عرف دلیر خان	ابن دریا خان	ابن براہیم خان
ابن علی سعید خان	ابن پاؤ	ابن عمر
ابن باقر	ابن مامون داؤد	ابن داؤد
ابن قیس عبدالرشید	ابن عیص	ابن سلول
ابن مرہ	ابن حلدہ	ابن اسکندر
ابن ہشام	ابن صلاح	ابن قارود
		ابن عیسم
		ابن بھلول
		ابن قیلول

بن کرم بن عمال بن حدیقہ بن متال بن عتیس
 بن عیم بن سمویل بن ہارون بن قمرود بن ابی
 بن طلل بن ولی بن عامیل بن تالیخ بن ارد
 بن مندول بن سلیم بن افنہ بن ارمیا بن یارول الملحق طالوت
 بن قیس بن عقبہ بن عیس بن یرویل بنک طالات
 بن یہود بن متر یعقوب اسرائیل بن متر اسحاق بن متر یہیم خلیل
 بن تالیخ کہ اور آذر میگویند بن ماعور بن سروع بن ساروع
 بن متر یو علیہ السلام بن عامر بن صالح بن ارفخہ بن شام
 بن فوج علیہ السلام بن ملک بن سلخ بن متر اویس بن برد
 بن ملاییل بن اوش بن متر شیث علیہ السلام بن حضرت آدم علیہ السلام
 اکثر نام اس میں مختلف زبانوں کے ہیں اس لیے انکی تصحیح کی ذمہ داری ہم قسم نہیں
 کر سکتا ہے اور نہ درمیانی سلسلہ کی وحقیقت کا دعویٰ ہو سکتا ہے جو نام کتاب مذکور
 میں مذکور تھے بحسنہ نقل کر دیے گئے واللہ اعلم بالصواب
 اسکے بعد دیر خان کی اولاد کا شجرہ حتی الامکان نہایت تحقیق سے مرتب کر کے لکھا
 ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ انکے بعض فرزند کی نسل منقطع اور بعض شاخ درمیان سے
 محول النسب ہو گئی اور بعض اب تک شریف النسب موجود ہے۔
 جاتیک ممکن ہوا انکی اولاد کا حال تحریر میں لایا گیا البتہ بعض شاخ جو دیہات
 یا دوسرے شہروں میں منتقل ہو گئی ہے انکے ناموں کی فراہمی میں زیادہ معذرتی
 نہیں کی گئی۔

نواب دلیر خان کے عزیز و اقارب

نواب دلیر خان کے چار بھائی تھے اور دو بہنیں تھیں تاریخ اخبار محبت میں ہے کہ دریا خان پہلی بار جب ہندوستان آئے ہیں تو شیخ رکن الدین بازید خل جو منصبہ ارشاد ہی تھے اور وہ ایک درویش کی خدمت میں نہایت عقدا رکھتے تھے انھوں نے اپنی دست دریا خان کے عقد میں دی تھی جنکے بطن سے یوں ولادت پیدا ہوئیں مگر اس خاندان میں یہ روایت چلی آتی ہے کہ پہلی اُن بیوی سے جنکا ذکر ابھی ہو چکا ہے نواب بہادر خان اور محمد خان وغیرہ پیدا ہوئے تھے جب ان بیوی کا انتقال ہو گیا تو دریا خان نے دوسرا عقد اپنا اپنے چچا کی بیٹی سے کیا جس سے نواب دلیر خان اور انکے بھائی یوسف خان پیدا ہوئے۔

تاریخ مخزن اخبار سے دلیر خان کی والدہ کی زندگی دلیر خان کے انتقال کے بعد تک پائی جاتی ہے۔

نواب دلیر خان کی بیوی انکے چچا عثمان خان کی بیٹی تھیں شاہ آباد میں انکے یادگار میں بعض چیزیں منسوب ہیں مثلاً محلہ والدہ جو کمال الدین خان نے انکے نام سے منسوب کر کے آباد کیا تھا انکا باغ بھی اودھر نور میں نصب کیا گیا تھا جسکا تذکرہ مجموعہ دریا خان کی سند میں بیان ہو چکا ہے اور انکا انتقال دلیر خان کی زندگی میں ثابت ہوتا ہے۔

عثمان خان دریا خان کے بھائی اور دلیر خان کے چچا تھے نہایت باوقار و عظیم انسان تھے عرصہ تک یہ دکن میں مکی فوج کے ملازم رہے صاحب منصب

تھے شاہجہان کے عہدہ دار و نہیں تھے صوبہ خاندیس کے فوجدار بھی رہے ہیں انھوں نے افغان قوم کے لشکر بڑھانے میں نہایت کوشش کی تھی اور اچھے اصول قائم کیے تھے بادشاہ نامہ میں انکا منصب ہزاری ذات و ہفتصد سوار کا مرقوم ہے مگر ماثر الامارین ہشتصدی سوار تحریر ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعد کو انکی ترقی ہوئی بادشاہ نامہ میں لکھا ہے کہ جب ساہو ملازم نظام الملک کی تنبیہ کی گئی ہے اسوقت اوکی صدی سے ہفت صدی پر ترقی ہوئی ہے اوصفہ ۸۸ میں بتقریب چھ شاہی انکی ترقی پانسو سوار کی تحریر ہے اپنے عہد میں معزز و مشہور سردار تھے ستم جلاوس شاہجہانی میں انکا انتقال ہوا شاہجہان نے اپنی تخت نشینی کے روز انکو بھی خلعت و منصب ہزاری ذات کا دیا بھٹیا۔

میک نام خان دلیر خان کے دوسرے چچا تھے نہایت شجاع نیک نام چچان تھے اپنے بھتیجے بہادر خان کے ساتھ انھوں نے شاہی مہمات میں خوب خوب بہادریاں کی ہیں جنگ بند لیکھنؤ و بدخشان میں داوود انکی کی دی ہے اولیٰ بلخ و بدخشان میں نیک نام خان کے منصب میں شاہجہان بادشاہ نے ترقی بھی فرمائی ہے انکا تذکرہ شاہ بہادر خان کے حالات میں درج ہے اخبار محبت میں انکا منصب ہفتصدی ذات اور تین سو سوار کا مرقوم ہے۔

شیر خان دریا خان کے چچا تھے اسم باسمے شخص تھے انکا منصب ہزاری ذات و ہشتصدی سوار کا لکھا ہوا ہے۔

سید یازد جم شوال عثمان خان روہیلہ ازہمسل و اضافہ منصب ہزاری ذات و ہفتصد سوار مظفر
سباہی گشت بادشاہ نامہ صفحہ ۱۳۱ جلد دوم۔

مصری خان دلیر خان کے چچا تھے ہفتصدی ذات اور پانصد سوار کے افسر تھے۔

حیات خان عرف زبر دست خان دلیر خان کے چچا زاد بھائی اور حضور رس تھے اور رنگ زیب نے انکو زبر دست خانی کا خطاب دیا ہے عالمگیر کے ساتھ ہو کر انھوں نے دارا شکوہ کو شکست دی ہے اسوقت بادشاہ نے انکو خطاب اور پانچزار روپے نقد مرحمت فرمائے تھے۔

جنگ بنگالہ اور دکن میں بھی انھوں نے نہایت بہادری کو وحصل دیا ہے اپنے بھائی دلیر خان و فتح جنگ خان کے ہمراہ اکثر محلات میں یہ شریک رہے ہیں جا بجا انکے تذکر و نمین انکے حالات موجود ہیں عالمگیر نے انکو گوالیار و ہوشنگ آباد کا فوجدار بھی کیا اور خلعت میں گھوڑا بھی عنایت کیا ہے۔

ایک منصب ہزار و پانصدی ذات و پانصد سوار کا تھا جنہیں ہزار سوار و اسپہ سہ اسپہ تھے شاہ آباد میں مولانگج محلہ حیات خان اور شاہ جہانپور میں حیات پورہ انکے نام سے منسوب ہے۔ ایک منصب و تذکرہ عالمگیر نامہ میں دیکھنا چاہیے سکندر خان کا خطاب سلاطین خان تھا یہ فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح نامور اور جری تھے شاہی محلات میں رہنے بہادر یان بھی کثرت سے ظہور میں آئیں ہیں جسکا تذکرہ ضمناً عالمگیر نامہ وغیرہ میں مذکور ہے یہ محاربہ دارا شکوہ میں انکو بھی عالمگیر نے پانچزار روپے نقد مرحمت فرمائے اور منصب ہزار و پانصدی ذات و ہزار و پانصد سوار سے سرفراز کیا ہے۔

فتح خان کا منصب اخبار محبت میں ہزاری ذات ہشت صد سوار کا تحریر ہو یہ دلیر خان کے چچا زاد بھائی تھے مگر باثرالام اور عالمگیر نامہ وغیرہ میں جو دلیر خان کے چچا زاد بھائی کا تذکرہ درج ہے اوسمیں فتح خان کے والد کا نام ذکر یا خان ہے اونکو عالمگیر نے داراشکوہی فتح میں فتح جنگ خان کا خطاب و علم و تقارہ و منصب دو ہزاری و پانصد ذات اور دو ہزار پانصد سوار کا مرحمت کیا کھتا اور جنگ کچوہ کے سر کر نیکے بعد سے ہزار و پانصدی ذات اور سے ہزاری سوار سے سرفراز کیا ہے اور اوسکے بعد میں ہزار روپیہ نقد انکو مرحمت کیا گیا ہے فتح جنگ خان کا مفصل تذکرہ علیحدہ راقم نے لکھا ہے۔

یہ بڑے منصبدار و نہیں تھے ممکن ہے کہ اول الذکر فتح خان اس خاندان میں کوئی دوسرے عزیز ہوں یا مصنف اخبار محبت کی نظر انکے اضافہ منصب خطاب پر نہ پڑی ہو اور غلطی سے فتح جنگ خان کو فتح خان اور قلیل منصب لکھ گئے ہوں واللہ اعلم۔

محمد خان یہ سب سے بڑے دلیر خان کے بھائیوں میں تھے یہ اپنے باپ دریا خان کے ہمراہ خابنجان لودی کے واقعہ میں کام آئے انکا منصب ہزاری ذات و سات سو سوار کا تھا یہ لالہ بدو انرگ جان بختی ہوئے تھے۔

دیوان عنایت خان یہ دلیر خان کے دوسرے بھائی ہیں انکا منصب ہزار پانصدی ذات پانسو سوار کا تھا نواب بہادر خان نے قصبہ بہادر گدہ ضلع مراد آباد میں قریب قصبہ حسن پور کے جو انکا نانہال تھا آباد کیا تھا جب نواب صاحب موصوف صوبہ دار ملتان ہوئے اور بعد آبادی کے شاہجہانپور

دیکھنے آئے ہیں تو قصبہ بہادر گڑھ میں دو روز قیام کیا اور پھر یہ قصبہ اپنے بھائی
دیوان عنایت خان کو عنایت کیا۔ غالباً دیوان عنایت خان کی بود و باش میں
رہی جنگ پنج و بدستان میں عنایت خان صاحب اپنے بھائی بہادر خان صاحب
کے ساتھ تھے اور اس عظیم الشان محرمین انھوں نے خوب شجاعت کے جوہر
دکھائے ہیں جس کے صلہ میں شاہجہان بادشاہ نے دیوان عنایت خان کو منصب
میں اضافہ کیا تھا بادشاہ نامہ میں ان کے حالات درج ہیں بہادر خان کے تذکرہ
میں بہت حالات بھی ضمناً درج کیے ہیں۔

دیوان یوسف خان دلیر خان کے حقیقی متحد لبطن چھوٹے بھائی تھے ان کا
منصب اخبار محبت میں پانصدی ذات و پانسو سوار کا لکھا ہے یہ اپنے
وقت کے رستم زمانہ تھے زور و طاقت میں دلیر خان کے بعد انھیں کا نمبر تھا
ان کے بارہ میں عالمگیر بادشاہ کا منشی عالمگیر نامہ کے صفحہ (۱۰۴) میں باریں الفاظ
و عبارت انکی تعریف لکھتا ہے یوسف خان برادر دلیر خان کہ
افغانان اور ازبیک جو انان دلاور در مراتب سپاہگری ثانی آئین
مہین برادرش می شمرند از آب تیغ مجاہدان شہامت پرور
شربت ہلاک چشید۔

یعنی یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے یہ ایسے خوشرو اور شہ زور
تھے کہ تمام افغانان انکو کیتلے روزگار سمجھتے تھے اور دلاوری و سپاہگری
کے فن میں اپنے بھائی دلیر خان کے بعد درجہ رکھتے تھے افسوس کہ مجاہدانہ اشکوبہ
و عالمگیری میں یہ داراشکوہ کی طرف شریک ہو کر جو انفرگ کام آئے ہیں۔

اور تمام چٹھانوں میں انکی قیامت ناک موت کا فسوس و صدمہ لاحق ہوا۔

تاریخ انجیل محبت کے صفحہ ۵۳۰ میں مرقوم ہے کہ دیوان یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے انکی جاگیر میں ایٹھی و گھاگٹ موپلیا مہر آباد مارہرہ اترولی چہرہ پندر اول و بہادر پور تھے ایک بار نواب محمد خان نگلش فرخ آبادی جو نواب غزیر خان سے ملنے آیا کرتے تھے اور اس خاندان سے انکار بٹا و ضبط بہت تھا انھوں نے دیوان یوسف خان کے صاحبزادہ سے کہا کہ آپکے زیر سایہ میں بھی بود و باش رکھنا اور شہر بسانا چاہتا ہوں اگر مرضی جناب کی ہو تو بادشاہ کے حضور میں عرض کروں میر دل خان نے جو ایدیا کہ نہایت بہتر ہے آپ قوت بازو میں چنانچہ نواب محمد خان نگلش نے بادشاہ سے عرض کیا اور بارہ موضع انعام اتمغا محمد خان کو بنا بر وطن کے عطا ہوئے نواب نگلش نے اپنا شہر فرخ سیر کے عہد میں آباد کر کے فرخ آباد نام رکھا جس نے مانہ میں کہ دلیر خان کے خاندان کا عرنج تھا نواب نگلش وغیرہ ہم پلہ نہ تھے شاہ مبارز خان کا منصب پانصدی ذات و پانسو سوار کا تھا دیا پور و کوہستان چہرہ وغیرہ کے فوجدار بھی رہے تھے بعض انکو نواب بہادر خان کا تینا و بعض اوی بہادر خان کے کسی چھوٹے بھائی کو یہ خطاب ملتا بیان کرتے ہیں ایک شہباز خان دلیر خان کے چچا زاد بھائی اور فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے جو جنگ بنگالہ میں کام آئے

۱۔ دیوان یوسف خان برادر خرد دلیر خان یا ست نہیں داشت نواب محمد خان نگلش فرخ آبادی از ہمدیوان مودع التجا آورد کہ بخیراج کم و ظل حمایت آنجناب برائے بود و باش خود شہرے آباد و سازم اگر مرضی جناب عالی باشد بحضور بادشاہ عرض نمایم میر دل خان در جواب فرمود کہ ازین بہتر چہ خوب شقاوت بازوے من است ازین بہتر چنانچہ نواب محمد خان بحضور بادشاہ عرض فرمودہ روزادہ موضع اتمغا بسا محمد خان مرمت شدہ وادشہ فرخ آباد و محمد فرخ سیر آباد ساخت ایٹھی و گھاگٹ موپلیا و مہر آباد و اترولی و چہرہ و پندر اول و بہادر پور وغیرہ جاگیر دیوان یوسف خان بود ۵۳۰۔ انجیل محبت۔

پیر دل خان کا منصب ہزاری ذات ہزار سوار کا تھا یہ فوجدار بھی مین کے رہے تھے انبار محبت مین یوان یوسف خان کے فرزند تحریر کیے جاتے ہیں مگر مستند دیگر کاغذات سے نواب چاند خان کے فرزند یعنی نواب دلیر خان کے پوتے ثابت ہوئے ہیں عہد فرخ سیر مین انکو داؤد خان کا خطاب ملا تھا۔

لودیخان کا منصب سہ ہزاری ذات و ہزار پانسو سوار کا تھا نامور افغان تھے اکثر فتح جنگ خان زبردست خان غیرہ کا اور انکا ساتھ رہا ہے چنانچہ سبارہ مین عالمگیر نامہ کے صفحہ ۲۴۵ جنگ شجاع واقع بنگالہ مین یہ عبارت تحریر ہے و جمعے از دلیران عرصہ غاوثا ثابت قدماں مغربیہا مثل فتح جنگ خان و لودیخان و زبردست خان و سکندر خان و ولہ و غنیرہ پیشقدم میدان نصرت گشتہ گوئے مسابقت از اقران ربود غرضکہ جانباڑ و پیشقدمی کرنیوالے بہادر و نہیں تھے۔

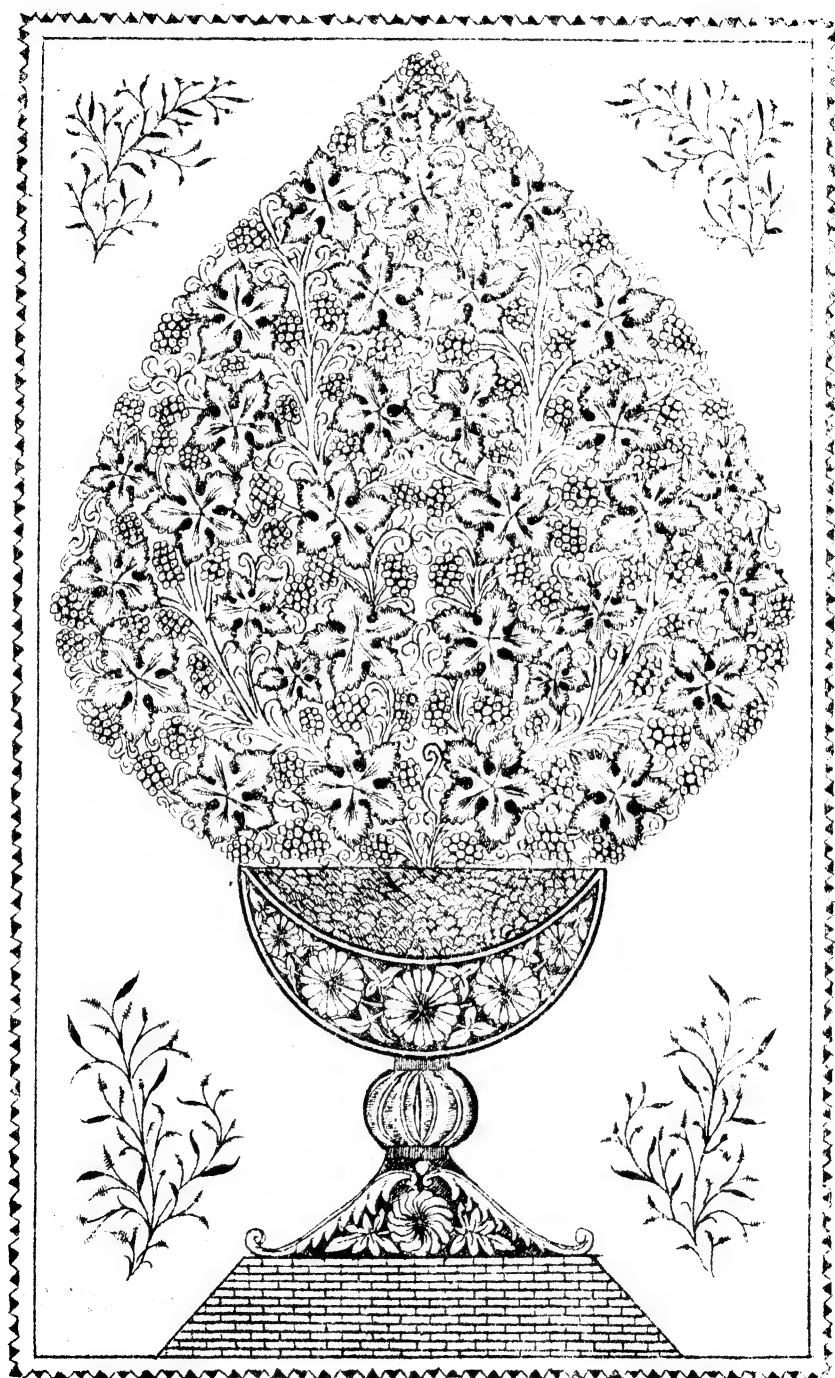
جمال خان لوبانی ہزار و پانصدی ذات و پانچ سو سوار کا منصب تھا اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے لشکر مین افسر تھے۔

چھبے سنگھ راجپوت سہ صدی ذات و سو سواروں کا افسر تھا نواب بہادر خان و دلیر خان کے لشکر مین بہادر شخص تھا اور انھیں کا پرورش یافتہ بھی تھا۔

روشن اسلام خان و پہاڑ خان لوبانی یہ بہر دو افسر مقتصدی ذات اور پانسو سوار و نئے سردار تھے۔

سنجر خان ہزار و پانصدی اور پانسو سوار کے سردار تھے۔

تور خان پانصدی ذات و سو سوار کے سردار تھے۔





نواب کمال الدین خان

نواب کمال الدین خان بہادر

نواب کمال الدین خان کا خطابی نام رستم خان تھا یہ نواب لیر خان کے خلیفہ کبر
اور اپنے پد بزرگوار کے قائم مقام و جانشین تھے آبادی شاہ آباد کی مکمل نہیں
باتھون ہوئی مہمات شاہی میں انھوں نے اپنی حسن لیاقت اور شجاعت سے ایسے
ایسے کار نمایاں کیے کہ روز بروز انکی ترقی ہوتی رہی آپ کو اپنے نامور باپ کے زمانہ جیتا میں
منصب عطا ہو چکا تھا اور سیوقت سے بڑے بڑے معرکہ سر کرنا شروع کیے تھے بارہا
پیشگاہ بادشاہی سے انکو خلعت اور اضافہ منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی تھی اور بادشاہ
دربار میں تقرب و حضور سی کا درجہ تمام و کمال حاصل کر لیا تھا موروثی جاگیر کے علاوہ
سات لاکھ سات ہزار دام کی جاگیر جو کالجہ متعلقہ صوبہ الہ آباد کے تھی اور سات پر گنہ
ہندون بیانہ کے جو متصل کبر آباد کے تھے انکو زائد ملے تھے جب کبھی کوئی ضرورت
انکو پیش آئی تو وہ فوراً بادشاہ کے حضور سے پوری کی گئی تاریخ اخبار محبت میں ہے کہ
نواب کمال الدین خان کا منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار
کا تھا تاریخ ماثرا عالمگیری میں انکے ابتدائی زمانہ کا منصب ہزاری ذات و سات
سوار کا تحریر ہے اور جب شہنشاہ میں دو صدی کا اضافہ ہوا تو انکی اور باقر خان
کی ترقی ساتھ ساتھ ہوئی ہے اسکے بعد جب ہندون بیانہ کی عظیم الشان مہم انھوں نے

۱۷۷۱ کمال الدین خان لد لیر خان باقر خان ہر کد ام باضافہ دو صدی ہزاری ہفت صد سوار سرفرازی یافتہ
سال بیچیم جلوس شہنشاہ صفحہ ۱۳ ماثرا عالمگیری

۱۷۷۵ سال سی و ششم جلوس شہنشاہ غوث شاہ بیچ الاول کمال الدین خان فویدار ہندون بیانہ درجلوس
استیصال سرکشان آن نواح باضافہ پانصدی پانصد سوار غنزلت و دہزار سوار رسید۔

فتح کی ہے تو پانصدی ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہو کر دو ہزاری منصب کیا گیا۔
 بحصل آخر زمانہ تک یہ چار ہزاری منصب کو پہونچے بیشتر اکثر مقامات پر یہ فوجدار رہے
 بین اسکے بعد صوبہ داری کے معزز عہدہ پر سر بلند ہوئے چنانچہ صوبہ اودھ کی
 صوبہ داری پر مامور رہے تھے۔ تاہم انہما لہجہ میں نواب محمد خان شاہجہا پوری انکے
 متعلق لکھتے ہیں کہ نواب کمال الدین خان لاغر و نحیف البدن بود در شجاعت کیتائے
 زمان بود گاہے چشم از اعدا پنوشید و ہر بلائیکہ آمد رونمی تافت۔ جبکہ شاہ آباد کی آبادی
 کا رقبہ بادشاہی فرمان کے حدود سے تجاوز کر گیا اور محمد طاہر جو شہزادہ کا عامل تھا اسنے
 محصول طلب کیا اس زمانہ میں نواب دلیر خان کا انتقال ہو چکا تھا آخر کار کمال الدین
 خان نے بارگاہ شاہی میں اس امر کی عرضداشت پیش کی اور وہ منظور کی گئی صرف عدم
 مزاحمت کا حکم صادر نہیں ہوا بلکہ اسکے ساتھ چھبیس موضع اور توسیع آبادی کے لیے
 معاف ہوئے اور اسکا فرمان سلفیہ کو عالمگیر نے مرحمت فرمایا اسکے بعد جب
 سرکار خیر آباد کے فوجدار نے پیشکش اور سائر کے حقوق کا جھگڑا اٹھایا تو اس امر کی
 درخواست بھی انھوں نے عالمگیر بادشاہ کے حضور میں گذرانی وہ بھی نہایت توجہ سے
 سنی گئی اور اسکے بارہ میں بھی پروانہ عنایت کیا گیا کہ یہ جاگیر انکو نسلاً بعد نسل و بطناً بعد
 بطناً بدولت نے مرحمت فرمائی ہو اور کل حقوق مالی و دیوانی اور جملہ بوابہ خلی و خارجیہ
 انکو معاف کیے گئے ہیں کوئی الٹا رشاہی کبھی کسی امر میں انسے مواخذہ نہ کرے
 عنوان خطاب انکے نام بہت اعزاز کے ساتھ بادشاہ کی جانب سے تحریر ہوا ہے
 اور وہ الفاظ مثل رفعت پناہ شجاعت شعار لائق المرحمت الاحسان
 کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم استعمال میں لائے گئے ہیں۔

اور دوسرے پروانہ میں کمال الدین خان کو اورنگ زیب نے ان جلیل القدر فقرا سے عزت بخشی ہو کہ جو بڑے بڑے امر کو بھی نصیب نہیں ہوئے مثلاً بیش منصب کا رطلب خانہ زاد بادشاہی سپاہی وغیرہ الفاظ تحریر میں تاریخ انہار البحر میں ہو کہ ایک بادشاہ جہان بادشاہ با تھیوئی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہا تھا ناگاہ ایک ہاتھی شاہنشاہ اورنگ زیب حملہ آور ہوا کمال الدین خان بھی وہاں کھڑے تھے انھوں نے کمال دلاوری سے بڑھکر ہاتھی کے ایسی تلوار ماری کہ سوئڈ و ٹکڑے ہو گئی اور شاہزادہ محفوظ رہا۔

سلج میں جب بادشاہ عالمگیر لاہور سے دار الخلافت ہلی کو مع لشکر کے آیا ہے تو کمال الدین خان کو خانی کا خطاب بادشاہ نے مرحمت فرمایا یہی جب تک بادشاہ کے حضور سے خانی کا خطاب نہیں ملتا تھا اس وقت تک کسی سرکاری کاغذ میں اس کے نام کیساتھ لفظ خانی کی نہیں لکھی جاتی تھی چنانچہ ایک عرصہ تک کمال الدین خان کا نام بھی بغیر خان کے لکھا جاتا تھا اس طرح نواب کمال الدین خان کے صاحبزادہ نواب محمد سردار خان کو بجالی جاگیر کا جو فرمان بادشاہ دہلی کی طرف سے عنایت ہوا ہو چونکہ وہ خطا یافتہ تھے اس لیے ہمیں صرف محمد سردار لکھا ہوا ہو اگرچہ لفظ خان قبیلہ افغان کا قوی لقب ہو مگر بادشاہ کے یہاں سے نام کیساتھ یہ قومی نسبت بھی نہیں لکھی جاتی تھی عظمت اللہ خان باقری جو نواب لیر خان کے افغان زمین بڑے شجاع اور جبری شخص تھے اور جب انکو لیر خان کی سند کے بموجب بادشاہی فرمان حاصل ہوا ہو ہمیں بھی صرف عظمت اللہ لکھا ہوا ہے۔

اگرچہ عالمگیر کے آخری عہد کی مفصل تاریخ نہ ملنے سے اور شاہ عالم نامہ کے نہ دستیاب

ملے تو زہم ذی اکبر ازلا جو روایات حایات جانب دار الخلافت ارتقاء یافت کمال الدین خان لیر خان

خطاب خانی یافت صفحہ ۱۵۱-۱۵۲ اثر عالمگیری

ہونے سے کمال الدین خان کے کارنامے مخفی ہو گئے ہیں مگر جو شاہی مہمات ماثراً
عالمگیری میں انکے نام سے درج ہیں وہ مختصر طور پر ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں
سنہ جلوس میں جب میوات کے سرکشوں نے بغاوت اختیار کی اور انکی
تعداد موروث سے زیادہ بڑھ گئی اور پانچزار باغیوں نے قصبہ نارنول کے نواح
میں لوٹ مچائی اور وہاں کے دیگر قصبات پر گنات پر دست رازی شروع کی طابہر خان
وہاں کا فوجدار باغیوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور بھاگ کر بادشاہ کے حضور
میں آیا تو بادشاہ عالمگیری نے ان مفسدوں کی سرکونی کے لیے ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۱۰۸ کو
کمال الدین خان کو مع لشکر جرار کے بھیجا اور باغیوں کے بابتہ بادشاہ نے انکو
حکم دیا تھا کہ انکے قتل و قید میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا جاوے اور موزیوں کا نام و
نشان اس سرزمین سے مٹا دیا جائے جسوقت کمال الدین خان میوات میں

لے مفسدان سرزمین میوات ناگمانی چون دیوچہ از زمین شہیدند و مانند طح از آسمان ریختند القصد فقہ غیسر
تربیب خیر اکس در نواح نارنول رفت عسکریان نشی بہن کردہ قدم جرات و جسارت پیش گذاشتہ دوست نسیب
و غارت یہ قصبات و پرگنات و راہ کردند طابہر خان فوجدار تاب و متاومت و مجادلت و خونریزہ و جھڑواؤ و عزم
جزم بادشاہ عدو بند کا فر کش برستصال کفار فجار مصمم شد بسبب و شتم ذیقعدہ کمال الدین خان و لد دیر خان
باجمیعت سرکار ایشان قتل و اسیر بہدینان شرارت نشان فرمان پذیر گردیدند ہر گاہ فوج منصور بدان مرز رسیدہ
عر بے صعب و رزمے شدید روداد اکثرے از بہادران چہرہ سعادت بگلگونہ شہادت زکین و بیارے
مجرد شدند و باصطلاح اہل ہند مہاجرات کہ عبارت از کشتہ شدن افیال و در زنگاہہ باشد درین معرکہ
مرد از ناظموں آد عاقبتہ الام باطل تیزان رو بگریزا آوردند نصرت مندان بتقاب گرختہا پر و اختہ فراوان ابھناک
ہلاک انداختند و غلظت میامن قبال خدیو دین پرورد نصیب و لیلے دولت شد غازیان نصرت شعار ہمعنان
فیروزی زمین پس شدند و بشیدن تحسین آفرین از زبان دربار سراقتار بفلک و آرا سائیدند جمع خرد و بزرگ
سلاش و زان لضاوت سرگ باضافہ ہے نمایان و ظلال امتیاز یافتند۔ انتخاب زماثر عالمگیری صفحہ ۱۱۶۔

ہونچے باوجود اسکے کہ اس گروہ باغی کے پاس آلات میگزین وغیرہ کی کمی تھی مگر انھوں نے بڑے زور سے مقابلہ کیا اور نہایت شدید جنگ پیش آئی اور یہ ہسی سخت لڑائی ہوئی کہ گویا مہاجرات جو ایک ہندوستانی عظیم الشان لڑائی ہوئی تھی اسکی نظیر دوبارہ ظہور میں آئی بہت بادشاہی لشکر کے بہادر بھی کام آئے اور بہت سے زخمی ہوئے آخر کار اک بڑے معرکہ کے بعد وہ باغی بھلے گئے اور شاہی لشکر نے انکا تعاقب کیا بہت بھلے گئے میں قتل ہوئے اور بہت سے قید کیے گئے غرض کہ کمال الدین خان کی کمال بہادری سے وہ سرزمین ان شہریروں سے پاک ہوئی اسوقت انکے ساتھ رعد انداز خان و رومی خانی و توپخانہ اور شاہزادہ محمد کبر والی جماعت اور انکا ذاتی لشکر تھا۔

جب یہ بادشاہی فتح چل ہو گئی اور کمال الدین خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خود بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب نے اپنی زبان سے تحسین و آفرین کی اور خلعت و اضافہ متعصب سے سرفراز فرمایا اور انکے ہمراہی بہادروں کو بھی عنایت شاہانہ سے سربلند کیا یہ زمانہ دلیر خان کی زندگی کا تھا۔

۲۲۔ جلوس عالمگیری مطابق سن ۱۰۷۰ھ میں ہمارا جہسونت سنگہ کے انتقال کے بعد جو جھنگر اپیش آیا ہو اس معرکہ میں بھی نواب کمال الدین خان نے نہایت شجاعت کو دخل دیا ہو اس واقعہ کی تفصیل یہ ہو کہ ہمارا جہسونت سنگہ والی جو دھپور جو اکثر صوبجات میں صوبہ دار رہے اور اکثر لڑائیوں میں بادشاہ کی طرف سے شریک ہوئے جبہ کابل میں ملکی صوبہ دار تھے اور وہاں فوت ہو گئے تو

کوئی امکان نہ تھا کہ ان کے نوکر و زمین رکھنا تھوڑا سا غیر ہٹے معتقد تھے انھوں نے
بادشاہ کو ایک عرضداشت لکھی جس میں اجماع کے مرنے اور انکی رانیوں کے حاملہ ہونیکا
حال و سچ تھا اسکے بعد راجہ مذکور کی دونوں رانیوں سے دو لڑکے لاہور میں اکبر
پیدا ہوئے اس امر کی اطلاع بھی ان ملازموں نے بادشاہ کی خدمت میں پہونچائی
بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں لڑکوں کو ہمارے روبرو لاؤ جب سن تیز کو پہونچے
اپنے باپ کے راج و منصب سے سرفراز ہونگے اسکے بعد راجہ کے متعلقین و ملازم
دہلی آئے اور ان لڑکوں کے نام بادشاہ سے راجہ کے ملک و منصب کو لیکر اپنے
قبضہ میں کرنے کے لیے حد سے زیادہ مبالغہ کیا اس عرصہ میں اجماع کا ایک لڑکا مر گیا
بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ راجہ کے راجہ تو نکاح و چھوڑا کر فساد برپا کرنے کا
ارادہ ہے تو ۱۶ جمادی الثانی کو بادشاہ عالمگیر نے فرمان صادر کیا کہ اجماع کی دونوں
رانیاں جو روپ سنگھ رائٹھور کی جوہلی میں ٹھہری ہیں یہ نو لڑکے ہیں جا کر ٹھہرنے ہاں
فولاد خان کو تو ال اور سید حامد خان جا کر چوکی پہرہ چھوڑیں اور کمال الدین خان

سے چون بساج جاہ و ہلال رسید کہ این طائفہ بد سگال ارادہ فاسدہ اور اند شانزدہم جمادی الآخر میں لنگھ گیتی نفاذ
یافت کہ ہر روز وہ ہمارا راجہ را کہ در جوہلی روپ سنگھ رائٹھوری باشند با سپر آوردہ در نو لڑکے و از مذ فولاد خان
کو تو ال و سید حامد خان بانبند ہائے چوکی خاص و کمال الدین خان سپرد لیہ خان و حمید خان سپرداؤ و خان
و خواجہ میر کہ صلابت خان خطاب یافت بالماز زمان رسالہ بادشاہ ہزارہ محمد سلطان مرحوم این فریق ضلال
را ازین عزم و بال بازداشتہ و اگر از راہ خذلان پرستی بجنگ پیش آیند تنبیہ و گوشمال نمودہ کہ فر
کفران نعمت رسانند تعین شد با بموجب فرمان کار بانبند گشتہ بلوازم اندر از ضیعت پر خست کہ قتل
نگو نسا و شمشاد بہود کا خود پوشیدہ و تیر و پیکار کو شیدہ جمع کثیر سرد و جیب عدم کشیدہ و مجمعے از
بند ہائے بادشاہی بکار آمدند۔ ۱۔ انتخاب مامور عالمگیری

معہ چند سرداروں کے اور شاہزادہ محمد سلطان مرحوم کا رسالہ لیا کر ان اچوتوں کو اس فساد سے باز رکھیں اور اگر وہ گروہ خام خیالی سے لڑائی اختیار کرے تو اچھی طرح ان کی گوشمالی کی جائے چنانچہ حسب حکم کو تو ال مذکور نے وہاں جا کر پہرہ بٹھادیا اور نواب کمال الدین خان معہ اپنی جماعت کے راجپوتوں کے پاس گئے اور انکو نہایت نصیحت کی مگر وہ راجپوت اپنے اس ارادہ اور جہالت کا باز نہ آئے اور لڑائی پر آمادہ ہوئے طرفین سے خوب تلوار چلی بہت سے راجپوت مار گئے اور بادشاہی لوگ بھی کام آئے جب اچوتوں نے میدان جنگ اپنے حال پر تنگ دیکھا تو انھوں نے دونوں راینوں کو جو مردانہ لباس پہنے تھیں قتل کر کے لڑکے کو ایک شیر فروش کے گھر میں چھپا دیا اور خود بھاگ گئے فولاد خان نے بادشاہ کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور بادشاہ کے پاس لڑکے کو پہنچا دیا بادشاہ نے جو لونڈیاں کہ راجہ کی قید ہو کر آئی تھیں اس لڑکے کو شناخت کے لیے دکھلایا انھوں نے پہچان کر بتلادیا کہ یہ لڑکا واقعی راجہ جسونت سنگھ کا ہے چنانچہ وہ لڑکا لونڈیوں کے ساتھ بیرویش کے لیے شاہزادی زیب النساء بیگم کے سپرد ہوا اور اسکا نام

ملکہ شہزادی سلاطین مغلیہ میں باعتبار علم و قابلیت و شاعری کے فخر خاندان ہوئی جو زیب النساء بیگم ارشوال سنگھ کو دلرس بانو بیگم شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی اسکے بطن سے پیدا ہوئی شاہی دستور کے موافق تربیت و تعلیم ہوئی حافظہ ذہانت کا یہ عالم تھا کہ سات برس کے سن میں قرآن مجید ختم کیا اور اسکے بعد حفظ بھی کر لیا جسکے صلہ میں عالمگیر بادشاہ نے اپنی بیٹی زیب النساء کو بیس ہزار اشرفیان مرحمت فرمائیں ملا جیوں نے بسم اللہ کرائی تھی چار برس کے عرصہ میں اس نے علم عربی میں پوری دستگاہ حاصل کر لی ریاضی ہئیکت سے بالطبع میلان تھا وہ بھی بہت جلد چل کر غرضکہ عربی و فارسی علوم میں بہرہ تمام اہستی تھی شاعری سے طبعی مناسبت تھی مخفی تخلص کرتی تھی اقسام احوط جیسے نعتیں نسخ شکستہ شامل تھے پوری خوشنویس تھی اسکی قدردانی سے ارباب علم

نحمدی راج رکھا گیا اور جو اسباب کہ لوگوں کے پاس تھا وہ چھین کر بیتا مال کے
 بیچ دینے ماقبل فضل کمال اطراف سے آکر جمع ہو گئے تھے علماء و شعرا ہنسی خوشنویس اسکی
 سرکار میں وظیفہ پاتے تھے اسکے نام سے کتب و رسائل بہت تصنیف ہوئے چنانچہ زیبا لفظ
 ملاصفی الدین کشمیری اردبیل نے اسکے حکم سے تفسیر کبیر کا ترجمہ کر کے تصنیف کی ہے اسے کتب
 جمع کرنے کا نہایت شوق تھا اسکے استاد ملا سعید اشرف نے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ شاہزادی غما
 ہوگی اسکا یہ شعر مشہور ہے اگر دشمن دو تا گرد و عظمتش مشغول غافل + کمان چند اکتہ غم گرد و خدش
 کار اگر آید + وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتی تھی دیوانہ نموش باقل برابرست + دریاے آرمیدہ
 بسا حل برابرست + ایک وز زیبا النساء میں سہل رہی تھی دیوان حافظہ بغل میں تھا ایک
 بیل شاخ پر چھپاتی تھی اسنے یہ فوجا جربستہ کہا اے عندلیب نادان دم در رہ گلوسید
 نازک مزاج شاہان تاب سخن نداشتند ایک اسکی خواص امانی بیگم تھی جو نہایت سلیقہ شعار و قابلہ
 تھی ایک روز شاہزادی نے باغ کی گلگشت کے وقت یہ مصرع پڑھا اے امانی گل شہد کچھ
 میخند + امانی بیگم بولی سے برقبائے خود و بر غفلت ماسخند + اکیا ایک آئینہ نقوشین نے شاہجہان کو
 بھیجا تھا جو مالکیت سے اسکو ملا تھا وہ ایک پرستار کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا اسنے رو کر کہا اے از قضا آئینہ
 چینی شکست + شہزادی نے کچھ ملاں نہ کیا بلکہ ہنس کر کہا سے خوب شد اسباب خود بینی شکست + اکیا بار
 طرح ہوئی سے در ابلق کسے کم دید موجود + اسنے مصرعہ لگایا مگر اشک بتان سرمہ آلود + اسکا
 یہ بھی قلمہ مشہور ہے بشکند دستے کہ خم در گردن یار نشد + کو رہ چشمے کہ لذت گردید ار نشد
 صد بہار آخر شد و گلہا بفرقے جا گرفت + غنچہ باغ دل مازیب ستار نشد + اسکا یہ شعر اسکے دیوان
 مخفی میں اسکی حالت پر شاہ ہے + دختر شاہم ولیکن رو بفقہ آورده ام + زیب زینت بس مینم
 نام من زیبا نہا است + چار لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر اسکے پاس تھی جو علی شوق کے پورا کر نہیں وہ
 خرچ کرتی تھی لاہور میں ایک باغ بھی بنوایا تھا۔

کمال سید مانگی اور عار ہمسری سے ازدواج کرنا پسند نہیں کیا ایک گوسفند کو دروزہ کی حالت میں
 دیکھ کر بولی سے اے صدق تشنہ میر دوسے نیشان منگر + بہر یک قطرہ آب کہ شکم بیشکافند

کوٹھے میں داخل کیا گیا دو نوں راینون اور تیس راجپوت سرداروں کی لاشیں شاہ
میں آئیں جو نامی راجپوت بھاگ کر ہم جمادی الثانی کو جو دہپور پہنچے وہاں ننھو
نے دو لڑکے جعلی راجہ کے قرار دیے ایک لڑکے کا نام اجیت سنگھ رکھا اور فساد
برپا کیا۔ ظائر خان جو جو دہپور کا فوجدار تھا وہ وہاں نہ ٹھہر سکا اس جرم میں وہ عہدہ
اور خطاب معزول کیا گیا اور سر بلند خان کو ایک شائستہ فوج دیکر جو دہپور کے
بقیہ صفحہ ماقبل ایکباراجہ شریف و اورنگ آباد دکن بھی گئی تھی بادشاہ اکثر امورات سلطنت میں
اس سے کام بھی لیا کرتا تھا حمیدہ بانو والدہ روح اللہ خان کے انتقال میں خلعت نامی اسکے
ہاتھ بھیجا گیا تھا شاہزادہ اکبر کی بغاوت میں اسکے نوشتہ اسکے نام پلے گئے اسلیے جاگیروں کی
ضبط ہوئی اور قلعہ سلیم گڑھ میں مکان سکونت کو دیا گیا۔

سال ۱۰۱۱ بمقام دہلی اسے باپ کی زندگی میں قضا کی اورنگ زیب دکن میں تھا و تابع نہیں کے
ذریعہ سے خبر معلوم ہوئی بادشاہ بہت رویا یہ زمانہ سنگھ جلوس کا تھا سید امجد خان شیخ عطاء اللہ
سافٹ نور محمد کو حکم خیرات و تعمیر عمارت کا بھیجا۔ باغ سی ہزاری میٹرو کہ جہان آرا میں دفن ہوئی
کابلی دروازہ کے پاس مزار بنا مسجد کے سرہانے کتبہ ہے کل من علیہا فان ہذا مرقد
بینت الکبر للعباد المذنب المعاصی وحی اللہ فی رحمۃ الرحیمہ للکریم الخافز زید بنسبہ لیسلم
المجوس من عباد اللہ الصالحین یدعو الہا بالغفران الرضوان تارخ فوقہا قولہ و آخری الخ
اسکے شعر کے بموجب مقبرہ بننا غنیا سازند گنبد از طراز و فقرہ چہ بر سر گور خریبان گنبد
گردون بس است بد نظم کے علاوہ شریخی خوب لکھتی تھی یہ رقم اپنے پیروم شد کے نام لکھا ہے
نقطہ پر کار تدویر و جو ہنر خط محیط صفحہ فلک ششم حضرت پیر من ظلم۔
مرہ ان خدا ورسیدہ زیب النساء فرماتے کہ دار و پایلے نہ دار و اگر از تقرید خود دم تغیر نہ فرم
رواست منکہ بصورت گرفتار نہ یعنی خبردار بالرب مسازے ہجو گفتہ ہا گفتے ہا آنکہ روز ہمہ بانی
شد جدا۔ نے نواشد گرچہ دار و صد نوا۔

عزہ زیب النساء

انتظام کے لیے بھیجا گیا۔ راجہ جسٹھ جوجہ متوفی کا ملازم تھا اسے بشمار فوج فراہم کر کے تھورخان فوجدار اجمیر سے مقابلہ کیا اور تین روز تک خوب لڑائی رہی۔ طرفین سے اس کثرت سے آدمی مار گئے کہ کشتوں کے انبار لگ گئے۔ ہتھور راجہ جسٹھ مار گیا اور تھورخان فتح مند ہوا اس عرصہ میں رانا والی او دیو پور نے بھی سرکشی کر کے بغاوت اختیار کی اب عالمگیر خود دہلی سے اجمیر کو روانہ ہوا اور شاہزادہ محمد عظیم دکن سے بلا لیا گیا اور شاہزادہ محمد عظیم بنگالہ سے بجلت طلب کیا گیا اور شاہزادہ محمد اکبر کو ایک ہزار لشکر دیکر رانا کی کوشمالی کے لیے بھیجا گیا۔ والی او دیو پور نے او دیو پور کو ویران کیا اور راجہ جسٹھ سنکھ کے آدمیوں کو لیکر دشوار گزار پہاڑوں میں چلا گیا شاہی لشکر نے رانا کا ناطقہ بند کیا جب راجپوت مقابلہ سے عاجز ہوئے تو انھوں نے شاہزادہ محمد عظیم کو ملانا چاہا کہ اس کے ذریعہ سے معافی مانگیں یا بغاوت پر اسکو آمادہ کر کے اپنا رفیق بنائیں مگر شاہزادہ متوفی نے انکی باتوں پر کان نہیں لگایا اور نواب بانی اہلی والدہ نے بھی اسکو نصیحت کی کہ راجپوتوں کی معاونت نہ کرنا جب وہ یہاں سے مایوس ہوئے تو شاہزادہ محمد اکبر سے رجوع کی کہ چالیس ہزار سوار اور خزانہ بشمار موجود ہے آپ ہمارے بادشاہ بنیں شاہزادہ ناخبر بہ کار سے راجپوتوں کے دم میں گیا اور باپ سے بغاوت اختیار کی اس زمانہ میں کل شاہی فوج راجپوتوں کے استیصال کو چلی گئی تھی اور بادشاہ کے پاس دو امیر ایک بہرہ مند خان اور دوسرے اسد خان اول قریب دس ہزار کے فوج اور اہل دفتر اور چند خواجہ سرا تھے بلکہ بعض روایت میں سات آٹھ سو سوار تھے میرین لشکر تین ال لزلہ پڑا ہوا تھا بادشاہی لشکر تین

کستی شخص کو اس بلا سے نجات پانے کی امید نہ تھی اور یہ خبر مشہور تھی کہ شاہزادہ محمد اکبر
ستر ہزار سپاہ بیکر باپ سے مقابلہ کو آتا ہے اگرچہ محمد معظم دس ہزار سوار لیس کر
باپ کے پاس آیا مگر باپ بیون کا لشکر ملکر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سواروں کا مقابلہ
نہیں کر سکتا تھا بادشاہ عالمگیر کے لیے یہ وقت بڑا برا تھا مگر سلی عقل سلیم باقی تھی
اسی کمزور حالت میں کمال الدین خان بھی معہ اپنی جماعت کے بادشاہ
کے پاس مدد کو آ گئے اور بادشاہ کو نہایت تقویت اور خوشی حاصل ہوئی
بادشاہ نے امر کو شاہزادہ کے پاس سے نہایت خوش تدبیری کے ساتھ توڑ لیا
اور شاہزادہ پر غلبہ حاصل کر لیا اس لڑائی میں راناے اودھ پور کا زیادہ نقصان ہوا
چنانچہ سکی بربادی کی تاریخ کسینیہ نکالی ہے کہ رانا راندہ شاہزادہ
ملک و مسکن آخر کار راناے نے مجبور ہو کر شاہزادہ کے ذریعہ سے معافی چاہی و
ولیر خان کے توسل سے بادشاہ کی حضوری حاصل کی جسکا تذکرہ ہم ولیر خان کے
تذکرہ میں کچھ تحریر کرتے ہیں اسکے بعد شلیج میں اورنگ زیب نے اجمیر سے
برہانپور کی طرف کوچ کیا اور ایک منزل بڑھ کر شاہزادہ محمد عظیم کو خلعت پیش بہا
دیکر موضع دیورانی سے اجمیر کو رخصت کیا اور حجرۃ الملک سدھان کو خلعت عطا
کر کے اسکے ساتھ مقرر کیا اور کمال الدین خان کو بادشاہ نے اپنی کارنامائی
اور وفاداری کے صلہ میں خلعت و جواہرات و ہاتھی و گھوڑے

۱۷ کمال الدین خان دیکر ان آمدہ بار دوے محلے پر ستر ہفتہ ۲۰۰ سالہ جلوس مائثر عالمگیری۔

۱۸ کمال الدین خان سپہرولیر خان اعتقاد خان سپہر اسد خان راجہ کچیم و سپہر ش و دینداس سپہر نامدار خان
مرحمت خان شہ و دیکر ان خلع جواہر و اسپنیل بہ تعیناتی این فوج کما مثال بستند ۱۲۰ مائثر عالمگیری

عنایت کر کے فوج کے ساتھ تعینات کیا۔ اسی عرصہ میں شاہزادی جہان آرا جو حسن صورت و سیرت میں کیتلے روزگار تھی انتقال کر گئی عالمگیر نے یہ خبر سن کر نہایت کج کیا اور تین روز تک نوبت بجنے کی ممانعت کی اور نواب حجت مآب صاحبۃ الزمانی خطاب مقرر کیا۔

اس حالات جہان آرا بنت شاہجہان بادشاہ یہ شاہزادی ایسی لائق و عاقلہ تھی کہ بعض اوصاف میں اپنی ماں ممتاز محل اور پھوپھی نور جہان سے بڑھی ہوئی تھی جو خوبیاں کہ عورات میں ہوتی ہیں اس یکم میں وہ کل موجود تھیں ۲۱ صفر سنہ ۱۰۵۰ ہجری کو ارجند بانو کے بطن سے پیدا ہوئی شاہجہان کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ یہ بڑی بیٹی محبوب تھی عقل کی تلی ہونے سے امور اس سلطنت میں فہم تھی ساتھ لاکھ سالانہ تک اسکی آمدنی ہو گئی تھی تخت نشینی کے بعد جب شاہجہان گھر میں آیا تو اس لادلی شہزادی کو ایک لاکھ اشرفی اور چار لاکھ روپے مرحمت فرمائے اور پہلے سال جشن نوروز میں پچیس لاکھ روپے کا زور و جواہر اسکو عنایت کیا اور باقی جملہ خاندان کو پچیس لاکھ کا سامان ملا جب اسکی ماں سنہ ۱۰۵۰ ہجری میں انتقال کر گئی اور ایک کروڑ سے زیادہ زور و جواہر چھوڑا سینہ سے نصف جہان آرا کو دیا گیا اور نصف کل شاہزادوں کو بوجہ مزاجدانی اور کمال سلیقہ کے کل امور اس مملکت کے اسکو سپرد تھے مہر سلطنت بھی بدستور اسکے زیر نگرانی سستی خانم النساء کو سپرد کی گئی تھی۔ دارا شکوہ کی شادی جیسمین تیس لاکھ روپے صرف ہوئے اسکے زیر اہتمام ہوئی تھی اسکے باغات بھی نہایت دلکش تھے ایک باغ جو شاہجہان نے ایام شاہزادگی میں نصب کرایا تھا وہ بھی اسکی ماں کے انتقال کے بعد اسکو دیا دوسرا اسکا باغ صفا پور میں و تیسرا انبالہ میں تھا صاحب آباد عرف اچول سکی جاگیر میں تھی ایک سر بھی اپنے نام کی تعمیر کرائی تھی نذر محمد خان الی تو ران کے اہل و عیال کی خاطر داری بھی اسنے نہایت کی تھی اجمیر شریف بھی اپنے باپ کے ہمراہ حاضر ہوئی جب ماہر اکبر آبادی نے ایک مثنوی ہکی میح میں الدہ عنایت خان آشتا کے ہاتھ بھیجی اور اسکا یہ شعر بذات اوصاف کر دگا راستہ کہ خود پناہ فیضش آشکارست ہ پڑھا تو نہایت منظور ہوئی اور پانچ سو روپیہ صلہ میں مرحمت فرمایا اور جب اسکے

اسکے بعد ۲۷ جلوس مطابق ۹۳ سنہ ہجری ماہ شوال میں بادشاہ نے شاہ ہزارہ

بقیہ صفحہ ما قبل جشن شفا میں قدسی نے قصیدہ پڑھا تو دو ہزار روپیہ خلعت کے عطا ہوئے بادشاہ ہزارہ
 میں اسکے بل جانیکا مفصل قصہ مرقوم ہے جس سے اسکی شان و عظمت معلوم ہوتی ہے کہ کس قدر
 شاہ جہان بادشاہ کو صدمہ ہوا اور علاج میں کس قدر اہتمام کیا گیا ہے ۲۷ محرم ۱۰۳۱ سنہ ہجری کو اپنے
 باپ شاہ جہان کے پاس سے اوشکر خواجگاہ کو جا رہی تھی کہ ناگاہ شمع سے دہن میں آگ لگ گئی
 چونکہ لباس نشی و عطر جاناگیری وغیرہ سے معطر تھا تمام لباس میں شعلہ بھڑک اٹھا چار خواصین آگ
 بجھاتی تھیں مگر آگ نہیں بجھتی تھی دونوں ہاتھ اور دونوں پہلو اور پسلیاں جل گئیں چونکہ خوبی لیاقت
 سے تمام مجلس کا انتظام اسکے ہاتھ تھا اور بادشاہ کو نہایت محبت تھی اسلیے شاہ جہان و فور غم سے
 ایک دن دو تختانہ میں باہر آکر تخت عدالت پر نہ بیٹھا ہمہ تن تیارداری میں مصروف رہا عبادت
 گزار شب بیدار ونسے دعائیں کرائی گئیں سید جلال صدر الصدو کے کہنے سے جو معافیوں کی تحقیقات
 کا حکم ہوا تھا وہ سب بلا تفتیش بحال ہو گئیں۔ حاذق اطباء اور جراح اطراف عالم سے بلائے گئے
 بادشاہ خود سجادہ عبادت پر بیٹھ کر شافی برحق سے دعا مانگتا لاکھوں روپیہ خیرات کیا گیا دو خواصین
 جلکر مر گئیں۔ محمد داؤد خان حکیم مومنا و حکیم سح الزمان کے علاج و عارف جراح کے
 مہم سے چار ماہ میں رو بصحت ہوئی تھی مگر تبدیل آب و ہوا کی غرض سے کشمیر کا سفر کیا گیا تو
 پھر مرض نے غود کیا اور آخر میں بیہوش درویش کے معالج سے غسل صحت ہوا شاہ ہزاری پر سے
 جواہرات نثار کیے گئے چار لاکھ شہزادی کو مرحمت ہوئے جاگیر میں بندر سورت سات لاکھ سالار
 آمدنی کا اضافہ ہوا اس میں بیس لاکھ انعامات میں اور دو لاکھ سے زیادہ خیرات ہوئی پانچ لاکھ
 مکہ معظمہ مدینہ منورہ بھیجے گئے شاہ جہان کے انتقال کے بعد بادشاہ عالمگیر نے قلعہ اکبر آباد میں خود
 جا کر اوسکا ماتی لباس اتروایا اور جلد اکان دولت و امر کو حاضری و نذر گزارنے کا حکم دیا اور
 حاضر ہوئے اور آداب بجالائے عمر یاد الہی میں سہری کے بعد انتقال شاہ جہان ۱۶ برس کے بعد ۹۹ برس کی
 عمر میں ۹۲ سنہ ہجری کو جہان آرا نے جہان فانی سے رحلت فرمائی ترکین تین کروڑ کا سامان چھوڑ
 سلطان المشائخ نظام الدین و لیا محبوب الہی کے روضہ اقدس کے صحن میں حین حیات جواہر سنے

محمد عظیم کو خلعت دیکر بیجا پور کی محکم کے لیے بھیجا تو کمال الدین خان کو بھی شاہزادہ موسوف کے ہم رکاب کیا اور انپربادشاہ نے نہایت شایانہ عنایتیں فرمائیں۔

انھیں ایام میں انکے والد نواب دلیر خان جو نہایت علیل تھے رحلت فرما ہوئے محاصرہ بیجا پور میں کمال الدین خان نے بڑی بڑی بہادریاں کی ہیں جب شہزادہ بیجا پوری ایک فوج عظیم لیکر شاہزادہ محمد عظیم کے لشکر کی طرف بڑھا اور نہایت سخت مقابلہ ہوا بہت سے لوگ قتل ہوئے آخر کار وہ منہ پھیر کر بیجا گاکمال الدین خان نے کمال شجاع سے وہ دلیری دکھائی کہ اپنے باپ دلیر خان کا نام روشن کر دیا

بقیہ صفحہ ماقبل اپنے لیے مجرب ننگ مرمر کا نہایت نفیس بنوایا تھا امین دفون ہوئی جس پر عبارت یہ کندہ ہو اقم کی چشم دید ہے ہوا ہی القیوم سے بغیر سبزہ پوشد کسے مزار مراد کہ قبر پوش غریبان میں کیساہ بس است بہ الفقیر الانانیہ جان آرمید خواجگان چشت بنت شاہجان بادشاہ غازی انار اللہ برمانہ سلف اللہ اسکی تصنیفات سے کتاب منس الارواح سوانح میری خواجہ امیری ہے جو اسنے عاقل خان خوشنویس شاہجان سے لکھائی ہے راقم نے دیکھی ہے عبارت بطور نمونہ کے جوڑا اور ننگ زیب کو خط میں لکھی تھی درج کیجاتی ہے۔ مناسب آنست کہ آن براور نامدار ازین امور و ردیہ و افعال شنیعہ کہ نتیجہ سوے خاتمہ و مٹم و خاتمہ عاقبت ست اجتناب لازم شمرده دہستہ منکے خاطر قدسی مناظرہ شاہنشاہ دین پرور و خاقان معدلت گستر تا مملکت مقدودہ سعی نماید و خوشنودی آنحضرت را از موجبات حصول سعادت و ازین فراگرفتہ از اراقہ دم متابعان حضرت خاتم النبیین در ماہ رمضان مبارک محترز باشد و احکام مرشد و ولی نعمت والی سلطنت اجماع ال اتثال نماید کہ فی حقیقت بقہ تمتلے اولی الامر منکم امتثال امر شاہنشاہ حقیقی است قدم در راہ خلاف خلیفہ الی سپردن مخالفت فرمان مالک الملک نمودن است۔

لے کمال الدین خان دیگر متعینہ رکاب باشاہزادہ باصناف عنایات مفتخر گشتند ۳۳۱ م اثر عالمگیری

اور کمال الدین خان ایسے زخمی ہوئے کہ زندگی کی امید باقی نہ رہی تھی چنانچہ وقایع بادشاہی سے مصنف ماثر عالمگیری صفحہ ۶۶۲ میں یہ عبارت لکھا ہے کمال الدین خان سپرد لیہ خان و فتح جنگ خان میانہ گلگونہ زخم را پیرایہ چہرہ جلالت نمودند۔

یہ ایسی قیامت ناک لڑائی ہوئی کہ انکے چھوٹے بھائی فتح محمد خان شہید ہوئے اور امان اللہ فرزند الہ وردی خان بھی کام آئے اور فتح جنگ خان بھی نہایت زخمی ہوئے۔ روایت ہے کہ کمال الدین خان کے اس کثرت زخم آئے تھے کہ بدن جنش کرنے کی قدرت نہیں باقی رہی تھی چالیس زخموں کے لیے بادشاہ نے چالیس جراح مقرر کیے تھے۔

ستہ جلوس میں کمال الدین خان کے زخم اچھے ہوئے اور یہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اس وقت عالمگیر نے کمال الدین خان کو خلعت تلوار اور عصاے سر کی مرحمت کیا آخر کار ماہ ذیقعدہ ۹۷۱ ہجری مطابق ستہ جلوس کو قلعہ بیجاور فتح ہو گیا سکندر شاہ عادل خود اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سکندر گرفت تاج فتح نکالی گئی اور بادشاہ عالمگیر نے نہایت خوش ہو کر کمال الدین خان کو خلعت

۱۷ زخمی کمال الدین خان لدویہ خان یہ شد ملازمت نمود بموجب خلعت شمشیر و عصاے سر کی شہزادہ آرزویش التیام پذیرفت سال سیم ۹۷۱ ہجری ماثر عالمگیری
۱۸ متعینہ فوج فیروزی اوج کمال الدین خان وغیرہ و دیگر پیش منصب کم منصب یا نعام خلایع و جواہر و ہب و فیل و اضافہ و خطاب بذل اصناف اعطاف نہ پھر رخ و اور بر آوردند ۲۸ ماثر عالمگیری۔

و خطاب جو اہرات اور ہاتھی گھوڑے اور دیگر شایانہ عنایتوں سے سر بلند کیا اور دیگر امر ابھی جو اس مہم و اس فوج میں متعین تھے سب کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا اسی مہم کے بعد ابو الحسن تانا شاہ کی مغزولی کی گئی اور قلعہ گو لکنڈ فتح ہوا اور میر عبد الکیم نے تاریخ سے فتح قلعہ گو لکنڈہ مبارکباد نکالی اور مورد تحسین ہوا یہ زمانہ ستمہ جلوس مطابق سنہ ۹۸۰ ہجری کا تھا دکن کی ان مہمات میں کمال الدین خان نے خوب خوب کار گزاریاں کی ہیں۔ مگر فرسوس کہ ماثر عالمگیری کے بحر چند مختصر واقعات کے کوئی دوسری مفصل تاریخ نہ ملی جو شرح و بسط سے کار نامے تحریر کیے جاتے۔

تاریخ مخزن اخبار کے صفحہ ۳۱ میں ہے کہ جب فرقہ ست نامی جو بیراگی فقیروں سے تھا اور اسنے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر کے بادشاہی ملازموں سے مقابلہ کیا جو تو اورنگ زیب کمال الدین خان کو نائی گوشالی کیلئے بھیجا اور انھوں نے وہاں پہونچ کر نائی تنبیہ گوشالی کر کے ان باغیوں پر فتح حاصل کی اس مہم میں نئے لشکر میں منجہ دیگر چٹانوں کے سرمست خان نے بڑی بہادری کی ہے چنانچہ اسی عہد میں اس مہم کے متعلق ہندی زبان میں کتب بنایا گیا تھا جو کتابے کورین مندرج ہے اور اسکی نقل یہاں درج کی جاتی ہے اورنگ زیب پیر کتاب بلے جن کو پ کمال دین بول ہکارو مار پڑی ست نامن کو تھان بہت کو سبھی بارو تھان بھٹا نو بلے سرمست خان صاحب کو گنوار کو دل مارو دیکھ رہے امر او سبھی جہان پا نو کٹو تھان پا نو نہ ٹارو۔

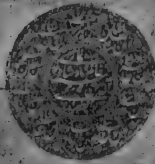
شہزادہ جلوس مطابق سنہ ہجری میں جب جاٹوں نے سراوٹھایا اور ہندون بیان
 میں جو اکبر آباد کے متصل ہے وہاں آکر لوٹ مار چائی تو عالمگیر نے شہزادہ
 بیدار تخت کو مع لشکر کے بھیجا اور شہزادہ نے وہاں جا کر قلعہ سنسلی کو جو ان
 سرکشوں کا مسکن تھا برابر باد کیا اور اسکے بعد شہزادہ نے راجہ بشن سنگ کو اپنی جگہ
 پر چھوڑا اور حکم دیا کہ چھ ماہ کے عرصہ میں اس گروہ کو قتل و قید کر کے انکی گڈھیاں چھین
 اور انپر اپنا قبضہ کر لو تاکہ ان موزیوں سے جو بے امنی پھیلی ہے وہ سر زمین پاک
 ہو جائے اور مخلوق کو راحت حاصل ہو۔ چنانچہ راجہ مذکور اس کام میں مصروف ہوا
 اور جو کچھ اسنے پیشگاہ بادشاہی سے امداد چاہی وہ اسکو پہنچائی گئی تو پچانہ حسب
 التماس اسکے پاس بھیجا گیا راجہ نے انکے قلعہ واقع کرنے کے لیے بہت کوشش
 کی بلکہ جاٹوں کا قلعہ سو کر چھین لیا مگر جیسا کہ انصرام اس ہم کے لیے درکار تھا وہ راجہ
 سے ظہور میں نہ آسکا یہ جامع بڑی اور نہایت شورہ پشت تھی اسلیے اک سخت
 زبردست ہاتھ کی ضرورت تھی ایسا شخص جو بد بشر شجاع ہو اور اس میں سرداری کے
 جملہ صفات موجود ہوں مطلوب تھا جب راجہ بشن سنگ نے غالب آسکے تو وہ گروہ
 اور بھی میابک ہوا اور دست درازی شروع کی پر گنہ ہندون بیان روپان ہمسوا
 ۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱
 ۴۷۲
 ۴۷۳
 ۴۷۴
 ۴۷۵
 ۴۷۶
 ۴۷۷
 ۴۷۸
 ۴۷۹
 ۴۸۰
 ۴۸۱
 ۴۸۲
 ۴۸۳
 ۴۸۴
 ۴۸۵
 ۴۸۶
 ۴۸۷
 ۴۸۸
 ۴۸۹
 ۴۹۰
 ۴۹۱
 ۴۹۲
 ۴۹۳
 ۴۹۴
 ۴۹۵
 ۴۹۶
 ۴۹۷
 ۴۹۸
 ۴۹۹
 ۵۰۰
 ۵۰۱
 ۵۰۲
 ۵۰۳
 ۵۰۴
 ۵۰۵
 ۵۰۶
 ۵۰۷
 ۵۰۸
 ۵۰۹
 ۵۱۰
 ۵۱۱
 ۵۱۲
 ۵۱۳
 ۵۱۴
 ۵۱۵
 ۵۱۶
 ۵۱۷
 ۵۱۸
 ۵۱۹
 ۵۲۰
 ۵۲۱
 ۵۲۲
 ۵۲۳
 ۵۲۴
 ۵۲۵
 ۵۲۶
 ۵۲۷
 ۵۲۸
 ۵۲۹
 ۵۳۰
 ۵۳۱
 ۵۳۲
 ۵۳۳
 ۵۳۴
 ۵۳۵
 ۵۳۶
 ۵۳۷
 ۵۳۸
 ۵۳۹
 ۵۴۰
 ۵۴۱
 ۵۴۲
 ۵۴۳
 ۵۴۴
 ۵۴۵
 ۵۴۶
 ۵۴۷
 ۵۴۸
 ۵۴۹
 ۵۵۰
 ۵۵۱
 ۵۵۲
 ۵۵۳
 ۵۵۴
 ۵۵۵
 ۵۵۶
 ۵۵۷
 ۵۵۸
 ۵۵۹
 ۵۶۰
 ۵۶۱
 ۵۶۲
 ۵۶۳
 ۵۶۴
 ۵۶۵
 ۵۶۶
 ۵۶۷
 ۵۶۸
 ۵۶۹
 ۵۷۰
 ۵۷۱
 ۵۷۲
 ۵۷۳
 ۵۷۴
 ۵۷۵
 ۵۷۶
 ۵۷۷
 ۵۷۸
 ۵۷۹
 ۵۸۰
 ۵۸۱
 ۵۸۲
 ۵۸۳
 ۵۸۴
 ۵۸۵
 ۵۸۶
 ۵۸۷
 ۵۸۸
 ۵۸۹
 ۵۹۰
 ۵۹۱
 ۵۹۲
 ۵۹۳
 ۵۹۴
 ۵۹۵
 ۵۹۶
 ۵۹۷
 ۵۹۸
 ۵۹۹
 ۶۰۰
 ۶۰۱
 ۶۰۲
 ۶۰۳
 ۶۰۴
 ۶۰۵
 ۶۰۶
 ۶۰۷
 ۶۰۸
 ۶۰۹
 ۶۱۰
 ۶۱۱
 ۶۱۲
 ۶۱۳
 ۶۱۴
 ۶۱۵
 ۶۱۶
 ۶۱۷
 ۶۱۸
 ۶۱۹
 ۶۲۰
 ۶۲۱
 ۶۲۲
 ۶۲۳
 ۶۲۴
 ۶۲۵
 ۶۲۶
 ۶۲۷
 ۶۲۸
 ۶۲۹
 ۶۳۰
 ۶۳۱
 ۶۳۲
 ۶۳۳
 ۶۳۴
 ۶۳۵
 ۶۳۶
 ۶۳۷
 ۶۳۸
 ۶۳۹
 ۶۴۰
 ۶۴۱
 ۶۴۲
 ۶۴۳
 ۶۴۴
 ۶۴۵
 ۶۴۶
 ۶۴۷
 ۶۴۸
 ۶۴۹
 ۶۵۰
 ۶۵۱
 ۶۵۲
 ۶۵۳
 ۶۵۴
 ۶۵۵
 ۶۵۶
 ۶۵۷
 ۶۵۸
 ۶۵۹
 ۶۶۰
 ۶۶۱
 ۶۶۲
 ۶۶۳
 ۶۶۴
 ۶۶۵
 ۶۶۶
 ۶۶۷
 ۶۶۸
 ۶۶۹
 ۶۷۰
 ۶۷۱
 ۶۷۲
 ۶۷۳
 ۶۷۴
 ۶۷۵
 ۶۷۶
 ۶۷۷
 ۶۷۸
 ۶۷۹
 ۶۸۰
 ۶۸۱
 ۶۸۲
 ۶۸۳
 ۶۸۴
 ۶۸۵
 ۶۸۶
 ۶۸۷
 ۶۸۸
 ۶۸۹
 ۶۹۰
 ۶۹۱
 ۶۹۲
 ۶۹۳
 ۶۹۴
 ۶۹۵
 ۶۹۶
 ۶۹۷
 ۶۹۸
 ۶۹۹
 ۷۰۰
 ۷۰۱
 ۷۰۲
 ۷۰۳
 ۷۰۴
 ۷۰۵
 ۷۰۶
 ۷۰۷
 ۷۰۸
 ۷۰۹
 ۷۱۰
 ۷۱۱
 ۷۱۲
 ۷۱۳
 ۷۱۴
 ۷۱۵
 ۷۱۶
 ۷۱۷
 ۷۱۸
 ۷۱۹
 ۷۲۰
 ۷۲۱
 ۷۲۲
 ۷۲۳
 ۷۲۴
 ۷۲۵
 ۷۲۶
 ۷۲۷
 ۷۲۸
 ۷۲۹
 ۷۳۰
 ۷۳۱
 ۷۳۲
 ۷۳۳
 ۷۳۴
 ۷۳۵
 ۷۳۶
 ۷۳۷
 ۷۳۸
 ۷۳۹
 ۷۴۰
 ۷۴۱
 ۷۴۲
 ۷۴۳
 ۷۴۴
 ۷۴۵
 ۷۴۶
 ۷۴۷
 ۷۴۸
 ۷۴۹
 ۷۵۰
 ۷۵۱
 ۷۵۲
 ۷۵۳
 ۷۵۴
 ۷۵۵
 ۷۵۶
 ۷۵۷
 ۷۵۸
 ۷۵۹
 ۷۶۰
 ۷۶۱
 ۷۶۲
 ۷۶۳
 ۷۶۴
 ۷۶۵
 ۷۶۶
 ۷۶۷
 ۷۶۸
 ۷۶۹
 ۷۷۰
 ۷۷۱
 ۷۷۲
 ۷۷۳
 ۷۷۴
 ۷۷۵
 ۷۷۶
 ۷۷۷
 ۷۷۸
 ۷۷۹
 ۷۸۰
 ۷۸۱
 ۷۸۲
 ۷۸۳
 ۷۸۴
 ۷۸۵
 ۷۸۶
 ۷۸۷
 ۷۸۸
 ۷۸۹
 ۷۹۰
 ۷۹۱
 ۷۹۲
 ۷۹۳
 ۷۹۴
 ۷۹۵
 ۷۹۶
 ۷۹۷
 ۷۹۸
 ۷۹۹
 ۸۰۰
 ۸۰۱
 ۸۰۲
 ۸۰۳
 ۸۰۴
 ۸۰۵
 ۸۰۶
 ۸۰۷
 ۸۰۸
 ۸۰۹
 ۸۱۰
 ۸۱۱
 ۸۱۲
 ۸۱۳
 ۸۱۴
 ۸۱۵
 ۸۱۶
 ۸۱۷
 ۸۱۸
 ۸۱۹
 ۸۲۰
 ۸۲۱
 ۸۲۲
 ۸۲۳
 ۸۲۴
 ۸۲۵
 ۸۲۶
 ۸۲۷
 ۸۲۸
 ۸۲۹
 ۸۳۰
 ۸۳۱
 ۸۳۲
 ۸۳۳
 ۸۳۴
 ۸۳۵
 ۸۳۶
 ۸۳۷
 ۸۳۸
 ۸۳۹
 ۸۴۰
 ۸۴۱
 ۸۴۲
 ۸۴۳
 ۸۴۴
 ۸۴۵
 ۸۴۶
 ۸۴۷
 ۸۴۸
 ۸۴۹
 ۸۵۰
 ۸۵۱
 ۸۵۲
 ۸۵۳
 ۸۵۴
 ۸۵۵
 ۸۵۶
 ۸۵۷
 ۸۵۸
 ۸۵۹
 ۸۶۰
 ۸۶۱
 ۸۶۲
 ۸۶۳
 ۸۶۴
 ۸۶۵
 ۸۶۶
 ۸۶۷
 ۸۶۸
 ۸۶۹
 ۸۷۰
 ۸۷۱
 ۸۷۲
 ۸۷۳
 ۸۷۴
 ۸۷۵
 ۸۷۶
 ۸۷۷
 ۸۷۸
 ۸۷۹
 ۸۸۰
 ۸۸۱
 ۸۸۲
 ۸۸۳
 ۸۸۴
 ۸۸۵
 ۸۸۶
 ۸۸۷
 ۸۸۸
 ۸۸۹
 ۸۹۰
 ۸۹۱
 ۸۹۲
 ۸۹۳
 ۸۹۴
 ۸۹۵
 ۸۹۶
 ۸۹۷
 ۸۹۸
 ۸۹۹
 ۹۰۰
 ۹۰۱
 ۹۰۲
 ۹۰۳
 ۹۰۴
 ۹۰۵
 ۹۰۶
 ۹۰۷
 ۹۰۸
 ۹۰۹
 ۹۱۰
 ۹۱۱
 ۹۱۲
 ۹۱۳
 ۹۱۴
 ۹۱۵
 ۹۱۶
 ۹۱۷
 ۹۱۸
 ۹۱۹
 ۹۲۰
 ۹۲۱
 ۹۲۲
 ۹۲۳
 ۹۲۴
 ۹۲۵
 ۹۲۶
 ۹۲۷
 ۹۲۸
 ۹۲۹
 ۹۳۰
 ۹۳۱
 ۹۳۲
 ۹۳۳
 ۹۳۴
 ۹۳۵
 ۹۳۶
 ۹۳۷
 ۹۳۸
 ۹۳۹
 ۹۴۰
 ۹۴۱
 ۹۴۲
 ۹۴۳
 ۹۴۴
 ۹۴۵
 ۹۴۶
 ۹۴۷
 ۹۴۸
 ۹۴۹
 ۹۵۰
 ۹۵۱
 ۹۵۲
 ۹۵۳
 ۹۵۴
 ۹۵۵
 ۹۵۶
 ۹۵۷
 ۹۵۸
 ۹۵۹
 ۹۶۰
 ۹۶۱
 ۹۶۲
 ۹۶۳
 ۹۶۴
 ۹۶۵
 ۹۶۶
 ۹۶۷
 ۹۶۸
 ۹۶۹
 ۹۷۰
 ۹۷۱
 ۹۷۲
 ۹۷۳
 ۹۷۴
 ۹۷۵
 ۹۷۶
 ۹۷۷
 ۹۷۸
 ۹۷۹
 ۹۸۰
 ۹۸۱
 ۹۸۲
 ۹۸۳
 ۹۸۴
 ۹۸۵
 ۹۸۶
 ۹۸۷
 ۹۸۸
 ۹۸۹
 ۹۹۰
 ۹۹۱
 ۹۹۲
 ۹۹۳
 ۹۹۴
 ۹۹۵
 ۹۹۶
 ۹۹۷
 ۹۹۸
 ۹۹۹
 ۱۰۰۰

وغیرہ خوب لوتے وہاں کے حامل و جاگیردار کوئی مقابلہ کی تاب نہ لائے اور دارالافتاء
 اگرہ کو بھاگ آئے جب اورنگ زیب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس مہم کے لیے
 کمال الدین خان کو انتخاب کیا اور ان کے نام اس مضمون کا فرمان صادر کیا
 کہ تم شجاعت شعار پیش منصب کا رطلب خانہ زاد بادشاہی ہو تگو ہندون بیانہ اور اسکے
 محالات کی جاگیر عنایت کیجاتی ہے جسکی تفصیل اس فرمان میں درج ہے اور تم فوجدار
 وہاں کے کیے جاتے ہو لہذا نہایت جلد وہاں جا کر مفسدہ نکی سرکوبی کرو اور اگر وہ گروہ
 عدول حکی کرے پھر کوئی دقیقہ انکی بربادی کا اوٹھانہ کھنا تاکہ وہ ملک اون
 شہ کشوں سے بالکل صاف ہو جائے اور عامل و گماشتے مطمئن ہو کر وہاں کے محال
 میں قیام رکھیں اور رعایا کی دجمعی اور مالگزاری کا اضافہ اور وصولیابی کا انتظام خاطر
 خواہ ہوتا رہے تگودہاں جا کر اپنی کارگزاری اور حسن لیاقت کا ثبوت ادا کرنا چاہیے
 بوجہ عجلت کے یہ فرمان گزر برادر کے ہاتھ روانہ کیا جاتا ہے چنانچہ حسب احکم
 کمال الدین خان ہندون بیانہ تشریف لیگئے اور اپنی ذاتی لیاقت و شجاعت سے اس
 گروہ باغی کا قلع و قمع کر ڈالا اور باغیوں کے ہتھیار میں کوئی کسر اوٹھانہ رکھی سزائیں
 ہندون سے فساد کا غبار بالکل مٹا دیا ہر طرح کی پھیل گئی اور بدستور کاروبار جاری
 ہو گیا بادشاہ نے انکی کارگزاری و خوش تدبیری پر نہایت تحسین کی اور انکے
 منصب میں جسکا تذکرہ اوپر آچکا ہے اضافہ کیا اس جنگ میں کمال الدین خان کے
 لشکر کے بہت چھان کام آئے چنانچہ بعض انکے نامور افغانوں کے وارثوں کو بادشاہ
 نے جاگیریں دیں اور انکے نام پر وہاں نے عنایت کیے ایام غدر تک ان جاگیروں کے
 فرمان جو عالمگیر کی طرف سے مرحمت ہوئے تھے شاہ آباد میں باقی تھے ہیں یہ نوٹ فرمان کا یہ ہے

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين



شاهت مبارک اعلیٰ العز و الاکرام کمال الدین شاه

مشیر

امیدوار بوده بداند که کما فی قوله با بر و دست نمره نایه

سند

حدیث خلافت کبریا و جبر مملکت فرزند ایزد را عالی نسب بزرگوار که از او شایسته و مجرب است بخت مبارک و جلال کمال

نموده و چنانچه این کتب و موطن که در این کتاب است قد و فراموش ساخت از این کتاب که در این کتاب است که در این کتاب است

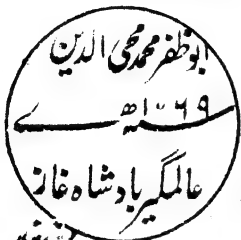


بقعه فومان شاهي بگرام نواب كمال الدين خان

سکہ جلوس میں جب صوبہ ملتان میں ایک فرقہ نے جو فقیری لباس میں تھا
فساد اختیار کیا اور بلوچوں نے علیہ د آشوب اٹھایا تو بادشاہ عالمگیر نے شاہزادہ
محمد معظم عرف بہادر شاہ کو لاہور میں اس مهم کے لیے مامور کیا اور سوقت
کمال الدین خان کے نام فرمان صادر کیا کہ تم شاہزادہ
موصوف کی خدمت میں فوراً حاضر ہو تمہارے منصب کے لائق جو خدمت ہوگی
وہ شاہزادہ تجویز کر کے سپرد کر دیکھا اور اس سے مابعد دولت کو مطلع کر دیا شاہزادہ
نے لاہور میں لشکر کی فراہمی کے لیے توقف کیا اور وہاں جا بجلے لشکر جمع
ہونے لگا چنانچہ کمال الدین خان بھی حسب احکم شاہزادہ کے پاس گئے اور انکے
متعلق جو شیراز خان کو خدمت دینی تھی سپرد ہوئی جب کل امرا جمع ہو گئے اور
لشکر کا انتظام پورا ہو گیا تو ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۵۵ ہجری کو شاہزادہ محمد معظم ملتان کو روانہ ہوا
اور ملتان میں اوسکا بیٹا شاہزادہ معز الدین صوبہ دار مقرر کیا گیا اوسکے بعد شاہزادہ
نے وہاں جا کر بلوچوں سے مقابلہ کیا اور نہایت سخت مقاتلہ پیش آیا مخالفت کا
غلبہ حد سے زیادہ ہو گیا تھا مگر آخر کو خداوند کریم نے بادشاہی لشکر کو فتح عنایت کی
کمال الدین خان سرخورد ہوئے بادشاہی فرمان اصلی آجتک موجود ہے جسکی
نقل تحریر کی جاتی ہے۔

۱۰ شیراز خان شاہ وردی کے بیٹے اور نرور کے فوجدار تھے انکا منصب
ہزار و پانصدی ذات اور سترہ سو سوار کا تھا مگر وہ کسی وجہ سے خدمت مندرجہ فرمان
سے علیہ کیے گئے اور بجلے انکے کمال الدین خان نہایت تحسین و قدر افزا مخاطبت
اس خدمت کے لیے مقرر کیے گئے۔

اقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام کمال الدین خان



بموجب دستور عمل منشور مطاع عمل نمایند

مسواک و دہانہ

خانہ ادشجاع شہسوار لائق المرحمت والاحسان کمال الدین خان غازی بن دشاہی ایہ
 از آنجا کہ قبل ازین خدمت متعلقہ اوشیرنگن خان مرحمت شدہ حکم گیتی
 منقاد لازم الانقیاد و نقاد می یابد کہ بعد رسیدن ابطلی خانند کور باید کہ آن خانہ زاد سیریل
 استعجال بخدمت فرزند بجان پیوند بر خوردار نماید از اعزاز شدہ کامکار عالی نسب
 و الاتباع منظور نظر حضرت آفریدگار غرہ ناصیہ دین دولت قرہ باصرہ ملک و ملت
 مبیط انظار عنایت مطلع انوار مرحمت ظل جلیل القدر منبع الشان عظیم المنزلت رفیع
 امکان المحفوظ بہ حفظہ الحافظ الکلام المہتمسک بہن محمد معظم بہا در شاہ کہ بر تن
 دار السلطنت لاہور مامور شدہ بہ شتاب و جمعہ کہ آن قابل الاحسان بہ آورد نشان
 آستان فلک نشان ملک پاسبان براہ بندگی در گاہ آسمانجاہ مامور بود آن فرزند غزا
 اشد تجویز مناصب در غور حالت و تربت آہنا خواہد نمود بر طبق آن معروض مہکس
 اقدس خواہد گردید۔ نو ذہم ذی القعدہ سال چہلم از جلوس والا تحریر یافت۔

بر سالہ کثرین فدویان



تاریخ اخبار محبت میں ہے کہ جب اورنگ زیب نے ۵۱ برس فرمانروائی

۹۰ برس کی عمر میں سالار احمد نگرین عالمگیر نے رحلت کی مرنے سے چند روز پہلے وصیت بھی لکھا تھا اور سلطنت کا یہ انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بیٹے محمد کام بخش کو جو بہت پیارا تھا اور بیجا پور و گلکنڈہ مرہٹہ فرمایا اور اپنے روبرو روانگی کا حکم دیا اور محمد عظم کو صوبہ مالوہ کی مرہٹہ اور عطا علی اور حکم دیا کہ میرے پاس سے ود جائے اور ہر منزل میں دو روز قیام کرے تاکہ دو روز ہو جاوے اور لشکر میں نگر نہ پڑ جائے اور پاس رہنے سے شاہجہان کا معاملہ پیش نہ آجائے اور مجھے کفایت کرے لکن شاہزادی زینت النساء علیہا السلام کے لکھنے سے باپ کے انتقال کے بعد عظیم شاہ راستہ سے واپس آگیا اور ۳۱ روز ماتم میں رہا اسکے بعد تخت پر بیٹھا اور ہر محمد عظم جو سرحد کابل پر رہتا باپ کے مرہٹہ کی خبر سن کر تخت نشین ہوا۔ سلطان عظم کے کئی فرزند تھے جس میں دو شاہزادے تھے خیر جہاں شاہ اور فیض القدر اسکے پاس تھے اور بڑا بیٹا اسکا محمد معز الدین جہاندار شاہ صوبہ ملتان کا حاکم تھا اور مغل بادشاہ عظیم الشان بیٹہ عظیم آباد کا صوبہ دار تھا سلطان عظم نے محمد عظم کو لکھا کہ تم جو قسبیم پوری کے ملک و گن پر قبضہ کرو عالمگیر نے عظم شاہ کے لیے کل جنوبی و مغربی ملک مع دکن کے بخیر کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اگر وہ دار السلطنت بنے اور سلطان عظم شمالی و مشرقی صوبوں پر قبضہ کر کے دلی کو دار الخلافہ مقرر کرے مگر سلف کا قول دو بادشاہ دارالقلعہ لکھنؤ مشہور ہو محمد عظم احمد آباد سے گویا رہو تا ہوا اگر وہ آگیا اور اسکے آنے سے پیشتر ہی سلطان عظم معہ بیٹوں کے اگر دکن میں داخل ہو چکا تھا طرفین سے جان توڑ جھگڑا نہ کرے اوپر ہو چکے لڑائی ہوئی شاہزادہ عظم جو نہایت شجاع تھا اور اپنے مقابلہ میں بھائی کی حقیقت نہیں سمجھتا تھا کام آیا اسکے بعد سلطان عظم مستقل بادشاہ ہوا۔

یہ واقعہ ۱۰ ربیع الاول ۱۰۹۱ھ کو بعد وفات عالمگیر کے پیش آیا عالمگیر کی کل اولاد ذیل علم تھی جسکی تفصیل یہ ہے۔

محمد عظم ۱۲ شعبان ۱۰۹۱ھ ہجری کو دہلی میں باوجود بیگم کے بطن سے جو شاہنواز خان صغوی کی بیٹی تھی پیدا ہوا تھا نہایت قابل و شجاع تھا عالمگیر اسکو مصاحبے بدل کہا کرتا تھا اسکا تباہ اکبر آباد بھیجا گیا تھا۔

کر کے انتقال کیا ہے تو اسکے بیٹوں میں تخت کے لیے خلیجی ہوئی ایک

ابن قحطیہ ماقبل کا مہم بنش ۱۰ رمضان سنہ ۵۸۷ کو اوڈپوری بانی کے بطن سے پیدا ہوا حافظ کلام اللہ
تو شہنشاہ تھا باپ کے انتقال کے دو برس کے بعد باہمی محاربہ دکن میں مارا گیا۔

میر معظم رجب سنہ ۵۸۷ میں نواب بانی کے بطن سے پیدا ہوا تھا علم حدیث میں اسکو قدوۃ الخیرین
کہتے تھے حافظ قاری خوش الحان تھا عربی سی فصیح بولتا تھا کہ اہل عرب پسند کرتے تھے نہایت
دیندار رحیم دل فیاض بادشاہ تھا اسکے عہد میں بڑی امن رہی پانچ برس حکومت کی لاہور میں کرشنی
تنبہ کو لیا تھا ستر برس کی عمر میں انتقال کیا جو قطب صاحب میں مدفون ہوا۔

محمد سلطان شاہینزادہ محمد اکبر زیب النساء ہر سہ باپ کے حیات میں انتقال کر گئے تھے سلطان معظم کے
بعد اسکے چار بیٹوں میں تخت کے لیے باہم جنگ ہوئی مگر عزیز الدین جہاندار شاہ بادشاہ ہوا مگر نالائق
انکلا ۱۱ مئی ۵۸۷ روز سلطنت کرتے کے بعد فرخ سیرین عظیم الشان بادشاہ ہوا وہ بھی پچھ برس
تین مہینے اور حکومت کرتے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے ماروالا اور مقبرہ ہمایوں میں دفن کیا گیا
اور اسکی جگہ پر مرزا رفیع الدرجات بن رفیع الشان بہادر شاہ کو تخت پر بٹھایا گیا وہ تین ماہ حکومت
کر کے میں برس کی عمر میں وق کے مرض میں مر گیا جسکے بعد حسب صحت اسکے اسکا بھائی شمس الدین
رفیع الدولہ کو تخت نشین کرایا گیا مگر وہ بھی چند ماہ سلطنت کر کے اور بیمار ہو کر مر گیا اسکے بعد شہنشاہ
عرف محمد شاہ زکیلیہ جو خجستہ اختر جہان شاہ بن بہادر شاہ کے فرزند تھے تخت پر بیٹھے یہ برسے ریلیہ
نیکے حبش و غفلت میں تخت سلطنت کو کھو دیا نادار شاہ نے حملہ کیا دہلی کو قتل و لوٹتا ہوا کراؤالا
جس سے پھر دہلی بدستوری ۲۵ سال ۸ ماہ حکومت کر کے سادات بارہہ کا خاتمہ کیا اور آپ بھی لڑی
جنت ہوئے اسکے بعد برائے نام بادشاہ مغلیہ ہوتے رہے روز بروز رستزل ہوتا ہوا آخر شاہ نے
جلوس کیا مگر کمزوری بڑھتی گئی مرہٹوں کا غلبہ ہوا احمد شاہ زانی کے محاربے ہوئے چھ سال میں اس حکومت
کر کے احمد شاہ بھی سدھارے بعد عزیز الدین عالمگیر ثانی نے ۵ سال آٹھ ماہ حکومت کی اسکے بعد
سلطان علی گوہر شاہ عالم ثانی نے ۴ سال سلطنت کی لنگے بعد اکبر شاہ ثانی ۱۳ سال پر کام قلعہ میں جلوس
ہوئے کہنی انگریزی مسلط تھی لنگے بعد ۱۲ مہینے سلج الدین بونظربادشاہ نے جلوس کیا اور ۱۲
میں بالزام بغاوت ۱۸ عہد کے رنگون بھیج دیے گئے اور اسطرچر سلطنت تیموریہ کا خاتمہ ہو گیا۔

طرف سے شاہزادہ محمد عظیم شاہ عالیجاہ مع اپنے لڑکوں کے اور دوسری طرف
 شاہزادہ محمد عظیم شاہ عالم الخاطب بہ بہادر شاہ مع اپنے بیٹوں کے فوجیں لیکر آیا
 اور نہایت سخت مقابلہ ہوا شاہزادہ محمد عظیم جو ولیعہد اور خلیف اکبر تھا اور سبکی
 طرف کمال الدین خان بھی شریک تھے اور خان موصوف کے ساتھ
 ان کے بھائی بھتیجے بھی موجود تھے پیشتر میدان جنگ میں عظیم شاہ کے دونوں سہرا
 والا جاہ اور بیدار بخت گولوں سے کام آئے جس پر عظیم شاہ نے آگ آہ پر درود ل
 سے کھینچی اور کہا کہ اب کچھ لطف زندگی کا نہیں ہے یہ لکھ مرنے پر کمر باندھی اور ایسے
 متواتر حملے کے کہ برادر مخالف کی صفیں لوٹ دین قریب تھا کہ علیہ پاکر فتح اُسکو
 حاصل ہو مگر نیرنگی تقدیر سے دوسرا موقع پیش آگیا عین ہنگام میں ایک تڑھی سیا
 ایسی اٹھی جس سے تمام عالم میں تاریکی چھا گئی اور ہوا کا رخ عظیم شاہ کی فوج کی طرف
 پیدا ہو گیا تسلیم اور ہر سے بوجھ بھینکا جاتا تھا وہ خود انھیں کی طرف پھرتا تھا
 سلطان عظیم کی فوج نے یہی امداد سمجھی اور عظیم شاہ کی فوج کو پھروں اور گولیوں کی
 بارش پر رکھ لیا مرنے والے خان و مصطفیٰ خان پسران محمد خان یعنی
 دلیر خان کے پوتوں نے اور کمال الدین خان کے دیگر بیٹوں نے گھوڑے
 اٹھائے اور عظیم شاہ کی فوج میں گھس گئے اور ایسے سہمے کئے کہ قیامت پکڑی
 فتح خان جو دلیر خان کے عزیز تھے زخم کھا کر سرخرو ہوئے محمد عظیم شاہ
 کو دیرہ میں گھیر لیا اور تیروں کا بیٹھ بربساں شروع کیا عظیم شاہ نے بھی چار ترکش
 تیروں کے خالی کر دیے جس کے تیر تاک کر مارتا تھا وہ جو ان خاک پر گر جاتا تھا
 سہالت میں تیسرا شاہزادہ چودہ برس کا جو باپ کے پاس باہمی پر عاری میں

بیٹھا تھا وہ بھی تیر سے زخمی ہوا اعظم شاہ نے خود اسکے بدن سے تیر نکالا اور کہا کہ
 نو نظر سر جکا کر لیٹ جا مگر وہ شیر بچہ ریشی نہوا اور بدستور بیٹھا رہا اعظم شاہ نے
 کثرت زخموں سے پیاس کی شکایت کی فیلبان نے صراحی پیش کرنا چاہی مگر
 شہزادہ نے کہا کہ وقت اسکا نہیں ہے میں شہزادہ کا فیلبان بھی گولی کھا کر گر گیا
 محمد اعظم نے خود اشارہ سے ہاتھی ہانکا اور بہت نہ بار انا گاہ ایک بے وق کی گولی
 شاہزادہ محمد اعظم کی پیشانی پر لگی اور اسکے ساتھ اسکی روح پرواز کر گئی اسکے بعد
 بہادر شاہ کی فتح ہوئی شادی نے بجائے گئے سلطان محمد اعظم نے تخت
 سلطنت پر جلوں کیا اور اپنے باپ کا دیا ہوا خطاب بہادر شاہ اختیار کیا
 جن سرداروں نے اس معرکہ میں جان بازی کی تھی وہ سب غارت ترقی نصیب
 سر فرزند ہوئے علی انھوں میں سادات بارہہ اور خاندان دلیر خان جو شہر یک غالب تھا
 سر فرزند کیے گئے اس معرکہ میں سات اشخاص دلیر خان بہادر خان کی نسل سے
 شہر یک تھے کمال الدین خان اور انکے ساتھ عزیز خان مرتضیٰ خان
 مصطفیٰ خان بہادر خان و حیات خان وغیرہ تھے اور انھوں نے جاستان

سلطہ دین گری بنگالہ بادشاہ از طرف جنود کہ مقابل فوج عالیجاہ بود بر خاست عرصہ عالم
 تاریک گردید تیر کہ سپاہ عالیجاہ می انداختند ہم آہنا میر سید سپاہ بہادر شاہ ظہور این لطیفہ غیبی
 را از آہ آسمان دانست مخالفان را بہ تیر و تفنگ و بان فرو گرفتند خصوصاً مرتضیٰ خان مصطفیٰ خان
 و دیگر افغانان برادران و بنادر دلیر خان اولے حقوق تربیت یافتہ قدیم را بطور آورده اسپارا
 جولان کردہ بقول عالیجاہ رسید خسرو و شرفیامت برپا ساخت و فتح خان برادر زادہ دلیر خان از زخم
 سرخروئی بر داشت صفحہ ۴۰۱۹ تاریخ اخبار صحت تذکرہ جنگ پسران عالمگیر۔

حملہ کیے تھے ہر ایک کو خلعت و منصب سرفرازی حاصل ہوئی اس جنگ
میں جو کمال الدین خان وغیرہ کے متعلق تذکرہ ہے وہ عبارت ہم بیان نقل کیے
دیتے ہیں بعد مقتول شدن اعظم شاہ شاہ عالم بہادر شاہ
بر تخت سلطنت نشست درین جنگ کثرت و یان جانبازی
نمودہ خصوصاً سادات دلاوران بارہہ و سرداران افغانان
مثل کمال الدین خان مرتضیٰ خان عزیز خان خاں بہادر خان
وحیات خان بدرجہ تردد مردانہ کردہ ہفت کس سرداران
نامی از نسل دلیر خان و بہادر خان بکار آمد ہر یک بختاب
و باضافہ منصب سرفراز نمودہ۔

نواب کمال الدین خان کا شاہ آباد کی تکمیل کرنا

یہ تو دلیر خان کے تذکرہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ دلیر خان کے بعد و نیز عدم موجودگی
میں جو شاہ آباد کی آبادی کا انتظام ہوا ہے وہ کمال الدین خان کی ذات سے
ہو اعمارات کی تعمیر ہر ایک محلہ دار کو اراضی کی تقسیم معاملات شاہ آباد کی بادشاہ
سے عرضداشت یہ سب کام انھیں نے کیے بعض کاغذات جو زمانہ آبادی میں ان کی ادارت
سے کار سے دیے گئے ہیں ان کی نقل یہاں پر بطور نمونہ کے تحریر کی جاتی ہے اور بعض
اسناد جو ان کی طرف سے قابل ذکر اشخاص کو ملے وہ علیحدہ ان کے تذکرہ میں بھی شامل کیے گئے ہیں

انقل سند منجانب کمال الدین خان بنام اسماعیل خان مورس
بست و چہارم شہر رمضان المبارک ۱۰۹۷ھ مطابق سنہ ۱۷۸۵ء

متصدیان حال و استقبال پر گنتہ شاہ آبا و امیدوار ہووے بداندند۔
موازی بست و یک بیگہ پختہ اراضی اقتادہ لایق آبادی در سواد قصبہ طور من
ابتداءً فیصلہ فرمیت سال ۱۰۹۷ھ کے لئے سکونت و آبادی رعایا بنام
ملک اسماعیل خان قوم افغان من زری از سابق تاحال بر فاقہ ہمراہی اینجانب
سیر و تحمل و دلاوری بکار بردہ لہذا اسعہ فرزند ان مقرر و معاف نمودہ شد باید کہ
ارضی مذکور پیمودہ و چاک بستہ حدود و جہاد ساختہ بقبض و تصرف مشار الیہ آئند
کہ سکونت و آبادی و وزیدہ در شعار تہورانہ سرگرم و ہوشیار باشند جو ہی من اوجہ
معرض من اہم نشوند بہر امور مرجعہ لازمہ غور و حیانہ لازم دارند در ین باب تاکید
مزید دانستہ حسب السطور عمل آرند۔

اسکے متعلق ایک حکمنامہ بھی کمال الدین خان کی طرف سے اہلکاران بڑی دیوہی
کے نام صادر ہوا تھا کہ الماس امین دین محمد دہہ و سیو کر کے کارکن کاشی رام
و پو پچند اراضی پمایش کر کے اور چاک باندھ کر کے اسماعیل خان اور اسکے
فرزندوں کو زمین بنا بر آبادی کے دیوین چنانچہ اس حکم کی اہلکاروں نے
اسمعیل کی حدود میں دیوانخانہ شمشیر خان شمالی حد میں واقع ہے مہرین وغیرہ
بڑی ہوئی ہیں۔

نقل سند بنام تاج خان منجانب نواب کمال الدین خان

بلا و شاہ عالمگیر متصدیان مہات حال و استقبال پر گنہ شاہ آباد امیدوار ہووے بند
 کمال الدین خان تاج خان سلطان خان تاج خان قوم افغان مہمند
 و سرکار آمدہ التماس نمود کہ مایان بموجب ایملے و ارشاد نواب
 قبلہ مرحوم معذور برائے سکونت و آبادی جائیکہ تجویز فرمودہ موافق آن درکان
 معہودہ آبادی و اہم لیکن از باعث شرکت قبہ برادران دیگر مردانہ مکان آبادی
 نمود از سرکار میخواستیم الحال موافق اظہار نامبرودہ موازی چیل بیگہ اراضی بختہ
 مع حدود اربعہ موافق آبادی قدیم از سرکار صادر شدہ باید کہ بخاطر جمع تمام معہ
 فرزندان در مکان مذکورہ آباد ہووے باشند و گاہے متصدیان سرکار از اراضی مذکورہ
 مزاحم و معترض نشوند در نیاب تاکید مزید و نسبتہ حسب اہل قوم بعمل آرد۔ للہ کہ بختہ

شرف دیوان پانچان حد ہورہ محلہ قرب خان حد ہورہ محلہ باقری شرقی حد ہورہ محلہ بازید خیلان

تقریر فی التایخ بست و پنجم شہر صفر

اسی طرح بازار شاہ آباد کا بھی انتظام عمل میں لایا گیا ہے پیشتر نواب لیر خان نے
 میکوچو دہری کو پچاس بیگہ اراضی دیکر چودہ ہریت پر مقرر کیا تھا اسکے بعد کمال الدین
 خان نے بازار دیر گنج اور دستونکی چودہ ہریت جمال خا مخیل کو عنایت کی ہے
 اسکے بعد دیوان مبارک کو دیکھی ہے دیوان مبارک پیشتر متصدی تھے مگر ترقی
 اگر کے نواب سردار خان کے نائب ہو گئے تھے بعد انتقال دیوان موصوف کے

چودھراہٹ اب کے فرزند عظیم خان کو دیگی تھی دیوان مبارک کی طرف سے اٹکا گشتہ
نرخین داس کلواری نام کرتا تھا اور ایک سو پچاس روپیہ سالانہ ان کا محصول ادا کیا
جانا تھا بعد ازاں نواب کمال الدین خان کے ان کے فرزند نواب مسزاد خان
اور پوتے نواب شیراز خان نے یہ چودھراہٹ محمد دلاور محمد نصیر محمد جعفر کو جو
عظیم خان کے ورثا تھے عنایت کی ہے ان کے بعد بازار کا انتظام میر قادر داد خان
کو جو دیوان مبارک کے نبیرہ تھے سپرد کیا گیا ان سب کے کاغذات اس وقت
پیش نظر ہیں۔

نقل سند چودھراہٹ بنام دیوان مبارک منجانب نواب کمال الدین خان

متصدیان مہات حال و استقبال شاہ آبا و بعنایت امیدوار بودہ بداندند۔
چون خدمت چودھراہی دلیہ گنج و گدرباز تغیر حال و تحصیل معتمد خدمت مبارک
مقرر و مفوض فرمودہ شد باید کہ خدمت مامورہ را از حسن سلوک استی و دوستی بتقدیم
رسانند تا جہد و انام و مہاجنان بیوپاریان کا سببان آچنان سلوک بکار بردہ کہ
روز بروز آبادانی شہر وقوع آید و تنفس را از خود متفرق نشلی نگر داند و مطابق مول
اعمال دستور قابض و متصرف بودہ باشند در نیاب تاکید دہستہ حسب السطور عمل
آرند شہر بیع الثانی سلسلہ جلوس والاقلی گشت مطابق سنۃ اللہ

اسی طرح سلسلہ جلوس عالمگیری میں جب درگاہ دین اسلام سے مشرف
ہوا ہے اور اسکا نام محمد حسین قرار پایا ہے تو نواب کمال الدین خان نے اپنے
علامہ میں اسکو چودھری قانو کو مقرر کیا ہی پیشتر اس کے میسلسے و امرے چودھری تھے

اور سیریل دھرم داس قانونگو تھے مگر وہ کار گزار نہ ثابت ہوئے لہذا بجائے انکے
راجہ درگا سہلے کا تقرر ہوا اور یالیس موضع انکے سپرد ہوئے انیس موضع اور وہ
چاکٹ یور بھی کے متعلق تھے اور اکیس موضعات علاقہ ایکوان کے تھے۔

سند چودھرائی و قانونگوئی علاقہ بنام راجہ درگا سہلے منہج

نواب کمال الدین خان

متصدیان مہات حال و مستقبل پر گنہ شاہ آبا و اجداد کا خیر آبا و اجداد متصدیان
چون مہسین ام و امراے چودھرائی سیریل و دھرم داس قانونگویان پر گنہ مذکور
یغایت مجہول و ناکارہ بودند و در سربراہی کار و امور متعلقہ رسیدن ننہ مستند
و رعایا و برابرا محال مذکور از دست بدسلوکی آہنا ہمیشہ نالش و اویدا میکردن برابرا
نظر بر سر آمد کار و رفاہیت رعایا داشتہ مشارالہا از خدمت چودھرائی و قانونگوئی
و محال مسطورہ بر طرف ساختہ راجہ درگا سہلے کہ از سعادت ابدی بشرف اسلام
مشرقت شدہ باسم محمد حسین موسوم گردیدہ اور اچودھری و قانونگوئی پر گنہ
مہرقوم نمودہ شد باید کہ مشارالہ راجہ دھرائی و قانونگوئی مستقل نہستہ معاملہ مختصر
و تحصیل باستصواب و مینمودہ باشند و طرق مومی الہیہ نیکہ خدمات متعلقہ خود را بر آتی
و درستی بقہریم رسانیدہ و انچہ کفایت سرکار و آبادانی محال افزونی مال و منصب
ظہر و آید سعی و مجتہد باشد و رعایا و برابرا از معاش حسنہ و حسن سلوک خود رنجی
و شا کر و از خود ستور عمدہ خود موافق اہتمام از سوائے مال سرکار از رعایا متصرف و

در لوازم ہر براہ کاری و دولتی و ہائی کوشش و در نیاب تا کید و فتنہ حسب المسطور
پہل آری نہ تخریر فی التالیخ نہم بیع الثانی سلسلہ جلوس والا۔

شرح شمن خدمت چودہ ہرای و قانہ نگونی پر گنہ شاہ آباد سرکار خیر آباد از فقیر
میسلم ام و امراے چودہ ہریان بیرون و و ہر داس قانہ نگویان اجہ رگا سہا نام
کاز سعادت ابدی شرف اسلام مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردید مقرر شد

مجال	اصلی	داخلی	موضع ازہل در آبادی قبسہ
لکھ موضع چاک	بے موضع چاک	لکھ	شاہ آباد
جولی متعلقہ بے موضع چاک اصلی سے داخل	چاک اصلی سے داخل	ایکوان لکھ اصلی سے داخل	
تھوک داندو	تھوک	تھوک امرہ	اصلی لکھ داخل
آغا پور	پرٹھوان	پور وہ	سراے
تھوک چاند	خان پور	رسو پور	کویان
کنہ ضرپور	گیانوان	نصیر پور	چٹھو
ہرولی	بند با	ایکوان	سراے راناک
فتح پور	ہری		
کھلیا اصلی سے داخل لکھ			

کرنامو بھگایوان روپا پور کچہ خواجہ کلان بیجا نر سیامو
بتاریخ و بیع الثانی اسلئے نقل بد فتر رسید
محمد مراد جلال الدین کارپردازان دیورھی نواب صاحب

شاہ آباد کی عمارت

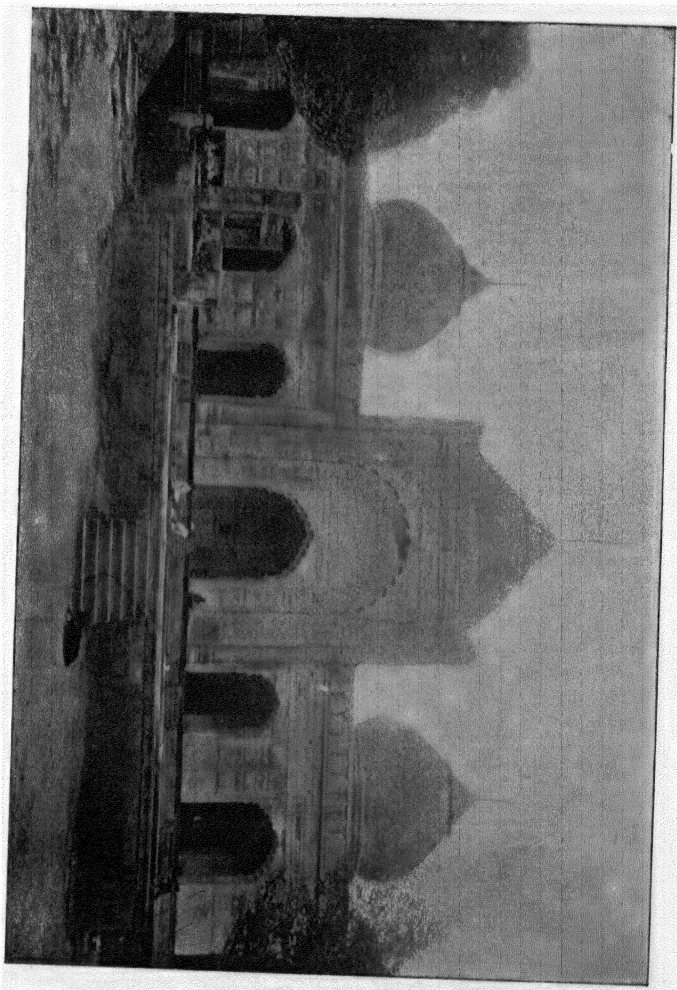
جن عمارتوں کی بنیاد نواب ولہ خان نے ڈالی تھی وہ سب کمال الدین خان نے
 تیار کرائیں عمارتیں عالیشان و مستحکم ہیں کہیں پر کوئی بات بقاعدہ نظر نہیں آتی یا
 بھی لایق باہیونی امارت و نفاست اور معارون کی دستکاری ثابت کرتی ہے
 برمی ڈیوڑھی اسکی عمارت چھراورایت کی تھی مصاحبہ کی خوبی و عمدگی کا یہ عالم ہے
 کہ آج قریب دھائی تین سو برس کے زمانہ گذرا مگر جو جسے اسکے باقی ہیں وہ آج تک
 بہستور یلامرست کھڑے ہوئے ہیں اکثر مکانات کے قطعات بہت خوبصورت
 بنائے گئے تھے بعض مکانون کی بنیاد جو کھود کی تو پانی کی سطح تک پانی گئی تمام
 محلات میں پانی چوبزجی کے کنوین سے پہونچایا گیا تھا اندر قلعہ کے دیوان خانہ اور
 موتی محل بارہ درمی وغیرہ نہایت نفیس قلعے تیار کرائے گئے تھے صحن مکان میں
 حوض پانی کے لبریز رہا کرتے تھے زیر پچانک پائین باغ کا ہر ابھر منظر پیش نظر
 رہتا تھا کرسی کی بلندی شہر کے دیگر مکانون کے بالا خانہ کے سطح کے برابر تھی دو
 پچانک جو جنوبی و شمالی تھے چھروچونہ سے بنائے گئے تھے اور بڑی اونچی دیوار
 سے بڑی دیوڑھی کا احاطہ گھیرا گیا تھا بازار کی طرف جو پچانک تھا اسپر سیڑ
 سیڑھیان بنائی گئی تھیں بارہ درمی جو باہر اور اندر دونوں جانب کے منظر کی
 نشہ نگاہ تھی وہ بہت خوشنما عمارت تھی افسوس کہ گردش زمانہ سے انکی اولاد
 نے وہ سب عمارتیں کھود ڈالیں اب صرف حمام باقی ہے جسکے اندر کے میل
 بوئے باوجود اس خستگی وہ کثافت کے ابتک اپنا رنگ و روغن اور آب تاب

دکھلا رہے ہیں صد یا برس سے نہ کسی نے مرمت کرائی نہ صاف کیا گیا مگر اپنے استحکام سے اب تک بدستور بنا ہوا ہے کہیں ایک قطرہ نہین ٹپکتا یہ کل عمارت کڑے کی تھیں اب تجھنا لاکھ روپیہ سے کم میں صرف حمام جس میں تین درجے ہیں تیار نہیں ہو سکتا۔

نواب دلیر خان کا مقبرہ

یہ مقبرہ شاہ آباد کے شمال کی جانب واقع ہے نیچے کا حصہ چوڑے اور اونٹ اور کنکر سے اور بالائی حصہ سرخ پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے یہ عمارت نہایت شاندار ہے مضبوطی اور پتھر کے نقش و نگار کے اعتبار سے فی زمانہ لا جواب ہو تیسرا حصہ جو سب سے بلند تھا اور جس کے اوپر کلس چڑھا ہوا تھا زلزلہ سے گر گیا مگر وہ حصہ اس کے اب تک باقی ہیں جب پورا بلند تھا تو شام کی وقت اسپر بعض شخص خاص چکر شاہ جہان پور کے چریغ دیکھا کرتے تھے چھت جو کڑے کی ہے اسی مضبوطی کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہیے کہ بالائی حصہ ہزار ہا من کا اسپر گرا ہو مگر وہ ذرہ بھر نہ ٹوٹی اور ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکا اوپر کے درجہ میں جو سنگ سرخ پر پیل ہوئے بنائے ہیں ان کے جال و درخت ایسے دلکش ہیں کہ جنکے دیکھنے سے نظر کوتاہی اور دلکو شگفتگی چل ہوتی ہے اس مقبرہ کے متعلق گزشتہ نمبر مصنفہ ایچ اے اینول سی آئی سی۔ ایس میں لکھا ہے کہ مقبرہ کا گنبد اب گر گیا ہے یہ بھی مثل جامع مسجد کے مسطح کنکر و نکلے ٹکڑے بنایا گیا ہے اور بالا خانہ کی دیوار و نیچر مثل تاج محل کے سنگ سرخ کا تھیس کا م ہے

جامع مسجد شاه آباد



اب یہ مقبرہ آثار قدیمہ میں داخل ہو گیا ہے تیرہ ہزار روپیہ اسکی مرمت کے لیے گورنمنٹ سے عنایت ہوا جس سے مرمت کرائی گئی مگر اتنی بڑی عمارت کے لیے یہ رقم کیا کام دیکھتی ہے کم از کم پچاس ہزار روپے اسکی درستی کے لیے کافی ہو سکتے تھے اس مقبرہ کے سالانہ مصارف کیلئے شاہ عالم برہانورنگ نے یہب نے ایک موضع سراے کنکو معاف کیا تھا اور اسکی معافی کا پروانہ بھی تحریر کیا تھا مگر فوس ہو کہ وہ موضع بھی مثل دیگر جاگیرات کے ضبط ہو گیا اسکا پروانہ محمد زین خان صاحب اختیار پوری نے صید شاہ برہانوی کی معرفت نواب کلب علی خان قضا والی رامپور کی خدمت میں پیش کرایا تھا اور یہ امید تھی کہ نواب صاحب صوف کی ریسانہ فیاضی و قدردانی سے اس مقبرہ کی از سر نو مرمت ہو جائیگی اور عیال اپنے اصلی لباس سے جلا پائیگی لیکن محرومی قسمت کے کچھ ایسی پیچیدگی پیش آئی کہ وہ آرزو پوری نہ ہوئی اور نواب خلد آشیان خلد برہن کو روانہ ہو گئے اور اتفاق وقت سے اسکا پروانہ بھی وہیں رہ گیا راقم نے حصول پروانہ کے لیے کوشش کی مگر ریاست کے دفتر میں وہ بے پتہ ہو گیا ہے اور نہ دستیاب ہو سکا۔

جامع مسجد شاہ آباد

یہ عمارت ماشاء اللہ بہت اچھی حالت میں ہو کسی امداد کی محتاج نہیں نہایت وسیع عالیشان ستحکم خوشنام مسجد ہے قصبات کا تو کیا ذکر بڑے بڑے شہر میں بجز شاہی مساجد کے ایسی خوبصورت شاندار مسجد نظر نہیں آتی جامع مسجد ہالی کافقشا در شاہجہانی معاویہ کی بنائی ہوئی ہو اسکے ہر سہ جانب غلام گرد شمس کی کوٹھریاں

ہیں اور اتر کی طرف حمام ہے پوربا ور دکن کی کوٹھریاں بازار حسین گنج میں شامل ہو گئی ہیں اور ان سے آٹھ سو روپیہ سالانہ کی آمدنی کرایہ میں حاصل ہوتی ہے اس ترمیم و آمدنی کے باعث حاجی محمد حسین خان صاحب سند پوری میں جو ایک نیک نیت و مخیر رئیس شاہ آباد میں گذرے ہیں یقین ہے کہ اس کوشش حسنہ کا جسہر حق تعالیٰ انکو عالم آخرت میں عنایت کریگا۔

ابکل اس مسجد کے پس پشت ایک گنج تعمیر ہو رہا ہے اور اسکے بانی خان بہادر حکیم خادم حسین خان رئیس اختیار پور ہوئے ہیں اور وہ اپنی خوش تدبیری و تقاضا بیاقت سے اس کام میں مستعد و سرگرم رہتے ہیں انشاء اللہ گنج اگر تیار ہو گیا تو انجمن اسلامیہ جامع مسجد کو بہت فائدہ پہونچے گا مسجد کی موجودہ آمدنی انجمن اسلامیہ اور مسلمان شاہ آباد کے زیر انتظام ہے پیش امام مودن مدرسین مدرسہ اسلامیہ کی تنخواہوں اور مرمت مسجد میں صرف ہوتی ہے اس مسجد کے لیے بھی شاہ دہلی سے ایک موضع جالیو معاف ہوا تھا جو مسجد کے مصارف کیلئے وقف تھا مگر فوسوں کہ وہ کبھی بھٹی میں ہے اصلی فرمان اب تک جو وہ ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔ جامع مسجد کے مینار نا تمام رہ جانے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ کمال الدین خان کا انتقال ہو گیا اور یہ عمارت پوری نہیں ہو سکی کتبہ کی جگہ بھی خالی ہے چھ لاکھ انچہ عمارت یعنی بڑی دیوڑھی و مقبرہ نواب لیر خان جامع مسجد کا پونے تین لاکھ روپیہ ہے جو اسوقت پانچ لاکھ میں بھی تیار نہیں ہو سکتیں کیونکہ پہلی سی اشیاء کی ارزانی اور مزدوری کی کمی اسوقت میں کماں ہے۔

نقل فرمان معافی موضع جمالیور بتا بر جامع مسجد شاه آباد بمبئی

شاه عالم بن عالمگیر بادشاہ دہلی



لما شہتا جائیداران کروریان حال استقبال پر گنہ پانی سرکار خیر آباد
مضاف بسویہ اووہ بدانتہ

موجب فرمان عالیشان بنہ گان حضرت بادشاہ دین زمان خلیفہ معدن نشانی فی
ہر امان سبب آب آش عالمیان ظل ظلیل ایند متعال سر بلند دادار بیہال مظہر اتم و کاکا
رحمت اتم آفرید گار بانی مہمانی جہان بانی مشید قوانین کیتی ستانی خلافت پناہ ظل مرقوم
بست و نہم جادی الثانی سلسلہ جلوس الاموضع جمالیور تہ شاہ آباد علم پر گنہ کرک
از ملک خریف پارس در وجہ خرچ امام و موزن خطیب و مادر و وارد و مت
و غیرہ جامع مسجد بنا کردہ دلیر خان مرحوم واقعہ قصبہ شاہ آباد علم پر گنہ مسطورہ
حسب انصاف مقرر گشتہ باید کہ مطابق فرمان عالیشان عمل نمودہ موضع مسطورہ تبصر
آنها باز گذارند و از جمیع وجوہ و عوایض منعم فرغ اقلہ شمارند کہ حاصل آنرا صرف معیشت
نمودہ و وظائف دعا گوئی موانستہ مینمودہ باشند و اگر در عمل دیگر خیر و دشتہ باشد
آنرا اعتبار نکنند و دنیا بقیہ عنانستہ حسب السطور عمل زندہ نہم شعبان سلسلہ قلمی شد

کیفیت بر پشت

شرح ضمن در وجه خرج امام و موزن و صادر و وارد و مرمت غیر
 لوازمہ جان مسجد بنا کردہ دلیر خان مرحوم واقعہ قصبہ شاہ آباد موضع جالپور کوئٹہ
 شاہ آباد پر گنہ پالی سرکار خیر آباد مضامین بصوبہ اودہ از ملک خریف بتاریخ یاد ہم
 شعبان سنہ نقل بد فتر سید محمد صادق۔

نواب کمال الدین خان کی ذاتی لیاقت سے بڑی

ڈیوڑھی اور ریاست کا ترقی پانا

کمال الدین خان اپنے سب بھائیوں سے بڑے اور لائق تھے نہایت محنت
 ناز کمزاج دیندار انسان تھے علاوہ شجاعیت کے مدبر و منتظم بھی تھے انکی تصویر سے
 بھی وجاہت اور شائستگی پائی جاتی ہے بعد اپنے والد ماجد کے یہ ہی منصب
 و صاحب اختیار ہوئے ہیں بادشاہی جاگیر بھی انھیں کے نام بحال ہی بلکہ انھوں
 نے بادشاہ عالمگیر سے درخواست کر کے اتنی بات اور بڑھوالی کہ تا بقلے نسل
 میرے وہ جاگیر کسی دوسرے امیر کی تنخواہ میں دیا وے چنانچہ اس امر کا فرمان
 بھی بادشاہ نے منظور کر کے عنایت کیا اودہ کے صوبہ دار ہوئیے بہت سے
 پرگنات انکے قبضہ میں تھے جن میں اکثر زر خرید تھے اور بعض از روئے جاگیر معافی
 کے آئے تھے شاہ آباد اور اسکے گرد و نواح کے دیہات جو تعداد میں سارے
 چودہ سو تھے انکے قبضہ میں تھے تاریخ انجاز محبت کے صفحہ (۲۶۰) میں تحریر ہے

ر نواب دیر خان و بہادر خان کی اولاد کے پاس قریب تین ہزار مواضع کے
تھے اور اکثر خرید شدہ تھے پر گنہ پالی۔ سانڈی۔ سندیلہ۔ ملیج آباد۔ سرہ باون
برور۔ وغیرہ اور دیگر متفرق محلات جو صوبہ اودھ کے متعلق تھے وہ شیر انداز خان
نبیرہ کمال الدین اور مرتضیٰ خان ابن فتح معمر خان کے قبضہ میں تھے اور نواب
بہادر خان کی اولاد کے قبضہ میں شاہجہانپور و پرگنہ کانٹ سرکار بدایون دیگر محال
تھے چنانچہ ان کے علاقہ کے حصے اور سرحد پر اکثر وہیلون سے تنازع رہا ہے
ہم اس بیان کے ثبوت میں اخبار محبت کی جنبشہ الفاظ و عبارت سیا پنہ راج کرتے ہیں
چون علاقہ دیہات زمیندار می قریب سہ ہزار زر خرید
پچھین لکھ روپیہ نواب دیر خان و نواب بہادر خان
پران و بنایر آہادر سرکار بدایون و پرگنہ کانٹ و
محال کتھار و دکنہ و سبنا وغیرہ ازروے حصہ نظام الدین
خان رسید و پرگنات سانڈی و پالی و سندیلہ و ملیج آباد
وسرہ و باون و برور و دریا دو و دیگر دیہات متفرقات متعلقہ
صوبہ اودھ شیر انداز خان و مرتضیٰ خان الخاطب
فتح معمر خان در قبضہ میںداشت۔

جبکہ تحصیل شاہ آباد میں بجز نواب کمال الدین خان کے کوئی اور حصہ دار اور جاگیردار
نہ تھا تو سوائے بڑی ڈیوڑھی کے یہاں کے جملہ دیہات کے قبضہ میں جلتے۔

واجب الغرض سرکاری زمین ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے موروثی جاگیر سے جو شاہ آباد کے متعلق تھی نواب کمال الدین خان نے اپنے ہر ایک بھائی کو چھ دیہات اور قصبہ کا ایک ایک محلہ اور ایک ایک بازار حسب فیصلہ تقسیم کیا تھا۔

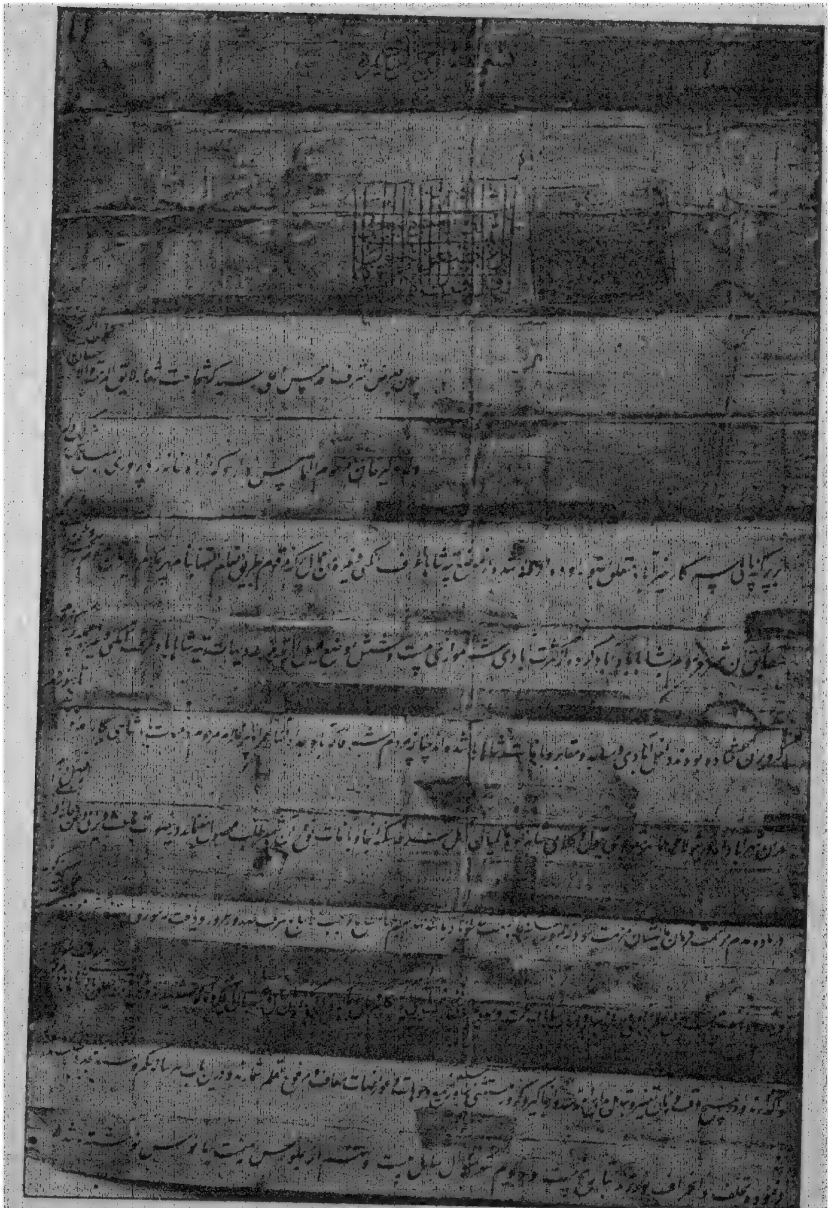
نواب سید فتح محمود خان کو محلہ چوک اور بازار چوک اور موضع ایگوان مع دیگر بارہ موضعیات کے دیئے گئے۔

نواب چاند خان کو موضع ہری مع بارہ موضعیات کے اور محلہ کھیرہ بازار شنبہ نواب الہ دیے خان کو موضع نور پور مع بارہ موضعیات کے اور اندر قصبہ ہری و بازار، محالہ نالہ۔

نواب دلدار خان کو موضع باسٹاگر مع بارہ موضعیات کے اور بازار چھاپا شنبہ و محلہ زیر بنگلہ و کٹرہ۔

جو بھائی تقسیم کے ہر ایک بھائی اور اسکی اولاد اپنے اپنے حصہ پر قابض ہی اسکے بعد کمال الدین خان نے اپنی جائیداد بڑھانا شروع کی حکومت اور خریداری سے ایک ریاست قائم کر دی صد ہا آدمی بڑی دیوڑھی کے علاقہ کے منتظم اور محافظ رہتے تھے۔

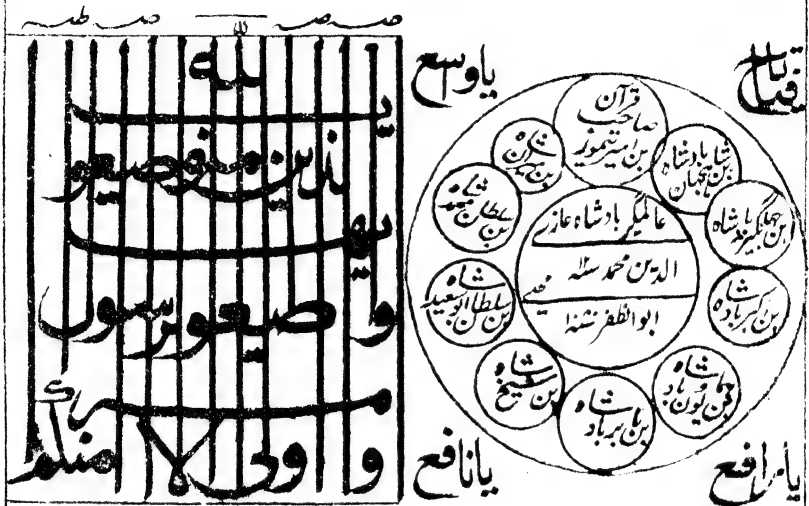
جب شاہ آباد کی آبادی قصبہ انگلی سے تجاوز کر گئی اور محمد طاہر عامل نے محصول طلب کیا تو کمال الدین خان نے بادشاہ عالمگیر کی خدمت میں درخواست کی کہ پیشکاش شاہی سے جو وطن کے لیے جاگیر انعام التما عنایت ہوئی ہے اور وہاں شاہ آباد نام کا ایک شہر بسایا گیا ہے اور اسکے باشندے وہی شرفاہین جنکے آباد اجداد ہمراہ دلیر خان



مہات شاہی میں کام آئے ہیں کثرت آبادی سے چھبیس موضع جو قلیل الرقبہ اور اقوام
تھے وہ مساجد اور باغات اور قبرستان کے حدود میں آگئے ہیں شہزادہ کا عامل
محمول طلب کرتا ہے اور یہ صورت خانہ زاد کے وطن کی ویرانگی کی ہے اسپہ بادشاہ
نے حکم دیکر فرمان صادر کیا کہ جسے دیدہ و نہتہ چھبیس موضع وسعت آبادی کے
لیے علاوہ قصبہ اورینتیس مواضع کے کمال الدین خان کو دیگر عنایت کیے ہیں
کہ فی عامل کسی طرح اسے مزاحم نہو اور اسکا فرمان سنہ ۹۷۱ھ کو نواب دلیر خان کے ہاتھ
سے دو برس کے بعد مرحمت ہوا ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

اور اسکے دو برس کے بعد جب نائب فوجہ اخیر آباد نے سائر فرج کا بھگڑا اٹھایا ہے
اور اسکی شکایت کی عرضی بادشاہ اورنگ زیب کے حضور میں کمال الدین خان نے
گذرائی تو اسپہ بھی بادشاہ نے عدم مزاحمت کا حکم صادر کیا اور ہمیشہ کے لیے یہ جاگیر
ادنین کی نسل و اولاد کے واسطے مخصوص کر دی تھی۔ اسکا فرمان جی آئینک بدستور
رکھا ہوا ہے نقل جسکی منسلک کتاب ہذا ہے۔

نقل فرمان پادشاه عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان



چون بغرض اشرف اقدس اعلیٰ رسید که شجاعت شعار لائق المرحمه والا احسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم التماس دارد که از راه خانه زاد پروری مبلغ شش لک دهم بر پرگنه پالی سرکار خیر آباد متعلق بصوبه اوده افزوده شده از موضع ته شاها باد عرف انکلی و غیره من اعمال پرگنه مرقوم بطریق انعام التماس بنام سپر غلام دلیر خان مرحوم بحسب وطن مرحمت شده بود مطابق آن شهر موسوم بشاها باد آباد کرده از کثرت آبادی شهر موازی بست و شش موضع قلیل الرقبه مرزعه دیهات ته شاها باد عرف انکلی و غیره عله پرگنه مرقوم که دیران افتاده بودند داخل آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاها باد شده اند

چنانچه مردم شهر فاک آباد و آنجا همراه پیر غلام مرحوم در مہمات بادشاہی بکار آمدہ بودند تا ہنوز در آن شهر آباد اند و درینو لا محمد طاہر متصدی قبول و کلاکے شاہزادہ عالمیان از اہل عرفہ سکندہ آنجا و باغات نواح آن شہر طلب محمول میناید درینصورت باعث ویرانی وطن خانہ زاد است افاضل و کرم در داد عدم مزاہمت فرمان عالیشان مرحمت شود کہ جمہور سکندہ آنجا جمعیت خاطر آبادی باشند لہذا حکم جہانمطلع واجب الاتباع شرف صدر و عز و رو یافت کہ موازی بست و شش موضع ملتئمہ عملہ پر گنہ مذکور دیدہ و دانستہ حسب اہمیت و تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہ آباد مرحمت فرمودیم احدی مہمات نرساند می باید کہ حکام و عال و جاگیرداران و کردریان حال و استقبال یا تحکم والا کوشیدہ مواضع ملتئمہ را تعلق آبادی شاہ آباد مرحوم بموجب مذکور الصدور و اگر دارند و در پنج وقت و زمان تغیر و تبدیل بدان راہ اندہند و از جاگیر و کرد و مستثنی شناسند و از جمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع القلم شمارند و درین باب ہر سالہ حکم و سند مجد و تظلمینہ و از فرمودہ تخلف و انحراف نورزند بتاینجی بست و دویم شہر شوال بست و نہم از جاپوس میمنت مانوس لوستہ شد۔

بجانب پشت پروانہ

شرح یادداشت واقعہ تاریخ روز پنجشنبہ ہفتہ ہم شہر جمادی ۱۰۸۲ جلسہ معلومہ موافق ۹۶ سنہ ہجری

بر سالہ موتمن الدولہ العلیہ معظمہ سلطنت البیہ عمدہ و زر کے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج و متابع دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت نزل و

صناعات مرحمت جمرة الملك مدار المہام اسد خان و نوبت واقعه نویس کترین بندگان
ورگا و خلاق پناہ محمد شفیع قلمی میگردد کہ بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرتبت
والاحسان کمال الدین خان ولد دلیرخان مرحوم بعض مقدمات علی سید کہ مبلغ
شش لک دایم بر پرگنہ پالی سرکار خیر آباد متعلق بصوبہ اودھ افزوده شد از مواضع
شاه آباد عرف انکی وغیرہ من اعمال پرگنہ مرقوم بطریق انعام التماس نام پر عتلام
دلیرخان مرحوم بحجت وطن مرحمت شدہ بودند مطابق آن در آنجا شہر موسوم بشاہ آباد
آباد کردہ از کثرت آبادی شہر موازی بست و شش موضع قلیل الرقبہ مرزہ دیہات تہ
نہ کور وغیرہ علمہ پرگنہ مرقوم کہ ویران افتادہ بودند داخل آبادی و مساجد و مقابر و باغات
شاه آباد شدہ اند چنانچہ مردم شرفا کہ آباد اجدا و آنها ہمراہ پر نظام مرحوم در محلات و شانی
بکار آمدہ بودند تا ہنوز در آن شہر آباد اند درینو لا محمد طاہر مقصدی تیول و کلاسے شانہ
عالیان از اہل حرفہ سکنہ آنجا و باغات آن نواح شہر محمول طلب مینامند و رینصوبت
باعث ویرانی وطن خانہ زاد است افضل و کرم در نادرہ ہم مزاحمت فرمان علیا نشان
مرحمت شود کہ جمہور سکنہ آنجا بحجبت خاطر آباد باشند حکم جہان مطلع واجب الاتباع
صادر شد کہ موازی بست و شش موضع ملتسمہ مرزہ تہ شاد آباد عرف انکی وغیرہ علمہ پرگنہ
مرقوم دیدہ و دانستہ و تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاه آباد مرحمت فرمودیم
بوجوب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح بخط موتمن الدولہ علیہم السلام علیہم السلام و زر اسے رفیع الشان زبدہ خوانین
بلند مکان ناظم مناظم ملک مال ناچ مناج دولت و اقبال شائستہ انواع عنایت نزل
اصناف مرحمت جمرة الملك مدار المہام اسد خان آنکہ داخل واقعه نمایند شرح بخط

عسید موضع از اصل تصدیق منہائی نسخہ دیوان صوبہ اودھ

از تہ شاد آباد حضرت انکی				سے موضع از اصل
تھوکت اندو	کھانہ سی	آودھک پور	شہباز پور	مومن پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
بہادر پور	محمی الدین پور	مہیس پور	یوسف پور	چودھری پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
تھوکت دھرم کدہ	جانب پور کھول	جوگی پور	کنھر پور	دیرو پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
جانب پور بس	بی بی پور کھاسی	بی بی پور اود کیر	لکھ گڑھ	ملک پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
از تہ ایگوان				سے موضع از اصل
سوراپور	جنک پور	کرم اتھ پور		

چون بغرض اشرف اقدس اعلیٰ رسید که شجاعت شعار لائق المرحمه والا حسن کمال
 اندین خان ولد دلیر خان مرحوم التماس دارد که مبلغ شش لک دام از پیرگنه شاه آباد
 در بست سرکار خیر آباد متعلق بصوبه او ده که از راه خانه زاد پروری بطریق محال وطن
 بجایگزیر خانه زاد مرحمت شده از وقت آبادی پیر غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجدار
 سرکار خیر آباد بعلت پیشکش و اخذ سرکار و غیره ابواب ممنوعه که معنوه بارگاه والا است
 مزاحمت نرسانده در نیولانائب فوجدار سرکار خیر آباد مزاحمت میرساند و در صورت
 باعث ویرانی محال وطن خانه زاد است از فضل و کرم در ماده عدم مزاحمت پیشکش
 و سائر و غیره و تنخواه پیرگنه مذکور تا بحیات بجایگزیر خانه زاد و بعد آن تا بقای نسل فرزندان
 نانا زاد بجایگزیر دیگرے تنخواه نشود فرمان عالی شان مرحمت شود لکن احکم جانمطاع
 واجب الاتباع شرف صدور و عزور و دیافت که پیرگنه شاه آباد مذکور در بست تا بحیات
 بجایگزیر خان مشارالیه و بعد آن تا بقای نسل فرزندان او بجایگزیر دیگرے تنخواه نشود
 و احدے بعلت پیشکش و اخذ سائر و غیره ابواب ممنوعه که معنوه بارگاه والا است
 بوجه من الوجوه مزاحمت نرساند می باید که فرزندان کامگار و وزراے صاحب رای
 کفایت شعار و ناظران و فوجداران حال و استقبال در اتمار و استقرار انجمن والا کوشید و پیرگنه
 مذکور تا بحیات بجایگزیر خان مشارالیه و بعد آن بجایگزیر فرزندان او ظہر ابعد خطه و نسل بعد
 نسل و بطناً بعد بطن مقرر شناسند و در بیع وقت و زمان تا بقای نسل او بجایگزیر دیگرے
 تنخواه ندهند و از جمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع اقامت شمرند و از فرموده تخلف
 و انحراف نورزند بتاریخ ہفتم شہر ربیع الثانی سال سی و یک از جلوس مینیت مانوس
 نوشتہ شد۔

جانب پشت پروانه

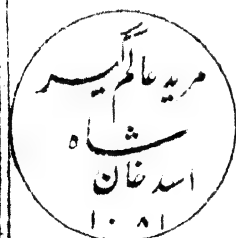
تشریح یادداشت واقعه تاریخ روز جمعه بخت و نهم شهر رمضان المبارک سن ۱۳۰۵ هجری
 مقدس موافق ۱۲۰۵ مطابق ۱۲۰۵ از وی ماد الهی بر ساله موتمن الدوله العالیه محمد سلطنت
 الیه عمده و زراعت رفیع الشان زیده خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک مال ناچ مناج
 دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت عمده الملک
 مرار المہام اسمہ خان و نوبت واقعه نویسی کترین بندگان در گاہ خالایق پناہ غلام علی
 قلی میگردد کہ بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرتبہ والاحسان کمال الدین خان
 ولد دلیر خان مرحوم بعرض مقدس معلی رسید کہ مبلغ شش لک ۱۰۰۰۰۰۰۰ ام پر گنہ شاہ آباد
 در بخت سرکار خیر آباد متعلق بصوبہ اودھ کہ از راہ خانہ زاد پروری بطریق محال وطن بجاگیر
 خانہ زاد مرحمت شدہ از وقت آبادی پر غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجداران
 سرکار خیر آباد بعلت پیشکش و اخذ سائر وغیرہ ابواب ممنوعہ کہ معفوہ بار گاہ والاست ممرات
 نرسانندہ در نیولانائب فوجدار سرکار خیر آباد مزاحمت میرسانند در منصورت باعث یزینی
 محال وطن خانہ زاد است از فضل و کرم در مادہ عدم مزاحمت پیشکش سائر وغیرہ ابواب
 ممنوعہ و تنخواہ پر گنہ مذکور تا بحیات بجاگیر خانہ زاد و بعد آن تا بقلے نسل فرزند آن خانہ زاد
 بجاگیر دیگرے تنخواہ نشود فرمان عالیشان مرحمت شود حکم جہا مطلق عالم مطیع صادر شد
 کہ پر گنہ شاہ آباد مذکور در بخت تا بحیات بجاگیر خان مشار الیہ و بعد آن تا بقلے نسل
 فرزند آن و بجاگیر دیگرے تنخواہ نشود و احدے بعلت پیشکش و اخذ سائر وغیرہ کہ ابواب
 ممنوعہ معفوہ بار گاہ والاست بوجہ من الوجہ مزاحمت نرسانند بوجہ تصدیق یادداشت قلمی

شرح بخط مومن الدولة العلیہ قہم السلطنۃ المیہ عمدہ وزیر اسے رفع الشان زیدہ خوانین بلند
مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار
اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان آنکہ دخل واقعہ نمایند۔

شرح بخط واقعہ نویس آنکہ مخاطب واقعہ است ثمرن بخط مومن الدولة العلیہ قہم السلطنۃ
المیہ عمدہ وزیر اسے رفع الشان زیدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج
مناج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک
مدار المہام اسد خان بعض مکڑ رسانہ شرح بخط قابل الترتیب الاحسان شریف خان
آنکہ بتایخ بست و بہتم شہر محرم احرام سستہ جلوس مبارک مکر بعض مقدس و علی
باین شرح بخط مدار المہام اسد خان آنکہ فرمان عالیشان ظہی نمایند

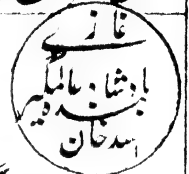
ستے لک ام پر گنہ شاہ آباد محال وطن در بست

بر سالہ مومن الدولة العلیہ قہم السلطنۃ المیہ عمدہ وزیر اسے رفع الشان زیدہ خوانین
بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناج دولت و اقبال انواع عنایت سزاوار
اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان و نوبت واقعہ نویسی غلام علی۔



سرکار کا تجربہ کمال الدین خان کو جو جاگیر عنایت ہوئی تھی اسکا فرمان جو ملا تھا اسکی نقل
 یہاں پر تحریر کی جاتی ہے۔

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان



نائب

چودھری ان کا تو گویا بی مقدمانی عایا و زار خان گنہ سہد سرکار کا تجربہ صوبہ
 چون مبلغ ہفت لک و شصت ہزار دوام از پر گنہ مذکور از تغیر چاند من ابتدای غریف
 تحافی بل مطابق ضمن بجا گیر رفعت و شجاعت پناہ کمال الدین خان مقرر شدہ باید
 کہ ما واجب و حقوق دیوانی را از قرار واقع در این موافق جهان و معمول بخان شارا الیہ
 جواب میگفتہ باشند و از تیج حسب و صلاح و صوابید خان موی الیہ بیرون نروند
 بتاریخ ۲۵ ربیع الاول ۱۱۳۳ جلوس اقبال مانوس قلمی گشت

جانب پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم کمال الدین خان از پر گنہ سہد سرکار کا تجربہ صوبہ الہ آباد از تغیر چاند
 کہ از ثلث بیج بجاوی سل تا باقی ابتدای فضلہ رفیت بجاوی سل مرمت شد

نواب کمال الدین خان کی بیوی

بیگم صاحبہ سدرخان کی صاحبزادی تھیں نہایت لایق و مؤظم بیوی تھیں انھیں کے فرزند سردار خان تھے کمال الدین خان کی رحلت کے بعد عرصہ تک یہ زندہ رہی تھیں ان کے پاس اکثر شاہ آباد کی شریف بیویاں جو درد مند ہوتی تھیں جا کر استغاثہ کرتی تھیں اور یہ انکی دجونی کر کے فریاد کی طرف توجہ کرتی تھیں چنانچہ شیخ محمد مدد صاحب کی بہو بھی جب اپنے بیٹے عبدالرزاق کے ظلم سے تنگ آئیں تو نواب کمال الدین خان کی بیوی کے پاس آئیں تھیں اس عرصہ میں نواب سردار خان ان کے صاحبزادہ بھی انتقال کر چکے تھے مگر نہ تھیں کاغذات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اکثر معاملات ریاست میں انکی مداخلت تھی بعض کاغذات انکی مہر کے راقم کی نظر سے گذرے ہیں اللہ تک انکی حیات کا زمانہ ایک باغ کے بیغامہ سے ہوا لکھا زخمیر ہے ثابت ہوتا ہے۔

منجملہ دیگر کاغذات کے ایک بیغامہ ان کے نام کا ناظرین کی آگاہی کیلئے ہم درج کرتے ہیں

نقل بیغامہ بنام اہلخانہ نواب کمال الدین خان

اقرار مقبر صحیح شرعی نمودند مخبران باسم و نسب خود ہا ہر یک شیخ غلام معین الدین خان عرف شیخ غلام محی الدین ولد شیخ غلام قطب الدین و شیخ قمر الدین و شیخ نظر الدین و شیخ کریم الدین و مسماہ نجیب النساء و مسماہ جان بی بی ابان و ابناات و انشور خان عرف شیخ محمد غوث بن شیخ محمد رضا بن شیخ عبداللہ و مسماہ رابعہ خانم استمنت حاجی

محمد حسین بن حاجی محمد اسماعیل و مسماة بنی کلاب بنت شیخ ولی محمد و مسماة بنی راجی بنت
شیخ محمد زمان و له شیخ محمد و او د زوج هلس و انشور خان مذکور فی حال صبیح اقرار ہم
شماره بدین وجه کہ منقرین مذکورین مبلغ یا قصد روپیہ محمد شاہی جید تمام وزن کہ نصف آن
او د صد پنجاه روپیہ موصوفہ میشوند از وجه قیمت یک قطعه باغ پنجمہ کہ موازی آن
دویم پنجمہ زمین پنجمہ بمع یک دھنہ چاہ معہ اشجار باغ شمرہ و غیرہ شمرہ و محدود است بدینحد و
اربع متعینہ ذیل

شماره اول
محمد حسین است بیامور افغان آن حق است باغ بھویمان آن حق است باغ میراں الله آن پوستان است بشایع عام
بعض زمین باغ مذکور

بروز مسماة پیار بنی بی ولد سندر خان بن جلال خان والدد امارت پناه محمد سرور ارخان
زوجہ رستم خان طلب د شتم آنرا تمام و کمال مبلغ مذکور گرفته و رخت و تصرف نمود و او د کم
از بعد آن پنج حق و دعوی و خصوصتے بوجہ من الوجود و بوجہ من الاسباب
نیست و نمائندہ بنا بر آن اینچند کلمہ بطریق قبض الوصول و جہت ہلس محدودہ مذکورہ را
نویساندہ دادیم کہ ثانیاً حال سدا باشد کہ عندا حاجت بکار آید و کان لک بختر المسلمین
تحریر فی التالیخ بست و ششم شہر محرم ۱۰۳۵ جلوس والا مطابق ۱۰۳۵

العبد	العبد	العبد	العبد	العبد
غلام علی الدین ولد عبداللہ	قطب الدین ولد عبداللہ	قمر الدین بندہ درگاہ	ظفر الدین بندہ درگاہ	بنی بیوی بندہ درگاہ
گواہ	گواہ	گواہ	گواہ	گواہ
عصمت اللہ فدای جیلانی	عبد الباقی	درویش محمد	خیر اللہ	شیخ محمد طاہر

نواب کمال الدین خان کی زرخیز ارضیاں دہلی میں اکثر زمینیں تھیں ان میں سے ایک موضع نہروہ جو نواب دلیر خان نے خرید کیا تھا اور جس کا بیٹا نہروہ دہلی خان بن گیا ہو چکا ہے اسکی صورت حال نواب کمال الدین خان نے لکھائی ہے اور اسکی تصدیق باشندگان دہلی سے کرائی ہے جسکی نقل یہاں پر ضرر کر لی جاتی ہے۔

نقل صورت حال نہروہلی۔ بادشاہ عالمگیر

چون کمان شہادت موجب اثم است

لہذا سوال میکنم و گواہی سیطبد کمال الدین خان ابن دلیر خان بن دریا خان نہر یک مسلمان ذوی الاحترام و مشایخ کبار و عظام و علمائے دین متین از اہل اسلام و زمینداران و سکان و محالی و موالی موضع نہروہ معمولہ جو علی و از اختلاف شاہجہان آباد کہ برہر یک پشیمان روشن و مبہرین است کہ یکقطر معلومہ احد و کہ واقع است در موضع نہ کوہ و محدود است بدین حدود و اربعہ مسئلہ نہروہ و مشعل بہر جو علی پختہ و خام و چاہ و خانہا و محترفہ

شرف تہذیب جنوب شمال

آن پورہ است دیوار قلعہ کہ آن ملوک بہل سرکار خام شریف آن قتل است یہ بعض بہرہ ظاہری آن ملوک بہل پورہ

باجا گربین صراف و بعضہ قبرستان عام بن سید مرتضیٰ بن سید قطب

کہ حق ملکیت امارت پناہ دلیر خان معزالیہ بموجب خط شہرالی کہ از ملاک آہنا خرید بہر بندہ بحضور جماعہ شود و عدول و بہر شریعت پناہ قاضی حبیب اللہ قاضی شاہجہان آباد و بہر اقضی القضاۃ شیخ الاسلام قاضی لشکر ظفر اثر حضرت ظل ظلیل سبحان بہر نمودند و بہر

در مجلس نقد ہبہ قبول کرد و بموجب آن بر خطہ مذکور مشرف گشت برہر کس ظاہر و باہر
 است و بر این معنی اطلاع و آگاہی داشتہ باشد اشتہار دے نو و ذیل فقہ بنویسد
 یا بنویسانند کہ عند اللہ ما جور و عند الناس مشکور خواہد شد و کان ذلک فی استایح
 احد من عشر رمضان المبارک سنۃ الف و سبع ثمانین من الهجرة النبوت و صلعم
 گواہ شد گواہ شد

انچہ در متن مسطور است بیان واقعات سنہ ۱۰۱۵ گواہ اس ابن موہند اس چودھری وقاننگو
 ریاس لہ مکند اس چودھری وقاننگو دارالخلافہ شاہجان آباد

نواب کمال الدین خان کی وفات

افسوس ہے کہ نواب صاحب مرحوم کی وفات کا سنہ کمین نظر سے نہیں گذرا
 لیکن انکی حیات کا زمانہ جو کاغذات سے ثابت ہوتا ہے اسکا یہ حساب سنہ ۱۰۱۵
 عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۱۵ ہجری میں وہ اورنگزیب کی طرف سے شاہزادہ محمد معظم کی
 خدمت میں کسی ہم کے لیے لاہور بھیجے گئے ہیں جسکا فرمان آج تک موجود ہے اور
 وہ اوپر درج ہو چکا ہے اور سنہ ۱۰۱۵ ہجری تک انکی زندگی تاریخ اخبار مجب سے ثابت ہوتی
 ہے کیونکہ اس سنہ میں وہ عالمگیری بادشاہ کے انتقال کے بعد جو باہمی شہزاد و زمین
 تخت کے کیے جھگڑا ہوا تھا شریک و موجود تھے اسکے علاوہ سنہ ۱۰۱۵ ہجری تک بڑی
 ڈیوڑھی کے کاغذات سے بھی انکی حیات پائی جاتی ہے چنانچہ سنہ ۱۰۱۵ ہجری میں انکی
 جانب سے محمد لا اور کو خدمت امانت و فوجداری کی دیکھی ہے اور ۳ طرح سنہ ۱۰۱۵
 میں بازار دلیر گنج کی چودھرایت کی سند محمد حسین خاں خلیل کو دیکھی ہے اور ایک حکمنامہ

محمد مبارک کے نام چوبیس بیگہ اراضی کا پیر محمد کو سراسر انک میں عنایت ہوئی ہے اسکے متعلق موجود ہے اور وہ نواب صاحب کا دستخطی مہر شدہ حکمانہ راقم کی نظر سے گذرا ہے غرض کہ ان کاغذات سے سلسلہ تک انکی زندگی ثابت ہوتی ہے لیکن اسکے بعد کا کوئی کاغذ جو انکی مہر کا ہو خاکسار کی نظر سے نہیں گذرا بلکہ سلسلہ ہجری میں انکے صاحبزادہ محمد سردار خان کی مہر کے کاغذات دیکھے جیسے ہیں اسلیے ثابت ہوتا ہے کہ نواب کمال الدین خان نے سلسلہ ہجری کے آخر زمانہ میں یا سلسلہ کے شروع زمانہ میں انتقال فرمایا ہے کیونکہ کسی رئیس کا کوئی بیٹا اپنے باپ کی حیات میں اپنی مہر میں بادشاہ کا خانہ زاد ہونا نہیں تحریر کرتا ہے ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۲۹ھ کو ایک تملیک نامہ ایک مکان کا سید احمد صاحب گیلانی نے اور ایک اقرار نامہ اونکے صاحبزادہ سید محمد صلح صاحب نے اپنی والدہ یعنی گل بیگم صاحبہ کے نام تحریر کیا ہے اوس میں گل بیگم صاحبہ بنت کمال الدین خان مرحوم تحریر کیا ہے جس سے اچھی طرح تحقیق ہو گیا کہ وہ سلسلہ ہجری تک زندہ تھے اور اسکے بعد انکا انتقال ہو گیا ہے

نواب کمال الدین خان کی اولاد

نواب صاحب کی اولاد میں محمد سردار خان اور ایک صاحبزادی گل بیگم صاحبہ تو بالافاق ثابت ہیں لیکن بعض کو فرزندوں اور انکے ناموں میں اختلاف ہے بہ نہال الدین جلال الدین خان کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ یہ لا ولد فوت ہو گئے اسوجہ سے انکا نام بعد کمال الدین خان کے جائداد وغیرہ میں نہیں لکھا گیا مگر موضع اترچی پر گنہ پالی کے بیعتنامہ میں جو سلسلہ ہجری کو انکے کارندہ نور محمد کے ذریعہ سے تحریر ہوا ہے میں

جمال الدین خان خلعت نواب کمال الدین خان لکھا ہوا ہے دوسرے بازار جمال خان
 بھی اسکے نام سے آباد ہوئی ہے جس سے اسکا نواب صاحب موصوف کی اولاد میں
 ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ جب تک یہ خانزادہ نہوتے تو معمولی خفیل و خانہ زاد کی طرف
 سے بازار بسانا اور پھر چودھرایت کا دیا جانا عمل میں نہ آتا سیطرہ نہال الدین خان کے
 نام سے نہال گنج آباد ہونیکا معاملہ ہے اس سے نہال الدین خان کا رئیس زادہ ہونا بھی
 ظاہر ہوتا ہے جس طرح کہ سردار گنج نواب سردار خان کے نام سے اور سعادت گنج
 نواب سعادت خان کے نام سے آباد ہوئے اس طرح بازار جمال خان جمال الدین خان
 کے نام سے اور نہال گنج نہال الدین خان کے نام سے بسے گئے ہوں اور یہ بھی
 ممکن ہے کہ نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی میں کوئی مقرب خانہ زاد اسنام کے
 ہوں واللہ اعلم ایک جمال نام خفیل بھی جسکے متعلق چودھرایت گنج و بازار کی ہے
 کا غذات میں پایا جاتا ہے اور ایک کاغذ میں جمال الدین ولد حسین خا خفیل کا نام
 بھی تحریر ہے جسکی اہلیہ محمد معروف کی دختر تھی اور اسکے اہلیہ کے نام عسکے رضی
 کا معافی نام بھی محمد سردار خان کی طرف سے تحریر ہوا ہے بعض کاغذات میں محمد یار خان
 بھی کمال الدین خان کی ولدیت میں لکھے ہوئے ہیں تو اصاحی دوسری دختر کا نام خیر النساء

نواب کمال الدین خان کی مقبرہ معروف بہ قدم رسول

نواب صاحب نے اپنا مقبرہ جسیکے پر کہ سر لے بنوائی تھی تعمیر کرایا تھا اسی کے
 قریب محلہ والدہ جو انکی والدہ ماجدہ کی ذات سے منسوب ہے آباد کیا گیا تھا
 اب یہ مقبرہ شفا خانہ سرکاری کے محاذ میں پچھم کی طرف لب سڑک واقع ہے

چونکہ کمال الدین خان کی قبر پر بجائے تعوین کے قدم رسول مقبول صلعم کا نصب ہے
 اسوجہ سے یہ مقبرہ قدم رسول کے نام سے مشہور ہے اس مقبرہ کی عمارت بہت
 خوشنما ہے چار دیواری کے وسط میں ایک کمرسی دار چوبترہ پر مقبرہ بنایا گیا اور گنبد
 قائم کیا گیا ہے اسکے ارد گرد برآمدے ہیں اور درمیان والے حصہ میں خاص مزار
 ہے جسکی دیوار و زمین جالیان اور دروازے لگے ہوئے ہیں گچھم کی طرف اس کے
 مسجد ہے مقبرہ کے اطراف میں باغ نصب تھا تیس برس پیشتر اس مقبرہ کی حالت
 بہت اچھی تھی حاجی محمد امین خان صاحب حاجی محمد حسین خان صاحب اختیار پوری نے
 بڑی دیوڑھی سے لیکر اسکی صفائی و درستی کرائی تھی اور بہت اسپر توجہ رکھتے تھے
 از سر نو باغ نصب کرایا تھا مسجد و مقبرہ کے ہرے بھرے باغ میں ہر سال بیج الاول
 میں مجالس میلاد شریف کی منعقد ہو کر تین تین اندرون احاطہ کے مسجد بھی آباد تھی مگر
 اب کئی سال سے اسکی حالت قابل توجہ ہو گئی ہے کئی جانب سے مقبرہ کی عمارت
 کے گوشہ ٹوٹ چکے ہیں ایک بے تمیز کاشتکار نے اس کے ستونوں سے جانور باندھ کر
 کثافت وغیرہ سے صحن کو خراب کیا تھا افسوس کہ جس مقبرہ کی خاک اہل نظر اور
 صاحب رادت کے لیے کل الجواہر سے زیادہ رتبہ رکھتی تھی اور وہ جگہ کہ جان محبوب
 خدا کا قدم جو کائنات کا سرتاج ہو موجود ہو ایسی عدم توجہی سے ڈال رکھا جائے نہایت
 بے ادبی و بد نصیبی کی بات ہے۔ اس قدم مبارک کے آئینکا شاہ آباد میں یہ قصہ ہے
 کہ جب نواب کمال الدین خان سے کوئی بڑی مهم سر ہوئی تو بادشاہ نے خوش ہو کر لکھا تھا
 کہ جو مانگو گے وہ پاؤ گے اسمو ق پر نواب صاحب نے بادشاہ عالمگیر سے عرض کیا
 کہ سامان دنیا تو حضور کی بدولت سب حاصل ہے مگر اب عالم آخرت اور بادشاہ

دین میں سرخروئی حاصل کرنا چاہتا ہوں قدم حضور سرور عالم صلعم جو ملک عرب سے آیا ہے اسکے پائیلی آرزو رکھتا ہوں چنانچہ حسب التماس انکے وہ انکی مناپوری کی گئی اور قدم مبارک مرحمت فرمایا گیا کمال الدین خان یہ نعمت عظمیٰ اور دولت کبرے حاصل کر کے با وضو اپنے سر پر رکھ کر باقی پر سوار ہوئے اور نہایت ادب سے شاہ آباد لائے یہاں اگر اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں اور میری نعش قبر میں دفن ہو تو یہ قدم پاک میری قبر پر سینہ کے محاذ چسپان کیا جائے تاکہ خدا کے روبرو میرے لیے ذریعہ نجات ہو۔

اسموقع پر دو باتیں قابل الذکر ہیں اول یہ کہ قدم مبارک کے وجود کے متعلق کچھ کتب صحیحہ میں اسناد بھی مرقوم ہیں یا نہیں دوسرے یہ کہ کتب مستندین روایات صحیحہ ثقہ راویوں سے اگر منقول ہیں تو یہ قدم مبارک جو شاہ آباد میں موجود ہے اصل ہے یا نہیں اور اگر اصلی ہے تو اسکی عظمت اور تعظیم سے کیوں نہ برکت حاصل کی جائے امر اول کے متعلق تو متکلمین و محققین نے تو اتر کے ساتھ مفصل طور پر بحث کی ہے اور اسکے وجود کو احسن طور پر ثابت کیا ہے کہ حضور سرور عالم کا یہ معجزہ تھا کہ پاپے مبارک کے نیچے پتھر مثل موم کے نرم ہو جاتا تھا اس بارہ میں مولوی عبدالحکیم صاحب ہلوی نے جو مولوی عبد الرحیم صاحب کے فرزند اور مولانا قاسم صاحب کے شاگرد اور نبیرہ تھے ایک رسالہ ہدیۃ المحرمین عربی و اردو میں تصنیف کیا ہے اور اس پر علماء حرمین یعنی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی مہرین ثبت ہیں اسکے علاوہ راقم نے اور مستند کتب و مہاجرین حرمین شریفین سے بذات خاص بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔

شفاء قاضی میں ہے کہ لم یوت بفی معجزة الا عند نبینا مثلھا او ماھو بلغ منھا الخ

یعنے کسی نبی کو ایسا کوئی معجزہ نہیں عطا کیا گیا مگر وہ معجزہ یا اس سے زائد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کیا گیا ہو قرآن شریف میں خود خداوند کریم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قدم مبارک کے متعلق کہ انکا نشان سخت پتھر پر بن گیا تھا ارشاد فرماتا ہے تو حضرت سرور کائنات کے قدم کے نقش پتھر پر بنانا بقاعدہ کلیہ ثابت ہے اور یہ بات آپ کی ذات کے لیے کوئی بڑی فضیلت کی نہیں آپ توحید المرسلین و افضل الخلق و اکمل بنی حجلہ خلائق پر تمام صفات میں خداوند کریم نے آپ کو فوقیت بخشی ہے اس سے بڑھا ہوا آسمان پر شوق اہم کا معجزہ آپ سے ظہور میں آیا ہے تو پتھر پتھر کا نرم ہو جانا آپ کے پائے مبارک کے نیچے کون بڑی حیرت کی بات ہے جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب انوار اللیب فی خصایص الحبیب میں اپنے استاد مصنف سیرت شامی سے لکھا ہے کہ جب جناب رسالت آپ پتھر پر چلتے تھے تو نقش و نشان قدم مبارک کے اوپر بن جاتے تھے اور نظم الدین مرزا جان برکی نے اس بارہ میں یہ تحریر کیا ہے کہ جب آنحضرت پتھر پر چلتے تھے تو ضرور اس پر اثر ہو جاتا تھا اور حافظ عبد اللہ دمشقی نے مولانا زوار میں اس امر کو باین عبارت نقل کیا ہے کہ حضرت کے قدم کے نقش کا معجزہ مجکو نہایت شہرت کے ساتھ پہونچا ہے شائد منکر معجزہ نے کتب سیر کو نہیں دیکھا اور محمد عبد الغفر نے خلال نے قائم قرطبی کی تصدیق سے بیان کیا ہے کہ پتھر پر نقش قدم کا معجزہ بالتحقیق ثابت ہے اور اسکو تمام محققین نے اپنی اپنی تصنیفات میں ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے جو لوگ اس معجزہ پر اعتراض کرتے ہیں وہ جاہل بین اور یہ امر اولیٰ جہالت و ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ابن جوزی نے اپنی کتاب مولدین تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت سے یہ معجزے ظاہر ہوئے ہیں کہ چاند آپ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہوئے

پتھر نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی کلمہ پڑھا ہے اور درخت آپ کے رو برو رو یا ہے اور ہرن نے آپ کو سلام کیا ہے اور جسوقت آپ زمین پر چلتے تھے تو آپ کا سایہ پیر نہیں پڑتا تھا اور ریت میں آپ کے پائے مبارک کا نشان نہیں بنتا تھا اور سخت پتھر آپ کے قدم کے نیچے نرم ہو جاتا تھا اور اونہیں مصنف ابن جوزیؒ دو سری جگہ کتاب الوفا میں حافظ ابو نعیم کے حوالہ سے رقم کیا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں داخل ہوئے اور اپنے اپنے سر مبارک کو پہاڑ کی طرف مائل کیا تاکہ آپ کی صورت اس میں چھپ جائے پس نرم کر دیا حقیقاً لے نے پہاڑ کو یہاں تک کہ داخل کیا آنحضرتؐ نے اپنے سر مبارک کو اور آرام کیا آپ نے جس طرف دل چاہا اور نشان ہو گیا اس پہاڑ کے پتھر میں آپ کی کلائی اور کہنی مبارک کا چنانچہ حاجی لوگ آج تک اسکی زیارت کرتے ہیں اور سیطرح بیت المقدس کا پتھر تعمیر آنے کی طرح ملائم ہو گیا تھا اور اوسجگہ پر شب معراج میں آپ کے براق کو باندھا گیا تھا اور آج تک اس شبرک مقام کو تلاش کر کے زیارت کرتے ہیں۔ انسان العیون میں علی برہان الدین نے مرقوم کیا ہے کہ شب معراج کو صخرہ مقدس جو بڑا پتھر کہ ہوا میں معلق ہے اوسپر آنحضرت کے قدم ٹپنے کا اثر بن گیا تھا اور مشہور ہے کہ شب معراج میں حضرت صخرہ شریف پر سے آسمان کو ٹپنے لگئے تھے اور مصنف کتاب فتح اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے کہ مصر میں سلطان ابی نصر محمود مرحوم کی قبر پر مینے ایک پتھر دکھایا ہے جس میں آنحضرت کے قدم مبارک کا نشان ہے جسکی لوگ زیارت کرتے ہیں اور وہ نہایت مشہور قدم مبارک ہے اور پروردگار نے یہ خاص اپنے حبیب پر عنایت کی ہے کہ پتھر کی سختی سے آپ کے پائے مبارک کی نرمی کو تکلیف نہ واسلیے وہ نرم ہو جایا کرتا تھا۔ ابوشجاع مالکی لمبانی نے تفسیر درمکتوبین

آیت و تخت ومن مقام ابراہیم مصلیٰ تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قدموں کے نیچے بھی تھہر خیر آئیے مثل نرم ہو گیا ہے اور اوپر اونکے قدم مبارک بنگلے ہیں ایسا کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ خانہ کعبہ بنانے کے لیے کھڑے ہوئے تھے اور دوسری بار جس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی منکوحہ نے یعنی آپ کی بہو نے آپ کا سر دھلایا ہے اور اس طرح جس وقت آپ لوگوں کو حج کے لیے آواز دی تھی تو آپ کے پائے اقدس کے نیچے تھہر نرم ہو گیا تھا اور اپنی نشان منقوش ہو گئے تھے۔ ایسے ہی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ آلہ وصحبا وسلم کے قدم مبارک کے نقش بارہا تھہر پر بنگلے ہیں بعض اوقات دونوں قدموں کے نقش معہ نعلین شریف کے منقوش ہوئے ہیں اور بعض وقت آپ کے برہنہ پائی کے نشان بھی بنگلے ہیں بلکہ آپ کے خیر کے سم کا نشان بھی تھہر پر بنگیا ہے اور کفار کے بائعہ جس طرح کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نقش قدم نہ مل سکے اس طرح وہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو بھی نہ مل سکے جس وقت کہ شب معراج میں آپ براق پر سوار ہوئے ہیں اور سوقت بھی آپ کا قدم تھہر پر بنگیا ہے علماء کاملین نے اپنی اپنی تصنیفات میں برابر اس معجزہ کو تحریر کیا ہے ان علامات بعض کے نام نامی ہم اس جگہ پر تحریر کرتے ہیں۔ امام ابی سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطائی محمد بن مالکی اسحاق بن ابراہیم معاویہ بن صالح ثعلبی طرطوسی۔ بیہقی۔ ابو نعیم وغیرہ امام غزالی کو فی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں اور امام ابراہیم نخعی اور شرف الدین ابو عبد اللہ فاضل نے قصیدہ ہمزہ میں یہ معجزہ لکھا ہے اور عبد الرحمن صفوری نے کتاب نہایت میں قصیدہ جسکا ایک شعر یہ ہے ہذا الذی ان مشی فی الرمل الاثر + یرى له ویرى فی الصخر والجبل

یعنی یہ وہ نبی ہے کہ اگر چلتا تھا ریت میں تو اسکے پائے اقدس کا اثر نہیں نظر آتا تھا اور اسکے پائے مبارک کا نقش چھراور پہاڑ پر دکھایا جاتا تھا۔ اسکو حافظ حسن دیار بکر حسب انجمن نے احوال نفس نفیس میں تحریر کیا ہے

یعنی پر آپ کے قدم مبارک کا نشان نہیں بنتا تھا اور پھر آپ کے قدموں کے نیچے گرم ہو جاتا تھا۔

اس زمانہ کے علمائے بھی قدم شریف کے وجود کو دلائل عقلی اور شواہد نقلی سے ثابت کیا ہے مہملہ اونکے مولانا فرید الدین صاحب مرحوم شہید واعظ جامع مسجد دہلی نے اپنی کتاب سیف المسلول علی انکار اثر قدم الرسول میں جو تردید میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلد کی کتاب دلیل الحکم فی نفی اثر الاقدام کے لکھی ہے اس معجزہ کو بیاں کیا ہے اور مولوی کریم اللہ صاحب محدث نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے اور مولوی فضل رسول صاحب و مولوی حسن الزما ن صاحب نے قول المستحسن میں اور مولوی عبدالرحمن صاحب اور مولانا حاجی قاسم صاحب نے بھی تصنیفات اسکے متعلق تحریر فرمائی ہیں جو قدم شریف کہ دہلی میں خواجہ باقی باللہ کے مزار کے قریب شہزادہ فتح خان ابن فیروز شاہ کی قبر پر ۱۷۷۷ء میں بادشاہ موصوف نے لگایا ہے اسکے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔

جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ بعض اکابر نے آنحضرت صلعم کے فعلین کے نقشے بنا کر تعظیم دی ہے اور ان سے فوائد و برکات حاصل کیے ہیں۔ خوشا نصیبان اشخاص کے کہ جو چیز آپ کی ذات سے منسوب ہو اسکو واجب تعظیم سمجھیں اور اس سے سعادت حاصل کریں اور جس مقام پر کہ آپ کے آثار اور قدم مبارک کے انوار ہیں

اس سے برکت حاصل کریں اور وہ مقام کہ جسکے پر آپ کا قدم مبارک ہو گا ہمیشہ مضبوط
انوار الہی رہے گا اور اہل ارادت اُسجگہ پر چھ سائی کرتے رہیں گے جسکے متعلق حافظ
شیرازی فرماتے ہیں :-

برزنہ سیکہ نشان کف پائے تو بود : سالہا سجدہ صاحب نظر آن خواہد بود
راقم نے مکہ معظمہ کو جو عریضہ اس امر کی تحقیق کے لیے مکرری مولانا مولوی فضل حق صاحب
مجاہد کینجہ مت میں لکھا تھا اوسکے جواب میں مولانا نے ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ ہجری کو
یہ تحریر فرمایا کہ عربین شریفین کی ساری زمین مقدس قدم رسول ہے وفاق النبی معلوم
کی ایک مکان کی دیوار میں ایک چتر شکل زبان کاؤ کے نصب تھا اسکو حجر متکلم کہتے
تھے اسکی روایت یوں مشہور ہے کہ ایک روز صبح کو حضور اقدس سرور عالم حرم
شریف تشریف لے جاتے تھے ایک شخص ملاوٹ سے عرض کیا کہ نماز ہو گئی آپ فوس
کی حالت میں کہنی ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور اس حجر میں نشان ہو گیا فقیر نے بھی اسکو
دیکھا تھا اس پتھر نے عرض کیا کہ یہ شیطان ہے صحابہ سب حرم شریف میں حضور کے
انتظار میں مگروہ پتھر شاد ایران نے شریف مکہ کو جنکا نام سید محمد عون تھا ہزار بار اُٹھریاں دیکر
منگو الیسا۔

اسی طرح راقم اشرف نے مدینہ منورہ کو منشی محمد رکن عالم صاحب تحصیلدار و مجاہد کینجہ مت
میں اسکے متعلق عربیہ بھیجا تھا جسکے جواب میں مجاہد صاحب نے مدینہ منورہ کے مسند
حضرات سے حالات تحقیق کر کے جواب سے سرفراز فرمایا ہے اور وہ مضمون یہ ہے کہ
یہاں ایک مسجد ہے وہاں آپ کی سواری کا جو پتھر تھا اوسکے سم کا نشان موجود ہے
قدم مبارک یہاں تو اب کوئی نر با سلف میں موجود ہونا ممکن ہے کہ جنکو صاحب اقدس

لوگ تبرکاً جا بجلے گئے۔ مکہ معظمہ میں مقام ابراہیم ہے وہاں حضرت ابراہیم کے قدم کا نشان ہے حج کے زمانہ میں وہ کھولا جاتا ہے اور زوار و حاجی زیارت کرتے ہیں اور اب زمزم اوسین بھر کر پیتے ہیں اور اپنے ساتھ دو روزہ مقام کو لیا جاتے ہیں امام فخر الدین رازی شرابو اہرنی تحریر فرماتے ہیں (کہ چون برسنگ میرفت می پذیرت سنگ اثر قدم مبارک آن سرور) اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوة میں لکھتے ہیں (کہ از اتمل است کہ چون برسنگ میرفت فرد میرفت ہر دو پلے اور ان کتاب المعجزات میں ہے کہ حضرت رسالت پناہ تھہر چہر چلتے تھے تو آپ کے قدموں کے تحت میں نشان بنجاتے تھے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رات کو غار حرا میں جانے کے وقت آپ کے قدم کے نشانات تھہر پر بن گئے جس طرح کہ گیلی مٹی پر چلنے سے نشان بن جاتے ہیں پس نبی رسول اللہ صلم سے عرض کیا کہ کفار آپ کے قدموں کے نشان پہچان کر ہم لوگوں کو دیکھ لیں گے آپ نے فرمایا تم انکو محو کرتے جاؤ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انھیں محو کر دیا۔

ابن حجر عسقلانی شایع صحیح بخاری نے فتح الباری میں اور حافظ الزبیری نے خصائص میں لکھا ہے کہ لوہا تو آگ سے بھی نرم ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھہر کو نرم کر دیا جو نہ آگ سے اور نہ کسی دوسری شے سے نرم ہوتا ہے مصنف فتح المتعال رقمطراز ہیں کہ بنی اس قبہ میں جو زمزم کے پیچھے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کے نشان کو دیکھا لوگ کہتے تھے کہ وہ آپ کے قدم مبارک کا نقش ہے غرض کہ علمائے متقدمین و متاخرین سبکی زبانوں سے یہ مشہور معجزہ

بیان میں آچکا ہے۔ نواب سلطان علی علیہ السلام نے انرا قبائل میں شریعتِ محمدی کی سلطانِ مظہر کے خزانہ مطہرین جوگی کو اپنی زیارت
 جسکا یہ قدم پاک ہے اسکے مراتب بھی تمام عالم میں روشن ہیں جسکے متعلق حدیث
 قدسی ہے کہ لوکا محمد الما اظہر بوبقی یعنی ارشاد باری ہے کہ اگر نہوتا تو اسے محمد صلعم
 تو نہ ظاہر کرتا میں اپنی الوہیت کو اس حدیث کو حاکم نے نقل کیا ہے اور دوسری حدیث
 قدسی یہ ہے ما خلقت خلقا الا علی منک خلقت الذیاء والہی لا شریک لک منک ومنزلتک عندی کما انک لما خلقت الذیاء
 یعنی فرمایا ہوتا ہے نہیں پیدا کیا میں کیسے مخلوقات سے بزرگتر تجھ سے بجز اپنے
 اور البتہ پیدا کیا جو دنیا اور اوس میں ہے تاکہ پہچانیں اور معلوم کر اوں او تلو نیزگی اور مرتبہ
 تیرا کہ جو میرے نزدیک ہے اور اگر نہوتا تو بیشک میں نہ پیدا کرتا دنیا کو روایت کیا
 اسکو ابن عساکر نے اور اسباردین ایک یہ حدیث ہے ان الله قد رفع الدنيا فانما
 انظر اليها وما هو كائن فيها الى يوم القيمة كما انظر الى كفى یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے بیشک حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کو پیدا کیا میں دیکھتا
 ہوں دنیا کو اور جو کچھ اوس میں ہو نیوالا بے قیامت تک اور میں اس طرح دیکھتا ہوں جیسے
 کہ بتیلی دیکھتا ہوں اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے اور مواہب میں بھی اسکا ذکر
 آیا ہے اور مشکوٰۃ شریف میں وہ حدیث کہ جس میں فعلت واقع ہوا یعنی جو کچھ آسمانوں
 وزمینوں میں ہے وہ سب جانتا میں اور یہ حدیث ابو ذر سے مواہب میں منقول ہے
 قال ابو ذر لقد ما تروکنا رسول الله صلعم ما يحرك الظاهر جناحيه في السماء الا ذكر منه علما
 یعنی کہا ابو ذر صحابی نے کہ عالم میں پرندہ تک جو پر ہلاتا ہے اسکے ذکر کو بھی آنحضرت
 صلعم نے نہیں چھوڑا کہ بیان نہ کیا ہوا زورے علم کے اور خداوند کریم نے آپ کو خبردار
 کیا ہے اس سے زیادہ اور القا کیا۔

حضرت کو علم اولین و آخرین کا روایت ہے عبد اللہ بن عمر سے ترمذی میں
 کہ ایک بار در آنحضرت سرور عالم دو تختانہ سے باہر تشریف لائے ہم سب حاضر
 تھے آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں تھیں آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ
 یہ کون کتابیں ہیں ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو نہیں معلوم آپ خبر دیں پس ارشاد
 کیا انحضرت نے کہ جو کتاب میرے سیدھے ہاتھ میں ہے یہ کتاب منجانب العالمین
 کے ہے اسمین نام جنتیوں کے ہیں اور انکے باپ دادا اور قبائل کے اور پھر اس بیان
 کو مجھ رکھا اور فرمایا کہ دوسری کتاب میں دو زخیوں کے نام ہیں اور انکے باپ دادا کے
 اور اس بیان کی بھی اس سے زیادہ صراحت نہیں فرمائی اور دوسرے کا کچھ حال نہیں
 ارشاد کیا جنتی اور دوزخی لوگ اس سے زیادہ ہونگے نہ کم۔ اور خطیب قسطلانی نے
 مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ زیارت کرنا والے اشخاص کو حضرت سرور عالم اس طرح
 دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کے روبرو وہ کھڑے ہیں اور حضرت کا دیکھنا سنا اب بھی ایسا
 ہے جیسا کہ زندگی میں تھا اور سر مو فرق نہیں اس سے حافظ سیوطی نے کتاب تنویر میں
 لکھا ہے کہ انحضرت زندہ ہیں بدن اور روح کے ساتھ تصرف اور سیر کرتے ہیں عالم
 ملکوت اور زمین کے کنار و زمین اور اسی ہیئت اور شکل کے ساتھ ہیں جیسے کہ زندگی
 میں تھے آپ وفات سے پہلے اور کوئی چیز نہ تبدیل ہوئی آپ کی ذات مبارک سے
 اور کل اختیار دیا گیا ہے انکو حق تعالیٰ کی طرف سے قبر سے نکلنے کا اور عالم علوی و
 سفلی میں تصرف کرنے کا اور اس بارہ میں خود حدیث شریف موجود ہے الانبیاء
 احیاء فی قبورہم و یصلون یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء
 زندہ ہیں اپنی قبروں میں اور نماز پڑھتے ہیں اور دوسری حدیث ہے

حرم اللہ علی لہذا ان تا کل اجساد کھٹکے یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرام کیا اللہ نے میں
 پر انبیاء کے بدن کھانے کو کتاب حیات الانبیاء میں بیقی نے اور اصحابانی نے ترغیب
 میں انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا آنحضرت نے جو کوئی مجھ پر جمعہ کے دن یا رات میں
 درود شریف پڑھتا ہے وہ میرے روبرو ہیہ پیش کیا جاتا ہے اور میرا علم بعد وفات
 کے بھی اسی طرح ہے جیسا کہ زندگی میں تھا اخبار مدنیہ اور دلائل النبوة میں ابو نعیم نے
 سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ زمانہ یزید میں جب بے حرمتی اہل مدینہ کی
 کی گئی ہے اور کوئی شخص وہاں اس وقت میں نہیں رہا تھا جب نماز کا وقت آتا اور یہ
 صحابی نماز پڑھتے تو قبر نبوی سے تکبیر و اذان کی آواز آتی تھی اور ابن حجر نے شرح
 ہمزہ میں لکھا ہے کہ عدم سے ملک ہستی کی طرف آتا ہے وہ حقائق آنحضرت کے
 واسطے سے بھٹتا ہے اور آپ ہی کے وسیلہ سے پہنچتا ہے خواہ وہ علوم و معارف
 ہوں یا رزق کی تقسیم ہو جو اہل نظم میں ہے کہ آنحضرت خلیفہ بین اللہ کی طرف سے روئے
 زمین کے اور آخرت میں شفیع کیے گئے ہیں چنانچہ حشر کے دن مقام محمود آپ کو شفاء
 کے لیے عنایت کیا جائیگا اور خداوند تعالیٰ کے روبرو آپ کرسی پر تشریف فرما
 ہونگے آنحضرت نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خود اس بارہ میں ارشاد فرمایا اے
 اور فضیلت آپ کی قیامت کے دن مسلم ہے کہ انا سید ولد آدم يوم القيامة
 یعنی میں سردار ہوں اولاد آدم کا روز قیامت کے اور خود حق تعالیٰ قرآن مجید میں آپ کی
 شان میں فرماتا ہے و سوف يعطيك ربك فترضى یعنی قیامت کے دن خدا اتنا دیگا
 کہ تو راضی ہو جاوے گا و عسوان يعطيك ربك فترضى و عسوان یعنی قریب ہے کہ اٹھا
 تجھ کو قیامت کے دن تیرا رب مقام محمود میں و لکن رسول الله و خاتم الانبياء

یعنی آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء میں حافظ عبد اللہ نے مصباح الظلام میں لکھا ہے کہ ایک بڑے آپ کی وفات کے تین دن کے بعد قبر شریف پر آیا اور ایک مٹی خاک قبر سے بھر کر اپنے سر پہ ڈالی اور کہا کہ یا رسول اللہ ظلم کیلئے اپنی جان پر اب آپ کے حضور میں آیا ہوں کہ میری بخشش خدا سے طلب کرو پس قبر شریف سے آواز آئی کہ مقرر بخشید یا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے۔ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب محدث دہلوی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

صَاحِبُ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرُ
لَا يُمْكِنُ الشُّكُّ كَمَا كَانَ حَقُّهُ بَعْدَ ازْخِرَافِ زُكُوفِ الْقَمَرِ

غرض کہ بیان مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ آپ بزرگترین مخلوقات سے ہیں جس نبی کے یہ فضائل ہوں اسکے قدم مبارک سے کیونکر نہ انوار و برکات حاصل ہوں اور اسکے پائے مبارک کے نیچے پتھر کا نرم ہو جانا کون بڑی بات ہے۔

ابھی دوسری بات کہ شاہ آباد میں قدم مبارک صلی ہے یا نہیں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ صلی و نقلی قدم مبارک کی ہیئت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے جو حضور ہیلتے قدم مبارک کی زیارت کر گیا اسکو صاف روشن ہو جائیگا کہ ہمیں ذرہ بھر تجز و قدرتی طور پر نقش ہونیکے دستی تصرف نہیں ہے اگر یہ اصل نہ ہو تو عالمگیر سا شرع و عظیم بادشاہ اسکو اتنا عزیز کیوں رکھتا اور کمال الدین خان سے واٹھکا بلا اسناد اپنے سر پہ رکھ کر دہلی سے کیوں لاتے اور بعد موت کے اپنے سینہ پر چسپان کر لیتی و وصیت کیوں کر جلتے راقم سے ایک استبازا اوقات صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک ننگ صاحب کشف نے اس مقبرہ کے اندر کشف القبور کا مراقبہ کیا تھا وہ کہتے تھے کہ

کمال الدین خان کی روحانیت پر رحمت الہی کے انوار برستے ہیں اور عالم آخرت میں انکو درجہ اپنے باپ سے بلند ملا ہے اور یہ سب صدقہ حضرت سرور عالم کے قدم مبارک کا ثمر ہے جب لائل قوی سے اس قدم شریف کا مستند ہونا ثابت ہو گیا تو اسکی تعظیم و توقیر نہ کرنا کیسی محرمی ہے صاحبان ارادت کو توجہ پابندی اور اسکی زیادت سے ہیشہ فیش حاصل کرنا چاہیے۔ اب اس مقبرہ کی شکستگی زبان حال سے یہ امر ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی دیندار فیاض امیر اپنی مالی جہتی سے میری مرمت کر کے دربار رسول اللہ میں نہ خیر خواہ حاصل کرے اگر وہ دنیا میں میری درستی کرے گا تو اسکے عداوت خداوند کریم اور عظیم اسکو عنایت کرے گا۔ طالبان صادق اس دائمی حسنت کا حصہ ضرور حاصل کریں اور اس خدائی خزانہ سے ابد الابد کے لیے دولت دارین پائیں اور کوشش کریں۔

نواب لیر خان نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی کے اہلکار

نواب صاحب کی ڈیوڑھی بالکل شاہی ڈیوڑھی کے نمونہ کی تھی ہر ایک مد کا باقاعدہ علیحدہ محکمہ تھا خواجہ سرا۔ دفتر انشاء صیغہ جاگیر۔ صیغہ فوج۔ ہر ایک جداگانہ تھا اور نئے اہلکار نئے نام بعض کاغذات میں پائے جاتے ہیں جو تحریر کیے جاتے ہیں۔ خواجہ سرا نہایت خوشحال و دیندار تھے ہر ایک نے اپنی اپنی یاد گارین چھوڑیں ہیں چنانچہ چودہ کنوئین سات مسجدیں شاہ آباد میں باشندگان قصبہ کی آرام کے لیے انہوں نے بنوائی ہیں ایک کا نام خواجہ اقبال ہے جنہوں نے ایک مسجد لب مرکز بازار چار شنبین مع نچتہ کنوئین و درجہ کے تعمیر کرائی جو جیسے سال تعمیر ہوئے ہوئے۔ امیرائے خدا مندرگاہ + خواجہ اقبال ساخت مسجد چاہ

دوسرے کا نام خواجہ الماس ہے اونھوں نے ایک مسجد زیر مکان خواجہ محمد شاد صاحب مرحوم کے بنوائی ہے جسکی پیشانی کے پتھر پر یہ کندہ ہے۔

یہ الفت و نودہ خود کرد اساس براہ خیر مسجد خواجہ الماس

تیسرے کا نام خواجہ بلند ہے اوسنے ایک مسجد و کنواں و حجر دلب سڑک بازار سرائے گنجین بنوائی ہے جو اب تعلقہ ارباسطنگر کے قبضہ میں ہے اور اسی علاقہ کے رئیس کی قبر میں بھی اسمین موجود ہیں اس پر یہ تاریخ کندہ ہے

در چل ہفت سن جلوس پسند مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند

ایک مسجد حکیم سید فرزند علی صاحب مرحوم کے پیش دروازہ بنی ہوئی ہے حکیم صاحب موصوف نے اس مسجد کی بھی مرمت کرائی تھی ایک مسجد سرائے میں ہے ایک مسجد قریب محلہ اللہ پور کے ہے جوب سڑک باغین ہے جسکی مرمت حاجی محمد حسین خان صاحب اللہ پوری نے کرائی ہے اسکے متصل حاجی صاحب اور انکے برادر خرد احمد حسین خان صاحب کے مقابر ہیں ایک مسجد ناتمام بی بی بتو کے مقبرہ کے قریب ہے بی بی بتو نواب دلیر خان کی بہن تھیں اور انکا مقبرہ بدھ کی بازار کے دکن جانب ہے جیکہ بی بی بٹان پوتہ جاتھ نواب صاحب موصوف کی دیوڑھی میں ایک تیار نام کے خادم تھے جنھوں نے نواب دلیر خان کے مقبرہ کے متصل نیاز باڑی لگائی تھی اور اسمین مسجد و مکان کنواں وغیرہ بنا کر ایک پر خضا جن سجایا تھا مگر اب تمام ہندو زمانہ خراب خستہ ہو گیا جو ایک پتھر سال تعمیر کا کندہ کیا ہوا راقم نے دیکھا اور اسی سے یہ دلکش قطعہ نقل کیا ہے۔

از غوث چو یافت این بشارت ضوان اگر فضل گذر کند شفیع دو جهان
ار بہر تلبے باغ پائین رسول آوردنیا از باغ جنان

انھیں میں ایک خواجہ معقول اور خواجہ اسد اللہ وغیرہ تھے جنہیں بعض وکیل اور بعض بڑی دیور بھی کہتے تھے۔

نواب صاحب کے دفتر انشا کے منشی عبدالحکیم بن شیخ فتح اللہ - محمد تقی اور کاشی رام دیوان تھے جو آخر میں ترقی کر کے نیابت کے درجہ کو پہنچ گئے تھے عالم چند چودھری قانوںگو تھے سیو کراے پھونچند۔ حافظ منعم صدیقی کارپرداز تھے دیوی داس عظیم خان دیور بھی میں صاحب اختیار تھے اور یہ بھی نیابت کے درجہ کو پہنچے تھے۔ گھاسی رام نور محمد خان - اسلام محمد توٹکھانہ کے داروغہ تھے اور مہربن سنگہ سپربے سنگہ اور محمد معز میاں بلال - پیر خان یہ سب کارندہ تھے نواب کمال الدین خان کے قاضی جو انکی طرف سے بعض کاغذات پر مہربن کیا کرتے تھے قاضی سید زمان تھے جنکی مہربن سید زمان اور کمال الدین خان دونوں کے نام بطور سیج کے کندہ ہیں۔

نواب کمال الدین خان کی مہربن تین قسم کی تھیں ایک میں رستم خانہ زاد عالمگیر بادشاہ دوسری میں کمال الدین خان خانہ زاد عالمگیر بادشاہ تیسری میں کمال الدین خان خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی کندہ ہے۔

از شاہ عالم
یاف
زمان آزاد
صدیق
نواب کمال الدین خان

قاضی صاحب کی مہربن یہ شعر اس صورت سے کندہ ہے۔
غالباً چوتھی مہربن تھی جس میں خطاب نام رستم خان عطیہ شاہی
کندہ تھا۔

بڑی دیور بھی کے کارپردازوں میں دیوان محمد مبارک بڑے منظم اور مالدار تھے نواب کمال الدین خان کے عہد میں یہ متصدی تھے اور چودھری وغیرہ بھی انکے متعلق رہی تھی لیکن بعد نواب صاحب کے یہ محمد سردار خان کے زمانہ میں نیابت کے

یہ موضع پیر محمد کو مرحمت کیا تھا اور ایک مدت کے بعد پیر محمد مذکور نے چھوٹے رال تواری کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا اور وہاں اس کے خاندان میں آیا تھا

بینامہ پی سر ام پور	بینامہ موضع بھوڑا	بخشش نامہ موضع بہہ اسی دو قطعے ایک بھر نواب سراج خان
۲۰ سو	۲۰ سو	دو دیگر بھر نواب شیر نادر خان
بینامہ موضع نگا ویران کچھو	بینامہ موضع روپا پور	بینامہ موضع جی و ام یا
۲۰ سو	۲ سو	۲ سو
پروانہ اراضی موضع خانپور پروانہ چاک موضع گلگاہو پروانہ چاک موضع میر پور بخشش نامہ موضع محمود پور گریا	سردار خان بشیر نادر خان	بھر نواب سراج خان شیر نادر خان
۱ سو	۱ سو	۱ سو
پروانہ چاک موضع بہہ اسی بھر	بینامہ موضع دیلا پور گریا	ایک بن محمد مرید دلیر خانی
۱ سو	۱ سو	۱ سو

ایک رہنما موضع گنگا ٹوڈو سر اسے شیخ صلاح کا منجانب چودھری ہر سہاے جو چین سنگہ کالہ کا اور چودھری جہنا تھ ساکن پالی کا پوتا تھا موجد و سہنے یہ ہر دو موضع دیوان مبارک کے قبضہ میں تھے۔ مگر دیوان مذکور کے انتقال کے بعد ان کے پوتے نامہ ارجان ولد دلاور خان نے دو ہزار روپیہ پر یہ دونوں موضع ۱۵ رجب ۱۱۵۰ھ کو چودھری مذکور کے ہاتھ فروخت کیے اور قاضی ضیاء اللہ صاحب کی مہر سے بینامہ تصدیق کرایا۔

۱۵۰۰ پیر محمد بڑی دیوڑھی کے خدام میں تھا اور وہ محمد حسین خاں خلیل کالہ کا تھانیں بیگوار اراضی سرحدے راکستین اسکو نواب کمال الدین خان نے ۱۵ رمضان ۱۱۵۰ھ کو مرحمت کی تھی جسکی معافی اور پائیش کا حکم نامہ نواب صاحب نے محمد مبارک اور سچا چند کارکن کے نام صادر کیا تھا چنانچہ حسب حکم فتح خان پھر داس گماشتہ نے انھی تھانیں کی تھی یہ کاغذات راقم کی نظر سے گزرے ہیں۔

اسکے بعد سلسلہ ہجری کو چودہویں ہر سہاے نے لنگا بشن کے پاس پندرہ سو روپیہ پر مواضعات مذکور رہن کیے۔ اسکے بعد سلسلہ ہجری کو رام پرشاد و لنگا و شیکوشن وغیرہ جو اس خاندان میں حقدار تھے اور پالی میں رہتے تھے انہوں نے پندرہ سو روپیہ پر امیر خان ولد قادر داد خان کے ہاتھ جو دیوان مبارک کے پوتے تھے وہ دونوں موضع رہن کر دیے اور یہ عجیب اتفاقی بات ہے کہ کئی جگہ پھر کر وہ مواضعات پھر قدیمی زمیندار کے بیان آگئے اسکا کاغذ قاضی ابوالحسن صاحب کی مہر سے ۲۰ شعبان سلسلہ ہجری کو تحریر ہوا ہے جو اس وقت راقم کے پیش نظر ہے ایک ہیہ نامہ محمد مبارک نے اپنے فرزند محمد بہادر کو تحریر کیا ہے اس میں ۲۰ بسوہ کا باغ خواجہ الماس کا جو دلیر پور میں واقع تھا ہیہ کیا تھا پشتیر یہ باغ خانزادہ جلال الدین خان نے خواجہ مذکور کو دیا تھا اور خواجہ سے دیوان صاحب نے پایا تھا اسکے علاوہ ایک موضع مسلم موسومہ یہ علی ہادی پور پر گنہ پالی جو دیوان مذکور کو فتح محمد خان نے بخشا تھا اور پندرہ بسوہ موضع مراد پور پر گنہ پالی کے جو ذاتی زر خرید تھے اور ایک بسوہ مراد سے شیخ صلاح کا اور ایک باغ دلیر پور کا غرض کہ اس قدر حقیقت ۲۰ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ میں اس ہیہ نامہ کے ذریعہ سے اور تحریر میں لائی گئی ہے اور اس پر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی موجود ہے اور محمد مبارک کے دستخطی العبد بھی اور انکی مہر بھی دونوں قسم کی تصدیق تحریر ہے مہر میں محمد مبارک بندہ درگاہ شرف اللہ کندہ ہیں۔

اور ایک سند محمد مبارک کی طرف سے محمد بہادر کے نام دوسری حقیقت کی تحریر ہوئی ہے جس میں محمد پور پر گنہ پالی میں بسوہ اور کچھ اراضی قاسم اور قطبی فرش کے مکان کی درج ہے اس پر بھی قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر ہے۔

غرضکہ دیوان محمد مبارک کو بہت کچھ امارت حاصل تھی اور بہت سی جائیدادیں انھوں نے نواب دلیر خان کے خاندان سے حاصل کی تھیں اور خود زر خرید جائیداد بھی بہت کچھ پیدا کی تھی مرد و نشتہ کار گزار تھے اکثر موقعوں پر اپنی سرکار کو خوش کر کے خلعت و جائیدادیں حاصل کیں۔ دیوان محمد مبارک کا مکان پہاڑ خان کے احاطہ میں عالیشان بنا ہوا تھا مگر انقلاب زمانہ سے نہ اب وہ مواضع باقی ہیں نہ مکانات ہیں بہت سے لوگ انکو جانتے بھی نہیں انکے خاندان سے مان خان آخر زمانہ تک زندہ رہے تھے اب اولاد و حقیقت کا کچھ نام و نشان باقی نہیں۔

اس خیال سے کہ ناظرین سے بعض اشخاص یہ گمان نہ کریں کہ انکو بڑھا دیا کچھ اصلیت بھی تھی یا نہیں ایک کاغذ جمین انکو نواب و ایسٹان نے ایک معافی نامہ میں مخاطب کیا ہے اور دوسرا کاغذ جو بحث نامہ ایک موضع کا انکے پوتے کے نام ہے ثبوت کے لیے اسجگہ پر ہم تحریر کیے دیتے ہیں اس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائیگا کہ انکے خاندان میں یہ جائیداد کثیر اس طریقہ سے آئی اور جلد کاغذات کے نقل کرنے سے ہجر طوالت کے اور کچھ نتیجہ نہیں تصور کیا گیا ہے بعض کاغذات میں محمد مبارک نائب محمد سردار خان نام کے ساتھ نیابت کا خطاب بھی لکھا ہوا ہے بحیثیت باختیار ہو نیکی نواب صاحب کی طرف سے یہ مقدمات بھی فیصل کیا کرتے تھے چنانچہ ۱۲۷۵ھ کی صورت حال موجود ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ مسماۃ اتان بعد وفات اپنے شوہر کے جب اسلام سے مشرف ہوئی ہے تو اسے پیر اقوم حایک سے کاح کر لیا ایک لڑکا تین برس کا اپنے ہمراہ لائی تھی اسکے بعد اس لڑکے کی بچھو بھی مسماۃ حیونی نے اس امر کا دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا مسمیٰ کارام میراجتیا ہے اور اسکے باپ سرہون نے

مجھے بخشا تھا لہذا وہ مجھے ملنا چاہیے اسکی عرضی دیوان محمد مبارک کے اجلاس میں
 دیکھی تھی جب یہ عرضی انکے ملاحظہ سے گزری تو چونکہ قاضی بدیع الزمان اسوقت یہاں
 موجود نہ تھے پالی میں تھے لہذا انکے آئے تک یہ فیصلہ ملتوی رکھا گیا اور وہ لڑکا امانتاً
 محافظ کو سپرد کیا گیا اوبخین ایام میں مرزا محمد قاسم متصدی جاگیرات کے آمد کی خبر
 گرم ہوئی اور محمد مبارک اس انتظام میں مصروف ہوئے وہ لڑکا کوئی چورالیکجا جب
 یہ خبر معلوم ہوئی تو صورتحال لکھائی گئی بعض کاغذات سے انکے اختیارات کا پتہ چلتا تھا

نقل سند معافی منجانب نواب سردار خان حسین محمد مبارک مخاطب کیے گئے

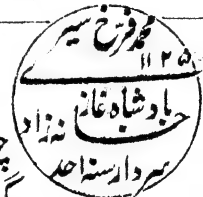
۱۲۵۰ محمد نرنخ سیر
 بادشاہ غازی زاد
 سردار سہل
 شجاعت عقیدت نشان محمد مبارک بغایت امیدوار بودہ بندہ
 بظہور پیوست کہ چند بیگہ اراضی دروجہ مدو معاش الہیہ جلال الدین
 ولد حسین خا قاضی در سواد موضع خانپور علم پر گنہ شاہ آباد بموجب بی وائے
 خا نصاحب مرحوم مقرر است بنا بران قلمی میگردد کہ اراضی مذکور بعد ملاحظہ سند
 بہر خا نصاحب مرحوم بشرط قبض و تصرف مطابق معمول تبصرف الہیہ مرقوم و اگر از مد
 و مر احمیت نرسانند کہ بفرارغ خاطر شتمکار نمودہ بدعلے ترقی و دولت اینجانب مظلومیت
 دارد درین باب تاکید تاکید دانستہ حسب السطور عمل آرد بتاریخ دہم رجب المرجب ۱۲۵۰
 جلوس والا مطابق ۲۵ الہیہ ہجری قلمی رفت۔

اس معافی کا پر وائے نواب کمال الدین خان بہادر نے ۲۵ صفر ۱۲۵۰ الہیہ کو تحریر کیا ہے

کر چکیں بیکہ اراضی البیہ جمال الدین خان کو جو دختر محمد معروف کی ہے چک بنا کر دینا چاہیے
 اسی طرح پیر محمد ولد حسین خانیغل کے نام جو معافی کی سند نواب کمال الدین خان کی
 طرف سے ۲۵ رمضان سال ۱۰۰۰ ہجری کو مرتب ہوئی ہے اس کے حکمنامہ کا حکم بھی
 محمد مبارک اور سبھا چند کا رکن کے نام صادر ہوا ہے کہ تیس بیکہ اراضی ہمیش
 کر کے چک بنا کر دینا چاہیے چنانچہ حسب احکم محمد مبارک نے موضع سرلے رنک
 میں وہ اراضی گمبھاسی رام چودھری وقانگو اور نور محمد و امیر خان جریب کش سے ہمیش
 کر کے دی ہے اور اس حکمنامہ میں ان کے نام کو رفعت پناہ امانت و شہ گاہ
 با وقعت الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے جس سے انکا ذی عزت اور صاحب اختیار
 ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس چک کا دیوان مبارک کے قبضہ میں آ جانا
 کاغذات سے ثابت ہوتا ہے۔

نقل بخشش نامہ موضع بھداسی متجانب نواب سردار خان بنام محمد جعفر نیرہ دیوان محمد مبارک

متصدیان ہمت حال و استقبال سرکار اینجانبیہ اند



چون موازی بست بسوہ زمینداری موضع بھداسی متعلقہ شاہ آباد
 پر گنہ پالی سرکار خیر آباد صوبہ اخترنگر اودہ زر خرید و موروثی سرکار
 اینجانب بطوع و رغبت خود کججمع حدود و حقوق و مرقع آن اشجار و اثمار و ابار و
 انہار و حیاض و از تکاب و خاکدان جداول از قلیل و کثیر و ایضات و نیب ایضا

خارج از مساجد و مقابر و طرق عامہ و اوقات بہ محمد جعفر ولد محمد اعظم ابن محمد مبارک بخشیدم
و تملیک بلا عیوض نمودم بایہ کہ بہت بسودہ زمینداری موضع مذکور قبض و تصرف بشا رعیا
و اگذارند کہ حاصلات آنرا از رسومات زمینداری موضع مسطور صرف احتیاج خود
نمودہ بدعائے ترقی عمر و دولت مشغول باشند در نیاب تا لکھ مرید و نہستہ طبعی علی آند

شرف
غرض
چوں
شہزادہ
وجود موضع ہربانی
حد و حورہ موضع چبا
حد و حورہ موضع رمان پور ہربانی
حد و حورہ منکا پور ہربانی

بتایخ ہفتہ ہم شہر جامدی الاول ۱۲۵۵ھ تحریر یافت۔

نواب محمد سردار خان ولد نواب کمال الدین خان

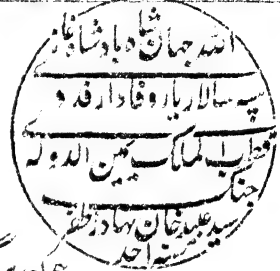
بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے محمد سردار خان اپنے باپ کے جانشین ہو کر
بڑی ڈیوڑھی اور ریاست کے مالک ہوئے انکے خود مختار اور رئیس ہونیکا زمانہ
۱۲۵۵ھ ہجری بمذہب انکی مہر کے ثابت ہوتا ہے یہ عہد فرخ سیر بادشاہ کی حکومت کا تھا
نواب صاحب بادشاہ رس بھی تھے اور اپنے نامور باپ دادا کی عزت انھیں بھی
حاصل تھی انکی طرف سے جو باشندگان شاہ آباد کو پروانہ جات دیے گئے ہیں انسے
یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ بھی داد و دہش میں اور اخلاقی خوبیوں میں اپنے اسلاف کے
ہم صفات تھے کثرت سے معافیان انھوں نے اہل استحقاق کو عنایت کی ہیں
بہت سے انکے کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہیں۔ انکی رحلت کا زمانہ ۱۲۵۵ھ
ہے ۲۵ برس حکومت کی نواب کمال الدین خان کی جاگیر بھی انھیں کے نام بحال
ہوئی ہے اور بادشاہ دہلی سے اسکے متعلق وزیر اعظم کی مہر کا جو پروانہ انکے نام ملا،

وہ آج تک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

نقل فرمان شاہی بنام نواب محمد سردار خان

باشہ
بانی محفوظ

رفعت پناہ وزارت کفایت سنگھ



چون پرگنہ شاہ درہست من اعمال سرکار خیر آباد ضامت
صوبہ اودھ مجمع مبلغ ہفت لک دام بجاگیر محمد سردار دولہ کمال الدین خان
مرحوم بدستور سابق بجال و برقرار است لہذا نوشتہ میشود کہ پرگنہ مذکور درہست
بمحمد ام مذکور حسب الضمن بجاگیر مومی الیہ بجال دانستہ بر زمینداران آنجا قدغن
نمائند کہ مالو اوجب را باعمال مشار الیہ جواب میبخشد باشند بتلخ شعبان سنہ ۱۲۸۱ قمری شد
مضمون پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم محمد سردار دولہ کمال الدین خان مرحوم پرگنہ شاہ آباد سرکار خیر آباد صوبہ
اودھ کہ بدستور سابق بجال و برقرار است مملکت ام درہست

نواب شیر انداز خان

یہ محمد سردار خان کے صاحبزادہ تھے بعد اپنے والد ماجد کے یہ بڑی دیوڑھی سبک
مالک ہوئے اور خوب ریاست کا انتظام کیا و وضعاری اور لیاقت میں اپنے بزرگوار
کے اوصاف سے متصف تھے اکثر معافیوں کی سندیں جو انھوں نے مستحق شخاص

کو دی ہین خاکسار کی چشم دیدہ ہین سہ ماہ مطابق سہ ماہ جلوس محمد شاہی میں یکایک
ہوے اور سہ ماہ ہجری تک انکی جانب سے اسناد دیا جانا پایا جاتا ہے ۶۲ھ
میں انھوں نے خود ہریت اپنی جاگیر کی محمد قادر داد کو عنایت کی ہے سہ ماہ سے
سہ ماہ تک انکی زندگی کا زمانہ کاغذات سے ثابت ہوتا ہے جس سے ۲۲
برس انکا بڑی دیوڑھی پر با اختیار رئیس رہنا اور اسکے بعد انکا انتقال کرنا معلوم ہوتا ہے

نواب محمد اعزاز خان

آپ نواب شیر انداز خان کے فرزند رشید تھے بڑے ذی حوصلہ نہایت فیاض
رئیس گذرے ہین خوبصورت انسان تھے بیسیوں معافیوں کی سندیں انکی طرف سے
دی ہوئیں دیکھنے میں آئی ہین جسے انکا اولوالعزم و مخیر ہونا ثابت ہوتا ہے نواب
وزیر الممالک شجاع الدولہ جب اودھ سے روہیلکھنڈ کو جاتے تو شاہ آباد میں قیام
کیا کرتے تھے اور اسے بہت لطف فرماتے تھے انکی خوبصورتی کی وجہ سے
نواب شجاع الدولہ نے انکی بہن سے نکاح کرنے کی خواہش کی تھی چونکہ حقیقی بہن
انکی کوئی نہیں تھی اسلیے انکی چچا زاد بہن یعنی بنت محمد اعزاز خان سے انکا نکاح ہوا اسی رشتہ
سے نواب آصف الدولہ نواب اعزاز خان کو ماتون کما کرتے تھے ایک ہزار دو سو
روپیہ ماہوار بطور وثیقہ کے اعزاز خان کے نام سرکار لکھنؤ سے مقرر تھے۔ بعض
کاغذات میں بچہ اعزاز الدولہ ظفر جنگ بہادر کی پائی جاتی ہے۔ شاہ
دہلی یا والی اودھ نے انکو یہ خطاب دیا تھا۔ نواب اعزاز خان نے ایک اپنی شادی
نواب فیض اللہ خان ولد زین الدین خان عرف نواب عبداللہ خان میں شاہجہانپور

کی صاحبزادی سبکی تھی ان ہو کیا نام محمد جہانگیر محمدی بیگم تھا اور خطاب بہو بیگم تھا انکا دین مہر
دولاکھ پچاس ہزار کا مقرر ہوا تھا انکے بطن سے جب کوئی اولاد نہ ہوئی اور چہند
سال کے بعد کچھ ناموافقت پیش آئی تو انھوں نے اپنا دوسرا نکاح مستاتا
عہدہ بیگم بنت نواب قائم علیخان سے جو داؤد خان کی پوتی اور نواب چاند خان بیس
کھٹہ کی پوتی تھیں کرنا چاہا فرق ثانی نے یکدیگر ہونی سے رضا مندی ظاہر کی جب
بہو بیگم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو انھوں نے اپنے باپ بھائی کو اس امر کی اطلاع دی
اوتکے بھائی مرتضیٰ خان ڈیرہ سو آدمی شاہجہانپور سے لیکر شاہ آباد آئے اور بڑی
ڈیوڑھی کے چٹا لٹا وردیو اتخانہ میں اپنا بندہ بست کر کے محمد اعزاز خان کو دیونچانہ
میں زبردستی بٹھلایا اور کل جائداد کے لکھدینے کی خواہش کی نواب اعزاز خان صاحب
نے چارنا چار اپنی جان بچا کر اسوقت تملیک نامہ لکھ دیا اسکے بعد نواب اعزاز خان
نے نواب بندہ علیخان بیس چھوٹی ڈیوڑھی کو کھلا بھیجا کہ غیر شہر کے آدمی آکر محکوم ہو
کرین اور زبردستی مجھ سے کاغذ پر مہر کر والیں پکو براور نہ غیرت بھی نہیں آتی اسپر تہہ علی
نے اپنے صاحبزادہ لطف علیخان کو ایک جماعت کثیر دیکر بڑی ڈیوڑھی کو بھیج دیا وہ
آدمیوں نے مرتضیٰ خان کے آدمیوں کو بڑی ڈیوڑھی سے نکال دیا اور کہا کہ اہل اسلام
کے مذہب میں چار عہدہ تاج بنیں تم کس سبب سے مانع ہوتے ہو آخر کار مرتضیٰ خان
مجبور ہوئے اور مجلس عقد منعقد ہوئی قاضی رضا، اللہ خان نے سرست خان لیر خانی
کی وکالت اور فقیرن میان صاحب اور غلام مصطفیٰ صاحب کی شہادت نواب
اعزاز خان کا نکاح پڑھایا سات لاکھ روپیہ اور بیس ہزار اشرفی شاہجہانی کا دین مہر قرار
پایا اسکے صبح کو اعزاز خان انتظام کر کے مرتضیٰ خان سے اپنی تملیکت پس لینے پر

آباد ہوئے مرتضیٰ خان یہ سن کر جلدی سے روانہ ہوئے اور راجہ ہانس رائے کے بہانی رائے فسارام کے مکان میں جا کر پناہ گزین ہوئے مرتضیٰ خان کی والدہ جو محل میں تھیں اونسے اعزاز خان نے جا کر کہا کہ بغیر واپسی دستاویز کے آپ شاہجہا پور نہیں جاسکتیں اس پر رائے فسارام درمیان میں آئے کہ اچکی واپسی متاؤ گا میں ذمہ دار ہوتا ہوں آپ اپنی خوشدامن صاحب کو رخصت کر دیں چنانچہ رائے صاحب کے کہنے کے بموجب نواب صاحب نے مرتضیٰ خان کی ماں کو رخصت کر دیا اور بدستور قہیم اپنی املاک پر تاحین حیات قابض رہے بہت سے لوگوں کو باغ نصب کر دیے مکانات بنوا دیے چاک محاف کر دیے انکی عالی ہمتی و فیاضی کا یہ عالم تھا کہ بیس موضع رائے موہن لال کو معافی میں دیدیے تھے انکے دم تک آبائی شان و شوکت بھی باقی تھی انکی سرکار میں ہزار بارہ سو آدمی بھی ملازم تھے اور پرورش پاتے تھے اسکے بعد نواب اعزاز خان نے دو نکاح اور بھی غریب شرفا کی لڑکیوں سے کیے جن میں ایک منکبہ بیوی سے اعزاز خان صاحب کی لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی یہ دونوں بیویاں اور لڑکی عمدہ بیگم کے پاس رہتی تھیں انچھ بیگم عرف بہو بیگم نے اپنے بھتیجے جمعہ میان عرف نواب محمد خان کو شاہجہا پور سے لا کر متنبہ کیا تھا نواب اعزاز خان چکات شاہ آباد کی مالگنداری پانسو روپیہ بہرہ کارا دودھ کو دیا کرتے تھے دیہات جو انکے زرغریہ اور آبائی جاگیر کے متعلق تھے اسکی مالگنداری سے اسکو کچھ بحث نہیں۔ نواب اعزاز خان کے حیات کا زمانہ مسلمان ہجری تک کا فترات سے ثابت ہوتا ہے جب نواب اعزاز خان کا انتقال ہو گیا اور انکی زوجہ اولے یعنی بہو بیگم نے کل جائداد پر قبضہ کر کے اپنے بھیجے کو سب یا سٹ مینا چاہی

تو اس پر زوجہ اولے اور زوجہ ثانی سے جھگڑا ہوا اور نواب آصف الدولہ کے اہل اس
 میں مقدمہ پیش ہوا اور نواب وزیر الممالک نے اپنے فیصلہ سے دونوں کو نصف نصف ترکہ
 تقسیم کر دیا اور اپنے حاملوں کے ذریعہ سے دونوں تعلقہ کی تقسیم کا عمل درآمد بھی
 کر دیا اور نواب اعزاز خان کے بعد بڑی ڈیوڑھی میں تنزل شروع ہوا وہ امیرانہ جاہ و شکم
 باقی نہیں رہا اور انکی دونوں بیگم سے کوئی اولاد نہ رہی تھی نہیں پیدا ہوئی صرف
 ایک لڑکی تھی جو اہل شاہجہانپور کی روایت ہے کہ نواب محمد یحیٰ نے عمدہ حکیم کی
 رضا مندی سے کہ انکی وہ پرورش یافتہ تھی اپنے بھتیجے محمد خان ابن مرتضیٰ خان
 کو بیاہ دی تھی جسے غلام غوث خان عرف نواب بعد از خان پیدا ہوئے تھے
 محمد خان کی دوسری بیوی نواب لطف علی خان کی دختر بتلانی جاتی ہیں ان سے نواب
 امیر حسین خان پیدا ہوئے تھے۔ نواب محمد خان اور محمد یحیٰ حکیم کی مہرین اکثر کاغذات
 پر کی ہوئیں راقم کے پاس موجود ہیں محمد خان نے ۲۹ صرم ۱۲۵۷ھ کو درگاہ
 کے مرض میں شاہ آباد میں انتقال کیا اور نواب محمد خان کی مہرین سلسلہ کاندھ بن
 اور ایک مہرین انھوں نے اپنی ولایت نواب اعزاز خان کی طرف بوجہ تنہا ہونیکے
 منسوب کی تھی محمد یحیٰ حکیم زوجہ نواب اعزاز خان نے بھی سلسلہ سے کاغذات پر
 مہر کرنا شروع کیا تھا محمد اعزاز خان بہادر نواب اعزاز خان کی ایک مہرین کاندھ تھا
 اور سلسلہ ہجری بھی اوس میں مرقوم ہیں سلسلہ میں نواب اعزاز خان نے گھوڑا نشاہ
 تمکینہ دار کو موضع گکریالی میں ایک بڑی معافی دی ہے۔ افسوس کہ نواب بعد از خان
 ۱۲۵۷ھ کے غدارین بالزام بغاوت قتل کیے گئے یہ کتاب خوب لکھا کرتے تھے
 ایک کتاب راقم نے انکی لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اور نواب امیر حسین خان کے

فرزند نواب احمد حسین تھے جو اولاد فوت ہو گئے۔ اب بڑی ڈیوڑھی میں نہ مواندہ
 میں نہ مکانات ہیں صرف چند نشانات باقی رہ گئے ہیں۔ نواب اعزاز خان کی حکومت
 اور ریاست کی مدت ۳۹ برس ہے اور نواب محمد خان کی تعلیم داری ۴۴ برس
 پائی جاتی ہے نواب محمد خان کی بعض بہرین نواب اعزاز خان کی فرزند ہی کندہ ہے

نواب فتح محمد خان

یہ نواب دلیر خان کے صاحبزادہ کمال الدین خان کے چھوٹے بھائی تھے چوک
 کی ڈیوڑھی انھیں کے نام سے قائم ہوئی تھی اور چوک والی نسل کے یہ ہی مورث
 آئے ہیں فتح محمد خان اپنے نامور باپ کے ساتھ معرکوں میں رہے ہیں اور بعد اپنے
 والد کے علیحدہ بھی مہمات شاہی کیا لڑے ہیں انھوں نے اپنی ذاتی شجاعت اور
 موروثی دلاوری سے خوب خوب کارنامے کیا ہیں یہ اسم با اسم فتح محمد تھے بیشتر
 ان کا منصب ششمدی تھا اسکے بعد سہ ہزاری ذات و سہ ہزار
 سوار کا ہوا دکن کی مہمات میں انکی بہادری مشہور ہوئی ہے جب سہ
 جلوس مطابق سن ۹۳ ہجری میں بجا پور کی ہم پیش آئی تو بادشاہ عالمگیر نے
 بخشی الملک روح اللہ خان اور فتح محمد خان اور شہاب الدین خان اور
 خاص اپنے جلو کے امر کو تعینات کیا ہے اور انھوں نے وہاں جا کر ایسی
 جانبازی کو دخل دیا ہے کہ اپنا نام روشن کروا دیا ہے پانچ برس تک یہ دکن کی

سلسلہ روح اللہ خان تباخت عجب پور مرخص گردید شہاب الدین خان و بند بے جلو فتح محمد خان دلیر خان

باو تعین گردیدند۔ ماثر عالمگیری

مہات میں مصروف رہے جب آخری محاصرہ جیپور کا شروع ہوا اور اس کے چند ماہ کے بعد ہمیشہ کے لیے فتح ہو کر شاہی ممالک میں شامل ہو گیا۔ بقیہ معرکہ ماہ رمضان ۱۱۹۸ھ میں ایسا سخت واقعہ ہوا کہ فتح معمر خان اور امان اللہ خان فرزند الہ وردی خان شہید ہوئے چنانچہ واقعہ باثر مالگیری کے صفحہ (۲۶۲) میں بیان عبادت درج ہے درجنگ مورچال جیپور فتح معمر خان سپہر دلیر خان و امان اللہ خان سپہر الہ وردی خان مردانہ شہرت پسین نوشیدہ ماثرا مہرین بھی دلیر خان کے تذکرہ میں جو انکی اولاد کا ذکر آیا ہے اس میں بھی فتح معمر خان کا مورچال جیپور میں کام آنا تحریر ہے۔

فتح معمر خان کی دیورسی میں بھی علاقہ بہت تھا موضع اودھرنپور وغیرہ تو دلیر خان نے اپنے زمانہ حیات میں انکو علیحدہ دیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان کی باہمی تقسیم میں بارہ موضع انکے قبضہ میں جدا گانہ آئے تھے ذاتی منصب کی تنخواہ اسکے ماسوا بھتی۔ زر خرید جائیداد بھی بہت تھی۔

فتح معمر خان کے دو صاحبزادے تھے فتح خان و مصطفیٰ خان مر قضا خان انکا پیشتر منصب پانصدی تھا اسکے بعد سپہر ہزاری ذات وہ ہزارہ سوار کوہ پونچھ اور اپنے باپ کے نام کا خطاب فتح معمر خان حاصل ہوا ان دونوں بھائیوں نے عالمگیر کے بعد اسکے دونوں شہزادوں محمد معظم اور محمد غلام میں جب تخت کے لیے جنگ ہوئی ہے اس میں بڑی بہادری کو دخل دیا ہے اور میدان جنگ میں لڑنے مردانگی سے گھوڑے دوڑا کر اعظم شاہ کے غول میں گھس گئے اور قلب لشکر میں پہنچ کر حشر و نشر برپا کیا تھا آخر کار فتح حاصل کی اسکے بعد معظم شاہ نے انکو خلعت و اضافہ

منصب سے سرفراز کیا اور جب اپنے بیٹے معز الدین کو جاندار شاہ اور پسر دوم کو عظیم الشان اور پسر سوم کو رفیع الشان چارم کو جمان شاہ کے خطابات سے سربلند کیا اس وقت مرتضیٰ خان کو فتح معمور خان اور نیکے آبا کی خطاب سے سرفراز کیا تھا اس واقعہ کی کس قدر یہاں سے زیادہ صراحت ہم کمال الدین خان کے تذکرہ میں تحریر کر آئے ہیں۔

اس کے بعد جب سلطان معز الدین جاندار شاہ سے اور اسکے بھتیجے سلطان فرخ میر سلطنت کے لیے جنگ پیش آئی ہے تو جاندار شاہ نے اپنے شاہزادہ اعز الدین کو ایک فوج جبار دیکر روانہ کیا اس وقت شاہزادہ کے ساتھ مرتضیٰ خان مصطفیٰ کو بھی جنگی شجاعت مسلم تھی مقابلہ کو بھیجا تھا جس وقت فرخ میر اور شاہزادہ اعز الدین کی فوج کا مقابلہ ہوا ابھی تلخوڑی سی جھلسش پیش آئی تھی اس دار و گیر میں مصطفیٰ نے ایک زخم تیز کا کھایا مگر کچھ خیال نہ کیا بدستور مستعد رہے مگر شاہزادہ کچھ ایسا خالیف ہوا کہ میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر مرتضیٰ خان

۱۰ سلطان ہونہار شاہ بعد فتح کلاں خود معز الدین را خطاب جہاندار شاہ و پسر دوم را بشاہ عظیم الشان و پسر سوم را رفیع الشان و چارم را جمان شاہ سرفراز فرمود۔ و مرتضیٰ خان تیسرہ دلیر خان را خطاب فتح معمور خان امتیاز بخشید۔ اخبار مجت (۳۲۲)

۱۱ معز الدین خبر قریب رسیدن فرخ میر شنیدہ پسر میں خود اعز الدین را با فوج جبار بمقابلہ فرستاد۔ و جالی کوہ تلاقی افواں رد نمود سلطان فرخ میر بمقابلہ شاہزادہ اعز الدین و مرتضیٰ خان عرف فتح معمور خان و برادر شش محمد مصطفیٰ خان ہر دو پسران کو اب فتح معمور خان کلاں ابن دلیر خان مذکور اس وقت تعین فرمودند ہر دو برادران کو در جوار فردی و شجاعت مشہور بودند میدا سنے تیز و زود خورد و بریان آمد و مصطفیٰ ابن زخم سہل تیر برداشت بیج ملاحظہ کردہ و شہزادہ اعز الدین بدون تحریک آنات حرب راہ فراہ پیش گرفت مرتضیٰ خان عرف فتح معمور خان فتح و نظرم اجبت بلا شک خود کرد۔ اخبار مجت (۳۵۱)

کمال۔ لاوری واطمینان سے اپنے لشکر کو واپس آئے۔

مر قصے خان کی وفات احمد شاہ کے عہد میں ہوئی یہ نہایت
شجاع حضور رس عالی حوصلہ انسان تھے۔

تاریخ اخبار محبت میں مر قصے خان کی رحلت کا زمانہ جو احمد شاہ کے عہد میں لکھا ہے
غالباً کاتب کی غلطی ہے وہ بجائے محمد شاہ کے احمد شاہ لکھ گیا ہے یا مصنف
کتاب سے سہوا ہوئے کیونکہ احمد شاہ ۱۱۰۰ھ ہجری میں بعد اپنے باپ محمد شاہ
کے تخت نشین ہوئے اور مر قصے خان کے فرزند محمد روشن خان کو جو
قدیمی معافی کی بجالی کا پروانہ صفدر جنگ نے دیا ہے وہ ۱۱۰۰ھ ہجری میں لکھا
گیا ہے اوس میں مر قصے خان کے خطاب نام کے ساتھ مرحوم کی لفظ تحریر ہے
اگر وہ عہد احمد شاہ میں انتقال کرتے تو قبل ۱۱۰۰ھ ہجری کے وہ ۱۱۰۰ھ ہجری
میں مرحوم نہ لکھے جاتے بلکہ مر قصے خان کے انتقال کی صورت حال فارسی میں
موجود ہے جس پر عائدین شاد آباد کی مہرین پڑی ہوئی ہیں اور ان کے دفن ہونیکے
وقت ایک جھگڑا پیش آیا ہے۔ صورت حال میں لکھا ہوا ہے کہ ۳ شعبان ۱۱۰۰ھ
کو مر قصے خان نے قصبہ بسولی میں جو سرکار لکھنؤ کے متعلق تھا قضاے الہی سے
انتقال کیا چند روز کے بعد ان کی لاشیں کتا بوت شاد آباد لایا گیا اور باشندگان
وطن جمع ہوئے اور سوقت انکی بیوی بادشاہ بیکم بنت امانت اللہ خان نے اپنی
ایک خواص مسماۃ چاندنی بی کو حاضرین کے پاس بھیجا کہ مبلغ ایک لاکھ روپیہ
اور پندرہ ہزار اشرفی میرے دین مہر کی خان مرحوم کے ذمہ ہے جو دستم کہ
واجب الادا ہے اور عند اطلب و سکی ادائیگی لازمی قرار دی گئی ہے لہذا پہلے انکے

ورثا میرا دین مراد اگر دین اوسکے بعد انکی لاش قبر میں دفن کریں جب حاضرین نے انکی بیوی کا یہ پیام سنا تو ابراہیم خان جو مرتضیٰ خان کے چچا زاد بھائی تھے اٹھئے اور انکے ساتھ فرید خان گلیانی اور سمندر خان ممند ہر دو ممتاز شاہ آباد کے تھے مجلس کے دروازہ پر گئے اور خانزادہ محمد روشن خان کو جو مسماۃ بادشاہ بیگم مذکورہ کے بطن سے تھے مسماۃ مذکورہ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ از روئے شرع شریف دین تمھارا مرتضیٰ خان عرف فتح مہمور خان مرحوم کے ترکہ سے چلپے ریاست موجود ہے اور نواب صاحب کے دیگر فرزندان خانزادہ بہرہ مند خان وغیرہ جو تمھارے شوہر کی زوجہ ثانی کے بطن سے پیدا ہیں حاضرین یہ بھی تمھارے لڑکے ہیں ہم سب باشندگان شاہ آباد تمھارے دین مہر کے ذمہ دار ہیں اور علاقہ آج سے آپ کے متعلق ہے جب یہ جواب مسماۃ بادشاہ بیگم نے سنا تو انھیں کچھ اطمینان ہوا غرض کہ ایک بڑی خوشی کے بعد مسماۃ مذکورہ نے دفن کرنے کی اجازت دی اور مرتضیٰ خان دفن کیے گئے اس روز سے یہ بیوی گھر کی حاکم رہیں اور جائداد کا انتظام بھی انھیں کیلے سے ہوتا رہا اور دوسرے لڑکوں کو بھی مثل اپنے فرزند کے سمجھتی رہیں اس سب پر قاضی فیض اللہ صاحب جو قاضی وقت تھے انکی مہر بھی ثبت ہے المختصر محمد شاہ جو ۱۱۳۱ھ ہجری میں تخت نشین ہوا ہے اور انیس سال آٹھ ماہ سلطنت کر کے ۱۱۳۳ھ ہجری میں رحلت فرما ہوا ہے اوسکے بعد حکومت میں مرتضیٰ خان کا انتقال کرنا ثابت ہے۔

خان

فتح مہمور خان کی امارت کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ جب زین الدین

نیرہ نواب بہادر خان جو کچھ دیوانہ سے تھے شاہجہان پور سے فرخ سیر کے لانے کے لیے بنگالہ کو روانہ ہوئے تو پانسو آدمی اونکے ہمراہ تھے شاہ آباد آکر بٹھہرے مسماۃ بادشاہ بیکم کو کسی بہانہ سے بلا کر کٹار اونکے پیٹ پر رکھ دی اور چچی سے کہا کہ جب تک زر نقد نہ دو گی تمھاری رہائی نہو گی بعد بڑی قیل و قال کے پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سی اشرافیان نقد دیکر جان بچائی اور زین الدین یقین لیکر چلتے ہوئے۔

مرتضیٰ خان نے اپنی حیات میں ۲۲ جادی الثانی ۱۱۳۰ ھ ہجری کو ایک تملیک نامہ بھی اپنی ملکیت کامیون کے نام لکھا ہے اور اوس پر مہرین اور دستخط قاضی فیض شاہ صاحب اور قاضی ناصر الزمان صاحب اور زبردست خان و نواب عزیز الدولہ ظفر جنگنا و نواب بند علی خان و فتح محمد و درویش محمد وغیرہ کی ثبت ہیں اور اسکا مضمون یہ ہے کہ میں نے اپنی جائیداد کی تقسیم اس طریق سے کی ہے کہ موضع ایکوان معہ مزعجا و موضع انکیو و موضع کرسیلی و سین پور و کچور و ہدیت پور و باغات و اراضیات شاہ آباد و محلہ چوک و بازار موروثی و زر خرید و نقد و خبس و اثاثہ بہت

۱۱۳۰ ھ نواب زین الدین خان باپا نقد سوار پیدا ہوئے برقاقت سلطان فرخ سیر روانہ بنگالہ شدہ در شاہ آباد سیر در انجا بخدمت بادشاہ بیکم زو جمع ہوئے خان ابن امیر عظام دیر خان کہ در رشتہ چچی زین الدین خان شدہ بنابر اتفاق رفتہ و بہانہ مشورہ درخواست خلوت نمود و قتیکہ بیک صاحبہ موصوفہ تنہا شدہ زین الدین خان کٹار را کشیدہ بر شکم چچی خود نہادہ مستعد کشتن او شدہ و رہائی جان بشرط حصول زر خاطر خواہ قرار داد و بمسند قیل و قال بسیار بیخ لک روپیہ و اشرافیان بے نقد از گرفتہ رہائی داد و از شاہ آباد بنگالہ داشت سپاہ جاری نمودہ و روانہ پیشتر شدہ۔ انجا محبت .

محمد روشن خان کے حصہ میں دیا ہے اور باقی کل علاقہ مجھ مساوی بہرہ مند خانانہ و ہدایت خان و خردمند خان و صلح محمد خان اور والدہ محمد روشن خان کو چھپوہر تقسیم کیا ہے اور موضع بنیاری قائم وغیرہ اپنے خاصخیلون کو دیا ہے۔

دوسرا قسمت نامہ ۱۵ محرم ۱۰۵۰ ہجری کو مرتضیٰ خان عرف قلمو خان نے مکانات کا تحریر کیا ہے جس پر قاضی وقت اور محمد علی اور محمد مبارک ویدی داس وغیرہ کی مہرین بڑی ہوئی ہیں اس میں مکانات کے تقسیم کی یہ صورت ہے کہ دیوانخانہ مشرق رویہ جو دالان در دالان ہے اور ہر دوسہ درمی مع پانچ کوٹھڑیوں کے اور ایک مکان مغرب رویہ جو دیوانخانہ کے مقابل ہے اور ایک دروازہ بیڑنی مشرقی جسکی مغربی حد مجلس اسے ملی ہوئی ہے محمد روشن خان کو دیا ہے مابقی مکانات دیگر بیٹوں کو علیحدہ دینا پایا جاتا ہے۔

محمد مرتضیٰ خان کے چار فرزندان منصبدار شاہی ہوئے ہیں جنکے منصب اور ناموں کی تفصیل یہ ہے۔

محمد روشن خان ہزار پانصدی ذات ہدایت خان۔ بہرہ مند خان خردمند خان۔ صلح محمد خان ہر چار فرزندان ہزاری ذات اور چار سوار کا منصب رکھتے تھے تربیت علیخان ولد محمد روشن خان پانصدی تھے محمد روشن خان کا اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا اور وہ ہونا اس پر واسطہ بھی ثابت ہے کہ جو نواب منصور علیخان صفدر جنگ والی اودھ وزیر عظم دہلی نے انکو بعد انتقال مرتضیٰ خان کے انکی معافی کا دیا ہے اوس میں رفعت پناہ شجاعت و ستگاہ بیش قدر الفاظ سے مخاطب کیا ہے

جس سے ذاتی طور پر ادین اپنے بزرگوں کی وقعت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے
انکی مر کا یہ صحیح تھا۔

از محمد مرتضیٰ روشن خاں

اسمین بری رعایت یہ پیمان تھی کہ انکے فرزند کا نام خدا یا رخاں تھا غرض کہ داد
بیٹے پائے تین کا نام شامل ہے۔

نقل پروانہ

رفعت و شجاعت و سنگا یعقوب علیخان محفوظ باشند
رفعت پناہ محمد روشن خان و قد عمور خان مرحوم نمود کہ
در باب معانی باغات و بازار و کثرہ مشار الیہ واقع
شاد آباد شجاعت و سنگا نوشتہ شود لہذا نگارش میرود
۱۲۲۳ محمد شاہ
بادشاہ غازی
جناب عبدالغفور
لاولہ تصور خان بہادر

کہ بہ ستور قدیم الحال ہم معاف دانند و متعرض نشوند بہت و چہارم شہر شعبان
سلسلہ جلوس و الامتاق ۵۲ھ

مصطفیٰ خان یہ قمعور خان کے فرزند اور نواب دلیر خان کے پوتے تھے
یہ بھی اپنے بھائی مرتضیٰ خان کے ہمراہ شاہی مہمات میں شریک رہے ہیں
چنانچہ فرزند ان اورنگ زیب کی جنگ اور محاربہ فرخ سیری میں موجود تھے جنگا
تذکرہ کمال الدین خان اور مرتضیٰ خان کے حالات میں انکے نام کے ساتھ
اوپر ہم بیان کر چکے ہیں یہ شجاعت و وضع داری میں اپنے باپ بھائی کے قدم
بقدم تھے انکی اولاد بیٹے اور پوتوں تک باقی رہی اس کے بعد یہ شلخ لا اولہ

منقطع ہو گئی مصطفیٰ خان صاحب کا انتقال سنہ ۱۰۷۱ ہجری میں کاغذات سے ثابت ہے۔
 بعد اتم انتقال محمد روشن خان کے تین صاحبزادوں کے ترتیب علیخان
 وسعد اللہ خان و خدیار خان زندہ تھے۔ تربیت علیخان وسعد اللہ خان سے اور
 بہرہ مند خان و محمد بدایت خان و صلح محمد خان سے بابت ریاست کے بہت جھگڑا
 رہا ہے اور ان چچا بھتیجوں کا تئنائی دہلی تک گیا ہے اور شاہجان آباد میں قاضی
 تاج الدین صاحب نے انکا باہمی فیصلہ کر کے صلحنامہ بھی کرایا تھا مگر یہاں انکے
 بعد پھر جھگڑا اٹھا اور ماہ صفر سنہ ۱۰۷۲ ہجری کو دارالقضا شاہ آباد میں وہ مقدمہ
 پہنچا اور وہاں قاضی فیض اللہ صاحب نے اسکا فیصلہ لکھا اور لالہ کرپا دیال کو
 یہ تحریر کیا کہ بازار چوک پر قبضہ بدستور محمد روشن خان کا رہنا چاہیے اور
 بہرہ مند خان و محمد بدایت خان و خردمند خان و صلح محمد خان ہر چار بجائیوں کا
 قبضہ مثل تصرف مصطفیٰ خان مرحوم کے رہنا چاہیے۔ اور کٹرہ پر عملدرآمد بموجب
 فیصلنامہ سابق کے فریقین کا اور تربیت علیخان اور سعد اللہ خان کا عملدرآمد
 مرتضیٰ خان مرحوم کے مطابق رہیگا۔

اگر اسکے خلاف کوئی فریق دست اندازی کرے تو آپ حاکم وقت ہیں تحقیقات
 کر کے حسب عمل درآمد مصطفیٰ خان و مرتضیٰ خان کے دخل و لادین۔
 یہ خط منعلق اجراء فیصلنامہ کے قاضی رضی اللہ عنہ کا مہر شدہ راقم کی نظر سے گذرا
 ہے اور اسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

خاندان چوک اور بڑی ڈیوڑھی سے ہمیشہ نا اتفاقی رہی
 چنانچہ سلسلہ ہجری میں یہ تنازعہ پیش آیا ہے کہ موضع ایگوان وغیرہ جو دیہات

کہ فتح معمر خان کے متعلق تھے اور وہ پرگنہ شاہ آباد میں شامل ہونیسے شیر انداز خان کی جاگیر سے وابستہ اور کاغذات شاہی میں بڑی ڈیوڑھی والوں کے نام تھے اسپر ایک فریق دوسرے فریق سے جگہ کر تا تھا چنانچہ مقدمہ دار بقضائے ک پھونچا اور وہاں ۹ رمضان ۱۱۷۱ھ بمطابق ۱۷۵۷ء کو قاضی ناصر الزمان صاحب نے خانزادہ بہادر علیخان و محمد علیخان و زبردست خان و پرول خان متہارون کی رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ چوک والے قبولیت استماری لکھدین اور مبلغ ایک ہزار دو سو پچیس بڑی ڈیوڑھی والوں کو جنگی جاگیر میں پرگنہ شاہ آباد سے ادا کرتے رہیں اور دیہات پر اپنا علیحدہ علیحدہ قبضہ رکھیں اور اسی فیصلہ کے بموجب بڑی ڈیوڑھی والوں سے پٹ لکھالین چنانچہ ابتدائے فصل خریف ۱۱۷۱ھ سے یہ کاغذات فریقین کی طرف سے لکھ کر مرتب ہو گئے بہرہ مند خان ہدایت خان خرمند خان صلح محمد خان جو فرزندان مرتضیٰ خان رئیس چوک کی طرف سے انکے گماشتہ محمد شہباز نے اور تربیت علیخان و سعد اللہ خان و خدا یار خان کی طرف سے انکے گماشتہ محمد بہادر نے قبولیت لکھ دی کہ ہم چچا بھتیجوں کے گماشتے جو مستاجر موضع ایکوان وغیرہ کے ہیں اور یہ دیہات خان صاحب شیر انداز خان و محمد یار خان پسران نواب محمد سردار خان صاحب رئیس بڑی ڈیوڑھی کی جاگیر و محال سے تعلق رکھتے ہیں لہذا ہم ہر سال پانسو روپیہ ادا کرتے رہینگے اس سند پر مہرین شیر انداز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی اور سعادت خان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کی پڑی ہوئی ہیں مومنعات یہ تھے

ایکوان	محمد پور	بسولی	مٹکھ سہاگ
بنسی پور	مصری پور	نصرت پور	اولنا پور

اور باغات وغیرہ بھی مین جو مشترکہ علاقہ مین داخل تھے یہ کینہ ہمیشہ دونوں دلیا اہمیت مین
 برابر قائم رہا اور یہ پُرانا خمیازد اعزاز خان اور شیر زمان خان بن محمد علی ایت خان
 سے سلسلہ ہمچری مین از سر نو اکھڑا ہے اور لکھنؤ تک پہنچا نواب اعزاز خان
 اور مرزا حسن رضا خان وزیر اعظم اودھ سے نہایت مراہم تھے اسلئے اعزاز خان
 نے حسن رضا خان کے ذریعہ سے نواب آصف الدولہ کے اجلاس مین مقدمہ
 دائر کیا وہاں سے دو شتر سوار رسالہ جماؤ لال کے شاہ آباد آئے اور شیر زمان خان
 کے دروازہ پر دستک دی شیر زمان خان حسب الطلب لکھنؤ گئے اور انکے
 بعد اعزاز خان بھی لکھنؤ روانہ ہوئے جناب عالی بیٹے نواب آصف الدولہ سے
 عرض کیا گیا کہ فریقین مقدمہ حاضر مین جناب عالی نے یہ مقدمہ راجہ جماؤ لال کے
 سپرد کیا کہ وہ فیصلہ کریں اور مہاراجہ مذکور نے رائے بالکشرن رائے بالکرم
 کے ذمہ کیا کہ یہ دونوں صاحبان یہ جگہ فیصلہ کریں چند روز تک اے صاحبان
 کے اجلاس مین شیر زمان خان حاضر رہے اور اعزاز خان صاحب کی طرف سے
 وکیل حاضر ہوتا تھا اور رو بجاری کرتا تھا مگر نواب اعزاز خان خود کچھری نہیں جلتے
 تھے۔ رائے بالکرم نے کہا کہ نواب اعزاز خان خود نہیں آتے ہین لہذا ہم
 یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا آخر کار جناب عالی نواب وزیر الممالک نے قاضی شہر کے
 پاس یہ مقدمہ بھیجا اور مفتی غلام حضرت صاحب کے اجلاس مین شرعی فیصلہ کے
 لیے یہ مقدمہ پیش ہوا شیر زمان خان حاضر ہوئے اور تین چار روز تک مقدمہ
 پیش رہا مگر اعزاز خان مفتی صاحب کے اجلاس مین بھی نہ گئے اور انکی طرف
 سے غلام محمد صاحب وکیل سوال و جواب کرتے رہے اور جو تمسکات کہ

نواب اعزاز خان کے پاس تھے اور ان کاغذات کی رو سے دعوے اپنے
جد امجد کے عہد تک کا کرتے رہے۔ مگر ثابت نہ کر سکے اس لیے مفتی صاحب
نے دعوے نامنطور کیا اور نواب اعزاز خان کے وکیلوں سے کچھ جواب
نہ بن پڑا اور شیر زمان خان کے حق میں وہ کاغذات کچھ نقصان سان
نہ ہوئے اس عرصہ میں نواب آصف الدولہ نے شکار کی غرض سے لکھنؤ سے
کوئچ کر کے جنگل کی طرف رخ کیا اور مہاراجہ جھاؤل لال اور دیگر اُمرا بھی
اونکے ہمراہ روانہ ہوئے اور یہ معاملہ مذہب یون ہی پڑا رہا اور اسکے
بعد فریقین اپنے اپنے گھر شاہ آباد چلے آئے۔

سالہ ہجری میں جب کہ شاہزادہ عالی گوہر دہلی سے بنگالہ کو روانہ ہوئے
تو پہلے مراد آباد دوبریلی آئے اور وہاں سعد اللہ خان ولد علی محمد خان روہلہ
نے اپنے علاقہ میں نذر و دعوت کے مراسم ادا کیے اسکے بعد شاہزادہ
موصوف شاہجان پور آئے اور یہاں نواب زین الدین خان عرف
عبد اللہ خان نے حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی وہاں سے شاہزادہ بہاول

شاہزادہ عالی گوہر بصوب بنگالہ بعد فراہم شدن اسباب سفر و قدرے رفیقان راہ مراد آباد
دوبریلی عازم گردید و عرض راہ سعد اللہ خان خلیفہ علی محمد خان روہلہ ضیافت در غور استعداد و عمل
آورد و از انجا شاہجان پور نزول اجلال فرمود نواب زین الدین خان عرف عبد اللہ خان حاضر
آمد شرف ملازمت حاصل نمود و یہ خلعت و خطاب زین الدین خان بہادر چغتالی سرفرازی یافت
و بمقام ساندھی نواب علی محمد خان بحضور رسیدہ بعد حصول ملازمت بخلعت و خطاب
دلیہ خان مخاطب شد۔ اخبار محبت صفحہ ۷۳۔

ساندی تشریف لے گئے وہاں صلح محمد خان ابن مرتضیٰ خان حاضر ہوئے
 اوسوقت شاہزادہ نے محمد صلح خان کو خلعت و خطاب
 دلیر خان مرحمت کیا۔

نواب دلیر خان کی اولاد میں چوک والوں کو دو خطاب خاندان شاہی سے دستیاب
 ہوئے اسکے بعد شاہزادہ صاحب لکھنؤ میں نواب شجاع الدولہ سے نذر لیتے ہوئے
 الہ آباد گئے اور وہاں سے پٹنہ عظیم آباد روانہ ہوئے اور اشنائے راہ میں اپنے
 باپ عالمگیر ثانی کے انتقال کی خبر سنا کر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور پھر دہلی
 آکر مستقل طور پر دار السلطنت میں شاہ عالم بادشاہ ثانی کا خطاب اختیار کر کے
 حکمرانی میں مصروف ہوئے۔

خاندان فتح محمود خان میں شجاعت اور تیغ زنی کے علاوہ قلم کے جوہر بھی خداوند
 کریم نے عنایت کیے تھے نواب محبت خان جو فیض عطا خان کے فرزند اور
 صلح محمد خان کے پوتے تھے یہ صاحب تصنیف نواب گزرے ہن لکی والدہ زمین بیگم
 نواب عبداللہ خان مخاطب بہ زین الدین خان بہادر سولت جنگ کی بی بی خدیجہ
 جیسے یہ اور انکے بھائی نواب مردان علی خان پیدا ہوئے تھے نواب محبت خان
 کا عقد نواب متاب خان شاہجہان پوری کی صاحبزادی سے ہوا تھا نواب
 محبت خان اپنے نانہالی و سرسالی رشتہ کیوجہ سے شاہ آباد سے جا کر اکثر
 شاہجہانپور کے قلعہ میں رہا کرتے تھے کتاب اخبار محبت انھیں کی تصنیفات
 سے ہے جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے وسیع النظر اور
 صاحب تحقیق انسان تھے شاہ آباد کے نوابوں میں ایسے ذی علم و لائق شخص

کم ہوئے ہیں بہت سے مستند خاندانی واقعات انھوں نے لکھے ہیں اور
 تاریخی کتابیں بھی بہت سی فراہم کی تھیں اکثر اپنے بزرگوں اور خاندان کے
 قابل الذکر لوگوں کے حالات سلاطین مغلیہ کی تاریخ میں ترتیب وار لکھے
 ہیں اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے جو حالات کہ انھوں نے
 اخبارِ محبت میں تحریر کیے ہیں وہ کتب شاہی کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ
 راست و سبے کم و کاست اور اصل وقایع کے مطابق ہیں نواب صاحب
 نے جن کتابوں کے نام اپنی کتاب میں لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا
 ذخیرہ ان کے پیش نظر تھا اور بڑی معلومات کے انسان تھے بعض رسائل
 قلمی نایاب روزگار ان کے ہاتھ آئے تھے جن کا اب کمین نام و نشان نہیں ملتا
 مثلاً رسالہ دلیری یہ دلیر خان کے حالات میں معلوم ہوتا ہے اور وہ غالباً
 دلیر خان کا لکھایا ہوا ہو۔ دریا دلیری دریا خان کی زندگی کے واقعات کے
 متعلق ثابت ہوتا ہے۔ فیض بخش نواب بہادر خان کے کارنامے ہیں مندرج
 ہونا معلوم ہوتے ہیں جو انھوں نے خود لکھائے ہونگے مابقی کتب مندرجہ
 حسب اخبارِ محبت مرتب کی ہے یہ ہیں۔ اکبر نامہ ابو الفضل۔ تاریخ سلطان ناصر الدین
 بکتگیر و سلطان محمود مصطفیٰ عنصری۔ تاریخ سلطان شہاب الدین غوری۔ تاریخ
 علاء الدین خلجی۔ تاریخ فیروز شاہی مصنف مولانا اعز الدین۔ تاریخ افغانیہ ہلہول و وہی
 و شیر شاہ مصنف حسین افغان۔ ظفر نامہ تیمور صاحبقران مصنف مولانا شریعت الدین بزرگ
 تیمور نامہ منظوم مصنف مولانا ساجی برادر زادہ مولانا ساجی و قعات
 بابری  مترجمہ خان خانان عبد الرحیم بربان فارسی۔ تاریخ اکبر سہری

مُصَنَّف عطا بیگ قزوینی اکبر شاہی مُصَنَّف شیخ البدویشی مرتضیٰ خانی طبقات
اکبری مُصَنَّف خواجہ نظام الدین احمد بخش اکبری۔ اقبال جہانگیری مُصَنَّف معتمد خان
عرف مومثریف خان ترک جہانگیری مُصَنَّف جہانگیر بادشاہ تاریخ شاہ جہانی مُصَنَّف
محمد وارث اصلاح کردہ علامی سعد اللہ خان طبقات عالمگیری عالمگیری نامہ تاریخ
بہادر شاہی مُصَنَّف مولانا شاہ آبادی۔

دیگر کتب ہندی مہا بھارت وراماں برس بران سری کشن پوتھی بھاگوت
جوگیشست گل افشان عرف سنگھاسن تپسی حال راجہ بکراجیت پدماوت
وغیرہ کا حوالہ ہے۔



نواب چاند خان

یہ نواب دلیر خان کے تیسرے صاحبزادہ ہیں محلہ چوک کے مورث اعلیٰ تھے یہ بھی منصب دار شاہی ہوئے چونکہ عالمگیری سلطنت کا مفصل حال حبز دس سال کے مسلسل نہیں ملتا اسوجہ سے انکے عہدہ کی تفصیل نہیں مل سکی انکے فرزند پر دل خان عرف داؤد خان دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصبدار تھے پر دل خان کو فرخ سیر بادشاہ نے داؤد خان کا خطاب دیا تھا چنانچہ اس امر کا سمجھ بھی اونھوں نے اپنی مہر میں کندہ کر لیا تھا اور وہ یہ ہے

زلزلت حضرت فرخ سیر خدیو جہان

خطاب شوکتِ داؤد یافت پر دل خان

انکی دیورھی میں بھی مثل اپنے بھائی بندون کے داد و دہش کا بازار گرم تھا چنانچہ ایک درگاہ کے فقیر کو جنکا نام سمیع شاہ تھا سلسلہ ہجری میں ایک معافی عنایت کی ہے جسکی سند آج تک موجود ہے نقل اسکی ناظرین کے ملاحظہ کے لیے تحریر کیجاتی ہے۔

متصدیان مہمات حال استقبال تعلق سرکار بقبا انتقامیڈار بودہ بدنام
چون رسوم وجہ معیشت شاہ اسماعیل ولد شاہ بابائی
فقیران بموجب سند سابق از تغیر اسم وجہ شاہ محمد فقیر

الطہ حضرت
فرخ سیر خدیو جہان
پر دل خان
خطاب شوکت

ساکن موضع پریر از روش و رسم چراغ وغیرہ عرس در گاہ مقدسہ مبارکہ حضرت شاہنشاہ قدس اللہ سرہ العزیز از سر کار این جانب من ابتدا سے تاریخ بست و یکم شہر رمضان ۱۰۱۱ ہجری مقرر نمودہ شد می باید کہ وجہ مسطورہ سال بسال در تصرف مومی الیہ واگذارند کہ بفراغ خاطر متصرف شدہ وقابض بودہ بدعا، ذکر خیر و عبادت و ریاضت مشغول شدہ باید کہ بوجہ من الوجہ مرزا حمت بحال فقرا مرقوم نرساتند درین باب حسب المرقوم تن قدغن دانستہ بعمل آرند۔ فی التاریخ بست و دویم شہر رمضان ۱۰۱۱ از جلوس والا تحریر یافت ہر دل خان کے بیٹے قائم علیخان و بہادر علیخان بھی مثل اپنے باپ ادا کے نامور اور شجاعت و رؤیسانہ اوصاف سے متصف تھے۔

اس خاندان کے آخری عہد میں رجب علیخان صاحب بھی معزز و ذی قدرت شخص گزے حکام اور برادری میں اذکار کا لحاظ کیا جاتا تھا عہد نوابی میں شاہ اوڈھ کی طرف سے جو چکلیہ ار شاہ آباد آتا تھا اور اس کے پاس زر مال گذاری کسی کے پاس پہونچنے میں تامل ہوتا اور اس کی جانب سے مال گذار شخص پر تشدد کیا جاتا تو جس کی ضمانت زبانی بھی یہ کرتے تھے پھر اس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا تھا رؤیسانہ فیاضی سے انھوں نے اکثر اہل استحقاق کو معافیان دی ہیں جن کی سندیں راقم کی نظر سے گزری ہیں اور بعض سند موجود بھی ہے مگر بوجہ طوالت کے قلم انداز کی جاتی ہے دس بارہ موضع بھی ان کے قبضہ میں تھے تھوڑا زمانہ گزرا ہے کہ انکا شاندار مکان و پچھا تک کھدا ہے۔

افسوس کہ نواب چاند خان کے اور نیز ان کے خاندان کے کاغذات نہیں

دستیاب ہوئے جس سے مفصل انکے حالات معلوم ہوتے۔
بعض شاخیں انکی اولاد کی صحیح النسب بہن اولاد کے نام شجرہ دایر خانہ میں
دیکھنا چاہیے۔

نواب السداد خان عرف اللہ دیے خان

یہ چوتھے فرزند نواب دلیر خان کے تھے محلہ نالہ میں انکی دیورہی تھی اسی محلہ
اوصاف میں اپنے باپ و بھائیوں کے ہمہوش تھے نوروز پور کا علاقہ انکے
قبضہ میں تھا مسماۃ فاضلہ خانم نعمت خان باقر زئی کی دختر انکو منسوب تھیں لاؤلہ
رہے انکے انتقال کے بعد انکی منکوہ بیوی علاقہ کی مالک ہوئیں اور انھوں نے
اپنے حین حیات کل املاک کی دستاویز اپنے بھتیجے محمد علی خان کے نام تحریر
کر دی اور اوس پر عائدین شہر کی مہرین کرادین سہاگ پور علاقہ نوروز پور، رشتون
و بڑا باغ اور ایک حویلی جو کمال الدین خان کے محلسہ کی طرف بڑی دیورہی میں
تھی غرضکہ اپنی ملکیت کی اکثر اشیاء اوس میں شامل کر دین اور یہ تملیک نامہ
۲۶۔ جمادی الاول ۱۲۷۱ھ ہجری میں تحریر ہوا ہے۔ محمد علی خان جو قطب خان کے
فرزند تھے انکے ورثا میں آخری شخص افضل خان تارین ہیں جو لاؤلہ تھے جس پر اس
خاندان کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

نقل تملیک نامہ بہ خانہ اللہ دیے خان بنام محمد علی خان

بہر قاضی فیض اللہ و قاضی نادر الزمان و قاضی ناصر الزمان و موابہ میر خاتون زادہ

سعادت خان ولد دلداری خان و محمد روشن خان و فتح محمد خان و خردمند خان بن فتح محمد خان
مرحوم و اشرف خان و سعادت خان پسران نعمت خان ولد یوسف خان
و عالم خان و قاسم خان و هادی داد خان و حامد خان فرزندان نعمت خان مرحوم
و بهر خواجه جوهر و بهر سید امید و بهر سید فتح محمد و دیگر متندان شاه آباد
از قرار بتایخ بست و ششم شهر جمادی الاول ۱۳۳۵
آنکه اقرار کرده اعتراف صحیح کثری نمود مسماة فاضله خانم بنت نعمت خان
ولد یوسف خان قوم افغان باقر زنی زوجه خانزاده الله دے خان لدنواب
دلیر خان مرحوم ساکن قصبه شاه آباد سرکار خیر آباد مضاف صوبه اترکرا و ده
فی الحال بصیحت اقرار باشرعاً بر این جمله که چون سابق موازی بست بسوه
زمینداری در و بست موضع جٹ پوره ساحت غنله پر گنه پالی سرکار و صوبه مسطوره
و دو قطعه باغ نودها و باغ متصل مھینڈہ تالاب سواد قصبه شاه آباد مذکور
که موسوم به باغ چوبے پیران ناٹھ است و یک منزل حویلی تعمیر بخپت
واقع قصبه شاه آباد مذکور که مشهور بکوٹھ پیران چوبے است بمسمی محمد علی خان ولد
قطب خان ترین که ابن الاخت اعیانہ است تملیک بلا عیوض کرده دادم حالانکہ
چهل بسوه در و بست موضع نور و زپور و موضع سٹھاگ پور علمه پر گنه پالی مذکور و
یک محله روشن بازار عرف بروا بازار و یک منزل حویلی تعمیر بخپتہ داخل اندرون
قلعه واقع شاه آباد و یک قطعه باغ کلان مع تالاب واقع سواد قصبه شاه آباد
مرقوم که بمغله عیوض زر مهر خود از ترکه خانزاده الله دے خان مرحوم که زوج
من بود در قبض و تصرف مالکانه خود تا زمان این تملیک بلا عیوض میدتم

بدین حدود اربعه معروفه مذکور کما فصلت -

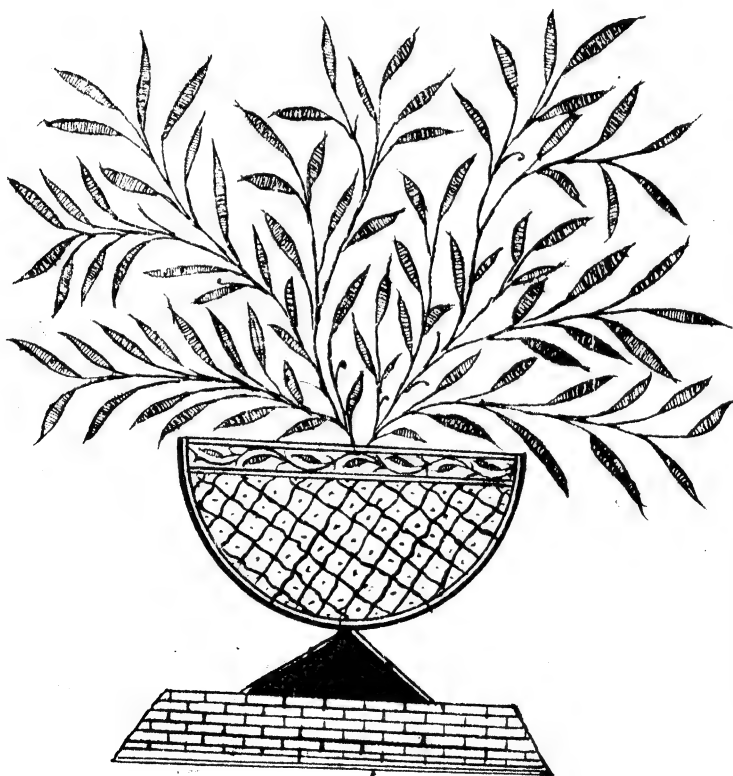
بسوه یا موضع نور و زپور ۴۰ بسوه

نور و زپور مسطور لمشن بست بسوه در بست - سوهاگ پور مسطور لمشن بست بسوه در بست
محل روشن بازار عرف بر و بازار مع اربعه حدود معروفه و مطابق مقبوضه تسلیم
مع اراضی آن یک خله باغ کلان مع تالاب و زمین و اشجار واقع شاه آباد مذکور -

حد شرقی	حد غربی	حد جنوبی	حد شمالی
پنی محمد حیات حویلی تعمیر حد باغی عداول بخایل محله خضر خان لازاک تالاب غیره و بلخ نواب	داخل اندرون قلعه واقع و محاذی بقطعه مذکور و مساحت آن نیزه خیل حد شرقی کمال الدین خان مرحوم	شاه آباد حد جنوبی کوچه بدین حدود اربعه دروازه مجلس اسرار حد جنوبی صحن مجلس اسرار	خاص اندرون دروازه یک منزل حویلی کمال الدین خان مرحوم نواب لیر خان مرحوم
	مجلس اسرار نواب		
	دلیر خان مرحوم حد		
	شمالی شارع عام		

بمجمیع حدود و حقوق و مرافق و منافع ان اشجار و اثمار و آبار و خاص ان مکان
و خاکدان و عله حویلی مذکور مع مسلمه داخل و کل قلیس و کثیر و بهای فیضا و
ایضا و بسبب ایضا خارج از مساجد و مقابر و طرق عامه و اوقاف مسی
محمد علیخان ولد قطب خان مرقوم الصدرا از تملیک بلا عیوض کرده دادیم که
که قابض و متصرف باشد چنانچه عقد تملیک بلا عیوض در میان مملکه
مملک له مرقومین واقع شد و تملیک له مذکور و مملک را از قبض و تصرف

مملکه برآورده در قبض و تصرف خود آور و تملیکاً میخیا شرعیاً جائزاً نافذاً پس نماند
 بعد از عقد تملیک بلا عیوض مملکه مذکوره را و من مقدم مقامها در ملک مرقوم حتی
 و دعوی و دستخط تملیک بلا عیوض با قرار مسماة مذکور تبصیق گواهی اشرف بیجا
 و قطب خان برادران علاقائی مسماة مذکوره و مستحسن عالم خان و شام خان
 و هادی داد خان و خانزادان برادران علاقائی مسماة مرقوم نوشته شده
 و کان ذلک تحریر مرقوم الصد شد



نواب دلدار خان

یہ نواب دلیر خان کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ اور چھوٹی ڈیوڑھی کے یہی مورث اعلیٰ تھے صاحب منصب بیان کیے جاتے ہیں جب دس برس کے تھے انکی تصویر کھینچی گئی تھی جو آج تک موجود ہے اس سے امارت کے آثار پائے جاتے ہیں۔

انہارا بھرتین ہے کہ انکے فرزند ابراہیم خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان تھے اور انکے پسر بند علیخان تھے یہ دونوں باپ بیٹے نہایت زوردار اور عیسائی گذرے ہیں شاہ آباد میں کسیکی مجال نہ تھی کہ انکے خلاف چون و چرا کر سکتا بند علیخان کے صاحبزادہ احمد علیخان تھے جو ایسے شہ زور ہوئے کہ شیر کے پنجے پھیر دیے اور اوسکی کلائیوں میں کار کردی تھیں اسکا یہ قصہ مشہور ہے کہ نواب احمد علیخان کو راجہ مظفر علیخان رئیس نانپارہ کی بیٹی منسوب تھیں یہ نانپارہ گئے ہوئے تھے وہاں خیمہ میں ٹھہرے تھے صبح کے وقت جنگل کی طرف نکلے شیر کا سامنا ہو گیا اوسنے حملہ کیا اونھوں نے اسکی دونوں کلائیوں تھام لین آخر کار دونوں شیر وں کا مقابلہ ہوا خوب زور ہوئے مگر وہ جنگلی شیر اپنر نہ غالب آسکا بعض یہ کہتے ہیں کہ اوسکے اور انکے فیما بین ایک درخت حائل تھا جب وہ شیر اپنر حملہ آور ہوا تو یہ درخت کے دوسری طرف تھے اوسنے کلائیوں بڑھا کر انکو دبوچنا چاہا مگر انھوں نے اسکے ہاتھ ایسے تھامے کہ پھر نہ چھوڑے جب یہ اُسکا جھگڑا ختم کر چکے

تو اپنے قیامگاہ کو واپس آئے۔

جلد میں جو خراش اوسکے پنجنوں سے اگلیا تھا وہ لونڈی سے صاف کرایا اور خود کسی سے کچھ نہ کہا اسکے بعد یہ خبر ہر جگہ مشہور ہو گئی۔

اوسکے زور کی یہ روایت بھی مشہور ہے کہ روپیہ کے نقش مٹا کر گولی بنا دیتے تھے انکی ہیبت لوگوں کے دلوں میں بہت رہا کرتی تھی ایک بار کا ذکر ہے کہ راجہ ہلاس رائے کے یہاں لکھنؤ میں نواب احمد علیخان بیٹھے ہوئے تھے اس اثنا میں شاہ اوو کے کوئی عزیز آئے انھوں نے انکی کچھ تعظیم نہ کی تو انھوں نے کوئی سخت کلمہ کہا انکو اپنی شجاعت کا زعم انکو والی ملک کے عزیز ہونیکا پندار اشتعال برہا احمد علیخان نے اونکے سر مجاہدس تپا نچہ مارا حاضرین جلسہ نے دفعہ شکر کرایا اس جھگڑے کا قصہ نواب آصف الدولہ کے کانوں تک پہونچا مگر راجہ ہلاس رائے نے دفعہ فساد کر دیا۔

اپنے بھائی بندوں میں بھڑوتین صاحبوں کے یہ کسی کا پورا نام بھی نہیں لیا کرتے تھے۔

بعض لوگ انکے طرز عمل میں جابرانہ رنگ بھی بتلاتے ہیں مگر اسکے ساتھ انکی یہ خوبی نہایت مشہور ہے کہ کوئی زبردست انکے سامنے کسی کمزور پر زیادتی نہیں کر سکتا تھا ہمیشہ زبردست کے شریک ہو کر اوس موذی کی مزاج پر سی کیا کرتے تھے چنانچہ اسکے مصداق حافظ غلام علیخان مرحوم ایک نقل بیان کرتے تھے کہ ہمارے والد احمد علیخان کہ وہ بھی ہمنام نواب احمد علیخان اور شجاعت و بہادری میں نہایت مشہور شخص تھے جب اوسکے لڑکپن میں

اونکے والد عبداللہ خان جو زور و قوت میں پہلوان تھے انتقال کر گئے تو ملک
 قادر داد خان نے حقیقت کے جھگڑے پر اونکو دوبانا چاہا وہ تنہا تھے کوئی
 بھائی دوسرا اونکا نہ تھا وہ نواب احمد علیخان کے پاس چلے گئے اور اسے
 سارا قصہ بیان کیا نواب احمد علیخان یہ سنکر ہاتھی پر سوار ہوئے اور محلہ
 سلیمانی کو آئے یہاں ملک لوگوں کو بلوایا اور کہا کہ اگر تم نے اس لڑکے کو جو ہمارا
 دوست ملک اکبر علیخان کا بھانجہ ہے ستانا چاہا تو تمہارے حق میں بہت رنج و گناہ
 ہم اوسکے شریک ہونگے اور ہمارے ہوتے ہوئے کسی عہدات ہو سکتی ہے
 کہ اسے مجبور کر سکے چنانچہ اسکے بعد دوبارہ ملک لوگوں کو لڑائی کی بہت پیڑی
 نواب احمد علیخان نے اپنی حیات میں اپنے پس ماندگان کے نام یہیہ نام لکھ کر
 ہر ایک وارث کو علیحدہ علیحدہ حصہ تقسیم کر دیا تھا اور یہ یہیہ نامہ مادہ و قیودہ
 ۳۳۱ھ ہجری میں تحریر کیا ہے اوسپر مہرین رجب علیخان دامانی خان سید غلام
 مصطفیٰ وغیرہ کی پڑی ہوئی ہیں۔ ایک ہزار دو سو روپیہ نقد اور ۱۰۰۰ گ
 اراضی باسط نگر سے اور سات سو روپیہ سعادت نگر سے اور ماسو ۱۰۰۰ گ
 اراضی سیر موضع سعادت نگر و سوہاگ پور و ٹمر کی وغیرہ سے اور حقوق
 زمینداری بازادہ سعادت گنج و جملہ زمینداری رانی صاحبہ کو مرحمت فرمائی
 اسکے بعد اپنے صاحبزادہ نواب دوست علیخان کو ۱۰۰۰۰ روپیہ نقد اور خر و محل
 یعنی مادر و دوست علیخان کو دو سو روپیہ نقد اور ۱۰۰۰ گ اراضی پنجستہ اور
 اپنی دختر والدہ جیون خان کو ایک سو روپیہ نقد اور اپنی بھانج زوجہ
 لطف علیخان کو ۱۰۰۰ گ اراضی سیر کی دیات تعلات باسط نگر سے اور

تیس روپیہ نقد اسکے علاوہ حقوق بازار سعادت گنج کے دیے تھے۔

نواب احمد علی خان کے انتقال کے بعد انکی رانی صاحبہ کا انتقال ہوا ہے چونکہ وہ لا ولد تھیں اسلیے شاہ اودہ کی طرف سے حکام قصبہ آئے اور انکے اشیاء مقبوضہ کا حساب لگا کر فرد بنائی کہ جب تک سرکار اودہ سے کچھ حکم نہ آئے یہ سامان مقفل و محفوظ رکھا رہے۔

اور یہ فہرست اسباب کوٹھجات رانی صاحبہ کی ۲ جمادی الثانی ۱۲۸۵ء کو رانی صاحبہ کے وفات کے زمانہ میں تحریر کی گئی ہے اور ملا زمان سرکاری سے مرزا محمد مدی صاحب تحصیلدار اور ہرچر شاد صاحب پیشکار دیہی سہاے مقصدی چیت رام گماشتہ اخبار دیہی سنگہ جمعدار کمپنی تلنگہ وغیرہ تھے ایک دالان میں ۶۵۰ عدد اور دوسرے کوٹھڑ میں ایک سو سے عدد سامان کے نکلے جس میں پارچہ جات اور ظروف و کتب وغیرہ تھے یہ وصیت نامہ اور فہرست وغیرہ اسوقت ہمارے پیش نظر ہے فہرست قاضی وصی علی صاحب اور مولوی محراب علی صاحب اور قاضی شجاعت علی صاحب و حکیم عیوض رائے جینا تھ دستہ دار پلٹن دگلہ پوشش کی مہربانی ہوئی ہیں۔

اسکے بعد نواب دوست علی خان نے تعلقہ داری باسٹانگری حاصل کرنی کوشش کی اور دوسری طرف سے والدہ غلام غوث خان جو انکی سوتیلی بہن تھیں انھوں نے اور انکے لڑکوں نے دعوے کیا بڑا بھگڑا ہوا دوست علی خان نے جو درخواست سرکار اودہ میں گذرانی تھی اسکے پیر و کار و سفارشی فقیر محمد خان صاحب سالہ دار

ملیج آبادی تھے جو نہایت با اثر انسان تھے اسلئے دوسرے حقداروں کے مقابلہ
 میں انکو کامیابی حاصل ہوئی اور یہ تعلقہ دار باسطننگر قرار پائے انکی درخواست
 پر جو حکم شاہ اودہ کی رو بکاری سے صادر ہوا تھا وہ اسوقت موجود ہے نقل
 حکم فارسی حاشیہ پر تحریر کر کے ترجمہ اسکا یہاں پر لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔
 فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسطننگر کو معلوم ہو کہ تمھاری عرضداشت
 ۱۹ ذیقعدہ سنہ جلوس معلے کو نظر اقدس سے گزری اوسین متنے خاندانی
 دست راست اور شاہان گذشتہ کی خدمات اور پرگنہ باسطننگر کی جاگیر داری
 کا جس میں ۴۵ موضع احمد علیخان متونی کے قبضہ میں ہونا اور
 پانچزار روپیہ نانکاری کے مجرا ہونے کے بعد زسرکاری کا ادا کرنا اور اسبب
 نقل فرمان والا نشان و بہر شاہی مرقوم سیوم ذی الحجہ سنہ جلوس معلے۔ صادر خاص حضور والا
 فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسطننگر معلوم نماید عرضداشت آن فدوی معروضہ نوزدہم
 ماہ ذیقعدہ متضمن حال قد است و سرفرازی بخدمات سترگ آباد و اجداد و حضرات سلاطین پیشین
 انار اللہ بر بانہم و جاگیر داری و تقریر جاگیر پرگنہ شاہ آباد و متعلق بودن پرگنہ باسطننگر چل و بیخ
 و یہاں قبضہ احمد علیخان متونی مع قبضہ شاہ آباد و زواجب الاوائے سرکاری ادا نمودہ مانہ بعد
 مجرائی پنجزار روپیہ نانکار و سقیم الاحوالی خود بسبب نبودن حلاوت از سنگینی جمع مشغول
 و اجازت ملازمی مردم یک ہزار سوار و پیادہ و چہار ضرب توپ و اجازت عطایے تنخواہ
 ملازمان از خسرانہ عامرہ و خواہ از تحصیل محال بنظر بندگان اقدس و اعلیٰ گذشت
 و انشاء اللہ العزیز عنقریب بعد تنقیح یابی کامل کہ بنابر انتظام ملکی افواج نلھند
 امواج روانہ آن طرف خواہد گشت و بندوبست آن طرف ہم بخوبی صورت خواہد بست

سنگینی جمع کے اضافہ کی گنجائش نہ باقی رہنا اور چار ضرب توپ ایک ہزار سوا پیاوڑ
 کے ملازم رکھنے کی اجازت جملہ حالات تحریر کیے ہیں امور مندرجہ معلوم
 ہوئے انشاء اللہ عنقریب جو فوج کہ ملکی انتظام کے لیے اوسط رکھنا چاہیگی
 وہ بندوبست ہمارے طرف کا بھی بخوبی کر دیگی تکویم بالفعل اتنے سوار کہ رعایا
 کی حفاظت اور کاشت کاری وغیرہ کی ضرورت پوری کر سکیں ملازم رکھنا کچھ
 مضائقہ نہیں تنخواہ انکی اسی محال سے ادا کرنا چاہیے تاکہ علاقہ سے آمدنی کا چشمہ
 جاری رہے اور تحصیل وصول کے زمانہ میں ادائے مالگذا رہی و تنخواہ ملازمین
 کے بعد کل جمع خرچ ہمارے حضور میں بھیجنا چاہیے اور ہر طرح سے اطمینان کھو
 اس غیر خواہی کی صورت میں منصب موروثی و خدمات خاص تکویم شگاہ سلطانی
 سے عنایت کیے جائیں گے اور ہر طرح سے مورد الطاف خسروانہ رہو گے۔
 زیادہ الطاف شاہانہ۔

اس کو شمش اور کارروائی کے بعد نواب دوست علیخان مستقل تعلقہ دار
 باسطنکر کے ہوئے اور اپنی لیاقت و کمر مت رئیسانہ سے باشندگان شاہ آباد کو
 و لیکن فی الحال بنا بر حفاظت نفوس و خلق اللہ و اجراء کشتکار و افزونی زراعت آبادی رعیت
 بقدر ضرورت ملازم دہشتن سوار و برات تنخواہ آہنا از آمدنی ہان محال مضائقہ نہار و تاوار اعانت
 آہنا چشمہ تحصیل جاری گرد و وقت وصول محاصل بعد ادائے تنخواہ ملازمان و عین اسال
 سرکار و ولتہار مع حساب بمفرج البلاغ حضور پر نور باید ساخت و اطمینان کلی باید داشت کہ در
 صورت ظهور اینگو نہ خبر اندیشی با سر فرازی خاص بخدمت و منصب موروثی از پیش گاہ ملا
 خواہ شد و ہرگز نہ مورد التفات خسروی خواہ گشت زیادہ تفضلات

ہمیشہ خوش اور ممنون رکھا نواب صاحب پابند صوم و صلوٰۃ اور خوش آواز انسان تھے قرآن شریف قراءت سے پڑھتے تھے مذہبی فرائض کی حمیت بھی مزاج میں تھی عشرہ محرم میں امام عالی مقام کی فاتحہ وغیرہ بھی نہایت خلوص و شان و شوکت سے کیا کرتے تھے چونکہ نہایت خوش عقیدہ تھے اس لیے فقرا اور علما کی خاطر و عزت بھی تہ دل سے کیا کرتے تھے چنانچہ شمس الدین میاں نصاب جبکہ تلہ میں مزار رہے اور وہ بزرگ عارف باللہ تھے انکی ہر سال اپنے مکان پر دعوت کرتے نذر دیا کرتے تھے سید صاحب موصوف کے بعد انکے خلیفہ سید شمشیر علی صاحب سے بھی وہ ہی برتاؤ رکھا اسی طرح پیر زادگان بلگرام کے ساتھ بھی ہمیشہ حسن و سلوک سے پیش آتے رہے۔

نواب صاحب نے ایک صورت حال باشندگان شاہ آباد سے تصدیق کرائی ہے کیونکہ علی شیر خان ساکن محلہ گدھی نے ایک نالاش انکے نام سرکار لکھنؤ میں اس امر کی دائر کی تھی کہ نواب صاحب نے ہمارا باغ زبردستی کاٹ لیا اسپر لکھنؤ سے انکے نام منراول جاری ہوئی نواب صاحب نے یہاں اس مضمون کی صورت حال تصدیق کرائی کہ میرے والد نواب احمد علی خان خاں زادہ و بیس شاہ آباد نے یہ باغ چھ سو روپیہ پر بہادر خان خلیل کے ورثہ سے خریدا تھا اور وہ پتیس برس تک اس باغ پر قابض رہے اب علی شیر خان نے ہمیں اتھام لگا کر ویر دولت پر استغاثہ کیا ہے میں نے اس باغ کو ذاتی سمجھ کر کھوایا ہے کاغذ اس باغ کا بھی تھا لیکن جس طرح کہ دیگر کاغذات رہنمائے بیعتائے فرامین شاہی ہو رانی صاحبہ کے قبضہ میں تھے اور انکا انتقال ہو گیا میں اس زمانہ میں لکھنؤ میں تھا

جیون خان حسن علیخان اونکے نو اسون نے چالاکئی سے اوڑالیے اور وہ
کاغذات میرے ہاتھ سے جاتے رہے آپ جملہ صاحبان اس واقعہ کو تصدیق
کر کے دستخط کر دیں تاکہ یہ کاغذ عرضداشت کے ہمراہ رد بکاری حضور میں
ارسال کیا جائے۔

نواب صاحب نے اپنے نام کا بیج مہرین کندہ کرایا تھا جس میں ۱۲۲۲ھ ہجری
کندہ تھے بطیفیل احمد است دوست علی نواب دوست علیخان کے
فرزند نواب حسین علیخان تعلقہ دار باسطننگر تھے انکی اولاد نرنیہ کوئی تھی ایک
دختر سماء لطیف النساء یکم تھیں جو ولیعہد ریاست قرار پانی تھیں پہلے انکا عقد
نواب اصغر حسین خان باون ہزاری میں فرخ آباد کے ساتھ ہوا تھا لیکن ان سے
نا اتفاقی پیش آئی اسلئے اونھوں نے اپنا عقد ثانی شاہزادہ کیوان شاہ ثریا جاہ دہلی
سے کیا شاہزادہ صاحب بڑی شان و شوکت سے شاہ آباد تشریف لائے

۱۲۲۳ھ شاہزادہ مرزا ثریا جاہ عرف مرزا کیوان شاہ نہایت مشین و قابل تھے۔ ذاتی اعزاز کے
علاوہ حاجی اور حافظ ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا ۱۲۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور
۱۲۲۸ھ میں دہلی کے خاندان شاہی کے آپ بزرگ تسلیم کیے گئے گورنمنٹ نے عدالت
دیوانی کی حاضری سے آپکو مستثنیٰ کیا تھا شہر دہلی کے آپ آمریری مجسٹریٹ اور مینسٹر کلکشنر
اور جامع مسجد اور مسجد فتحپوری اور مدرس عربیہ کی منتظم کمیٹیوں کے صدر ممبر بھی تھے دو ہزار
نوسے روپیہ ماہوار علاوہ جاگیر کے آپ کو آمدنی در زمین پہنچی تھی ۱۲۹۵ھ میں جناب
موصوف نے شاہزادوں کے لیے اسکول قائم کیا جسکی بڑی امداد جیب خاص سے
کرتے رہے اور درگاہ کے لیے ایک مکان بھی بلا کر ایہ مرحمت فرمایا ایک لکچرین لٹریچر

مگر نواب امانت قاضی بیکم مادر لطیف النساء بیکم اور شاہزادہ صاحب سے
 بقیہ صفحہ ما قبل جو نواب کلب علی خان بہادر فرمانروائے رام پور نے جامع مسجد دہلی کی حرمت
 کی ضرورت کو عنایت کیا تھا وہ بھی کئی متغیر کے صد نشین ہو چکی وہ سے آپ ہی کے زیر ہتمام
 صرف ہو گا گو نمٹ عالیہ نے سالہ میں آپ کی وساطت سے خاندان مغلیہ کی چالیس
 عورتوں اور پانچ مردوں اور پھر سالہ میں باسٹھ عورتوں اور چالیس اشخاص کی نشن
 پرورش کے لیے مقرر کر دی۔ صاحب عالم شاہزادہ ثریا جاہ بہادر کے والد کا نام نامی
 شاہزادہ مرزا ہدایت افزا عرف مرزا الہی بخش بہادر تھا جنگی دادی نواب علی الزمانی لہنا
 بیکم حضرت عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی کی بیٹی تھیں شاہزادہ صاحب موصوف کی پھوپھی فتح الملک
 مرزا غزوہ لیسہ کو بیاہی تھیں شاہی محل میں آپ کے والد ماجد کا بڑا اثر تھا کیونکہ زینت محل
 یعنی سراج الدین ابو ظفر شاہ آخری بادشاہ دہلی کی بیکم آپ پر نہایت مہربان تھیں ایام غدر
 میں مرزا الہی بخش بہادر سے سرکار انگریزی کی خبر خواہی ظہور میں آئی جبکہ صلیب میں بیکم سالہ
 کو گو نمٹ برطانیہ نے انکو بائیس ہزار آٹھ سو تیس روپیہ کی سالانہ منسل بعد نسل نشن
 عطا فرمائی اور سالہ کو گو نمٹ نے پانچ ہزار روپیہ سالانہ کی دوامی نشن اس معاوضہ
 جو ضلع رہتک کے مواضع سے مشترکہ طور پر آمدنی غدر سے پہلے ملا کرتی تھی عنایت
 کی اور سالہ کو اضلاع دہلی و میرٹھ میں دو ہزار دو سو چھپیس روپیہ سالانہ آمدنی کے چند
 مواضع مرحمت فرمائے۔ اور ایام غدر میں جو اسباب تلف ہو گیا تھا اسکی تلافی میں
 ایک لاکھ چودہ ہزار تین سو پچتر روپیہ نقد کو گو نمٹ نے عطا فرمائے اور سالہ میں بیس ہزار
 روپیہ جو بطور قرضہ کے عنایت کیے تھے اوسمیں سے نصف رقم معاف کر دی اور جب
 سالہ میں ملکہ مخلیہ نے قیصر بہادری خطاب اختیار کرنے کا دربار دہلی میں کیا تو قیوت

مواقت نہین ہوئی شاہزادہ صاحب بڑی دُورِ حیٰ مین جا کر مقیم ہوئے کچھ
 بقیہ صفحہ ماقبل دو ہزار دو سو پچاس روپیہ ماہوار کا انکے لیے اضافہ کیا جب مرزا آستان
 شاہ مین رحلت کر گئے تو شاہزادہ صاحب کے بڑے بھائی مرزا سلیمان شاہ
 انکے قائم مقام ہوئے اور وہ بارہ برس جانشین رہ کر سنہ ۱۰۹۹ء کو انتقال کر گئے
 جسکے بعد آپ با اختیار و اکبر خاندان ہوئے۔ شاہزادہ ثریا جاہ بہادر نے کئی شادیاں
 کیں پہلا عقد ہرنائیس نواب محمد علی خان والی ٹونک کی صاحبزادی سے کیا دوسرا
 عقد اپنے حقیقی مامون مرزا فیروز شاہ بہادر جو حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کے
 پوتے تھے انکی دختر سے کیا تیسرا عقد لطیف النساء بیگم ولیمہ تعلقہ باسطنگریت نواب
 امانت فاطمہ بیگم تعلقہ دارورئیہ شاہ آباد سے کیا اسی تعلق سے شاہزادہ صاحب
 شاہ آباد تشریف لائے اور آپ کے اوصاف درج کرنے کا تاریخ شاہ آباد مین موقع ملا
 بعد عقد جس زمانہ مین کہ شاہزادہ صاحب شاہ آباد تشریف لائے ہین آپکی شان شوکت اور
 خوشروئی و لیاقت کی بڑی دہوم تھی اور وہ آپکے شباب کا زمانہ تھا افسوس کہ اس عہد و وضع
 کی تصویر نہ دستیاب ہوئی موجودہ فوٹو آخری سن کا ہے۔ آپکی اولاد مین ایک فرزند مرزا
 تھے جو ۱۰۸۰ ہجری مین ۱۰ دسمبر ۱۰۹۹ء کو بزمانہ تاجپوشی حضور ملک معظم شاہنشاہ جان خیم رحلت کر گئے
 اب دو شاہزادیاں یعنی نواب ملکہ جهان بیگم اور نواب بادشاہ جهان بیگم آپکی اولاد مین موجود
 کل املاک کی وارث ہین اور یہ تین اولاد مین آپکی ان بیگم صاحبہ کے بطن سے جو فیروز شاہ کی
 دختر ہین پیدا ہوئیں اور یہی بیگم صاحبہ حسب منشاء گورنمنٹ بزرگ خاندان تسلیم کی گئیں بیگم صاحبہ
 ٹونک بھی زندہ اور گدار پاتی ہین مگر لا ولد ہین افسوس کہ کئی سال ہوئے شاہزادہ صاحب
 نے وفات پائی اور گورنمنٹ نے تادائے قرضہ انتظام کو رٹ کا فرما دیا ہے۔

عرصہ تک اؤٹکا یہاں قیام رہا اسکے بعد وہ دہلی چلے گئے ایک مدت تک انکے ملازم اور سامان جو بکثرت ہر قسم کا تھا یہیں رہا اور پھر دہلی واپس گیا اسکے بعد نواب لطیف النساء بیگم کا جو انگریز انتقال ہو گیا انکے انتقال کے بعد نواب لیخان کے چھوٹے فرزند کی نسل ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گئی نواب امانت فاطمہ بیگم جو بعد اپنے شوہر نواب حسن علیخان کے تعلقہ باسطننگل کی سربراہ کار اور لطیف النساء بیگم کی ولیہ قرار پائی تھیں تعلقہ کی مالک و منظم رہیں بیگم صاحبہ موضع مگر نیہ کی جس کا کہ خاندانی تعلق محمدی سے ہے لڑکی تھیں انھوں نے اپنے بھانجہ کو پرورش کیا تھا اور انھیں کو علاقہ بھی دیا سنہ ۱۹۰۲ء میں بیگم صاحبہ نے بھی انتقال کیا۔ اب انکے بعد نواب محمد عبدالکریم خان صاحب تعلقہ دار باسطننگل مالک علاقہ ہوئے بن نواب صاحب موصوف فی نفسہ بامروت مستقل مزاج رئیس ہیں راقم کے گھنے سے کئی تصویریں اس تاریخ کے متعلق اپنے فراہم کر دیں۔



صوبہ آودھ کا سرکار شاہی سے علیحدہ ہونا اور شاہ آباد کا تنزل کرنا

آبادی کے بعد عرصہ تک شاہ آباد روز افزون ترقی کرتا رہا اور اسکی مردم شماری بڑھتی گئی تھی کہ اس کے حدود نہایت وسیع ہو گئے۔ اس پر اس نے قصبہ کی وسعت کافی نہوسکی اور چھبیس موضع جو اسکے متصل افتادہ تھے اسکی آبادی میں شامل ہو گئے اسکے بعد جب دہلی کی سلطنت کو زوال شروع ہوا تو اسکے شاہ آباد میں بھی تنزل نے اپنا قدم بڑھایا چنانچہ گزیر میر ضلع ہر دوئی میں سربراہیچ ارنیول صاحب لکھتے ہیں کہ شاہ آباد کی موجودہ آبادی بمقابلہ سابق اب تہائی باقی رہی تھی۔ ۱۸۷۶ء میں فی فن شہر صاحب یہاں آئے۔ تھے اونھوں نے شاہ آباد کو ایک بہت بڑا شہر لکھا ہے اور اسکی دیرانی کا زمانہ شروع ۱۸۹۹ء سے تحریر کیا ہے اور اسکے بعد بہت جلدی کے ساتھ اسکی دیرانی بڑھتی گئی ہے کیونکہ ٹیٹ صاحب نے اسکو بالکل برباد پایا اور بشب میر نے ۱۸۷۲ء میں اسکے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ بہت بڑا قصبہ قریب قریب شہر کے تھا جس میں بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری کے نشان باقی تھے۔

نواب کمال الدین خان جو بادشاہ رس اور یہاں کے مستقل رئیس تھے وہ صوبہ آودھ کے ناظم اور صوبہ دار بھی تھے انکی حیات میں شاہ آباد کے

شباب کا زمانہ تھا اور جب اؤکا انتقال ہو گیا اور اس صوبہ کی حکومت اور
افسری نکل گئی مگر تاہم چودہ پندرہ سو مواضعات کا مستقل علاقہ اپنے
خاندان میں چھوڑ گئے وہ زمانہ بھی اچھا تھا لیکن جب محمد شاہ بادشاہ کا عہد آیا
اور سلطنت کمزور ہوئی اور ارکان دولت سے ہر ایک امیر بجائے خود
حاکم بن بیٹھا چنانچہ میر محمد امین نیشاپوری عرف سعادت خان برہان الملک
صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے اودھ بھی اونکے ملکیت میں آ گیا اسکے بعد
شاہان دہلی کی حکومت روز بروز ضعیف ہوتی گئی اور سلاطین مغلیہ کی فرمانروائی
برائے نام رہ گئی اسوجہ سے صوبہ اودھ کے صوبہ دار کی تبدیلی کی دوبارہ
نوبت نہ آئی اور مستقل طور پر یہ صوبہ برہان الملک کے گھر آ گیا جب برہان
الملک کا انتقال ہو گیا تو انکے بعد انکے بھانجے مرزا میقم عرف نواب منصور علی خان
صفدر جنگ صوبہ اودھ کے صوبہ دار ہوئے اور محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کے
عہد میں دہلی کے وزیر اعظم بھی ہو گئے اب کیا تھا ہر طرح کے اختیار اور نو ملکی
والی حاصل تھے اور انکی حکومت زیادہ مضبوط ہو گئی وزیر الممالک کا غلبہ
اور خاندان دلیر خان کی کمزوری اور بادشاہی تسلط کا انحطاط ان سبب
کے پیدا ہو جانے سے نیچہ یہ ہو کہ کئی علاقے دلیر خانی انکی اولاد کے قبضہ سے
نکل کر صوبہ اودھ میں شامل ہو گئے۔

اس سے پہلے سعادت خان برہان الملک نے کئی پرگنہ جنکا تعلق اودھ
سے تھا اور وہ ان سے قریب تھے نواب دلیر خان کی اولاد سے ٹھیکہ میں لیے
تھے مگر اسکے ساتھ زر ٹھیکہ برابر حسب اقرار ادا کرتے تھے کیونکہ جب تک

خاندان دلیر خان بھی حضور رس اور صاحب قدرت تھا زبردستی ان کے علاقہ کا چھین لینا آسان نہ تھا اسکے علاوہ سعادت خان برہان الملک کی کوئی بد معا لگی سننے میں نہ آئی جب صفدر جنگ صوبہ دار اودھ اور وزیر اعظم دہلی کے ہوئے اور مرتضیٰ خان عرف نواب فتح مہور خان جو زور دار اور اولیٰ فیہ شخص تھے انتقال کر گئے تو صفدر جنگ نے چند پرگنہ دلیر خانی جو نواب سعادت خان برہان الملک نے ٹھیکہ میں لیے تھے قرق کر کے ضبط کیے اور زر اجارہ نہ دیا اور ملک اودھ میں شامل کر کے مگر جاگیر محال وطن و معافی انعام اہم تھا جو اس خاندان کی تھی وہ بدستور بحال و برقرار رہی۔

یہ سب شرح کتاب اخبار محبت میں درج ہے چند سطر میں اس حال کے متعلق اسکی درج کی جاتی ہیں۔

اکثر پرگنات نواب سعادت خان صوبہ دار از آہنسا اجارہ گرفتہ حاصلات آن قرار واقعہ میرسانید در عہد احمد شاہ و عالمگیر ثانی مرتضیٰ خان کہ عالی حوصلہ بود و قات یافت و نواب وزیر الممالک ابو المنصور خان زر قعد نرسانیدہ قرق فرمودند مگر جاگیر محال وطن جاری ماندہ۔

(کتاب اخبار محبت صفحہ ۵۳۲)

۳۵۷ فصلی سے ۳۵۸ فصلی تک شاہ آباد نواب برہان الملک کی سرکار
 میں داخل ہو گیا چنانچہ اس کارروائی کے متعلق نواب سردار خان اور پسران
 فتح معمر خان کے باہمی اقرار نامہ تحریر ہوا ہے بڑی ڈیوڑھی والوں کی طرف سے
 محمد معقول کریم بخش فوجدار و امین اور گلاب رام دیوان نے یہ تحریر لکھی ہے
 کہ شاہ آباد کا اودھ کے ساتھ تعلق ہو جانے سے حسب احکم نواب سردار خان
 فتح خان گماشتہ نے قبولیت لکھ کر سرکار اودھ میں داخل کی ہے مگر نواب
 کے وقت بندگان عالی نواب برہان الملک نے اپنے دستخط خاص سے یہ
 اظہار کیا تھا کہ ان تعلقہ زمین فتح معمر خان کا بھی تعلق ہے اس لیے خان صاحب
 مرحوم کے فرزندوں سے بھی دستخط و مہر لینا چاہیے۔

بموجب اس حکم کے سرکار اودھ کے متصدیوں نے بڑی ڈیوڑھی کے گماشتہ
 سے کہا کہ قبولیت پر پسران فتح معمر خان بھی اپنے دستخط کر دیں اور جب
 اسکے متعلق محمد روشن خان و بہرہ مند خان و ہدایت خان و خرد مند خان سے
 کہا گیا تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ ہمارا تعلق محال بادشاہی سے ہے ہم سے
 یہ کچھ انتظام نہیں ہو سکتا اس بات سے بڑی ڈیوڑھی والوں کو اندیشہ یہ پیدا ہوا
 کہ ہم سے سرکار برہان الملک سے بے لطفی و برہمی نہ ہو جائے اس وجہ سے
 بڑی ڈیوڑھی کے اہلکاروں نے چوک والوں کے کارندوں سے اقرار لیا کہ
 اس امر کی دستاویز کرائی کہ مبلغ سات سو پچاس روپیہ جو چوک والوں کے
 تعلقہ کے ذمہ ہے وہ ہم سرکار برہان الملک میں پہنچاتے رہیں گے اور ہم
 زر مطالبہ علاقہ سے وصول کرتے رہیں گے یہ تحریر ماہ صفر سنہ ۱۱۸۱ ہجری مطابق

سلسلہ جلوس میں تحریر ہوئی ہے۔

بڑی دیوڑھی اور چوک والوں سے اکثر معاملات رہے ہیں چنانچہ سلسلہ بھری
 میں مسطفی خان کے صاحبزادہ محمد حیات خان سے نواب سردار خان نے اپنی
 خواہش کی تھی کہ موضع ہمالپور آپ کا خرید ہے اس کے چار طرف ہمارے دیہات
 ہیں لہذا اس کی قیمت لیکر وہ موضع ہیکو دیکھے چنانچہ انھوں نے حسب خواہش
 نواب سردار خان کے سو روپیہ لیکر بیٹنامہ لکھ دیا اور انکار نہیں کیا اس بیٹنامہ
 پر قاضی بدیع الزمان صاحب اور قاضی ہدایت اللہ صاحب کی سرکاری ہوئی ہے
 واجب العرض سرکاری میں ہے کہ نواب شیر انداز خان کے زمانہ
 تک کیفیت ریاست کی اچھی رہی اس کے بعد جائیداد میں روز بروز زوال
 ہوتا گیا مگر قدیمی عزت و وقعت باقی تھی چنانچہ نواب شجاع الدولہ و نواب
 آصف الدولہ جب شاہ آباد ہو کر صوبہ کٹھ کو جایا کرتے تھے وہ بھی ان سے
 نہایت توقیر سے پیش آتے تھے لیکن جب سعادت علی خان صوبہ اودھ پر
 حکمران ہوئے تو انھوں نے جبر سی سے تمام معافیان ضبط کیں اور اپنی عادت
 کے بموجب شاہ آباد پر بھی دست درازی کی اس وجہ سے سعادت علی خان کو
 لوگ غارت علی خان کہنے لگے تھے بڑی دیوڑھی اور چوک اور کیمڑہ کی جائیداد
 کا بڑا حصہ کچھ ضبطی اور کچھ ورثا کی ناقابلیت سے تلف ہو گیا جب نوابی کا عہد
 جاتا رہا اور انگریزی عملداری ہوئی تو جبر جائیداد ہر ایک خاندان میں باقی تھی
 وہ بھی برباد ہو گئی۔

اب نواب دلیر خان کے چھوٹے فرزند نواب دلدار خان کا صرف علاقہ

چالیس پچاس مواضع کا باقی ہے اور کسی کے پاس کوئی بڑی جائیداد نہیں ہی جو انگریزی بندوبست جب پہلی بار ہوا ہے تو گورنمنٹ نے (۱۶۲) ایکڑ موضع چڑیا اور موضع پیریا میں سپران نو اب رعہ انداز خان اور مسماۃ افضل النساء بیگم اور میر حسین خان کو عنایت کی تھی اور اوسکی سند ۱۹ دسمبر ۱۸۵۷ء کو تحریر ہوئی ہے۔

نقل سند معافی چکات شاہ آباد منجانب سرکار گورنمنٹ
بنام نواب میر حسین خان غمیر



از انجا کہ بعد کمال تحقیقات کے یہ دریافت ہوا کہ افضل النساء بیگم اور میر حسین خان غمیر شاہی سے اکتیس ایکڑ اراضی موضع چڑیا اور اکتیس ایکڑ موضع پیریا اور تین سو چالیس ایکڑ

چکات شاہ آباد ضلع ہر دوی پر قابض رہے ہیں۔

جناب چیف کمشنر بہار حسب منظور بنندگان نوابیہ خطاب سے اقباب نائب سلطنت ویراے گورنر جنرل بہار دام اقبالہ معہ جلسہ کونسل کے اوس نصف اراضی کو نسلا بعد نسل سپران رعہ انداز خان کے تین یا پانچ شرائط مرحمت فرماتے ہیں۔

اول یہ کہ اوس اراضی کے متعلق جو اسٹاء و دستاویزات انکے پاس

موجود ہوں وہ سرکار میں داخل کر چکے ہوں۔

دوسرے یہ کہ جو خدمات کہ متعلق زمینداروں کے ہوا کرتی ہیں اس کو بخوبی
بجائیں اور مقدمات متعلق پولیس اور نیز امورات جنگی و ملکی میں جو اعانت سرکار
کو مطلوب ہوا اس کی بخوبی تعمیل کیا کریں۔

تیسرے یہ کہ نسبت دشمنان سرکاری سے کسی طور کی آمیزش اور اعانت کا
شبہہ اس کے ذمہ نہ عائد ہو۔

در صورت انحراف ہونے کسی شہر طامندہ جہ بالاکہ فضل النساء یگم و میر حسین خان
سے اراضی مذکور فوراً ضبط کر لی جائیگی۔

جوابہ سنگہ محافظہ قمر محکمہ عالیہ چیف کمشنر ملک اودھ ۱۹ ستمبر ۱۸۶۱ء
نوٹشور پریس میں چھپا۔

مدد شاہی میں قصبہ شاہ آباد کی قبولیت مولوی عبد اللہ صاحب اور
امانی خان مسترد وغیرہ لکھتے تھے اور ۱۲ فصلی سے مسترد و مست
انگریزی میں باستثنائے چند قطعات کے جیسے کہ شاہ زمان وغیرہ
ان کی معافی بحال ہوئی ہے مابقی کل دیہات و چکات پر مالگزار ہی تھیں
کر لی گئی۔

اب اولاد نواب دلیر خان میں باعتبار مقدرات اور لیاقت کے شاہ آباد
میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس کے حالات میں خامہ سرسائی
ان کی جائے موجودہ حالت کا فوٹو گزیٹ سرکاری نے خوب
چینا ہے۔

نقل ترجمہ گزیر ضلع ہر دوئی متعلقہ شاہ آباد مطبوعہ

کوہ نمٹ پریس نینی تال مورخہ ۱۹۰۰ء مرتبہ و مستحق

مسٹر ایچ اینول آئی سی ایس

شاہ آباد پہلے بہت مشہور جگہ تھی لیکن چند سال سے باوجود عمرگی موقع کے زوال پذیر ہے۔ اسکی موجودہ آبادی بہ نسبت سابق کے ایک تہائی حصہ باقی رہی ہے اسکے زوال کی تاریخ سلطنت مغلیہ کے متزل کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ سیکڑے میں ٹی فن سلسلہ صاحب ایک انگریز یہاں آیا تھا اسنے اسے دیکھا تھا وہ ایک بڑا شہر شاہ آباد کو لکھتا ہے اسکے وسط میں ایک محل اینٹوں سے بنایا گیا تھا جسکی حفاظت مثل قلعہ کے برجوں کے توپخانہ سے کی گئی تھی اس مصنف کے قول کے مطابق یہ اس مقام پر واقع ہے جہاں ایک پرانا مشہور قصبہ انگلہ پور تھا جسکی بنیاد رام کے بھتیجے انگلہ نے ڈالی تھی قصبہ شاہ آباد جو اب موجود ہے اسکو ثواب دلیر خان شاہ جہان کے مشہور افسر افغانی نے آباد کیا تھا جو شاہ جہاں پور کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا اس شخص نے انگلی کھیرہ کے پانڈہ پر وار کو شکست دی تھی

اور غالباً یقین ٹھہرنے اسی مقام سے انکد پور کی مراد لی۔
 نواب دلیر خان کو شاہ آبا اور پرگنہ سر امین جاگیر دی گئی تھی جہاں
 کہ انھوں نے ۱۷۷۷ء میں شاہ آبا کی بنیاد ڈالی تھی دلیر خان
 نے اپنے افغانی رشتہ داروں اور فوج سے محلوں کو بھروسہ دیا
 اور ایک محل موسومہ بڑی دیوڑھی تعمیر کرایا جسکے دو بڑے پھاٹک
 اب تک موجود ہیں اور اس نے ایک عمدہ جامع مسجد اور اپنا خاص مقبرہ
 بھی تعمیر کرایا آخر الذکر کا گنبد گر گیا ہے یہ بھی مثل مسجد کے
 سطح کنٹر کے ٹکڑوں سے بنایا گیا ہے اور بالا خانہ کی دیواروں
 پر مثل آگرہ کے تاج محل کے سنگ سُرخ کا نفیس کام کیا
 ہے۔ اس قصبہ میں باون محلے ہیں جس میں اکثر کے نام اسکے بانی کے
 نام پر رکھے گئے ہیں اس مقام کی بربادی ۱۷۹۹ء میں بہت
 سرعت کے ساتھ جاری تھی کیونکہ ٹیٹ نے اسکو بالکل تباہ پایا
 اور شب ہیر نے ۱۸۲۷ء میں اسکے متعلق بیان کیا ہے کہ قصبہ
 قریب ایک شہر کے آباد تھا جس میں بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری
 کے نشان باقی ہیں۔

نواب دلیر خان کے چار لڑکے تھے۔ کمال الدین خان۔ چاند خان
 دلدار خان۔ فتح معہور خان۔ سب سے بڑی اولاد دیوڑھی والی مشہور
 ہے۔ چاند خان کی اولاد کھیڑہ والی کہی جاتی ہے اور دلدار خان کی
 اولاد تعلقہ دار باسط نگر ہے۔ بڑی دیوڑھی والے بالکل آوارہ ہو گئے ہیں

اور اب انکی حالت بہت ابتر ہے پہلے اونکو شاہی فوج میں ملازمت
ملتی تھی لیکن اب تعلیم کی کمی سے یہ باب بھی اونپر بالکل مسدود
ہے شاہ آباد کی مردم شماری جو سال ۱۹۷۱ء میں ہوئی تھی اوس میں
بیس ہزار چھتیس آدمی تھے۔ جس میں دس ہزار مرد اور نو ہزار
نوسے اوناسی عورتیں تھیں۔ دس ہزار آٹھ سو سات ہندو تھے
اور نو ہزار اکیاسی مسلمان تھے باقی چند عیسائی اور آدیہ تھے۔

اب بھی شاہ آباد اودھ کے قصبات میں چوتھے نمبر کا قصبہ ہے لیکن
اب ترقی بالکل بند ہے یہاں کوئی مشہور تجارت نہیں ہوتی سرائی
دیسر گنج۔ سعادت گنج۔ یا کٹرہ۔ روشن بازار۔ نہال گنج۔ چوک
مولا گنج۔ محمود گنج۔ جمال گنج میں بازار لگتے ہیں۔ سب سے حال کا
بازار محمود گنج ہے جس میں روزانہ طور پر بازار لگا کرتا ہے یہ قصبہ آمون کی
وجہ سے مشہور ہے اور آم باہر بھی جاتے ہیں آم اتار ترکاری اور آلو
ہر دوئی کو کثرت سے بھیجا جاتا ہے پرانے زمانہ میں یہ قصبہ ایک قسم
کے کپڑے کے واسطے مشہور تھا جسکو محمودی کہتے ہیں لیکن اب
اوسکی ساخت بالکل بند ہے خاص تجارت شکر کی ہوتی ہے
شاہ آباد ہمیشہ مسلمان دلاورون کی تاریخ کے واسطے مشہور رہا ہے
سرولیم سلیمین نے ایک جگڑا جو کہ سنہ ۱۷۸۱ء میں محرم کے موقع پر ہوا
تھا بیان کیا ہے اسی قسم کا واقعہ ۱۸۶۸ء میں ہوا تھا۔

پبلک عمارتوں میں تحصیل منصفی ٹاؤن ہال۔ ڈاکخانہ۔ شفاخانہ۔ کانجھی ہیں

ایک سرا ہے۔

نربہ کا میلہ دلیر خان کے بنوائے ہوئے تالاب پر ہوا کرتا ہے۔
شاہ آیاہ کا اسکول مینوس پلٹی کے زیر اختیار ہے۔ اسکی آمدنی خاصکر
مکس وغیرہ سے ہوتی ہے۔





نواب بہادر خان ہائٹی شاعر جہانپور

بہادر خان کہ دریا خان کہ برعکس پر خلاف منش بر گزرد آئینہ عقیدت مرات را و منش
بجز صورت صفائی اخلاص و نقوش وفاد و فاق مستور شدہ۔

جب نور الدین جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو پہلی
ہی مرتبہ بہادر خان کو خلعت و خیمہ مرصع اور منصب چار ہزاری ذات
اور دو ہزار سوار و علم واسپ خاصہ مع زمین طلائ و پاکھی اور پچاس
ہزار روپیہ نقد مرحمت ہوا۔

اتنی ہی شاہانہ نوازش صرف بہادر خان کی اطاعت اور ذاتی خصوصیت سے نہ ہو گئی وہ
دیگر امراء و سردیوں کی درجہ سے تدریج ترقی پا کر چار ہزاری پنہزاری منہ کی پہونچے ہیں
جب بہادر خان کو قنوج و کالپی کی جاگیر عنایت ہوئی تو وہاں کے
سرکشوں کی گوشمالی بھی ان کے سپرد کی گئی سلسلہ جلوس شاہجہانی میں جھارنہ
نے بندہ کیلئے بین بغاوت اختیار کی اور قلعہ اوڈھچھمین وہ محصور ہو گیا بادشاہی لشکر
ہر طرف سے اس کی گوشمالی کو متعین ہوا بہادر خان و عبداللہ خان فیروز جنگ اس مہم

میں بہادر خان و عبداللہ خان و خیمہ مرصع چار ہزاری ذات و ہزار سوار و علم واسپ طویل غاصبین مطلقا و زمین آباد ہوا اور پھر فرار گشت
میں بہادر خان و عبداللہ خان و خیمہ مرصع چار ہزاری ذات و ہزار سوار و علم واسپ طویل غاصبین مطلقا و زمین آباد ہوا اور پھر فرار گشت
پدشہاوت یوفا کی پیورہ از شاہانہ و جہار گشت بہادر خان سے توسل فقر اک عنایت بادشاہی تحکم تر ساختہ از کابل قبل
افغانک نمودہ پلن جلوس بندہ چار ہزاری و ہزار سوار و خیمہ مرصع چار ہزاری ذات و ہزار سوار و علم واسپ طویل غاصبین مطلقا و زمین آباد ہوا اور پھر فرار گشت
۱۷۷۰ء میں غوثیہ سال جلوس جہار تیرہ روز کا یعنی روزیدہ باوندچھ متحصن گشت افواج قاہرہ از ہر جانبہ ملک اور عبداللہ خان
فیروزنگا اتفاق بہادر خان و جہار تیرہ روز کا یعنی روزیدہ باوندچھ متحصن گشت افواج قاہرہ از ہر جانبہ ملک اور عبداللہ خان
سرسوار یورش نمودہ مخالف بر بہادر خان و جہار تیرہ روز کا یعنی روزیدہ باوندچھ متحصن گشت افواج قاہرہ از ہر جانبہ ملک اور عبداللہ خان
بادیکو و از بدویہ و بدویہ آن ہرمن نہادہ و ہم شکستہ قطرہ زمان قلعہ آمد و بندہ آن سیفام را تیغ سون لکائی نکش لاغ لاد و خون
نشانہ گلگونہ فتح برچہرہ دلاوری کشیدہ و جہازہ این تردد نمایان دفع شایان بنوازش نقارہ بلند گشت۔ از اترالامرا
۱۷۷۰ء قلعہ اوڈھچھ قصبہ جاوہ سے ۱۶ کوس تھا کالپی کے قریب قلعہ ایرج تھا اس سے اوڈھچھ پندرہ سولہ کوس تھا۔

کے لیے کاپی میں نقل ہوے اور قلعہ ایرج پر جسکا ہر برج بلند می میں آسمان سے باتیں کرتا تھا پوش شروع کی مخالفت کروہ نے بھی بادشاہ بہادر وں پر خوب چوم کیا سخت مقابلہ ہوا بہادر خان نے صفت شکن باگھی کو آگے کیا اور اپنے چچا لون کے ساتھ پیادہ ہو کر نہایت جلد قلعہ کے دروازہ پر پہونچئے اور کہاں چستی و بہادر سے دو ہزار باغیوں کو قتل کیا اور حمہ مار کی دیوار توڑ کر قلعہ میں گھس گئے اور اپنی تلوار سے ان سیہ قانمو کو خونین نہلا دیا اس فتح کے صلہ میں شاہ جہان بادشاہ نے انکو تھارہ ہر محنت کیسا اسکے بعد خانجہان خان لودی کے ہستینال کے لیے بادشاہ نے بہادر خان اور عظم خان ناظم دکن کو مقرر کیا جب شاہی لشکر دھاوا کر کے کوہ راہوری میں اسکے سپہر جا پہونچا تو وہ اسوقت تین سو چاس سواروں کو لیکر نہایت ہتھال کے ساتھ مقابلہ کیا جب یہ لشکر اسکے قریب ہو گیا تو اسنے گھوم کر تیر اندازی سے روکا اور کوہ راہوری پر چڑھ گیا بہادر خان اسوقت نہایت جلدی سے اسکے پیچھے چڑھ گئے خانجہان خان کا ایک بھتیجا بہادر خان لودی جو انکا ہمنام تھا اور اسکا ہزاری منصب تھا وہ بھی اپنی جوہر اور بہادری میں مشہور تھا اسنے بڑھکر اسے مقابلہ کیا دونوں بہادروں نے اپنی روانگی اور بہادری کے جوہر ختم کر دیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنا چاہتا تھا کوئی ہنر سپہ گری کا نہ اٹھا رکھا گیا یہ مقابلہ رستم و اسفندیار کا معرکہ تھا جبکہ بہادر خان باقر زئی کی مدد کو بادشاہی لشکر سے کوئی شخص نہ پہونچا تو آخر میں یہ پیادہ ہو گئے اور پروانہ کی طرح تلوار کے شعلہ پر پہونچنے لگے۔ اسکے ثبوت میں کتاب عمل صالح چین کا مصنف

سلطان خاقان قدردان و مجاہدہ این خدمت بہادر خان ابغایت قہارہ سر بلند کرد انید صفحہ ۳۴ بادشاہ ہتامہ تہ بہادر خان
بقدم شہال خود را سائندہ بباراوند زاده او بہادر خان کہ منصب ہزاری داشت و پودی و مردانگی استغبار و سب و داری کرد و کشت
او کشت کار نامہ دلیری و دلاوری بروئے کار آورد کہ کشت و استان و ستر و اسفندیار گشت نامہ الامرا

محمد صلح شاہجہان بادشاہ کے دفتر کا منشی اور منصبدار تھا۔ منتظر از بیہ خصوص بہادر خان کہ
بہرے دلیری ذاتی و بہادری جلیبی چون کوہ پابرجا قدم ثبات قرار استوار ساختہ بزد و خورد
در آمد چند انکہ چندین تن را بمیسر ساختہ جمع کثیر را ز خمدار از پلے در انداخت و خود نیز دوزخ تم کچے
بر رود و دیگرے بر پہلو برداشتہ از پر تو زخم روہمانا روے تازہ یافت۔

جب بایک خم انکے چہرہ پر اور دوسرا پہلو پر کاری لگا تو یہ زمین پر گر پڑے بادشاہ نامہ میں
صرف اس قدر ہی مگر باثر الامر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ مخالفوں نے انکے سر کو کاٹنا چاہا انھوں
نے کہا کہ میں یادگار و پسر دریا خان کا ہوں شاہجہان نے یہ سن کر آدمیوں کو منع کیا اسعرستین
بادشاہی لشکر کے جوان بھی آگئے اور بہادر خان لودی کو قتل کیا جب بہادر خان کی
اس جان بخشی کا حال شاہجہان بادشاہ نے سنا تو نہایت قدر دانی سے بہادر خان
کو خلعت و مخمر مرصع بھیجا اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کر کے چار ہزاری
ذات اور تین ہزار سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اور ایک گھوڑا
معہ زین طلائی اور ہاتھی عنایت کیا۔

سب شاہجہانی میں قلعہ قندھار کی فتح کے بعد دکن میں جب پکنہ بھالکی وچت کو بہ
کی خرابی و تاراجی کے لیے شاہی لشکر دریائے ماہجرہ کے کنارہ جا کر ٹپا ہے تو اس وقت
زندولہ خان عادل شاہی سردار نے شاہجہانی لشکر میں یہ مکرر پیام بھیجا کہ اگر بادشاہ

۱۔ شہنشاہی آگاہ از قدر دانی و جہر شناسی بخیرے۔ این فتح نمایان بہادر خان اخلاص مخمر مرصع معیت فرمودہ باضافہ ہزار
سوار منصب چار ہزاری سہ ہزار سوار و غلطے اسپ با زین مطلا و فیل عرفا کتبہ پیوسفہ ۳۲ بادشاہ نامہ
۲۔ بادشاہ نامہ میں بہادر خان کا دو تیروں سے زخمی ہونا لکھا ہے زمین پر گرنا نہیں تحریر ہے مگر باثر الامر میں
یہ گرنا اور انکے سر کاٹنے کا ارادہ تحریر ہے۔

۳۔ یہ قلعہ قندھار ملک کن تلنگانہ میں واقع ہے یہ قلعہ کابل و قندھار کے علاوہ اسام کا دکن میں ہے اس قندھار
کے قلعہ پر بھی نواب بہادر خان نے چڑھائی کی تھی۔

والی بیجا پور کی خطا معاف کر دے تو دوبارہ اس سے عہد شکنی نہ ہوگی یہ سنکر عظیم خان نے شاہجہان لشکر کے جملہ افسر و فیسے مشورہ کر کے یہ رائے قائم کی کہ برسات سربر آگئی ہے بالفعل پر گنت چت کو بین جو صوبہ بدر کے متعلق ہو تو تھ کر نا چلے ہیے اگر زند و لہ خان کا قول سچا ہو تو شاہجہان سے عرض کر کے عا دشاہ کی خطا معاف کر دینکے ورنہ یہ محال تاراج و برباد کر ڈالینگے اور اسکو عہد شکنی کا بدل بلایا گیا چنانچہ یہ خیال کر کے لشکر آگے بڑھا اور دریا کے کنارہ ٹھہرنیکیوقت یہ بات طے پائی کہ جب تک لشکر کے خیمہ نصب نہ ہوں تب تک فوج کا اگلا او دایان و ربایان حصہ اپنی جگہ پر کھڑا ہے اسکے بعد ہر روز ایک سر دار اپنی فوج لیکر ایک کس کے فاصلہ پر جا کر ٹھہرے تاکہ لشکر کے آدمی پڑاؤ سے باہر جا کر گھاس چارہ وغیرہ اطمینان سے لائیں چنانچہ سیطرح عملہ رآمد کیا گیا پہلے روز دشمن کا کسیجگہ نشان نہ تھا دوسرے روز رسد کا انتظام بہادر خان کے ذمہ تھا خانموصوف معشہ شہباز خان و رشید خان انھما یوسف محمد خان تاشکندری کے پڑاؤ سے باہر گئے مگر انھوں نے احتیاط کو دخل نہ دیا او تھوڑی جماعت لیکر آگے بڑھ گئے اور وہاں جا کر اطمینان سے بیٹھ گئے لشکر کے آدمی گھاس وغیرہ کیلئے چار و نظرت پھیل گئے کچھ فوج کے راجپوت تین کوس آگے بڑھ کر ایک گاؤنمین لوٹ مار چانے لگے گاؤن والے ایک یوار کی آڑ میں اگر اپنے مال و آدمیوں کی حفاظت اور راجپوتوں کے ہٹانمین مستعد ہوئے بہادر خان جب اس جگہ پر ایسے آگاہ ہوئے تو راجپوتوں کی مدد کو پہونچے اور جو لوگ انکے ہمراہی تھے وہ گانوسے غلہ و رگھاس لیکر پڑاؤ چلے آئے اب انکے ساتھ ہزار سوار سے زیادہ نہ رہے اسعرصہ میں کچھ اہل دکن جو بارہ کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن تھے اور لوٹ مار کے لیے اوہر آئے تھے جب وہ اس موضع کے قریب پہونچے اور انکو بہادر خان کے فوج کی کمی پر اطلاع ہوئی تو

انھوں نے اپنا ایک سوار اپنے سرداروں کے پاس بھیجا کہ غنیم موقع پر ملکیت اسکے
 بعد وہ جماعت بہادر خان کے سامنے آئی اور ان کے ہمراہیوں کو اپنی طرف مشغول کیا
 بادشاہی بہادروں نے اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور دوبرہنہ پر حملہ
 کر دیا انھوں نے انکو اپنی طرف کھینچنا چاہا اور چھپتے ہوئے چلے گئے یہاں تک کہ وہ کوس
 ناک اپنے پیچھے آدھو نوکو بھگا لیکے اتنے میں نہ وہ خان بہلول خان سردار خان اور دیگر
 فہم ان عادل شاہی اور نظام شاہی پانچ چھ ہزار سوار لیکر جلدی سے آگئے بہادر خان اور
 ان کے ہمراہیوں کو دشمنوں نے حلقہ میں لیلیا سوقت بہادر خان اور ان کے ہمراہی گھوڑوں سے
 اوتر کر سیدہ ہوئے اور انتہائے شجاعت سے لڑنے لگے ایسی کوشش مردانہ کی اور دلاوری کو
 دخل دیا کہ بڑی جماعت دیکھنے کی قتل کر ڈالی اس حالت میں شہباز خان جو سہ ہزاری
 منصب کے امیر تھے مع اپنے فرزند کے شہید ہوئے اور بہادر خان یوسف محمد خان کثرت
 زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے رشید خان زخمی ہوئے مگر ان کے بھائی بند کل شہید ہوئے
 اس قیامت ناک معرکہ میں بہادر خان کے اعزہ اور بھائی ماتحت آدمی کام آئے شہنشاہ
 نے بہادر خان یوسف محمد خان کو زخموں سے بیہوش پایا اور بڑی دولت سے بچے اور اٹھا کر
 اپنے ہمراہ لیکے اور قلعہ جی پور میں پہونچا دیا رشید خان زخمی ہو کر لشکر گاہ کو واپس آئے
 جب عظیم خان نے یہ وحشتناک خبر سنی تو نہایت جلدی اور تیزی سے میدان جنگ کو روانہ
 ہوئے مگر جب وہاں پہونچے تو مخالف دریلے مانجرہ سے پار تیر چکے تھے اور رات ہو چکی تھی
 تعاقب بیکار سمجھنا چار بادل بریان و با چشم گرمیاں شاہی لشکر اپنے پڑاؤ کو واپس آیا
 جب شاہجہان بادشاہ نے یہ حال سنا کہ بہادر خان کثرت زخموں سے بیہوش ہو کر زمین پر
 گر پڑے اور اہل دکن انکو جی پور لیکے تو اسے یہیں الدولہ آصف خان کو ایک جہاز

لشکر دیکر روانہ کیا کہ عاوشاہ اپنے بیٹے کے ہاتھ پیشکش بادشاہی اور جو نظام شاہی
مالک تسخیر ہو چکے ہیں وہ سپرد کر دے ورنہ قلعہ بجا پور جڑ سے اکھیر کر پھینک دینا چاہیے
چنانچہ مین الدولہ اس قصد سے روانہ ہوا اور پہلے قلعہ گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا پھر
مصلحت سے وہاں سے کوچ کر کے دریائے بہیرہ کے کنارہ قیام کیا اور وہاں سے بجا پور
جا کر تالابیہ رسپور اور شاہ پور کے قریب خمیر زن ہو اور بجا پور کا محاصرہ کیا چند روز
صفت رائی ری آخر بجا پور یوں نے مجبور ہو کر بیابان مانلی اور چالیس لاکھ روپیہ سونے اور
مرصع آلات دیکر نفیس اشیاء تھیں پیشکش کر کے پرفیصلہ کر لیا اور عہد نامہ تحریر ہو گیا
بہادر خان یوسف محمد خان کو خیریت خان جشی اور مصطفیٰ خان مین الدولہ
اصف خان کے پاس پہونچا گئے اور شیخ عبد الرحیم خیر آبادی جو مین الدولہ کے معتد
تھے وہ عہد نامہ پر عاوشاہ سے مہر کرالے اس زمانہ میں شاہجہان بادشاہ برہنپور
سے اکبر آباد آ رہا تھا اٹھارے راہ میں بہادر خان اور یوسف محمد خان شاہجہان
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ نے کمال مہربانی اور قدر دانی
سے ہر دو کو خلعت و تلوار و سپر اور گھوڑے ہاتھی سے معہ ساز و آرائی
کے سرفراز کیا اسکے علاوہ بہادر خان کا پانصدی کا اضافہ کر کے
چار ہزاری ذات اور ساڑھے تین ہزار سوار کیے اور پچیس ہزار

۱۵۰ چوبیس لاکھ تیرہ مملکت عاوشاہی کو بخشے ہوئی بجا پور رسید عاوشاہ ہر دور بار بار غلامی و بدلتی سداۃ العزت فرماتے
باضافہ منصب فروغی اعتبار و مرد و عاوشاہ نے گروید و بتا دی جاگیر واری کالچیت و خاٹاں محل سرحدی انڈیا میں لاکھوں روپے
۱۵۰ روز دیگر بہادر خان و بھائیوسف محمد خان لشکر کی کیفیت مروائی و گرفتاری اینان کا شرافت و لشکر قدرت آمد و بدولت میں ہوں
بسیارند بادشاہ مہربان قدردان ہوا کہ عاوشاہ نے دوبارہ بندگان فاکٹرین حقیقت آئین مین الدولہ سے تدارک گشتہ فرمودہ
ہر کام راہبر حمت خلعت و تشریف و سپر اوراق طلائی مینا کار و ہر پندیل سربراہ فرخستہ تین اباضافہ پانصد روپیہ منصب چار ہزاری
ذات و سہ ہزار و پانصد سوار و باعام بست و پنج ہزار و پین نقد مہابی گردانید ۱۴۴۴ ہجری بادشاہنامہ

روپیہ نقد مرحمت کیے اس اضافہ منصب کے ساتھ جاگیر قنوج و کالپی کے متصل چند محال بھی اور عنایت کیے گئے لکچر حافظ اسماعیل صاحب میں لکھا ہے کہ جسوقت بہادر خان دشمنوں سے چھوٹ کر آئے تو شاہجہان بادشاہ انہیں بے شکریہ ہوا اور خلعت و انعام سے سرفراز ہوئے چونکہ بہادر خان موزون طبع تھے اسلیے انھوں نے یہ شعر تصنیف کر کے اپنی مہر میں کندہ کر لیا۔

شہدہ بھنگ کن جانتشان بہادر خان

حیات یافت دوبارہ زلفت شاہجہان

اسکے بعد بہادر خان اپنی جاگیر پر رخصت کیے گئے اور ملکوہ کے سرکشوں کی گوشمالی کو بھیجے گئے وہاں کی رعایا کا یہ حال تھا کہ سپاہی سے کاشتکار تک کوئی شخص بے ہتھیار نہ رہتا تھے کہ ہل والا بھی جب ہل جوتے جاتا تو بندوق کا توڑا روشن کر کے اپنے ہل پر رکھ لیتا اسکے بعد اپنے کام میں مشغول ہوتا اس عہد میں تمام ہندوستان کے مردوں سے وہان کے باشندے سرکشی میں نہ زیادہ مشہور تھے انھیں جو بات سے وہ مثل دوسری رعایا کے اطاعت نہیں کرتے تھے ان ایام میں جلبا غی سیرگاونہیں ج وہان کے مقامات میں محفوظ مقام تھا اگر جمع ہوئے اور شرارت کے حرکات شروع کیے۔

بہادر خان انکے پیڑ پھونچ گئے اور انھوں نے تائید الہی پر بھروسہ کر کے ان کو ذیو پر یکبارگی حملہ کر دیا طرفین سے سخت مقابلہ ہوا اور بہت بڑا معرکہ پیش آیا دشمنوں نے

۱۵ ہمنانی تائید الہی بہت کماتہ و غم بر سر آن دعا قبتان ترکنا ز نوہ غریب کا راز اپنے قیامین در پست بہادر خان سے تھا الہی بر سر کشیدہ بدیو اپشت رسیدہ مقاہر پائے کی نیا و روہ بدست از جلا د و تہوہر نہاد شہدہ انجام کار دست و گریبان شدہ ہم و دواد و غنیمت و غنیمت و پیر دلان سراختہ نقد الہیت و بغاوت گدہ شہد بہادر خان غم بر سر آن مکان پر و اعتداف غم خود بارگشت و ازین کو نہ فرخ کہ در آن سر زمین مفید نیز نصیب کسی کس نشدہ بود نقش خاطر ظفر قرین برو فی و خواہ درست نشین گردید۔ ماثر الامرات کہ بہادر خان

کوئی بات اٹھانیں کبھی نوبت دست گریبان کی پہونچائی اور دونوں طرف کی فوجیں
ملائیں خوب تلو اچلی مگر دشمن بہادر خان کی افغانی تلو ار کے روبرو پھرتی
تا پ نہ لائے آخر کار بھاگے خانموصوف نے انکی گڑھی کو نیست و نابود
کر دیا اور اپنے قیام گاہ کو واپس آئے یہی فتح اس سسرزمین میں بجز بہادر خان کے
کسی شخص کو نصیب نہیں ہوئی تھی انکی فتحمدی کا سکہ وہاں بیٹھ گیا تھا۔

یہی ضمن میں ۳ شوال سنہ ۱۰۷۲ھ کو شاہجہانی جشن منعقد ہوا اور بہادر خان
انہی جاگیر سے حاضر ہوئے شاہجہان نے بہ اختتام جشن کے بہادر خان کو
خلعت اور پانصدی اضافہ کر کے چار ہزاری ذات و چار ہزار سوار
کے منصب سے سسرزمین فرمایا اور جاگیر پر جا نیکی رخصت دی۔

اسکے بعد دوبارہ جہاز سنگہ نے ہمد معاف ہو جانے فتح کے عیم نرائن والی گدھ کو دھوکا
دیکر قتل کیا اور اسکے قلمہ چور اگدہ پر متصرف ہوا اس مظلوم کا بیٹا بادشاہ کے پاس حاضر
ہو کر فریاد دی ہوا شاہجہان نے اسکی گوشمالی کے لیے بہادر خان کو بھیجا عبداللہ خان
فیروز جنگ اور خاندوران خان بھی اس مهم کے لیے تعینات کیے گئے بہادر خان
ہراول و مقدمہ کبیش تھے جب وہ باغی راجہ ولایت گدھ کنک اور ملا پچی سے کلکمر
ملک چاندین پہونچا تو بہادر خان نہایت عجلت سے اسکے پیچھے گئے چونکہ اسوقت خانم
کا مزاج علیل تھا اسلئے بہادر خان نے اپنے چچا نیکنام خان کو جو منصب دار

بہادر خان را اطلاع خود آمدہ تھیل اشان سلاطین منتظہ ذہ باعظا خلعت باضافہ پانصدہ چار ہزاری چار ہزار سوار
ساتھ باطلاع رخصت فرمودند صفحہ ۵۷ بادشاہنار ۵۷ جمادیکہ پسر سنگہ دھوکا دیا اسکا پیشوا اوفنس کا قاتل تھا جاجین
صلہ فی سنگہ دھوکہ بہت کچھ ملک جاگیر سے ادا مال کیا تھا جب جہاز سنگہ اسکا جانشین ہوا تو یہ کثرت مال و سامان پر مغرور
ہو کر باغی ہو گیا تھا جہاز سنگہ کا بیٹا کراچیت مخاطب بہ جگر اچ تھا۔

شاہی تھے معہ ایک جماعت کے اسکے مقابلہ کو بھیجا کہ وہ سکو اپنی طرف مشغول کھین جبار سنگہ نے تھوڑی جماعت دیکھ کر جرات کر کے نیکنام خان کو حلقہ میں لیلیا اور حلقہ کیا وہ زخمی ہو کر معہ سات آدمیوں کے گر گئے اس اثنائ میں بہادر خان اور خاندوران بھی پیچھے سے آگئے اور راجہ کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور ایسے لڑے کہ لاسکا گروہ پریشان کر دیا آخر کار وہ بادشاہی لشکر کے خوف سے بھاگتا پھرا اور ایک جنگل میں گوند کی قوم سے معہ اپنے بیٹے بکر راجیت کے مارا گیا اور ان کے سر بادشاہ کے پاس سپرد میں بھیج گئے اور قریب ایک کروڑ کے روپیہ نقد جنگل میں کنوین کھود کر دفن کیا تھا اور پچاس لاکھ آمدنی کا ملک بادشاہ کے قبضہ میں آیا اور اسکو غون ناسی نے زندہ اور ستر نہر بنے دیایہ جھانسی اور دتتہ وغیرہ کا راجہ تھا اسکے بعد جب بہادر خان شاہجہان کے حضور میں آئے تو خلعت و خنجر مرصع اور اسپ تپچاق سے معہ زین مطلق کے سرفراز ہوئے۔

بعد ازاں جب ساہوچی کی گوشمالی اور عا دشاہ والی جیا پورا و قطب الملک والی کو لکندہ کی تنبیہ کیلئے لشکر کشی کی گئی تو اس لشکر کی بعض مقامات پر ہراولی اور بعض مقامات پر چنداولی بادشاہ نے بہادر خان کے سپرد کی جب بادشاہی لشکر دکن پہونچا اور والی جیا پور نے بادشاہی فرمان کا استقبال کیا اور بہتر طرح قطب الملک نے اپنی واسططنت سے پانچ کوس چلکر فرمان بادشاہی کی پیشوائی کی غرضکہ یہاں بادشاہی لشکر سے جنگ

لما وردوا قاهره سرزمین فتنه آید جان مال آن به مال و معرض تلف افتاد و از جمله فایان نفودے که با خود گرفته بود بجات

قریب یک کرو روپیہ خزانہ عامرہ رسید و ولایتی کہ نزدیک پنجاہ لک و پوہ چھل وار و بتصرف درآمد ۱۱۷ بادشاہنامہ

۱۵ بهادر خان و سید رفیع الدین و خیر محمد خلعت و خیر مرصع و اسپ تبحاق و زین مطالاسر فر از گردید ۱۳۴۲ با و شاهی نامه

۵۔ رمضان کو بہادر خان کو خلعت جہرہ خاصہ اسپ خاصہ فیصل خاصہ معہ ساز طلائی کے مرحمت کیا گیا۔

کی نوبت نہیں آئی اور مصاحت ہو گئی مگر ساہوچی سے مقابلہ ہوا اور اس کے اکثر قلعجات
 بادشاہی لشکر نے تسخیر کیے جب ساہوچی بھاگ کر اور پارگانہ سے ہٹ کر جو رہا وہ کونپہ
 وچاکنہ کے پہاڑ و جنگل کے درمیان میں تھا تو ان قلعہ کی محافظت بھی بہادر خان کے
 ذمہ مقرر تھی جیسوقت خان زمان کو لاہور روانہ ہوا اور جو سامان کہ لشکر میں زیادہ تھا وہ
 بھی بہادر خان کے سپرد کیا گیا اور جب باشندگان کو لاہور نے جمع کر کے بادشاہی لشکر کو
 مغلوب کرنا چاہا اسوقت بھی بہادر خان سرگروہ لشکر تھے انھوں نے پہاڑ پر چڑھ کر اپنی تلوار
 جو ہر دھلے اور دو ہزار آدمی گرفتار کر لیے اور بہت سا مال و مویشی ان کے ہاتھ آئے
 ساہوچی مقابلین آتین ورتاک بان اندازی اور محرک آرائی رہی آخر کار مغلوب ہو کر
 بھاگا جسوقت بادشاہی لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اسوقت غنیم نے موقع پا کر بہادر خان
 کے لشکر پر حملہ کیا مگر خان شہامت نشان نے اس بہادر سے مقابلہ کیا کہ بسکوبھگا دیا
 اس شان میں عادل شاہ نے رندولہ خان کو بادشاہی لشکر کی مدد کو بھیجا تو اسوقت قلعہ
 جنیر کی فتح کے لیے بہادر خان معہ کار طلب خان کے متعین ہوئے مگر آخر کار
 ساہوچی نے عاجز ہو کر بادشاہی اطاعت کے لیے سر جھکایا اور عادل شاہی ملازمت
 کی درخواست کی اور منہ ختم ہوئی بادشاہی لشکر مظفر و منصور ہو کر بہت قلعجات
 لیکر واپس آیا بہادر خان شرف حضوری سے مشرف ہوئے
 ۱۷۷۷ء جب کو شاہ بہان بادشاہ نے بہادر خان کو خلعت و سب
 عربی خاص طویلہ کامعہ زین طلائی کے مرحمت فرمایا اور انکو انجی
 جاگیر قنوج پر رخصت کیا۔

بست و قنوج بہادر خان بہرمت خلعت اسپ عربی از طویلہ خاصہ زین طلائی پائی یافتہ بقنوج و محض بادشاہ بہان

اسکے بعد جب قندہار کی محکم پیش آئی اور لشکر کی فراہمی ہوئی تو بہادر خان کے ہم
فرمان صادر ہوا کہ تم جاگیر سے آکر شہزادہ محمد شجاع کے ساتھ قندہار کی محکم کے لیے
روانہ ہو اور یہ حسب حکم کر بستم ہوے جب شہزادہ کابل کے قریب پہونچا تو شاہجہاں
نے شہزادہ کے استقبال کے لیے بہادر خان کو مع چند امراء کے بھیجا بعد ۲۱ ذی الحجہ
سنہ ۱۰۸۵ھ کو حسب التماس سعید خان مظفر جنگ کے کابل سے مع چند امراء و برق انداز
وسلحہ ایران پلچ لاکھ روپیہ کے بہادر خان کو قندہار کی طرف روانہ کیا
جب قندہار میں صحت آرائی ہوئی تو وہاں ایران کا لشکر مغلوب ہوا اور شاہجہاں بادشاہ
کی فتح ہوئی بادشاہ مظفر و منصور و اراخلافت کو واپس آ رہا تھا جس طرح حسن بدل
میں وفاق افروز ہوا تو شہزادہ داراشکوہ نوشہرہ سے آکر اپنے والد بزرگوار کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور خان بھی شہزادہ کے ہمراہ کابل تھے یہ بھی بادشاہی
حضور میں سے مشرف ہوئے۔

بعد ازاں سنہ ۱۰۸۵ھ مطابق سلج شاہجہانی میں جب عبداللہ فیروز جنگ چنیت سے
بندیلہ کی گوشالی ہو سکی تو بہادر خان نے خود اس امر کی عرضداشت

۱۰۸۵ھ وازاں کہ عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ چنیت سے ساروق گراوان پلچتا چنے پاید توست نمود و بہادر خان مرو و شوش
مذکورہ این خدمت سے بندہ مغضوب گردید و ہزار سوار از منصب و کہ چار ہزاری چاہیز سوار بود و اسپہ سالہ مقر فرمودہ قلعہ بندیلہ بندہ
یادگار شہزادہ شاہینا صفحہ ۱۰۸۵ھ چنیت سنگہار سنگہ کی یونین تھانے ایک لڑکا جہار سنگہ کا مسمی پرتیراج کو اسکا وادش
تیراج کی طرف روانہ ہوئے و جھانسی میں فساد برپا کیا تھا چنانچہ مفسدہ پردہ ازین پرتیراج گرفتار ہو کر قلعہ گوالیار میں منیدہ ہوا اور
چنیت سنگہ مہاراجہ سے مغضوب ہو ۱۰۸۵ھ کی محکم جنگ یہ قیادت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

۱۰۸۵ھ ماحہ رمضان میں عرضداشت بہادر خان کا چنیکہ خلاف بتندی چنیت و دیگر مفسدہ ان بندیلہ میں آگشتہ بود و قایع نگاری
کرا بود و سامع حقائق جامع رسید کہ خان مذکور بیکل مری نمودہ گروہ انہوہ از ان مقام ہر نقل رسانید و چنیت سبجانی
بائے سہرمان او بارہ سپہ فرار شہزادہ شاہنامہ ۲۲۱۔

بادشاہ کی خدمت میں پیش کی کہ یہ خدمت بندہ کے سپرد کیجاسے چنانچہ حسب
 خواہش انکے بادشاہ نے اس تشریف راجہ کی گوشمالی انکے ذمہ مقرر فرمائی اسوقت منجملہ
 چار ہزار سوار و نیکے تین ہزار سوار دو سپہ سپہ کیے خانہ صوف بند لکھنڈ
 پہونچے انھوں نے وہاں جنگل کٹوایا اور ہزاروں دشمنوں کو قتل کیا اس امر کی اطلاع
 شاہ جہان کے دربار میں بھی چنانچہ انکی عرضداشت ماہ رمضان میں پہونچی اور وقت لکھنڈ
 نے بھی تحریر کیا کہ بہت سے باغی تتبع بیرین ہوئے اور چنیت سنگلا و سجانی سنگم غمہ ہر ایک مفور ہو
 ہم شعبان سنہ کو بہادر خان کے نام فرمان جاری ہوا کہ اسلام آباد
 سے جلد روانہ ہو کر شہزادہ مراد بخش کی خدمت میں جاؤ اور جگت سنگھ کی گوشمالی میں شریک
 بادشاہ نامہ میں صریح ہمدردی مضمون ہو مگر باثر الامرا میں اس واقعہ کے متعلق یہ بھی فقرہ
 لکھا ہوا ہے کہ اہل حسد نے نفسانیت اور خود غرضی سے یہ بات شاہ جہان
 بادشاہ کے ذہن میں چائی کہ بنہ لکھنڈ کو روک لکھنڈ کرنا ملکی مصلحت
 کے خلاف ہے اسلیئے یہ وہاں سے ہٹائے گئے آخر شعبان المعظم میں
 بہادر خان حسب کلم اسلام آباد عورت بند لکھنڈ سے روانہ ہوئے اور بمقام پٹھان
 شاہزادہ کی خدمت میں پہونچے اسوقت انکے ساتھ تین ہزار سوار اور تین ہزار پیادے تھے
 قلعہ منوا اور نور پور جو کوہستان میں نہایت مستحکم بنے تھے اور وہاں کا راجہ بکت سنگھ جسے
 پرتھی چند والی چنبہ کے باپ کو قتل کر کے مضامات چنبہ پر قبضہ کیا تھا بہادر خان
 اسکے قلعہ کو ٹھہرے وہاں کے مفسدون نے تمام راستے بند کر دیے تھے بہادر خان

سہ ماہ مال نیز ہم بہادر خان تیرہ ماہی اسلام آباد قلعہ فتح آن شقاوت گرا نصرت یافت اما بغرض لکھنڈ

اور بادشاہ خاطر نشان کر دئے کہ بنہ لکھنڈ را رو لکھنڈ کران صلاح ملکی نیست ماثر الامرا

دیو این گراتے جبکل کٹاتے ہوئے قلعہ منٹو کے قریب پہونچکے جبکہ سنگہ اپنی
 پہاڑی جماعت کو لیکر خوب دل کھولکر لڑا بہادر خان نے اس مہم میں
 انتہائے شجاعت سے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے
 اور افغانی جرات و مردانگی اہل عالم پر ظاہر کر دی باپچ روز تک
 قیامت ناک لڑائی ہوتی رہی بہادر خان کے چٹھانوں نے
 فرط دلاوری سے لاشوں کے پشتے لگا دیے اور انکی سیڑھیوں
 بنا کر مورچوں پر دوڑتے پھرتے تھے اس معرکہ میں
 سات سو پٹھان بہادر خان کے کام آئے آخر کار بہادر خان
 نے قلعہ فتح کر لیا اور اسکے اندر کھس گئے راجہ نے اپنے متعلقین
 قلعہ تاراگٹھ میں جو پہاڑ پر نہایت بلند بنا ہوا تھا بھیج دیے تھے جیسے یہ حال کیا
 تو خود بھی وہ وہیں بھاگ گیا اسکے بعد نور پور کا قلعہ بھی خالی ہو گیا جب
 شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کی اس غیر معمولی بہادری کا حال
 سنا تو چار ہزاری سے پنچہزاری منصب پر بہادر خان کو سر بلند کیا

۱۷۷۰ء میں جیتاؤ خیر منٹو اور شجاعت جلات دادہ تردد نمایان خود بر عالم ظاہر ساخت ہریان خان کو ریکارڈ فرمایا سوارا کشتہ
 نرو باق اختہ بر مورچال مقاہر سید ندردان و زہ فقہ افغانی زبانیان و بکار آمدن مائل الامارہ نوزد جم مرم بہادر خان کی قلعہ
 وقع کوستان عین شدہ بود ندبا سلام سدہ سدہ رفت ستسد گشتند بادشاہ نامہ ۲۹۱۔

۱۷۷۵ء جون بن باجر ابسامع بشایر مجاہد رسید خاقان مالکستان پر منصب بہادر خان ہزاری ذات افزودہ و ہزار
 از سواران او و اسپہ اسپہ مقرر فرمودہ اور ان منصب پنچہزاری چار ہزار سوار و اسپہ اسپہ نواز ش فرمود ہرگز دین مہم
 و شش ہزار سے رسیدہ بود اور انواز شے خاص و غلہ تیہ مخصوص سر بلند گردانید ۲۷۳ بادشاہ نامہ

اور ایک ہزار سوار ان کے دو اسپہ سپہ کے گئے
غرض کہ پنجہزاری ذات اور چار ہزار سوار دو اسپہ سپہ سے ممتاز کیے گئے
اس فتح کے بعد شہزادہ مراد بخش اور بہادر خان حسب حکم بادشاہ کیخ متین روانہ
ہوئے اور وہاں سے بموجب ارشاد بادشاہی بارہ ہزار سوار لیکر بہادر خان معہ
اصالت خان خانجہان کے تارہ گدھ کی فتح کو آئے یہ قلعہ پہاڑ پر جنبہ کے قریب واقع
تھا اسکے قلعہ میں کمینہ مصروف ہوئے نہایت سخت لڑائی ہوئی جب تک سنگہ عاجز ہوا
اور پناہ کی استدعا کی اور خود شہزادہ مراد بخش کیخ متین حاضر ہوا شہزادہ نے بادشاہ
سفارش کر کے اسکی خطا معاف کرادی بادشاہ نے قلعہ تارہ گدھ کے مسما کر دینے کا حکم
صادر کیا چنانچہ حسب حکم قلعہ مو اور نور پور کا حصار گرا دیا گیا اور جنگل جو نہایت گنجان
تھا وہ کاٹ کر صاف کر دیا گیا محرم سٹھ گدھ کو بہادر خان معہ اصالت خان کے قلعہ
کو ہستان کی فتح سے فرصت کر کے در دولت پر حاضر ہوئے۔

سٹھ ایہ میں جبکہ شاہ ایران نے صوبہ قندہار پر لشکر کشی کا قصد کیا اور اپنے سپہ سالار
ستم خان گرجی کو معہ فوج کے روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ میرے آئے تک تجکو نیشاپور میں
ٹھہرنا چاہیے اس امر کی عرضداشت صفدر خان صوبہ قندہار نے شاہجہان بادشاہ کو
بھیجی جب شاہجہان کو شاہ ایران کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اسنے شہزادہ داراشکوہ
پاس ہزار سوار اور بیسار سامان لیکر محرم کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ بہادر خان
کو بھی بھیجا اسوقت بہادر خان کو بادشاہ نے خلعت خاص اور ایک
لھوڑا جو خاصہ کے طویلہ کا تھا معہ زین طلائی کے مرحمت کیا

بہادر خان را بہ خلعت خاصہ و اسپ از طویلہ خاصہ با زین مطلق از نیشاپور بادشاہ نامہ ۲۹۴

بادشاہی لشکر بھی دریلے نیلا بے پار اترنے پایا تھا کہ شاہ صفی نبیرہ شاہ عباس نے
اکثر شہر بے اٹھا رہا ورنہ بیمار پڑ کر ۱۲ صفر ۹۷۸ھ کو انتقال کیا جب یہ خبر شاہجہان
کو پہونچی تو اسنے شاہزادہ کو معہ لشکر کے واپس بلا لیا اور کہا کہ سلطان محمد مرزا جو
خمسال بچہ ہے اور ارکان سلطنت نے اسے حال میں تخت نشین کیا ہو اس کے
مقابلہ میں سلطنت پر چڑھائی کرنا مروت سے بعید ہو غرض کہ یہ مهم اس طرح پر ختم ہو گئی
۲۱ رجب کو بہادر خان قندھار سے واپس آکر ملازمت بادشاہی سے مشرف ہو
سلیمین بہادر خان صوبہ ملتان کی حراست و نظامت پر متعین ہوئے چونکہ
اس وقت فصل ریح کی تیاری تھی اور اسکو انکی جاگیر سے کچھ تعلق نہ تھا اسلئے دیوانی کے متنبہ
حکم ہوا کہ اس فصل کا جو مطالبہ ہو اسکا حساب کر کے انکی تنخواہ میں محسوب کر دیا جاوے
شہنشاہین امیر الامرا کابل سے جب بدخشان کی تسخیر کے لیے بلایا گیا ہے
تو یہ تجویز ہوئی کہ بہادر خان جاگیر سے بلائے جائیں اور ملک کے لیے مقرر
کیے جائیں نذر محمد خان والی توران سے معتابلہ اور بلخ و
بدخشان لینے کی یہ وجہ تھی کہ جس سال شاہجہان تخت نشین
ہوا اس زمانہ میں نذر محمد خان نے موقع پا کر کابل پر حملہ کیا تھا لیکن ناکامی
سے واپس گئے تھے شاہجہان کو ان سے اسکا عیوض بھی لینا مناسب تھا
اس کے علاوہ بلخ و بدخشان شاہجہان کا موروثی ملک بھی تھا کیونکہ امیر تیمور کا
سمرقند پایہ تخت تھا اور بلخ و بدخشان کے صوبے اسکے تابع تھے نذر محمد خان کا طرز عمل کچھ
ایسا ناقص تھا کہ ملک میں بے امنی پھیل گئی تھی اور عام شورش برپا تھی اسلئے شاہجہان

بہادر خان و اصالت خان وغیرہ انان از قندھار آمدہ دولت ملازمت اند و قندھار (۳۱۰) بادشاہنامہ

پر مظلوم مسلمانوں کی اعانت، و حمایت لازم آئی تو ان میں فتنہ اور فساد کے یہ اسباب
پیش آئے تھے کہ امام قلیخان بڑے بھائی نذر محمد خان کے جب حکومت سے ہرگز
ہو کر حرمین شریفین چلے گئے تو نذر محمد خان بجائے اپنے بھائی کے توران میں تخت نشین
ہوئے انھوں نے بخارا کو اپنا دار السلطنت قرار دیا اور حکمرانی میں مصروف ہوئے
اس زمانہ میں اسفندیار خان حاکم خوارزم مرگیا اسکے بیٹوں نے نذر محمد خان کی اطاعت
کا خطبہ پڑھا مگر انھوں نے عرض کو دخل دیا اور اسکے صوبہ پر بھی دست رازی شروع
کی یہی قسم کی حرکتیں ان سے سرزد ہوئیں اور تمام اوزبک قوم بکمر کئی ہر چند کہ نذر محمد خان
اپنے بڑے بیٹے عبدالعزیز خان کو ستم قند وغیرہ کی حکومت عنایت کی اور تاشکندہ اور اسکے
محالات بہرام خان کو مرحمت کیے اور نظربے جو امام قلیخان کا تالیق اور بااثر سردار تھا
اسکو ملنے کے انتظام پر مقرر کیا مگر کچھ ایسی بے تدبیری اور بے رمی ظہور میں آئی کہ رعایا
انکے قابو میں نہ آئی اندجان میں فرقہ قرغز نے طرح طرح کی زیادتیاں شروع کیں تو نذر محمد خان
نے وہابی رعایا سے کھلا بھیجا کہ تم خود اپنی رائے سے کوئی حاکم انتخاب کر لو پھیلان یا میں
جہانگیر قراق نے لکھا کہ مجھے لشکر قلماق نے چڑھائی کی غرض کہ ہر طرف سے یورش کا بادل
اٹھا اور کوئی تدبیر کا تیر تقدیر کے موافق نہ بھیجا سلیہ عنان حکومت انکے قبضہ اختیار سے
نکل گئی اور ملک میں ظالموں نے بدظمی برپا کر دی شاہجہان تو عرصہ سے نذر محمد خان کی
پیشقدمی کا جواب دیا چاہتا تھا اسکے علاوہ خسرو خان سپہنذر محمد خان نے رعایا کے
ہاتھوں سے تنگ ہو کر ایک سفیر اسی غرض سے پوشیدہ طور پر شاہجہان کی خدمت میں بھیجا تھا
سلیہ شاہجہان نے شہزادہ مراد بخش کو پچاس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دیکر
اس مہم کے لیے متعین کیا اس لشکر کی تیاری و سامان بھی قابل الذکر ہے ایسا

اجہا انتظام لشکر کا سابق میں بھی شاید نہوا ہو گا چار سو اشخاص صرف امر و منصبہ اور
انتظام مسلمان سرداروں کی فہرستیں جن میں بڑے بڑے نامی جو انہر و میر
تھے بہادر خان کو عطا کی گئی اور ہندو سرداروں کی سرکردہ ہی ہتھم ہونیکو جو
راجہ تھلہ اس کے متعلق لکھی اور بہادر خان کو شہزادہ کے ہمراہ جانیکا
حکم دیا گیا چنانچہ روز شنبہ ماہ ذی الحجہ ۱۰۵۷ھ مطابق ۱۹ صبح میں شہزادہ روانہ
ہو گیا بہادر خان پشاور پہنچے تھے کہ ان کے لیے شاہجہان بادشاہ نے خلعت
خاصہ اور جہر صر معہ بھولکٹارہ اور ایک گھوڑا و ہاتھی خاصہ کا
اصالت خان کے ہاتھ بہادر خان کو بھیجا اور ہر طرح کی دیکھو سے
مطمئن و خوشدل کیا اور خود شاہجہان بھی ۱۸ صفر یوم پنجشنبہ لاہور سے کابل کو
روانہ ہوا ۱۹ ربیع الثانی کو شہزادہ کابل پہنچ گیا اسی درمیان میں بہادر خان
بھی معہ اپنے لشکر کے مقام بنگش سے کوچ کرتے ہوئے
کابل میں شہزادہ سے مل گئے جب شہزادہ پائے کتل کو پہنچا اور وہاں سے
بخشان تک ایک تنگ و نامور راستہ تھا اسکی درستی کے لیے کئی ہزار بیلدار
امیر الامرا علی مردان خان نے اطراف کابل سے فراہم کر کے اصالت خان کو بھیجے
تھے کہ سرازیر سے سرا بالا تک جو برف کہ راستہ میں پڑا ہوا ہو اسکو اٹھا کر ادھر
اودھر دین اور راستہ اتنا بنا دین کہ ایک اونٹ معہ بوجھ کے نکل جائے اور باقی
برف کو کوٹ کر ایسا برابر کر دین کہ گھوڑے اور اونٹ کے نکلنے میں دقت نہ ہو مگر یہ کام

۱۰۵۷ھ سردار علی سلطان بہادر خان پشوا راچو تان راجہ تھلہ اس مقرر کردہ بادشاہنامہ صفحہ ۴۸۵۔ و فوج ہرادل بہ چار صد و ہشتاد و س
انہر و منصبہ اراکان کہ انہر و است بہادر خان است و راجہ تھلہ اس بادشاہنامہ ۴۸۵ھ بہادر خان اکو ریشا و بود خلعت خاصہ ہمراہ
مرصع باپو لکٹارہ و اسہا طویل خاصہ باپو لکٹارہ و اسہا طویل خاصہ صحت خان فرستادہ سر لند کر و انیزد بادشاہنامہ صفحہ ۴۸۸

اصالت خان سے اچھی طرح انجام کو نہ پہونچا اور بغیر راستہ بنائے کلنا مشکل تھی
 دوسرے روز بہادر خان نے اصالت خان کو اپنے ہمراہ لیا اور تمام
 اپنے سوار و پیادے برف اٹھانے اور راستہ بنانے کے لیے
 لگا دیے اور کل لشکر انکا جس جگہ کہ برف پاتا تھا اسکو راستہ سے
 اٹھا کر پھینکتا تھا بہادر خان کی اس کوشش سے ایک کوس
 تک دو گزر چوڑا راستہ جہاں کہ سجد برف پڑا ہوا تھا بن سکا
 بجادی الاول کو شاہزادہ وہان پہونچ گیا اور بجادی الاول کو خسر و پسر نذر محمد خان معہ
 فرزندان و متعلقین کے اگر شاہزادہ سے موضع سراب میں مل گیا حسب حکم بادشاہ کے خسر
 خلعت فاخرہ حبیبین ہاتھی و گھوڑے و پچاس ہزار روپیہ نقد تھے سرفراز کیا گیا پھر وہاں
 خسر و کابل پہونچ کر شاہجہان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہجہان نے شاہ با خلعت
 و الطاف سے شاد کام کر کے کشش ہزاری منصب و پچاس ہزار روپیہ اور مرحمت کیا
 اور خاندوران بہادر نصرت جنگ کی جو بی میں اسکو بٹھرایا اور نہایت پر تکلف سامان
 ہمانی کی اسی اثنا میں شاہجہان نے نذر محمد خان الی تو راں کے نام مضمون کا نام لکھا
 کہ آپ کے ملک میں باغیوں نے جو بدہنی پھیلانی تھی اسکے دفعیہ کیلئے ایک لشکر معہ
 شاہزادہ کے بھیجا گیا کہ وہ اپنی احانت کرے اور ناہنجار باغیوں کو بد کرداری کی سزا پہونچائے
 شاہجہان کلی بھی ارادہ تھا کہ نذر محمد خان کو بیٹ و دوبارہ دیدیا جائے اور ایک جرار لشکر
 بدخشان میں رکھا جائے کہ ظالم باغیوں کی شرارت سے رعایا کو نجات بخشا رہے اسکے بعد

ملہ چون کا رازنا متشی نشدہ وہاں جو رہتقدرد بہادر خان با اتفاق اصالت خان تمام سوار و پیادہ با خود بیرون رفتن و کلنا
 ارادہ داشت لشکر بیان بہ دست فرائزے کہ با فتنہ برفت راکنده برکن ماڈراہ میر غنیمتہ محمد کا سے بہادر خان تائب کرد کہ
 برفت بسیار بود بعضی دو گزر راہ پیدا اسطہ با فرائزہ امراض بادشاہ نامہ۔

بادشاہی لشکر نے قلعہ کھمرو حصار غوری قندز فتح کر لیے اور بلخ کے قریب پہونچ کر
نذر محمد خان الی توران نے چند ارکان دولت و سب جان قلی و ہرام اپنے ہر دو فرزند
شہزادہ مراد بخش کی خدمت میں بھیجا اسنے انکا نہایت اعزاز و احترام کیا اور سبکو
خلعت دیکر واپس کیا۔ ۲۸ جمادی الاول کو شہزادہ مراد بخش نے لشکر آراستہ کیا
اور کمال عظمت و شوکت سے بلخ کے اندر بھیجا اور میر آتش کو قلعہ کی ضبطی اور بلخ پر قبضہ
الزکیا حکم دیا اور خود شہزادہ بھی روانہ ہو کر حصار کے دروازہ کے قریب جا کر ٹھہر گیا
اور نذر محمد خان کو کمال بھیجا کہ آپکی ملاقات کے لیے دل نہایت مشتاق ہے آپ تشریف
لائیں اسکے بعد میں حاضر ہوں نذر محمد خان نے بوجہ بڑے ہونیکے یہ امر ناپسند کیا چونکہ وہ
اس بات کے متوقع تھے کہ خود شہزادہ میرے مکاتین آئے اسوجہ سے وہ آزدہ خاطر فرار
کی طرقت متوجہ ہوئے۔ ظہر کی وقت ایک ٹکڑے جسمین چند لعل ٹکے ہوئے تھے کمر سے باندھا اور سپر
زہ اور جامہ پہنا کچھ اشرفیان و جاہرات وغیرہ اٹھلے اور اپنے ہر دو فرزند سبحان محمد و قلی محمد
اور چند اور بک غلام ہمراہ لیکر ضیافت کا بہانہ کر کے بلخ مراد کو چلے گئے اور وہاں سے مفور
ہو گئے اسکے جانکی کسکو اطلاع بھی نہوی کیونکہ یہ شہر بڑا ہی بلخ کی چار دیواری پانچ کوس کے گرد
میں ہو لوگ دہرا دہر مصروف تھے بیشتر مقصود علی سیگ کو اس مرکی اطلاع ہوئی اسنے میر الامیر
کو مطلع کیا اور امیر الامر نے شہزادہ کو خبر دی شاہزادہ نے بہادر خان کو نذر محمد خان

شاہزادہ بہادر خان و اصالت خان وغیرہ راجتاج نذر محمد خان رخصت نمودند اور ان شب تار میر قندہ تھنہ و سجدہ کر وہ زمین سر
آب سے کدہ کدہ کر دندہ باغز باقباک راہ و نہ چارم اثر آبادی یافتند غیر رسید کدہ ہزارا ایک باندہ محمد خان فراہم آمدہ بودند
کارزار گشتہ سب مسافت غایت بہادر خان از شنیدن این خبر باحالی کہ دشت سخت جانی نمود اسب تاختہ تعاقب ان جسم پر دشت
از کیمیت یافتند تا آنکہ نذر محمد خان معہ غلامان و قریب ہزار بارادہ ایران بغرض امداد سنان مطون دشت فوج بادشاہی و راسپان
تیمت مدیدہ نزدیک باغز روز و رسوا آبادی رسیدہ اسب و شتر و گوسفند و شترچہ از بکان تاراج نمودند و دیگر غرضداشت بہادر شاہ
نوشندہ و حضور مورہ آفرین شتندہ مامور بہ راجت نمون گردید۔ خانی خان

والی توران کے تعاقب کو بھیجا خانموصوف معہ اصالت خان و رائے لشکر کے شدت گزنی میں پہر دن اُٹھے سوار ہوئے اور دوسرے دن پہر دن چڑھے تنگ جہان تک جلد ممکن تھا گھوڑے دوڑاتے چلے گئے شب تار میں سترہ اٹھارہ کوس زمین ریگ وغیرہ کی طے کی اثنائے راہ میں راستہ بھول گئے جب ان نکلا تو راستہ ملا شیرخان کے قریب جب پہونچے بہادر خان نے سنا کہ نذر محمد خان جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں بہادر خان نے نہایت جانفشانی سے یہ مسافت طے کی اور حسب قاعدہ فوج کی ترتیب دی قلب لشکر میں اپنی جگہ قرار دیکر اپنے چچا نیک نام خان و رحیات خان تارین علاء الدن خان جمال خان لوبانی پہاڑ خان وغیرہ کو ہراول مقرر کیا اور راجپوتوں و سیکو دائیں طرف تعینات کیا اور اصالت خان کو مع اپنے ساتھیوں تلے بائیں جانب قائم کیا اور نہایت ترک شان کیسا تھ بہادر خان مقابلہ کو بڑھے اور بیک لمان جو قریب دس ہزار کے شہر خان میں جمع ہوئے تھے اکثر بہادر خان کے آئینی خبر سنا کر بخود کی طرف بھاگ گئے نذر محمد خان شہر خان سے نکل کر اپنی فوج کو تین حصوں پر تقسیم کر کے لڑائی پر آمادہ ہوئے ادھر سے بادشاہی لشکر نے پہلے بدوق کی باڑھ ماری اور بان چھوڑ کے نذر محمد خان کے پاس جو نا تجربہ کار بھیڑ جمع ہوئی تھی اسنے کبھی لڑائی کا شور بھی نہیں مٹاتا تھا بے اختیار بھاگی ناچار نذر محمد خان نے پیٹھ پھیری اور اندخود بھاگ گئے اور اُنکے ہرے لوگ قتل و قید ہوئے سجان قلی انکا بڑا بیٹا جو بخارا کی طرف بھاگ گیا تھا اسکا بہت سا مال و سامان بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگا اسکے بعد بہادر خان رعایا کے بند و بست اور نذر محمد خان کے حالات کی تحقیق کے لیے ٹھہر گئے اگر خانموصوف فتح پر قناعت نہ کرتے اور نذر محمد خان کا تعاقب کرتے تو نذر محمد خان یقینی گرفتار ہو جاتے

خدا معلوم کہ بہادر خان نے نذر محمد خان کے تعاقب میں قصد اغماض کیا یا ہمہ ہون
کی سستی و صلاح سے باز رہے یا کسی دوسری موجودہ مصلحت سے وہ گرفتار کرنے پر
متوجہ نہ ہوئے اور اس فتح کی عرضداشت بہادر خان نے شاہجہان بادشاہ
کے حضور میں بھیجی اور بادشاہ قدر دان کرم گستر نے بہادر خان کو
خلعت خاصہ اور ایک ہزار سواروں کا اضافہ کر کے پنہزار بی ذات
اور پنہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دولاکھ روپیہ تہ
خزانہ بلخ سے مرحمت فرمائے۔

اور اصالت خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سربلند کیا نیکنام خان و عنایت
خان بھی اضافہ منصب سے ممتاز ہوئے حیات خان لد علی تارین خان کو خلعت
و منصب ہزار و پانصدی ذات اور ہزار سوار اور علاوہ خان تارین کو خلعت و منصب
ہزار و پانصدی ذات و چھ سو سوار سے عزت بخشی گئی۔

اس واقعہ کے بعد نذر محمد خان ایران چلے گئے مگر وہاں دیکھا کہ مدد ملی شاہجہان نے
انکو دہلوی کا نام لکھا مگر وہ کچھ ایسے دہم میں مبتلا ہو گئے تھے کہ شاہجہان کی عنایت و
تج بخشش سے اس وقت محروم رہے نذر محمد خان کے دولہے کے عبدالرحمن بہرام اور تین
لڑکیاں اور تین بیویاں تھیں یہ سب بلخ سے شاہجہان کے پاس بھیجے گئے اور بادشاہ
عادل رحیم مزاج ان سب کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ اس فتح کے متعلق
یہ شعر مشہور ہے:
شہدہ بلخ و بدخشان نذر محمد خان چہ زرد و قبیلہ و املاک گذشت واران

۱۔ چون ہم جہادی الثانیہ حقیقت جد کاری و جاسپاری کی طیت فیروزی اولیا این دولت بلند صولت از عرضداشت بہادر خان کیرامت
انصار و افتخار چنگاہ سپہر جہانیاں رسید بہادر خان خلعت خاصہ و اضافہ ہزار سوار و اسپہ سہ اسپہ چہرا دی پنہزار سوار و اسپہ
سہ اسپہ و بانعام دولک روپیہ از خزانہ بلخ سرفراز گشتند صفر ۱۰۹۵ ہ۔ بادشاہ نامہ

کتا مہجوع الصنائع میں نظام الدین احمد صاحب جوسنے والد محمد صلح صاحب کیساتھ
جنگ بدخشان میں شاہزادہ مراد بخش کی ہمرکابی میں تھے مقرر ازہین کہ مرزا عبدالرزاق
نے بلخ و بدخشان کی فتح اور نذر محمد خان کے تنہا نکلنے پر یہ بیت تاریخ لکھی ہے
شده ز بلخ و بدخشان نذر محمد خان و زر و قبیلہ و املاک اگدشت دران و جب اعداد
بلخ و بدخشان سے اعداد نذر محمد خان مع عدد دہر و وال حملہ کے نکلے جائیں اور
اعداد زر و قبیلہ و املاک کے بڑھائے جائیں تو ۵۶۰۰۰۰ نکل آئینگے۔
سلسلہ جلوس میں شاہجہان بادشاہ کا خطبہ بلخ میں پڑھا گیا۔

اس فتح کے بعد بلخ میں شاہزادہ مراد بخش کی دلچسپی نہوئی اور اسنے اپنے والد بزرگوار
کی خدمت میں ہائے واپس آنکی درخواست کی بادشاہ نے لکھا کہ یہ بوقت رخصت کیسی اور
ہیومق و ہسی کیسی نہ ابھی وہاں پورے طور سے تسلط ہوا ہے نہ اچھی طرح باغیوں کا ستیصال
ہو سکا اس حکم کے بعد بھی دوبارہ مراد بخش نے عرضداشت بھیجی اور یہ لکھا کہ اب یہاں
کوئی بڑا کام باقی نہیں رہا بہادر خان بند و بست کے لیے موجود ہیں ملک فتح ہو چکا ہے
میں بغیر حاضری کے یہاں نہیں ٹھہر سکتا شاہزادہ کی حالت کو دیکھ کر فرج زیادہ برداشتہ خاطر ہوئی
اور اپنے وطن کے آنے پر آمادہ ہوئی شاہجہان بادشاہ نے مراد بخش کی دوسری
عرضداشت پر یہ فرمان تحریر کر کے صادر کیا کہ تم سے قبل فتح کے یہ کہا گیا تھا کہ اگر خدا

۱۔ وہاں فرمان صادر شد کہ قتل و غارتگری و زبانی گزشتہ ہو کہ ہر گاہ اقبال آجیے سخت ملک بلخ و بدخشان پر سیر و راند بان تو شرم کا مہر کا ہوتا تھا خود
کمال آجیے ان کے متوالی و زور و دیرینگی و نالایقی و ان کی لالچ و ابصار پر آمدہ ہونے کے نسیق قلعہ آبادی ملک عراق قلعہ آبادی کے تعین احکام و اہتمام تھا بدین
اکیار و صورت نگرفت این را وہ جیاباغت زیادہ فرسودہ ساقی لعل تباہ رعایا و سپاہ و جمہ سکنہ بخا خواہ گردید خصوص چغتای اختلاص کار آمد قزاق
برعایتی خدا آرزو تمام شد و حق سبحانہ تعالیٰ مراد و برنہ دل کہنا پر آوردہ نہایت طول خاطر غراہند گشت صلاح و دولت و در این ہست کہ نہ گاہ ہمیشہ و
کامرانی حد آنجا فرامزدی و خود در تسلی رعایا سے تم دیدہ و آبادی ملک غارت گشتہ و باوجود رسیدن این جواب عنایت ہمہ عتاب شد و دل
مراد بخش خاطر بخشد و پشیمان نہ ہو اور دعائی خالق علی

نے کیا کم بل و بدخشان کی ولایت فتح ہو گئی تو یہ ملک تم پر خوردار کو دیا جائیگا اب کہ خداوند کریم نے یہ پرانی آرزو اس فرزند کی کوشش سے پوری کی اور ہنوز نہ رعایا نے مظلوم و لشکستہ کی تسلی ظہور میں سکی ہے نہ حکام مقرر ہو چکے ہیں نہ جا بجا تھانہ بٹلاؤ گویا بین ایسی حالت میں اس راہ سے بجز رعایا و سپاہ کی دشمنی کے اور کیا نتیجہ ظاہر ہو سکتا ہے ہماری قوم چھٹائی جسکی عرصہ راز سے خدا سے یہ دعا تھی کہ یہ ملک پھر ہماری قوم میں آئے وہ مراد انکی پوری ہوئی وہ تمہارے چلے آئیے نہایت رنجیدہ ہو جائیکے مناسب ہے کہ کچھ دنوں ہاں عیش کامیابی کیساتھ قیام کر کے ملک کی آبادی اور رعایا سے تم دیدہ کی دجوئی کی طرف توجہ رکھو اسکے بعد دیکھا جائیگا چلے آنا باوجود اس عنایت میں فرمائش کے کچھ مرا بخش کے دلپشتر نہوا اور وہ کیبارگی سب انتظام نو مفتوحہ ملک کا چھوڑ کر وہاں سے کابل چلا آیا بادشاہ شہزادہ کی اس حرکت پر نہایت برہم ہوا اور اپنے روئے آئیے منع کر دیا اور منصب جاگیر شہزادہ کی ضبط کر لی اور صوبہ بلخ کی حکومت و خفایت بہادر خان کو سپرد کی اور بہادر خان کے بارہ مین خود شاہجہان بادشاہ نے اپنے روزنامہ بادشاہ نامہ کے صفحہ ۴۵ مین یہ فقرہ لکھایا ہے بہادر خان کہ بجا است و حمیت انصاف دار دوسر دار جمعیت دار است۔

خزانہ کی داد و ستد سپاہ کی نگرانی رعایا کی پرداخت اصالت خان کے متعلق کی گئی گویا دیوانی کی خدمت لنگے زیر انتظام مقرر کی گئی اور ان جملہ احکام کے جاری کر نیکی لیے

۱۔ مرا بخش کپاس جلا میر و نکو جائیکے عاقبت کی گئی اور شہر مین آنا بند کیا گیا اور پشاور مین نیکی اجازت دی گئی ایک مدت تک یہ عتاب رہا لیکن شہزادہ محمد شجاع جب آیا تو اسنے بہائی کی خطاب سے معاف کرادی اور ۲۴ ربیع الثانی کو پشاور سے مرا بخش آیا اور شاہجہان کے حضور مین ایک ہزار معرگہ بانی اور ۱۶ ذیقعدہ ہجری چلے دو آدھ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر مقرر فرما دیا

علامہ سعد اللہ خان زعیمِ کونج بھیجا گیا اور مدار المہام موصوف کے ہاتھ
ایک تلوار مع بہادر خان کو بھیجی اور زبانی بھی شاہجان نے سعد اللہ خان
سے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ وہ قابلِ قدر ارشاد و شاہجہان جیسے لائق بادشاہ کی زبان
سے جس امر کے حق میں نکلے ساز و فلک مایہ فخر ہو سکتا ہے وہ فقرہ بادشاہنامہ اور
خانی خان وغیرہ سے بیانِ نقل کیا جاتا ہے و خدیو و وزیرین یہ مدار المہام
علامی سعد اللہ خان حکم فرمودند حکومت صوبہ پنج راہ بہادر خان
و استیصالِ بل و قساویہ بہادر خان کہ کماست و نیست
اتصاف دار و دوسر دار جمیعت دار است مقرر ساز و عفو (۵۶۰) بادشاہ
اور یہ بھی بادشاہ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے نہایت اصرار کے ساتھ بہادر خان
سے کہنا کہ تم اور اصالت خان ہر دوسر دار صاحب ارشل شیر و شکر کے اتفاق رکھنا
اور نہایت مستعدی و دلسوزی سے رعایا کے مظلوم کی خبر گیری کرتے رہنا۔
غرض کہ حسبِ حکم سعد اللہ خان گیارہ روز میں کونج پہنچے اور وہاں جا کر کل انتظامات
حسبِ ہدایت بادشاہ کے عمل میں لائے اور صوبہ داری کونج کی بہادر خان
کے سپرد کی اور بائیس روز کونج میں رہ کر ہر شعبان کو کابل آئے۔ اسکے بعد

۱۔ وہ بہادر خان راہِ سال شیر مع محبوب علّامی عزّ القادر شہید صفحہ ۵۶۶ بادشاہنامہ

۲۔ وہ بہادر خان و اصالت خان را شہید صوبہ داری کونج فرمودہ و اتفاق ایوان شروع در آجارج مہات و حارسان قلعہ و
تعمانہ داران انجا مقاصد آہنا نمود بادشاہنامہ صفحہ مذکورہ بالا۔

۳۔ سعد اللہ خان شاہجان یا نمود کہ بہادر خان اودزی را بر فاقہ ہر کہ مناسبانہ تاویب سر کشان غوات مالگزارانی اصالت خان
را بر و اخت نسق را کونج مستقل سائنہ بیا لگزار زبان مارا شاہنامہ نظر فرام آوریں و جمیعت فراغ خاطر فرمودہ ہر دوسر صاحب
باہم چون شیر و شکر آمیزش اتفاق نمودہ در آباد ساخن ملک ایران و گرد آوری رعایا کے سوختہ مالگزار و پوراخت حال تجارت
و کربل حردہ و تمام سکنا بخاکوشیدہ از انجان غارت پر و از او بادشاہان مردم آزار و روپہ ریزانیا را رفت جانی و مالی غارتسرد۔

حالات محاربہ بلخ بزمانہ صوبہ اری بہادر خان

جب بہادر خان نے سنا کہ پانچ چھ ہزار سوار قوم المان کے دریا سے جھون سے اتر کر کلیف کے راستہ میں جمع ہوئے ہیں اور فساد پر آمادہ ہیں تو بہادر خان لشکر لیکر غرہ شعبان کو بلخ سے مومن آباد پہنچے اور انکو مار کر بھگا دیا اور جو بوشی وغیرہ وہ لوٹ کر لائے تھے وہ بھی پھین لیے اور انکے دریافت حال و ہتھیار کی فکر میں تین روز مومن آباد میں قیام کیا یہ مقام بلخ سے سولہ کوس پر واقع تھا اس اثنائ میں دوسری خبر یہ آئی کہ دس ہزار باغی قبا دیان کی راہ سے آکر نواح بلخ میں لوٹ مار کر رہے ہیں بہادر خان سینکر یکبارگی انکے سرو پر پہنچے مگر وہ باغی انکے آئینکی دہشت سے بھاگ گئے اسکے بعد ایک فوج جسکے سردار شاہ محمد قطغان اور قاسم وغیرہ تھے آئی اور اسکے سردار تھوڑی تھوڑی فوج لیکر چاروں طرف پھیل گئے اور یہ ارادہ کیا کہ غوری سے جو خزانہ باوشا ہی بہادر خان کے پاس آ رہا ہے اسکو لوٹ لیں بہادر خان نے اسباب آگاہ ہو کر چنپہنے زقا مثل راجہ حیرام و گویاں سنگہ و رائے تلوچند و جگر ام و خوشحال بیگ و قاضی نظاما بخشی بلخ و میر مقتدی کو آگے روانہ کیا اور خود بھی دریلے جھون تک گئے باغی کو شمر سے نکلے اسوقت نیکنام خان ہراول فوج تھے وہ مع اپنے بھتیجے عنایت خان کے نہایت تیزی سے بڑھکر مقابل ہوئے غنیم کی تعداد زیادہ تھی خوب تیر و تلوار کی لڑائی ہوئی بہت سے باغی قتل و قید ہوئے نہایت شجاعت کے ساتھ بادشاہی لشکر کو فتح حاصل ہوئی اور غنیم کے پیر اکھر گئے اس جنگ میں کچھ لوگ بہادر خان کے لشکر کے بھی کام آئے شام کے وقت بہادر خان مظفر و منصور نیکی ارق کو واپس آ رہے تھے اثنائے راہ

میں معلوم ہوا کہ امان بیگ کو مال بٹے ہوئے موضع علم میں گئے ہیں اور زبان خزانہ کے
لوٹنے کے انتظار میں بیٹھے ہیں لیکن ۲۴ شعبان کو خزانہ بحیرت پہنچ گیا مگر چند روزانہ
ڈاکوں کے دریافت حال کے لیے بہادر خان اس طرح میں ٹھہر گئے اور پھر
۱۱ رمضان کو بلخ میں داخل ہو گئے۔

۲۵ شوال کو امان بیگ و آتش قلاق کچھ روسا نواح چکیتو اور مینہ کے لائے اور
بلخ میں انھوں نے بہادر خان سے شاہجہانی لشکر کی طرف داری ظاہر کی بہادر خان نے
ہر ایک سردار کو سرکار شاہی کی طرف سے خلعت عنایت کیا اور امان بیگ کو ساتھ ہلال
شاہی اور محمد سعید مخاطب بہ آتش قلاق کو تیس ہزار شاہی انعام میں دیے اور امان بیگ
جو مرد فہمیدہ اور تجربہ کار اور قوم چغتاکا سرگروہ تھا اسکو دو ہزاری ذات اور ہشتصد
سوار کا منصب عنایت کیا اور آتش قلاق جو استقلال و وضع داری میں معمولی شخص
تھا اسکے لیے ہشتصدی ذات اور چار سو سوار کا منصب تجویز کیا اور امان بیگ
کو حسب التماس محالات مینہ اور قلعہ چکیتو و غرستان فاریا بے خیراب جاگیر میں دیے
آتش قلاق نے اپنے باپ بھائی کے لیے مناصب کی استدعا کی اور چند قلعے اپنے
قبیلوں کے لیے چاہے بہادر خان نے قلعہ مینہ و شیرخان اسکے متعلقین کے رہنے
کو مرحمت کیا۔ مگر زیادہ انکا اعتبار نہ کیا۔ امان بیگ کی خیر خواہی دیکھ کر بہادر خان نے
اس کیفیت کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو لکھ بھیجی اور شاہجہان نے نئی سفارش پر
امان بیگ کو خطاب قچا قچانی کا عنایت کیا۔

۲۶ محرم کو بہت بڑا گروہ المانوں کا پچھلی رات کو آکر ایک تھانہ پر ٹوٹ پڑا بہادر خان نے
یہ سن کر دو ہزار سوار اپنے چچانیک نام خان کو دیکر مع چند سرداروں کے مقابلہ کے لیے

روانہ کیا نیکنام خان نے وہاں پہونچکر ان مفسدون کو بھگا دیا۔

۲۵ محرم کو امان کی جماعت نیلگون کے راستہ سے شیرخان کے قریب ہوتی ہوئی پہونچ کر کیٹھ لگئی بہادر خان کو جب خبر پہونچی تو انھوں نے اپنے چاچا نیکنام خان کو دو ہزار سواروں کے ساتھ دے دیے اور مع چند سرداروں کے روانہ کیا ڈاکو نوح شہرم و سرمل کو غارت کر کے اونٹ لے کر گھوڑے گلے بکریان بہت سی لیے ہوئے دریائے جیون کی طرف جا رہے تھے اسی رات کو اس امر کی اطلاع بادشاہی لشکر کو پہونچی یہ خبر سنکر بادشاہی جو انھیں دوڑ کر ان کے سر پہونچنے بہت سے باغی قتل کیے اور جو بھلے انکا چھپا آخر دن تک کیا گیا اور جو ان کے پاس مویشی تھے سب چھین لیے چونکہ رات ہو گئی تھی اسوجہ سے وہیں قیام کیا پہر رات گئے پانچ چھ ہزار سوار ناگمانی طور پر آگئے اور انھوں نے حملہ کیا ادھر سے بھی مقابلہ کیا گیا مار ڈھا کی بازو خوب گرم ہوئی اس حربہ میں بھی بہت سے باغی تہ تیغ ہوئے اور چنکے وہ بڑی مصیبت جان بچا کر بھاگ سکے مگر اس لڑائی میں بادشاہی لشکر کے بھی کچھ لوگ کام آئے دشمنوں کے مقتولوں میں کچھ سر بعضے اوزبک سرداروں کے مثل نظر مینگ وغیرہ کے بھی نکلے آخر کار بادشاہی لشکر فتح مند پھرا۔

ایکبار جب ازبکوں نے بہت بڑا ہجوم کیا تو تین روز تک ایسا سخت معرکہ ہوا کہ سوار گھوڑوں کی زمین سے نہ اتر سکے اور دونوں طرف کے سپاہی کثرت سے قتل ہوئے

۱۷ تا ۲۰ روز تک رازا گرم بود کہ از پشت زمین و زمین از اسب جدا نکردند و جمع از ہر دو طرف کشتہ شدہ قریب بود ۱۰۰۰ اور کسین کچھو بہ بدست سواران محاقی عبد الغنی خان ستگیر کرد و زمین میں فوج بہادر خان ہر گاہ سید المانان و بغرا آوروں و باغبر یافتن بہادر خان خود بجو المی بلخ رسانیدہ و دوشتر و گوسفند بیشمار بدست آورد کارزار سے سب روئے و ارا المانان و

بغرا آوروں و نیکنام خان سردار فوج بہادر خان غنائم بسیار بدست آورد۔ خانی خان

قریب تھا کہ راجہ اوگر سین کچا بہ عبد الغفر خان کے المان سواروں کے ہاتھ گرفتار ہو جاتا مگر اس عرصہ میں بہادر خان کی فوج انکی کمک کو پہونچائی اور المان بھاگ گئے بلج کے پاس کثرت سے مویشی ہاتھ آئے۔

۱۶ رجب الاول کو منبر کی زبانی اور نیز شمشیر خان تھانہ دار کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خوشی لب چاک حق نظر مینگ پانچ چھ ہزار سوار لیکر عبد الغفر خان کے اشارہ سے علی مغل کے چشمہ کی طرف گئے ہیں ورنہ کا قصد ہے کہ درہ کز اور شادیان کے چرگاہ سے بادشاہی لشکر کے گھوڑے اور رعایا کے مویشی لوٹ لیں بہادر خان یہ خبر سن کر انکی گوشمالی پر آمادہ ہوئے اور سوار ہونے لگے اس روز اصالت خان نے کہا کہ ابکی مرتبہ آپ شہر کی حفاظت کا انتظام کر دیجیے اور ایک بار مجھ کو ان موزیوں کی تنبیہ کی اجازت دیجیے بہادر خان نے انکی اس خوشی کو قبول کیا اصالت خان نے لشکر سے راجہ بہار سنگھ و راجہ جہرام و معتمد خان جمال خان لوہانی اور محمد حسن لد حاجی منصور اور دیگر جوان مرد اپنے ساتھ لیے اور نہایت جلدی سے مفسدوں کے سر و پیر پہونچے ڈاکو ان حدود کے مویشی لوٹے ہوئے جاتے تھے اصالت خان نے انکو گھیرا اور کارزار شروع کی بڑی جنگ ہوئی سخت مقابلہ کے بعد ایک جماعت کو تلوار کے نذر کر دیا اور سب مال لوٹا ہوا چھین لیا آخر کار باغی بھلگے اصالت خان نے تھوڑا تعاقب بھی کیا جب ات ہو گئی تو وہ دو کڑے سے اترے تمام دن زرہ چلتے بکتر وغیرہ پہنے رہنے سے لباس و بدن تر ہو گیا تھا اس وقت انھوں نے نماز مغرب عشا کے وضو کیلئے اپنا چلتہ اتارا اور بہرہ نہ ہو گئے سرد ہوا بدن میں لگی بخار آگیا۔ بہادر خان نے وہی کے متعلق تاکید لکھی تھی لہذا اصالت خان شہر کو واپس آئے۔

۸ ربیع الاول کو قریب پندرہ ہزار سوار و سکنے خیر المان و فولاد سراے و مراد قرغز وغیرہ
عبد الغفرین خان کے حکم سے خان آباد کے تھانہ پر آئے پشتر ایک ہزار سوار ظاہر ہوئے
باقی چھپکر ادھر ادھر پھیر رہے شمشیر خان اور مراد قلی سلطان نے اپنی جماعت سے
ان ایک ہزار کا مقابلہ کیا وہ ہلتے گئے اور یہ پیچھے ہڑھتے گئے ناگاہ گھائی سے وہ
مفسد جو چھپے بیٹھے تھے نکل پڑے خوب سخت لڑائی ہوئی چونکہ بادشاہی تھانہ
کی جماعت سے وہ موذی دس گنے سے بھی زیادہ تھے اس سبب سے سادات
پسر سید صدر خان بخاری و بہلول خان برادر شمشیر خان و چند منصبدار دیگر مع اپنی
جماعت کے کام آئے بہت سے اوزبک بھی قتل ہوئے جب ان آخر ہو گیا اور
تھانہ کی حفاظت بھی ضروری تھی اس لیے باقی جو انہوں نے لڑتے اور ہٹتے ہوئے تھانہ
تک اپنے آپ کو پہنچایا اور تھانہ کے آس پاس بند و قیو نکو بھلا یا مخالفین سے تھانہ کو حلقہ
میں لیلیا دور ورت تک اندر و باہر اسی جانبازی سے تھانہ والوں نے بسر کیا۔

۹ ربیع الاول کو یہ خبر بہادر خان کو پہنچی انھوں نے اسی لیے اصالت خان کو درہ کمر سے

۱۰ اصالت خان کا اصلی نام میر عبد المادی ہے مستند جلوس شاہجہانی نے انکو اصالت خانی کا خطاب کیا تھا
یہ میر میران یزدی کے بیٹے تھے لکے باپ سے جشاہ عباس صفوی فرانسوے ایران کا مزارع مغرب ہو تو وہ اپنی جان
لیکھ کر ہندوستان بھاگے یا ورنے بڑے بھائی طلیل اللہ خان عراق میں رہ گئے جب میر میران بادشاہ جاگیر کے حضور میں
حاضر ہوئے تو مستند جلوس میں جہاگیر نے اپنے سفیر کے ذریعہ سے لکے بیٹو کو شاہ ایران سے طلب کیا اور شاہ ایران سے
کمال مروستہ ان ہردو کو ہندوستان روانہ کر دیا مشہور میں جب بین لدولہ کے ساتھ اصالت خان عادل شاہ کی کوشالی کو گئے
ہیں تو وہ ان کمال بہادری سے یہ قلعہ پر چڑھ گئے تھے بان کی آگ سے انکا تھوڑا حصہ تھکا اور ایک ہاتھ جھلیا تھا
اس کے بعد یہ شہزادہ شجاع کے بخشی مقرر ہوئے بعدہ مہابت خان سپہ سالار جو کج خلقی میں مشہور تھا اسے اپنا نائب
بھین کیا ایسے بد مزاج شخص کے ساتھ نہایت خوشخونی سے نباہ کرنا انھیں کا کام تھا اسکے بعد یہ دہلی کے کسودیل
مقرر ہوئے اور سہ ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا اصالت خان اور بابر خان اساتذہ بادشاہی چنانچہ

تائید کر کے بلایا تھا اور شہر کی حفاظت انکے ذمہ کر کے خود معہ بہادر و نیکے اُدھر کارخ
کیا غنیم نے بہادر خان کے آئینی خبر سنگہ بدھ جی سے فرار کیا خان موصوف نے خان آباد
کے تھانہ میں ان مفروضوں کے دریافت حال کے لیے قیام کیا معلوم ہوا کہ کچھ
کلیف کی طرف چلے گئے اور کچھ ریگستان چول کی جانب و ایک جماعت علی مغل کے
چشمہ کے سمت اس غرض سے گئی کہ اس طرف کل مجمع معہ خوشی لب چاک در حق نظر
مینا کے دوبارہ جا کر رہ کر کے حد کو لوٹیں بہادر خان نے بارود و بان و دیگر
سامان حفاظت کا تھانہ دار کو دیگر خان آباد کے تھانہ سے کوٹھ کیا اور قریب رہ کر
اور کوہ مال و مول کے جا کر خمیہ زن ہوئے دشمن بہادر خان کے آئینی خبر سنگہ بھاگ
گئے اسکے بعد بہادر خان نے سر مل اور امام بکری میں قیام کیا اور ہر طرف خبر و نو
دوڑایا اس اثنائیں خبر آئی کہ ۲۲ ربیع الاول کو اصالت خان نے ہتھال
کیا اس حادثہ کو سنگہ بہادر خان نے رام سنگہ راٹھور اور عجب سنگہ کچواہ کو بھیجا
کہ وہ جا کر معہ حکم سنگہ کے قلعہ بلج کی حفاظت کریں اور شمس بلج کی نگرانی

بقیہ صفحہ ما قبل والی مواد قلعہ تاراگہ کی بریادی انہوں نے ساتھ ساتھ کی ہو ۵۰۰۰۰ تارینے انکو بجا آیا اور اسی
مہینہ میں ہتھال پر کرین وغیرہ چالیس برس کی عمر میں ۲۲ صفر کو اصالت خان نے انتقال کیا جشا جہان بادشاہ نے انکے مرنے کی
خبر سنی تو نفوس کر کے کما کر جو انور ذہ رہتا تو بڑے بڑے کام کرتا اور بہت کچھ عمدہ میں ترقی پانا نہایت ذی مروت
صاحب جانا انسان تھے ہمیشہ سب سے حسن سلوک سے پیش آتے کوئی کلمہ غش کسی کو نہ کہا چار ہزاری منصب تک پہنچے
تھے اس مجمع بلج میں ہزاری منصب کا شا جہان نے اضافہ کر کے پھر ہزاری ذات چار ہزار سو کر فرمایا تھا ۵۰۰۰۰ بادشاہ
شجاعت و تدبیر دونوں جو ہر سے ہم آغوش تھے خلیل اللہ خان میخشی نے جب اس اپنے چھوٹے بھائی کی جو انگری کی تھی
آؤ نہیں ایسا صدمہ ہوا کہ دنیا ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کی شہزادہ اورنگ زیب خود لے گھر برسم قرین گیا اور بہت
کچھ فرائض کی مگر وہ شاہی ملازمت پر راضی نہ ہوئے۔ اصالت خان کے بیٹوں میں سلطان حسین افتخار خان -
ملک خان بہادر الدین محمد ابراہیم نہایت لائق اشخاص ہوئے تھے۔

شیخ فرید الدولہ و لفظ الدین خان کو کہ کے متعلق کی۔ اس دوران میں مخبروں نے
 خبر پہنچائی کہ باغی المان دریائے جیون سے اتر آئے ہیں اور عبدالغزنی خان الی
 تو ان فرشتی سے روانہ ہو کر اس طرف سے فوج کے آرہے ہیں اور بیگ اوغلی کو ہتھے
 اور بکٹ المان دیکر ادھر پہنچا دیا ہے بہادر خان نے یہ سن کر اس طرف سے باگ پھیری اور بلج
 سے ایک کوس کے فاصلہ پر جا کر گڈر کلیف کی طرف قیام کیا اور جنگ پر آمادہ
 ہو کر بہادر خان نے یہ کہا کہ اگر بیگ اوغلی معاہدے بڑے منگامہ
 کے دریائے جیون سے اتر کر اس طرف آئے تو اُسکے
 ساتھ میں ایک ایسا معرکہ کروں جسکا کہ آئندہ زمانہ بھی
 ذکر باقی رہے اور قدیم وقوتوں کی لڑائیاں بھول جائیں
 بہادر خان نے جو الفاظ کہ اپنی زبان سے اس معرکہ کے متعلق کہے تھے اور وہ
 بادشاہنامہ کے صفحہ (۶۵۷) میں تحریر کیے گئے ہیں اسکی نقل بیان پر خالی از دوچسپی
 نہیں (بہادر خان) استعداد خبر دہنمودہ قرار داد کہ اگر بیگ اوغلی
 باکران حشرے کہ بااوشان میدان ہند از آب گذشتہ باین
 صوب بیا بد خبر دے کہ در قرون آئندہ باز گویند و عروب گذشتہ
 را فراموش کنند بیروے کار آرد۔

بہادر خان نے اصالت خان کے انتقال اور عبدالغزنی خان ابن نذر محمد خان کے
 لشکر کشی کی عرضداشت شاہجان بادشاہ کو بھیجی جب شاہجان نے یہ کیفیت سنی تو
 اورنگ زیب کو بہادر خان کی مدد کو بھیجا اور شاہزادہ موصوف کے

ساتھ علی مردان خان امیر الامرا اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بھی متعین کیا۔ ہوا
 کو شاہزادہ لاہور سے رخصت ہو کر ۹ اصفہ کو پشاور آیا اور یہاں تین روز قیام
 کر کے سہ ماہہ پیشگی فوج کو تقسیم کی اور ۲۳ تاریخ کو پشاور سے کوچ کر کے ۱۸ ربیع الاول
 کو کابل میں داخل ہوا اور یہاں بھی تین روز قیام کیا بعدہ بلخ و بدخشان کی طرف
 رخ کیا بہادر خان بلخ کی حفاظت شیخ فرید صاحب کے سپرد کر کے ایک کوس
 کے فاصلہ پر بلخ سے لڑائی کے انتظار میں پڑے ہوئے تھے کہ شہزادہ اورنگ زیب
 سلجیما دی الثانی کو نواح بلخ میں پہونچا بہادر خان نے ایک منزل بڑھ کر نزدیکی
 کے پل کے کنارے شہزادہ اورنگ زیب سے ملازمت حاصل
 کی اور ازبک کے لشکر کی آمد اور قلق محمد کے پہونچنے کے متعلق کیفیت بیان
 کی اسی زمانہ میں نذر محمد خان والی بلخ بھی ایران سے مایوس ہو کر توران کے حدود
 میں آچکے تھے اور قلعہ مینہ کے لینے کی فکر میں تھے مگر جب ان سے قلعہ کشانی
 نہ ہو سکی تو سیلچراغ میں جا کر قیام کیا اور جب انکو یہ معلوم ہوا کہ بلخ میں بہادر خان
 نہیں ہیں و اس سلطنت سے باہر انتظام کو گئے ہیں تو ان کے مشیروں نے مشورہ دیا
 کہ بلخ کو لینا چاہیے نذر محمد خان نے یہ جواب دیا کہ اول تو بلخ کا لینا ہی مشکل ہے اور
 اوس سے زیادہ اسکا ہاتھ میں رکھنا دشوار ہے۔

شہزادہ یہ سب حال سن کر غرہ جمادی الاول کو بلخ میں پہونچا مگر شہر میں نہ آیا شہزادہ
 اورنگ زیب بہادر خان کے قیام گاہ کے قریب اترا دوسرے
 روز شہر میں گیا خواجہ عبد الغفار ابن خواجہ صلح اور خواجہ عبد الولی جو خواجہ محمد پارس
 کی اولاد و امجاد اور اکابران شہر سے تھے اور عبد الغریز خان انھیں خواجہ عبد الغفار کا

مرید تھانکو انعام و اکرام سے سرفراز کیا قلعہ دیکھا اور تین روز لشکر وغیرہ کی تقسیم تنخواہ میں مشغول رہا اسکے بعد لشکر آہستہ کیا کل بلخ کے لشکر کی سرداری بہادر خان کے سپرد کر کے اونکو تمام لشکر کا مفت مدتہ بخش کیا اور امیر الامرا کو اپنے واسنے جانب اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بائیں طرف مقرر کر کے لشکر کو اس ترتیب سے دشمن کے مقابلہ کو نکالا۔

ء جادی الاول کو علی آباد ہوتا ہوا تیمور آباد جو فتح آباد سے ایک کوس پر ہے پہونچا اور صف آرائی کی اوزبک کی فوج نے ہر طرف سے ہجوم کیا مگر وہ آگے نہیں بڑھتی تھی جو اس کی طرف جانا تھا اس سے مقابلہ کرتی تھی بہادر خان مع اپنے رفقا کے آگے بڑھ کر اوس سے معرکہ آرا ہوئے اور غلستان کی طرف سے امیر الامرا نے ہجوم کیا جب شہزادہ نے یہ سنا کہ امیر الامرا کی طرف دشمنوں کا بہت لشکر جمع پڑا تو اُسے الہ وردی خان وغیرہ کو اسکی مدد کو بھیجا شاہنشاہ وغیرہ میں ہے کہ بہادر خان اور امیر الامرا اپنے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں سرگرم ہیں کہ اوزبکوں نے اطراف لشکر کو حلقہ میں لیا چند رہ سواروں نے قلب لشکر کی طرف جا کر بچہ شوخی شروع کی بہادر خان نے اوس وقت بازار کارزار کو نہایت گرم کیا تھا اور امیر الامرا نے بھی اوس گروہ کے ساتھ جنگ عظیم کی تھی ہر چند کہ علی مردان خان امیر الامرا نے اس روز داد مردانگی خوب دی لیکن

۱۔ و بعد از بدین خبر اندیشا ی خنین مقرر شد کہ فوج قول وجود نصرت آموجا و شاہزادہ کامگار را متھکبارا و بادیو بہادر خان با تمام سپاہی کہ بمراد او در بلخ بود ہراول باشد بادشاہنامہ ۶۸۷

۲۔ امیر الامرا و بہادر خان براہ افتادند از ہر طرف بلخ از یکینہ نمودار و تا خبر داشتند بہادر خان امیر الامرا بحق حق نظر لشکر تاختہ حلقہ و ارمیان گرفتار القصد ہلاک نمود ہزار سوار از یکینہ را بار و و خاصاں ساتھ شوخی از مدگندہ را نیند و بہادر خان

بہادر خان نے وہ رستمہ بہادری کی کہ تمام لشکرین شہرت ہو گئی جس وقت امیر الامر پر میدان جنگ تنگ ہوا ہے وقت بہادر خان خود غنیم سے لڑ رہے تھے مگر انھوں نے اتنا سے عجات سے اپنے روبرو غنیم کا لشکر تھا اسکو پسپا کر کے امیر الامر کی کمک کو پہنچے اور پھر اسکو مدد دیکر ازبکوں کو آگے سے ہٹایا اور بادشاہی لشکر کو غلبہ حاصل کرایا جس پر تمام سادات و راجہ و تون نے بہادر خان کی لاجواب بہادری پر حسین آفرین کی بادشاہناہ میں ہے کہ سعید خان بہادر ظفر جنگ جو بلخ میں بیمار پڑے نئے شہزادہ نے چاہا کہ انکا بلخ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دے مگر وہ انتہاے جوانمردی سے پڑے رہنے پر راضی نہوے اور لشکر کے ساتھ چلے آئے تھے انکی طرف سے بھی تو چاہنے لگا ایک تھا ہزار دو تین ہزار سوار ازبکیہ کے بادشاہی فوج کے ہر حصہ پر حملہ کرتے تھے دھرت

بقیة صفحه ۵۴ - گرم کار داشت از بکای پیش از خود برداشت سه شتران بخند شوق قیامت عیار بگردون راه نرفته بخارن و سپاه بیرون
و جوان جنگی که پیرمزن گزافه میاد و جنگ در همه جنگ تنگ بسته میان بگردون و راه و گردان در هر خدی علی مردان خان
دران روز دو مردائی داد لکن بهادر خان با وصفت فرو رفتن دران شیون بود و راه مدلی مردان خان رسانیده ازان هین خا
براد که همه سادات و ارجوت بر بهادر خان آفرین گفتند شاهنشاه قلمی صفحه ۲۴۹

بهاورخان بهاول امیرالامرا را برافا و سیدرخان را جبرافا نموده متوجه مقابلہ عبدالعزیز خان گردید بهاورخان آبگاہ بہاول
عظیم و پیکار غریب و داور چند کعلی مراد خان دان و زود او مرواگی داد و باوجود فرو رفتن افراط بهاورخان خود را بر قی کرد و
رساندہ بران گروہ زدہ باعث امیدمان بهاورخان گردید و افغان پسا دل شیر نزد تر دوستمان نمودہ پیش صند
برای فوج از بکان استقامت و زرد صفحہ ۲۲ خانی خان -

بادشاہی لشکر کے جو ائمہ بھی نہایت استقلال سے جواب دیتے تھے جب غنیمت
 مغلوب ہوتے تو حسب عادت پیچھے ہٹ جاتے اور پھر چالاکى سے اگر مقابلہ کرتے
 جب کئی بار ایسا اتفاق ہوا تو بہادر خان نے دشمنوں کو ایک رکھ لیا
 اور توپ و ہندو ق کی بارہ کا نشانہ بنا کر بہت سے قتل اور
 بہت سے زخمی کیے امیر الامرا نے بھی کمک والوں کی مدد سے دشمنوں
 کو متفرق کیا ہر ایک حملہ میں دشمن ناکامی سے منہ پھیرتے تھے بادشاہی لشکر قتل و غارت
 کے خیمہ نمک جو بیگ اوغلی کے پڑاؤ کے قریب تھا پھونگلیا اور اسکا سامان و چوپائے
 چھین کر اطمینان و سلامتی کے ساتھ اپنے پڑاؤ میں آگیا۔ سعید خان بہادر جو بوجہ ضعف
 کے مابین لشکر کی حفاظت کے لیے مقرر تھے اور سوار نہ ہوئے تھے انہوں نے اپنے
 بخشی صادق بیگ اور جان خان ملازم کو چار سو پانسو جوان دیکر نہر کے کنارہ کھڑا کر دیا تھا
 اور کہہ دیا تھا کہ ادھر سے تم دشمن کو نہ آنے دینا اگر وہ تھوڑی جماعت سے بھی تمہارے
 پاس آجائیں تو تم اُنکے پیچھے نہ جانا اور اس راستہ کو خالی نہ کرنا اتفاق سے چند ازبک
 ان جواز کے پاس آئے اور یہ اس فہمائش کو فراموش کر کے اُنکے پیچھے بڑھ گئے وہ
 گھر سے اٹھو ہٹا لینگے اور جب یہ اپنے مقام سے دور ہو گئے تو ازبک گھائی سے نکل کر
 اپنے حملہ آور ہوئے اور یہ لوگ گھر گئے جب سعید خان کو یہ خبر ہوئی تو انہوں نے لطف اللہ خان
 و خانہ زاد خان اپنے بیٹوں کو کچھ فوج دیکر انھوں کی مدد کو بھیجا ان ہردو بھائیوں نے پہونچ کر
 خوب حملے کیے اور کمال شجاعت سے مخالفوں کی جماعت کو متفرق کر دیا مگر وہ ظالم ایک بار
 کی پناہ میں آکر تیرہ کامیاب ہر سارے لگے اور یہاں پر بہادر خان کی فوج کے اور کوئی حصہ فوج
 کا نہ تھا حالانکہ بہادر خان کے پاس تمام لشکر ملج کا موجود تھا اور توپخانہ بھی اُنکے پاس تھا

۱۷ سید خان از شنیدن غمی گردیدن پسران جهان چشم او تاریک نمود با کمال ضعف چون شیر غران خود را به مدد پسران کرکک
پدر آید بودند با هر سید که استمداد از پدر نمودند رسیده مقابلہ از یکان پرداخت و جمیعک اطراف پسران آن داشتند چند نفر دست
خود از ضرب شمشیر جانشان از پا آورد و در خیال پائے اسپ سید خان سکنہ نور خود و از زمین جدا گشت در آن حال
زخمهای پیافے بد و رسیدند و با وصف رسیدن زخمهای کاری و ضعف عارضہ جسمانی باز بر خاسته کاچارا نفر صرف کرد و جمعا
کاری و ضعف بد و رسانیدہ بودند با تمام رسانیدہ شدہ ہشتاد و نامہ ۲۵۱۔

۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸

نہایت جوانمردی سے لڑے اور زخمون سے چور ہو کر ہزار نیکنامی کے ساتھ شہید ہوئے اور انکے دوسرے بیٹے خانہ زاد خان بھی کثرت زخمون سے بیہوش ہو کر اگھوڑے سے گر پڑے جب شہزادہ اور نگ زیب نے یہ حال سنا تو فوراً انکی مدد کو فیل سوار اور توپخانہ اور فوج بھیجی جب یہ فوج مدد کو پہونچ گئی اور اسنے مقابلہ کیا تو اوزبک منہ پھیر کر بھاگے لشکر کے لوگ خانہ زاد خان کو اٹھا کر پڑاؤ لے گئے مگر وہ کچھ رات گئے انتقال کر گئے جسوقت شہزادہ سعید خان کی مدد کو آیا ہے تو چار پانچ ہزار اوزبک بادشاہی توپخانہ کی طرف بڑھے اس عرصہ میں بہادر خان اپنے دشمنوں کو بھگا کر لشکر گاہ کو واپس آ رہے تھے اونہوں نے اس جماعت کو دیکھا اور اپنے آگے دھریا اوزبک نے یہ کیفیت دیکھی اور بھاگے۔ چونکہ تمام دن ہنگامہ جدال و قتال کا گرم رہا اور اب شام ہو گئی تھی امیر الامرا بھی بعد مغرب کے نعمندی سے واپس آچکا تھا سلیے لڑائی سے ہاتھ روکا گیا اور لشکر نے تمام رات بیداری سے بسر کی۔

دوسرے روز جمادی الاول کو امیر الامرا کی صلاح سے بادشاہی لشکر دشمن کے پڑاؤ کی طرف بڑھا موضع پشالی جو آتچہ کے متصل ہے وہاں ازبکون نے جمع ہو کر زیادہ شوخی شروع کی اسلیے بادشاہی بہادرون نے او دھر توجہ کی اور اونکو پسپا کیا۔ ایکبار غنیم نے بادشاہی لشکر کے دائیں بائیں حصہ پر حملہ کیا اور ہراول فوج پر بھیجی تاکہ بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل شاد کام فرمائے گئے اور صوبہ ہمارے کاظم کیے گئے اور ایک لاکھ روپیہ جو اسکے بیٹوں کے لئے تھا وہ معاف کیا گیا اسمین جبکہ صوبہ دار کا بل تھے ستر لاکھ میں انتقال کیا بادشاہ نے انکی موت کی خبر کو ناگوار کیا اور علے مغرت جناب لہی میں انکی بایں بیٹے تھے بڑا کنبہ تھا باوضع تھے تازہ دست دولت مند رہے انکے فرزند و زمین عبد اللہ خان فتح اللہ خان وغیرہ تھے جنہیں بعض دو ہزاری منصب تک پہونچے۔

بہادر خان نے معہ اپنے ساتھیوں کے نہایت بہادری سے
 اونکا مقابلہ کیا بہت سے دشمن قتل ہوئے آخر کار مخالف
 میدان سے منہ پھیر کر بھاگے اس اثنا میں بیگ و غلی بادشاہی لشکر کے
 برابر آیا اور اپنے بھاگے ہوئے لوگوں کو واپس لایا اور اونکو ہراول فوج کے
 مقابلہ میں رو برو کر کے آپ معہ تمام لشکر کے امیر الامرا کے مقابل ہوا امیر الامرا
 اور اسکے ہمراہیوں نے بھی خوب ثابت قدمی کی شاہزادہ بھی کمک کو آگیا جب
 اس مرتبہ بھی اوزبکوں نے غلبہ نہ پایا تو پھر بادشاہی لشکر کو حلقہ میں لیکر چاروں طرف
 سے حملہ کرتے اور بھاگتے تھے اس زمین میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ قتل محمد اور بیگ ٹاشی
 معہ دیگر اوزبکوں کے علی آباد کی طرف گئے اور سجان قلی معروف بہ قلغان مع ایک لشکر کے
 آیا ہے اور گمان ہے کہ بلخ میں فساد برپا کرے اسلئے شاہزادہ نے سطرف سے
 بلخ کی جانب رخ کیا علی آباد میں پہلے اوزبکوں نے ہراول فوج پر حملہ کیا بہادر خان سے
 جنگ ہو رہی تھی کہ دشمنوں نے لشکر کے سامان لوٹنے کا ارادہ کیا یہ خبر سنکر
 بہادر خان نہایت جلدی سے ان ڈاکوؤں کے سر پر
 پہنچ گئے اور سبکو مار کر بھگا دیا اس روز بھی نہایت شدت سے جدال
 و قتال کا بازار گرم رہا شام کی وقت لشکر نے پڑاؤ کی طرف رخ کیا سیدن سجان قلی بڑے
 ہجوم سے اگر اپنی فوج میں شامل ہوا۔

۱۳۔ جمادی الاول شب دو شنبہ کو عبدالعزیز خان والی توران جو اپنے والد
 نذر محمد خان کی طرف سے پشتہ حکومت پاچکا تھا ایک عظیم الشان اور کثیر لشکر کے
 ساتھ آیا اور پلنگتوش سے ملگیا صبح کے وقت شہزادہ نے بہادر خان کو لشکر

کا چند اول کیا یعنی فوج کے پچھلے حصہ کی حفاظت سرداری ان کے شعلق کی اور رہتا
زور شور کے ساتھ مقابلہ و مجاہدہ کیا۔

۱۴۔ جمادی الاول کو بادشاہی لشکر نے فیض آباد کے نواح سے مقابلہ کے لیے
جنش کی اس روز تین فوجیں غنیم کی مقابلہ میں آئیں۔ عبدالغفر خان و سجان قلی بیگ
وغلی نے اپنی اپنی فوجوں سے حملہ کیا امیر الامرا کے ساتھ مقابلہ کا اتفاق ہوا امیر الامرا
نے غوب و ادشجاعت کی دی۔ عبدالغفر خان کی فوج کے سپراؤ کھڑ گئے۔

۱۵۔ جمادی الاول روز چار شنبہ کو تمام دن معرکہ آرائی رہی اس روز نیک نام خان اور
ان کے دیگر ساتھیوں نے غوب بہادری کو دخل دیا۔

۱۶۔ جمادی الاول روز پچھلے کو بھی محاربہ شروع ہوا مگر آج کے دن عبدالغفر خان
والی توران کی طرف سے دو سوار آئے کہ کچھ شہزادہ اور ننگ زیب سے عرض کرنا
ہے شہزادہ موصوف نے میر محمد امین کو اپنی طرف سے بھیجا اور والی توران کی جانب
میرک شاہ جو امام قلی خان کا دیوان تھا پیغام لایا کہ عبدالغفر خان کہتے ہیں کہ مجھے سنا
ہے کہ حضرت شاہجہان بادشاہ کا ارادہ پھر نذر محمد خان کے یہ ملک واپس کر دینا ہے
اگر یہ خیال صحیح ہے تو تمکا فرزند سجان قلی حاضر ہے شہزادہ نے اس کے جواب میں
کہلا بھیجا کہ میں یہ امر لکھ کر دریافت کروں گا جو کچھ حضرت حکم دینگے اس پر عمل کیا جائیگا
اب اس کے بعد پلنگتوش اور بیگ و غلی پیام و سلام کو آنے لگے۔

۱۷۔ جمادی الاول روز شنبہ کو بادشاہی لشکر نواح پلنگ میں آگیا اب اگرچہ لڑائی بھڑائی
نہیں ہوئی مگر اور بک ساتھ ساتھ چلے آئے۔

میں بلخ کا محاربہ نہایت سخت تھا سات۔ ورتک برابر لڑائی ہوتی رہی

اور یہ معرکہ جنگ ہفت روزہ اور یک کے نام سے مشہور ہے۔ پانچ
 چھ ہزار غنیم کے لوگ ہمیں مارے گئے اور پانچ چھ سو اشخاص بادشاہی لشکر
 کے بھی کام آئے اس جنگ میں قریب ایک لاکھ کے دشمن کا لشکر تھا
 اس جنگ میں کئی ایک غلطیان سرزد ہو گئی تھیں اول یہ کہ شہزادہ مراد بخش کا
 بلا بند و بست ملکی کے بلخ سے فوراً چلا آنا دوسرے بہادر خان کا نذر محمد خان کو تعاقب
 کر کے نہ گرفتار کرنا تیسرے شہزادہ اورنگ زیب کا بلخ سے باہر جا کر ٹھہرنا اگر شہر
 کے قریب رہ کر شہزادہ لڑتا تو دوبارہ حفاظت کے لیے شہر آئینی ضرورت نہ پڑتی
 اور سامان غیر ضروری شہر میں چھوڑ کر بعد العزیز خان کے مفرور ہونے کے بعد چہریدہ
 طور پر تعاقب کرنے میں آسانی ہوتی یا تو وہ گرفتار ہو جاتے یا اضطرابی میں ریاتے
 کے وقت ڈوب جاتے اور تمام ملک ماورالنہر کا فتح ہو جاتا چار کروڑ روپے
 اس مہم میں صرف ہوئے اور کچھ حاصل نہیں ہوا چونکہ آمدنی کے مقابلہ
 میں وہاں کا خرچ زیادہ تھا اس لیے دوبارہ تاج بخشی کا ارادہ شاہجہان بادشاہ نے
 کیا۔ جب نذر محمد خان بلخ کی طرف آئے شہزادہ اورنگ زیب کی طرف
 سے بہادر خان نذر محمد خان کے استقبال کو گئے اس وقت نذر محمد خان
 نے بجائے اپنے بھتیجے قائم کو بھیجا شہزادہ نے کچھ زر نقد اور پچاس ہزار من غلہ
 جو قیمتی پانچ لاکھ روپے کا تھا نذر محمد خان کو دیا اور یہ ملک موروثی دوبارہ شاہجہان
 بادشاہ کے حکم سے انکو بخش دیا اور وہاں سے ہندوستان کی طرف کوچ کیا
 دوران حکومت میں شاہجہان بادشاہ نے بدخشان و بلخ کی رعایا کے ساتھ
 نہایت عدالت و فیاضی سے برتاؤ کیا اور نذر محمد خان والی ملک کے اہل

عیال کو نہایت احترام کے ساتھ خاطر و مدارت سے ممان رکھا اور خلعت عنایت کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ اوزبک قزلباش لوگوں کی نہ ہی مخالفت امیر الامرا کو وہاں کی حکومت داری نہ دی اور بجائے اسکے بہادر خان کو ملک بلخ کی حکومت سرفراز کیا اور امیر الامرا کو عہدہ رکھا جب شاہجہانی لشکر نے بلخ سے کوچ کیا تو تمام لشکر کی

ساتھ امیر الامرا کا نام علی مردان خان تھا یہ گج طغان کرو کے بیٹے تھے وہ شاہ عباس ایران کے منصبدار و نہیں تھے جہانگیر کے زمانہ میں قلعہ قندھار ۳۰ روز میں جب عبدالغیر خان سے لیلیا گیا تو وہاں کے حاکم کیے گئے تھے گریہ و بانگے قلعہ سے گر کر مر گئے تھے بعد اپنے باپ کے علی مردان خان حاکم قندھار ہوئے جب یہ شاہ ایران سے خانیت ہو کر ہندوستان کے اور قندھار کا قلعہ شاہجہان کے حسب حکم سید خان سوہ و اراکابل کے سپرد کر دیا تو لاہور میں یہ شاہجہان بادشاہ کی حضوری سے مشرف ہوئے۔ چھ ہزاری ذات و چھ ہزار سوار و علم و تقارہ اور حویلی عماد الدہلوی کی بھین بھین ہوئی اور دس شخص اسکے ہمراہی صاحب منصب کیے گئے اور نامواخت ابہو اکھیا سے علی مردان خان کو سوہ کشمیر کی حکومت دی گئی مسئلہ میں جب یہ دار الخلافہ میں حاضر ہوئے تو ہفت ہزاری منصب و ہفت ہزار سوار و صوبہ واری پنجاب خلعت سے سرفراز ہوئے اور بعد تبدیلی سید خان کے کابل کی سوہ واری پھر کیے گئے مسلمین انکو بمقام اکبر آباد امیر الامرا کا خطاب دیا ایک کروڑ ام اور عماد خان کی حویلی کہ اس سے عالیشان کوئی عمارت امر کی نہ تھی مرحمت کی گئی بعد ازاں کابل کو رخصت کیے گئے مسلمین بلخ و پنجاب کی ہم میں جن میں نواب بہادر خان بھی تھے متعین کیے گئے اور انھوں نے اس معرکہ میں بڑی بڑی کار نمایاں کیں بعض کی تفصیل تذکرہ بہادر خان میں آپکی ہے مسلمین کابل سے اگر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوئے مسلمین مطابق ستمندہ کو ہمال کے مرض میں علی مردان خان نے انتقال کیا انکی نعش لاہور میں لگے والہ کے مقبرہ میں لگی ایک کروڑ و پید کا ترکہ پوڑا نہیں نقد و جنس دونوں پرینتین شاہجہان کے مزاج میں کل اہل سے زیادہ انہوں نے گھر کیا تھا اکثر بادشاہ مخاطب میں انکو بار و فادار کہا کرتا تھا لاہور میں شاہ نر انہوں نے درس کے لیا اسکے بیٹے ابراہیم خان تھے جنہوں نے نہایت ترقی کی تھی دوسرے بیٹے کا نام عبدالغیر تھا جنکو عالمگیر نے گج طغان کا خطاب دیا تھا امیر الامرا کا ایک بیٹا شاہ ایران نے حسب الطلب شاہجہان کو بھیجا تھا علی مردان شاہجہان کی دعوت میں تنولنگری طرانی اور بن تنولنگری نقربی معرہ پیش کے مجلس میں کئی تھیں۔

چند اولی و نگهبانی بہادر خان کے سپرد کی گئی بہادر خان ان
 دشوار راہوں سے بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ لشکر
 کو واپس لائے جب بہادر خان ہندکوہ کی کتل کے قریب پہونچے اول تو وہاں
 تشیب و فراز ایسا دشوار گزار تھا کہ خدا کی پناہ دوسرے طریقہ نہ کہ وہاں برقیاری
 شروع ہو گئی ایک رات اور دن کے دوپہر تک خونی برف پرستار ہا نہایت
 مصیبت سے اونھوں نے لشکر کو نکالا انکی جفاکشی کا اندازہ صرف اسی امر سے
 ہو سکتا ہے کہ اوس شدت برقیاری میں ایک شبانہ روز بہادر خان
 کھڑے رہے۔

خان خانی خان شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ اثنائے راہ میں شمشیر خان رسد لائیکے لیے
 گئے تھے چند اوزبک اگر آپر ٹوٹ پڑے اور مار ڈھاڑ کا شور بلند ہوا بہت سے
 اونٹ گلے وہ چھین لے گئے اور اکثر لوگوں کو زخمی کیا جب بہادر خان نے
 یہ خبر سنی تو جا کر انکو اس بلا سے نجات دلائی اور وہاں یہ انتظام
 کیا کہ جب تک غور بند تک لشکر نہ پہونچے اور اوزبک قوم کی آبادی پڑے برابر
 بادشاہی تھلے قائم رہیں جسوقت درہ غور میں لشکر پہونچا اور وہاں خزانہ شاہی
 لوٹنے کے لیے سات ہزار اوزبک اور آٹھ نو ہزار اشخاص ہزارہ و قتلان و المان
 بہر طر سے جمع ہو گئے اور لشکر کے آگے اگر سدا رہ ہو گئے بر انگیز بہر جہاں
 کہ لشکر نکیر و گردوے راہ مصرعہ اونکے حائل ہو نیسا آہ وقت بالکل بند ہو گئی اور
 اونھوں نے جان توڑ حکم کر کے بہت سا مال لوٹ لیا اور خزانہ پر آکر لوٹ سہرا
 نوالہ فقار خان و نور الحسن جو خزانہ کے محافظ تھے وہ زخمی ہو گئے جب بہادر خان

نے سنا تو وہ آئے اور انکو دفع کیا غور بند تک تین بار نہایت سخت مقابلہ ہوا جسوقت لشکر کتل ہندو کش پر پہونچا اسقدر خونین برفت گرداؤں میر ہوا چلی کہ اونٹ گھوڑے بیل کثرت سے مر گئے کھراستقد رچھا پاک آدمی نہیں دکھائی دیتا تھا شاہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال دیکھ کر لشکر کو چھوڑا اور بہادر خان کو اسباب و خزانہ و بھیر و غیرہ سپرد کی اور لشکر کی خبر داری اونکے ذمہ کر کے خود کابل پہونچا ایک روز شدید ہوا اور تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ بہادر خان لشکر سے جدا ہو گئے اور راہ بھول گئے اور سروز بہت سی بھڑ اور بار برداری کے جاوڑ تباہ ہو گئے بہادر خان چند کوس چل کر ٹھہر گئے اور ذوالفقار خان کے آئیچا انتظار کرنے لگے کہ ستنین پھر ہزارہ کی جماعت آگئی اور خزانہ پر ٹوٹ پڑی عجیب ہنگامہ جنگ کا برپا ہوا تمام سردار پیادہ ہو کر خزانہ کے پاس آ گئے اور دستمانہ تو تر چلے کیے آخر ایک بڑی لڑائی کے بعد لوٹے سپاہیوں اور جان بچا کر بھاگے اور خزانہ بھگیا مگر چار پانچ ہزار مویشی اور لشکر کی شاگرد پیشہ جماعت وغیرہ کو وہ اوڑالے گئے بہادر خان کو ہزارہ کے تعاقب کی فکر ہوئی جب ہزارہ نے یہ خبر سنی کہ بہادر خان پیچھے آتے ہیں اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے بعد ازاں بہادر خان کے سپاہیوں نے ہزارہ کے بھاگ جانے کی خبر سنی تو وہ اسباب اٹھا لے جب بہادر خان لشکر سے ملے تو انکی فوج نہایت تباہ حالی و پریشانی سے بعد کو پہونچی اکثر منصبدار پیادہ ہو گئے تھے ڈاکو رات و دن آتے تھے اور جو کچھ پلتے تھے لیجاتے تھے بار برداری کے جانور اکثر ضائع ہو گئے تھے اور جو بچے تھے اونہیں خزانہ لیجانے کی بالکل طاقت

نہیں رہی تھی اس لیے بہادر خان نے خزانہ کے صندوق کو توڑا اور انہیں سے تھیلے نکالیں اور روپیہ شمار کر کے ہر ایک معتبر شخص کو سپرد کیا کہ انکو منزل تک پہنچاؤ اور باقی اسباب کو وہیں چھوڑ دیا اہل ہزارہ روز آئے مگر خزانہ نہیں پاتے تھے ان کو کون سے اگرچہ تین چار بار جدال و قتال ہوا مگر ہر بار وہ ہسپا ہوئے۔

ماثر الامرا میں ہے کہ ذوالفقار خان جب تکہ متعلق خزانہ کی حفاظت تھی اور وہ بار بار کے ساتھ ہو جانے سے اپنی جگہ پر رہ گئے تو بہادر خان نے اپنے اونٹ جسد رکہ باقی رہ گئے تھے ان پر سے اسباب تروایا اور خزانہ لہ دیا اور قوم ہزارہ سے ہر جگہ لڑتے بھڑتے انکو گوشمالی دیتے ہوئے شاہزادہ کے آنیکے چودہ روز کے بعد کابل میں داخل ہوئے اور شرف حسوری سے مشرف ہو کر مورخ حسین و آفرین کے ہوئے شدت برف و شوریدگی ہوا اور دشواری راہ سے دس ہزار جاندار حسین قریب نصف کے آدمی مابقی لشکر کے جانور تھے ہلاک ہو گئے بہت سا اسباب بے فائدہ کے نیچے دب گیا۔

بہادر خان نے اگرچہ اس جنگ اور بکیہ میں کہ وہ مور و ملخ سے تعداد میں زیادہ تھے اپنی مردانگی و بہادری سے ایسے ایسے کار نمایان کیے کہ جنگی چار سمیت عالم میں شہرت ہو گئی لیکن بعض مخالفین حاسدین نے شاہجان بادشاہ کے دل میں جلا و اقعہ باتیں جمائیں۔ نذر محمد خان کے تعاقب میں انکا نہ جانا سید خان کی مدد کو نہ ہوا قصداً انکی بے پرواہی پر محمول کیا گیا اور تیس لاکھ روپے کا نقصان انکے ذمہ عائد کیا گیا اور اسکے معاوضہ میں انکی جاگیر جو قنوج و کالپی تھی ضبط کی گئی باوجود اس مشقت شاقہ کے انکو آرزوہ خاطر اور شکستہ دل کیا گیا اخبار محبت

مین لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان کے ساتھ یہ بڑا وُصرف چشم نمائی کی غرض سے تھا چنانچہ چھ مہینہ کے بعد انکی تنخواہ و جاگیر سب بحال کر دی گئی اور جو روپیہ کہ متصدیوں نے انکے ذمہ نکالا تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا۔

بہادر خان کی جاگیر کی ضبطی کیوجہ انکے خاندانین تو اتر کے ساتھ یہ بیان کیجاتی ہو کہ بلخ و بدخشان کی مہم میں بہادر خان نے کسی موقع پر شاہزادہ اورنگزیب کو چند کلمات سخت کہہ دیے تھے اور شاہزادہ نے اپنے باپ شاہجہان سے انکے اس امر کی شکایت کی تھی اسلئے بادشاہ نے انکی جاگیر وغیرہ ضبط کی کہ آئندہ کسی امیر کو شہزادہ کی شانین گستاخی کی جرات نہ رہے۔

سلسلہ شاہجہانی میں سب سے پہلے بار قندھار کی مہم پیش آئی تو بہادر خان شہزادہ محمد اورنگزیب بہادر کے ہمراہ بھیجے گئے اور وہاں پہونچ کر انہوں نے اس قلعہ کے حصار کا محاصرہ کر کے دروازہ مالوری کے رو برو مورچہ لگایا تھا کہ ۱۹۔ جب شہزادہ ہجری کو ضیق نفس کے مرض میں بہادر خان نے انتقال کیا قندھار کے واقعہ نگار نے لکھا اور شاہجہان بادشاہ کی سماعت میں آیا کہ بہادر خان جو افغانان تہور پشیہ اور پیشقہ مان کا رطب سے تھے قندھار طبعی سے راہی آخرت ہوئے یہ فقرہ بحسبہ تاریخ خانی خان کے صفحہ ۲۳۹ سے نقل کر کے یہاں پر تحریر کیا جاتا ہے۔

وازد واقعہ فوج قندھار بعض رسید کہ بہادر خان از افغانان تہور پشیہ و پیشقہ مان کا رطب بود باجل طبعی رحلت پیا کے سفر آخرت گردید۔

شاہزادہ اورنگ زیب اور سعد اللہ خان وزیر اعظم نے بہادر خان کی فوج سے دو ہزار سوار جو ہر ایک کا رگزار و اطاعت شعار تھا اپنی سرکار کے لیے منتخب کر لیے اور علی قدر مراتب انکی ذات کے لیے منصب و ماہوار مقرر کر دیا باقی تخت پٹھانوں کو دیگر امرانے لے لیا شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کے برے خزانہ دلاور خان کو جو اس وقت پندرہ برس کے تھے ہزاری منصب پانسو سوار سے سربلند فرمایا اور باقی دیگر چھ فرزندوں کو جو خرد سال تھے علیحدہ علیحدہ منصب عنایت کیے اور سوائے ہاتھیوں کے جملہ مال و سامان انکے بیٹوں کو مرحمت کیا مائثر الامرا میں لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان نے بادشاہی کاموں میں اس قدر جانفشانی و غیر خواہی کی کہ جو کچھ شاہجہان کے ولین انکے باپ دریا خان کی طرف سے خانجہان خان لودی کے اغوا سے غبار پڑ گیا تھا وہ بالکل رفع ہو گیا۔

مگر بہادر خان کو ہمیشہ اس امر کا فسوس رہا کہ میں نے اپنا اقامت جیسا پوریوں سے نہ لیا کیونکہ جیسا پور پر دوبارہ لشکر کشی کا موقع انکے ہاتھ نہ آیا۔

بہادر خان کے متعلق یہ روایات بھی مشہور اور بعض رسائل میں بھی درج ہے کہ دریا خان کے قتل کے بعد جب بہادر خان شاہجہان بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور انکی مہربانی دریا خان کے منہ سے نکلی تو اس وقت شاہجہان نے کمال اکرمت فرمایا کہ بہادر خان تمہارا باپ دریا خان خانجہان لودی کو رباطن کے قریب میں آکر مارا گیا لیکن اب میں تیرا باپ ہوں بہادر خان آٹھ سو تین آنسو بھر لائے اور بادشاہ کا لشکر یہ ادا کر کے عرض کیا کہ جو کچھ قسمت میں لکھا تھا پورا ہوا لیکن اب یہ میرے چھوٹے بھائی اور خانجہان کی اولاد حاضر ہے اور بقیہ تصور ہے ان سبکی

پرویش کا مین کفیل ہوا ہون میری خاطر سے علم حضرت ان سبکی جان بخشی منسرا میں
چنانچہ حسب التماس سبکی جان بخشی فرمائی گئی اور خطاب چغتائے جو خاص خاندان تہق
کا لقب تھا اور اس وقت تک کسیکو دیا گیا بھی نہ تھا نواب بہادر خان کو سرفراز
کیا اور علاوہ خلعت و انعام کے چغتائی خطاب کی رعایت سے ایک شاہزادی

بھی بہادر خان کے نکاح میں دیکھی۔
بہادر خان کی تنخواہ مع ماتحت فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ تھی
اور اس کے متعلق انکو قنوج و کالپی کی جائیداد دی گئی تھی۔
ہر ایک پنہزارہی منصب کے امیر کی شاہجہان کے عہد میں یہی تنخواہ ہوتی تھی
چنانچہ اسبارہ میں بادشاہنامہ کے صفحہ (۵۴۳) میں یہ عبارت درج ہے۔

و لند اکھ کہ درین دولت خداداد مدت ازل بنیاد بند ہائے
کہ منصب پنہزارہی ذات و پنہزار سوار دو اسپہ سپہ سرفرازند
ہر کہ ام بست و پنج لک روپیہ می یابد۔

اور مواضع محال و طن جو انعام ہتھانین شاہجہانپور کے متعلق بادشاہ نے
انکو عنایت کیے تھے وہ علاوہ تھے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ان موضع
سے بھی حاصل ہوا کرتی تھی خلعت و انعام بادشاہی سے وقتاً وقتاً علحدہ مالا مال
ہوتے رہتے تھے۔

بہادر خان نے عین جوانی میں حلت کی ہو صرف ۲۲ برس کی عمر تھی حسب حدیث
قدحار سے انکی نعش شاہجہانپور لائی گئی اور بہادر گنج میں دفن کی گئی راقم بھی

۱۰ اقربائے نفس اور اہل نفس سازندہ شاہنامہ صفحہ ۲۵۵

مقبرہ میں فاتحہ خوانی کی غرض سے گیا ہے پیشتر انکی قبر سنگ مرمر سے بنی تھی مگر ۱۸۵۷ء کے غدر میں توڑ ڈالی گئی اب صرف اینٹوں کا شکستہ نشان مقبرہ کے اندر بنا ہوا ہے۔
گنبد نہایت عالیشان ہے۔

انکی پیدائش کا زمانہ بتلایا جاتا ہے ۱۷۳۰ء میں جب کہ بیس برس کے تھے منصب ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوئے بیس برس ملازمت کی شاہجہان بادشاہ نے انکی رحلت کی خبر سنی تو نہایت ہنسوس کیا اور جان نثاری کی تعریف کی انکی وفات کا مادہ داغ جان کسی اساتذہ نے نکالا ہے جسکو نواب غلام حسین خان شاہجہانپوری نے نظم بھی کیا ہے راقم نے بھی ازراہ حساب انکی رحلت کے متعلق یہ قطعہ موزون کیا ہے۔

مائیٰ فخر خان سرابدال	بہم وجان نثار شاہجہان
موجب ناز قوم بانی شہر	رفت از دہر سوے باغ جنان

این مظفر برائے سال وفات	
گفت عالی ہمم بہادر خان	

نواب بہادر خان کو شعر و سخن سے نہایت دلچسپی تھی اور خود بھی موزون طبع تھے ایک غزل انکی تصنیف درج ذیل کی جاتی ہے جس سے انکا اہل علم ہونے کے ساتھ صاحب قلم ہونا بھی ثابت ہے میدان نظم میں قلم کے نیزہ سے شجاعت کے چہرہ کو فصاحت کے استعارہ میں خوب چمکایا ہے۔

ترک سرکردن بمیدان شیوہ زندان بود	مشکل ہست این کار لیکن پیش مرد آسان بود
یرنگ گردنم زدیم بر دے در میدان جنگ	میکنم جنگ جدل گر کہ رستم و ستان بود

روے او از قبلہ برگردد بوقت ہفت از
ہر کہ از کفار روز جنگ روگردان بود
توت بازو شود اندر مصاف از خم تیر
پیر برآمد بر تنم سد تیر اگر پیران بود

اے برادر در جہان ہر باغ دارد میوہ
میوہ در باغ بہا و خیر و پیکان بود

تاریخی کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر خان میں خلاقیت خوبیاں بھی
مثلاً شجاعت سخاوت اطاعت اولوالعزمی قومی ہمدردی وغیرہ کے نہایت اعلیٰ درجہ
کی تھیں جو صفتیں کہ انسان کو بلند پایہ پر پہونچاتی ہیں وہ سب بدرجہ کامل کیونکر موجود
نہ ہوتیں شاہجہان جیسے لائق بادشاہ کی تمام عمر محاسن و مصاحبت میں بسر کرتے
اسلیے شاہانہ آداب تہذیب کے رنگ میں ڈوب گئے تھے انکی امارت کے یادگار میں اکثر
عمار میں جا بجا موجود ہیں جنکا تذکرہ شاہ آباد و شاہجہانپور کی آبادی میں آچکا ہے قلعہ میں
حضرت شیخ کبیر بالا پیر صاحب کے مقبرہ پر چلی عرفہ سے سنگین کتبہ ان کتبہ عالی در
زمان دولت و اب معلی القاب بہادر خان بن دریا خان افغان
غور یہ خیل داود زمی عمارت پذیرفت تحریر ہے اگر ناموری میں باپ ریا تھا تو
لیاقت شہرت میں بیٹا سمندر تھا بہادر خان کی تصویر جو صلی ہو اور وہ مصور کے
ہاتھ کا کھینچا ہوا مرقع آج تک موجود ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت
متین و سنجیدہ انسان تھے افغانی ولایتی قد و قامت اسپر فوجی لباس دہلی کی
مہذب وضع نہایت مشین صورت معلوم ہوتی ہے۔

بہادر خان کی اولاد میں صاحب ماثرا الامراء نے سات فرزند لکھے ہیں غالباً انکو
انہ چھوٹے بچوں کا نام نہ معلوم ہو سکا اور خانی خان شاہنشاہنامہ میں انکے

چار خرد سال بچوں کا دوسرا بادشاہ کی جانب سے مقرر ہونا تحریر ہے مگر نواب محبت خان نے اپنی تاریخ محبت میں جو اس خاندان کے محقق رئیس مصنف تھے ذاتی وقتیت سے دس فرزند لکھے ہیں اور ہر ایک کے علاوہ علیہ نام تحریر کیے ہیں جنکو بہادر خان کی اولاد بھی صحیح مانتی ہے اور فرزند وٹکے اسماء یہ ہیں۔

دلاؤرخان - غیرت خان - بختیار خان - اختیار خان - مظفر خان - دلیر بہت خان - رنست خان - حسین خان - فتح خان - عزیز خان - انجمن دلاؤرخان نے جو امرگ انتقال کیا۔ نواب عزیز خان نے بہت کچھ ترقی کی اسکا تذکرہ علیہ مرتب کیا گیا ہے فتح خان کے بارہ بیٹے تھے مولوی ذکا، استاد صاحب نے تاریخ ہندوستان کی جلد نہم صفحہ ۹۸ میں لکھا ہے کہ تھیلخان داروغہ وچانہ جو بہادر خان کے فرزند تھے محاربہ فرخ سیر اور جہاندار شاہ دین موجود تھے دلیر بہت خان نمست خان غیرت خان وغیرہ اپنے عم نامہ دار دلیر خان کے ہمراہ مہمات بنگالہ و دکن وغیرہ میں موجود رہے ہیں اور خوب خوب بہادری کو دخل دیا ہے جسکا تذکرہ تاریخ میں موجود ہے راقم نے غمنما جابجا ذکر تحریر کیا ہے۔ نواب بہادر خان ان ہر دو پسران کو نواب دلیر خان کی لڑکیاں منسوب تھیں۔ نواب دلیر خان نے اپنے بھائی نواب بہادر خان کے مرثیے بعد کل ترکہ اپنے بھتیجے پسر بہتہ مساوی تقسیم کر دیا تھا۔

بہادر خان کے ہم منصب سترہ اشخاص تھے جنہیں بعض خاندان شاہی کے اعزاء و بعض ارکان سلطنت اور بعض راجہ اور نامی گرامی امراتے و شخص پنجزاری منصب کے انکی حیات میں انتقال کر گئے تھے جنکی جگہ پر انکی زندگی میں کوئی میر منصب لایا نہیں جاتا تھا۔ نواب بہادر خان کی اولوالعزمی و ثروت انکی تعمیرات سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو

انہوں نے اپنے عہد حکومت میں جا بجا عمارات بنوائیں قنوج وغیرہ کی عمارت کا تذکرہ
 اوپر تحریر ہو چکا ہے مکن پور میں جو نواب صاحب نے حضرت شاہ مدار صاحب کی درگاہ
 کے متعلق مکانات بنوائے اسکا حال تاریخ مکن پور میں بھی درج ہے جسکا ترجمہ لکھا جا رہا ہے
 دالان تہ خانہ نمبر (۱) یہ عمارت تھڑکی ہے شاہجہان بادشاہ کے عہد میں تعمیر ہوئی جو نواب
 بہادر خان شاہجہا پوری نے جو حضرت شاہ مدار کے معقدون سے تھے بنوائی ہے
 کتبہ میں یہ قطعہ کندہ ہے ۵۰ براستانہ مہر سپہ سالار تقیین بہ مدار عالم و علم و عمل بیچ الدین
 بعد شاہجہان بادشاہ دین پرور یہ کہ شد ز لطف ہمیش جہان بر آئین بہ باعتبار دولت
 بہادر خان بہ کشیدہ رنفلکس این عمارت سنگین بہ بچشم اہل تقیین این مقام محمودت
 کہ گفت حضرت عیسیٰ فلک بجل متین۔ اس دالان کے علاوہ اور مکانات بھی درگاہ
 کی چار دیواری کے اندر نواب بہادر خان نے بنوائے ہیں کتبہ بھی انپر چسپان ہے مگر کندہ
 ہو جانے سے حروف پڑھنے نہیں جاتے دیکھو صفحہ (۱۶۰) تذکرہ المتقین۔

نواب بہادر خان کے منصب کے متعلق بھی تاریخ مکن پور مذکور میں مضمون درج ہے کہ وہ ہفت
 ہزاری منصب کے امیر تھے اور نواب صاحب مدوح کی اولاد بھی اس بات پر زور دیتی ہے
 کہ وہ ہفت ہزاری تھے چونکہ راقم کی نظر سے جو تاریخ سلاطین تیموریہ گذریں انہیں انکا منصب
 پنجہزاری تحریر ہے مکن ہے کہ بادشاہ نامہ کی تحریر کے بعد وہ پنجہزاری سے ہفت ہزاری
 منصب پر پہنچے ہوں اور جس طرح کہ چغتای خطاب بادشاہ نامہ میں درج ہو نیسے چھوٹ گیا
 اسی طرح ماثر الامرا وغیرہ میں ہفت ہزاری منصب تک پہنچنا لکھنے سے رہ گیا ہو۔ کل
 شاہجہانی سلطنت کا روزنامہ یا مکمل تاریخ ہو راقم کو دستیاب نہیں ہوئی اور اسوجہ سے
 علم نہ ہوا اللہ اعلم۔ نواب ضمیر حسن خان صاحب تحصیلدار جو نواب بہادر خان صاحب کی

اولاد میں ہیں وہ ہفت ہزاری منصب کے ثبوت میں یہ عبارت تاریخ مکن پوری پیش کرتے ہیں۔ نواب احمد خان شاہجہاں پوری اپنی تاریخ انخار البحر میں انکا منصب شہزاد ہزاری لکھتے ہیں۔ نواب بہادر خان کہ بعد شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہ صوبہ الہ آباد کا پانی و قنوج و بھادو گڑھ و شاہجہاں پور و قندھار و ملتان صوبہ اودھ وغیرہ وغیرہ ہو و منصب ایشان ہفت ہزاری و خطاب عمدة الملک چغتیا خان بہادر بود و نام علی فرے سر ابدال خان لدردیا خان سکونت بنوچ پیشاور میداشت و ساء شاہجہاں پور افغانان از نواح کابل و پیشاور اندر بعد شاہجہان بادشاہ بمعیت نواب بہادر خان و شاہجہاں پور آباد شدند الخ۔ دیکھو تذکرۃ المتقین فی احوال خلفائے حضرت سید بیچ الدین صاحب مدار مطبوعہ مطبع عزیز کا پتہ پور۔

نواب بہادر خان شیخ آدم نبوری کے موبد اور نہایت خدا پرست و سیدار و خوش اعتقاد تھے۔

سلہ خواجہ سید آدم نبوری قدس سرہ حضرت شیخ احمد مجددی سرہندی کے خلیفہ اعظم ہیں آپ کی بیدارش حضور سرور عالم صلم کی عنایت سے ہوئی والد آپ کے سید اور والدہ قوم کی چٹانی تھیں مادر زاد مہر حق غنی فیض سے آپ کو قرآن شریف حفظ ہو گیا تھا اور جامع کمالات شریعت و طریقت کے تھے ہزاروں طالبان حق آپ کی توجہ سے صاحب لایت ہو گئے ایک مرتبہ زیادہ طلباء روزمرہ آپ کے منگرتے کہ ان آپ کے تھے ۲۰۰ تھے ان میں جہت نامور تشریف لائے اور ہزاروں افغان و سادات آپ کے ہمراہ تھے انھیں نے شاہجہان بادشاہ کے خیالات خراب کیے اور بادشاہ نے نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کو بھیجی اور آپ کو وطن واپس جانے کا پیام دیا آپ فوراً قلعہ بنورہ کو جو سرہند کے متعلق ہے واپس گئے اور پھر حیدر علی کے گہت سے کراچی میں آپ کو یہ بیان کیا کہ مریدوں میں سو خلیفہ ہیں اور شاہ آرا تھے مینہ بنورہ میں جب روضہ بنوے کے دو برو کوٹے ہو تو دروازہ روضہ مقدس کا کھلیا تھا اور ہر روز صبح مبارک جفا رسالت مآب صلم کے قدموں پر آئے ہوئے اور مصافحہ کا شروع کیا جو حاصل ہوا اکل حاضرین کے چاکر شاہ بہ کیا تھا ۱۳۰ سوال سنا ان میں مقام مینہ بنورہ آپ نے وفات فرمائی اور جنت البقیع میں زیر سایہ رضہ حضرت عثمان غنی النورین رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔ یاد حق فوج آدم مادہ ملت ہی

فتح جنگ خان

یہ ذکر یا خان کے فرزند اور نواب لیر خان کے چچا زاد بھائی تھے ذکر یا خان صاحب عسکری
 اور دیگر اوصاف میں نہایت نامور اور مشہور زمانہ ہوئے فتح جنگ خان نے اپنی
 کوشش و پامردی سے شاہ جہان بادشاہ کے عہد میں ہزاری ذات اور
 ہشتصدی سوار کا منصب جو انکے چچا عثمان خان کا تھا حاصل کیا
 حالانکہ انکے باپ و چچا بھی بہت ذی توقیر تھے مگر یہ ان دونوں سے بڑھ گئے
 سبج شاہ جہانی میں یہ تو نڈر لوہین و خاندیس کے متعلق اور بالالگاٹ کے قریب ہی
 فوجدار مقرر ہوئے اسکے بعد چوڑھ کی فوجداری پر کہ یہ مقام بھی صوبہ خاندیس کے
 متعلق ہے سرفراز ہوئے۔ فتح جنگ خان بڑے خوش وضع اور ذی حوصلہ انسان
 تھے امیرانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے انکی شان و شوکت اور ساز و سامان انکے منصب سے بڑھا
 ہوا تھا ہمیشہ کشادہ پیشانی سے داد و پیش کیا کرتے تھے باوجودیکہ بڑے فرزانہ اور شہنشاہ
 تھے مگر نرمی و تواضع مزاج میں اس قدر تھی کہ اگر کسی ادنیٰ شخص سے بھی انکا کوئی کام
 پڑتا تو اسکے گھر جا کر اس قدر تواضع کرتے کہ لوگ متحیر ہو جاتے تھے اور اپنے خاندان میں
 کنبہ پروری کی صفت میں تو کوئی انکا نظیر نہ تھا اور تنداری و فہری کی قابلیت میں
 شہرہ آفاق تھے انکے بھائی بھتیجے اگرچہ وہ ہر طرح لائق و فائق تھے مگر انھوں نے
 انکی ہر ایک امر کی خبر گیری کا بار اپنے بازوئے ہمت پر اٹھالیا تھا۔
 اور ناک زیب ایام شاہزادگی میں جبکہ ملک و گن کا ناظم تھا انھوں نے
 اسکی خدمت میں بڑی رسائی پیدا کی اور وہ انکو بڑا عزیز خواہ و معتمد جانتا تھا۔

جس نامہ میں کہ قلعہ بدر اور قلعہ کلیان کی ہم پیش آئی تو اورنگ زیب نے اس ہم کے لیے
 انکو اور میر ملک حسین کو کہ کو تعینات کیا جب یہ دونوں قلعے فتح ہو گئے تو یہ قلعہ لیکر
 متعین ہوئے اس قلعہ کو فتح جنگ خان نے جا کر کھڑے کھڑے لیلیا
 سکے بعد جب شاہجہان علیل ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر سلطنت کیلئے دکن سے
 دار السلطنت کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت فتح جنگ خان بھی مع اپنے بھائی بندو نے
 شاہزادہ کے ہمراہ تھے برہانپور سے آگے بڑھ کر اورنگ زیب نے انکو خانی کے خط
 سے سر بلند کیا اور جب مہاراجہ جسونت سنگھ کی شکست ہوئی اور عالمگیر نے فتح پانی اور
 پہلے مع کردار اشکوہی میں انھوں نے نہایت کارنامے کیا تو عالمگیر نے جملے فتح خان کے
 فتح جنگ خان کا خطاب یا اور علم و تقارہ اور دو ہزار روپا نقد می
 ذات اور دو ہزار روپا نقد سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا
 سکے بعد جب اورنگ زیب وارد اشکوہ کا مقابلہ ہوا ہے تو اس محاربہ میں انھوں نے
 نہایت جانبازی اور دلاوری کو دخل کو دیا اور اورنگ زیب کو فتح حاصل ہوئی۔
 سکے صلہ میں پانصد می ذات اور پانسو سوار کا اضافہ کر کے سہ
 ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کی سرداری سے سر بلند کیا اور
 اسکے علاوہ بیس ہزار روپیہ نقد بھی عنایت کیے۔

ہمیشہ مدعیان سلطنت کے محاربہ میں یہ عالمگیر کے شریک ہے چنانچہ جب جنگ

۱۔ فتح و رہا خطاب فتح جنگ خان کو دست تقارہ و علم و باضاف پانصد می منصب ہزار روپا نقد سوار سر بلند گشتہ صفحہ ۴۱
 عالمگیر نامہ جنگ جسونت سنگھ از طرف دار اشکوہ۔

۲۔ فتح جنگ خان باضاف پانصد می پانصد سوار منصب ہزار روپا نقد عالمگیر نامہ صفحہ ۴۱ جنگ دار اشکوہ ہی
 فتح جنگ خان بہت ہزار روپیہ و زبردست خان مسکنہ خان بیخ بنجہزار روپیہ عطاشد صفحہ ۴۲ عالمگیر نامہ بعد فتح جنگ دار اشکوہ ہی

کچھوہ میں سلطان شجاع کو شکست ہوئی اور اسکے تعاقب کو معظم خان خانن خانان کو بھیجا گیا
 تو اسکی فوج کے مقدمہ کبیش فتح جنگ خان مقرر ہوئے اس شکر کی
 سراوی میں خانموصوف نے بڑی کارگزاری وجوانمردی دکھائی۔ سب سے جلوس
 مالگیری میں خانخانان کبرنگر سے سو فی کی طرف جو جہانگیر سے چودہ کوس کے فاصلہ
 پر ہے روانہ ہوا تو اسنے لشکر کے نامور بہادر و نکو انتخاب کر کے کشتیوں میں بٹلا کر دریا
 کے دوسرے کنارہ کی طرف جدہر مخالفوں کا مورچہ تھا بھیج دیا ہنوز چند اشخاص کشتی
 سے اترنے پہلے تھے کہ دشمن سے لڑائی چھڑ گئی اور غنیم کے جنگی سیرے نے انکو اکبر
 لکھیا اکثر تجربہ کار لوگ تو بغیر لڑے بھڑے بھاگ گئے مگر حیات خان صاحب
 زبردست خان جو فتح جنگ خان کے بھائی تھے اور وہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ
 ایک کشتی میں سوار تھے اگر مخالف سے مقابل ہوئے اور سخت حملہ کیا فرق مخالف
 بہت لوگ قتل اور زخمی کیے اور خود بھی ایک زخم گولی اور دو زخم تیرے کے کھائے مگر
 لڑتے اور بھڑتے ہوئے دشمنوں کو گھس گئے اور ایسی ثابت قدمی ظاہر کی کہ دشمنوں کو
 پسپا کر دیا شہباز خان اور شریف خان جو فتح جنگ خان کے لائق بھائی تھے
 اور رستم خان و رسول خان جو خانموصوف کے بھتیجے تھے انکے علاوہ اور دیگر اعزہ
 و تابعین جو دوسری کشتی میں سوار تھے ہنوز وہ اترنے بھی نہیں پہلے تھے کہ دشمن کی فوج
 نے انپر حملہ کر دیا اور اپنے مست ہاتھی سے بھی مقابلہ کر لیا ان جوانمردوں نے شیر کی طرح
 ہاتھی سے مقابلہ کیا مگر شہباز خان کو ہاتھی کے دانت سے ایسا صدمہ
 پہونچا کہ وہ ہلاک ہو گئے اور رستم خان و رسول خان بھی دشمنوں کی
 جماعت سے لڑ کر کام آئے اسکے بعد اہتمام خان بھی قتل ہوئے اور اکثر خانموصوف

کے ہمراہی جو زخمی ہو کر بیکار ہو گئے تھے، دشمنوں نے انکو گرفتار کر لیا۔

بعد ازاں جسوقت خانخانان نے نالہ سے عبور کر کے شہزادہ شجاع کے لشکر پر حملہ کرنا چاہا تو اسوقت لشکر کی محافظت ذوالفقار خان کو اور ہراولی فتح جنگ خان کے سپرد کی گئی اسوقت پٹیا نونکے دو ہزار سوار تھے جنہیں فتح جنگ خان کے اعزہ زبردست خان دلاور خان، نیکنام خان، لود بخان، وغیرہ اشخاص موجود تھے ان ہراول پٹیا نون نے دریا سے اتر کر غنیم سے مقابلہ کیا اور ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کو بھگا دیا اور جب ناپوں لشکر پہونچا تو معلوم ہوا کہ شجاع نے کمال سرسگمی سے فرار کیا ہے اس خبر کو سنکر فتح جنگ خان مع فوج ہراول کے تعاقب کے لیے بلا تحقیق روانہ ہو گئے اور اسلام خان بھی معاونی فوج کے دفعہ پہونچ گئے حالانکہ خانخانان انکو مانعت کرتا رہا مگر یہ اپنی تیزی و دلیری سے نہ ملنے جب نالہ دو کا جی تک پہونچے تو وہاں مخالفت کی فوج مقابلہ کو تیار ہوئی فتح جنگ خان و اسلام خان نالہ پر گھوڑوں کی باگیں کھینچ کر کھڑے ہو گئے تھے کسیکو مجال کے جانیں نہ تھیں اس عرصہ میں خانخانان مع ذوالفقار خان و فدائی خان کے آگیا اور بادشاہی لشکر و غنیم سے خوب لڑائیاں ہوئیں۔ اور جب مخلص خان فوجدار اکبر نگر کے مقرر کیے گئے ہیں اسوقت فتح جنگ خان و زبردست خان بھی مع ہزار سوار و نونکے انکے پاس متعین کیے گئے تھے۔ جب سلطان شجاع کی شکست ہو گئی اور فتح جنگ خان بنگالہ سے دار السلطنت آئے اور بادشاہ عالمگیر کے حضور میں حاضر ہوئے تو ہنگامہ شاہی سے انکو خلعت مرحمت ہوا اور اضافہ منصب سے سرفراز کیے گئے چونکہ عالمگیر نامہ میں جو امر کہ ہم بنگالہ سے بعد فتحیابی کے حاضر حضور ہوئے انکی خلعت وغیرہ سے سرفرازی تحریر ہے تفصیل نہیں کی ہے اسلیے محل ہی لکھا گیا۔ بعد واپسی بنگالہ کے چونکہ یہ کن کی تعیناتی

پردہ لادہ تھے اسلئے عالمگیر نے فتح جنگ خان کو ازراہ دلجوی ملکی فوج میں مقرر کر کے دیکھنا
 اسکے بعد جب بجا پور کی محکمہ پیش آئی تو راجہ جیسنگہ اور نواب دلیر خان کے ہمراہ یقینات
 کیے گئے اور انھوں نے اس معرکہ میں کمال مردانگی دکھائی بعض واقعات ہم تذکرہ
 دلیر خان میں تحریر کر آئے ہیں اور مختصر طور پر بعض محاربے یہاں پر لکھے دیتے ہیں جسوقت
 بادشاہی لشکر اہل دکن کے مقابلہ کے لیے آراستہ ہوا تو لشکر کا بایاں جیسہ فتح جنگ خان
 کی ماتحتی میں دیا گیا اور انکے اعزہ حسن خان عبدالرسول خان وہ بھی ہمراہ تھے جب
 حوالی بجا پور میں یہ خبر آئی کہ باج کوس کے فاصلہ پر غنیم کا لشکر پڑا ہوا ہے اسوقت
 فتح جنگ خان مع چند سردار و نکلے انکی گوشمالی کو روانہ ہو گئے مگر جب وہاں پہونچے
 تو مخالفت وہاں سے مفور ہو چکے تھے ناگاہ ہر صدمین دھوکا دیکر غنیم کی فوج بادشاہی لشکر
 کے پیچھے آگئی اسوقت فتح جنگ خان نے کیرت سنگھ کو اپنا رفیق بنایا اور نہایت
 بہادری سے مقابلہ کیا اور جدال و قتال کر کے دشمنوں کو بھگا دیا اور سرخروئی حاصل کی۔
 جب بادشاہی لشکر اطراف بجا پور میں پہونچا تو ایک نئی قیامت ناک واقعہ پیش آگیا
 کہ فتح جنگ خان کے بھائی سکندر خان مخاطب صلابت خان راجہ جیسنگہ
 کے لشکر سے ملنے کے لیے قلعہ پر نیدہ کی طرف سے آ رہے تھے چار کوس قلعہ سے
 آگے بڑھے ہونگے کہ شہزہ خان مدوی کو انکے آئینکی خبر مخبروں سے معلوم ہو گئی تو
 اسنے کھلا بھیجا کہ یہاں اگر ہرے ملاقات کریں سکندر خان نے بمقتضائے راستبازی
 یہ جواب دیا کہ ہمارے تمھاری ملاقات کا موقع تو میدان جنگ میں ہے شہزہ خان یہ
 جواب سنکر مع چھ ہزار سوار و نکلے انکے سر پر آگیا سکندر خان بچا رہ کے ساتھ کل
 ایک سو سوار تھے جنہیں چالیس سوار انکے ماتحت تھے اور ساٹھ سوار انکی رفاقت میں

پرنیدہ سے آئے تھے جب دشمن ان کے نزدیک آئے تو وہ ساٹھ سواروں کے ساتھ آئے
تھے جدا ہو گئے مگر سکندر خان کو شجاعت اور سپاہگہری کی غیرت دہن گئی ہوئی اور انھوں
نے دشمن کے گروہ سے منہ پھیرنا گوارا کیا اور کہاں دلاوری و مردانگی سے مع اپنے
چالیس سواروں کے جو سپاہیک ل تھے گھوڑوں سے اتر پڑے اور نہایت جان بازی سے
مقابلہ کیا اور بہت سے ان نامردوں کو تلووار کے گھاٹے اتار دیا آخر کار اپنا نقد جان بھی
نثار کر دیا اور سب شہید ہو گئے سکندر خان کا بیٹا معہ اور دو شخصوں کے زخمی ہو کر
میدان جنگ میں گر پڑا تھا اسے دشمن اٹھالیکئے اور شولا پور کے قلعہ میں بھیج دیا۔
جنگ جیپور میں لکھنؤ شام کی وقت نواب لیر خان راجہ جیسنگہ دشمنوں کو سپاہ کے پڑاؤ
کی طرف آ رہے تھے کہ فتح جنگ خان کا ہاتھی صدمہ بان سے زخمی ہو کر چھپے گیا تھا
اور پریشان پھر رہا تھا شہزادہ خان اور خواص خان وغیرہ نے موقع پا کر اس ہاتھی کو
پہاڑی سے باندھ دیا جب راجہ صاحب موصوف کو اس بات آگاہی ہوئی تو وہ فوراً اپنی
تھوڑی جماعت پہاڑی پر پہنچ گئے جب مخالفوں نے دیکھا کہ راجہ کیسا تھا آدمی تھوڑا
ہیں تو ہاتھی چھوڑ کر وہ ان کی طرف مخاطب ہوئے اور راجہ صاحب لڑنا چاہا مگر صدمہ
فتح خان اور کیرت سنگھ بھی پہنچ گئے اور اس گروہ پر بجلی کی طرح گرے اور بہت سے
نامردوں کو مار کر خاک پر ڈال دیا اور ان کی جمیعت کو منتشر کر دیا جب غنیم بھلگے تو ایک
کوس اُنکا تعاقب کیا اس جنگ میں راجہ بھی باوجود اس وقار اور سرداری کے
چاروں طرف اپنے اہل لشکر کے پاس پہنچتے اور خوب بہادری کے جوہر دکھاتے رہے
ماثر الامر میں لکھا ہوا ہے کہ فتح جنگ خان کا ہر ایک بھائی بھی شجاعت اور بہادری
میں بی نظیر اور ذی عزت تھا پر گنہ جامیزہ جو خاندیس کے متعلق ہے وہ فتح جنگ خان کی



نواب عزیز خان چغتآ

اجاگیر میں تھا اور اس طرف کے اکثر مضافات انکی زمینداری میں تھے موضع پیرمی کو جو فروپور سے آٹھ کوس پر برہانپور کے اثنائے راہ میں واقع ہے خانموصوٹ اپنا وطن قرار دیتا تھا اور اسکو آباد کیا تھا انکی اولاد بھی اُسی جگہ آباد تھی تاج خان انکے فرزند یونہایت صاحب عزت اور باوقار تھے عالمگیر کے آخر عہد تک زندہ رہے اسکے بعد جب سلاطین تیموریہ کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور امورات مملکت میں بے انتظامی پیدا ہوئی تو وہ موضع انکی جاگیر سے نکال لیا گیا اور انکے خاندانکے اعزاز میں انکی کے آثار شروع ہو گئے مگر زمینداری کی حیثیت سے اسپر انکے ورثا قابض رہے تھے الہ داد خان جو فتح جنگ خان کے داماد تھے وہ قصبہ منگلہ شاہ بدر الدین میں سکونت گزین تھے اور اپنی حویلی کا دروازہ نہایت عالیشان تعمیر کرایا تھا جنہیں انکی اولاد آباد تھی۔

نواب عزیز خان بہادر چغتیا ہفت ہزاری

آپ نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے فرزند اور نواب لیر خان بانی شاہ آباد کے داماد و بھتیجے تھے بڑے مہذب نہایت مدبر شجاعت میں متمیز ہوئے نواب بہادر خان کی اولاد میں جسقدر انکو عروج ہوا اسکیونصیب نہوا یہ ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار دو آسہ اسپہ کے منصب کو پہنچے اور صوبہ داری اکبر آباد پر سر بلند ہوئے انھوں نے بڑے کامیابی سے کئی عمارتیں بنوائیں چنانچہ جامع مسجد شاہجہانپور انھیں کی تعمیر کرائی ہوئی ہے مقدرت اور حمیت کا یہ عالم تھا کہ ذرا ذرا سی باتوں پر لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالے

نواب عزیز خان داماد لیر خان علیہ عالمگیری بعد محمد شاہ بکراتب ہفت ہزاری و پھوسہ داری اکبر آباد سرفراز بود و بعد از ان عزیز خان رکن الدین سلطنت و رفیق سلطان معز الدین بود۔

پہنچا نہ انکے بھتیجے نواب بن الدین خان جو حقیقتاً یا نجف لکے آوارہ اور دیوانہ بن گئے تھے اور جابجا اعلانیہ طور پر بدزبانی کرتے پھرتے تھے جب ان سے یہ ناخوش ہو گئے تو اس وقت دو لاکھ روپیہ صرف کر کے اور بادشاہی وقایع نگار و نگوہوار کر کے تانخی فرخ سیری سے امکان نام نکلوا دیا۔ نواب عزیز خان کی تصویر سے بھی شان شوکت امارت کے آثار پا پے جاتے ہیں قسم سے دنیاوی جاہ و چشم پلینکے ساتھ انکو عمر بھی بڑی ملی تھی اور تازہ سیت زمانہ برابر موافق رہا شاہجہان بادشاہ کے عہد سے محمد شاہ کے عہد تک یہ زندہ رہے اور گنایب عالمگیر محمد معظم شاہ عالم الخطاب بجا در شاہ معز الدین جہاندار شاہ سلطان فرخ سیر محمد شاہ بادشاہ انکی قدر و منزلت کرتا رہا اور خوش نصیبی سے کوئی انقلاب انکے خلاف نہوا اور ہر ایک بادشاہ انکے موافق رہا۔ بعد انتقال نواب بہادر خان کے خود شاہجہان بادشاہ نے جسکو نواب بہادر خان کی اولاد سے بوجہ انکی قدیمی رفاقت کے بہت انس تھا انکو منصب ابوہر سے سرفراز کیا تھا۔ نواب صاحب صوف شاہجہان بادشاہ کے سلطنت میں بحقام دہلی پیدا ہوئے اور روایت یہ مشہور ہے کہ انکی مان خاندان شاہی کی لڑکی تھیں جو شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کے قتل کے بعد نواب بہادر خان کو خطاب چنتا مرحمت فرمائیے وقت نکاح میں ہی تھی۔ کتاب ہمارا البحر میں امکان نام صاحبہ خاتون لکھا ہوا ہے اس خاندان کے اشخاص یہ روایت مستند سمجھتے ہیں مگر بعض لوگ سہیں اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکی مان قوم کی چھانی تھیں بلکہ بعض لوہانی قوم کی بتلاتے ہیں انشاء علم بہر کیف یہ شاہجہان بادشاہ اور عالمگیر کے مقرب تھے یہ عہد عالمگیری میں اپنے شباب کو

۱۷ عزیز خان ازبک عداوت ازبک بن الدین خان داشت دو لک روپیہ خرچ نمودہ وسی فراوان کردہ وقایع نوایسان را جموں
ساختہ از ابتدائے تا آخر نام و نشان و غیر خواہی و جانفشانی زمین الدین خان دیگر پیران و خارج کنائیدہ لہذا نام آہنہا تواریخ
منہج سیری مندرج نیست - اخبار محبت -



نواب عزیز خان

یہونے اور شجاع کے جوہر دکھلائے جب قلعہ و انکڑہ انھوں نے عالمگیر بادشاہ کے ساتھ
جا کر فتح کیا ہو تو اورنگ زیب عالمگیر نے اضافہ منصب کے ساتھ انکو آبائی خطاب چغتائی بھی
مرحمت کیا تھا چنانچہ مصمام الدولہ شاہنواز خان نے کتابی اثر الامرائین لکھتے ہیں کہ
میر کے ازپسران بہادر خان عزیز خان بہادر است کہ بسال چل ہوسم
عالمگیری در محاصرہ و انکڑہ مصدر تردد شدہ و بحر حمت افزایش لفظ
چغتائی در خطاب سرمایہ افتخار اندوخت۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ انکو پیشگاہ بادشاہی سے بہادری کا خطاب بھی عطا ہوا تھا کیونکہ
جب تک خانی یا بہادری کا خطاب نہیں ملتا تھا نام کیساتھ کوئی شاہی مورخ یا الفاظ نہیں لکھ سکتا
تھا۔ اس خطاب کے متعلق مائر عالمگیری کے صفحہ ۱۸۵ میں محمد ساقی الخاطب بہستعد خان شاہی
منشی قیصر نے کہ عزیز خان بہادر و ولہ بک مرمت افزایش لفظ چغتائی کہ خمیر یا
سرفرازی بہادر خان پدرش بود زیب و اذین بخت و دولت افرو۔
اور یہ بھی اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ بالا میں تحریر ہے کہ اس وقت عزیز خان کا منصب دو ہزار و
پانصدی تھا پانصدی کا اور اضافہ کر کے عالمگیر نے سہ ہزاری منصب پر سرفراز
کیا اصل عبارت یہ ہے عزیز خان بہادر چغتائی اصل دو ہزار و پانصدی
اضافہ پانصدی یافت۔

اسکے بعد تدریج یہ ترقی پاتے رہے اور محمد شاہ کے عہد میں ہفت ہزاری منصب کو پہونچ گئے
قلعہ و انکڑہ جسکی فتح میں انکو اپنے ہمچشمونین شاہی نسل کے خطاب سے سرفرازی حاصل ہوئی اسکا
مختصر حال یہ ہے کہ یہ قلعہ بمقام سکر ایک گوہ کے دہن میں واقع تھا اسکے زمیندار پیم ناک نے
جب عالمگیر کے خلاف تانا شاہ کو مدد دی تو عالمگیر نے اس پر عتاب کر کے یہ قلعہ چھین لیا

اور اسکے بھتیجے مسے پر یا کو دیدیا سننے قلعہ کا حصار وغیرہ مستحکم کیا اور چودہ ہزار سیرا لیا اور چار پانچ ہزار سوار فراہم کر کے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کر لیا اور بادشاہ سے باغی ہو گیا اسکے بعد جب بادشاہ پونا کے قلعوں کی تسخیر کو گیا اور ساڑھے سات مہینے سہڑف قیام رہا تو اس باغی کے فساد اور تہردی کی روزخبریں آتی تھیں اس لیے اورنگ زیب نے قلعہ وانکرہ کی تسخیر کا ارادہ کر دیا اور وہاں مع لشکر کے پہونچ کر ایک کوس کے فاصلہ پر خمیہ لگایا امرافوج لیکر قلعہ کشانی پر مصروف ہوئے ایک روز صبح کو محمد امین خان بہادر و قلیچ خان فیروز جنگ و غریزہ خان بہادر بطریق طلائیہ کے سیر کرتے ہوئے ایک پشتہ پر جو لال ٹیکری کے نام سے مشہور تھا اور وہاں کچھ قلعہ جہا بھی ہوا تھا پہونچے اور سب کچھ اپنی مخالفت کی جماعت تھی سب کو تہ تیغ کیا اور اس پشتہ پر مورچاں قائم کر نین مصروف ہوئے اس عرصہ میں دشمن حصار سے نکلے اور ہر طرف سیل بلا کی طرح پستی و بلندی پر پہونچے اور ہجوم کر کے بادشاہی بہادر و سپہ نرغہ کیا ان جو اندرون نے بہادری کی شرط کو خوب

ملایا۔ کاپے چون قلیچ خان بہادر و محمد امین خان بہادر و غریزہ خان بہادر و ہر دست جو ان پشتہ لال ٹیکری کو بند و اگر کشش کوہ نشینان پس ستوہ متصرف نہ نہ ہونے ان خبر یا ختمہ ہجوم آوردند و پشتہ گیران از سنگ باران آفت محال اقامت نہادند بہادر باہنا ز قابو بہادی کردہ بودند و ماثر عالمگیری صفحہ ۳۹۔ محاربات عظیم میان آمد و از ہر دو طرف جمع کثیر شہید و کشتہ و زخمی میگردیدند تا آنکہ روزے وقت طلوع شد عظیم محمد امین خان و چون قلیچ خان بہادر و غریزہ خان و ہر دو خلاص خان میاند کشتہ و قتل و تباہی و جان بطریق طلائیہ اطراف چری نمودند و پشتہ لال ٹیکری بشہرت داشت و بارہ سر کو بہ حصار آن معمولہ بود جلوز رسیدہ جمع از برقدان از آن را کھانجا بہان آن مکان بودند بضر بٹمشیر و تیر و کیم فرستادہ از پیش برداشتہ بقدر مورچاں قائم و نزدیک رستمانہ نظر آوردند تا پنج خانی خان قلی صفحہ ۳۳۔ و از طرف دیگر ذوالفقار خان بہادر و غریزہ خان و ہر دو متصرف خان وغیرہ حمل آوردند و جنگ صعب واقع شد زمانہ شور و محشر گردید۔ جمعے از ہر دو طرف کشتہ و شہید گشتہ و بہادران بیکدیگر ہلے متواتر ابتدا پشتہ کہ بالائے آن باز آرد و بدست آوردند و مورچاں قائم نمودند و آن یکیشان رو بفرار آوردند و کوہ نور دان زیادہ از یک کردہ تعاقب نمودند و بسیارے کفار عطف تیغ گشتند و زخمی گشتند و لاوران بر فرار کردہ برآمد نزدیک دروازہ نشان فتح برداشتہ شاہنشاہ نامہ تسلیم صفحہ ۳۳۔

اد کیا مگر کوئی فائدہ نہوا جانتان گولون کے اولے برس رہے تھے اور قیامت ناک
 لڑائی ہو رہی تھی اس اثنا میں محمد امین خان کے گھوڑے دو نون پاتون قلعہ خان
 کے گھوڑے کا اگلا سپر اور گیا دو نون امیر پیادہ ہو کر خدا کا شکر بجالائے کہ ہماری تہجان
 تو بچ گئی۔ اس مہم میں بڑی بڑی مصیبتیں پیش آئی تھیں بادشاہ دشمن کی بد عہدی سے
 وہو کا کھاکر گھر گیا تھا ایک روز گولہ رس مقام پر قصد جا کر اسنے قیام کیا تھا کیونکہ وہاں
 کے دلیں عرصہ سے آئے تھیں کہ کسی جہاد میں شریک ہو کر شہید ہوں مگر امن نے اپنے
 سینوں کو سپر بنا کر دشمنوں کا ایسا مقابلہ کیا کہ ایک قیامت برپا کر دی تھی اس جنگ
 میں بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک شقہ لکھ کر بخشی المملکت والفقار خان نصرت جنگ
 کے پاس اس مضمون کا کہ لے یاری وہ بلیسان زود خود را برسان بھیجا تھا
 اور انکو اورنگ آباد سے بلایا تھا اور بجائے وانکڑ کے قلعہ کا نام رحمن بخش لکھا گیا
 اس معرکہ میں نواب عزیز خان نے بڑی بہادری کو دخل دیا تھا اور فتحیابی کے
 صلہ میں خطاب و ترقی منصب و رعزت و نیکنامی سے سربلندی پائی تھی۔

تاریخ اخبار محبت میں ہے کہ نواب عزیز خان بہادر بڑے بیدھڑک اور درویش

ملے در وقتیکہ صور حال ہرج و مرج میں پوشیدہ و ہمہ سرداران پائے تخت چہ از صغیر چہ از کبیر و رضامندی خود داشت نمودہ
 مگر دوسرے ازان نواب نظام الملک دیکرے نواب عزیز خان خود بانکودہ عزیز خان جواب صاف دادہ رو بر وسید عبد اللہ خان
 وسید حسین علیخان بر ملا گفت کہ اے حاضرین مجلس آگاہ شوید کہ من ملازم سلطانی و تابع تاج و تخت ہندوستان ام و از ایک مدت
 مدید بزرگام خود و پدر من مرا تہ تجارت یافتہ و ما خود از عمد شاہجہان بادشاہ تاسلطان فرخ سیر پنج با شاہ لال حضرت تلمو دیدہ و ملک
 خوردم و از رونیکہ انقلاب غائی جناب لودی و دریا خان افغان غریبا خیل معہ ہزار کس یکبوری در محاربات قبل رسید و چون کس
 از اہلادبیر خاں خان سپہ سپہ سالار دریا خان جان بخشی یافت و بیعت شاہجہان نمودہ ازان روز تا امروز ازان ہرچ
 قصورے و کار بادشاہی از ملک حرامی و یا وجہاں ساری و یا گاہے پشت در محاربات ندادہ کہ امہت کہ در خواہت و جیات
 از من کند کہ خود ہر امینان خود و داران موجودہ پائے تخت و رسلک ملک حرامی آوردن چہ مناسب معاذ اللہ تا وقتیکہ
 بندہ و سلطان فرخ میر سلامت ست این سپاہ ہے تابع امر و است ہر چہ او حکم فرماید یا آرم و دیگر کلام بزبان گفت و بر کشت
 در دل عبد اللہ خان اندیشہ گذشت کہ کیے خیر خواہان بہ بہانہ باطراف مملکت پر آگندہ ساخت ۱۲۔ از اخبار محبت

اور صاف گوئے سردار بھی خٹکوں کی سے نہیں رکتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے حسین علیخان اور عبداللہ خان سادات بارہہ جو امورات سلطنت پر حاوی ہو گئے تھے اور بادشاہ گرمشہور تھے جب انھوں نے فرخ سیر بادشاہ کی معزولی کی صورت حال لکھی اور فرخ سیر کو متعذر کرنا چاہا تو مختصر پر تمام اراکین دولت سے دستخط کر لے مگر صرف دو شخصوں نے اس صورت حال پر اپنی مہرین نہ کیں ایک انجمن نواب نظام الملک آصفیہ اور دوسرے نواب عزیز خان بہادر تھے جب ان صاحب موصوف سے سادات بارہہ نے اس امر کے بابت کہلے تو نواب عزیز خان نے سردار حسین علیخان و عبداللہ خان سے یہ تقریر کی کہ اے حاضرین مجلس آگاہ ہو کہ میں ملازم سلطانی تابع تخت و تاج کا ہوں مدت دراز سے میرے بزرگوں نے امارت پائی زمانہ نور الدین جہانگیر بادشاہ سے میرے مورث دربار میں حاضر ہوئے اور خود میں شاہجہان بادشاہ کے عہد سے سلطان فرخ سیر کے عہد تک پانچ بادشاہ خاندان تیموریہ کے دیکھے اور انکا نام کھایا انقلاب مانہ سے جب خانجہان خان لودی اور دریا خان ایک ہزار یکھدی افغان کیساتھ قتل ہوئے اور صرف پانچ شخص انجمن سے بچے تھے جنہیں دوسرے خانجہان خان کے اور تین سپر میرے جد نامہ دریا خان کے تھے جنکی جان بخشی شاہجہان بادشاہ نے کی تھی اور جسروز سے انھوں نے شاہجہان بادشاہ سے بیعت کی اسروز سے آج تک کوئی تھوڑا سا بارگاہ شاہی میں سرزد نہیں ہوا اور نہ کسی نے کبھی کسی معرکہ میں پیٹھ دکھائی کون ایسا شخص ہے کہ جو مجھ سے کوئی بیجا درخواست پیش کرے کہ ناجائز مطلب حاصل کر سکتا ہو خود اور نیز پلے تخت کے دوسرے سردار و کنونک حراموں کے زمرہ میں تسلک کرنا یہ نہایت نامناسب بات ہے معاذ اللہ جب تک بندہ زندہ ہے اور سلطان فرخ سیر زندہ ہے

یہ سپاہی اسکے حکم کا تابع رہیگا جو کچھ وہ حکم صادر کریگا بجا لائیگا اسی قسم کے دوسرے کلمات بھی نواب صاحب مدوح زبان پر لائے اور طول طویل تقریر کر کے دربار سے اٹھ آئے۔

عزیز خان بہادر جب تک سلطان معز الدین تخت نشین ہوا اسکو سلطنت کا وارث جانتے رہے اور انکی اطاعت کرتے رہے اسکے بعد فرخ سیر حقدار و مالک سلطنت کا قرار پایا تو اسکے خلاف کارروائی و سازش نمک حرامی سمجھے۔ سادات بارہہ کے دلیمن اسی دنگ انکے خاندان کی طرف سے مخالفت کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اسبوجہ سے انھوں نے جتنے خیر خواہ سلطان فرخ سیر کے تھے سب کو پائے تخت سے ہٹا دیا تھا اسکیو جاگیر پر بھیجا یا اسکیو کسی صوبہ پر تبدیل کر دیا اور وہ شطرنج کی سی چالیں چلے، مگر نواب لطف اللہ خان سالہ داد جو نواب زین الدین خان کے بیٹے اور نواب عزیز خان کے بھتیجے کی اولاد میں تھے وہ در دولت پر رہ گئے تھے جسروز فرخ سیر کی معزولی کا ہنگامہ پیش ہوا تو وہ مسلح ہو کر معز کی ستوار سے نکلے جو انکے ماتحت تھے لڑتے ہوئے اور مخالف جماعت کو قتل کرتے ہوئے نثار خاد بادشاہی تک پہنچ گئے تھے مگر سادات بارہہ کیساتھ ہزاروں آدمی تھے وہ اپر ٹوٹ پڑے اور یہ آخر میں لڑ کر قتل ہو گئے مگر جب تک تن میں دم رہا انکی مفسدہ پردازی میں شریک نہ ہوئے

محار غنم شاہ اور شاہ عالم میں بھی نواب عزیز خان نے بڑی بہادری دکھائی ہے جب غنم شاہ قتل ہو گیا اور شاہ عالم معروف بہ بہادر شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو مثل دیگر امر کے نواب عزیز خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سرفراز کیا ہے جسکی صراحت ہم نواب کمال الدین خان کے تذکرہ میں تحریر کر آئے ہیں۔

یہ امر بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ مثل نواب دلیر خان اور نواب بہادر خان کے نواب عزیز خان نے بھی میدان جنگ میں منہ نہیں پھیرا اور اکثر جگہ کامیاب ہی پھرے

ایک مرتبہ اتفاق وقت سے کل بادشاہی لشکر بھاگ گیا مگر عزیز خان بدستور اپنی جگہ پر کھڑی رہے جب کل معاملات لڑائی کے ختم ہو گئے تو یہ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اس وقت سیر کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہ عالم بہادر شاہ نے پانچ برس حکومت کر کے انتقال کیا تو ہنگا بڑا بیٹا معز الدین جہاندار شاہ تخت نشین ہوا اس نے بھی نواب عزیز خان کو اضافہ منصب سے سربلند کیا اس بادشاہ کی خدمت میں انکو بڑا تقرب حاصل ہوا اور خاص رفاقت کا بہ عنائیت ہوا حتیٰ کہ یہ محسوس ہوا کہ انکے بھتیجے نواب بن الدین خان جو نواب غیرت خان کے بیٹے اور نواب بہادر خان کے پوتے تھے وہ ان سے نہایت عداوت رکھتے مگر چونکہ عزیز خان رکن سلطنت اور سلطان معز الدین کے رفیق تھے اور بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل رکھتے تھے اس لیے انکی کچھ نہیں جلتی تھی لیکن نواب بن الدین خان تحاسد اور غصہ سے اعلانیہ کہتے تھے کہ ہم سلطان معز الدین کو بادشاہ نہیں جانتے ہیں ہمارا بادشاہ فرخ سیر ہے اور اسی خیال سے انھوں نے شاہجہانپور میں عید کے دن خطبہ بھی فرخ سیر کا پڑھا وہ پانسو سو اور پیادہ و نکو ہمارا لیکر شاہجہانپور سے فرخ سیر کی امداد کو بنگالہ گئے اس زمانہ میں فرخ سیر جو شہزادہ عظیم الشان کا فرزند تھا اور وہ بنگالہ کا ناظم تھا جب بن الدین خان بنگالہ میں فرخ سیر کے حضور میں پہنچے اور ملازمت حاصل کی تو عرض کیا کہ جب تک پیش خمیہ حضور کا سلطان معز الدین سے جنگ کے قصد سے باہر نہ کلیگا غلام اپنی کمر نہ کھولے گا اگرچہ فرخ سیر کو ہنوز سبارہ میں چندے توقف تھا مگر ان غلاموں کو اپنا رفیق اور اس فوج کو نعمت خداداد سمجھ کر جہدہ لشکر بجالایا اور اسی وقت نواب بن الدین خان کی خاطر سے اپنی رائی پھر نکلوئی اور نواب بن الدین خان کی سپاہ کے خرچ کے لیے بند لکھنڈ کی جاگیر مقرر کی اور اسکی سند بھی انکے نام لکھی چنانچہ انھوں نے اسی سند کی بنا پر سلطان معز الدین کے

عالم کو نکال بھی دیا تھا اور اپنا قبضہ کر لیا تھا القصہ فرخ سیر سلطان معزالدین کے ساتھ
 جنگ کر نیکے قصد سے بنگالہ سے دار الخلافہ کی طرف روانہ ہوا اور نواب بن لدین خان
 ہمراہ ہوئے سید عبداللہ اور سید حسین علی جو سادات بارہہ سے تھے اور خانی کے خطاب سے
 مخاطب ہوئے یہ دونوں بھائی نہایت دلاور تھے ایک صوبہ وودہ اور دوسرا صوبہ الہ آباد
 کا ناظم تھا لہذا ان دونوں کو سلطان معزالدین نے معزول کر دیا تھا اور وہ بیکار بیٹھے تھے وہ
 بھی حاضر ہو کر نواب بن لدین خان کے توسل سے فرخ سیر کی ملازمت میں مشرف ہوئے
 اس دوران میں جو خزانہ کہ بنگالہ سے دار الخلافہ کو جا رہا تھا وہ بھی الہ آباد میں فرخ سیر کے
 قبضہ میں آ گیا محمد خان نگیش فرخ آبادی مع چند سواروں کے حاضر ہو کر ملازم ہوئے غرض کہ سلطان
 فرخ سیر اپنی جماعت بڑھاتا ہوا دار الخلافہ آگے کے قریب پہونچ گیا اور سلطان معزالدین
 کو اسکے آئینی خیر ہو گئی پیشتر سے اپنے بڑے بیٹے اعزالدین کو فوج جہاز کے ساتھ مقابلہ
 کو روانہ کیا اور شہزادہ کیسا تھا نواب مرتضیٰ خان عرف فتح پور خان ورنے کے بڑے بھائی
 نواب مصطفیٰ خان شاہ آبادی کو بھیجا جب دونوں لشکر مقابل ہوئے تو دھڑی حقیقش کے
 بعد شاہزادہ اعزالدین بھاگ گیا جسکا مفصل قصہ ہم تذکرہ مرتضیٰ خان میں تحریر کر چکے
 ہیں جب اس فرار کی خبر سلطان معزالدین نے سنی تو خود ایک بڑا لشکر لیکر فرخ سیر کے
 مقابلہ کو آیا سلطان معزالدین کی طرف سے خانبہان بہادر کو کلتاس فوج کا ہراول ہمت اور
 نواب عزیز خان بہادر فوج کے چند اول تھے اور فرخ سیر کی طرف سے نواب بن لدین خان
 مقدمہ جنگیش تھے جو ہاتھی پر سوار تھے اور فیلبان کو نہایت قہر سے ڈٹے جلتے تھے کہ
 کہ ہمارا ہاتھی آگے بڑھائے جا اور قریب خانبہان بہادر کے پہونچا دے اور دوسری فوج
 میں ہر کہ بار بار فیلبان سے کہتے تھے کہ ہو وہ ہمارا چچا عزیز خان کے ہو وہ کے برابر کر دے

غرض کہ یہ آگے بہت بڑھنے پر تیر و گولی کی لڑائی شروع ہوئی اسکے بعد نیزہ و تلوار کی ہوتا
 پہونچی خوب جدال و قتال ہر پارہا نوابین لدین خان چودہ زخم کھا کر جان بحق ہوئے
 اور سلطان معزالدین کی طرف سے خانجمن کو کلکتا سے بھی امیر الامراذوالفقار خان کے تباہ
 مارا گیا لڑائی دو نو طرفہ برابر تھی ہزار ہا آدمی مجروح و قتل ہوئے سلطان معزالدین کی جانب
 اسکی مشوقہ لعل کنور تماشہ جنگ کی غرض سے معہ اپنی خواصونکے جو پانسو ہاتھیوں پر سوار تھے
 ایک نشیب کی زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور امیر الامراذوالفقار خان ایک کھ سوار چار لکھ
 ہوئے علیہ کھڑا تھا اور نواب عزیز خان بہادر سلطان غول میں کچھ فاصلہ پر بے حرب
 حرکت یورش کیلئے سلطان غول منتظر کھڑے ہوئے تھے اور نیزگی زمانہ کا نظارہ کر رہے تھے
 اتفاقاً نواب نظام الدین خان لطف اللہ خان پسران نوابین لدین خان مقتول اور
 نواب محمد خان نگیش اور سادات بارہہ نے ادھر ادھر کھڑے دوڑے دیکھا کہ لعل کنور معہ
 خواصونکے ہاتھیوں پر سوار ہوئے اور نشیب میں کھڑی ہوئی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہی ہو اور تھوڑے
 سوار اسکے ہمراہ ہیں ان بہادر و زمین باہم صلاح ہوئی کہ انپر حملہ کرنا چاہیے فیلباؤن نے
 یہ حال دیکھ کر ہاتھی بھگے جب یہ ہاتھی سلطان معزالدین کی طرف سے نکلے تو بادشاہ نے
 اپنے ہمراہ جو ہاتھی جنگی تھے انکے فیلباؤن کو حکم دیا کہ ہاتھی دوڑا کر بھاگتے ہوئے ہاتھیوں کو روکو
 اور آگے نہ بھاگنے دو چنانچہ حسب حکم ہزار ہا ہاتھی فیلباؤن نے سدراہ ہونیکے لیے دوڑے
 ناگاہ ان ہاتھیوں کے ہمراہ قاصد بادشاہ معزالدین کی سواری کا ہاتھی بھی سبھاؤں کو بھاگا

لعل کنور مشوقہ سلطان معزالدین پر اسے یہ تماشہ جنگ باحلقہ یا قصد زخمی فرمائی نشیب ستادہ بود امیر الامراذوالفقار خان کو
 ایک لاک سوار چار ستادہ نواب عزیز خان غول فاصلہ دور بے حرب حرکت ستادہ منتظر علیہ یورش سلطان پتاشے نیزگی سکر دور غول خاص
 سلطان معزالدین بود و مقابل آہن بادشاہ خان و حسین علیخان بہادران سادات بارہہ دور تر و مشغول بیچے ہر دیکھے غالب ہند
 ہنگامہ نظام الدین خان و لطف اللہ خان سپہا ناختمہ طرفہ ماجاؤن لعل کنور یا قصد سوار فلان کہ بران انفرسا ہوا مصاحبہ خود باہر
 سواران و نیزگی نشیب ستادہ تماشے جنگ میگردان بہادران باخود صلاح کردہ حملہ آور شدہ اخبار محبت

ہر چند کوشش کی مگر وہ نر کا جب فوج نے بادشاہ ہی ہاتھی کو بہا گئے ہوئے دیکھا تو کل لشکر بھی بھاگ گیا مگر امیر الامراء و الفقار خان و نواب عزیز خان بہادر بہستورانی جگہ پر کھڑے رہے نواب نظام الدین خان بھی زخم کاری کھا کر گرے اور سبھی بہا کر کیا دی ادا کر کے اپنے والد نوابین الدین خان کی رفاقت میں ملک سے مکرور واپس ہوئے اس وقت میں فرخ سیر کی فتح اور سلطان معز الدین کی شکست ہوئی اور فتحیابی نواب نظام الدین اور سادات بارہہ کے نام سے مشہور ہوئی نواب لطف اللہ خان فرخ سیر کے حضور میں فتح کی بہا کر کیا دیا لائے اور سلطان فرخ سیر نے ان کے باپ بھائی کی لاش اٹھانے کی پالی مرتحت فرمایا بعض مورخ اس شکست کی وجہ سلطان معز الدین کے بعض امرا کی سازش اور بعض راوی خانبھان کے قتل کے مشاہدہ سے خود سلطان معز الدین کا خون کھا کر بھاگنا بیان کرتے ہیں اصل کلام یہ ہے کہ نواب عزیز خان کی ثابت قدمی میں نہیں نہ آیا باوجودیکہ لشکر بھاگ بھی گیا مگر آخر تک اپنی جگہ سے نہ ہٹے شکست فتح تقدیر الی سے ہو کر تھی ہی نہیں کسی کا اختیار نہیں مگر کسی امیر کا ثابت قدم رہنا اسکے لیے قابل ہوتا ہی جیسا کہ میر تقی میر نے اس امر کے حسب حال شعر لکھا ہے شکست فتح نصیبو ہے وے اے میر و مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا ابھی چند سال فرخ سیر تخت سلطنت پر بیٹھ کر حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے اپنے خلاف پاکر کے سلطنت سے معزول کیا اور یکے بعد دیگرے محمد شاہ کے تخت نشینی کی نوبت پہنچی اس بادشاہ کے عہد میں نواب عزیز خان بہادر کی قدر و منزلت اور بھی زیادہ ہوئی تا کہ تخت سلطنت میں ہے کہ نواب عزیز خان داماد دلیہ خان جو امرائے عالمگیری سے تھے وہ محمد شاہ

امیر الامراء و الفقار خان عزیز خان بقا میلہ ساہوہ جو چچان ساہوہ مانہ ۱۷۸۴ء اخبار بیت ۱۵ نواب عزیز خان جون اماد دلیہ خان

جنگ کیلئے بادشاہ کے پاس آئے تو عزیز خان بھی کیا ناز و کنج ساتھ میں بادشاہ کے حضور پہنچے اور تاریخ خافغان قلمی کے صفحہ ۵۰۵ میں ہے کہ محرم سلسلہ جلوس محمد شاہی کو بادشاہی لشکر موضع شاہپور میں خمیڑن تھا کہ امرائے لشکر ترتیب میں مصروف تھے اور محمد شاہی لشکر قدامت الملک کے لشکر سے نعت، بلکہ اس سے بھی کم تھا سیف الدولہ عبد الصمد خان بہادر دیر جنگ اور راجہ و میراج جیسٹیک کے آئینکا انتظار ہو رہا تھا کہ نواب عزیز خان بہادر اور بادشاہ عزیز خان بھی اپنی بانیار جاعتوں سے محمد شاہ کی ہمرکابی میں حاضر ہوئے اور علم فدویت کا اٹھایا پھر چند امرائے لشکر اس محرم میں شریک بنے سکے محمد خان بنش البتہ دو تین ہزار سوار وٹے اگر شرف پاؤسی سے مشرف ہوئے قتل ہو کہ محمد خان بنش فرخ آبادی کہ اس زمانہ میں وہ منصب ہزاری کو پہنچے تھے ایک روز نواب عزیز خان کی ملاقات کو آئے نواب صاحب موصوف نے انکی تعظیم و توقیر انکے مرتبہ کے موافق کیا جب محمد خان کی نظر نواب عزیز خان کی پشت کی طرف پڑی دیکھا کہ عبد الحمید نواب عزیز خان کا تہنہ نواب صاحب کے سر پر جو چھل ہلا رہا ہو محمد خان بنش نے اسے پہچانا اور فوراً کھڑے ہو کر عبد الحمید کے سامنے بھرا بجالائے نواب عزیز خان نے عبد الحمید سے پوچھا کہ تو اسنے کہا انکی وقفیت رکھتا ہو اسنے عرض کیا کہ جس زمانہ میں فدوی صوبہ اودھ کی حکومت کی نیابت پر مامور تھا یہ خانصاحب فدوی کے یہاں بعد جمعداری ملازم تھے اسروز

۱۰ محرم محرم کرام لازم موضع شاہپور میں میراج لشکر نظام شاہ و الامقام گردید امرائے عظام باہتمام ترتیبی طور پر جلوس ہوا تاکہ فرج بادشاہ غازی انصاف لشکر حضور کم بود و انتظار رسیدن سیف الدولہ عبد الحمید خان بہادر دیر جنگ راجہ و میراج جیسٹیک و شہد عزیز خان و ہلا بازہ خان سوائی جمیع از ہریانہ جاننا زور کا بنظر انتساب حاضر آمدہ علم فدویت بروقت ۵۰۵ تاریخ خافغان محمد ہاشم بسبب بعد مسافت بعض وقتوں زبان و بعضے موانع بروقت کار نہ رسیدند و سوائے محمد خان بنش کہ بادشاہی سوار بحضور رسیدہ عداوت ملازمت حاصل کر وہ بود۔ خانی خان۔

کبھی عزیز خان چغتائے محمد خان کی تعظیم نہ کی اور نہ کبھی محمد خان گنیش نے اس امر کی لاشہ شکایت کی فیما بین نوابانیش اور خاندان نواب بہادر خان کے بہت دوستانہ مراسم ہیں نواب عزیز خان کی بیوی مسماۃ حسنا بی بی جو نواب لیر خان کی بیٹی تھیں انکے بطن سے ایک صاحبزادہ تھو ر خان ورتین صاحبزادیان مندرجہ ذیل پیدا ہوئی تھیں تھو ر خان کو محمد شاہ نے خان بہادر خان کا خطاب دیا تھا نواب عزیز خان کی بیوی کے نام یعنی نواب کمال الدین خان عرف ستم خان نے اپنی بہن کو ایک مبلغ موضع مرید پور میں دیکر اسکی سند بھی لکھی ہے جسکی نقل بطور یاد دہانی کے حاشیہ پر درج کر دی گئی ہے۔

نواب غزیر خان کی وفات ۱۱۷۲ھ میں قضاے طبعی سے ہوئی
اور یہ زمانہ محمد شاہ کی سلطنت کا تھا انکی رحلت کا مادہ تاریخی (بجنت رفت) ہے
جسکو راقم نے یوں موزون کیا ہے ۵

ازین دیار پورخت حیات را بر بست
ندار سید ز باغ گل بخت رفت

شیعاع وصاحب غیرت عزیز خان حصید
بسال مرگ مظفرنودت کربلیغ

نواب عزیز خان اپنے خوائے ہوئے مقبرہ واقع بہادر کالج منحلات شاہجامپور میں مدفون ہوئے تو اسے برسی عمر ہوئی مشہور ہے کہ نواب بہادر خان کے فرج میں

سلف نقل سند فواکجاں الدین خان عن رحمہ خان بنام ہمشیرہ خود
 حالگیر بادشاہ مولفنی مہمہ دیان مہمات حال و استقبال پر گرنہ شاہ آباد
 محرم خاندانہ

چون مرغ منسوب به مردان علی پر کند که او از ابتدا به فصلی است که میگزارد و یکصد و از دوه فصلی بنام هم شیر و مقرر داده باید که مرغ مذکور
بصورت مشابه را نیاید و اگر آنکه محصول آن سال بسیار و قبض و تصرف نمود بماند و چه می تواند بود و از آنکه نتواند در نیاب
آنکه تمام و از آنکه سبیل اسطر و عمل آن در هر قدر مرغی تا پنج چهارم شهر رجب الثانی ساله نقل بدقت رسید.

انیت و غلبہ بہت تھا ذرا سی بات پر مقید اس خدمت لوگوں کو ذلیل کروا دیتے تھے
بعض اشخاص انکا نام عبدالعزیز خان بتلاتے ہیں۔

نواب عزیز خان کے فرزند خان بہادر خان بھی مغلوب الغنم و بہمت مزاج بیان
کیے جاتے ہیں یہ اپنے باپ کی وفات کے تھوڑے عرصہ کے بعد اپنے ماموں کے ہاتھ سے
قتل ہوئے انکو دوست محمد خان بازینیل کی بیٹی جو فضل خان کی ہمشیرہ تھیں بیابا تھیں
خان بہادر خان لا ولد رہے انکی بیوہ بیوی عرف بہو صاحبہ ودینی میاں بنت
عزیز خان سے بابت ترکہ عزیز خان اور خان بہادر خان کے بہت جھگڑا رہا اور زندہ بھاؤ
کی اس لڑائی کا فیصلہ محمد شاہ بادشاہ نے کر لیا تھابی بی میاں جو نواب لیر خان
کی نوہی تھیں بڑی تنظیم اور بہادر تھیں انکی مہرجو کاغذات پر ہے سین (ہمشیرہ خان بہادر
خان بنت عزیز خان بہادر جغتیا علیہ السلام اور شہ جلوس محمد شاہی) تحریر ہے

نواب عزیز خان بہادر جغتیا علیہ السلام کی وفات یافت و خان بہادر خان پسر بعد چندی نزدیک جہان آباد
ماموں آگئے شدو میاں بی بی بنت عزیز خان برتر کہ پورو برادر قاضی و منصف شد مسماہ ستارانی بی سوت بہو صاحبہ جو پرمغانی
شدوران زمان خدمت الضلع ابہ صاحب رام از حضور بادشاہ خلعت یافتہ بہ کام خدمت بادشاہ مسماہ ستارانی بی بی زوجہ
خان بہادر خان مرحوم بہ صاحبہ ام سہر و حکمرانہ مودکہ بہرہ شریع شریف انفصال کردہ دہندہ اگر میاں بی بی برین اضی نشود
رواندہ درگاہ سازند چون راجہ صاحبہ ام در قلعہ پرنہ کانٹ کولہ معستان بی بی از شاہجہان آباد رسیدہ بی بی میاں مستعد
پیکار شدہ با فوج جہانگیر لڑا با صاحبہ ام جنگ صعب رونمود بعد ستر بسا صاحبہ ام در رزم گاہ کشہ ستان بی بی رامقید ختہ
بر دین خبر از روے وقایع بھنود بادشاہ رسید فرمان عتاب میز نام میاں صاحبہ نظام نام اصے رو و در فرمود بی بی میاں
بور و در فرمان ہمراہ احدے مذکور بدرگاہ بادشاہ رسید چند گاہ از مجرا محروم ماندہ چون نواب وزیر الممالک قمر الدین خان پسر
محمد امین خان تورانی میاں صاحبہ امیشہ خواندہ بود بواسطہ ان حضور محمد شاہ رسیدہ و بادشاہ ملحوظہ قدامت جالفتا
بزرگاش عفو و تقصیر فرمودہ و خلعت گر انما عطا فرمودہ و ہمایش قسم سہ مبارک خود داد و فرمود کہ میاں بی بی زوجہ
خان بہادر خان رامقید نہاید و بار دیگر قصد قتل یکدگر مگر بر گزشت سازند بموجب شیع شریف قسمت با خود ہا کردم گریہ
از انجا کہ اولاد نواب دلیر خان نواب بہادر خان در حضور بماندہ صفحہ (۵۳۱) اخبار محبت ملی۔

نواب عزیز خان کی صاحبزادی میان بی بی کا مکار خان کو اور دوسری صاحبزادی انکھڑی صاحبہ نامہ رخان کو اور تیسری منائی بی بی نیکنام خان کو منسوب تھیں یہ ہر سہ فرزند ان نواب عنایت خان برادر دلیر خان کے فرزندان تھے میان بی بی کی دو لڑکیاں تھیں ایک لشد بندہ صاحبہ جلال صاحبہ پیرزادہ گلدہ کو بیابہ تھیں انکے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو غفر الدین خان بن نواب محمد خان ننگش کے عقد میں تھیں دوسری صاحبزادی میان بی بی کی گجانی بی بی تھیں جو نواب جہان خان بن نیکنام خان کو منسوب ہوئی تھیں انکے بطن سے ایک دختر کی پیدائش ہوئی تھی جو نواب ذوالفقار خان بن نواب حسین خان بن نواب محمد خان غصنفرخان ننگش کو منسوب تھیں گجانی بی بی کی بیٹی کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ نواب مر خان شاہ جہانپوری سے منسوب تھیں جسے نواب محمد خان عرف جمعہ میان بان شیر نواب عراجا رئیس بڑی دیوڑھی پیدا ہوئے تھے۔

جب بی بی میان نے باپ بھائی کے کل ترکہ پر قبضہ کر لیا تو بہو صاحبہ یعنی بیوہ خان بہادر خان نے اس امر کا ہتھیار محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں کیا اس زمانہ میں اس ضلع کی حکومت راجہ صاحبہ رام کو بادشاہ کی طرف سے مہرت ہوئی تھی انھوں نے اس وقت بادشاہ نے اس قبضہ کو راجہ صاحبہ رام کے سپرد کر دیا اور حکم دیا کہ شرع شریف کے بموجب اسکا فیصلہ کر دینا۔ اگر بی بی میان سپرد نہ ہو تو انکو یہاں روانہ کر دینا صاحبہ رام پر گنہ گار کے قلعہ میں تھے اور زوجہ خان بہادر خان بھی دہلی سے ضلع شاہ جہانپور میں آگئیں تو بی بی میان جنگ سے مستعد ہوئیں اور بڑی جہاد فوج سے انھوں نے مقابلہ کیا اور نہایت سخت لڑائی ہوئی آخر بعد اک بڑے معرکہ کے راجہ صاحبہ رام کو میدان جنگ میں قتل کر ڈالا اور اپنی بھوج زوجہ خان بہادر خان کو قید کر کے ہمراہ لے گئیں

جستہ و قانع نگار نے بادشاہ کو لکھی تو وہ اسے ایک فرمان عتاب آمیز بنی بی میاں کے
 نام ایک شخص نظام نامی لایا بی بی میاں فرمان کے صادر ہوئیے دہلی کو گئیں اور چند روز
 دربار کی حاضری سے محروم رہیں لیکن اسکے بعد نواب قمر الدین خان جو محمد امین خان
 تورا نی کے فرزند تھے وہ میاں بی بی کو بہن کہتے تھے انکے واسطہ سے محمد شاہ
 بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے بلحاظ قد امت میاں نشانی کے جو انکے بزرگوں
 سے ظہور میں آئی تھی انکی خطامعاف فرمائی بعد ازاں خلعت گرا نمایہ عطا فرما کر بہت
 اعزاز و احترام سے رخصت کیا اور چونکے اور بھانج کے باہم نجش تھی
 اسکے بارہ میں فرمایا کہ تھیں ضرور مصاحبت کر لینا چاہیے اور اپنے سر
 مبارک کی قسم دیکر ارشاد کیا کہ تم یہ وہ خان بہادر خان کو مقید نہ رکھو اور
 ایک وسیع قتل کی درپے نہ ہو اور ترکہ بموجب شرع شریف کے تقسیم کر لو۔
 میاں بی بی کی میت ایسی تھی کہ انکے مکان کی طرف سے دیہات وغیرہ کے ڈاکو نہ لیں
 نکلتے تھے نقل مشہور ہے کہ انکی ایک لڑکی تھی ایک بار سکی دایہ نے کچھ بیداری سے اسکے
 سر کے بال صاف کیے جس سے وہ چھپیں ہو گئی میاں صاحبہ نے اس لڑکی کی لڑکی کو آگ کی
 آگ میں ڈال دیا اور کہا کہ اب تجکو دوسرے بچہ کا قلع آگیا۔ یلپنے باپ کی طرح بہادری میں
 بنظیر تھیں گو عورت ذات تھیں مگر دل دلاوری و جوانمردی میں دونے بڑی ہوتی تھیں انہیں
 شجاعت کا جو ہر موروثی طور پر اپنے دادا انا سے پہونچا تھا میاں صاحبہ قلعہ کے باہر حملہ
 لوہانی میں ہتی تھیں اور وہیں انکی ڈیوڑھی اور فوج اور دیگر کارخانے بھی تھے۔

ستہ جلوس میں جب محمد شاہ بادشاہ نے امرے پائے تخت کے نام فرامیاد کیے

۱۰ سال بست و شتم جلوس محمد شاہ فراہم شاہی بنا بر طلبی امرایان صادر شدہ تھو دیکر فرمان عالی نواب و ملوک و خان

اس عرصہ میں زوجہ خان بہادر خان نے اپنے شوہر کے بھتیجے نواب عبداللہ خان عمر
 زین الدین کی شکایت بادشاہ کے حضور میں پیش کی اور انکے ظلم کا استغاثہ کیا اور انکے
 طرح طرح کے مظالم بیان کیے اور یکدی کی قربت کا حال کچھ ظاہر نہیں کیا چونکہ پاس
 عزت ہو صاحبہ کا بادشاہ کو بہت تعالذ جو فرمان طلبی کا ابو منصور خان صفدر جنگ کے
 نام صادر ہوا اس میں حکم تحریر کیا گیا کہ عبداللہ خان نام جو شاہجہانپور کا زمیندار نہایت
 متمرد اور سرکش ہو وہ نا حق شناس مابہ دولت کے متوسلوں سے عداوت رکھتا ہے زوجہ
 عزیز القدر خان بہادر خان کو اکثر اوقات ایذا پہونچاتا ہے چونکہ مسکن اسکا تمھارے اٹلے
 راہ میں ہے لہذا شاہجہانپور پہونچنے کی وقت نامبروہ کو مقید کر کے ہمارے رو برو لا تا جائے
 اگر وہ متمردی سے پیش لے تو اسکا سر کاٹ کر ہماری درگاہ میں حاضر کرنا چاہیے جب صفدر جنگ
 اودھ سے روانہ ہو کر شاہ آباد میں پہونچے تو رات کی وقت اپنے لشکر کے دو رسالہ اور دو
 حکم دیا کہ ہمارے پہونچنے سے پیشتر تم شاہجہانپور جانا اور وہاں عبداللہ نام ایک زمیندار کو
 اسکو مقید کر کے ہماری رو برو لا نا اگر وہ مقابلہ کرے تو اسکے کردار کی اسکو سزا پہونچانا
 وہ رسالہ دار نواب عبداللہ خان سے واقعہ تھے انھوں نے عرض کیا کہ نواب عبداللہ خان
 وہاں کھاسر دہی اور نواب بہادر خان ہراول لشکر شاہجہانی کا پوتا ہے اسکے دادا نے
 ہزار ہا افغان و لایٹ لاکر شاہجہانپور آباد کیا اور ہر ایک پٹان میں اسکا اپنے آپکو رستم
 زمانہ سمجھتا ہے ستر ہزار پٹان شریف القوم اسکے فرمان کے تابع ہیں اگر حضور بادشاہ
 بذات خاص بھی متوجہ ہوں تو امید ہے کہ سالہا سال میں اسکا کام تمام ہو اور اس شہر میں
 اولاد نہیں افغانوں کی ہے جنھوں نے خانبھان لودی کے ساتھ شاہجہان بادشاہ کا مقابلہ
 کیا ہے اور تندر محمد خان الی تو ران کو بلج و بدخشان سے بیدخل کر کے بھگایا ہے اور ہمراہ

نواب لیر خان کے ملک سام کو تہ تیغ بیدار کیا اور تمام دفتر انکی بہادری سے بھرے ہوئے ہیں عبداللہ خان کا سر کاٹا کوئی سرسری کام نہیں ہوا اسکے علاوہ عبداللہ خان بلکہ جسقدر اولاد بہادر خان اور دلیر خان کی ہو اسنے سلطانی حکم سے کبھی سرتابی نہیں کی بلکہ جس کسی امیر نے بادشاہ کے ساتھ ٹکھڑی کی سپہ نواب لیر خان کی اولاد طعنہ زن ہوئی اگر حضور نواب عبداللہ خان کو طلب فرمائینگے وہ حضور کے حکم سے سرتابی نہیں کریگا آئندہ جو حکم حضور کا صادر ہو ہم بجا لائیں جب صفدر جنگ کو عبداللہ خان کا یہ حال معلوم ہوا تو حکم دیا کہ ایک تم میں سے جا کر انکو باکرام تمام لائے چنانچہ سالہا پریشیر وادہ ہوا اور عبداللہ خان کے پاس جا کر ملاقات کی اور کل حال اور انکے متعلق جو حکم بادشاہی صادر ہوا تھا مفصل بیان کیا اس عرصہ میں جناب عالی یعنی نواب صفدر جنگ قریب شاہ پانچو کے موضع لودھی پور میں جا کر خیمہ زن ہوئے اسوقت نواب عبداللہ خان اپنے مکان سے نہایت شان و تجل سے برآمد ہوئے اور ساٹھ ہزار چھان جہاز اپنے جامہ کے دھن کر سے باندھے ہوئے اور تلواریں ہاتھ میں لیے ہوئے دف اور دو تالا بجائے اور بیستون کی آواز آسمان پر پہونچاتے تھے ساتھ لائے ان چھانوں کے علاوہ دوسری جماعت عایا کی بھی سواری کے ہمراہ تھی جسوقت انکی سواری لشکر کے قریب پہونچی رسالہ دار نے تھوڑی دیر پیشتر اگر اس امر کی اطلاع دی اسوقت نواب صفدر جنگ اپنی مسند سے اٹھے اور قریب سراپردہ کے جا کر تھوڑا سا اسکو چاک کیا اور سواری کی شان و شوکت اور انکی جمعیت ملاحظہ کی اسکے بعد نواب عبداللہ خان خیمہ میں داخل ہوئے اور جب فرش پر پہونچے تو نواب صفدر جنگ مسند سے اٹھے اور کچھ آگے بڑھ کر معافتہ کیا اور حالات دریافت کیے انھوں نے مفصل طور پر خاندان کی

موروثی نفسانیت اور زوجہ خان بہادر خان کی باہمی عداوت کا قصہ بیان کیا
 ماہِ رافاتی رُسرخ اور اپنے باپ بھائی کا تذکرہ جو فرخ سیر کے حالات میں تحریر
 ہو چکا ہے اور کچھ اپنے بزرگوں کی شجاعت کے کارنامے سنائے جنکو نواب
 صفدر جنگ نے سنکر فرمایا کہ تمھاری راستگویی میں کوئی شک نہیں ہے مگر
 بھی یہ واقعات زبانی معتمد ہونکے سنے ہیں لیکن مفصل حال معلوم نہ تھا کہ یہ بزرگ
 تمھارے ہیں اسلیئے دریافت کرنا تھا کہ آپ اسوقت کمان ہیں اب حال معلوم
 ہوا خاطر جمع رکھیے میں دہلی جاتا ہوں انشاء اللہ انہربان کے ہاتھ سے عمدہ کام
 لیے جائیں گے بعدہ عید اللہ خان کو نہایت عزت سے رخصت کیا اور خود دربار
 شاہی کو روانہ ہوئے۔

عبداللہ خان کے والد کا نام نواب زین الدین خان تھا جو نواب غیرت خان کے
 فرزند تھے اور نواب غیرت خان نواب بہادر خان کے خلف الرشید تھے
 نواب زین الدین خان نہایت شجاع اور جری شخص تھے مگر مغلوب الغضب اور تند
 مزاجی میں ضرب المثل گذرے ہیں۔ انکا مجملہ ذکر اوپر معرض تحریر میں آچکا ہے
 نواب زین الدین خان اور نواب عزیز خان میں ہمیشہ نا اتفاقی رہی اور چچا بھتیجوں
 کے باہم کبھی صفائی نہ ہوئی نواب زین الدین خان خانہ نشین اور کاروبار ریاست
 میں مشغول رہتے اور نواب عزیز خان بادشاہی دربار کے حاضر باش و شاہی
 خدمتوں پر مامور رہتے تھے زین الدین خان بظاہر اپنے چچا کے خوف سے
 دیوانے بنے ہوئے تھے مگر انکے حرکات و سکنات تو دیوانہ بکار خویش
 ہشیار کے پورے مصداق تھے۔ انکے خوف سے اکثر مکانات شام

سے بند ہو جاتے تھے اور جدھر سے انکی آمد ہوتی لوگ اس طرف کے کوچہ و بازار سے ایسے بدحواس ہو کر بھاگتے تھے کہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے تھے اور یہ اکثر رات میں فقیری لباس پہن کر گشت کیا کرتے تھے وقایع نویس نے اکثر اوقات نواب عزیز خان کے اشارہ سے انکی شورش اور بد مزاجی کے حالات بادشاہ کے حضور میں پہنچائے لیکن بادشاہ نے بخیال قدامت و خیر خواہی نواب بہادر خان کے کہ جو انکے دادا تھے انکے بے باکانہ حرکات اور بے ادبانہ اطوار سے چشم پوشی کی ایک روز بادشاہ نے نواب عزیز خان سے سردار فرمایا کہ آپ اپنے دیوانہ بھتیجے کا علاج نہیں کرتے نواب عزیز خان نے اسکے جواب میں یہ عرض کیا کہ اسکے لیے بجز قتل کے اور کوئی داروے شفا نہیں ہے اور خود انکے قتل پر کہ باندھی مگر بادشاہ نے بسبب حم ذاتی کے اسکا تدارک نہ کیا اور فرد واقعہ پر دستخط خاص کر کے یہ تحریر فرمایا کہ مرد دیوانہ حکم سیاست ناجائز اس عرصہ میں سمبھو نام کا بنجارہ جو بادشاہی لشکر میں غلہ وغیرہ کی رسد پہنچاتا تھا حسب اتفاق شاہجہانپور میں وارد ہوا زین الدین خان نے اس سے ہزار بارو پے کی شکر لیکر خود دیر دہری بنجارہ مذکور نے بادشاہ کے حضور میں استغاثہ کیا وہاں سے تادیباً تو احمد نام ایک شخص مقرر کر کے بھیجا گیا کہ یا تو راضی نامہ زین الدین خان مستیغث سے لیکر دخل کریں یا خود حضور میں حاضر ہوں حسب احکم بادشاہی فرستادہ شاہجہانپور آیا اور وہ یہاں سے جب واپس گیا تو اسنے بادشاہ سے عرض کیا کہ زین الدین خان درحقیقت ہوشیار ہے اور بظاہر دیوانہ ہے فدوی کے ساتھ اسنے عجب سلوک کیا ایک روز رات کے وقت دو جوجی روٹیاں لایا اور

کچھ ساگ کے ساتھ اسنے مجھ کو کھلائین ملازم اُسکے مجھ کو نانہ حرکات سے اسکو اکثر علیحدہ مکانات میں مقفل رکھتے تھے مگر وہ ایک روز اندر سے آیا اور مجھ سے بہت منت ساجت کے ساتھ غدر خواہ ہوا اور اپنے چچا عزیز خان کو بہت گالیان دین۔ انکی والدہ دیوان یوسف خان کی بیٹی تھیں جو اپنے چچا زاد برادر غیرت خان کو منسوب تھیں یہ باپ بیٹے دونوں خوش رو جوان تھے راقم نے ان ہردو کی تصویریں دیہی بین شجاعت و امارت بشرہ سے برستی ہے۔ نواب زین الدین خان نے اپنی تصنیف کا یہ شعر جو بطور سجع کے ہے مہر پر کندہ کرایا تھا ۵ چو بافرخ سیر سلطانی آمد بیزین الدین بہادر خانی آمد ۶ اور یہ شعر بھی انکا جو اکثر انکے ورد زبان رہتا تھا بہت خوب ہے ۷ ہچو سیما ب تا نکشتہ شوم ۸ کلم ترک بقرار یہاں انکی شہادت کا واقعہ شمس العلماء مولوی ذکا، اللہ نے بھی تاریخ ہندوستان کے صفحہ (۱۰۵) جلد نہم میں تحریر کیا ہے کہ زین الدین خان فرخ سیر اور جہاندار شاہ کے معرکہ میں کام آئے ہیں جسکا تذکرہ راقم نے اوپر بیان کیا ہے۔

نواب زین الدین خان کے پانچ فرزند تھے اول نظام الدین خان جو اپنے والد کے ہمراہ سلطان فرخ سیر کے معرکہ میں ۱۶ برس کی عمر میں جان بحق ہوئے۔ دوسرے نواب لطف اللہ خان یہ اپنے باپ کی شہادت کے وقت ۱۴ برس کے تھے یہ فرخ سیر کے رسالہ دار تھے اور ہمیشہ بادشاہ موصوف کے ہمراہ رہا کرتے تھے فرخ سیر کی معزولی میں سادات بارہہ کے تخیال نہونے سے قتل ہوئے انکی عمر ۱۹ برس کی تھی۔ یہ دونوں لا ولد رہے۔ انکی حویلی کو ٹلہ فیروز شاہ معروف بہ

قدم مبارک کے قریب تھی اور مزار انکا پچیسلی باغ کو سہارا بیگم من متصل درگاہ خواجہ
 باقی باللہ کے پرانی دہلی میں ہے تیسرے بیٹے تاج الدین خان تھے جنکے بابت
 یہ کہا جاتا ہے کہ انکو خان بہادر خان نے جو جو عرونی عداوت کے بادشاہ کے بڑے
 باغی ظاہر کر کے قتل کیا تھا اور اسکا قصہ یوں لکھا ہوا ہے کہ خان بہادر خان جو محمد شاہ
 بادشاہ کے استاد اور بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل رکھتے تھے انھوں نے بادشاہ
 سے انکی بغاوت بیان کر کے اجازت قتل کی حاصل کر لی تھی تاج الدین خان کسی
 تقریب میں شاہ آباد آئے ہوئے تھے اور یہاں سے شاہجہانپور واپس جا رہے تھے
 موضع کنواری میں خان بہادر خان سے مقابلہ ہو گیا اسوقت تاج الدین خان نے
 اپنے دونوں چھوٹے بھائی یعنی نواب عبداللہ خان و ظہور الدین خان کو مصلحتاً ہاتھی
 پر سوار کر کے اپنے مصاحبوں کے ہمراہ نواب انگیش کے بیان کیسے دوستانہ مراسم
 تھے فرخ آباد بھیجا یا اور آپ تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر خوب لڑے اور بہت
 لوگوں کو زخمی کیا آخر خود بھی چند تلوار و نیزوں کے زخم کھا کر شہید ہوئے اور دوسری
 روایت میں یہ ہے کہ تاج الدین خان کو خان بہادر خان نے تسلی دیکر اپنے
 ہاتھی پر سوار کر لیا اور مصری پور میں لیجا کر خمیہ میں اتار کر نظر بند کر لیا اور فضل خان
 بازید خیل نے جو خان بہادر خان کے لشکر کے ہراول تھے رات کے وقت قتل
 کیا اور انکا سر بادشاہ کے حضور میں بھیجا جو دہلی میں متصل مزار خواجہ باقی باللہ کے
 مدفون کیا گیا اور نقش مصری پور میں دریا کے کنارے مدفون ہوئی اور یہ زمانہ ۳۸۱ھ
 کا تھا بعد ازاں خان بہادر خان کے افضل خان کو نواب ظہیر الدین خان نے
 اسکو باپ کے قصاص میں قتل کیا۔

اب نواب زین الدین خان کے دو بیٹے خرد سال جبکہ نام عبد اللہ خان و ظہور الدین خان تھا باقی رہے نواب عبد اللہ خان کو بعد انتقال خان بہادر خان کے پھر عروج حاصل ہوا اور محمد شاہ بادشاہ کے حضور سے خلعت شش پارچہ و سر رقم جو اہرات اور خطاب بن الدین خان بہادر بختانی کا عطا ہوا تھا اس سرفرازی کی تفصیل یہ ہے کہ جب زوجہ خان بہادر خان کی شکایت سے نواب منصور علی خان صفدر جنگ نے نواب عبد اللہ خان کو بلایا تھا اور جسم انکی ذاتی شجاعت اور باہمی عداوت جو نواب عزیز خان کے گھر سے تھی نواب صفدر جنگ دریافت کر چکے تو ان سے وعدہ کیا تھا کہ جب کوئی مهم پیش آئیگی تو آئندہ یہاں کو بلایا جائیگا۔

چنانچہ اسکے بعد صفدر جنگ کے اونٹ نواب علی محمد خان روہلہ کی عملداری میں چھپائی کو لگے اور روہلہ کے آدمیوں نے نواب صفدر جنگ کے شتر بانوں کو زخمی کر کے اپنے حدود سے باہر نکال دیا تو نواب اودھ نے نواب علی محمد خان کے اغراج کی تدبیریں کیں اور بادشاہ کو ان سے برہم کر کے فوج کشی کا ارادہ کیا عمدۃ الملک امیر خان کو ہموار کیا راجہ نول رائے اپنے ملازم و مصاحب کو بلایا اور نواب عبد اللہ خان رئیس شاہ جہانپور کو بھی طلب کیا اگرچہ نواب کے کارپردازوں نے بطور خمایش کے ان سے عرض کیا کہ آپ کے شاہ جہانپور کے علاقہ کی سرحد روہیلوئی کی سرحد سے ملی ہوئی ہے آپ اس جنگ میں نہ شریک ہوں ورنہ روہلوئی کے عمل قائم رہینگے بعد آپ کے علاقہ کی بربادی ہو جائیگی نواب صاحب نے یہ جواب دیا کہ میں بمقابلہ بادشاہ کی نافرمانی اور امیر عظیم کی وعدہ خلافی کے جسمیں دارین کی خرابی متصور ہے اپنی ریاست کا کوئی خیال نہیں کر سکتا چنانچہ نواب عبد اللہ خان

دس بارہ ہزار پٹھان لیڈ کر راجہ نول رائے کے ساتھ جو صوبہ اودھ سے آئے تھے شاہجہانپور سے نواب صفدر جنگ کی مدد کو روانہ ہوئے اور ہر دہلی سے محمد شاہ بادشاہ سلمہ جلوس میں مع امرا اور لشکر کے روہی کی تاراجی کے لیے بریلی و نولہ کی طرف آئے سعد اللہ خان ابن علی محمد خان ثابت جنگ مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے اور حصار بن گڑھ کی طرف مفرور ہو گئے اس وقت نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی وساطت سے بادشاہ کی ملازمت سے مشرف اور خلعت و خطاب مذکورہ بالا سے سربلند ہوئے۔ اس معرکہ میں نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی فوج کے ہراول مقرر ہوئے تھے۔

بعد ازاں علی محمد خان کی خطا بادشاہ نے معاف فرمائی اور پھر وہ ملازم شاہی ہو کر امرا میں منسلک ہوئے۔

روہیلونکے اس انقلاب میں غلام خان جو روہیلونکے سردار تھے دو ہزار سوار لیڈ کر شاہجہانپور چلے آئے اور نواب ظہور الدین خان کے پاس ملازم ہوئے۔ اس عہد میں دو ہزار کے قریب دیہات شاہجہانپور کے نوابوں کے پاس تھے جس میں دیہات بدایون و پرگنہ کانٹ وغیرہ نواب ظہور الدین خان کے حصہ میں آئے تھے جب ان کے پاس روہیلونکی جمعیت آگئی تو انھوں نے روہیلون کے اغوا سے پوایان وغیرہ کے دیہات جو ان کے بھائی نواب عبداللہ خان کی ملکیت میں تھے انپر دست درازی شروع کی اور اپنے بھائی کو شاہجہانپور کے قلعہ میں قید کر لیا۔ شاہباز خان تبنہ بھی ساتھ میں تھے نواب عبداللہ خان قلعہ کی کھڑکی سے باہر نکلتے سمیل خان کانڈر کے یہاں پہنچے اور ملک زمان خان کے

نام بابت بلاتیکے رقبہ لکھا اور خود اعظم خان خلیس کے یہاں چلے گئے اور وہاں شیخ جی موسومہ بہ محمد اکرم کو بلایا اور یہاں خان کو لباس نوشاہہ کا پہنایا اور اپنے ساتھ ایک بڑی جماعت خونخوار پٹھانوں کی لیکر لڑائی کو گئے اور ہر طور الدین معہ اعظم خان روہلہ کے قلعہ میں جنگ کے لیے مستعد ہوئے عبداللہ خان نے دو ہزار پٹھانوں سے قلعہ پر یورش کی اور روہلون نے بند و قوت کی باز پٹھانوں کو لیا مگر شیخ محمد فضل و نواب عبداللہ خان نے رستمانہ حملہ کر کے قلعہ کا دروازہ کھول لیا اور اندر گھس گئے اور دونوں جانب سے دست و گریبان کی نوبت پہونچ گئی گویا اعظم شاہ و معظم شاہ کی جنگ کا نمونہ تھا مگر نواب عبداللہ خان کا قبضہ بر سر اونچ تھا روہلون کے سردار اعظم خان مار گئے اور انکی جمعیت میں ترنزل ہو گیا اور ادھر سے بھی بہت پٹھان کام آئے اب تک ظہور الدین خان مقابلہ پر نہیں آئے تھے شیخ محمد فضل اور چند سردار اور کچھ سپاہ قلعہ کے خاص دروازہ پر پہونچی اور نواب عبداللہ خان نے بڑے محل کے دروازہ سے پیش قدمی کرنا چاہی ہوتے ظہور الدین خان جو وقت کے منتظر تھے مسند سے اٹھے اور جیسا کہ شیر بکریوں کے گلہ پر آتا ہے جھپٹے شاہباز خان جو مقید تھے انکے قتل کا حکم دیا اور وہ فوراً مصاحبوں کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوئے۔ بعدہ وہ خود متوجہ کارزار ہوئے۔ اب نواب ظہور الدین خان اور نواب عبداللہ خان دونوں بھائیوں کی مقابلہ ہوا چونکہ دونوں گل ایک ہی شلخ کے تھے اور ہر دو شیر ایک ہی نیستان کے تھے ایک دوسرے پر حملہ کر کے قتل کرنیکی سبقت چاہتا تھا آخر ظہور الدین خان زخمیوں سے چور ہو کر زمین پر گرے اور دو ہزار آدمی طرفین کے قتل ہوئے

نواب عبداللہ خان کی فتح ہوئی نواب عبداللہ خان نے اپنے بھائی زخمی کو خانزادہ شہاب الدین خان کو جو انکے حقیقی بہنوئی تھے علاج کے لیے حوالہ کیا اس عرصہ میں منظور الدین خان نے تدبیر کر کے راجپوتوں کو جنگل میں فراہم کیا اور قلعہ چھین لینے کا قصد کیا شہاب الدین خان نے اپنی بدنامی اور سازش کے الزام سے نواب عبداللہ خان کو اس امر کی اطلاع دی نواب نے زخمی بھائی کو بلا کر اپنی نگہداشت میں رکھا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز نواب عبداللہ خان اپنے بھائی کو دیکھنے گئے انکے زخم چھ ہو چلے تھے مگر انھوں نے طیش میں آکر سب ٹانگے زخموں کے توڑ ڈالے اور گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اس وجہ سے انکو نہایت اذیت ہوئی اور اسی میں اسکا انتقال ہو گیا نواب عبداللہ خان نے موضع کھریا اپنی بہن بھیرن بی بی کو خانزادہ مرحوم کی فاتحہ کی غرض سے دیا جب اس جگہ سے غرضت ہوئی تو نواب عبداللہ خان اور روہلونکے باہم چشمک ہوئی عبداللہ خان علی محمد خان روہلہ کی ملاقات کو گئے تو انھوں نے اعظم خان مقتول کے بھائیوں سے میل کر دیا اور انکے قیامی مکان پر روہلون کو لا کر دو سو روپے کی شیرینی منگا کر فاتحہ خیر پڑھی اور ایسا ہی نواب عبداللہ خان کو انکے بیان لیجا کر اتنی طرف سے دو سو روپے کی شیرینی منگا کر تقسیم کروادی اسکے بعد حافظ الملک رحمت خان نے اپنے بیٹے ارادت اللہ خان کا عقد نواب عبداللہ خان کی دختر سے کیا حافظ رحمت خان جو ایک صوبہ کے مالک تھے وہ مع فوج اور سرداران روہلہ کے بڑی دھوم سے بارات لیکر شاہجہانپور آئے نواب عبداللہ خان

کے بیان بھی لکھو اور دہلی کے امرا اکثر شریک ہوئے تھے حمیز کا سامان اور کھانوں کے اقسام شاہی خاندان کے طریق پر تیار کیے گئے تھے سلامی مین دیہات بھی داماد کو دیئے تھے اس دھوم کی شادی دوبارہ شاہجہانپور مین نہوئی ہوگی۔ اسکے بعد جب شاہزادہ عالی گوہر مخاطب بہ شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی سے ولیمدی کے زمانہ مین صوبہ الہ آباد جانیکے قصد سے شاہجہانپور ہو کر نکلے تو نواب عبداللہ خان نے حاضر ہو کر نذر و پیشکش گذرانی تھی اور شاہزادہ موصوف نے اس وقت زین الدین خان بہادر چغتائی کے ساتھ اپنی طرف سے صولت جنگ کا خطاب بھی مرحمت کیا تھا۔

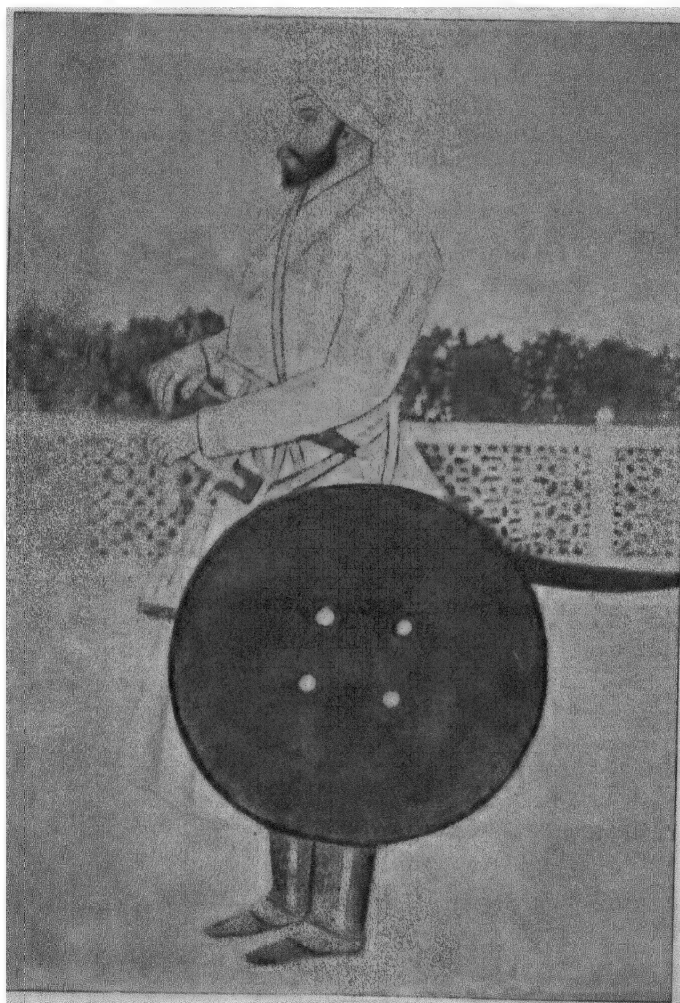
جس زمانہ مین کہ نواب قاسم علیخان بنگالہ سے شکست پا کر شاہجہانپور آئے مین تو نواب عبداللہ خان اس وقت موجود نہ تھے حافظ رحمت خان کی ملاقات کو گئے ہوئے تھے مگر اونکی بیوی نے انکو نہایت توقیر سے رنگ محل مین ٹھہرایا اور سامان ضروری انکے پاس بھیجا دیا جب عبداللہ خان شاہجہانپور واپس آئے تو بہت خوش ہوئے اور مہینوں نواب بنگالہ کو مہمان رکھا اور مہمان نوازی کی کوئی حد اٹھا نہ رکھی۔ نواب عبداللہ خان کو نواب شجاع الدولہ بہادر کیخیمہ مین بھی بہت کھلی تھی اور مگر کہ حافظ رحمت خان مین عبداللہ خان نے شجاع الدولہ کو شاہجہانپور سے ہو کر جانیکی راہ دیدی تھی اور انھیں امور کے لحاظ سے نواب شجاع الدولہ نے انکا علاقہ قائم رکھا تھا اور انکے داماد ہونیکی وجہ سے ارادت خان سپہر حافظ رحمت خان کو امن دی تھی غرض کہ نواب عبداللہ خان نے نہایت آسائش و ناموری و حشمت ظاہری سے زندگی بسر کی آخر وقت مین گردش فلکی سے کچھ اتار تنزل کے پیدا

ہو چلے تھے کہ وہ دنیا سے ملک عدم کو چل بسے۔

دریا خان

خانموصوف نواب دلیر خان بانی شاہ آباد اور نواب بہادر خان بانی شاہ جہانپور کے والد ماجد تھے یہ بڑے شجاع اور با وضع امیر اور قوم کے افغان باقرزی تھے داودزی ایک بڑی قوم پٹانوں کی ہے اویسی شاخ باقرزی بھی ہے۔

دریا خان کا اصلی وطن قصبہ بربر تھا جو پیشاور کے نواح میں چند کوس سمت مشرق شمال واقع یہاں کے رئیس و سردار تھے اور انکے پاس وہاں دیہات و باغات وغیرہ کثرت سے تھے اہل ولایت کا دستور ہے کہ وہاں کے سردار کو خان بولتے ہیں چنانچہ یہ بھی خان کے لقب سے مشہور تھے انکے باپ دادا کے وقت سے سرداری علی آتی تھی دریا خان کے والد کا نام ابراہیم خان تھا دریا خان کا شکاری اور گھوڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے خلیج اخبار محبت میں ہے کہ شاہی ملازمت سے پیشتر بھی دریا خان ہندوستان آئے تھے ان ایام میں شیخ رکن الدین یازدخیل ایک منصبدار شاہی تھے وہ ایک درویش سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے حسب ارشاد اون درویش کے دریا خان کو صاحب اقبال دیکھ کر شیخ رکن الدین صاحب نے اپنی بیٹی انکے محل میں دی تھی اور یہ ازدواج قصبہ حسن پور جو دریائے گنگا کے کنارہ ضلع مراد آباد میں واقع ہے عمل میں آیا تھا اسکے بعد پھر ہواے وطن نے کشش کی اور دریا خان اپنے وطن کو واپس چلے گئے اسکے بعد انکے آئیکا سبب سے خود بخود یہ پیدا ہوا کہ میرالامیر خان جو خانبھان خان لودھی



دریا خان

نام سے مشہور ہے وہ نہایت جلیل القدر منصبدار تھا اور آخرین ترقی کر کے
 صلابت خان یار وفادار سپہ سالار کے خطاب سے جہانگیر بادشاہ نے اسے
 سرفراز کیا تھا وہ تمام ہندوستان کی فوج کا سپہ سالار اور ملک دکن کے
 کئی صوبوں کا صوبہ دار رہا ہے وہ ایک مرتبہ اپنے وطن افغانستان کو گیا تھا
 حسب اتفاق بتقریب شکار ایک جانور کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہوا قصبہ بربرین
 پہونچ گیا اس وقت وہ تقدیر سے تنہا تھا اور نہایت پیاسا تھا اس نے دریا خان کے
 خادم سے پانی مانگا چونکہ صورت اور سیرت سردار کی نہیں چھپی رہتی دریا خان کی
 نظر جب خانجہان پر پڑی اس کو سردار سمجھ کر گھوڑے سے اتار لائے پانی اور پکٹ
 کھانا حاضر کیا خانجہان اس حسن اخلاق سے نہایت درجہ راضی ہوا اور اپنی دستار
 بدل کر ان کو اپنا بھائی کہا اور باصرا تمام اپنے ہمراہ نور الدین جہانگیر بادشاہ کے حضور
 میں لایا دربار شاہی میں اس نے دریا خان کو پیش کر کے اسے نذر دلوائی اور ان کی شرافت
 خاندانی اور موروثی اعزاز کی بہت کچھ مدح کی اور اپنے ساتھ جو عمدہ برتاؤ کیا تھا
 وہ بھی بیان کیا جہاں بادشاہ نے بنظر عزت افزائی خود دریا خان سے مخاطب ہو کر
 مختلف حالات دریافت فرمائے اور خلعت و منصب سے سرفراز فرمایا پھر
 دریا خان اور خانجہان کے درمیان اس قدر دوستی اور محبت کو ترقی ہوئی کہ صفحہ
 اخوت پڑھا گیا بادشاہ ممدوح نے اول دریا خان کو منصب
 ہزار می ذات اور ہزار سوار کا مرحمت کیا اور اس کے بعد
 انکا اس قدر سوخ بڑھا کہ شاہزادہ خورم لقمہ بہ شاہجہان کا جہانگیر بادشاہ نے
 دریا خان کو سپہ گری کے فن میں اتالیق مقرر کیا اور ان کے بیٹے سرالہ خاں

بہادر خان کو جنگی عمر اور سوقت ۱۵ سال کی تھی وہ شاہزادہ کے امرا و مصماہبت میں منسلک ہوئے دریا خان نے خدمات بادشاہی کو نہایت عمدہ طور سے ادا کیا اور اکثر معرکوں میں افواج شاہی کے ساتھ شریک ہو کر فتوحات حاصل کیں یہ بیان مُصنّف اخبارِ محبت کا ہے اور مُصنّف ماثراً لامر نے کسی قدر تفاوُت سے ماثراً لامر کے صفحہ ۱۸ ردیف دال جلد دوم حصّہ اول میں تحریر کیا ہے کہ دریا خان داودزی ابتدا میں مرتضیٰ خان عرف شیخ فرید کے سلسلہ ملازمت میں منسلک ہوئے اور پھر ایام شاہزادگی میں شاہجہان کے پاس آکر سرِ بلند کی حاصل کی اور یہی مضمون بادشاہِ نامہ میں شاہجہان بادشاہ نے لکھا یا ہے اس تھوڑے اختلاف کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں چونکہ مرتضیٰ خان بخشی فوج تھے اسلئے دریا خان شاہی ملازمت کی حالت میں مرتضیٰ خان کی ماتحتی میں رہے ہوں اور پھر شاہجہان نے انکو کارگزار و خوشرو جو ان پاکر اپنی سرکار میں لے لیا ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ دریا خان افغانستان سے آکر چند مرتضیٰ خان کی ملازمت کی ہو کیونکہ مرتضیٰ خان شیخ فرید کے جو دو حن اور

۱۵ شیخ فرید سادات بخاری سے تھے انکا نسب سید جلال بخاری تک پہنچتا ہے اور سات واسطوں سے امام علی نقی تک منتہی ہوتا ہے انکے جد چارم عبدالغفار دہلوی نے اپنے فرزند کو وصیت کی تھی کہ گذراوقات ہمیشہ کسب کرنا اور سپاہگیری کی نوکری کر کے معاش حاصل کرنا۔ چنانچہ شیخ فرید نے ترکین میں اکبر بادشاہ کی ملازمت کی اور حُسن اطاعت اور کارگزاری سے نہایت قُرب امتیاز پیدا کیا شجاعت اور عقلمندی میں مشہور ہو کر زمرہ امرا میں یکتلائے روز گار ہوئے جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد انہیں مرتضیٰ خان کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا شیخ کمال ظاہری و باطنی دونوں سے آراستہ تھے شجاعت و سخاوت ہر دو اوصاف کے مجموعہ تھے انکی فیاضی کا دروازہ

فیض و برکات کا غلغلہ تمام ہندوستان میں بلند تھا وہ ایسے امیر فرشتہ فطرت

بقیہ صفحہ ماقبل اہل عالم کے لیے کھلا تھا جو کوئی اسکے پاس پہنچا محروم نہ رہا جب تک دربار کو نہیں جانے
تھے مکمل چاکر فیش و ریشہ کو تقسیم کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے تجزیہ نگاری اثر فی و روپیہ کے
اور کچھ نہ دیتے ایک روز ایک درویش سات بار اگر رقم لیکھا اٹھوین بار شیخ نے کہا کہ ایسا نہ کہ لوگ
جانیں اور تجھ سے لے لیں اہل خانقاہ اور ارباب توکل و متابعین و بیوہ مستورات کے لیے جو بیوہ
و سالانہ مقرر تھا حاضر و ناہ اوکو برابر پہنچاتے تھے انکی جاگیر و معاش سب اسی میں صرف ہوتی
تھی مساوات کی ایک فوج پائی تھی اونکے کل مصارف اوکے دیتے تھے ایک سال میں تین بار خاوت
لوگو کو عنایت کرتے بعض دوستوں کو ایک لاکھ روپے تک سالانہ دیتے تین ہزار خوش لباس سوار
منتخب تیار کیے تھے کبھی جو علی بن غریبے ایک بار شیرخان تارین رخصت لیکر وطن گیا پانچ چھ سال کے
بعد آیا و اور کا داس بخشی تخواہ سے کہا کہ اسے خرچ دیدے و اسے فردا حاضری و غیر حاضری کی تیار کردی شیخ
برہم ہوئے کہا کہ نوکر قدیم ہے اگر مکان پر جا کر عرصہ ہو گیا تو ہمارا کوں کام حرج ہو گیا تاریخ روانگی سے
سات ہزار روپے نکلے کل دلوادیے۔

دو کام ایسے ہوئے کہ تمام ارکان سلطنت سے انکار تہ بلند ہو گیا تھا اول یہ جب اکبر کا وقت
آفر ہوا مرزا عزیز کو کہ اور راجہ مانسلہ سلطان خسرو کو جو اکبر کا منظور نظر تھا تخت نشین کیا چاہتے تھے مگر
شیخ نے عین وقت پر جہانگیر کو قلعہ میں لا کر تخت سلطنت پر بٹھلایا۔ دوسرے یہ کہ جب خسرو باغی
ہو کر آگرہ سے لاہور تک لوٹتا ہوا گیا ہے تو شیخ ہی نے اسے شکست دیکر بھگا دیا جس پر جہانگیر بادشاہ
فرط الفت سے شیخ سے لپٹ گیا اور شیخ ہی کے خیمہ میں رات کو رہا اس مقام مفتوحہ پر جو پھر بعد
بہروان وال مشہور تھا شیخ کے حسب خواہش پر گنہ فتح آباد کے نام سے موسوم کیا جہانگیر نے
شیخ کو صاحب السیف و القلم کا خطاب دیا تھا شیخ نے ایک انگشتری لعل بدخشان کی جس کا نگینہ و حلقہ
ایک پارچہ لعل سے تراش کر بنایا گیا تھا نہایت خوش رنگ و بھیں ہزار کی قیمتی تھی بادشاہ کو پیشکش
دی تھی امیر الامرا شریف خان اور مہابت خان شیخ سے نہایت فضاہیت رکھتے تھے جب یہ بنگالہ
کے صوبہ دار تھے شالہ جہری کو قصبہ پٹان میں انتقال کیا اور دہلی میں اپنے آبائی مقبرہ میں مدفون
ہوئے حسب وصیت عمارت بنائی گئی ترکہ میں کل ایک ہزار اشرفی چھوڑی احمد آباد میں محلہ حبشہ

تھے جنگی نظیر عالم میں ملنا مشکل ہے۔

غرض کہ دریا خان نے شاہجہان کی ایام شاہزادگی میں ایسی ایسی خدمتیں نمایاں کیں کہ روز بروز انکا تقرب بڑھتا گیا مگر آخر میں شاہجہان اور نور جہان کے باہمی نزاع میں انکی ساری خیر خواہی و جان نثاری خاک میں مل گئی قاعدہ ہے کہ جب شاہی خاندان میں حصول تخت کے لیے دو مدعیوں میں جھگڑا پیش آتا ہے اور ایک حق دار غالب آجاتا ہے تو فریق مغلوب کے جتنے طرفدار ہوتے ہیں وہ سب زبرد اور بدنام ہو جاتے ہیں یہی صورت دریا خان کو پیش آئی نور جہان تو حکمرانی کے لیے چلتا ہوا پرزہ تھی اور شاہجہان ولیعہد اسکا مد مقابل تھا اگرچہ شاہزادہ حق بجانب تھا اور نور جہان کی نفسانیت چاہتی مگر چونکہ وہ جہانگیر کے مزاج پر غالب تھی اسلیے تمام ارکان سلطنت اسکی طرف تھے اور خانبخمان خان لودی بھی اوسکے جانب تھا اور دریا خان نے خانبخمان خان کو اپنا ہمقوم و محسن سمجھا سکا ساتھ نہ چھوڑتے کہ جان و مال سے بھی دریغ نہ کیا اسوجہ سے دفتر شاہجہانی میں انکا نام ہمیشہ کے لیے خانبخمان کی طرفداری اور بادشاہ کی کونکلی کے متعلق تحریر ہو کر مشہور ہو گیا۔

بیتک دریا خان شاہجہان کے ساتھ ایام شاہزادگی میں رہے نہایت تسوی سے شاہزادہ کی طرفداری اور کارگذاری کر کے ناموری حاصل کی۔ جسوقت کہ شاہجہان کی جاگیر حسین پرگنہ دہلی پر بھی تھا نور جہان نے جہانگیر بادشاہ سے لیکر

بیتھ صفر با قبل یضین کا آباد کیا ہوا ہے اور مسجد و مقبرہ شاہ وجیہ الدین کا انھوں نے بنایا۔ دہلی میں فرید آباد و نالہ و دیگر عمارت بادکار چھوڑا و لاٹین لیک کی تھی وہ بھی لا و لد فوت ہو گئی تھی۔

شہر یار کو دلائی اوس زمانہ میں دریا خان شاہجہان پور کی طرف سے اس جاگیر کے ظلم
تھے شہر یار نے اپنے ملازم شریف الملک کو پرگنہ دھولپور کا ناظم مقرر کر کے بھیجا
اور شریف الملک نے وہاں پہونچ کر اوس پر قبضہ کرنا چاہا تو دریا خان شاہجہان کی طرف
سے مقابلہ کو آئے طرفین میں نہایت جدال و قتال پیش آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ شریف
الملک مارا گیا ایک تیراوسکی آنکھ پر ایسا لگا کہ جس سے وہ ہلاک ہو گیا اور دریا خان
بہ ستور اس جاگیر پر قابض رہے۔

بعض کتاب میں ہے کہ شریف الملک قلعہ دھولپور پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اور دریا خان
نے اس سے قلعہ چھیننا چاہا اور نتیجہ اوسکا مقابلہ ہوا اور یہ صورت بھی ہو سکتی تھی۔
کہ نزاع جاگیر پر ہوا اور قلعہ میں ہر ایک ناظم رہنا چاہتا ہوا سیلے فیما بین تباہی و بربادی
برکیت دریا خان نے فتح پائی شاہجہان نے دریا خان کی اس وفاداری اور
اطاعت شعاری سے نہایت خوش ہو کر خلعت فاخرہ عطا فرمایا یہ وقیمہ ^{۱۰۰۰} روپے کا
اس محاربہ سے نورجان بگم کا مزاج اور برہم ہوا اور آتش حسد بھڑک اٹھی اسنے
جہانگیر کو شاہجہان کی طرف سے اشتعال دینا شروع کیا شاہجہان کی عرضداشت کو
نامناسب و قنونین پیش کرایا اور تمام امورات کو بگاڑ دیا شاہجہان سے نورجان
کی مخالفت کا یہ سبب تھا کہ اوسکی ایک بیٹی جو شیر افغن خان سے پیدا تھی
وہ شہزادہ شہر یار کے عقد میں آئی تھی اسلیے وہ چاہتی تھی کہ میرا داماد شہر یار
بادشاہ ہو اگر شاہجہان بادشاہ ہوا تو میرا یہ سب عروج جاتا رہیگا اور شہر یار کے
سے درجنگ دھولپور با شریف الملک نوکر سلطان شہر یار نامی شجاعت برآوردہ پایہ اعتبار
بہ افروخت۔ ماثرا امر جلد دوم مذکورہ دریا خان۔

سلطنت پانے سے میرا حکم و تصرف سلطنت پر جاری رہیگا۔

مگر شاہجہان ولیعہد اور سب شہزاد و نین لایق تھا بیسیوں بڑی بڑی فتوحات حاصل کر چکا تھا بلکہ بخش بادشاہ کے اوپر غلبہ نہیں پاسکتی تھی حالانکہ پہلے خود اسی نے اپنی بھتیجی ارجمند بانو عرف ممتاز محل سے شاہجہان کا عقد کر لیا مگر اب اس خود غرضی سے بالکل خلاف ہو گئی شاہجہان کے وکیل کی آمد و رفت دربار میں نہ کر دی اور قندہار کی مہم پر شہر یار کو نامزد کر کے اسکی انالیقی کے واسطے مرزا صفوی کو مقرر کیا اور شاہجہان کے پاس سے کسی نہ کسی بہانہ سے کل امر کو طلب کر لیا شاہجہان ان وجوہات سے نہایت مکدر رہا اور اسنے افضل خان کو اپنے باپ جہانگیر بادشاہ کینزد مت میں بھیجا اور اسنے آکر شہزادہ کی طرف سے صفائی حاصل کرنا چاہی مگر نورجہان جہانگیر پر ہی حاوی

رہا نورجہان کا نام مہر النساء تھا یہ غیاث بیگ طہرانی کی بیٹی اور آصف خان کی بہن ہے ابکی ماں حضرت الیسا بیگم مرزا علاء الدولہ آقا ملکی دختر تھی اسکا دادا احمد شریف جو شاہ طہماپ صفوی فرمانروا سے ایران کا وزیر اعظم تھا جب غیاث بیگ کا زمانہ ایران میں ناموافق ہوا تو وہ دوپہر اور ایک دختر لے کر ہندوستان کو روانہ ہوا اثنائے راہ میں کل اسباب غارت ہو گیا اور بجز خچر سواری کے اور کچھ ساتھ نہ لایا جب قندہار میں پہونچا یہ مہر النساء پیدا ہوئی ملک مسعود تاجر قافلہ جو اکبر سے نہایت شناسانی رکھتا تھا اسکے احوال سے مطلع ہوا اسنے غیاث بیگ سے نہایت اچھے سلوک کیے اور جب فتح پور میں پہونچا تو تاجر نے کورنے غیاث بیگ کو اکبر بادشاہ کی ملازمت حاصل کرائی اور وہ حسن خدمت سے دیوانی کا بل پر نامزد ہوا اسکے بعد دیوان بیوتات ہو گیا جہانگیر نے آغاز سلطنت میں اسے مرزا غلام الدولہ کا خطاب دیا اور مرزا خان بیگ وزیر الملک کے ساتھ دیوان وزارت کا شریک کیا مہر النساء عرف نورجان پہلے ہی سے جہانگیر کی منظور نظر تھی مگر اکبر نے اسکو شیر افکن خان سے بیاہ دیا تھا جس کا نام علی قلی بیگ بہادر تھا اور وہ شاہ ایران کا سفر چلی تھا شاہ کے مر نکے بعد وہ قندہار سے ملتان آیا اور خانخانان سپہ سالار کے ذریعہ سے اکبر کی ملازمت حاصل کی جہانگیر نے علی قلی بیگ کو روانہ

ہو گئی تھی کہ کچھ فائدہ نہ ہوا شاہجہان سمجھا کہ اب نامہ و پیغام سے کام نہیں چلے سکتا۔
 بقیہ صفحہ ماقبل کی ہم مین مبادری دیکھ کر شیر افغن خان کا خطاب دیا اور بردوان مین جاگیر
 عنایت کی جب قطب الدین خان کو کلکٹاش بنگالہ کا صوبہ دار کر کے رخصت کیا تو مہر النساء کے
 بارہ مین اشارہ کر دیا تھا خان کو کہ نے جب بنگالہ پہونچ کر شیر افغن خان کو بلایا تو وہ اس امر
 پر مطلع ہو کر کو کہ پر حملہ آور ہوا اور کو کہ کا کام تمام کر دیا کو کہ کے آدمیوں نے اسے سپر جو کم کیسا
 اور انہ خان کشمیری نے اسے زخمی کیا وہ باوجود بے انتہا زخموں کے اپنی جرات سے اپنے
 مکان تک گیا اور چاہا کہ اپنی عورت مہر النساء کو قتل کر کے جھگڑا ختم کر دے مگر مہر النساء کی
 مان نے اسے چھپا کر اس سے کہا کہ وہ تو زخمی ہوئی خبر سن کر کنوین مین گر گئی یہ خبر سن کر
 شیر افغن خان نے جان دی قتل کی تالیخ (مطبوعہ) اس کے بعد شیخ غیاث جو خواہر زادہ
 قطب الدین خان کے تھے وہ مہر النساء اور اسکی مان اور اسکی لڑکی جو شیر افغن خان سے
 پیدا ہوئی تھی لیکر جاناگیر کے پاس لائے وہ چند روز بوجہ قتل کرنے کو کہ کے جو اس کے
 شوہر کے ہاتھ و قدم ہو جو اتنا مقرب رہی۔ پشیر جاناگیر نے اسے سلیم بیگم اپنی مادر مضع کو سپر
 کیا تھا چند روز ناکامی رہی پھر پیام سلام ہونے لگے نور جان نے ایک گاہستہ نرگس
 کا بادشاہ کے حضور مین پیش کیا اور کئی پر یہ مصرعہ لکھا **نیت نرگس چشم قدرت کہ شوق**
روئے تو پد جاناگیر نے اس کے جواب مین یہ مصرعہ لکھا **کاش باشد نور ہم در نرگس**
دلجوئے تو پد اس کے جواب مین یہ قابلانہ شعر نور جان نے جاناگیر کو لکھ کر بھیجا **نور اور چشم**
از روز ازل جادادہ اند **دینم اند پر وہ باپہان بال** **روئے تو پد جاناگیر نے یہ رقعہ نور جان**
کو تحریر کیا۔ **مرد و شهن آہوے شیر افغن۔** **کشیہ در کار بر حریر رومی** **است ملاحظہ گشت**
خواب است نماز حیل نیاز چرا باشد حجاب رخصت بہتر نیست سخن **ہائے قدسی یکم را آویند گوش**
باید کردے **باہر و مد کہ حسن جاناگیر دادہ اند** **دہرت بقلب شاہ جاناگیر دادہ اند** **پد اس کے جواب**
مین نور جان نے یہ معروضہ مستم کیا۔ **مرد و سایہ نفل الہ است** **و آہوے شیر افغن** **در حسرت**
پنجیر یک پلہ تیر در حریم شاہ عصمت بے پردہ چون شمع بے فانوس **و جواب قدسی غیر عصمت**
نبا شد **باقی پردہ پوش مہر سایہ نفل آہ بس مہر تا** **در خانہ قلب است از جانہ منبد**

خود باپ کی خدمت میں چلنا چاہیے اور حقیقت معاملہ عرض کرنا چاہیے وہ منہ
 بقیہ صفحہ ماقبل خورشید را کہ نور جاگیر دادہ اند پد امیر آستان جہانگیر دادہ اند بدستہ
 ابلوس مطابق سنہ ہجری میں جہانگیر نے نور جہان کو دیکھا پھر پرا نا عشق جو شہنشاہ ہوا اور سزاؤ
 خورشیدوں سے اس کو ازواج میں لایا پہلے نور محل پھر نور جان خطاب دیا اور اسی کیجس
 سے اسکے باپ کو وکالت کل اور چھ ہزاری منصب سے سرفراز کیا جب وہ مرنے لگا جہانگیر
 سر ہانے آیا نور جان نے باپ سے پوچھا یہ کون ہے اس نے یہ بیت انوری کی پر بھی سے آنکھ
 تابیناے مادر زاد گر حاضر شود پد جبین عالم آرایش بہ بندہ متری پد جہانگیر کہا کرتا تھا کہ
 اسکی صحبت ہزار یا قوتیوں سے بہتر ہے۔ نور جان سلیم سن ظاہری کے علاوہ باطنی خوبیاں
 بھی ملتی تھیں بڑی رسانہات سلیقہ شعار مدبریت کے روزگار تھی بادشاہ کشا تھا کہ جب تک
 وہ میرے گھر میں نہیں آئی تھی زینت گھر کی نہیں آئی تھی اور کچھ انی کے منے کو نہیں جانا تھا
 اکثر زور و لباس و اسباب زیب و زینت کے نور جان نے ایجاد کیے ہیں مثل دودھنی پیشوا
 پنجہ لید۔ اور زنی بادل۔ کناری عطر جاگیر سی۔ فرش چاندنی وغیرہ۔ جہانگیر کا قول تھا کہ مجھے بجز
 دو کباب اور ایک پیالہ شراب کے کچھ نہیں چاہیے سلطنت سے کوئی سروکار نہیں نور جان
 جلستہ تمام پروانے اور احکامات نور جان صادر کرتی تھی سنے کہ بجائے بادشاہ کے بھروسہ
 میں بیکرا میر و کا بھرا بھی لیا کرتی تھی اسکے نام کا تھا۔ حکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
 جام نور جان بادشاہ سید گم زرہ فرمانو پر یہ عبارت ہو کرتی تھی حکم علیہ عالیہ مد علیا نور جان
 بیگم بادشاہ۔ نور جان گشت بفضل الہ پدم و ہماز جہانگیر شاہ پد تیس ہزاری منصب
 کے موافق اسکی جاگیر تھی عالیہ متعلقین اسکے منصب خانی و ترمانی سے سرفراز تھے سنے کہ
 میر اکبر دل آرام والی جو اسکی مرضہ تھی بجائے حاجی کو کہ کے صدر اثاٹ ہوئی تھی
 کتبہ خویش و تبار از تو ناز میر سید پد حسن یک تن اگر صد قبیلہ ناز کنند پد یہ یکم بڑی فیاض تھی
 جس روز عام جاتی تھی تین ہزار روپے کا خرچ مقرر تھا مگر بمقتضائے عورت و فاض لعلی کے
 جہانگیر بادشاہ کے مزاج کو شاہ جہان جیسے خلف الرشید و لیعد سے جو وارث سلطنت اور
 شاہ بلند اقبال کے خطاب سے سرفراز تھا منحرف کرنا چاہتی تھی سخاوت کے ساتھ یکم میں

فون کے اس غرض سے بڑھا مگر اس صورت کو نور جہان نے بادشاہ کے ذہن میں
یون جمایا کہ وہ مقابلہ کو آتا ہے بادشاہ لاہور سے دہلی روانہ ہوا اور شہزادہ کے
مصادف کے واسطے ایک لشکر مہابت خان کے ہمراہ بھیجا جس نے ہجری کو
بلوچپور اور قبولپور میں دو دن فوجوں نے زور آزمائی کی مگر اسکے بعد شاہ جہان
بمقتضائے مصلحت برہانپور چلا گیا اور شہزادہ پر وزیر مہیشا ر لشکر لیکر جس میں تین سو
جنگی ہاتھی اور بیس ہزار سوار تھے بادشاہ کی طرف سے شاہ جہان کے تعاقب میں
روانہ کیا گیا شاہ جہان کے امراء نے مہابت خان سے سازش شروع کی یہ حال
دیکھ کر شاہ جہان دکن کو چلا گیا اور اوڈیسے سے تلنگانہ ہوتا ہوا بنگالہ آیا احمد بیگ عالم
الک سدا راہ ہوا مگر شاہزادہ نے شکست دیکر ملک بنگالہ پر قبضہ کرنا چاہا اور

بقیہ فقہ ما قبل شہادت بھی تھی شیرون کا شکار کھیلتی تھی چنانچہ اسکے متعلق جہانگیر نے پشیم
حسب حال لکھا تھا نور جہان گرچہ بصورت زن است بد در صفت مردان زن شیر فلک است
جہانگیر نے عید کا چاند دیکھ کر یہ مصرعہ پڑھا ہلال عید براون فلک ہوید اشہ بد نور جہان
نے کہا کلید سیکہ گم گشت بود پید اشہ بد بادشاہ کے قبائے حریر میں مکہ لعل رمانی
کو دیکھ کر نور جہان نے یہ شعر پڑھا ترا نہ مکہ لعل است بد قبائے حریر بد شاہ است قلم
خون منت گریبان گیر بد یہ شعر بھی اوسے کا ہے کشاد غنچہ اگر از سیم گلزار است بد
کلید قفل دل ماتسم یا راست بد بعد انتقال جہانگیر کے نور جہان نے بجز سفید لباس کے دوسرا
کپڑہ نہ پہنا اور مجالس شادی میں نہ بیٹی شاہ جہان نے دو لاکھ سالانہ روپیہ مقرر کر دیا عتا
لاہور میں رہا کرتی تھی سلسلہ جلوس شاہ جہانی مطابق شہنہ ہجری کو ۲۷ برس کی عمر میں
انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے مقبرہ میں واقع لاہور میں مدفون ہوئی راقم مقبرہ پر گیا ہے
سکون نے شہنہ کے غدر میں شکست و تاراج کر دیا تھا۔

وہ بھاگ کر ابراہیم خان فتح جنگ صوبہ دار بنگالہ کے پاس پہونچا اور ابراہیم خان
 نے خبر سن کر جہانگیر کو عرف دُبا کہ سے نہایت جلد آلات حرب اور دست با تھی لیکر
 اکبر کو جسکو پیشتر راج محل کہتے تھے آیا اور اپنے بیٹے کے مقبرہ کے حصار کو لشکر
 لگا دیا اور وہاں سے جنگی بیڑے جو اسکے پاس تھے انکے ذریعہ سے دریائے
 گنگا کو تر کر دیا کہ کنارہ اپنا خیمہ لگایا شاہجہان نے اسکو برسر پر خاشاک کر
 ایک فرمان لکھا کہ اگر تیری مرضی دارا خلافت جانیکی ہو تو بلا مزاحمت چلا جا اگرچہ
 میرے نزدیک اس ملک کی وسعت ایک نگاہ کی جولا نگاہ سے زیادہ نہیں
 ہے اس ملک میں جو جگہ تیرے پسند ہو وہ تجکو دیدیجائے اوسنے جواب دیا کہ
 یہ ملک آپ کے بزرگوں نے میرے سپرد کیا ہے میں بلا اجازت نہیں دیسکتا
 چونکہ بغیر کشتیوں کے دریا کا عبور نہیں ہو سکتا تھا اسلئے دریا خان پانسو
 بیچھاؤن کو لیکر آکے بڑھ گئے اور تیلیہ راج نے جو غیر مشہور راستہ
 بتایا تھا اوس طرف سے اپنی جماعت کو لیکر پہونچ گئے ابھی دس بارہ گھوڑے بھی
 دریا کے اوس طرف نہ پہونچنے پائے تھے کہ ابراہیم خان صوبہ دار بنگالہ کی فوج
 نے دریا خان کی فوج کو روکا مگر دریا خان نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا اور
 ثابت قدمی اختیار کی عبداللہ خان فیروز جنگ بھی یہی چاہتے تھے کہ میں بھی ہزاروں
 کے لشکر کو اسی راہ سے کہ جس راستے سے دریا خان لشکر کو لیکے ہیں لیجاؤں
 مگر اس حالت کو دیکھ کر وہ نہ بڑھ سکے دوسری راہ کی طرف متوجہ ہوئے ابراہیم خان
 نے احمد بیگ خان کو اپنی فوج کی کمک کے لیے بھیجا جب شاہجہان نے خبر
 سنی تو اسنے راجہ بھیم کو متعین کیا کہ عبداللہ خان کو ہمراہ لیجا کر دریا خان تک پہونچاؤ

ہنوز یہ کوئی نہ پہنچ سکے کہ دریا خان نے دو مرتبہ مقابلہ کیا اور چھاپش
 دیکر مخالف کو بھگا دیا مگر پیادہ ہونیکی وجہ سے تعاقب کر کے گرفتار نہ کر سکے
 ابراہیم خان احمد بیگ خان کی شکست کے بعد دوبارہ خود مقابلہ کے لیے بڑیا
 اور دریائے اوتر کر ایسی جگہ جسکے ایک طرف دریا اور دوسری جانب جنگل تھا
 اپنی فوج جمع کی سید نور اللہ آٹھ سو سوار اور احمد بیگ خان سات سو سوار
 لیکر اور خود اس کے ساتھ ہزاروں سوار پیادے تھے آگے آیا دونوں طرف سے
 جنگ شروع ہوئی سید نور اللہ تو مقابلہ کی تاب نہ لایا اپنی جگہ سے بھاگ کر احمد
 بیگ خان کے پاس پہنچا اور احمد بیگ خان نہایت پامردی سے لڑ کر زخمی ہوا
 ابراہیم خان یہ حال دیکھ کر دوڑا مگر اس کے ساتھی شاہ جہان کے بہادر وکی ضربوں
 کا سد مہ نہ برداشت کر سکے اور بے اختیار بھاگے اور سب انتظام بگڑ گیا
 چاروں طرف سے اسپر آدمیوں کا ہجوم ہوا اور ابراہیم خان گھر کر قتل ہوا شاہ جہان
 کو فتح نصیب ہوئی تمام سامان و ہاتھی و گھوڑے شاہزادہ کی سرکار میں ضبط
 کیے گئے اور چالیس لاکھ روپیہ نقد ہاتھ آیا شاہ جہان نے ایک لاکھ
 روپیہ نقد اور چند ہاتھی دریا خان کو عنایت کر کے شامانہ
 نوازش سے سرفراز کیا اور بنگالہ کی حکومت دار اب خان پسر خان خانانا

سلطہ خان خانان کا نام مرزا عبد الرحیم تھا میرم خان اسکا باپ اور جمال خان میواتی کی بیٹی کی ماں
 تھی یہ سلسلہ کولاہور میں پیدا ہوا جو اب اسکا باپ گجرات میں ایک افغان کے ہاتھ سے
 شہید ہوا تو یہ چار سال کا تھا محمد امین دیو اد اور زبور مرزا نے اسکی والدہ کو دبانے آشوب سے
 نکال کر احمد آباد پہنچا دیا سلسلہ جلوس میں اکبر نے اسے اگرہ طلب کر لیا اور خود پرورش کیا مرزا خان

کو دیکر مینہ کی طر ف روانہ ہوا جب صوبہ بہار بھی شاہجہان کے قبضہ میں آ گیا تو
 بقیہ صفحہ ماقبل خطاب دیکر بادشاہ کو خوشیف خان عظم سے انکار نکال کر دیا اسلئے جلوس میں وہ
 داری کجرات کی عطا ہوئی ششہ جلوس میں حضور کی بادشاہ تین جو خدمت میر عیسیٰ کی تھی
 عنایت ہوئی ششہ کو شہزادہ سلیم عرف جاناگیر کی اتالیقی عنایت ہوئی مظفر خجراتی کی فتح تین
 چوکھ اسکے پاس تھا کل تقسیم کر دیا ایک قلمدان باقی تھا ایک شخص آیا وہ اسکو دیدیا ششہ
 تین وقایع بامیری کا ترجمہ اٹلے ترکی سے فارسی زبان میں کیا اکبر بادشاہ نے نہایت تحسین کی
 ششہ جبر میں نکالت بادشاہی کو منصب عطا ہوا اور جنہور اسکو دیا گیا ششہ میں وہ
 ملتان اسکی جاگیر میں مقرر کیا گیا صوبہ ٹھٹھہ کی فتح بھی اسنے کی ملا شیکبی نے شہنوی فتح کی لکھی اسنے
 صلہ میں اسکو ہزار اشرفی انعام میں دی خانخانان قابلیت و استعداد میں کیتلے روزگار تھا
 عربی فارسی ترکی ہندی جملہ زبانوں میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اسکی شعر قلمی مشہور تھی فیاضی عالی
 جمعی میں ضرب المثل تھا تمام زبانوں میں گفتگو کرتا تھا ایک مرتبہ بجائے پیادے کے سواری کئی عہد
 پر دستخط کر دے پھر ہلنا کیسا کمر شان سمجھا ہزار دام کی جگہ ہزار روپیہ اسے دیدے شعر کو ملکر
 سونے کے ہوزن تلوار یا ملاطیری کو لاکھ روپے دیدے فقرا علما علی کو باعلان رقم کشیدیا تھت
 اسکے عہد میں اہل کمال مثل عبدالسلطان حسین اور میر علی شیر کے جمع تھے شجاعت و سخاوت
 و دانشمندی و تدبیر ملکی میں سرآمد زمانہ تھا عہد اکبری کا امرائے عظم تھا اسکا نام نامی ہمیشہ صفحہ دنیا
 پر باقی رہیگا۔ فتح کجرات تسخیر سندھ شکست سہیل خان جیپوری اسکے کارنامے ہیں مخبر
 بہت رکھتا تھا بعض باتیں اور چیزیں اسکے یہاں ایسی استعمال ہوتی ہیں کہ ہجر ہزاروں کے
 اور کوئی انکو استعمال نہ کر سکتا تھا۔ باپ اسکا شیعہ تھا مگر یہ اظہار اہلسن کرتا تھا شاہنواز خان
 داراب خان مرزا رحمن داد اسکے بیٹے تھے جب مرزا امرا اللہ اسکا بیٹا مراب تو اسکا و غ ہو گیا
 ایک کسبی جال تھی اس سے اسکے مزینا ہر وقت قصہ اکبر تعریف کیا کرتا تھا مگر حضرت شاہ
 عیسیٰ سندھی کی تسلی دہی سے اسکے دل کو قرار آ گیا محمد فہیم راجپوت کا لڑکا اسنے متبنہ کیا تھت
 وہ ایسا متقی تھا کہ تادم واپسین تہجد و اشراق قضا نہوئی۔ وہ درویش دوست تھا مگر
 تند مزاج ہمیشہ مدے تازیانہ بلند رہتی۔ خانخانان کا تخلص رحیم تھا۔ ۵۰ لاکھ روپیہ اسکا

دریا خان و عبداللہ خان کو اپنے لشکر کا پیش خیمہ بنا کر الہ آباد کو پیشتر روانہ کیا اور اسکے بعد خود مع سپہ و دختر شاہنواز خان کے الہ آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ اشنائے رام میں اکثر اس صوبہ کے جاگیرداروں نے حاضر ہو کر شاہزادہ کی ملازمت حاصل کی اور قلعہ بتاس کو سید مبارک قلعہ دار نے نہایت خوشی سے شاہجہان کے حوالہ کیا اور خود اسکی نوکری بھی اختیار کی شاہجہان نے تمام ممالک شرقی پر فتح حاصل کر کے اپنا فیضہ کر لیا صوبہ اووہ کا حاکم دریا خان کو کیا اور صوبہ الہ آباد عبداللہ خان کے سپرد فرمایا جب نور جہان نے یہ اخبار متوحش سے تو اسنے شاہزادہ پر دینز کو بادشاہ کی طرف سے شاہجہان کے مقابلہ کو بھیجا اور مابین خان سپہ سالار کو اسکا اتالیق کر کے ساتھ کیا اور تمام سرداران شاہی جنکا شاہجہان

بقیہ صفحہ ماقبل ام کی ناقضی سے جنگ و کین میں ضائع ہوا مگر قلعہ احمد نگر چین کر نظام شاہ کو برپا پور میں اکبر بادشاہ کے پاس لایا اور اسکی دختر جانان بیگم شاہزادہ دانیال کو منسوب تھی مستعین اسکی بیوی ماہ بانو کا انتقال ہوا لاہور میں بیاد ہو کر ستر سالہ عمر میں ۷۰ برس کی عمر میں خانخانان نے انتقال کیا دہلی میں ہمایون کے مقبرہ کے قریب دفن ہوا رقم مقبرہ پر لکھا ہے (خان سپہ سالار کو) تاریخ وفات ہے۔

۱۷ مابین خان کا نام زمانہ بیگ تھا یہ غور بیگ کابلی کا لڑکا تھا سادات صحیح النسب امام موسیٰ رضا کی اولاد سے ہے اسکا باپ شیراز سے کابل آیا اور وہیں اکبر شاہ کا ملازم ہوا لڑکپن میں جانگیر کی ملازمت میں بہت جلد شاگرد پیشہ ہو گیا جب جانگیر راجہ اوجینہ سے ناخوش ہوا یہ راجہ کے لشکر میں پہونچ کر اسکے آدمیوں سے بولا کہ تم بہت جاؤ مجھے بادشاہ کا حکم تنہائی میں سننا ہے چنانچہ راجہ کا سر کاٹ کر شمال میں پٹیکر بغل میں دبا لایا بادشاہ نے لشکر کے لڑکا حکم دیدیا کل شکر منتشر ہو گیا۔ زمانہ بیگ کو مابین خان کا خطاب ہوا اسے ہزاری منصب سے صوبہ دار کابل ہوا آصف خان کی عداوت سے یہ عراق چلا جانا چاہتا تھا شاہ عباس صفوی نے

اپنی رفاقت میں لے لیا تھا اونکے نام فراین معانی قصور جاری کر کے شاہی
بقیہ صفحہ ماقبل ایران طلب بھی کیا تھا مگر خان زمان اسکے بیٹے نے نہ جانے دیا جب باستان
صوبہ واری ہر ہزار پور سے صوبہ واری ہنگالہ پر راضی نہوا تو آصف خان نے ایک ہزار سو
اسکے پکڑ لانے کے واسطے بھیجے ناچار یہ چلا کچھ امر بھی ہمراہ لانا چاہتا تھا مگر فاضل خان
دیوان دکن نے سب سے کہہ دیا کہ یہ معتب شاہی ہے اسوجہ سے کوئی ساتھ نہ آیا صرف
اسکی جماعت چھ ہزار ہمراہ تھی جہانگیر کابل کے ہنگامہ کو جا رہا تھا اسکی حاضری کی اطلاع
ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ تا اداے مطالبہ شاہی حضور یمنین حاصل ہو سکتی اور یلہ سے
بھی سنا کہ جب بادشاہ کابل سے اترے گا تو مجھے کشتی میں بٹھالیگا بعدہ قید کر دیکھا اور حکم ہر
فوج سے نہ ملنے پائے یہ ہوشیار ہو گیا جب کل لشکر اتر گیا اور بادشاہ تنہا رہ گیا تو اسنے
ایک ہزار پل کی حفاظت کو بھیج دیے اور راستہ میں شہر یار اور دوا بخش شہزادہ کو ہمراہ لیلیا
اور دو اتھانہ بادشاہی میں بلا اجازت پہونچ گیا اپنے آدمی پہرے کے لیے دروازہ پر بٹھائیے
جب مہابت خان کے راجپوت غسٹانہ میں چلے آئے مقرب خان نے اس سے کہا کہ
او کوڑھی یہ کیا بے ادبی کرتا ہے بلکہ ایک لکڑی اسنے اسکے سر پر بازی خون بہنے لگا
اسوقت بادشاہ نے غلبہ غصہ میں دو مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا مگر میر منصور بدخشی نے
عرض کیا کہ یہ وقت عرصہ آزمائی کا نہیں ہے مہابت خان نے التماس کی کہ صلاح دے
یہی ہے کہ حضور شکار کے لیے چلیے اپنے ہاتھی پر بادشاہ کو سوار کر کے اپنے گھر لے گیا
اپنے بیٹوں کو بادشاہ پر تصدق کیا اور بہت کچھ اوسپر نثار کیا اسکے بعد شہر یار کے گھر لے گیا
جب نور جہان نے یہ سنا کہ مہابت خان نے بادشاہ کو اپنے قابو میں کر لیا غصہ نہ مت
سے اوسکی حالت نہ پوچھو امیر و نکو بہت ملامت کی کہ تنہا بادشاہ کو کیوں چھوڑا مگر پیل
ٹوٹ چکا تھا تاہم نور جہان نے اپنا ہاتھی دریا میں ڈال دیا اور چار ترکش تیرون سے
خالی کر دیے جب مخالفون نے حملہ کیا بیکم کی فوج کے قدم نہ جمے آصف خان قلعہ میں
چلے گئے مہابت خان نے خلیل اللہ خان کو حلف دیکر ہمراہ لے لیا اور کل مہابت
ملکی و مالی اپنے سامنے فیصل کرنا اور سبکو بیدخل کر دیا جب بادشاہ کابل پہونچا تو چوتھی

عنایت کا امیدوار کیا جب دریا خان و عبداللہ خان شاہجہان سے پیشتر الہ آباد
بقیہ صفحہ ماقبل وجہ سے مہابت خان کا غلبہ کم ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے تعاقب میں بھی گیا
اسے شاہزادہ سے معافی مانگی جب جاگیر کا انتقال ہو گیا اور شاہجہان دکن سے اگر تخت
نشینی کے لیے آ رہا تھا اور اجمیر میں خواجہ بزرگوار کے مزار پر شاہجہان حاضر ہوا تو مہابت
خان نے قرآن مجید قبر شریف کے قریب پر رکھ کر عرض کیا کہ میری مراد اچھ نہ پوری ہو گئی اب
فرما دیجیے کہ اگر میری خطا معاف کیجئے تو حضور قسم کھا کر خواجہ بزرگ کو درمیان میں دین تو
فدوی کو کعبہ شریف جانتی اجازت دین ورنہ کل آصف خان مجھے زندہ نہ چھوڑے گا بادشاہ نے
اوسکی تسلی فرمادی اور جلوس کے بعد خانخانان خطاب اور منصب ہفت ہزاری مرحمت کیا
اکثر صوبہ داری کابل اور دکن پر سرفراز ہوا دکن میں اسنے بڑے بڑے کام کیے ساہواری کی
گوشمالی کی اور جب نظام شاہی اور عادل شاہی فوجیں اسکے سر پر آگئی ہیں تو یہ ایسا لڑاکہ دکن
میں ایسی کم لڑائی ہوئی ہوگی اور قلعہ ماکوٹ اسنے پھین لیا یا قوت خان حبشی مارا گیا غنیمت
بھاگ گئے فتح خان نظام الملک کو جو بچہ تھا لیکر برہانپور آیا شاہجہان نے پانچ لاکھ روپیہ
اس فتح کے صلہ میں مہابت خان کو دیے اور اس محم میں بیس لاکھ روپے صرف ہوئے پچیس
لاکھ روپے غزانہ شاہی میں داخل کیئے اور قلعہ دولت آباد کو پیش کیا اور حسب درخواست
اسکے جب شجاع دکن گیا اور اسنے بیجا پور پر چڑبائی کی اسوقت ساہو شاہی اور نظام شاہی
اور عادل شاہی کل فوجیں مقابل آئیں اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ دو سو برس کے اندر
ایسی جنگ نہیں ہوئی تھی مہابت خان اپنی جگہ سے نہ ہٹا قریب تھا کہ اسکا کام تمام ہو جاتا
کہ خان دوران اسکی مدد کو آگیا اور سب کو پر آگستہ کر دیا جب خان دوران خان اور
اوس سے باتھاتی پیش آئی تو اسنے جملہ فوجیں بار بار کہا کہ مینے مہابت خان کی جان
بچا دی اسی محم میں آگ لگ جانے سے دس ہزار آدمی اور بیس ہزار جانور جل گئے تھے
سیدی مرجان و فقیرہ سردار غنیم کے مار گئے مگر برسات سر پر آ جانے سے یہ جنگ ختم نہ ہوئی
اسنے لاکھوں روپیہ بخارون کو جانوروں کے لیے دیے مہابت خان اس محم کی بدظنی سے
معتوب شاہی ہو اس لڑائی کی ناکامی سے اسے ایسا غم ہوا کہ وہ بولنے پر تیز نہیں کرتا تھا

لیخرف روانہ ہوئے تو عبد اللہ خان نے الہ آباد میں لشکر آراستہ کیا اور قلعہ الہ آباد کے ارد گرد انتظام کیا اور دریا خان نے اپنا لشکر ناکپور میں دریائے گنگا کے کنارہ بجایا عبد اللہ خان نے دریا خان کو مدد کے لیے بلایا مگر دریا خان نے جانا پسند نہ کیا اسوجہ سے دونوں سرداروں میں کدورت پیدا ہو کر نا اتفاقی ہو گئی اس ضمن میں مہابت خان معہ سلطان پرویز کے دریائے گنگا کے کنارہ آگیا دریا خان نے جنگی بیڑے اور توپخانہ عبد اللہ خان کے پاس سے منگایا تاکہ جملہ راستے بند کر کے لشکر بادشاہی کو روک دیا جائے اور وہ نہ اترنے پائے مگر عبد اللہ خان نے قصد افسانیت سے توپخانہ وغیرہ بھیجا اس باہمی نا اتفاقی سے شاہجہان کا کام بگڑ گیا اس عرصہ میں مہابت خان کشمیر فراہم کر کے دوسرے راستہ سے اتر آیا دریا خان ناچار ہوئے اور راجہ جیم اور عبد اللہ خان جو چنور میں جمع بقیہ صفحہ ما قبل اور کتا تھا کہ نجوم سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس مرض سے میری جان بڑی ممکن نہیں ہے قلم پر بندہ کے لینے میں جب بھی سستی نہ کی برہانپور سے نکلا تھا کہ مالہ موہن پور پہنچا اور انتقال کیا۔ یہ سالار فقہ تالیف ہے کل اپنے ترکہ کی فرد بنا کر اپنی خاتم کو دیدی کہ بادشاہ ایک خدمت میں پیش کرنا اور کل مال میرا بادشاہ کو بھیج دینا حسب وصیت جنازہ شاہ مردان ملی زمین دفن ہوا شاہجہان نے بھڑا تھیون کے سب ترکہ اسکے بیٹوں کو دیدیا نقدی تھوڑی تھی کرڈ روپیہ سالانہ اوسکی آمدنی تھی سب خرچ کرڈالتا تھا مرد صاحب ہمت تھا ایرانوں کی صحبت کا عاشق تھا شاہجہان خان لودی پر معترض تھا کہ اوسمیں فیاضی نہ تھی خوراک بالکل معمولی پوشاک بالکل سادہ پانچ روپے سے زیادہ نہوتی ہاتھیوں کا بہت شوق تھا انکو چاول کمود کے اور ولایتی خرچہ کھلاتا تھا جو شش اور نجوم میں کال تھا آخر میں شیعہ ہو گیا تھا سفاکی اسکی مشہور ہے صوم و صلوة کا بھی پابند نہ تھا اسکے بیٹے خاثر نامان امانی لہر اسب مرزا دیر بہت بہروز افراسیاب تھے اسکا دیوان کا کاپنڈت تھا۔

ہوئے تھے جا کر اونسے ملے اور وہاں سے شاہجہانی افسر اتفاق کر کے بنارس
 پہنچے اور وہاں بادشاہی لشکر سے مقابلہ کر کے نالہ تونس پر معرکہ آرائی ہوئی
 جب بادشاہی لشکر کی طرف غلبہ کے آثار ظاہر ہوئے تو دریا خان کی نئی فوج
 جو انکی سختی سے آزرده خاطر تھی میدان جنگ سے بھاگ گئی اور دریا خان کے
 واسطے فوج کا اگلا حصہ وہ بھی کنارہ کش ہو گیا دونوں طرف سے سخت مقابلہ
 ہوا راجہ بھیم معہ اپنے راجپوتوں کے بادشاہی لشکر کو چیرتا پھاڑتا ہوا شہزادہ
 پرویز کے قریب پہونچ گیا اور ستائیس زخم کھا کر کام آیا اس گڑبڑ میں شاہجہان کے
 لشکر کا انتظام بگڑ گیا اور اسکے گرد بجز قوچیوں کے اور کوئی نر یا بادشاہی فوج نے
 پرکار کی طرح شاہجہان کو اپنے حلقہ میں لے لیا ایک تیر بھی شاہزادہ کے گھوڑے
 کے آکر لگا اور شاہجہان نے پیادہ ہو کر لڑنے کا ارادہ کیا اسوقت عبداللہ خان نے
 جانا کہ شاہجہان میدان نہیں چھوڑیگا نہایت خوشامد سے اپنے گھوڑے پر سوار
 کر کے وہاں سے قلعہ رہتاس کو جان کہ اسنے اہل محل کو چھوڑا تھا شاہجہان کو
 لے گیا قریب چالیس ہزار کے بادشاہی لشکر اور قریب دس ہزار کے
 شاہجہانی لشکر تھا۔

مظفر نامہ میں ہے کہ شاہجہان اپنے باپ کی فوج سے لڑنا نہ کر وہ جانتا تھا مگر مجبور تھا
 آخر شاہجہان نے معافی چاہی اور جہانگیر نے اسکو لکھا کہ قلعہ رہتاس اور قلعہ اسیر
 حوالہ کر دو اور داراشکوہ و اورنگ زیب کو میرے پاس بھیج دو تو تمہاری تقصیر معاف
 ہو جائے گی چنانچہ اسنے ہر دو شاہزادے معہ دولاکھ روپے کے ۳۰ ہجادی ثانی
 سترہ ہجری کو جہانگیر کے پاس روانہ کر دیے اور جب شاہجہان نے یہ دیکھا

کہ میری جمعیت ٹوٹ گئی اور تھوڑے آدمی میرے ساتھ رہ گئے تو وہ بھی مصالحتاً دکن کو چلا گیا دریا خان بھی شاہزادہ کے ہمراہ کاب گئے اور جنیر تک ساتھ رہے لیکن وہاں سے شاہجہان سے جدا ہو کر خانجہان خان لودی صوبہ دار دکن کے پاس چلے گئے بعض روایت میں ہے کہ دریا خان کے نام بھی بادشاہی فرمان عفو و تقصیر کے بابت اور خانجہان خان لودی کا خط پہنچا لہذا دریا خان نے بھی علیحدگی اختیار کی لیکن اس قدر وضع داری برتی کہ لشکر بادشاہی کے ساتھ ہو کر شاہجہان کے مقابلہ پر آنا بھی گوارا نہ کیا اس عرصہ میں شاہجہان کے ایام خمس ختم ہو چکے تھے پانچ سال تک اسے زمانہ کے بڑے نشیب و فراز دیکھے مگر ان سب تغیرات کو نہایت کشادہ روی سے اور ثابت رائے سے انجام کو پہنچایا اور کبھی چین چین نہوا۔

جہانگیر کا مرنا اور شاہجہان کا تخت نشین ہونا اور

دریا خان کا دوبارہ منصبدار ہونا

تورالدین جہانگیر بادشاہ کشمیر سے واپس آ رہا تھا کہ لاہور کے قریب ۲۲ سال ۸ ماہ سلطنت کر کے ۵۸ برس کی عمر میں ۲۸ صفر ۱۶۲۷ء کو انتقال کر گیا یہ خبر سن کر شاہ جہانگیر کے منہجی تاریخ ملا کشفی نے ۵۷ جہانگیر از جہان رفت لکھی۔ اس بادشاہ کے مرنے بعد بڑا انقلاب ہوا شاہجہان کی تخت نشینی میں بڑے جگرے پیش آئے نور جہان جہانگیر کے جنازہ کو لائی اور شہر یار جو لاہور میں دا، الثعلب کے مرض میں مبتلا تھا اسے اسکو پہلے

۸ جمادی الثانی سنہ مذکور کو شاہجہان برہانپور دکن سے دار الخلافہ آگرہ آکر پہلے شاہ زادگی والے مکان میں ٹھہرا اسکے بعد ساعت مقررہ پر گھوڑے پر سوار ہو کر قلعہ میں آیا اور دو شنبہ کے دن ۳۷ برس کی عمر میں سر پر تاج اور تخت پر قدم رکھا ارکان سلطنت نے مبارکباد دیکر نذرانہ گزرا نین اور منبر پر شاہجہان باؤٹا کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اسے سردار و نیکو انعام و منصب سے سرفراز کیا۔

بقیہ صفحہ ماقبل جہانگیر کے مہنگی اطلاع دیدی تھی شہریار نے ستر لاکھ روپیہ خرچ کر کے ایک لشکر تیار کیا مگر آصف خان جو راجہاں کا بہائی تھا وہ اپنے داماد شاہجہان کی تخت نشینی کی فکر میں مصروف ہوا اسنے شہزادہ اور بخش عرت بلاتی کو جو خسر و کا بیٹا تھا قید سے نکال کر شہریار کے مقابلہ کے لیے تخت پر بٹھلا دیا ارادت خان میر بخشی کو ملا لیا اور بنارس داروغہ جیلخانہ کو جو تیرہویں مشہور زمانہ تھا شاہجہان کے پاس دکن بھیجا کہ وہ آگرہ میں تخت نشین ہو جاوے اور جلدی میں کچھ لکھ نہ سکا صرف اپنی مدد کی وہ بیس روز میں دکن پہونچا اور شاہجہان مطلع ہو کر آگرہ آیا اور ہر آصف خان نے جو راجہاں کے پاس لوگوں کی آمد و رفت بند کر دی دلا آشکوہ و اورنگ زیب کو جو راجہاں کے پاس سے لے آیا اور اپنی تھوڑی فوج سے مقابلہ کیا اور شہریار کی نا تجربہ کاری بھیر پہلے ملہ میں بھاگ گئی شہریار کو قلعہ سے پکڑوالبو لایا اور خواجہ سراجیہ کو لیکر الدردی خان کے حوالہ کر دیا اور وہ سیوین کھ پانڈھ کر داور بخش کے روبرو حاضر کیا گیا اور وہ اس کے بعد اکیلے آکھونین نیل کی سلاخیان پھیر کر بنا دیا اسکے بعد ۲۲ ربیع الثانی کو حسب نشاء شاہجہان کے داور بخش کو قید کر کے شاہجہان کا خطبہ پڑھا گیا اور ۱۶ جمادی الاول کو وہ معہ گرشاسب اور اسکے بہائی اور شہریار و طموش اور ہوشنگ جو سلطان دانیال کے فرزند تھے قتل کیے گئے اور شاہجہان مستقل بلا کسی دعویدار کے بادشاہ ہوا اسکے بعد آصف خان معہ شاہزادوں کے ۱۲ رجب کو شاہجہان کے حضور میں حاضر ہوا امین الدولہ اور عمو کے لقب اور نہ ہزاری منصب اور پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مرحمت ہوئی اور وکالت مطلق اور مہ سلطنت اسکے سپرد ہوئی ایک من شاہجہانی تول اسکے خوراک تھی ڈبائی کروڑ کا اسنے ترکہ چھوڑا ہر علم میں دخل تھا شہنشاہ جہری میں بمقام لاہور انتقال کیا اقم اسکی قبر پرفاٹہ خوانی کو کیلستہ۔ تہاب شاہنشاہ خان اور تاج محل زوجہ شاہجہان اسکی اولاد میں تھے۔

جو امرامقبوب تھے اُنکے قصورات معاف کیے اور خلعت و انعامات سے سربلند ہوئے دریاخان بھی حاضر ہوئے شاہجہان نے اُنکا قصور بھی معاف کیا اور خلعت تاجہ اور منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار سے ممتاز فرمایا اسکے بعد اذی الحجۃ سنہ ہجری کو دوبارہ شاہجہان بادشاہ نے دریاخان کو خلعت خاصہ اور جہر مرصع اور سپ با زین مطلق اور ایک ہاتھی اور بیس ہزار روپیہ نقد عنایت کر کے سرفراز کیا۔ اور اُنکے لیے یہ حکم صادر کیا کہ تمہارے لیے صوبہ دکن میں جاگیر مقرر کی گئی اور یہ ہا نصرت کیے گئے۔ یہ کل مضمون بادشاہنامہ مصنفہ ملا عبد الحمید لاہوری کا ہے اور اثر الامرا میں ہے کہ دریاخان کی جاگیر بنگالہ میں بھی مقرر ہوئی تھی اور قیاساً خان صوبہ دکن بنگالہ کے ہمراہ بیونین متعین کیے گئے تھے جبکہ دریاخان کی جاگیر صوبہ خاندیس میں تھی اس زمانہ میں دریاخان دکن میں موجود تھے اور وہاں انھوں نے شاہجہانی سلطنت کے خدمات خوب ادا کیے تھے۔

۱۷۰۰ء درین ہنگام کہ توایم اورنگ جہاں بانی بجلوس مقدس اسمانی پایہ شد آن بدست بادیشہ خردی از کرد و از کوہ و ہوا طراز ناپسندیدہ امت کشیدہ ہزاران ضرعت بدرگاہ عرش جا آمدہ جلنتر تاجزایم او اغراض نمودہ اور بخلعت منصب چار ہزاری ذات سے ہزار سوار سرفراز گردانیدند۔ بادشاہنامہ صفحہ ۲۰۳۔

۱۷۰۱ء دریاخان رولہ را بغایت خلعت و جہر مرصع و اسپ با زین طلا و فیل و بست ہزار روپیہ سرفراز ساختہ بدکن و ستوری دادند و حکم شد کہ جاگیر اور درجہان صوبہ تن شود بادشاہنامہ صفحہ ۲۰۴۔

۱۷۰۲ء تیرش در صوبہ بنگال مقرر گشتہ بمرہی قاسم خان صوبہ دار آنجا تعین گردید و بعد ازان پر گنہ بنا و وغیرہ صوبہ خاندیس جاگیر یافتہ پیاق دکن مامور شد از اثر الامرا صفحہ ۲۰۵ تذکرہ دریاخان۔

ابنک دریا خان کا شمار بلندی پر چلتا تھا اب ترقی سے اوکا تنزل شروع ہوا
تقدیری اتفاق کو دیکھیے کہ وہ خانبھان خان لودی جسکی بدولت دریا خان نے بڑا
مرتبہ پایا اوسکی دوستی و اتحاد کی بدولت دریا خان نے سخت مصیبتیں بھی اٹھائیں
یہاں تک کہ اپنی جان سے ہاتھ دھوئے مگر اپنی ذاتی وضع داری و وفاداری سے
اوسکا ساتھ نہ چھوڑا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خانبھان خان شاہجہان کے
مخالفت کے زمانہ میں نورجان کا مشیر و طرفدار تھا جب شاہجہان بادشاہ ہوا تب
اوسنے یہ خیال کر کے کہ اب بجز اطاعت کے چارہ نہیں ہے ایک عرضداشت اظہار
اطاعت کی بادشاہ کے حضور میں ارسال کی بادشاہ نے بھی اوسکے حالات ماسبق
سے درگزر کر کے معافی قصور کا فرمان اور خلعت وغیرہ بھیج دیا اور اسے اوسکی جاگیر
پر بدستور سرفراز رکھا جسقدر بادشاہی مکرمت کا اظہار ہوتا تھا اوسقدر اسکی بدگمانی
ترقی پکڑتی تھی بالآخر نوبت بانجھا رسید کہ ایک روز کھلم کھلا بغاوت اختیار کر کے وہ
غزنی و قندھار کے دارالسلطنت آگرہ سے بھگ گیا دریا خان نے بھی اسکا ساتھ اختیار کیا
دریا خان کے متعلق تین روایتیں ہیں اول یہ کہ دریا خان اس زمانہ میں دکن میں
تھے جب خان جہان خان دکن پہنچا تو اوسنے انکو تعیناتی مقام سے اپنے ساتھ
لے لیا دوسری روایت یہ ہے کہ آگرہ سے خانبھان خان لودی کے ساتھ
دریا خان روانہ ہوئے تیسری روایت جسکو دریا خان کے خاندان والے
زیادہ مقرب سمجھتے ہیں یہ مشہور ہے کہ جس رات خانبھان خان آگرہ سے بھاگا تو اسکی
صاحب کو حسب معمول دریا خان حاضر دربار ہوئے اسوقت بادشاہ غصہ میں بھرا ہوا بیٹھا
تھا جو سردار آتے جاتے تھے خانبھان خان کے مقابلہ پر مامور ہو جاتے تھے

دریا خان جب سامنے گئے تو او کا ربط ضبط خانجمن خان کے ساتھ اور نیز
 دریا خان کا ایک مرتبہ باغوائے خانجمن منحرف ہو جانا بادشاہ کو یاد آیا اسے
 عالم غیظ میں دریا خان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے دریا خان شیندہ
 ام آوننگ افغانستان از گورستان میخیزد تو کہ با نام و
 نشان مہستی درین وقت مصیبت شریک یار وفادار مہشدی
 دریا خان نے اس کے جواب میں دست بستہ عرض کیا بلے پیر و مرشد
 الامرفوق الادب یہ لکھرا و سیوقت کھڑے ہو گئے اور مکان پر اپنا مال
 و اسباب اور اپنے ہمراہی سوار و پیادے اور بچے و عورتیں لیکر تقارہ پر دوڑ بھا
 دیتے ہوئے اگر سے نکلے اور خانجمن سے جا ملے مگر بہادر خان نے باپ کا
 ساتھ نہیں دیا وہ بدستور بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ شاہجہان کو
 اونکے اس وقت چلے جانے سے یہ گمان نہ تھا کہ دریا خان سے ایسی کج ادائی
 وقوع میں آئیگی جب بادشاہ کو دریا خان کی مغروری کی کیفیت معلوم ہوئی تو انکی
 نسبت بھی وہی حکم صادر ہوا جو خانجمن خان کے حق میں دیا تھا۔

لیکن دریا خان کا اگرہ سے خانجمن خان لودی کے ساتھ جانا کسی طرح صحیح
 نہیں کیونکہ بادشاہ نامہ میں جو شاہجہانی واقعات کا مستند روز نامہ ہے اوس میں
 برہانپور سے دریا خان کا سرکشی کر کے اور خانجمن خان سے ملنا مندن ہے
 اور بمقابلہ اوس کتاب کے جو خود بادشاہ نے لکھا کرتی ہو کسی دیگر روایات کا
 اعتبار نہیں ہو سکتا ہاں یہ اختلاف تسلیم ہو سکتا ہے کہ برہانپور میں شاہجہان پڑھا
 نے دریا خان سے وہی الفاظ فارسی مخاطبت میں فرمائے ہوں اور یہ غیرت

افغانی سے متعلق نہوے ہون اور چلے گئے ہون یا خانجہان خان کی دوستی کا

سلہ خانجہان خان قوم کا لودی شاہوخیل تھا اسکا باپ دولت خان مرزا خان ظفر کو کہ کے بیان کیا
معتد کا گذار ہوا ہے جب کو کہ کی بہن مرزا عبدالرحیم خان خانجہان کو منسوب ہوئی تو اسے دو انیال
کو دیکر خانجہان سے یہ کہتا تھا کہ اگر اپنے باپ کا مرتبہ لینا چاہتے ہو تو اس مرد عزیز کو نگاہ رکھنا
خانجہان کے ساتھ دولت خان نے بڑی کار نمایاں کیں۔ ایک بار ابو افضل وزیر اکبر نے بندی تلوار کی
تعریف پوچھی اس نے بے ساختہ کہا کہ ایسی ہوتی ہے کہ اگر تمہارے سر پر ماروں تو دم تک پہنچے۔ ایک بار
شہزادہ دانیال نے خانجہان کے سر سے دستار گرا دی اور معذرت کی کہ سو ہوا اسے بھی شہزادہ
کے سر سے دستار گرا کر کہا کہ مجھ سے بھی سو ہوا یہ سن کر عجمی مین دولت خان نے احمد نگرین
انتقال کیا اگر بادشاہ اسکی جرات سے وحش کرتا تھا جب بادشاہ نے اسکے مرثی کی خبر سنی تو کہنے لگا
کہ میرے نزدیک آج دنیا سے شیر خان اونٹ ہے۔ دولت خان شجاعت میں بے بدل تھا ہمیشہ
افوج کے آگے رہتا تھا۔ خانجہان جب نوجوانی میں باپ سے کچھ رنجیدہ ہو کر ننگار چلا گیا تو راجا ننگار
نے اسکے باپ کے قدیمی رسم کے وجہ سے تیس ہزار روپے دیئے تھے یہ شہزادہ دانیال کی خدمت
میں پہنچا اور شہزادہ کا منظور نظر ہو گیا مصابحت میں یہاں تک تقرب حاصل کیا کہ غیرت بانی
نہری گویا دونوں یکذات ہو گئے یہاں تک کہ فرزند کی خطاب سے مخاطب کیا گیا جب شاہزادہ
دانیال کا انتقال ہو گیا تو خانجہان میں برس کی عمر میں جہانگیر بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور ایسی
قدر و منزلت حاصل کی کہ تھوڑے زمانہ میں پھر اسی منصب اور خانجہانی لقب سے سرفراز ہوا اور
ایسا محرم راز اور ذی اعتبار ہو کہ اس مرتبہ میں اسکا کوئی شریک نہ رہا انجمن غمخواران میں رو برو بیٹھنے کا
حکم دیا گیا مگر بادشاہ اپنے ساتھ مجلس میں لے گیا اور اسے چاہا کہ خاندان شاہی میں کسی لڑکی سے
اسکی شادی کر کے اسکو سلطان جہان کے خطاب سے سربلند کروں جہانگیر نے اسکے ساتھ کافی
اور نوکری کا معاملہ نہیں رکھا بلکہ یار نہ سلوک کیا لیکن اسنے اپنی حد سے قدم باہر نہ رکھا جب شاہزادہ
پروینہ دراجہ مان سنگھ و شریف خان امیر الامرا کے ہمراہ خانجہان خانجہان کی ملک کو دکن بھیجا
گیا تو رخصت کی وقت بادشاہ دو انخانہ خاص و عام کے جھوکے کی نیچے خود آیا اور اپنی دستار اسکے
سر پر باندھی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر گھوڑے پر سوار کرایا اور حکم دیا کہ ہمارے سامنے سے نقارہ بجاتا ہو
روانہ ہوا اس طرف سے بادشاہ اور اس طرف سے خانجہان نے خدمت مفارقت سے یہ اخصیار و فنا

پاس کر کے از خود جا کر مل گئے ہوں یا خانجہان خان نے مروت قدیمی کا دباؤ
 بقیہ صفحہ ماقبل شروع کیا بادشاہ برابر بہ منزل پر تھے بیستارہ بادکن کی مہات میں اسے اکثر
 کار نمائی کی جب جہانگیر اور شاہجہان کے درمیان فوجیان کی وجہ سے مخالفت پیدا ہوئی
 تو خانجہان کے نام متواتر فرمان طہی کے بادشاہ نے بھیجے اور آخر میں لکھا کہ اس وقت میں شیرخان
 سوریہ وجود اس عدوت کے اگر ہوتا تو وہ بھی میرے پاس آجاتا تم اب تک نہ آئے قلعہ گرہ کی
 حفاظت اور خزانوں کی کنجیان بھی اویسکے سپرد ہیں۔ گجرات کی صوبہ داری پر بھی بجائے خان غلام
 کو کہہ کے یہ متعین رہا۔ شہنشاہ جہانگیر نے جب شاہزادہ پرویز کا انتقال ہو گیا تو تمام ملک کن
 کا کاروبار اس کے سپرد ہوا۔

اسکے بعد جہانگیر کا انتقال ہو گیا زمانہ نے پلٹ لکھا یا شاہجہان نے دکن سے آگرہ کی روانگی کیقت
 اپنے مقصد و مزاج و انجان نثار خان کو اپنے ہاتھ سے فرمان غنایت آمیز اسکو بھیجا کہ صوبہ داری
 ملک دکن کی تمھارے نام بحال رکھی گئی اور اس طرف سے جانیکا ارادہ ظاہر کیا جب جان نثار
 خانجہان کے پاس گئے تو دریا خان اور فاضل خان دیوان اور سکندر خان دوتانی نے کہا کہ سلطان
 داؤد گیش لاہور میں تخت پر بیٹھ چکا ہے شہر یا سلطنت کا دعوے کر رہا ہے باوجود اس خصہ متنازعہ
 کے تمھارے مخالفت مہابت خان کو تمھارا خطاب سپہ سالاری دیا جاتا ہے آپ ہمارے
 نواب فاضل الہی سے صاحب جمعیت و لشکر ہیں جو کوئی مستقل بادشاہ ہو اسکی اطاعت و ملازمت
 کرنا چاہئے۔ زمانہ اسکی دولت کا قریب تنزل کے تھا باوجود اس دشمنی کے کہ کیتاے روزگار تھا
 غلطی کی اور جان نثار خان کو بلا جواب لکھے نے اعتنائی سے واپس کر دیا۔ اور نظام شاہ سے تازہ
 عہد کر کے پچھن کر ورام کا بادشاہی ملک اسکو دیدیا اور برہانپور سے روانہ ہو کر ملک مالوہ پھنہ
 کر لیا جب شاہجہان تخت نشین ہو گیا تو اب تمامت سے کیا ہوتا ہے مگر اسنے اپنا وکیل معمر
 عر ضداشت کے بھیجا اور مسند نشینی کی مبارکباد میں ایک سرور و مراد کا سنایت پیش کیا بادشاہ کو
 بھیجا شاہجہان جو دریلے مروت اور سرایا کریم تھا اسنے حالات ماسبق سے درگزر کر کے اسکی
 خطائیں معاف کر دیں اور بدستور صوبہ داری دکن و برار و خاندیس پر اسکو بحال رکھا اور منصب
 ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و دو سو سپہ سالار سے سرفراز کیا اور دیانت خان کو واکلی و قاضی
 ہنگاری پر مقرر کر دیا کہ جو خیالات خفیہ اسکے ہوں وہ مجھے براہ رکھنا رہے چنانچہ دیانت خان اسکے

نواکر اپنے ہمراہ یعلجے پر مجبور کیا ہو۔ برہانپور سے دریا خان کے جانیکا مفصل

یہ صفحہ ماقبل حالات لکھتے رہے اور یہ بھی اونھوں نے لکھا کہ اسکا اردہ بغاوت کا نہیں ہے
 بلکہ اپنے افعال پر اندیشہ مند ہے اس واسطے میں طرح طرح کے منصوبے سوچا کرتا ہے مہضرت اسکو اپنے
 منصوبہ میں بالین اور اسکی طرف سے کسی بات کا خیال نہ کریں یہ حال معلوم ہو کر بادشاہ کو مطمئن
 ہو گیا اور خانبھان کو مالوہ کا صوبہ دار کر دیا اسکے بعد خانبھان نے ۲۶ ہاتھی اور ہزاراشر فی شاہجہانکو
 نذر دی بادشاہ نے خلعت دیا۔ اسکے بعد یہ اگرہ آیا خانبھان کے ذریعہ سے خطا معاف کرائی
 ۴ ماہ تک اگر دین قیام رکھا شاہجہان نے کچھ نہ کہا رعایت رکھی بلکہ اسکے خیال سے کہ سید ہے
 ہاتھ پر دربار میں کھڑا ہوتا ہے اور مہابت خان بھی کسی سے گردن خمی نہیں کرتا ہے ایسا نہو کہ فیما بین
 چشماک ہوا سلیے مہابت خان کو دلی بھید یا لیلین خانبھان خان کا پہلا سا اعزاز کمان جہانگیر کی طرح
 سلوک کون کرے اور خاص و عام کی اسکی طرف رجوعات کیے ہو بلکہ طرفین میں دلی صفائی بھی نہیں
 جب عہدہ تک شاہجہان نے اسے دربار میں نہ دیکھا تو یمن الدولہ سے غیر حاضری کی وجہ پوچھی
 یمن الدولہ نے سبب عرض کیا شاہجہان نے کمال عنایت سے اسکی دلوئی و اطمینان کے لیے
 اسلام خان کو بھیج دیا مگر جسقدر مکرمت شاہی کا اظہار ہوتا تھا اسکی بدگمانی ترقی کرتی تھی بادشاہ
 نے حسب استدعا ان نامہ بھی دستخط خاص سے لکھ کر بھیجا مگر وہ اپنے وہم اور منصبہ اروں کے
 اور غلامیہ دو ہزار چھان بارہ فرزندہ و اماں چھ سو پیادے ایک سو تین شاگرد پیشہ قدی خیر خواہ باقی
 مستورات برقع پوش ہاتھی گھوڑے پر سوار کر کے پہرے رات گئے ۲۴ صفر ۱۰۸۱ جبری کو اگر سے
 نکل گیا یمن الدولہ نے شاہجہان سے اگر عرض کیا بادشاہ نے گیارہ بجے رات تک بٹے بٹے
 بہادر امراؤں کے تعاقب میں روانہ کیے حالانکہ یمن الدولہ نے الہوردی خان کے ذریعہ سے
 اسے بھاگنے کی خبر اسدن پہنچادی تھی اور عرض کرایا تھا کہ اگر حکم ہو تو خانبھان کے دروازہ پر
 پہرہ چوکی بٹھا دیا جائے مگر شاہجہان نے کہا کہ اسکو عہد نامہ لکھ کر دیا گیا ہے قبل از نظام صا دی ہو گیا
 شہر عائد شکنی نہزاجا نہیں ہے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی لشکر سے خانبھان لڑتا ہوتا ہوا دکن پہنچ گیا
 نظام الملک خانبھان کے آنیکو بڑی نعمت سمجھا بڑی گرجوشی و تپاک کیا گھوڑے سے اترنے
 بھی نہیں پایا کہ نظام شاہ نے استقبال کیا اور خانبھان کو اپنی مسند پر لیجا کر بٹھلایا اور خود
 ایک کنارہ پر بیٹھا۔ اور اسکے خرچ کے لیے ایک معقول رقم اور جاگیر مقرر کی جب تکچس ہزار

قصہ آگے آتا ہے۔

بھیسفہ ماقبل سوار شاہجہانی لشکر کے دکن پہنچے تو خانبھان بھی چالیس ہزار سوار اطفام شاہی سے مقابلہ کے لیے آیا۔ بڑی بڑی لڑائیاں رہیں۔ ایک روز خانبھان لڑائی کی حالت میں پالکی کے اندر حتمی رہا تھلبیٹے نے کہا کہ لڑنا ہے تو سوار ہو کر لڑے ورنہ ایک عالم کو غرابی میں کیوں ڈال رکھا ہے وہ بولا کہ تمہارا خیال ہے کہ میں غالب آؤں گا ہرگز نہیں اقبال خدا داد ہوتا ہے اس جنگ سے مطلب یہ ہے کہ مصاحبت ہو جلے میں کہ مغلہ چلا جاؤں اور تمہارے روزگار کی صورت کل آگے خانبھان نے چھانٹنے کیلئے نیکو پشاور وغیرہ میں بھڑکادیا چنانچہ انک سے کابل تک مہمند خلیل گلگانی داد زئی یوسف زئی قبیلوں نے فساد برپا کر دیا مگر شاہجہانی امر نے اس شعلہ کو ٹھنڈا کیا خانبھان چاہتا تھا کہ میں کسی گناہ جنگل میں چلا جاؤں مگر بادشاہی لشکر چھانبین چھوڑتا تھا دکن میں اس کے قدم نہ جمنے دیے قصبہ کالہنجا آیا اور وہاں سپہ لشکر بادشاہی نے نزعہ کیا گرز برداروں نے اسکو پساکر کے ہلاک کیا شاہ قلی گرز بردار نے اسکا سر کاٹا جو برہانپور میں شاہجہان کے حضور میں بھیجا گیا طالب کلیم نے یہ برائی پیش کی کہ میں مژدہ فق ازپے ہم زیبا بودہ این کیفیت و بالآخر نشاط افزا بودہ از کشتن دریا سر پیرا ہمر رفت گویا کہ سر اوجاب این دریا بودہ خانبھان کو بعض راوی ہمیشہ سے بغاوت پسند بتلائے ہیں اور بعض غیرت دار و محافظ آبرو جلستے ہیں مگر وہ مرد راستگو تھا زمانہ ساز نہ تھا دونوں نہیں جانتا تھا کہ دشمن زمانہ کی نہیں دیکھی تھی جہانگیر بادشاہ ہندوستان اس پر فریقہ تھا ایک نے ز شاہجہان نے سید خانبھان سے کہا کہ تمکو خطاب اس شخص کا دیا گیا ہے کہ جسکی نگاہ کے شہزادہ آرزو مند رہا کرتے تھے اور وہ بے پرواہی سے کسی سے بات نہیں کرتا تھا اب لوگ ناموافقت زمانہ سے اسکی ہمسری کرنے لگے اسکو گوارا نہوا اپنے آپ کو ہلاک کر دیا بھل وقار مزاج میں بہت تھا آزار رسان نہ تھا نہ بیاسنی تھا اسکا مقولہ تھا کہ بے غلامی علی علم تھیں کے شجاعت آہی نہیں سکتی۔ شیخ فضل اللہ برہانپوری کی شرف صحبت سے تصوف کا شوق بھی اسکے دل میں پیدا ہو گیا تھا اور دنیا سے نفرت ظاہر کرتا تھا تین لاکھ روپیہ ماہو ماہو اسکی سرکار کا خرچ تھا کبھی کبھن بھی جاتا تھا۔

جب خانبھان لودی بادشاہی لشکر سے لڑتا ہوا ملک دکن تک پہونچ گیا تو
اگے آگے خانبھان خان کا لشکر تھا اور پیچھے اسکے بادشاہی فوج تھی یہاں تک
کہ وہ نظام شاہ کے علاقہ میں داخل ہو گیا چونکہ نظام الملک کو خانبھان کی ہمت
بہر طور سے منظور تھی لہذا اسکے پاس پہونچ جانے سے بادشاہ کو زیادہ تشویش
ہوئی اور خود شاہجہان بادشاہ غرہ رجب الثانی سولہ تہجری کو ملک دکن کی
طرف متوجہ ہوا اور وہاں پہونچ کر اول یہ انتظام کیا کہ کچا پاس ہزار لشکر کے تین حصہ
کر کے ایک حصہ کا سردار نواب بہادر خان کو اور دوسرے حصہ کا سردار نواب
شایستہ خان کو اور تیسرے حصہ کا سردار اراوت خان عرف عظم خان کو مقرر کیا
اور کل فوج کی ذمہ داری نواب بہادر خان کے متعلق کر کے خود بہر پاسپور چلا گیا یہ
سبھون اخبار محبت کا ہے لیکن بادشاہنامہ میں بادشاہ کی تالیخ روانگی اور فوج کی
ترتیب میں کچھ اختلاف ہے بادشاہنامہ میں تحریر ہے کہ ۱۰ جمادی الاول کو شاہجہان
دار الخلافت اگرد سے روانہ ہوا اور ۹ رجب ۱۰۳۰ ھ ہجری مطابق ۳۰ سبھ جالس
کو خاندیس پہونچا جب وہاں گیا تو کل امرادکن کے حاضر ہوئے چنانچہ
ارادت خان صوبہ دار دکن بھی حاضر ہوئے اور ایک ہزار اشرفیان نذر گذار
وہاں بادشاہ نے لشکر کے تین حصہ یوں تقسیم کیے کہ ایک حصہ کی سرداری
عظم خان کو اور دوسرے حصہ کی سرداری شایستہ خان اپنے سالک کو اور
تیسرا حصہ راجگ سنگھ کو اور نواب بہادر خان اور عثمان خان کو بھی اس مهم
میں شریک کیا اور نظام الملک کے حدود سے خانبھان خان کے ہستیصال
کی غرض سے روانہ کیا اور خود شاہجہان ۲۶ رجب روز دوشنبہ ۱۰۳۰ ھ کو

برہانپور پہونچ گیا جب برہانپور بادشاہ پہونچا تو وہاں دریا خان بھی اپنی جاگیر سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوئے۔
 ۱۔ شعبان المعظم روز پنجشنبہ کو ممتاز الزمانی عرف تاج محل کی جاگیر میں اضافہ ہو کر بارہ لاکھ روپے مقرر ہوئے اسی روز دریا خان سہ ہزاری سواروں سے ترقی پا کر چار ہزاری ذات اور چار ہزار سواروں کے منصب سے سرفراز ہوئے تھے بادشاہینا کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریا خان کی یہ ترقی ساہو مرہٹہ کے صلہ میں انھیں ایام میں بادشاہ نے برہانپور پہونچ کر صادر فرمائی تھی۔

۲۔ شعبان کو دریا خان حالانکہ مور و عنایت بادشاہی ہوئے تھے مگر برہانپور سے خانبھان کی دوستی اور ہم قومی کا خیال کر کے اس کے پاس چلے گئے بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ خانبھان کا گروہ ہراسے نکل کر تلی گاؤں میں آ جا چکا

۳۔ عرہ شعبان دریا خان روہلد از جاگیر آمدہ با ستلام غنہ فلک و تہ پشانی طساک بر افروخت (۲۹۷) بادشاہنامہ ۳۵۵ روز پنجشنبہ ششم شعبان شال سی ہزار و نہم دین روہ دست افزا سالیانہ حضرت مد علیا ممتاز الزمانی دراصل و اضافہ دوازدہ لک روپیہ مستر گردیدہ و دریا خان روہلد باضافہ ہزار سوار بمصوب چار ہزاری چار ہزار سوار سر بلند گردانیدہ ۲۹۷ بادشاہنامہ ۳۵۵ درین تاریخ دریای روہلد کہ نقوش جریگہ شتہ اور اعمو نمودہ بمصوب چار ہزاری چار ہزار سوار سر بلند گردانیدہ بودند بر مایت آشنای دہم اوسے پراسے کی گیسے ششم از حقوق تربیت و نوازش پوشیدہ عارفراز بر خود پسندہ ہ از برہانپور نزد آن کالیوہہ بشیوہ رفت بادشاہ ہ از

اور اوسکو جلا کر فساد برپا کیا ہے تو اوسنے چند امرا کے ساتھ
 اور لشکر اس گروہ کی گوشالی کے لیے برار کی طرف بھیجا خانجہان
 خان اور دریا خان اسی گھات میں بیٹھے تھے کہ جسوقت لشکر شاہی
 کو غافل پائین اور اوپر ٹوٹ پڑیں مگر کچھ جنگ کچھ گریز کرتے ہوئے
 وہ ایک طرف کو نکل گئے اسکے بعد برسات آگئی اور لڑائی موقوف
 ہو گئی جب بارش ختم ہو گئی تو بادشاہی لشکر سیوگانوں سے بڑیا
 اس عرصہ میں خانجہان خان نوامی سیر میں تھے اور وہاں تحصیل
 وصول کے لیے ادبھون نے ایک جماعت مقرر کی تھی اوسکو بلایا
 اسی عرصہ میں دریا خان بھی نیوسہ سے آکر خانجہان خان سے مل گئے
 اسکے بعد خانجہان خان اور دریا خان سیوگانوں سے بیضا پور گئے
 اور وہاں سے دولت آباد جانے کا قصد کیا اور موضع لاسور میں جو
 دس کوس دولت آباد سے ہے پہونچے اور وہاں سے ایرکھستہ
 جو ایک میل دولت آباد سے ہے گئے اور اپنے متعلقین کو قلعہ
 دولت آباد کے اندر پہونچایا اور دریا خان ہزار افغانوں کو لشکر
 خانجہان سے جدا ہوئے اور قصبہ انڈول دھرن گانوں کی تارا جی
 کے لیے چاندور اور چالیس گھاٹ کی طرف روانہ ہوئے اور اون
 مقامات کو خراب کرنا شروع کیا بادشاہی لشکر سے عبداللہ خان
 اس گروہ کی تادیب کے لیے روانہ ہوئے دریا خان وہاں سے
 بالا گھاٹ چلے گئے آخر کار دریا خان اور خانجہان خان دکن سے

بھاگ کر خاندیس آئے اور وہاں بھی بادشاہی لشکر نے قدم نہ جمنے دیے
 دوبارہ مالوہ میں آئے راجہ بکر ماجیت ولد راجہ جھار سنگہ بندیل کی
 علاقہ کی سرحد میں پہونچے پہلے جو اسنے خانبھان خان کی خاطر تواضع کی
 تھی اس پر وہ معقوب بادشاہی ہوا اس لیے اسنے اپنی باریہ ارادہ کیا
 کہ خانبھان کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس پہونچا دوں تاکہ پھیلے قصور
 کی تلافی ہو جائے وہ استقبال کا حیلہ کر کے خانبھان کو گرفتار کر بیٹھی
 غرض سے بڑھالیکن اتفاق کی بات ہے کہ خانبھان خان اسکے ارادہ
 سے مطلع ہو گئے اور پیکر نکل گئے خانبھان خان کے پیچھے ایک میل کے
 فاصلہ پر دریا خان کا لشکر تھا اور وہ اس مکر سے بالکل بخیر تھے جسے
 ہی وہ راجہ کے قریب پہونچے کہ راجہ نے دفعۃً دریا خان پر حملہ کر دیا بندو
 کی گولی دریا خان کی پیشانی پر لگی مگر اونکے ساتھ کے پٹھانوں اور راجہ کی
 فوج سے خوب جنگ ہوئی دریا خان کے فرزند محمد خان جو لا ولد تھے
 اور اونکا منصب ہزاری ذات اور سات سو سوار کا تھا وہ کام آئے
 چار سو پٹھانوں کی طرف سے اور دو سو آدمی راجہ بندیلہ کے قتل
 ہوئے اس اثنا میں بادشاہی لشکر بھی آگیا اس لشکر میں نواب بہادر خان
 دریا خان کے فرزند بھی موجود تھے وہ گھوڑے سے اتر کر باپ کی
 لاش کے پاس گئے اس وقت دریا خان میں کچھ جان باقی تھی دریا خان
 نے بیٹے کو سر ہلنے بیٹھا ہوا دیکھا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور
 ایک آہ سرد کھینچ کر بیٹے کو ہدایت کی کہ میرا کام تو تمام ہو گیا لیکن

اب یہ کیا ضرور ہے کہ دوسرا آدمی میرا سر کا ٹکڑا بارگاہ شاہی میں عطا
 حاصل کرے اور تو محروم رہ جائے لہذا تو اپنی انگوٹھی جس میں تیرا نام کھدا
 ہو میرے منہ میں ڈال دے تاکہ جسوقت تیری انگوٹھی میرے منہ سے
 نکلے تو تیرے ہاتھ سے میرا قتل ثابت ہو اب میں تجکو خدا کے سپرد
 اور متعلقین کو تیرے سپرد کرتا ہوں یہ لکڑی کا نام لیا اور جان بحق ہوے
 دریا خان کی جان نکلنے کے بعد بہادر خان نے باپ کی فہمائش کے مطابق
 اپنی انگوٹھی اونکے منہ میں ڈال دی اور باپ کے غم میں روتے ہوئے
 اپنے مقام پر آئے اوسکے بعد ایک راجپوت نے دریا خان کا سر کا ٹکڑا
 بہادر خان کے سامنے پیش کیا اور وہ بادشاہ کے حضور میں معہ محمد خان
 کے سر کے جو اونکے بیٹے کا تھا بھیجا گیا بہادر خان نے خفیہ خط اپنے وکیل
 کو جو دربار شاہی میں انکی طرف سے رہتا تھا لکھا کہ جسوقت یہ سر بادشاہ کے
 سامنے پیش ہو تو منہ کھول کر دکھا جائے جسوقت دریا خان کا سر مع
 عرضداشت کے برہانپور میں بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا اسوقت شاہجہاں
 دریاے پتی میں کشتی پر سوار تھا اور دریا کا تماشہ دیکھ رہا تھا اس موقع پر
 بادشاہ نے فی البدیہہ شعر تصنیف کر کے ارشاد فرمایا۔ ۵
 رفتم بسوے دریا دیدم عجب تماشہ دریا درون کشتی کشتی درون دریا
 جب منہ کھول کر دیکھا گیا تو بہادر خان کی انگوٹھی دریا خان کے منہ میں
 نکلی جس سے بہادر خان کی کارگزاری سمجھی گئی کہ بادشاہ کی اطاعت
 کے مقابلہ میں باپ کا خیال نہ کیا چنانچہ بہادر خان خلعت وغیرہ سے

سرفراز کیے گئے۔

دریا خان ۱۹ جمادی الثانی ۳۳۰ھ ہجری کو اور بر وایتے دیگر ۳۹۰ھ کو اپنے دوست خانجہان پر تصدق ہو گئے۔ دریا خان کی عمر ۴۹ برس کی تھی۔ دریا خان کا سرگودھا دہلی میں قریب مزار خواجہ باقی باللہ کے اور لاش دہولپور میں دفن ہوئی جب خانجہان نے دریا خان کے قتل ہوئے کا حال سنا تو ایسے رفیق کی جدائی میں جو ان کا اس بیکسی و مصیبت کے وقت قوت بازو تھا اور مکے غم میں بہت رویا اور بڑے افسوس و حرمان سے آگے بڑھا اور اس زمانہ میں دریا خان کی بیوی جو سیدہ میں اپنے بیٹے کی جاگیر میں تھیں جان جہان خانجہان خان کا بیٹا بھاگ کر ان کے پاس گیا دریا خان کی بیوی نے اپنے بیٹے جلال خان کے ساتھ جان جہان کو عبد اللہ خان کے پاس بھیج دیا اور عبد اللہ خان نے یکہ تاز خان کے ہمراہ شاہجہان بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔

دریا خان کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں جن کا ذکر نواب دلیر خان کے تذکرہ میں آچکا ہے بعض راویوں کا بیان ہے کہ نواب بہادر خان اپنے بھائیوں اور خانجہان خان کے بیٹوں کو بادشاہ کے حضور میں لے گئے اور ان سبکی جان بخشی کرالی۔

دریا خان کے قتل کی تاریخ (دواغ دل) مشہور ہے راقم نے اسکو یوں نظم کیا ہے۔

قطعه تار تاج

چیف دریا خان شایسته یافت میدان جنگ	در نیتان بقا خوابید آن شیر و عن
پاره پاره شد دل اهل شجاعت در جهان	دل غم دل آمد مظفر سال تار تاج قصه



خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی

خلیفہ صاحب باعتبار علم و فضل و تقابلیت کے شاہ آباد میں وحید العصر و علامہ ہو
ہیں ابوالحسن کنیت تھی آپ کے والد کا نام نامی سید محمد اسحاق صاحب تھا آپ کے دادا
سید محمد حسین صاحب سید محمد غنیمت کے فرزند تھے خلیفہ صاحب مرزا محمد فخر مین
دہلوی کے شاگرد و نین پائے بلند رکھتے تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرما زول
او دہ بھی خلیفہ صاحب کی ملاقات و نصیحت علی سے بہت معظوظا ہوئے تھے خلیفہ
صاحب کی کثیر التعداد تصنیفات ہیں پندرہ برس کی عمر میں سنوی آزاد و جمیلہ
تصنیف کی اور سنوی محشر لیلی مجنون کے وزن پر نہایت دلچسپ کلمی وزیر نامہ
نواب وزیر علی خان کی مسند نشینی اور گرفتاری وغیرہ کے حالات میں ترتیب یا

مرزا محمد فخر مین لیلی کے رہنے والے تھے احمد شاہ درانی کے فتنہ میں لیلی سے گھنٹو چلے آئے تھے
مرزا صاحب فاضل و فاضل دان صاحب کمال تھے صحت الفاظ و تحقیق لغت میں کامل اور مرزا عظیم الے
کشمیری کے شاگرد و استاد تھے شہزادہ علی حنین سے بھی ملاقات تھی زمانے نے پورا حق اُن کی قدر دانی کا
اد کیا تھا۔ اُن کے سیکڑوں شاگرد امیر و فیر تھے مگر ہمیشہ توکل پیش اور مجرد بے او کبھی شاہل نمونے ۱۳۳۰
میں صحت فرمائی دوشم اُن کے بطور نونہ کے یہاں درج کیے جاتے ہیں کہ درکومی یا رطرنہ تماشابود مکیان ۶
روحانود کے و تماشاکند کسی بددیگر گمہ چون سب و یکدہ بردوش میں در اہ گاہی چومی بشیشہ و آغوش میں در آ

مناظر الانوار سراپای محبوب اور مظاہر الاسرار حالات عشاق میں دونوں کتابیں
 لاجواب لکھیں۔ شنوی ثمز الفواد متعلقہ انہ۔ مقدمات ظہوری در بارہ سنہ شرطوی
 شنوی شاہ درویش سراپای معشوق اور شرح شنوی نیزنگ عشق شرح مجمع الصنائ
 شرح پنجر قلعہ و مینا بازار و دیوان آصفی وغیرہ تصنیف فرمایں ان کے علاوہ دیوان
 بھی مرتب کیا تھا نثر آپ کا نہایت مقبول و مشہور اور کلام فصاحت و نکات
 استاد سے معمور ہو۔ بڑی تحقیق سے خلیفہ صاحب کے متعلق نواب امیر الملک
 والا جاہ مولوی صدیق حسن خان اپنے تذکرہ شمع انجمن کے صفحہ (۵۲۲) میں
 لکھتے ہیں کہ مینی سید عبد الرزاق شاہ آبادی سید عالی نژاد بود و سلالہ
 سلسلہ امجاد و رجوت طبع و سلامت مزاج و مہارت فنون فارسی
 ممتاز و عصر نیرسیت دیوان غزل و رباعیات و ترجیع بند و جزان دارد
 اصلاح سخن از میرزا محمد فاخر کلین گرفتہ و مناظر الانوار در سراپای محبوب
 و مظاہر الاسرار در حالات محب بسیار خوش اسلوب نوشتہ بر کتب درسیہ
 فارسی مثل گل گشتی و دیوان آصفی و دیوان غنی و شنوی نیزنگ و جزان
 شرح دارد دیوانش درین حین دستیاب نگردید و انچه از معتمدان مسموع شد
 این چند بیت ہے۔

غزل خلیفہ صاحب دیوان مینی

اقرار ہم ربک دیکاتبیابنا	تا ماند از و باقی جو فہم نشاخوا	ما را بجز خوار می بر کو خاک نہ
ای در ہو معلق از کد آیت ماخوا	نازد مکتبہ عشق کو زمانہ ملک	بر خاک تربیت واکردہ باخوا
رفتی و در ہوایت مرغان بہار	چون بوی گل اندوہ سوی آشیانہا	

جز دود آه انعام و نشان نیایی ناخن مزن بجرم که در سینه نولی اہل سخن یکایک زین لجن گذشتند	بر باد او شقت بسیار دود ماخضا چون تا نغمه اورد در پرده فغانها زان دوستان تنی ماند استاها
---	--

چند ابیات از شوی شاه در پیش بیان برای معشوق

قد او شعله موجود و دبران داشتی موبرق او و طسنی گیوسے او ترکست از نظر طره و زلف و کاکل پر خم زلف بر ترز عرش پای او خال در هر دو ابرویش بین چشم او زان دو ابرو پر خم در تبسم گل از زبان میر نخت	عاشقان خواند یاد و دبران هم چو ابریاہ بر چمنی شب معراج و سیر نغیر تابہ سر تا بدوش تا بقدم مہ و خورشید زیر سایہ او چون ہمیر بر تہ قوسین چون دو ترکان کشید تیغ بھم شکر و شیر از دہان میر نخت
--	---

رباعیات

یار ببحق آنکہ بود روح این مخشور کنی تنی عاصے را آن زلف جو طائر ہستی بر نیز و برخ زلف شکن انداز تہمانہ برد شوق تواند ہوش خود مرا	از جملہ خادمانش بر روی من در زمرہ اہلبیت اصحاب من پیران برخ از نگو سرتشتی در گردن خورشید قیامت من انداز یاد تو نیز کرد فراموش خود مرا
---	---

چون بردرت نخل نہ خطای خود آیدم	چیز بگوز لطف خطا پوش خود مرا
ایضا	
عمری ست کہ بر پای تو سمری سایم	بر خاک درت دیدہ ترمی سایم
چون سودنکر سودن چشم و سرم	الکون کف خود بیک گرمی سایم
دل شگفتہ نش بتواہ سال گذشت	رباعی نسیم رفت و صبا آمد و شمال گذشت
از سر گذشت بھنی دگر چہ میسری	کہ روز ہجر گذشت و شبصال گذشت

خلیفہ صاحب کے چند اشعار ایک بیاض میں لکھے ہوئے ہیں جو اکثر ٹپکا کر تھے

شنیدم کہ در روزگار کس	شاہ عنصری بادشاہ سخن
چو اورنگ از عنصری شد ہی	بہ فردوسی آمد کلاہ می
چو فردوسی زین دور گیتی گذشت	نظامی بھاک سخن شاہ گشت
نظامی جو بام اجل و جہشید	بسر حیر اشعار سعدی رسید
چو سعدی بر آورد سر در کفن	بہ خاقانی آمد نشاط سخن
چو خاقانی رفتہ ازین روزگار	سخن گشت بہ فرق خسرو مدار
از ان پس چو نوبت بجائی آید	سر مر سخن بہ اتما رسید

ایک قیصدہ خلیفہ صاحب نے حضرت شاہ عبدالرزاق صاحبیانوی کی مدح اور توصیف میں جن کی تصرفات اور عرفان کے انوار آفتاب کی طرح روشن ہیں لکھا ہے اور اسکو نواب احمد خان صاحب میس شاہ جامپور نے اپنی کتاب مہفوظ رزاقی میں تحریر کیا ہے اور

وہ قصیدہ یہ ہے

ای کہ مقبول جملہ آفاقی
آنکہ دربانہ شریف بود
آنکہ مشائیان درگاہ او
آنکہ مسموم معصیت ہارا
آنکہ ہر جانبہ ہمیں گودی
سرفرو د آر بر درپاکش
اوست محبوب عاشقان خدا
بادشاہ بدستگیری خلق
دست ہر عاجزیکہ میگیری
مقتدای زمانہ خویش
چون تو کس نیست و ہم نخواہد بود
از علوم سفینہ بنجبر
کاشف نکتہای عرفانی
کیست غیر از تو عارف باللہ
از معارف ہر انجمن گوی
رسم باشد کہ ہر مرید را
از مرید تو چون خطوط شعاع
آستان بوسیت ہوسدارم

مگر از حساد مان رزاقی
مرفت دش منظر ہوا الباقی
ہم چو خورشید جملہ اشراقی
خاک پایش نمود تریاقی
ہمچو سودا ئیان ہوائی
گر تو بختار و ز تو فستاقی
بشنو این امر گرز عشاقی
تا تو محکوم حکم حلاقی
وار ہانی ز درد مشتاقی
دیگر اند جملہ اسحاقی
زیر این چرخ گنبد طاقی
لیک در علم سینہ فستاقی
واقف از نہای طباقی
حل عرفان را تو مصداقی
در نیاید کس از علایقی
وقت بیعت کنند حلاقی
موقت بر زمین ز بتراقی
ہو سم نیست غیر ازین باقی

حال مشتاق خوشیتن دریاب	کہ بجا آدم ز شستائی
از غلامان نجوشتن بشما	کہ عنلامی تست نعمائی
بیرعب الصمد کہ مطنج اوست	مائدہ بخش خوان رزائی
ز تہ این خواہم آرزو باشد	ہمہ را تو کفیل ارزائی
نیت دور از تو دستگیری من	کہ تو مطبوع جملہ اخلائی
چون توی ابن ساقی کوثر	باشش در حق تشنگان ساقی
بآہینی ہمین بگو کہ فسلان	بندہ من ز روز میشتائی

خلیفہ صاحب نے اپنے ہمنام حضرت شاہ موصوف علیہ الرحمۃ کی شانیں اور بھی قطعات لکھے ہیں مثلاً ایک قطعہ نواب محمد خان صاحب یس شاہجان پور نے فرمائش کر کے خلیفہ صاحب سے حضرت سیدنا شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کی وفات شریف کا بھی لکھایا جو جس سے ۳۶۶ ہجری نکلتے ہیں۔

خلیفہ صاحب کو انہ سے بڑی رغبت تھی اسلئے انہ کی تعریف میں انھوں نے شتوی شمرۃ الفوائد لکھی اشعار دو بحر و نمین پائے جاتے ہیں ایک بار نواب محمد علی خان صاحب تعلقدار باسط نگر کی فرمائش سے اور دوسری بار اعظم خان صاحب تحفہ کیدان کی خاطر سے تصنیف فرمائی چند اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

شگوفہ گلہای رنگین ورق	چونوز شجر جلوہ گرا از شفق
ز بس گل کہ سرزد ویرانسا	درودشت شد چون پرینجا ہما
کشیدہ ہم شاخ گلہا قطار	چو دست نگارین بدست نگار
برغ بہارین در آمد نشاط	کشتودہ پروبال خود را بساط

بهم ساخته بلبل و فاخته
 گل اندر چمن سبزه در جویلا
 زمین از گل آتشین شغل
 از قسام گلهای هندی بے
 شگفته در شهر و در بوستان
 خصوصاً درختان انبہ تمام
 شگوفه نمودند از هر طرف
 لذیذ و لطیف آن باخورش
 بیابان و صحرا و بتان دشت
 درین فصلستان عشرت پست
 چو بوی گل از خانه بادستان
 غزلها سر این دوستی کنند
 درختان انبہ به بار آوری
 بصدق و تمکین بصد سختگی
 چو شد بخت چو ن عاقل بختکار
 شده جلوه پیرایه هر باغ خوش
 بشیرین ادائی و دلبستگی
 دل از گلگله لبیکه گل گل شگفت
 هر انبہ که شد پیش اهل تمیز

نوابر نو با با هم انداخت
 چوستان ز شادی بهوس و کنار
 بهرودی و گرمی بود معتدل
 که کم دیده اند ز خراسان کسی
 همه وقت چشم و دل و ستان
 شدند از گل خویش مولی اکرام
 ز انوارشان دیده بار اشرف
 که یابد از جسم و جان پرورش
 ز بوی خوشش شگفت و دوس گشت
 ندارند در شهر کجانشست
 بخاده رخ خود سوی بوستان
 بگلها انگ نمی پرستی کنند
 فرو برده در سر تو اضع گری
 رسید انبہ را موسم بختگی
 و بدین بافتادگی بار بار
 چو در حله سبز حور بهشت
 ر بوده ز دل خستگان خستگی
 بوصفش تو آن چند ابیات گفت
 پیر از چار چیز و تنی از سه چیز

پُر از شیرہ و رقت و لونِ صاف
 از چیزے کہ خالی توان بود از آن
 کلائی تخم و سطبری پوست
 ہر انبہ کہ از ریشہ شرمایہ دار
 ز خوشترنگی خود چو خیلے پری
 بیا اویختنی کہ حستہ کلام
 چو پایان رسید ہم این داستان
 بسال ہزار و دوصد سی و یک
 چو آغاز این بود ماہ صیام
 الہی قبول دہ این نامہ را
 باین چار محمود کجی خاتمہ

کلافی بشیرینیش بنی خلاف
نمایم به پیش تو انهم بیان
دگر ریشه بے عیب بیخاکست
چو حلول سمنک بود کم عیار
جدا گانه بر یک بجلوه گری
نمایم برین شکوه خاص عام
کنون سال تلخی سازم بیان
ز خویش رومی زدم بر محک
تماش نمودم به ماه تمام
که فرمود در سجده سرخامه را
علی وحید بن حسن بن فاطمه

خلیفہ صاحب کبھی بھی کہتے تھے مگر کم دو شعر ان کے یہاں پڑا دو کے حجر پر
کیے جاتے ہیں یہ اشک اگر حشر میں الفت کے ماے رہ گئے ہوں دو مسافرات
دریا کے کنارے رہ گئے ہوں شب تو گزری امی جینی کب تک سوئے گا تو یہ آسمان پر
ایک دو باقی تاک رہ گئے ہوں خلیفہ صاحب کے مزاج میں کچھ خوش طبعی بھی تھی ایک مرتبہ
نواب احمد علی خان تعلقت دار باسط منکر خلیفہ صاحب کے مکان پر تشریف
لائے اُس روز مکان صاف نہ تھا نواب صاحب نے کہا کہ خلیفہ صاحب
کیا اس مکان میں بھوت بلا رہتے ہیں خلیفہ صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ ہستے
ہیں مگر کبھی کبھی آ جاتے ہیں ۔

لالہ عبوض راے مسرت شاہجہان پوری خلیفہ صاحب کے ہم عصر تھے اُن سے کبھی نوک جھوک بھی ہو جاتی تھی۔ مگر خلیفہ صاحب ایک دریاے مولج تھے۔ ایک بار مسرت کے ایک شاگرد نے یہ شعر تصنیف کر کے

واہ چہ حسن ست واہ چہ زیبائی کہ فرشتہ کند سجدہ آنجا

اُن کے روبرو پیش کیا اور مسرت نے بجائے واہ کے۔ این چہ حسن ست و این چہ زیبائی۔ کی اصلاح دی۔ مگر جب وہ شعر خلیفہ صاحب تک پہنچا تو آپ نے بجائے واہ اور این کے لفظ اللہ کی بڑھا کر مصرع میں جان دال دی یعنی

اللہ اللہ چہ حسن و زیبائی کہ فرشتہ کند سجدہ آنجا

ظاہر ہے کہ اس لفظ سے کس قدر حسن پیدا ہو گیا۔ افسوس کہ خلیفہ صاحب کا دیوان اور دیگر تصنیفات ۱۷۷۵ء کے غدر میں برباد و ضائع ہو گئے اُن کے گھر میں گنگا دی گئی تھی۔ اور سنہ وفات نظر سے نہیں گذرا مگر عمر طویل پائی تھی ضعیفی کو پہنچ گئے تھے حافظہ غلام علی خان صاحب نے اُن کو اپنے لڑکپن میں ضعیف دیکھا تھا۔ انکی ایک مہرین ۱۲۸۷ھ ہجری اور دوسری مہرین ۱۲۸۹ھ ہجری کندہ تھے۔ ایک مہرین (ابوالہمین سید عبدالرزاق) اور دوسری مہرین (ملان عبدالرزاق) منقوش تھا۔ ۱۲۸۷ھ ہجری میں مقدمات ظہوری تصنیف کی تھی۔

آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے حقیقی بھائی مولوی عبدالرحمن صاحب بی اولاد ہوئے جن کے نواسہ حکیم سید فرزند علی صاحب تھے۔ مقدمات ظہوری اور شرح کتب ری آپ کی تصنیفات سے طبع ہو کر شایع ہو گئیں باقی کلام ضائع ہو گیا۔ کچھ حصہ مذکورہ شعر کا بھی قلمی موجود ہے۔

آپ کے شاگردوں کا حلقہ وسیع ہے انہیں بہت سے شاگرد نامور اور مشہور زمانہ ہوئے

راجہ ہلاس رائے اور اُن کے بھائی اور مولوی عبدالمصاحب اُن کے برادر نامہ افروشی
نعمہ صلح صاحب داروغہ کتبخانہ شاہ اودھ لالہ گریشاد مصنف تاریخ اودھ لاہور شوقیت
شاہ آبادی یہ سب آپ کے تلامذہ مین تھے اور خوشوقت رائے نے مسرت شاہ جہانپوری
کے اس شعر کا ۵

بوقت اقمہ خوردن ای مسرت گفت لبہایم : کہ روزی میکند از ہم جدا یاران ہمدم را
یہ جواب دیا ہے ۵

بہم کجا کست دیاران دور افتادہ راز روزی : لب دست و دہن کجا شونہ نگام خوردن ہا
خلیفہ صاحب کے شاگردوں مین ایک صاحب لالہ سرداسکھ لال متخلص بہ شایق
بڑے قابل تھے انھوں نے مثنوی سکھان بیسی بڑی لیاقت سے لکھی اور فارسی زبان کی
خوب داد دی اوسمین خلیفہ صاحب کی تعریف بھی کی ہے اُن اشعار سے خلیفہ صاحب کے
اوصاف و رشایق کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے اسلئے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں ۵

<p>کہ شد در جهان از ہنر نامور ز سعدی و خاقانی و انوری ملانک ہو سدا خاک درش از ان در جهان دنگیر من ست با وج تفاخر رساند سرم شود نامہ من بعالم خمر بچشم امیدم جزا و نور نیست بہ ارشاد اوستا و والا گمر</p>	<p>بو صف میںنی بہ بندم کمر سبق برد شعور در شاعری کلاہ سداوت بود بر سرش براہ صفا مثل پیر من است بہ الطاف مسند چو شعر ترم گر از لطف و احسان کند یک نظر نوازش گر بہا از دور نیست نوشتم من این نامہ را مختصر</p>
--	--

چشم نظم این نامہ نکتہ سخن	ہزار و صد بود بر چہل و پنج
اکسم نامہ نامی بردستان	چونظم یمنی ہندوستان

خليفة صاحب کے ارشد تلامذہ میں ایک کندن لال شاہ آبادی تھے جن کا ارشاد مخلص
انکی تحقیق و قابلیت کا شہرہ ملک میں پھیل گیا تھا وہ : عیوض رائے مسرت کے ساتھ مشاعرہ
میں شریک ہو کر تھے تھے ایک بار ارشاد و مسرت میں مناظرہ ہو گیا ارشاد نے مسرت کے
کلام کی دھجیان اڑا دیں اور ان کے کلام کے نقایص میں ایک رسالہ مدلل لکھا اور وہ شعرائے
لکھنؤ کی خدمت میں پیش کیا اس کو اس درجہ شہرت ہوئی کہ جسکی حد نہیں حتی کہ نواب زیر الملک
فرمان رواے اودھا اور مرزا محمد فاخر مکین انشاء اللہ خان انشا میر تقی میر مرزا محمد حسن قیل وغیرہ
نے اس کو پسند کیا اور ارشاد کے تصرف و قابلیت کی داد دی۔ اس واقعہ کو خلیفہ صاحب نے
خود اپنے تذکرہ شعرائے درج کیا ہے اور سند اوس عبارت کا لکھنا سچا پنا سب معلوم ہوتا ہے
کندن لال ارشاد و مخلص انداز موزون طبعان شاہ آبادیست تحقیقات اکثر کتب
متداولہ فارسی پیش فقیر تحصیل نموده فوتی اور اب انھیں عیوض رائے نام مسرت مخلص
شاہجہان پوری اتفاق مشاعرہ افتاد بمنظرہ انجامید غزلی چند کہ تصرف و دخل
در انہا کردہ و سخن فہمانان معاصرین مثل مرزا فاخر مکین دہلوی و انشاء اللہ خان میر تقی
و میرزا قتیل دہلوی و دیگر فضلا کہ در لکھنؤ و حضور نواب وزیر از مشاہیر بودند ان تصرفات
را دیدند و پسندید و سبیل و مقتم آن طومار را تحسین قبول خود ہا ساختند۔
وہ رسالہ اس وقت راقم کے پیش نظر ہے چونکہ فارسی غزلیات میں اور فارسی محاورات کی
غلطیاں نکالی ہیں اوسکا لطف اوی زبان میں ہے لیکن ناظرین کی آگاہی کے لیے
بعض شعر کی تنقیص بطور نمونہ کے لکھ دینا ضروری ہے۔

شعر سرت ۵

ترسیمین ساعدت پروای سیم وزر نمیدارم | شدم از دست و از دست تو دستی بر نمیدارم

اعترض ارشاد

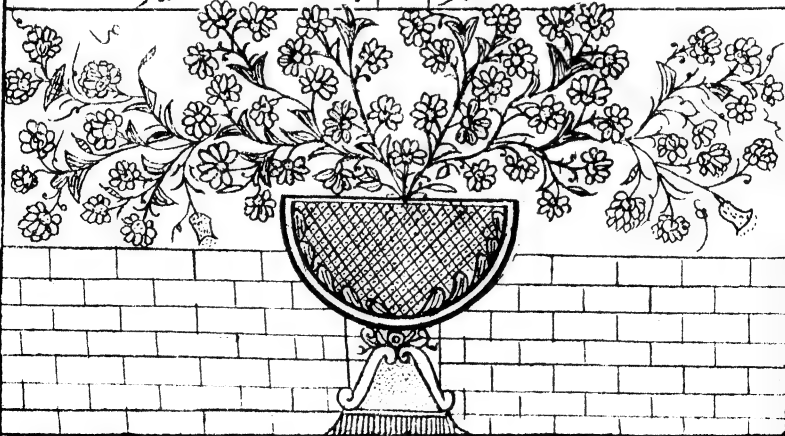
بجائے (پروای) کے (سوداے سیم) کی لفظ مناسب تھی کیونکہ سودہ کو سیم
وزر سے مناسبت تھی، اسکے علاوہ محاورہ اہل زبان کا (دست از چیز برداشتن)
ہے نہ کہ دست از چیز برداشتن۔ صریح غلطی ہے لہذا وہ اپنے اس مصرعہ سے دست بردار
ہوں اور اسکو یون لکھیں = اصلاح ۵

ترسیمین ساعدت سودای سیم وزر نمیدارم | زدنانت تمنای دُر و گوہر نے دارم

ہم اس بحث کو چھوڑ کر چند شعر دیوان ارشاد کے لکھر خلیفہ صاحب کے تذکرہ کو
ختم کرتے ہیں۔

کلام ارشاد شاہ آبادی

برخیز و بخ زلف شکن در شکن انداز | در گردن خورشید قیامت رس انداز
آہ از دل ناصبور خیزد | چون شعلہ کہ از تنور خیزد



حضرت شاہ زمان صاحب علیہ الرحمۃ

شاہ صاحب مہر و اس نواح کے صاحب ولایت کہے جاتے ہیں مزار ان کا پرتھرت ہے اکثر حاجتمندوں کی مرادیں آپ کے توسل سے حاصل ہوئیں۔ آپ کے حیات کا زمانہ شاہ آباد کی آبادی کا زمانہ کہا جاتا ہے اور افغانستان کے باشندے ہتلے جاتے ہیں آپ کا مزار نواب ولی خان کے مقبرہ کے اتر و کچھم کی طرف لب شکر واقع ہے۔ عرصہ دراز تک آپ کے مزار پر مجاہدوں کا گروہ حاضر رہا کرتا تھا اور وہ لوگ اندر پرین رہا کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق بڑی اور چھوٹی ڈیوڑھی سے چلوک معاف کیے گئے تھے جن کے حاصلات سے مجاہدین گذر اوقات کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق جو معافی تھی اس کو سرکار گورنمنٹ نے بھی بحال رکھا چنانچہ واجب العرض بکری میں وہ درج ہے۔ ایک سند معافی کی نواب محمد خان رئیس بڑی دیوڑھی کی طرف سے جو تحریر ہوئی تھی اس کی نقل بیان پر درج کی جاتی ہے۔

نقل سند معافی متعلق مزار حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ الغریہ
مقصود بیان حال و استقبال سرکار امیدوار بودہ بدانند۔ چون موازی یک قطعہ
پانزدہ گز راضی پنجتہ اشتہر چاک گوشائیں افتادہ خارج جمع سولے مال
سرکار در سواد موضع خانپور من ابتدائے ۱۲۳۵ھ فصلی نیاز زیارت گاہ
حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ الغریہ باسم جنون میان صاحب معاف نمودہ شد
باید کہ قطعہ مذکورہ تبصرات مومی الیہ واگذارند محی و دست بدین حدود دار بودہ
حد شرعی چک شمع صاحب چک کمون میان صاحب چک ایک اعظم ناصاحب چک غلری بے

موجودہ خان ۱۲۱۱
محمد خان بہادر ولد

کہ مشارالہ بجاظر جمع تمام دران قطعہ اراضی فصلا بفضل صلین تردد و نمودہ از حاصلات آن صرف مایحتاج خود و زیارت گاہ مسکروہ باشند و بدعی خیر و یاد الہی مشغول و موطن باشند و گاہی کسی بوجہی من الوجوہ بابت اخذ ابواب ممنوعہ و فراحم و متعرض نشوند و ہر سال سند مجوز طلب ندارند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تخریری التامین یازدہم شہر صفر المظفر ۱۲۶۳ ہجری المقدس حسب المسطور بعمل آرند۔

طاٹ صاحب

آپ شاہ آباد میں صاحب ولایت بزرگ گذرے ہیں۔ ایک واقعہ مستند حضرت کی زبانی سنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بار نواب شجاع الدولہ بہادر کا لشکر شاہ آباد میں پڑا ہوا تھا اور زیادہ قیام ہونے سے یہاں کی خلائق پریشان ہو گئی تھی لوگوں نے آپ سے رجوع کیا۔ آپ نے ایک پرچہ لشکر میں ایک کفش و ذر جو صاحب نسبت تھے لٹکے پاس بھیج دیا و انھوں نے تھوڑا دن باقی تھا اسی وقت کو بیخ ہونے کا فقرہ زبان سے ارشاد کیا اور معانوا ب شجاع الدولہ نے حکم کو بیخ کا دیدیا۔ آپ کے مزار میں اختلاف ہے بعض متصل مسجد خواجہ سرا واقع بازار چار شنبہ زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب اور بعض اختیار پور کے قریب جو درخت تار تبتلاتے ہیں و اسد اعلم۔

راجہ ہلاس رامی صاحب

راجہ صاحب موصوف ایسے لائق ہوئے کہ جو نہ صرف فخر قوم بلکہ فخر وطن ہیں اور انکی عرق و منزل کی داستان دلچسپ ہے راجہ صاحب کے والد لالہ بینی پرشاد قوم کے کا لیتمہ

اور محلہ دلیر گنج کے رہنے والے تھے۔ راجہ صاحب خلیفہ عبدالرزاق صاحب میننی کے
شاگرد شید اور مہاراجہ ٹکیٹ راس کے جو سرکار لکھنؤ میں دیوان تھے بھتیجہ داماد تھے۔
نواب صف الدولہ بہادر کی مصاحبت کا بھی شرف حاصل تھا۔ آپ نے حسن انتظام و دشمنی
سے ملک اودھ میں وہ ہر دلعزیز و ناموری پیدا کی تھی کہ مرجع عام ہو گئے تھے راجہ ہلاس رائے
کو نواب وزیر الممالک کا اس درجہ تقرب حاصل تھا کہ بعض امور ملکی میں اپنی رائے سے احکام
نافذ کر کے اسکا تذکرہ جناب عالی سے عرض کر دیتے ان کو خطاب راجی کا بھی پیشگاہ نواب
وزیر الممالک فرمانروا اودھ سے عطا ہوا تھا۔ راجہ صاحب کے مزاج میں ایسی قبول پسندی
و انسانیت واقع ہوئی تھی کہ ہمیشہ اہل وطن کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتا ورجو
کا کام کسی کا ہوتا و اسکے انصرام میں تا امکان کوتاہی نہ کرتے بعض اسناد ان کی طرف سے
باشندگان شاہ آباد کے نام راقم کی نظر سے گذری ہیں منجملہ ان کے کیسی نقل بھی ثبوت کے
لیے درج کتاب ہوگی۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر و رئیس شاہ آباد جب لکھنؤ جا
تو وہ ان کے محکم پر ضرور تشریف لیجاتے چنانچہ ایک بار نواب صاحب مدوح لورنوب
وزیر الممالک کے ایک عزیز سے جھگڑا انھیں کے مکان پر ہو گیا تھا نواب صاحب نے
غصہ کی حالت میں اوکے طمانچہ بھی مار دیا تھا جسکا قصہ جناب عالی تک پہنچا مگر راجہ صاحب
موصوف نے اپنی رسائی و خوش لیاقتی سے اس معاملہ کو جناب عالی سے کہہ سن کر رفع
کر دیا تھا ان کے حکامات محلہ دلیر گنج میں شاہ آباد میں بنے تھے اور عمارت عالیشان تھی
انکی امارت کا اندازہ صرف کنور رام بخش کی شادی ہے جو ان کے بھتیجے تھے ہو سکتا ہے کہ جب رات
ہونے والی تھی تو سرکار لکھنؤ سے عاملین شاہ آباد کے نام پروانہ صادر ہوا تھا کہ راجہ صاحب
کے یہاں جو تقریب منعقد ہونے والی ہے اوسیں شرفائے شاہ آباد کی شرکت موجب خوشنودی

بادولت ہو چنانچہ وسیم اکثر باشندگان وطن شریک ہوئے تھے بارات موضع کندی تحصیل
سندھ ولی ضلع سیتا پور میں اونکے ایک ہجوم برادر کے یہاں گئی تھی معتبرین اور معرٹھ خاص کی
زبانی سنا ہے کہ بارات اس ہجوم اور دھوم سے ہونی تھی کہ ایک لاکھ روپیہ بابائی زرعیت
اور ایک لاکھ روپیہ لٹوانی بازار اور ایک لاکھ روپیہ عروس کور و نانی میں دیا گیا تھا غرض کہ
جملہ مصارف اسی پیمانہ پر ہوئے تھے اور یہ روایت بھی مستند طور پر شنی گئی ہے کہ نواب آصف الدولہ
بہادر نے اونکے گھر تشریف لاکر انکو سرفراز کیا تھا اور راجہ صاحب نے لاکھ روپیہ کا چھو ترہ بنا کر
روپیہ نو کوٹ بھالایا تھا اور وہ کل روپیہ ان پر تصدق کیا گیا تھا۔

سرکار گلشن میں ان کی رسائی کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ نواب شجاع الدولہ
اور نواب آصف الدولہ اور ان کے ارکان دولت اکثر صوبہ کٹھ کو آتے جاتے تھے چونکہ
شاہ آباد اثنائے راہ میں واقع ہے اس لیے یہاں بھی ٹھہرتے تھے ایک بار کسی ضرورت سے
ہمارا جے ٹکٹ راسے بریلی کی آمد و رفت میں شاہ آباد ٹھہرے اور انکو پوجا وغیرہ کی ضرورت
سے کسی ہجوم برادر کے گھر جانے کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ ان کو ایک شخص لالہ منی پشاد
صاحب کے مکان پر لے آیا اور سوقت راجہ صاحب مذکور نواب اعزاز خان صاحب
رئیس اعظم شاہ آباد کے یہاں نظر بند تھے اور ہلاس راسے معاملے بھائیوں کے اپنے مکان
بٹھے ہوئے ایک معلم سے پڑھ رہے تھے ہمارا جے ٹکٹ راسے کی جب نظر ہلاس راسے
کے چہرہ پر پڑی تو انکو خوش نصیبی و قابل مندی کے آثار محسوس ہوئے ہمارا جے نے ان کا
راجہ منگایا تو اپنا قیافہ صحیح معلوم ہوا اس لیے اونھوں نے ہلاس راسے کے والدین کو
سلوک سے خوش کر کے ان کو اپنے ساتھ لیجانے پر رضامند کر لیا اور ہمارا جے صاحب ان کو
معائن کے ہر دو بھائیوں کے اپنے ساتھ لیکے اور وہ انکی تعلیم و تربیت میں جو کئی کئی تھی

وہ نہایت توجہ سے پوری کرائی لیکن یہ مدت لمبے پہلے اُستاد خلیفہ صاحب کو نہ بھولیے
 اور ہمیشہ وہی شاگردی پر ناز کرتے رہے۔ راجہ ہلاس نے جب شاہ آباد آئے تو خلیفہ صاحب
 کے مکان پر ضرور جاتے اور ان کو اپنے میاں ہزار غرت افزائی بلکہ خدمت کرتے بلکہ
 خلیفہ عبدالرزاق صاحب ممینی کی قابلیت کا تذکرہ نواب صاحب کے حضور میں کر کے
 خلیفہ صاحب کو نواب آصف الدولہ سے ملوایا اور عنقریب خلیفہ صاحب کے نام سرکار
 اودھ سے جاگیر مقرر ہونے والی تھی مگر خلیفہ صاحب اپنی آزاد فرامی اور کمال تنفغانی سے
 گھبرا کر گھنٹوں سے شاہ آباد چلے آئے۔

ہمارا جے ٹکٹ رائے نے اپنی جاگیر اور سرکار اودھ کے امورات میں راجہ ہلاس نے
 کو اپنا نائب و مختار مقرر کیا تھا چنانچہ اُن کے کاروبار میں سیاہ و سفید کرنے کے مجاز تھے۔
 چونکہ ہمارا راجہ صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اپنی بھتیجی اور انھوں نے راجہ ہلاس نے
 کو بیاہ دی تھی اور انھوں نے بھی اس لیاقت و دیانت سے کام کیا کہ ہر دفعہ غریبی و
 تنگنمی پیدا ہو گئی تھی۔

راجہ ہلاس رائے کا حال کتاب گیان پرکاش میں جو بعد نواب آصف الدولہ بہادر
 تصنیف ہوئی ہے اور اسمین امر اور اکین دولت کے ضمناً حالات مندرج ہیں لکھا ہوا ہے
 اور وہ کتاب ہمیں مکرئی راجہ درگا پرشاد صاحب متخلص بہ مہر تعلقہ دار سند ملیہ نے دکھلائی
 اور حالات مندرجہ ذیل عنایت کیے۔

راجہ ہلاس رائے بہادر کے از رشتہ مندان ہمارا راجہ دھرماتما بیکار نیابت
 و مختاری دار و مدار کاروبار مالی و ملکی ممتاز و سرفراز بہت سن ذاتی و صفاتی

۱۔ ہمارا راجہ دیپتاما دارا راجہ نرندھ بہادر راجہ ٹکٹ رائے ساد بہت

بسیار میدارد که با تمامی برادران از خویش و دیگرگان دوازده قوم کالیستان پر دخت
 یکسان در سلف که بسیار با نامور شده اند باین اوصاف کسی نبوده و نه شده گوی سلبت
 از همه بوده و می برد و بدولت خواهی خانه آقا یعنی خداوند و امان طلبه و اجله چنان
 بدل و جان مصروف که کسی دیگر نخواهد بود و یقین دریافت میشود که روشنی نام همارج
 او همارج و بیا خواهد نمود متنی که در روز روشن لعل بدخشانی پیش آفتاب درخشان و
 نورانی میشود همچنان رو برو همارج منور و نام کوست راجه موصوف در آئین روشن
 و فیض بخشی و فیض سانی از راجه های پیشین ناماری پیدا کرده و در دلاری غریبان
 و همپشان و خبر گیری کسان و مفلسان فوقیت از دیگر عالی نشان نطهور می ر شرح
 از ان دشوار است و در نظم و نسق جد و جهد از نول رای به بند و بست پرداخته
 دقیقه از دقائق و گنجایش هر جا که لایق میدانم می گذارد و احدی را از ویرگنات
 و صوبجات و سپاه و کارخانجات جز و کل از قبضه خود بیرون نگذاشته که اطلاع
 نداشته باشد سخن اوصاف مختصر هر چه میکند کتابه بر طاق روکاری سازد -
 منجمه ان اسناد کے جو معافیات کی ہیں ایک سنگھورن شاہ تکیہ دار کے نام جو انکی
 طرف سے ہے اور اوس اراضی کے بعض قطعات را تم کی ملکیت میں ہیں درج ذیل
 کیجاتی ہے -

نقل سند بہر راجہ ہلاس رامی صاحب بنام لالہ موہن لال صاحب مسئلہ فصلی

برادر عزیز از جان سعادت و اقبال نشان حفظہ اللہ تعالیٰ -

موازی پنجاہ بیگہ پختہ اراضی در سواد چکات موضع لکھو حانی کہ از قدیم باسم گھورن شاہ
 مقرر و معاف است در نیو لاپنجاہ بیگہ پختہ اراضی دیگر سوای معافی قدیم از سواد موضع مسطور

سن بتدریج سلسلہ فصلی بنام مشارالیه از حضور پر نور مقرر و معاف شد لازم آمد کہ اراضی مذکورہ
بشمارالیه پیمایش کنانیدہ تبصرہ شاہ صاحب و اگذارند کہ بخاطر جمع تردد آنجا نمودہ و صرف
معیشت خود ساختہ مدام بدعای دولت ابد مدت منوط و مشغول باشند زیادہ چہ قلمی شود۔
برآوردن پنجاہ بیگہ اراضی سوای معافی قدیم از موضع لکڑھائی بہ گھورن شاہ معاف
شدہ لازم کہ مجرور رسیدن نوشتہ اراضی مسطورہ بشاہ صاحب موصوف پیمایش کنانیدہ
و ہنر توقف و تساہل نشود و افغانان را تاکید نمایند کہ باز از شاہ صاحب قضیہ نہ نمایند
اگر قصد خواہند کرد تدارک از حضور پر نور خواہد شد خبر شرطست زیادہ چہ نوشتہ شد۔ فقط
یہ پچاس بیگہ اراضی نواب محمد اعزاز خان کے عہد میں سلسلہ ہجری کو شاہ صاحب
موصوف ساکن محلہ سلیمانی کے نام معاف ہوئی تھی اس میں ایک درخت املی کا بھی تھا
جب نواب سعادت علیخان نے چند قطع چھوڑ کر ضبطی کا حکم بھیجا تو وہ درخت بھی بہرستو
شاہ صاحب کے قبضہ میں چھوڑا۔ ایک سال نواب رجب علیخان نے اوس درخت سے
مزارعت کی جب سرتکیمہ دار مذکور نے وادیا کیا اس پر محراب علی صاحب نے ایک قودنوا بھنا
مذکور کو لکھا تھا اسی طرح پیشتر بھی ایک پروانہ و اگداشت اراضی کا سیف علی نے ۴ جمادی الثانی
۱۱۰۰ ہجری کو لکھا تھا ایک سردار جہ کی طرف سے اعظم خان و امانت خان سید خیل کے
نام موجود ہوا و سکی نقل بھی لکھی جاتی ہے۔

مقدم و کارندہ موضع خانپور و غیرہ بداند۔ چک چڑیہ و چک سید ابوالخیر واقع موضع
مرقوم از ابتدائے فصل خریف سلسلہ الفضلی باسم اعظم خان و امانت خان معاف نمودہ شد
باید کہ محصول آنجا را از ابتدائی مسطورہ در تصرف خان مشارالیم اگذاشتہ باشند و بعلت محصول
بوجہی من الوجہ فراحم و متعرض نباید بود درین باب تاکید تمام دانند۔ مرقوم بست و ہشتم

۱۱۸۵ھ
ہمسرا

جمادی الاول ۱۱۸۵ھ ہجری - قطعات چک چڑیہ چک سید ابوالخیر
راجہ صاحب کی مہر میں ۱۱۸۵ھ ہجری کندہ ہیں

رامی موہن لال صاحب چک دار

آپ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے کارگزاری و دشمنی اور دیگر خوبیوں میں
مش اپنے بھائی کے نیکنام گذرے اکثر کاغذات پر انکی مہر دیکھنے میں آئی ہے چنانچہ
موضع کیم پور بہاؤسی جو حکیم دولت رائے صاحب کے خاندان میں ۱۱۸۵ھ کو معاف ہوا
تھا وہ بھی انکی مہر سے مزین ہے ان کو خطاب رائے صاحب کا پیشگاہ نواب زلیلا لک
سے عطا ہوا تھا ان کی مہر میں ۱۱۸۵ھ ہجری کندہ ہیں ایک پروانہ میں جو عامل شاہ آباد کے نام
ہے رائے صاحب لکھتے ہیں کہ دس بیگہ زمین جو بنام البیہ شہامت خان معاف ہے
اُس سے فراہم نہونا چاہیے ایک پروانہ انکی طرف سے معافی کا تحریر کیا جاتا ہے۔
نقل پروانہ بہرائی صاحب رائے موہن لال مرقوم بہت دینیم شہر شعبان ۱۱۸۵ھ ہجری
برادر عزیز ازجان سعادت و اقبال نشان لالہ شام لال جیو۔

سوازی نو دود و بیگہ اراضی سخیہ و مبلغ پنج روپیہ نقد در سواد دیہات ذیل شاہ آباد علاقہ
مولانا گنج دروہد و معاش باسم شیخ انوری و میکو بنا بر نیاز حضرت سید الشہداء معاف و
دگذاشت گذاشته لازم کہ الحال تبصرہ امام باڑہ تعلق مشار الیہ و اگر اند و بوجہی من الوجہ
مزارحم و متعرض نشوند دین باب تاکید مزید دانستہ حسب المرقوم بمصل آرد و ہر سال سند مجربہ طلبند
تعداد درختان گویا مرید پور پچات باغات کلیان پور مرید پور
مگ عگ عگ عگ عگ

اے موہن لال بھی مثل اپنے بڑے بھائی راجہ ہلاس اے کے نواب اصف الدولہ کے حضور
میں ایسے مقرب تھے کہ صوبہ کٹھک چکلیدار اپنی اے سے مقرر کر کے بھیج دیتا تھا اور اس کے بعد
جناب عالی سے عرض کیا تھا۔

اے منسارام صاحب

یہ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی اور سرکار ودھ مین متھم بندوبست تھے قصبہ محمدی کا
جنگل کٹوا کر انھوں نے صد ہا مضافات آباد کیے اور اکثر دہان کے باشندوں کو معاف بھی
کیے تھے اکثر سرکاری دفتر میں بیسیوں واجب العرض اور بندوبستی کاغذات میں جو ضلع کٹھک
کے متعلق ہیں ان کا نام دیکھنے میں آتا ہے۔

اے منسارام کے فرزند کنور رام بخش صاحب بھی چکلیدار رہے اور ان کے فرزند اے
لالہ پاشا و بھی ضلع کٹھک اری سے سرفراز ہوئے تھے۔ کنور رام بخش کے عہد چکلیداری کے
بعض دستخطی کاغذات راقم الحروف نے دیکھے ہیں ان کے دوسرے فرزند کا نام بسنت اے
تھا۔ نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی نے جو دیہات اے موہن لال کو مرحمت کیے
تھے اسکی نقل تحریر کروینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نقل بخش نامہ دیہات زمینداری خانپور وغیرہ بہر محمد اعزاز خان بہادر و بہر فاضل شاہ آباد

مرقوم بسنت پنجم شہر صفر سنہ ۱۱۸۷ھ

مناکہ محمد اعزاز خان خلف محمد شیر انداز خان رئیس زمیندار قصبہ شاہ آباد سرکار خیر آباد ضلع صولت پور گروہ ایم
چون زمینداری دیہات خانپور وغیرہ کہ بلا شرکت غیر می و قبض و تصرف خود اہم الحال زمینداری
دیہات مذکور فصلہ ذیل از راہ فضل و کرم و برضا و رغبت خود بہ برخوردار و چشمہ اے موہن لال

خلف اللہ بینی پرشاد دادیم و بخشیدیم باید کہ بر حقوق زمینداری دیہات مذکورہ بالکلیہ بر جمعی تمام
 قابض و متصرف بودہ باشند و وجہ نذرانہ معرفت مولوی خلیل اللہ و امانت خان اعلیٰ سیامہ
 سرکار شدنذانی الحال گاہی اہلکاران سرکار از رسومات زمینداری وغیرہ مزاحم و متعرض نشوند بخوابند
 بنابرین چند کلمہ بطریق بخشش نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد و عند الحاجة بتجارت بکار آید۔

تفصیل ذیل

خانپور خاص سردار نگر آٹھ پور گڑھی پور نصیر پور جھٹہ کولہ ہرولی کوٹمان
 پور واپریا رسول پور چریا ایگوان نریا موکھیلیا مگرہ توٹھو سرے کمال الدین خان
 لکڑی سرے رانک بروری امریا منگیادان پور و جھٹ پور گوریا خاص سرے ٹھیلان
 ایک مدت تک راجہ ہلاس رائے کا دور دورہ خوب رہا لیکن مہاراجہ ٹکلیٹ رائے کی
 تنزلی سے ان کا ستارہ بھی جواوچ پر چمک رہا تھا مگر ہم ہو گیا چونکہ دیسی ریاستوں اور شاہی
 سلطنتوں میں اکثر اسی طرح کے معاملات پیش آئے ہیں کہ جب کوئی رکن سلطنت تنزل میں آتا تو
 اس کے جتنے متوسل ہوتے ہیں وہ بھی زردرو اور علیحدہ کر دیے جاتے ہیں۔ یہی معاملہ مہاراجہ
 ٹکلیٹ رائے کی معزولی سے راجہ ہلاس رائے کو پیش آیا۔ مہاراجہ کی معزولی کا قصہ تاریخ
 سلاطین اودھ وغیرہ میں مفصل مرقوم ہے مگر ہم بوستان اودھ سے یہ واقعہ تحریر کرتے ہیں۔
 ”جب بعد شجاع الدولہ کے نواب صف الدولہ مسند نشین ہوئے تو انھوں نے الچ خان کے
 بعد سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو مارا المہام اور مہاراجہ ٹکلیٹ رائے کو دیوانی کا عہدہ عنایت
 فرمایا اور مہاراجہ نے نہایت تقرب حاصل کیا اتفاقہ کسی ملکی ضرورت سے مہاراجہ کلکتہ گئے
 اور وہاں سے ناکام آئے اسوجہ سے جناب عالی کا فرج ان سے کچھ مکر ہو گیا اور بعد
 واپسی کلکتہ کے فیما بین سرفراز الدولہ اور مہاراجہ کے بھی اتفاق پیدا ہو گیا۔ اسی زمانہ میں

ایک روز مہاراجہ ٹکیٹ رائے نے نواب آصف الدولہ کو پچھتہ لاکھ روپیہ کی فرد دکھلائی اور کہا کہ اس قدر قرضہ سرکار پر مہاجنوں کا ہو گیا ہے اور آئندہ سود بالاسود سے زیر باری ہوگی چونکہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ سے امیر الدولہ حیدر بیگ خان نائب مدار المہام و متوسل بینی بہادر کے انتظام کے عادی تھے اُن کے عہد میں ساٹھ لاکھ روپیہ اپنے صرف خاص کا لے لیا کرتے تھے اور ان باتوں سے کچھ خبردار نہیں ہوتے تھے اس فرد کو دیکھ کر نہایت برہم ہوئے جب مہاراجہ ٹکیٹ رائے چلے گئے اور راجہ جھاؤلال حاضر ہوئے تو جناب عالی نے راجہ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ خدا بخشے امیر الدولہ کو جو کچھ وہ کرتا تھا اُس سے مجھے کچھ تکلیف نہیں دیتا تھا۔ مہاراجہ ٹکیٹ رائے کو دیکھو کہ کج اوئے پچھتہ لاکھ زر قرضہ کی فرد لاکر مجھے دکھلائی یہ نہیں جانتا کہ اگر مبادولت سے درد سری ہو سکتی تو پھر نواب و مختار کی کیا ضرورت تھی راجہ جھاؤلال یہ سن کر خاموش ہو رہے جب مکر جناب عالی نے فرمایا تو جھاؤلال نے عرض کیا کہ ارشاد بندگان عالی کا صحیح ہے ٹکیٹ رائے آدمی بد ہے تغلب و تصرف کرتا ہے جو کچھ حساب اُسے پیش کیا ہے جلی ہے نواب صاحب نے فرمایا کہ تم مہاجنوں سے حساب سمجھ کر میرے روبرو پیش کرو۔ راجہ جھاؤلال حسب الحکم گئے حویلی پھیراج میں مہاجنوں اور ٹکیٹ رائے کو بلوایا اور حساب سمجھا اسکے بعد سب کو قائل کر کے گیارہ لاکھ روپیہ سرکار اودھ کے ذمہ عائد کیا اور تصفیہ کر کے فرد حساب جناب عالی کی نظر سے گذرانی اوسے روز مہاراجہ ٹکیٹ رائے مغفول کر دیے گئے اور بجائے ان کے راجہ جھاؤلال مقرر ہوئے لیکن چند روز کے بعد لاکھ بھری میں راجہ جھاؤلال کو بھی ریڈینٹ صاحب نے موقوف کر کے پٹنہ غلام آباد بھیج دیا اور ان کے ذمہ سرداران مرہٹہ اور شاہ کاہل سے خط و کتابت کا الزام لگایا گیا۔ مہاراجہ ٹکیٹ رائے کا جملہ سامان ضابطی میں آیا سواد علی خان کے عہد تک وہ زندہ رہے مہاراجہ فیاضی و خواجہ

اور سلوک میں بے نظیر میر تھے ہندوؤں کو راجہ کرن کہتے تھے انھوں نے جس جگہ شوالا بنوایا باوجود ہندو ہونے کے وہاں سجدہ بھی بنوائی چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ ان کے خرچ کا مقرر تھا۔ ہمارا جلیٹ رے کے بھائی وغیرہ بھی کسی قسم کی لیاقت نہ رکھتے تھے جو ان کے بعد ترقی کرتے۔ الحاصل بعد علیحدگی ہمارا جلیٹ رے کے راجہ ہلاس رے بھی بیکار ہو گئے ایک پشت تک راجہ صاحب کا ظاہری سامان بدستور شاہ آباد میں موجود رہا مگر بعد کنور رام بخش کے مستقل چکلیداری بھی انکی اولاد میں کسی نے نہ پائی جو کچھ اندوختہ آبائی تھا اس سے اہل خانہ ان اوقات بسر کرتے رہے بعد اُن کا بنایا ہوا عالیشان مکان بھی کھود کھود کر کھا گئے۔ راجہ ہلاس رے کے چچا ملک کے کوٹرا خواجہ محمد شاہ صاحب کے چچا ملک میں لگے ہوئے ہیں انھوں نے اب نہ وہ شوکت و شان ہے نہ مکان کا نشان باقی ہو زمانہ کے انقلاب سے کیسا رنگ کسی کا نہیں رہتا اس ناپائدار دنیا میں کوئی حالت قابل اعتبار کے نہیں ہے۔

اس باغ میں جس سرود کو دیکھو وہ ان ہے + جس گل پہ بہار آج ہو گل سپہ نزار ہے

راے منگلی لال صاحب چکلیدار

راے صاحب نہایت نیک نہاد انسان تھے ہمارا جلیٹ لاکرشن دیوان سرکار اودھ کے ذریعہ سے انھوں نے چکلیداری کا منصب حاصل کیا تھا اور اپنے فرائض منصبی دانت و نرمی سے ادا کیے کسی پر جبر و تشدد نہیں کیا شرفا کی قدر دانی اور جہر شناسی کی صفت بھی ہمہ رکھتے تھے جب کوئی ضرورت منداپنی جا بجا وغیرہ فروخت کرنے کی غرض سے ان کے پاس گیا تو انھوں نے کبھی اسکو دبا با نہیں بندھا اسکی پوری قیمت ادا کی اور ایماندار کی طرح مہین لائے

اونکی نیک نیتی کا یہ ثمرہ ہے کہ چکلیارون میں اُن کے گھر جب تک جائداد باقی ہے مسئلہ فصلی میں رائے صاحب موصوف نے نواب کمال الدین خان صاحب کی بنوائی ہوئی سرائی کی مرمت کرانی اور اوسکی شکست و خام حالت کو بخوبی سے تبدیل کر دیا آخر زمانہ میں انکو بصارت سے معذوری ہو گئی تھی مگر چکلیاری کا کام بدستور اہلکاروں سے لیتے رہے بہت سے کاغذات جن پر رائے صاحب کی مہرین ہین راقم کی نظر سے گزرے ہین اور بعض اسناد و احکامات بھی دیکھنے میں آئے ہین بعض پر ورنے ان کے یہاں کے پڑھے ہین چنانچہ ۱۶ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ کو ایک پروانہ سرکار اودھ سے صادر ہوا تھا کہ اسمعی عزیز و محمد حسین ساکن شاہ آباد کے باہم بابت ترکہ کے جھگڑا جو ہوا ہے اوسکو طر کرادو اور اوسکی کیفیت حضور میں ارسال کر دو دوسرا پروانہ نواب امین الدولہ امداد حسین خان بہادر وزیر اعظم کا ۳ ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ ہجری کو آیا ہے کہ منجملہ دوسو روپیہ کے لے جو بابت ناخار کے چاہتے ہین وہ محمد یار خان کو دیدینا چاہیے۔ ان کی جانب سے بھی ایک کاغذ موجود ہے کہ جو گھورن شاہ تکیہ دار مذکورہ بالا کی اراضی کے بارہ میں حسن علیخان و یعقوب علیخان رؤساں کھیرہ کو لکھا ہے اوسکی نقل تحریر کر دی گئی ہے۔

خان صاحب مہربان حسن علیخان و یعقوب علیخان سلمہ اللہ تعالیٰ

رائے سنگھ لال

ظاہر دریافت شد کہ اراضی معافی قدیم گھورن شاہ فقیر مرحمت تعرض رسانند چون معافی قدیم مست و گاہی احدی تعرض نساختہ حالالایشان از چہ اراضی مذکورہ قرق میںانید لہذا تاکید فریقلمی میشود کہ احیاناً اراضی مذکور تعرض نہ رسانند۔

ان کے دو فرزند تھے ایک لال بہادر صاحب جو تحصیلداری وغیرہ کے عہدہ پر سفر فرما ہوئے اُن کے کاغذات بھی دیکھے ہین اور دوسرے درگا پرشاد صاحب تھے لال بہادر صاحب کے بیٹے کنور بہادر صاحب اور درگا پرشاد صاحب کے رائے راج بہادر صاحب ہین

ہن کو صوفی اہل صہارت کی ہیکاریت ہو گئی ہے مگر اونھون نے امیرانہ اندازت زندگی بسر کی ۔

راے ننگلی مال صاحب کی مہربن سلطنت ہجری کندہ تھے جس سے زمانہ اُن کی کجیاری کا ثابت ہوتا ہے سلطنت ہجری میں راے صاحب نوموت نے انتقال کیا قطعاً سچ یہ ہے

چون راے خوشحال ازین عالم فانی	راہی سو جنت شدہ درواو درینا
ہر یک سر خود را پے تاج بریدند	سج و غم و آہ و الم و آفت و سودا

حکیم خوشحال راے صاحب

آپ نواب حافظ رحمت خان صاحب والی بریلی (مکات و مہلکضہ) کے طبیب اور دوا ساز تھے۔ فن طبابت میں یرطوبی حاصل تھا ان کے فرزند حکیم دولت راے صاحب قابل اور حاذق طبیب ہوئے جنکے معالجات و تشخیص مرض کے حالات راقم نے واقفکاروں کی زبان سے سنے ہیں حکیم دولت راے صاحب خوشرو اور خوش وضع بھی تھے اوکی لانی کا کلین خوبصورت چہرہ کی زیب و زینت کو بھائے رہا کرتی تھیں ان کے بیٹے خوشوقت راے خوشولیں و لائق و طبیب ہوئے تھے مگر افسوس کہ وہ جوان ہی چل بسے اس خاندان کے مورث اعلیٰ بھتیائیش راے تھے جنکے تین صاحبزادے ہوئے یعنی چہین محلے۔ روپ راے۔ مصاحب راے۔ آخر الذکر کے دو بیٹے خوشحال راے اور

عیوض رائے انکے پاس جا کر ابھی تھی اکثر غسلِ صحت پر ذی حوصلہ اشخاص نے باغات چکات
 دیے تھے۔ موضع رتنا پور و نمکا پور پر گنہ محمدی ضلع کھیری قدیم زمانہ سے مصاحب رائے
 ولد پین رائے کے نام معاف تھے غالباً یہ حافظ رحمت خان کے عہد سے ان کے قبضہ
 میں آئے۔ ایک باغ گدنی میں کلب علیخان کی جانب سے ملا تھا جسکی سند راقم نے بخشم خود
 دیکھی ہے اور مسئلہ تہجری کو زور و جہلِ عظم خان ذکر یا خیل ساکنہ محلہ دلا در پور نے حکیم دولت ای کو
 ایک قطعہ چار سیکہ کا دیا تھا اور مسئلہ تہجری میں عبدالرحمن خان ولد جمال الدین خان ذکر یا خیل
 ساکنہ محلہ دلا در نے ایک باغ حکیم گندیش رائے کو عنایت کیا ہے اس پر خلیفہ عبدالرزاق صاحب
 وغیرہ کی مہربانی ہو رہی ہے حکیم دولت رائے کے بعض معالجات معرکہ الآرا ہوئے ہیں چنانچہ
 مبارق اور اراج راج رانا پر تھی سنگھ بہادر والی چھالرا پاٹن کے علاج میں جب یہ طلب ہوئے
 تو اوٹھون نے اطبائے نامی کے مواجہہ میں نسخہ مرتب کیا اور نہایت خلقت سے علاج کیا اور
 صحت بھی انھیں کے ہاتھ پر ہوئی یہ علاج نہایت قابلِ توصیف کیا ہے راقم نے ادنا وہ مجوزہ نسخہ دیکھا
 ہوا جزا کی ترتیب بھی نہایت قابلیتِ تحریر کی ہے بلکہ اس نسخہ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ بمقام
 محالرا پاٹن بخاطر دشت مبارق اور اراج راج رانا پر تھی سنگھ بہادر حسبِ الطلب اتفاق راقم شہر بود
 و کمال رعایت و ترتیب ابنِ کل عرقِ مرعی داشتہ دیگر اطباء و یارِ غلامی حاضر بودند۔

نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کی طرف سے حکیم مصاحب رائے کو موضع کھیری پور
 بھداسی مرحمت ہوا تھا فضل اوس پروانہ کی یہاں تحریر کی جاتی ہے۔

نقل پروانہ مہری نواب محمد اعزاز خان بہادر رحمۃ اللہ علیہ

متصدیانِ مہمات حال و استقبال سرکار میں جانبِ بنیاد امیدوار بودہ براند۔

موضع کھیری پور بھداسی کہ منجملہ دیہات علاقہ شاہ آباد محال وطن و جاگیر التماس کر اینجا نسبت

آزاد ریو لا معہ رقبہ و سواہی زمین مزدور و غیر مزدور و عہد افتادہ محض و قابل زراعت و غیر ممکن
 الزراعت و زمین شور و جلکرو چکرو چالہات و تالاب و باغات و جمیع حقوق زمینداری در وجہ
 انعام حسن المعالجت بنام حکمت و خداقت مآب بھیا لالہ مصاحب رائے حکیم ابن سرکار
 بعنایت مرحمت نمودہ شد کہ بھیا موصوف بر جمیع اراضی و حقوق زمینداری موضع مذکور بطور ملکیت
 قاض و متصرف بودہ بطبعی تمام ہنگی اوقات خود بدوائی و معالجہ بیماران کہ کار ثواب ست
 داشتہ باشند باید کہ جملہ ہکاران سرکار انجانب موضع مذکور را بنام بھیا موصوف معاف و
 مرفوع القلم دانستہ احدی احمیان ابو جہی من الوجوہ از بھیا موصوف فرام و متعرض نشوند و نیاب
 سناکید دانستہ حسب الحکم بعمل آندہ فقط

عیوض رائے صاحب لا دولت تھے حکیم دولت رائے کے لڑکوں میں بھوانی پر شاد
 لکھنٹ رائے توبت رائے ہیرالال وغیرہ تھے حکیم صاحب کے موصوف کے پوتے
 ہسکھ رائے انسان معقول اور طبیب پیشہ ہوئے حکیم دولت رائے کے انتقال کو زمانہ تخمیناً
 چالیس سال کا ہوا ہوگا۔

نواب محسن الملک عضد الدولہ محمد علیخان بہادر دلاور جنگ

نواب محسن الملک بہادر۔ نواب محتمد الدولہ محسن الملک یعقوب علیخان بہادر ظفر جنگ کے
 صاحبزادے اور خان مغفرت نشان محمد جان خان کے پوتے تھے۔ آپ بھی شاہ آباد کے
 باشندہ ہیں محلہ مولانگج میں شاہ مدن صاحب کے احاطہ کے دکن اور پورب کی جانب ہاکرتے
 تھے دیوانخانہ اور عمارت عالیشان بنی ہوئی تھی نواب صاحب اور ان کے والد زادہ بادشاہ
 دہلی کے قلعہ دار تھے شاہ مدن صاحب کے بھتیجے لالہ میان صاحب کو نواب صاحب کی صاحبزادی

منسوب تھیں جسکے بطن سے مولوی نظامی صاحب پیدا ہوئے تھے نواب صاحب کے ساتھ زمانہ نے بہت موافقت کی تھی اکثر کاغذات جن میں بیچائے باغات و مکانات کے نواب صاحب کے نام موجود ہیں راقم کی نظر سے گزرے ہیں اور ان کاغذوں میں انکے نام کے ساتھ امارت و ایالت قربت حشمت و شوکت منزلت وغیرہ معزز الفاظ تحریر کیے گئے ہیں۔ بعض بیچائے اس وقت راقم کے پیش نظر ہیں ایک کاغذ پر قاضی فیض اللہ صاحب سعد اللہ خان باز یخیل سمندر خان مہمند۔ سید ابوالخیر صاحب۔ یوسف خان و رسول خان سلیمانی کی مہرین پڑی ہوئی ہیں۔ یہ بیچنامہ میں بیگہ پختہ باغ کا ہے اس میں دو سو درخت نصب تھے اور تالاب چومونہا کے پورب طرف واقع تھا۔ مبلغ سات سو پچاس روپیہ کو محمود خان باز یخیل عرف مٹوخیل سے خرید لیا تھا اور ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۸۵ ہجری کو یہ بیچنامہ تحریر ہوا ہو۔ اس طرح ایک بیچنامہ ۱۱ رمضان ۱۲۸۵ کو ایک پختہ مکان کا جسکے متعلق پانچ بیگہ آراضی بھی تھیں محمد پروول بن عبدالواحد دلیر خانی کی جانب سے نواب محمد علی خان کے نام لکھا گیا ہے یہ مکان بڑی ڈیوڑھی کے متصل تھا۔ اس بیچنامہ پر گواہان مسیح الزماں قادرواد خان مظفر علیخان وغیرہ کی پڑی ہوئی ہیں نواب یعقوب علیخان کے دوسرے صاحبزادے معتمد الدولہ مصطفیٰ خان فرزند بہادر نصرت جنگ تھے۔ ان کا پورا خطابی نام ایک مہرین کھدا ہوا ہو یہ خطابات ان حضرت کو شاہ دہلی کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔ نواب محسن الملک محمد علیخان بہادر کے فرزند نیاز علیخان تھے۔ نواب صاحبان کی عزت و امارت خطابوں سے ظاہر ہے۔ انیسویں کہ گردش ایام سے ان کے مکانات کے نام و نشان تکثر ہے اور اس وقت کی نسل ان کے خطابات سے بھی آگاہ نہیں۔

شاہ آباد کے قاضی

یہاں کے قاضیوں کے مورث اعلیٰ قاضی فیض اللہ صاحب کو اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے مسئلہ جلوس میں بجائے قاضی شیخ محمد اوجہ جالی اور قاضی ابو البقا کے دارالقضا شاہ آباد میں مقرر کیا اور پرگنہ پالی بھی اُنکے متعلق کیا اور اشخاص مذکورہ بالا کو یہاں سے بدل دیا۔ عالمگیر کے زمانہ سے فرخ سیر کے عہد تک کئی بار قاضی فیض اللہ صاحب کی تبدیلی جالی ہوتی رہی بس دوران میں قاضی صاحب موصوف نے عہدہ قضا کی سند اپنے فرزند بریع الزمان صاحب کے نام منظور کر کے شاہ آباد میں دکنو تقرر کر دیا اور خود خوج کے قاضی ہوئے اس زمانہ تک شاہی دربار میں قاضی سابق کی اولاد اپنے عہدہ کی متلاشی ہی جب قاضی بریع الزمان صاحب کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے بھائی نادر الزمان کو دارالسلطنت دہلی بھیجا جب شاہجہان آباد پہنچے تو انھوں نے ایک مغل کچہ کو مبلغ ایک ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور کہا کہ شیخ سعد اللہ جو قاضی سابق کی اولاد میں ہیں اور ہماری جگہ کے متلاشی ہیں اُن کو جان سے مار دو چنانچہ اُس مغل نے نامبرہ کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد نادر الزمان بھاگ کر پالی میں گئے اور اپنے بھائی کے پاس پناہ گزین ہوئے۔ وہ مغل کچہ زر معاوضہ کی غرض سے ان کے پیچھے آیا اور زرخون ان کے باپ و بھائی قاضی فیض اللہ صاحب اور بریع الزمان صاحب سے لیکر ہٹا جب شیخ سعد اللہ کے بھائیوں کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے بھائی کے خون ناحق کا دعویٰ بادشاہی اجلاس میں دائر کیا۔ بادشاہ نے اُن کے اشتغاث میں قاضی فیض اللہ صاحب اور قاضی بریع الزمان صاحب کو عہدہ قضا سے معزول کر دیا اور جو

دیہات و پجکات بطور مد و معاش کے دیے تھے وہ سب ضبط کر لیے اب ایک شخص قنوج کا باشندہ انکی جگہ پر قاضی مقرر ہوا۔ ہر چند قاضی فیض اللہ صاحب اور ان کے پسران قاضی بدیع الزمان و نادر الزمان و مسیح الزمان صاحبان نے کوشش کی کہ ہم اپنے عہدہ پر بحال ہو جائیں مگر کامیاب نہ ہوئے اب بیکاری و تنگی معاش سے نان شبینہ کو محتاج ہو گئے۔ اس عرصہ میں ناصر الزمان صاحب جو چھوٹے بیٹے قاضی فیض اللہ صاحب کے تھے انھوں نے معقول و منقول وغیرہ کے علوم سے فراغ حاصل کیا اور اپنے باپ کی عسرت پر مغموم ہو کر دار السلطنت دہلی کو روانہ ہوئے کیونکہ اُس زمانہ میں تمام خلائق کی معاش کی مرجع وہی سرکار تھی جب یہ دہان پہنچے تو اپنی رسائی سے امر اور ارکان دولت کے یہاں تقرب پیدا کیا اور حسن تدبیر سے از سر نو جملہ پرگنات و شاہ آباد کی خدمت قضا پر اپنے باپ کی بجائی کرانی اور صدر الصدور کی ہر بھی مسند پر کرانی اور وہ اپنے والد بزرگوار کو بھیج دی۔ اور خود محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں حاضر رہے ایک مدت تک قاضی فیض اللہ صاحب شاہ آباد میں اپنے دوبارہ عہدہ پر مقرر رہے اسکے بعد حسب اجازت اپنے والد موصوف کے ان کے عہدہ کی سند اپنے نام کرانی اور اپنے باپ کو اپنا نائب قرار دیا چنانچہ قاضی فیض اللہ صاحب تاحیات اپنے بیٹے کی نیابت میں کام کرتے رہے جب قاضی صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا تو انکے دیگر فرزندان اس عہدہ قضا پر مامور رہے مگر مولوی ناصر الزمان صاحب دیگر خدمات کی وجہ سے بادشاہ کے دربار میں حاضر رہے بعد انتقال کو اپنے والد کے کچھ مدت کے بعد مولوی ناصر الزمان صاحب نے بادشاہی دفتر سے سند اپنے بڑے بیٹے قاضی ضیاء اللہ کے نام منتقل کرانی اور ان کا چھوٹا لڑکا تحصیل علم بغیر سے

ان کے ساتھ رہا کیا۔ قاضی ضیاء اللہ صاحب پالی میں بھی رہتے اور فرائض منصبی کے ساتھ انتظام خانہ داری انجام دیتے اور جو کچھ مولوی ناصر الزمان صاحب نقد و جنس پیدا کرتے وہ انھیں کے پاس بھیجتے انھوں نے اپنی خوش انتظامی سے مکانات بنوائے باغات نصب کرائے دیہات خرید کیے جب مولوی ناصر الزمان خان صاحب کا انتقال ہو گیا تو ان کے فرزند قاضی رضا اللہ خان دہلی گئے اور مثل اپنے باپ کے امر اور صدر الصدور وغیرہ کے یہاں رسائی پیدا کی اور پانچ برس تک وہاں رہے اور کوشش بیس کر کے اپنے بھائی قاضی ضیاء اللہ خان کو پرگنہ پالی پر بحال کر دیا اور اس عہدہ کی سند بھی دہلی سے بھجوا دی جب سلطنت دہلی کو زوال آیا اور وہاں کے مقدمات میں بھی پیدا ہو گئی تو قاضی رضا اللہ خان بھی وہاں سے اپنے مکان کو چلے آئے اس کے بعد قاضی رضا اللہ خان شاہ آباد کے مستقل قاضی ہوئے اور پالی میں قاضی ضیاء اللہ خان اس عہدہ پر متعین ہوئے جب تک یہ دونوں بھائی زندہ رہے۔ مٹے رہے جب قاضی ضیاء اللہ خان کا انتقال ہو گیا تو ان کے فرزند ابوالحسن جنگی عمر و وقت دس برس کی تھی وہ قصبہ پالی میں بجائے اپنے باپ کے سندھ قضا پر بٹھلائے گئے اور انکی تعلیم و تربیت شاہ آباد میں چچا کے پاس ہوتی رہی چھالیس سال تک رضا اللہ خان شاہ آباد کے قاضی رہے نہایت کفایت شعاری و جبرسی سے گذر اوقات کی اور اہل و عیال کے لیے کچھ چکات میں اراضی بھی خرید کی سچتہ حویلی بھی بنوائی جب نواب آصف الدولہ بہادر وزیر الممالک فرمانروائے اودھ کی طرف سے راجہ جھال لال کو دیوانی کا خلعت عنایت ہوا اور وہ منصب صدارت پر مقرر ہوئے تو سیتارام اخبار نویس شاہ آباد نے راجہ صاحب کے حکم سے عہدہ قضا کی ممانعت کی اور یہ اجراء کار سے باز رہے۔ اس زمانہ میں

شجاعت علیخان جہیان تعینات تھے وہ بطور سزا دل کے ان کے مکانات واقع شاہ آباد
 واپلی پر تعین کیے گئے اور ان سے چلکے عدم مداخلت کا لکھا یا گیا اس قضیہ کے پیش آنے
 سے قاضی رضا اسد خان لکھنؤ گئے اور وہاں کے ارکان دولت ملازمت حاصل کی اور بجائے
 سرکار دہلی میں نہ مانرواے اور دھکے کے حکم سے اجازت برقرار رہی منصب حاصل کی
 راجہ جھالال راجہ ہلاس رائے راجہ بالکشن صاحبان کے خطوط بجالی عمدہ کے متعلق لیکر
 شاہ آباد واپس آئے اور سینا رام سے عدم مداخلت کا چلکے واپس لیا اور بدستور اپنے عمدہ
 پر قائم رہے اس عرصہ میں ان کے مخالفوں نے ان کے بھیجے ابو الحسن کو درغلا یا اور
 ان کے مقابلہ میں لڑائی پر آمادہ کیا ان سے تمام مورد فی اشیاء و مکانات اور اسناد ملکیت پر
 قبضہ کیا اور ان بوڑھے چچا کو نہایت پریشان کیا۔

قاضی رضا اسد خان نے اپنی املاک اور پیدا کردہ جائیداد کے متعلق ایک صورت حال
 ۹۔ رمضان ۱۳۱۵ ہجری کو لکھائی اور اس پر حامدین شاہ آباد کی مہرین کر امن اور وہ صورت حال
 بہت لہجہ اور مفصل حالات کی راقم کے پیش نظر ہے تعداد میں ایک سو سے زائد اشخاص
 کی مہرین اس پر ثبت ہیں اس پر دستخط و مواہیر قاضی سید فضل علیخان۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار
 باسط نگر۔ محمدی بیگم زوجہ نواب اعزاز خان ریس بڑی دیوڑھی۔ نواب محمد خان عرف جمعہ ان
 رائے موہن لال صاحب۔ راجہ ہلاس رائے صاحب۔ خلیفہ عبدالرزاق صاحب یعنی
 اعظم خان صاحب رئیس سید خیل۔ امانت خان صاحب مظفر علیخان صاحب و بہت راکم
 چودھری گردیال۔ امانی خان مہمند۔ فتح علیخان۔ اشرف خان۔ صاحب داد خان
 وغیرہ کے موجود ہیں۔

قاضی رضا، اللہ خان کے بعد قاضی شجاع علی صاحب ابن قاضی اظہار الزمان صاحب

و دقیقه از دقائق و احتیاط غیر مرعی نگذارد و خطابت را از قرار واقع بجا آورد باید که بر طبق حکم فیض شیم عمل نموده مشار الیه را تحت سب غیره دانسته دست اندازی مومی الیه در امور متعلقه مستقل دانند و دیگری را سیم و شریک و ندانند درین باب قدغن دانسته حسب المسطور عمل آزند - بتاریخ غره شهر صفر المنظر سلسله جلوس والا قلمی شد -

ایضاً

گماشتهای جاگیر داران و کروریان و جهو رسکنه برگنه کنور سرکار و صوبه دارا خلافتنا بهمان آباد اعلام آنکه -

عبید بن خاندان
فدوی اسخ عقاد محمد شاه
بادشاه غازی

حسب حکم جهان مطاع آفتاب شعاع گردون ارتفاع منصبهای و خطابت برگنه مسطور معه و او قصه قریات متعلقه آن از تفریح محمد تقی محمد رضا و اسد زاده از ان خان مقرر و مفوض گشته که کمابیشی بلوازم مناسب مزبور قیام نموده شد در فضل قضایا و خصومت و اجراء حدود و تغزیرات و اقامت جمعه و جماعات و ترغیب مردم بطاعات و الکاح من الی و له و قیمت ترکات و حفظ اموال عنب و ایشام و تعین اوصیاء و نصب قوام مساعی موفوره تقدیم رسانیده و خطابت را از قرار واقع بجا آورد باید که بر طبق حکم فیض شیم عمل نموده مشار الیه را قاضی و خلیف بجا دانسته دست اندازی مومی الیه در امور متعلقه الخدات مستقل دانند و دیگری را سیم و شریک و ندانند و محاکم و مستخلافات را بهر و شمارند در نیاب قدغن دانسته حسب المسطور عمل آزند - بتاریخ ششم شهر ذی الحجه سلسله جلوس والا قلمی شد -

نقل فرمان احمد شاه بنام قاضی ضیاء الله خان

عبیدخان پرخان
صدر الصدور فدوی راسخ
الاعتقاد احمد شاه بادشاه
غازی

گماشتهای جاگیرداران و کرد و ریان و جمهور سکنه پرنه کنور سرکار و
صوبه داران خلافت شاه جهان آباد را اعلام آنکه
وکیل رضا السدولناصل الزمان التماس نمود که موکل منصب
تضامی و خطابت پرنه مسطور سر فرازی دارد امیدوار است
پروانه مطابق شود از آنجا که از روی سرشته دفتر بطور پیوست که بموجب پروانه حضرت
مرقوم ششم شهر ذی الحجه سه مناصب مزبوره بمشارالیه مقرر است آنرا
حسب حکم الاعلیٰ قلمی میگردد که مشارالیه را بدستور سابق بحال داشته دست اندازی مومی الیه
در امور متعلقه الخدمت مستقل دانند و دیگری راسیم و شریک او ندانند درین باب قدغن
دانسته حسب المسطور بعمل آرند - بتاریخ پنجم شهر ذیقعد سنه احد جلوس والا قلمی شد

ایضا

عبیدخان پرخان
صدر الصدور فدوی
راسخ عقدا محمد شاه بادشاه
غازی

گماشتهای جاگیرداران و کرد و ریان و جمهور سکنه پرنه سوئیست
سرکار و صوبه داران خلافت شاه جهان آباد را اعلام آنکه
حسب حکم جهان مطاع و آفتاب شعاع گردون ارتفاع
منصب تضامی پرنه مسطور مع سواد و قریات متعلقه آن
از انتقال ناصر الزمان برضا السدولناصل سرش مقرر و مفوض گشته که کما نیغی بلوازم منصب بوز قیام
نموده در فصل قضایا و خصومات و اجراء حد و تعزیرات و اقامت جمعه و جماعات و
ترغیب مردم بطاعات و انکاح من الی وله و قسمت ترکات و حفظ اموال غنیمت و ایتام
و تعیین اوصیاء و نصب قوام مساعی موفوره بتقدیم رساند باید که بر طبق حکم فیض شیم عمل نموده
مشارالیه را آنجا دانسته دست اندازی مومی الیه در امور متعلقه الخدمت مستقل دانند و

دیگرے راہیم و شریک اوندانند و ملوک و متخلاف ہمیرا و ہمیر شمارند درین باب قدغن
دانسته حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ نسبت و نهم شهر شوال سنہ ۱۱۸۱ قلمی شد

مانگن میان صاحب

میان صاحب موصوف کا اصلی نام محمد شاہ تھا آپ قوم کے سید ہیں آپ کے
مورث اعلیٰ شاہ رسول صاحب اور دیگر بزرگ یعنی میران عارف اور شاہ زمان صاحبان
بمقام کھوہ ابن جو ضلع اعظم گڑھ میں ہے نامور اور با اثر گذرے سید صاحب مروج کے
اجداد وہاں سے جدا ہو کر شاہ آباد میں آباد ہوئے مانگن میان صاحب کے متعلق
ایک نقل مشہور ہے کہ کسی شخص نے امتحاناً ایک فنیلہ جلتا ہوا انکی دستار میں رکھ دیا تھا
قدرت خرا سے وہ جلتا ہوا توڑا انکی بگڑی میں سرد ہو گیا اور بگڑی پر گک کا اثر تک
نہ پہنچا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے صاحب نے راقم سے خود بیان کیا ہوا اللہ اعلم
میان صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک حیدر شاہ صاحب جو بقید حیات ہیں
اور دوسرے احمد شاہ جن کو مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کی صاحبزادی
مفسوبہ میں انیس کلا احمد شاہ صاحب کا کئی سال ہوئے انتقال ہو گیا۔ ان ہر دو
صاحبوں سے راقم کو نیاز حاصل ہوا ہے۔

حافظ عبد اللہ صاحب کلیدار

حافظ صاحب مدوح خدا ترس دیندار و ضعدار انسان تھے باوجودیکہ انکو منصب
حکومت کا حاصل تھا مگر کسی بظلم و سختی کو روانہ نہ رکھا اور کثرت کار و مشاغل میں بھی جب تک

ایک منزل قرآن کی صبح کو ختم کر لیتے دنیا کی بات کسی سے نہ کرتے حافظ صاحب مولوی فیض اسد کے فرزند اور سید زین الدین عرف سید زندہ کے پوتے تھے حافظ عبدالغفار وغیرہ آپ سات بھائی تھے اور خوش نصیبی سے ہر ایک بھائی حافظ مولوی قاری تھا حافظ صاحب نے منصب پچکلیداری جسکو اس زمانہ میں ضلع کی کلکٹری سمجھنا چاہیے سبحان علیخان کنہو کے توسل سے جو نواب روشن الدولہ بہادر مدارا المہام کے مصاحب و شیر سے حاصل کیا حافظ صاحب کے مزاج میں کچھ ظرافت و مذاق بھی تھا چنانچہ یہ فقرہ ان کا کہ تمام جہان کا اللہ حافظ اور شاہ آباد کا عبداللہ حافظ مشہور ہے۔ حافظ صاحب محلہ گلگیا فی مین رہتے تھے انکی مسجد اتناک قائم ہے جسکے صحن میں اونکا دفن بھی ہو عشاہی مین اونکا دور دورہ تھا صاحب فقارہ تھے مگر کسی کی زبان سے اونکے جبر و تعدی کرنے کی شکایت نہیں سنی گئی نیکنام رہے املاک و جاہاد بھی تھی لکھنؤ کے محلہ بنجاری ٹولہ میں ایک محل عالیشان جہیں متعدد قطع مکانات کے تھے اور وہ محمد فاضل کے مکان کے متصل تھا بارہ سو روپیہ کو ۲۴۔ جب ۱۲۵۰ ہجری مین زراعت قلی سے خرید کیا تھا اور اسکا بیعنامہ حافظ صاحب کے وکیل شجاع بیگ کی معرفت تحریر ہوا ہے اسی طرح ۱۲۵۰ ہجری کو ایک باغ موسومہ بہ باغ مہوار سی دوسو روپیہ کو مسماۃ صالحہ بی بی زوجہ پیر خان بن نواب سعد اللہ خان

۱۔ روشن الدولہ کا نام محمد حسین عرف مرزا تھا اور خطاب نواب روشن الدولہ منیر الملک قائم جنگ بہادر تھا۔ بعد مغز و حکیم مہدی علیخان کے یہ بعد نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ ۱۲۵۰ ہجری کی خلعت وزارت سے سرفراز ہوئے۔ سبحان علی خان کنہو اور تاج الدین خان ان کے مصاحب و شیر تھے اور تحقیقت یہ ہر دو اشخاص نہایت تیز فہم و کیتاے روزگار گذرے ہیں۔ حافظ صاحب سبحان علیخان کے ذریعہ سے نواب روشن الدولہ کی خدمت میں باریاب ہوئے روشن الدولہ محمد علی شاہ کے عہد میں انھیں سبحان علی خان وغیرہ کنہو کی وجہ سے عز دل ہوئے۔

رئیس چوک سے اور ۲۶۔ رجب ۱۲۲۲ ہجری کو غلام غوث خان عرف جیون خان اور حسن علی خان پسران بہادر خان سے حقیقت دوسرے باغ کی خرید کی تھی اور ۲۷۔ ذیقعدہ ۱۲۵۲ ہجری کو ایک بلغ زوجہ رحمان خان سکنت محلہ کلیانی سے اون کے فرزند سید غلام علی صاحب نے خرید کیا تھا۔ بعض کاغذات اون کی خریداری کے بہت تک موجود ہیں اور رقم کی نظر سے گذرے ہیں ۱۲۵۴ فصلی مطابق ۱۲۶۶ ہجری میں حافظ صاحب کی ملازمت کا زمانہ گذرا ہو قصبہ شاہ آباد و قصبہ ساندھی و قصبہ پانی معہ پرگنات اون کے زیر حکومت تھے۔

۱۲۶۷ ہجری کو جو کاغذ حساب مانگہ اری و جمع خرچ کا حافظ صاحب نے بنوایا تھا اون کی بعض مدین ناظرین کی آگاہی کیغرض سے یہاں پر لکھی جاتی ہیں تین لاکھ ستائیس ہزار کا حساب کاغذ میں درج ہے جس میں عملہ وغیرہ کا حساب یہ ہے

تنخواہ الہکاران عملہ لکھنؤ تنخواہ عملہ ہمراہ تنخواہ الہکاران محالات کرایہ بار بڑائی بوقت کوچ لشکر

مال اللہ	الصاویہ	اعمالہ	معصہ
مردمان نظامت کو	سائر خرچ	نواصاحب بہادر کو	مشیر الدولہ بہادر

معاملہ	مامصہ	الکے	الکے
--------	-------	------	------

شرف الدولہ بہادر لالہ جہاں لال شتر لالہ موہن لال سیانویس متصدیان دیوانہ وزارت

الکار	مالہ	مع	ماصعہ
-------	------	----	-------

منشی خانہ متعلقہ راجہ کندن لال منشی خانہ وزارت بموجب قعہ حافظ صاحب ۱۲۵۴ فصلی

ماعصہ	ماصعہ	الکار
-------	-------	-------

اور جو صلباتی پرگنہ شاہ آباد بابت ۱۲۴۱ فصلی متہم مع خرچ بنائی گئی تھی اوسکی بعض مدون کا بھی حساب نقل کیا جاتا ہے۔

آمدنی پر گنہ شاہ آباد رسالہ ^{۱۱} و اخلاص سرکار ^{۱۲} نقد مع ^{۱۳} صاحب
 بموجب رسیدات ^{۱۴} راسے ہر چند حساب تنخواہ داران بموجب پروانہ نواب صاحب
^{۱۵} صواب ^{۱۶} مالاہ
 فرمایشات ولایت علیخان ^{۱۷} فرمایشات علی حسین خان صاحب
^{۱۸} مالاہ ^{۱۹} مالاہ
 بابت خلعت بموجب دستخط جناب خداوند نعمت ام اقبالہ اخراجات سرکار خداوند نعمت
^{۲۰} مالاہ ^{۲۱} مالاہ
 حوالہ کریم بخش بموجب ارشاد بنام احمد علیخان مرثیہ خوان بموجب ارشاد
^{۲۲} مالاہ ^{۲۳} مالاہ
 خرید انگشتری براسے خلعت لالہ کاکا پرشاد بنام حکیم نواب صاحب براسے شادی دختر
^{۲۴} مصارف ^{۲۵} مصارف
 تجنیز و تکفین آنام زائر آن خوان ^{۲۶} تجنیز و تکفین ولایت علی خان
^{۲۷} خیرات و غیرہ ^{۲۸} تیاری جھول بانائی براسے فیل میان کلب حسین
^{۲۹} پخت طعام خیراتی معرفت مبارک علی ^{۳۰} تھانہای محمودی جو شاہ آباد سے طلب ہوئے تھے
^{۳۱} غلام امام خان و زوجہ شیخ عظیم اللہ تمندار بادشاہ ملین ہمراہی آنام زرا صاحب کمیدان ۳
^{۳۲} بروے پروانہ ولایت علیخان

اسی طرح مصارف کی بہت سی مدین ہین سب کی نقل موجب طوالت ہو سقد
بطور نمونہ کے لکھنا ضروری سمجھا گیا۔

حافظ صاحب اپنی زندگی میں اپنی املاک کا ہبہ نامہ اپنے فرزند غلام
غلام علی کے نام (۱۲) ربیع الثانی ۱۲۸۷ھ ہجری کو لکھ دیا تھا جس پر اسے منگلی
لال صاحب اور دیگر عمائدین شاہ آباد کی مہرین موجود ہیں۔ حافظ صاحب کی
مہرین ۱۲۸۷ھ ہجری کنندہ ہیں اور خوبصورت مہر ہے

ماہ ربیع الاول ۱۲۸۷ھ ہجری کو جو پروانہ تحریر ہوا ہوا حسین شیرالدولہ بھادر
نے تید غلام علی فرزند حافظ صاحب اقرار لکھایا جو کہ جو حساب سرکار شاہی کا حافظ
صاحب کے ذمہ باقی ہو وہ حافظ صاحب کی جائداد اور نیز جو ملک علاقہ سرکار سے
عطا ہوگا اُس سے ادا کرنا ہوگا اس بات سے ۱۲۸۷ھ ہجری میں حافظ صاحب کا
انتقال ثابت ہوتا ہوا فوس کہ حافظ صاحب کے بعد اُن کے فرزند تید غلام علی
صاحب بھی جو انگریز انتقال کیا۔

مولوی حسن علیخان صاحب

مولوی صاحب مدوح قوم کے تارین پٹھان محلہ نالہ کے باشندے اور
افضل خان صاحب رئیس دریا پور کے بزرگوں میں تھے عالم باعمل کئی سوجد شین
یاد تھیں اور حافظ الحدیث ہونیکا شرف حاصل تھا۔ آپ شاہ عبدالغفری صاحب مدنی
دہلوی کی خدمت بابرکت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ دینداری کا اثر بہت غالب تھا
امحق کے مقابلہ میں کسی کی مروت نہیں کرتے اس بارہ میں اُن کی بعض حکایتیں مشہور ہیں

امانی خان صاحب نے جس محلہ مہمند جو سمندر خان کے فرزند اور مبارز خان کے پوتے اور دیوان پایہ خان مورث محلہ مہمند کی اولاد میں ایک ذمی وجاہت شخص گذرے ہیں دنیاوی حیثیت کے اعتبار سے ذمی عزت اور دینداری کے لحاظ سے حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے خلیفہ تھے شاہ آباد کے پٹھانوں میں انھیں کاننگرہ خوبصورتی میں ضرب المثل تھا ان کے باغ میں کسی کا ایک درخت آم کا جو گیند کے نام سے مشہور تھا شامل ہو گیا وہ شخص مولوی صاحب کے پاس آیا آپ اس کی طرفداری پر ایسے آمادہ ہوئے کہ تلوار لیکر امانی بن کے یہاں محلہ مہمند میں آئے اور خان صاحب کو اس درجہ جنت پکڑا کہ درخت مذکور باغ سے اُس وقت علیحدہ کر کے اُس شخص کو دلایا اسی طرح مولوی شیخ شہداء اللہ صاحب جن کو علم مناظرہ میں اچھی دست گاہ تھی ایک یار انھوں نے اسلامی طریقہ پر آزادی سے سلام کیا چونکہ وہ نور بان تھے اس ہمسری کے طریقہ کو نواب دوست علی خان صاحب تعلقدار باسطنگر نے ناگوار نظر سے دیکھا شیخ جی نے مولوی صاحب سے کہا اُس پر مولوی صاحب شیر بہن شیخ جی کو لیس کر نواب صاحب کی ڈھیوڑی پر پہنچے اور پھر دوبارہ سلام علیک اسی طریقہ سے کرایا اور کہا اس امر میں مودب ہونے کی کوئی ضرورت نہیں مذہبی معاملات میں ہر شخص کو یکساں ہمسری کے حقوق حاصل ہیں ریاست کے امور اور بین مولوی صاحب کے اولاد زینہ نہ تھی۔

مولوی محمد سلطان خان صاحب

مولوی صاحب موصوف اپنے فرائض کے سخت پابند اور صاحب تصنیف عالم ہیں

محلہ احاطہ میں آپ کا مکان تھا انھیں کے فرزند عبدالرحمان خان تھے (۱۸) برس کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہوئے قصص الانبیاء فی احوال الاصفیاء نہایت مستنطابین اور رشید المومنین تین چار کتابیں آپ کی تصنیفات سے ہیں بعض کتاب کو خاکسار نے دیکھا ہو قصص الانبیاء کا کچھ حصہ نامکمل رہ گیا اور ایک کتاب طبع بھی ہو گئی جو روزہ نماز کے مسائل کے متعلق مفید رسالہ ہو راقم کے پاس موجود بھی ہو مولوی صاحب نے قوم پٹھان کا شجرہ حضرت ابو البشر آدم تک نہایت تحقیق سے مرتب کیا ہو ایک عرصہ تک آپ سرکار گورنمنٹ کے ملازم رہے اور صاحب کلکٹر ضلع علیگڑھ کی سرشتہ داری کا کام کرتے رہے فرائض منصبی نہایت شرعی پابندی کیساتھ ادا کیے ناجائز مال سے قطعی پرہیز ہا۔ بعد استعفا دینے وطن چلے آئے تھے ۲۵ برس کی عمر میں انتقال کیا آپ کے حالات مولوی سبط الحسن صاحب پیش امام سابق جامع مسجد نے حسب فرمایش عبدالرحمان خان لکھے تھے اور راقم نے صاف کیے تھے ایک مستفقا پر جو فتوے مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہو وہ آپ کی علمی تحقیقات و لیاقت کے ثبوت میں یہاں ترج کیا جاتا

نقل مستفقا

بسم اللہ العالیٰ الصلیم

چارشادی کنندہ علمائے دین مفتیان شرع متین اندر بصورت کہ مثلاً زید فوت کردہ و حامد نامی سپروسہ دختر از بطن عابدہ زوجہ خود کہ در حالت زید فوتیدہ بود و زبیدہ نامی زوجہ ثانی و دو دختر کہ از بطن زبیدہ مذکور اند و ارث گذاشت پس ولایت کاخ دختران زید کہ از بطن زبیدہ اند مر حامد برادر علانی دختر مذکورہ راست یا زبیدہ مادر دختران یعنی نکاح

دختران ید باجارت و مرضی نبیدہ مادر دختران می تواند یا باجارت مرضی حامد برادر علانی شدن می تواند - بینوا و تجرو - ايجواب در صورت مرقومہ ولایت نکاح جسملہ دختران زید از بطن ہرزو جہ کہ باشند مر حامد برادر علانی راست یعنی نکاح دختران ید باجارت مرضی حامد برادر علانی شان می تواند شد و رو برویش زبیدہ مادر دختران را اختیار نکاح دختران ندکونمیت و اگر با وجود بودن حامد سماء زبیدہ نکاح دختران بی اجازت و خلاف مرضی حامد با کسی بند و آن نکاح روا نشد تا وقتیکہ حاملہ اجازت ندہد بکذا فی کتب الفقہ والولی العصبۃ علی ترتیب الارث والمحببہ قدم البحر و ان سفل ثم الاصل و ان علامہ جز الاصل القریب کالآخ ثم نبوہ و ان سفلو شرح وقایہ ۱۲ اقرب الاولیاء الی الامرة الابن ثم ابن الابن و ان سفل ثم الاب ثم الجواب الاب و ان علی ثم لاخ لا با ثم ثم لاخ لاب ثم ابن الابن و ام ثم ابن الابن لاخ لاب و ان سفلو - فتاوی عالمگیری - و ان زوج الصغیر والصغیرۃ بعد الاولیا فان کان الاقرب حاضر و هو من اهل الولاية توقف النکاح - فتاوی عالمگیری المحجب منصب -

مر محمد سلطان ۱۲۵۲ھ

میر احمد علی صاحب

میر صاحب صوف صاحب نسبت اور با خدا بزرگ تھ آپ کی عمر ریاضت اور یاد الہی میں بسر ہوئی خلقاً آپ بھولے اور نیک طینت اور شاہ نیا زاد احمد صاحب یوی کے اکمل خلیفہ تھے جب آپ کے پیر مرشد فریح کا ۱۲۵۷ھ میں صال ہو گیا تو شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید نصیر الدین حسین شاہ صاحب جو برائیوں میں مقیم تھے وہ میر صاحب ہی کے مرید ہوئے اور آپ ہی سے خلافت حاصل کی چنانچہ صاحبزادہ صاحب مہر و اکثر شاہ آباؤ تشریف لاکر میر صاحب کا عرس کیا کرتے تھے و حقیقت یہ بڑی خوبی ہو کہ آپ نے پیر زادہ کے بھی پرہیز آپ کے فتانی المرشد ہو نیکا

اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کا کلام تک پیر کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے آپ نے علم اور ناز کمال شاعر بھی تھے۔ اکثر لوگ درسی کتابیں آپ سے پڑھا کرتے تھے میر صاحب کی ہرگز بیگی اور تصنیفات کی اکثر روایتیں ثقہ اشخاص نے راقم سے بیان کیں چنانچہ حاجی محمد حسین خاں صاحب اختیار پوری جو میر صاحب کے شاگرد اور آپ کے حالات سے واقف تھے بیان کرتے تھے کہ میر صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی کا طریقہ ایسا پایا جاتا تھا کہ جیسا اہلبیت اور صحابہ کبار کا مناجاتا ہے صبر توکل استقامت انکا موردنی حصہ تھا ایک راستباز راوی نے نقل بیان کی کہ میر صاحب ایک بار مراقبہ میں تھے کہ چار پائی کے نیچے ایک سانپ اگر بیٹھ گیا آپ نے اوسکو دیکھا مگر پھر اپنے حال میں مستغرق ہو گئے اور اوس موزی کے حال سے مزاحم نمونے مگر اوسوقت ایک بلی آگئی اور اوس سے لڑنے لگی اور وہ سانپ خود بخود وہاں سے ہٹ گیا۔

شہد کے غدر میں جب شاہ آباد میں بزن ہوا تو لوگ شاہ آباد چھوڑ کر دیہات و جنگل کو چلے گئے مگر میر صاحب اپنے مکان سے کہیں باہر نہیں گئے جب گورے اور سکھ فوج کے آپ کے گھر آئے تو آپ کو دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ ہم سب کو مارنے پھرتے ہیں آپ کو اپنی جان کا خوف نہ آیا میر صاحب نے جواب دیا کہ زیادہ سے زیادہ تم ہاری ڈالو گے ہمارا ہونا نہ ناد و نون کیساں ہے بہتر ہے مار ڈالو وہ فوجی وحشی یہ سن کر اور آپ کی نورانی صورت دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ پادری معلوم ہوتا ہے خیر نام آپ کو چھوڑے دیتا ہے۔

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میر صاحب کی رحلت کے بعد چند بار اس امر کا اتفاق ہوا کہ آپ کے ہمایوں کے مکان پر چوڑے وہ لوگ غافل سو رہے تھے آپ نے

صاحب مکان کو متعدد بار خواب میں چورون کے حال سے خبردار کیا جب وہ اٹھے تو چورون کو چوری کی گھات میں پایا مگر سیدار ہو جانے سے نقصان سے بچ گئے یہ آپ کی روشن کرامت ہے۔

میر صاحب کی موزونی طبع کے متعلق حاجی شیخ فضل علی صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ میرے والد مولوی محراب علی صاحب اور میر صاحب سے نہایت لطف تھا اکثر مجالست میں حدیث شریف اور حقائق و معارف کا مکالمہ رہتا میرے چند بھائی محمد علی احمد علی محمود علی حامد علی نام کے تھے میر صاحب نے کیسا اچھا صحیح مؤذن فرمایا
محمد احمد و محمود و حامد بمحراب علی باشند ساجد

میر صاحب کی تصنیف میں فارسی دیوان کے علاوہ مثنوی معجزات حضرت سرور عالم کریم یا مخمس باقیان وغیرہ قلمی موجود ہیں چند غزلیات اور کچھ دیگر تصنیف کا حصہ ایک کتاب سے انتخاب کر کے یہاں پر درج کیا جاتا ہے۔

انتخاب کلام از تصنیف میر احمد علی صاحب متخلص بن حسد

ایں بہر جائیکہ منی جلوہ خسار اوست	رد بہر طوفانی کہ آری پر تو انوار اوست
غیر ادھر گو نباشد هیچ شے اندر جان	ہر چہ آید در نظری شبہ و فکر اوست
ہم گل و ہم بلبل و ہم شاخ و ہم برگ و شجر	ہم سرو و ہم قمری و ہم نالہا می اوست
فیض از درگاہ احمد گیر یا عجز و نیاز	کو این خاص حق و وقف اسرار اوست

ایضاً

پہنچ حسنی درد عالم همچو حسن بای نیست	خوبردی در جان چون خوبی و دلاریست
--------------------------------------	----------------------------------

گرچه نسبت با سوز قدخوبان داده اند دیده خواهش ز لیا دار کبشا و به بین پیش مجنون در میان دای پر خار خار	لیک سردی مثل قدش اندرین گلزار نیست غیر وی یوسف اندر خانه و باز نیست جز شبیه سلی اندر دیده اسرار نیست
---	--

احمد اندر اسوا مشغولی خاطر مکن

چه در آئی باز جا اندر دل بیدار نیست

درد و عالم جلوه نگین رخ زیبای دست نیست خالی هیچ جا از پر تو خسار و دست صبح دارد از بیاض نور او نور کمال احمد مرسل که آمد باعث ایجاد خلق	زنگ بخش هرچون نگ گل عنای دست عالمی پر از فغان غفل و غوغای دست ای هواد شام هم از گیسو دوامی دست ای مجسم نور تری ز سرترا پای دست
--	---

و دیگر

روشنی جمله عالم ای زهر روی تست شاهی کونین زبید متر با عز و شان ای بهار حسن ویت زنگ بخش هر گلی گرچه شان هر کی از زنگ های دیگر است غیر ویت چون منیم هیچ شی اندر جهان چشم و جان و گوش شنوا دیده بنیا توئی	زنگ بوی باغ دوران هم زنگ بوی تست فرش شاهان فرش خاک راه های کوی تست زیب سو هرچون از قامت دلجوی تست و حقیقت شان جمله از روی نیکوی تست غلغل و شور جهان جمله ز لای هوای تست گفتگوی جمله عالم هم ز گفت و گوی تست
---	--

سر بزانونه دادم احمد اندر فکرش

عکس وی یار در آئینه زانوی تست

یارم اگر ز لطف بسویم نظر کند	عمریت جاودانه که بر من گذر کند
------------------------------	--------------------------------

<p>ساز و خرام چون ز سر ناز و دریا بر هر دلی که عشق نماید تسلطی در هر نماز عاشق مسکین پاکدل بهز شامت دم یار نکوے من یارب زور دور نج ذل سوزناک آنگس که یافت لذت صلت ملام و</p>	<p>هوش و حواس از سر عالم بدر کند صبر و قرار و هوش و خرد و سفر کند هر دم وضوئی خویش ز خون جگر کند چشم ترم ز اشک مره پر گهر کند تا چمنند آه و ناله و فریاد سر کند از ذکر غیر گوش دل خویش کر کند</p>
<p>غیر از جناب احمد مقبول دو جهان از یک بنگاه پاک که من را بزر کند</p>	
<p>آمدل که شاه عشق در ابی خبر کند افتند صد هزار دل بیدلان بهم خاک ست پیش چشم کسی شاهی جهان از فرش تا بعرش عیان ست دی یار با هم درند جامه گل و غنچه در چین دستی بکش طبیب نمض مریض من هر دم زور و دهر تو جانان دل خیزن</p>	<p>خبر حسن روی یار کجا در نظر کند شانه بموی زلف گره دار گر کند آنرا که از دصال کس بهره ور کند چشم لقیین ز دیده کسی دارا گر کند هرگاه سیر باغ بیایم نظر کند دار و چو در عشق چه دار و اثر کند شور و وفغان آه ز سوز جگر کند</p>
<p>احمد بیای عشق سری هر زمان بنه تا بر سر تو تاج مرصع بزر کند</p>	
<p>نعتیه</p>	
<p>کس جز تو خدا نا فریده</p>	<p>شنید زمانه نا بدیده</p>

از روی تو مهر آفرینش
ای شان تو شان کبریا
درد قریکونی نه مشلت
با ممکن و هم وجوب پیدا
ای سیر تو ملک لامکانی
در پیش و پس تو همچو سایه
دگرشن قرب او تعالی
توسین تو جاد هم مقامت

وز خوب تو خلق برگزیده
ومی نور تو نور چشم زیده
منشی قضا استم کشیده
در عالم انجیمین کج دیده
کاخانه فرشته رسیده
افواج ملک بسرو دیده
جزوست تو گل کسی نخیده
لولاک لما بتور سیده

کن رحم با حمد شکسته
افتاده خاک دل رسیده

گل گلزار لعلانی سراپا صورت جانی
کند خورشید باروی جهان افروز صبحی
نه گردون گونده بغوج لشکر جسم
چنین درگاه سلطانی کز آید زرقانی
بحق گوئی بحق جوی بحق دانی حق مینی
گل تنزیه می دارد سراپا جسم شبیهی
ز اوج عرش گذشته مفرغ خاص حق گشته
کند بر حال من شاه لطف عام خودگی
بجز درگاه آنحضرت شفیع خلق بی منت

رسول فخر انسانی در دیای فیضانی
زنورده خاگش سبین خویش نورانی
بگرد قصر عالی او کند هر شب نگهبانی
که جبریل امین دارد همیشه کار در بانی
بذاتش میکند جلوه همه اسرار و علانی
عیان از نور سیمایش فروغ شان سبحانی
ملاک مانند سرشته سجده و فخر انسانی
که زائل گردد از رویم هم گم در پرتیانی
بر پیش دگر حاجت بجا رخت جیرانی

ز دین حضرت آحمد قدم بیرون منہ رگز
نگیرد غیر شرح اور دایہ کار حق دانی

در مناقبت جناب علی مرتضی شیر خدا کرم اللہ وجہہ

<p>شیر آلہ سرور عالی جناب را نے شکل پنج دیدند روی عذاب را ہست او انخی شافع یوم الحساب را آن شد کلید قلعه بر فتح باب را باشنید زو بدید جوانی صواب را واکن ز روی نور الہی نقاب را</p>	<p>ایدل بدر خبت بجان بو تراب را آن کس کہ سر نہاد بخاش ز جان دل مشکل شاہے خلق شہنشاہ اولیا آن شہسوار دل دل و آن شاہ ذولفقار سائل چو کرد قصد سوا لی بجان دول نور الہی ہست فروغ جمال تو</p>
---	--

شامہ ز فیض لطف خود ہم ز مہر خویش
رحمی بحال احمد پرنج و تاب را

در مدح حضرت پیران پیر قدس اللہ سرہ

<p>ملقب قطب ربانی جانشاہ جلیانی کنوز راز صمدیت شنا بحر صمدانی محل رازہت رانی از آمد آسانی بذات پاک آن سرور بر وفق شمدانی نیا بد کس باین شوکت بچشم عین الشافی</p>	<p>محیط فیض ز دانی جناب شاہ جلیانی در دریای طبیت مہ فلک غوثیت بہ شیخی پیرانی بخوبی بچو کنعانی ستون دین پیغمبر گرامی گوہر حیدر زہی تاج سر عزت با وجہ غرور کثرت</p>
--	---

<p>بمعجز شد که آتش بفضل ایزد پاکش ز قوس ابرو پاکش خدنگش نیرودان بدرویشی کسی دیگر نزاده مادر دوران بکن یک گوشه چشمی بختی احمد مرسل غلام در گله او را چه غم از پرکشش محشر</p>	<p>نموده ذره خاکش مثال منتر بانی رسد بروی آفاقی بحکم حکم ربانی ز فقر فقر او باشد کمال فخر انسانی که دارم در بلبل جنس پریشانی و نادانی که او دوست خوا هوش را بدست قطب بانی</p>
---	---

در مدح خواجه بزرگوار همدلولی اجمیری

<p>زهی خواجه ز فیضان آبی بملک چشت شاهنشاه والا روایه خواجگی بردوش طالب همه از خواجگان در بارگاهش معین الدین بجام هست نامش گدا به بنوای بارگاهش کسی کو بردش افکنده از عجز ز بس فیضی که باروز آسمانش</p>	<p>کنند در ملک معنی پا دشاهی دهد هر شاه را او تاج شاهی پوشاند ز چشم خوش نگاهی سر خود می نهند از عذرخواهی بملک همداد تخت شاهی رساند شاه را تاج مبابی سر خود را نمانده در تبابی همه عالم بسوی او ست راهی</p>
--	--

منم احمد غلام در گله تو
ببر کوه غم چون برگ کاهی

معجزه حضور سرور عالم از تصنیف میر احمد علی صاحب

پس از حمد و نعت خدا و رسول
بیان می کنم از همه معجزات
که او هست تاج سیران بیا
روایت چنین است از اهل دین
که یک روز حضرت سالنمآب
بفرمود جلسه به شوق تمام
ز قوم یهودی یکم نوجوان
درآمد به تنه‌ی و هیبت تمام
علم کرد تنگی بست درست
پیر سید کاند میسران شما
علی مرتضی گفت ای ناسزا
مه و مهر را کس نه جسته نشان
بفرمود حضرت محمد منم
با صفای اسم مبارک زبان
بگوا می محمد بدتم چه چیز
پیمبر چو برق توئی بے لگمان
همان دم رسول زمین و زبان
که خاکستر را در دست تست
بفرمان پیغمبر نیک زاد

که او هست سر دفتر هر اصول
یکی معجزه سرور کائنات
برو باد هدم درود و ثنا
شنوای محبتان گوش لقین
بمسجد به صحاب عالی جناب
نموده بهسم هیچگونه ملال
که به سعد بن قیس نامش عیان
بر سید سرور خاص و عام
خرطیله بست و گزنگ چست
محمد کد امست با مانا
چه پرسی که خورشید روشن کجا
که روشن در آفاق هست و عیان
بگوا آنچه داری تو از پیش ر کم
گشود و باین حرف آن نوجوان
که باشم مسلمان دین وقت نیز
بکن شاد و مارا زار از نهان
ز الهام غیبی نموده عیان
نهاده میان خرطیله درست
بکلمه شهادت زبان بر کشاد

کریک مخمس

ندارم ز کس ردی راه خدا	اگهی اسیرم بحر ص و هوا
کریا به نجشای بر حال ما	ندارم مر این درد را من دوا

که هستم اسیر کمند هوا

چو مرغی که اندر میان نفس	اسیرم بست هوا و هوس
نداریم غیر از تو من را دوس	درین کشمکشهای پر رخ و بس

توئی عاصیان را خطا بخش و بس

پراز درد کلفت تهی از صفا	درین دار آ باد رخ و عنا
نگهدار ما را ز راه خطا	بقای ندارد بغیر از فنا

خطا در گذار و صواب هم بنا

به نعت رسول بشیر و نذیر	دلاهر زمان از قلیل و کثیر
زبان تا بود در دهان جاگیر	بالب کین کام از شهد و شیر

شنای محمد بود و دلپذیر

صفین انبیاء را شده پیشوا	شیفیع الامم خواجسته و سرا
حبیب خدا شرف انبیا	ز خلق و کریم و مخلوق و صفنا

که عرش مجیدش بود در مسکا

مالک تدروش بصد شتیاق	ز بهی سر و از ادباغ و فاق
سوار بی جهانگیر کیران یراق	چه خوش گفت سعدی شیرین ذاق

که گذشت از قصه یی رواق	
دلا فرش غفلت نه هرگز نوشت	شده طالب روزی نه طشت
بگشتی به بود لب کوه دشت	چهل سال عمر عزیزت گذشت
فرج تو از حال طغی نیکشت	
سپرده حق بر انداختی	فرس در هوا و هوس ناختی
بغفلت تو نرد و غما باختی	همه با هوا و هوس ساختی
دستم با مصالح نبرد اختی	
بنیاد هست بی اعتبار	دوروزه بود کار و ایچار
همه کار و را برودی گذار	لکن تکمیل بر عمر ناپایدار
مباش ایمن از بازی روزگار	
ترجمه بند مسدس مصنفه میر احمد علی صاحب هم رنگ نامقیما قدیم	
مصنفه حضرت علاء الدین صنا و صالی خراسانی خلیفه نظام الدین	
اولیا نزیل صوبه او دود	
ما ظهور خدا غفایم	برزبان غیر او نمی آریم
هست جا و مقام لا هو تیم	بلبل شاخ باغ اسرایم
گوش و چشم و زبان جان دلی	ماسوای بخود نمی داریم
ماز دنیا و دین ندارم کار	طالب عز و جاه و دیداریم

<p>از دوزخ سیاه و خال خوش از ظهور منطاب هر کونین از دو عالم سر نهی خایم من دیوانه و شادین صحرا</p>	<p>دانه و دام را طلبگاریم طوطی مشکین گلزاریم چون مقیم سر دلداریم روز و شب این سخن بلبلاریم</p>
<p>که بچشمان دل مبین جز دوست هر چه بینی بدانکه منظر است</p>	
<p>یار من با کمال عسائی زیر و بالا و اندرون و برون گاه پنهان به پرده باطن از دوی دور شود از زهار باش دیوانه و اله و شیدا بشنوی از زبان پیرو جوان</p>	<p>می کند جلوه بیکتائی هست پیدا بچشم بیکتائی گاه ظاهر بچهره زیبائی تا کند یار جلوه فرمائی شو برون از شعور و دانائی بایقین چشم دل چو بکشتائی</p>
<p>که بچشمان دل مبین جز دوست هر چه بینی بدانکه منظر است</p>	
<p>غیر حق نیست اندرین گلزار ساعتی از خود می شوی بیزار اندرین با غلبه رخ دلدار من دوزخ به عشق بکید انم خاک دانی تو تخت شاهی را</p>	<p>ماه و مهر و فلک چیل و نهار بسنگری جلوه رخ دلدار گل نماید بر رخ چشم توخار دانه سحر و رشته زار گر سیاهی تو دولت دیدار</p>

<p>زادہ ایک دم ازدوئی بدر آ کفر و اسلام بر کران گردد ہمہ تسبیح گوی یار من مست می بر آید ترانہ این ہر دم</p>	<p>تا کشاید تبو بے اسرار گرد آئی بعشق آن کیبار شاخ و برگ نبات ہم اشجار از زبان ہمسہر در دیوار</p>
<p>کہ بچشان دل مبین جز دوست ہر چہ بینی بدان کہ مظهر اوست</p>	
<p>شکوایہ اشعار میں میر صاحب نے کچھ اپنے حالات خود ہی لکھے ہیں اور یہ ہیں</p>	
<p>خدا یا منہم بندہ بیچارہ ز انعام و بخشش من دگر بحق محمد رسول کریم بحق علی حسین و حسن بحق شہنشاہ زین العابدین بحق شہ کاظم و ہم رضا بحق تقی و نقی و عسکری بحق ہمان غوث پیران پیر بمخلفای چشتی و ہم قادری خصوصاً آن ہادی و لنواز عطا کن ز فقر مراد و لتی و گر این ز غیم فراغ معاش</p>	<p>کہ جز تو ندارم ز کس چارہ خطایم گذار و برحمت گذر کہ آمد برحمت بلطف عیم کہ ہستند مشککشای زین و گر باقر و جعفر با صفا کز ان دار دین مست و رفیق گرا بحق شہ مہدی جعفری بحق شہ چشت آفاق گیر کہ جویم ز ایشان بخود یاری کہ اسم مست مشہور شاہ نیاز کہ باشم از و صاحب ختمی مگردان بہر در برای تلاش</p>

بیان میکنم جو باین رقم منم خادم الکبیریت رسول بود شاه آباد مولود من که روزی گرفتار بودم بدر بسی مضطرب بودم و بیقرار در آن حالت پر زرنج و غنا بصد گریه و با هزاران بکا ز بهر فراموشی در دورنج با دوا آن شاه والا گم رسیده با تمام ترجیح بند بسال هزار و دویست و یک امید غفوه هست ز اهل تن با صلاح پوشیده با سینه صاف	بر دوستان از زبان قلم که او هست در جمله عالم قبول ولی ترفر آبا ما را وطن با مراض بدید اندر نور اطبایمان ندیدی اختیار شدم متجی با حبیب خلد که فی الحال زو یافتم من شفا شدم پیروان سزا دارنج باین نظم یک هفتہ بردم بسر که باشند زو عاشقان کند رساندم زرقم را بر محاک چو بیند سوی گفتار من و گزند بدارند ما را معاف
---	--

رجوع کن بجان برد را احمدی

که یابی از دولت سرمدی

میر محمد علی صاحب کا حال رساله شاه نصیر الدین صاحب موسومہ بہ مختصر مولفہ
سید اعجاز احمد صاحب العلماء ایونی کے صفحہ ۸-۹ و ۱۰ میں طبع ہو کر شایع ہو گیا۔

۴-
ایک عرصہ تک سید شاہ نصیر الدین حسین صاحب نے ریاضت شاقہ فرمائی۔

اس کے بعد آپ نے عزم شاہ آباد ضلع ہر دہلی کا فرمایا جان میر احمد علی صاحب خلیفہ اعظم نیاز بے نیاز تشریف لے گئے تھے اور جب کے پاس آئی وہ امانت باطنی موجود تھی جو آپ کے پدر بزرگوار حضرت نیاز بے نیاز نے توفیق فرمائی تھی کہ نصیر الدین کا حصہ ہو اور فرمادیا تھا کہ بروقت ملاقات او سکودیدینا۔

میر احمد علی صاحب ایک نہایت غریب الصفت درویش تھے تمام عمر لڑکوں کے پڑھانے میں صرف فرمادی۔ ایک مرتبہ کاؤرے کہ جب آپ نے ملی حضرت نیاز بے نیاز کے حضور میں حاضر ہوئے اور حضور نے آپ سے ہتھسار فرمایا کہ میر صاحب کیا کیا کرتے ہو عرض کی کہ لڑکے پڑھاتا ہوں فرمایا بہت اچھا کرتے ہو چنانچہ جب میر صاحب بہت بوڑھے ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اب لڑکے پڑھانا اچھوڑ دو۔ آپ نے فرمایا کہ میں اسکو کیونکر چھوڑ دوں میرے شیخ طریقت نے تو اسے اچھا فرمایا ہے۔

میر صاحب نے اپنے پیر زاوہ موصوف کیلئے شاہ آباد میں ایک حجرہ نہایت پر تکلف آراستہ فرمادیا تھا اور جہلہ قسم کا سامان و عین میا کر دیا۔ بجز میر صاحب کے تین برس کوئی دہان نہ جاسکا جب میر صاحب نے آپ کی بے اعتنائی دنیا کی طرف دیکھی تو میر صاحب نے فرمایا کہ صنائع قدرت نے آپ کے وجود باجوہ کو بیشمار خلق اللہ کی ہدایت کیوں اسطے خلق فرمایا ہے اور سلسلہ نیاز بے نیاز کا اجزاء ہونا آپ کی ذات سے منظور فرمایا ہے آپ گوشہ نشینی ترک فرمائیے۔ یہ کہہ کر میر صاحب نے وہ نعمت باطن جو حضرت نیاز بے نیاز نے توفیق فرمائی تھی آپ کو مرحمت فرمائی اور خرقدہ و مثال دیکر آپ کو بریلی رخصت فرمادیا۔

۹ شعبان ۱۰۵۷ ہجری کو آپ نے حلت فرمائی مزار اچھا محلہ بالاسے کوٹ میں عقب مکان خواجہ محمد شاہ صاحب کے واقع ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

راقم نے چند قطعات و نقات کے نظم کیے منجملہ ان کے ایک یہ ہے

حسرتنا احمد علی صاحب دلا و رسول رفت زیر خاک حاضر شد بہرزم بوزلاب

صاحب سجادہ شاہ نیاز بے نیاز
مخزن فقر و توکل ہادی راہ صواب
از جنبش نور حق و خلق شان احمدی
بود تا بان برسہا کرمیت چو آفتاب
از دفا آتش مزج بسمل شد دل ارباب بق
شور شکر دوبریا مضطر از غم طرب

جست چون انجام رحلت بہ تاریخ وفات
از مظفر گفت مروغیب پیشین بحیاب

میر صاحب کے چھوٹے بھائی شہر شمت علی صاحب تھے وہ بھی صورت و سیرت اور
جملہ اوصاف میں اپنے بڑے بھائی کے قدم بقدم تھے میر صاحب مدوح کی شکل دیکھ کر
بزرگان با خدا کی صورت آنکھوں میں بچہ جاتی تھی اور آپ کی باتیں سن کر یاد آجاتا تھا اگر
بڑا بھائی آفتاب تو چھوٹا بھائی ماہتاب تھا آپ کی مہر کا مصرع ۵ از نیاز است شمت کو نہیں
تھا - اپنے بڑے بھائی کے دو برس کے بعد میر صاحب نے بھی تہمت ال فرمایا

قطعہ تاریخ را قلم نے یہ موزون کیا

از دار فنا چو میر صاحب
رفتند لبومی حوض کوثر
از آل نبی واسم پاکش
شمت بہ علی شدہ مقرر
در خلق و بزرگی و کرامت
مثلش بجان نہ بود دیگر
تعلیم زد در سگاہ ایشان
حاصل می کرد خلق اکثر
حق داد شرف بذات ہر دو
ماہ و خورشید ہر برادر
این قصیدہ نمود کسب علمی
ذات عالیشان فیض ستر

مجموعہ تاریخ شتقائش
گفتند ملک بلیہ اخیر ستر

میر بادل صاحب

میر صاحب موصوف محاسبید وارہ میں رہتے تھے آپ کو مضمون نگاری میں نہایت اچھی دستگاہ تھی۔ اُن کے فرزند میر حبیب اسد صاحب تخلص بہ تارک از خیال شاعر اور شاخسانہ ذائق کے بزرگ تھے۔ حضرت تارک میر وزیر علی صاحب بکے شاگرد اور عرقہ بک لکھنؤ میں رہ کر اپنے لائق استاد سے استفادہ کرتے رہے فارسی درسی کتب کے پڑھانے میں جناب تارک کو خاص ملکہ تھا اور تصاید عرفی وغیرہ کے بارگاہ طلب حل کرنے میں اعلیٰ درجہ کی استعداد رکھتے تھے شاہ حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی کے مرید تھے راقم کو جناب موصوف اچھی طرح یاد ہیں والد سے مراسم ہو چکی وجہ سے آپ کبھی کبھی تشریف بھی لایا کرتے تھے ایک بار والد مرحوم نے ایک مجلس کے متعلق جب کایہ شعر

حامدا سر ہے محمود ہے کو میں کا صاحب خاق ہی اور مسجود ہے کو میں کا

شہور ہے کچھ دریافت کیا تھا اور اپنے جواب اصواب یا تھا۔ صاحب نازک مزاج خفیف البین موزون اندام انسان تھے آپ کے اکثر شعر ضرب المثل ہیں مثلاً

غصہ کمزور پہ آتا ہو ہمیشہ تارک جسے دیکھیں تو بھلا آنکھ ملائے واعظ

ایضاً

کون اس دیر و حرم میں رہے جھگڑا میں پڑے کفر و دین دونوں سے تارک ہاتھ دھو چاہیے

غزل

دوست سب کچھ لیے اپنا پرایا دیکھا ہاے دنیا میں کسی کو نہ کسی کا دیکھا
جب کہا ہنسنے کھلا آپ کا پردہ دیکھا بولے شرمائے کہ جھوٹے کا کلیجا دیکھا

<p>صدقے اس ناز کے قربان غافل ہے رہ دل بھجتا ہی نہیں اسکو بھلا کیا کیجے ہچکچایاں لیتا ہوا بسکالوں پر مہر اٹھ کے میخانے تارک جو گئے گمبہ</p>	<p>نہیکے منہ پھیر لیا بسبب لاشادیکھا ہمنے کمبخت کو سوطر سے سمجھا دیکھا اپنے بیمار کو اسے رشک سیوا دیکھا کیسے ای قبلہ حاجات دہان کیا دیکھا</p>
ایضاً	
<p>نکلے نہ دوسرے چمن روزگار میں کتا ہوں رو حکوتن خاکی میں دیکھ کر میری طرف سے اُن کو کدورت ہو ہند وہ زندہ ہوں جو بگردن تو قاضی کو بانڈ لائو میں کیا کہوں کہ جھیلی میں کیا کیا مہبتیں پیش نظر ہے صحبت احباب بدمرگ مُر مر کے ہم نے عرصہ ہستی کو طو کیا تارک اُٹھا سکا نہ اذیت فراق کی</p>	<p>بوسے دفا جو ہو گل خسار یا ر میں ایک آفتاب ہو کہ چھپا ہو غبار میں لکھا جواب خط بھی تو خط غبار میں بیچارہ محتسب ہو بھلا کس شمار میں راحت ملی نہ زندگی مستعار میں چین آئے کس طرح جہنم کنج فرار میں راحت ملی اب آکے عدم کے یار میں خنجر گلے پہ پھیر دیا حسب ریا میں</p>
ایضاً	
<p>وجود غیر معشوق آنکھ میں عاشق کے ہل تھا تری درگاہ سے محروم پھر ناغیر ممکن ہے عبث بک بک کے میری نا صحت جان بھری</p>	<p>جدھر تھا دیکھتا مجھ کو ادھر لیلی کا محل تھا دُرِ مقصد سے جب کیا بھرا دامن سائل تھا بتوں کو دیدیا دل بھر کسی کا کیا مراد ل تھا</p>
<p>میاں حشر اس ہیئت سے دیکھا ہنسنے تارک کو کہ دونوں ہاتھ سے پکڑے ہوئے دامان قاتل تھا</p>	

اشعار غزل

مراح ہن جنور کی زلف دو قلے ہم باندھینگے اپنے شعر میں مضمون لاکے ہم
 صیاد سنگدل نے نچھوڑا کسی طرح آخر قفس میں مر گئے پر پھر بھڑاکے ہم
 انوس کہ میر صاحب نے سن لہ اجمری میں رحت فرمائی راقم نے قطعہ تاریخ وفات
 یہ نظم کیا ہے

تارک عالی نسب والا حسب یافت آزادی ز قید آب و گل
 سال ترحیلش مظفر کن رقم تارک نیاروان شد پاک دل
 آپ کے فرزند حکیم سید امجد علی صاحب ہیں جو استاذ فی حکیم سید فرزند علی صاحب
 افسر لاطبا کے شاگرد رشید اور فی نفسہ ذہین اور طب سے بالطبع مناسبت رکھتے ہیں

خواجہ سید محمد شاہ صاحب

آپ شاہ آباد کے روسا میں نامور اور دانشمند رئیس گذرے ہیں عدو ابوابی میں
 تحصیل داری و کیدانی کے عہدہ پر سر فرما رہے۔ آپ کی تحصیل داری کے بعض کاغذات
 راقم نے دیکھے ہیں خواجہ صاحب موصوف خوشنود اور عیش پسند انسان تھے عمارت
 سے نہایت شوق تھا چنانچہ اُن کا بنوایا ہوا مکان جن نہایت شاندار اور یہاں کے مکانات
 میں اپنی آپ نظیر ہے اور کی ذاتی نفاست اور سلیقہ کی شہادت زبان حال سے ادا کرتا ہو
 طبیعت علم دوست تھی اور تاریخ کے فن سے نہایت دلچسپی رکھتے تھے اس لیے جس کتاب کو کھینا
 شروع کرتے اور کو ختم کر کے چھوڑتے۔ گھوڑے کی سواری اور اسکی دہشت سے بھی
 مناسبت تھی۔ قوم کے سداور خواجگی کا خطاب اس خاندان میں خواجہ معین الدین اجمیری

کے سلسلہ سے استعمال کیا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب کے بزرگوں کا اصلی وطن قصبہ
گیلان تھا جو عرب میں ایک مشہور مقام ہے چونکہ ج سے گ بدل گیا ہے اس لیے
بجائے جیلان کے گیلان کہا جاتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ گیلان سے نکل کر پہلے
کاشغر میں آباد ہوئے اسکے بعد کاشغر سے جو بزرگ ہندوستان کو آئے اور دہلی میں آباد
ہوئے ان کا نام خواجہ اسد اللہ صاحب تھا یہ عہد شاہ عالم بادشاہ کا تھا ان کے فرزند
خواجہ حفیظ اللہ صاحب شاہ دہلی کے یہاں ۷۷۷ھ کو فوجی صیغہ میں ہزاری ذات اور
دوسو سوار کی افتری اور اسد علی خان کے خطاب سے سر بلند کیے گئے پھر وہ اپنی کارگزاری
سے منصب میں ترقی حاصل کرتے رہے۔ بعد ازاں کے بیٹے خواجہ سید لطف اللہ صاحب
اپنے والد ماجد کے قائم مقام ہو کر منصب بابائی سے سرفراز ہوئے۔ اس عرصہ میں
شہان دہلی کی سلطنت پر زوال آگیا تو یہ نہایت عزت کے ساتھ سلاطین اودھ کی سرکار
میں کر عہدہ کمیدانی ملازم ہوئے۔ (کمیدانی بصیغہ فوج عہد شاہی میں ایک عہدہ تھا۔
جس کو اب سرکار انگریزی میں کرنیلی کے عہدہ سے تعبیر کر سکتے ہیں)۔ ان کے دو فرزند ہوئے
ایک خواجہ سید غلام شاہ اور دوسرے غلام دستگیر آخر الذکر کی شادی لکھنؤ میں
ایک مغل کے خاندان میں ہوئی۔ اس شاخ میں کوئی نامور قابل الذکر شخص نہیں ہوا
بڑے صاحبزادے خواجہ سید غلام شاہ صاحب شاہ اودھ کے ایکن میں ملازم تھے
اور پھر کمیدانی کو پہنچے خواجہ غلام شاہ صاحب کی بیٹی ایک مدت تک لکھنؤ میں رہی
بعد ازاں سنہ ۱۱۷۷ھ میں تعینات ہوئی بایں وجہ رو ساسے سند بدست ان کے مراسم
پیدا ہوئے۔ پینا چہ چودھری مقبول حسن صاحب وجودہری عبدالباسط صاحب کے
مورثوں اور داج علی خان بلوچ کے بزرگوں سے دوستانہ ملکہ عزیزانہ برتاؤ رہا۔

لیٹن کی تعیناتی کا یہ دستور تھا کہ اس زمانہ میں چکلیدار جو کلکٹر ضلع کے ہنرمند بنے ہوئے تھے
 اسکو تحصیل وصول کی کارروائی کے لیے فوجی امداد کی ضرورت ہو کر تھی اسلئے
 ایک لیٹن اس کے ساتھ ہا کر تھی۔ اس خدمت کی غرض سے خواجہ غلام شاہ صاحب
 کی ماتحت لیٹن ہندوستان سے تبدیل ہو کر شاہ آباد آئی اور وقت میں رائے سنگی لال صاحب
 شاہ آباد کے چکدار تھے خواجہ صاحب اور رائے صاحب سے اسدھہ مراہم بڑھے
 کہ دستار بیل ہو گئی اور انکی محبت میں خواجہ غلام شاہ صاحب نے شاہ آباد محلہ بالائے کوٹ
 میں مکان بنایا اور سکونت مستقل طور پر اختیار کی۔ ان کے فرزند صرف ایک خواجہ سید
 محمد شاہ صاحب تھے جو سرکار اور دھ کی طرف سے تحصیل محمدی کے تحصیلدار ہوئے
 اور عرصہ تک اپنے فرائض منصبی نہایت لیاقت سے انجام دیتے رہے جب ان کے
 والد خواجہ غلام شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا تو بجائے ان کے کیدانی عہدہ پر آپ
 سرفراز کیے گئے اس عہدہ پر چند روز ہی آپ متعین ہونے پائے تھے کہ رائے
 سنگی لال صاحب کا انتقال ہو گیا اور ان کے بیٹے لال بہادر صاحب محمدی کے
 چکلیدار مقرر ہوئے۔ ایک سال انھوں نے کارہائے منصبی ادا کیے اس کے بعد
 بعلت بقایا لکڑی ماخوذ ہو کر علیحدہ کیے گئے اور جب قدر انکی جائداد و املاک تھوڑی
 ضبط ہو کر سرکاری قرار پائی ان کے مقام پر دوسرا چکلیدار مقرر ہوا اور مواضعات گروہ
 بھولی وغیرہ جو ضلع شاہجہان پور میں تھے وہ نیلام کر دیے گئے اور کئے مکان کے
 کھدے کا حکم صادر کیا گیا لیکن شاہ آباد کے معزز بچان جو زوردار اور صاحب
 جماعت تھے ان سے اتحاد تھا وہ مانع ہوئے سرکاری ملازم تعمیل حکم پر تیار تھے مگر
 اس مزاحمت سے بڑے کشت و خون کا اندیشہ تھا متاثر ہوئے چکلیدار موجودہ نے

رپورٹ کی کہ خواجہ محمد شاہ اسقدر با اثر آدمی شاہ آبا دین بین اگر وہ چاہیں گے تو یہ مکان کھد جائے گا۔ اس پر خواجہ صاحب سے کہا گیا کہ آپ اپنے انتظام سے کھدوا دیجیے۔ مگر آپ نے یہ امر وضع داری کے خلاف سمجھا اور انکار کر دیا۔ اس انکار سے آپ معتوب ہوئے اور توپ سے باندھ کر لکھنؤ بھیجے گئے اور یہاں بھی یہ شرط پیش کی گئی کہ اگر ملازمت کرنا چاہتے ہو تو اس خدمت کو انجام دو ورنہ متعفا داخل کرو مگر آپ نے اس حالت میں بھی یہ جواب دیا کہ لال بہادر کو میں بھیجے گا کہ چکا ہوں ملازمت کیا اگر سلطنت بھی دیدی جائے جب بھی مجھے یہ بیان ہو کہتا اور آپ اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔ غرض کہ شاہی خدمت و ملازمت سے آپ کی علیحدگی کی یہ صورت تھی کہ جو بیان کی گئی۔

واقعہ مذکورہ سے خواجہ صاحب کی اعلیٰ درجہ کی وضع داری منسل فرائض ثابت ہوتی ہے۔

خواجہ صاحب موصوف نے عمر طبعی یا کر رحلت فرمائی راقم کا لڑکپن تھا آپ کے دو فرزند ہیں ایک خواجہ سید کاظم حسین صاحب اور دوسرے خواجہ سید باسط حسین صاحب۔ خواجہ سید کاظم حسین صاحب ایک ذہین اور ثوقین طبیعت کے انسان ہیں راقم سے محبت و عنایت کے ساتھ ملتے ہیں۔

نقل فرمان

هو العزيز بتاريخ روز جمعه سوم شهر ذی قعدة سنه ۱۰۰۰ جلوس مبارک علی موافق هجری مطابق ۲۰ ماه خرداد بر ساله امارت و ایالت منزلت شجاعت و شهامت مرتبت مورد مراحم بیکران بادشاهی مهبط اعطاف نمایان خلیفه آئی استظهار مجاهدان با عزم افتخار دلیران که زرم زنده فدویان هو خواه عمده نواینیان بارگاه خانه زاد لایق الغایت والاحسان بخشی الملک منظر علیخان بهادر و نوبت واقعه نگاری کترین بندیان عقیدت آهنگ لے تن نگه قلعي ميگرد حکم صادر شد که حفظ الله و ولد الله منصب کمزاري ذات دو صد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز باشد واقعه پانزدهم شوال سنه ۱۰۰۰ بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد -

شرح دستخط ابهت و شمت پناه شجاعت و شهامت دستگاه مطرح الطاف بادشاهی مورد عطا نامناهی خانه زاد فدویت نشان ابوالقاسم خان بهادر نائب امارت و ایالت منزلت شجاعت و شهامت مرتبت مورد مراحم بیکران بادشاهی مهبط اعطاف نمایان خلیفه آئی استظهار مجاهدان با عزم افتخار دلیران معرکه زرم زنده فدویان هو خواه عمده نواینیان بارگاه خانه زاد لایق الغایت والاحسان بخشی الملک منظر علیخان بهادر آنکه داخل واقعه نمایند -

مشار الیه الفضل و کرم امید و ارست بمنصب هزار دات دو صد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز شود شرح دستخط نائب بخشی الملک آنکه حکم شد منظور -

هزار دات و خطاب مار سوار تحیر فی التاريخ شهر صدر سنه الیه جلوس مبارک مطابق واقعه کل است بهشت و یکم ذی قعدة سنه جلوس محله والا مکبر بعض مقدس رسیده

منظر علیخان بهادر فدوی	مر	راے رتن نگه فدوی شاه عالم	مر	احمد علی بھابھو سوسی فدوی
محمد شاه عالم بادشاهی غازی		بادشاه غازی		شاه عالم بادشاهی غازی



حاجی محمد حسین خان اختیار پوری

جامی محمد حسین خاٹا صاحب اختیار پوری

خاٹا صاحب موصوف درویش سیرت اور باخدا بزرگ تھے نو عمر ہی سے آپ کو رباضت اور خدا پرستی کی طرف میلان تھا بیشتر آپ حافظ امام علیخان صاحب اللہ پوری کے عزیز رہے اور ذکر و فکر میں مشغول رہا کیے اس کے بعد سید شیر علی عرف مینڈ و شاہ صاحب کے۔

۱۔ حافظ صاحب باخدا اور زایدان شان تھے جمیعت علیخان اللہ پوری کے فرزند اور غنی علی میا خاٹا صاحب جہان پوری کے خلیفہ تھے ان کے اکثر لوگ مریدا و معتقد تھے چنانچہ جنہی مابعد ملینا دوڑی سید شمس الدین صکان بلوی بھی آپ کے نہایت ارادت مند تھے آپ صبر و جاہر تھے کہ ان کے راہ میں بقیہ تمام تھکرا حلت فرمائی اور دین و دُنوں مجھے جب آپ کی بیوی کو صدمہ مفارقت و گریہ و زاری اکثر لاق رہتی تو شاہ حسین بن خاٹا صاحب فرخ آبادی خلیفہ مولانا عبدالرحمن صکان مفسوی کو وضع کر لے کر میں اون کے سپر پرورش علیخان کے مکان پر ادوں ہیو کہ نہ تھائی کہ کو آئے وہ فرماتے تھے کہ حافظ صاحب نے بعد وفات کے مجھے اس لیے میں جو ع کیا ہو خدا کی قدرت کہ شاہ صکان کی فائز سو وہ ان شکباری جاتی رہی اور ان کے دل کو ایک قسم کا سکون ہو گیا تھا۔ ۲۔ سید شیر علی صاحب کل وطن بانس رہی تھا آپ کے والد سید حسین علی صاحب اب بھکت الدولہ بہار کے بیان ممتاز عمدہ پرستہ سزا تھے جب انکا انتقال ہو گیا تو آپ تنہا رہ گئے اور آپ کے بہن بھائی کا کیا خدمت گزار آپ کے یان کے جواہرات و اشرفیاں لے نے کی غرض آپ کو تھک لے آیا اور چھوڑ گیا یہاں شیخ دادو دھنکے نے آپ کو پرورش کیا اور اپنی دختر نیک اختر سے نکاح کیا جس نے امام الدین شاہ اور تین صاحبزادیان پیدا ہوئیں بیشتر باسبنا ظاہر و روشنی کے آثار نہ تھے مگر حصہ ازلی تھا ایک فقیر آیا اور اُس نے آپ کو کھیل میں مشغول دیکھا ایک ٹوکرماری اور اس کے بعد ایک رات کو آپ کی آنکھوں سے حجاب کا پردہ اٹھ گیا اور حضور سرور عالم مسلم کی مجلس اقدس نظر آئی حضرت سید المرسلین کی زیارت و شرف ہنگامی سے شرف ہوئے خود آنحضرت نے فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ ہوں اور اپنے لڑکے اور جوانی آخری سن کے دیدار سے فیضیاب منہ آیا آپ کا بدن بے خطر ہو گیا آپ نے عہد کیا جو کوئی میرے اس مشاہدہ کا اظہار کرے گا اوس کا مردہ ہو گا تلاش شیخ میں ہندوستان کے اکثر شہروں کا گشت کیا آخر کار تلہرہ میں سید شمس الدین صاحب علیہ الرحمہ کی بابوسی کو حاضر ہوئے اور انھوں نے اس واقعہ کا۔

طالب ہوئے اور حسب تعلیم شہ کمال کے آپ نے سخت مجاہدہ کیا دس چہرہ برس تک
عالم بقروین خوب ریاضت کی کثرت ذکر سے تصفیہ ہو کر اچھا قلب نورانی سے منور ہو گیا
تھا آپ کے اوصاف پسندیدہ کی شہرت بھی ہوئی اور اکثر لوگ باہر سے مشتاق ہو کر
ملاقات کو آئے آپ نے ایک وسیع تختہ پر باغ نصب کیا اور اوس میں جو بلند ٹیلا تھا اُس پر
کوٹھی بنائی جو ٹیلا کے نام مشہور ہوئی اکثر آپ کا سین قیام رہا اور یاد الہی میں مصروف رہے
آپ نے اس باغ کا نام علی باغ رکھا اور اوس میں ایک خوشنما مسجد بھی بنوائی جسکی دو تارخین
میر خجست علی صاحب نے نظم کس اور درج ذیل ہیں۔

مسجد رب علی باغ چو تعمیر نمود خان ذی رتبہ صاحبِ جلال
پرسیدم سال اوچواز ہاتھ غیب فرمود کہ مسجد علی باغ جمال
ایضا

چون محمد حسین خاں صاحب نقش مسجد بر صحن باغ بہ بست
بلبل ببلان شنو تاسخ ثانی مسجد قبایلین است

(لقب حاشیہ صفحہ ۶) ۳۱ اگشت کیا آپ مرید ہوئے اور دور ریاضت کی کفایتی اللہ اور صاحب کمال ہو گئے
صدا آپ کے مرید ہری و باطنی فیوض سے بہرہ یاب ہوئے راقم نے خود آپ کے مراقبہ و مکاشفہ کے عجیب و
غریب معاملہ رکھے ہیں اکثر امویین بطور مشینگوئی کے جو آپ نے فرمایا وہ ظہور میں آیا بعض مردوں کے عذاب و تدارک
حالات انرا کشف ارشاد کیے صحیفہ ۱۵۲ شوال ۱۳۰۷ء کو آپ نے حالت فراموشی قطب المراقف پر حوالہ داد وہ وفات پر
آپ کے پروردگار سید الشہداء بن صاحب امت باہر بزرگ تھے جنکو چھ ماہ جذبہ و مہذبہ سلوک کے کرب و کربا سے تہجد حسن
صاحب شاہ جہان پوری نے ان کے بعض کلمات چشم دیدہ مصلح توسیع طعام خیر کے راقم نے بیان کیے ہیں۔ آپ ہر
بزرگوں کے پر قسرت عزارات تلمذ میں واقع ہیں مگر حلالہ پوری میں سید مرسل الدین صاحب کا وصال ہوا۔

مزار شریف پر یہ شعر کندہ ہے۔ یکنار دود و صد دیہاد و ہفت شاہ شہر الدین سو جنت برفت ۱۲

خانصاحب کی وجہ سے اس باغ میں اہل اللہ کا جمع رہا ہے اور ہر گھر سے باغ کا ایک عجیب گمش منظر تھا اس جگہ کی مقبولیت کے متعلق مقبرین نے بیان کیا کہ آسمن بزرگان دین کے انوار نظر آتے ہیں چنانچہ محمد علیخان اور نواب مقصود علیخان وغیرہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ موجود تھے سید شمشیر علی عرف مینڈو شاہ علی باغ کی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے رات کے آٹھ نو بجے ہو گئے کہ تمام باغ دل آویز خوشبو سے مغطا ہو گیا شاہ صاحب صوبہ جوڑ پٹنہ شیراز صاحب کشف بزرگ تھے مودب حالت سے کھڑے ہو گئے اور کچھ کی چار دیواری کا جو پورب والا دروازہ ہے وہاں جا کر کچھ عرض کرتے رہے اور وقت بازار سے شیرینی منگائی اور فاتحہ کرائی ہم لوگوں نے دریافت حال کیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ الشہد امام حسین علیہ السلام کے انوار نمودار ہوئے تھے اور حضور کی بڑی معہ لشکر کے اودھر آنکلی تھی حق تعالیٰ نے امام عالی مقام کو عالم ارواح و برزخ میں یہ درجہ بخشا ہے کہ آپ طبقات عرض و سما کی سیر کرتے ہیں۔

خان صاحب نے راقم سے بیان کیا ہے کہ جیسا میں نے مینڈو شاہ کو عالم کا میں ماہر دیکھا ایسا کوئی فقیر میری نظر سے نہیں گذرا اور اگر اس فقیر کی رہنمائی محو حال نہوتی تو میں طریقت کے معنی کی حقیقت نہ سمجھتا۔

ایک بار شاہ صاحب نے مراقبہ کیا اور کہا کہ تمھارا پیر بھائی سیف اللہ خان تمھاری شکایت کرتا ہے جب میں نے فاتحہ اونکی کرا دی تو وہ شکایت جاتی رہی خا صاحب نے اچھے اچھے فقرائے ملاقات کی سید شمس الدین صاحب کو بھی سے ہیں عہد نوابی میں سید صاحب موصوف شاد آباد کشریف لایا کرتے تھے نواب دوست علیخان رئیس جھوٹی دیورھی اور خا صاحب کے خاندان کے چند لوگ ان کے

و معتقد تھے سید صاحب کی عظمت اور تصرفات آفتاب کی طرح روشن تھے اکثر صاحب باطن
فقر خالص صاحب کے پاس نہ آکر ٹھہرے

خان صاحب کی درویشیت پر شرع کا رنگ غالب تھا کسی کو آپ نے مریدین کیا راقم
بارہا و انکی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور وہ والد مرحوم کے اتھار کی جہ سے نہایت شفقت سے
پیش آتے تھے آخر وقت میں اپنے مناکحت بھی کی پہلی بیوی جو حافظ یار خان ٹیس سید خیل
مرحوم کی بہن تھیں اوکے باطن سے ایک دختر پیدا ہوئی مگر وہ جو امرگ انتقال
کر گئی جب خان صاحب کی زوجہ اولی کا انتقال ہو گیا تو آپ نے دوسرا نکاح
کیا ان دو سہری بیوی سے دو لڑکے بھی پیدا ہوئے صدیق حسین بڑا لڑکا تعلیم یافتہ
اور ہونہار تھا مگر افسوس کہ وہ بھی نوجوان چل بسا اب صرف ایک فرزند جنم حسین
ہیں جو تعلیم میں مشغول ہیں۔ خان صاحب سرخ و سپید خوش رو قد اور انسان تھے صد
حیف کہ ۲۔ رمضان ۱۳۰۷ ہجری یوم دوشنبہ کو آپ نے رحلت فرمائی دو قطعہ وفات
کے خاکسار نے لکھے ہیں ۷

تھے محمد حسین خان صاحب	حاجی عارف رموز خدا
آفتاب سمجھ فضل و کمال	بدر تابان با وجہ مجد و علا
مثل رکھتے نہ تھے زمانہ میں	خوبیون میں وحید تھے یکتا
دار فانی سے لیکے تشریف	ہو گئے رونق سرے بقا
باغ جنت کو جب ہائے وہ	شور محشر تھا ہر طرف برپا

۷ حافظ یار خان صاحب احمد یار خان صاحب مرحوم شاہ آباد کے رئیس اور مہین نہایت بہتیز یک انسان تھے راقم سے دوستانہ
مراسم رکھتے تھے افسوس کہ ۷ شعبان ۱۳۰۷ ہجری میں جو امرگ انتقال کر گئے۔ (ماہ وفات داخل خلد جلد موی)

آندھیاں غم کی ہر طرف اٹھیں
صاحب کشف باریا سے
نور افشان تھا چہرہ انور
میرے والد کے تھے شفیق بڑے
ہے او اسی کمال طلیا پر
دادیغا خزان کے لشکر نے
کر دے اُنکے مزار کو روشن
بھرنے انوارِ قدسیہ اسمین
فکرِ بارِ نوح ہے مٹھکے لکھ

دیگر

ہر طرف ابرِ نوح کا چھایا
موجوداتِ خدائے ارض سما
وقتِ تدفین کفن کو جب اٹھا
مہربانی تھی تجھ پہ حدی سوا
کچھ عجب باغمین ہو سناٹا
سب بھارچمن کو لوٹ لیا
پائین یاربِ جنت الماوا
ہر علی باغِ جنستی طکڑا
آج الہام کا چراغ بجھا

فخر سرِ سایہ اربابِ وطن
حامی دینِ نبی شاہِ زمن
اُنکے قدموں سے تھا قصبہ روشن
کر دیا ترکِ ہریہ دارِ محن
جسکو پہونچے نہ کبھی رشکِ ختن
تھی قضا برقِ برے خرمن
اب یہ دونوں بینِ مگرِ جنت
حاجی صاحب کا بھی سنا سن
گرچہ ہیں در بھی لکش گلشن

باندھا حاجی و عابد زار
عاشقِ ذاتِ خدائے عالم
مجمعِ خوبی اوصاف تھے وہ
لیکنے خد کو تشریف شریف
اوسکے اخلاق کی تھی ہوشیو
کشتِ ہستی کو قضا نے پھونکا
لیا شاداب تھی گہر تھا آباد
تھا علی باغِ برائے گلکشت
ایسا پُر نور نہ دیکھا تخت

سرد خاموش ہے قمری نالان سلسلہ غم کا ہے طوق گردن
 بابلین گاتی نہیں روقی بزن انکے روزنی صدا ہے شین
 باغِ جنت کے دیچ بن جائیں اوکے روضہ کے آبی روزن
 ہر تاریخ مظفر لکھ دے اب علی باغ ہوا ہر دین

خان صاحب کے بڑے بھائی حاجی محمد امین خان صاحب بھی شاہ آباد کے
 چھانوین امور انسان ہوئے ہیں قومی سیکل اور حکیم انسان تھے عمد نوابی میں بہبود
 تندرستی سرکار لکھنؤ میں ملازم رہے لکھنؤ کے مشاعر و ن میں بھی شریک ہوئے اور استاد
 امانت کے شاگرد تھے سخاوت و تحمل کرتے تھے دیہات کے انتظام میں کلی و اخلاص
 علی فراہمی قلمی انبیاں بیان بقت ان ہی کو حاصل ہوئی شاہ آباد کے مختلف
 باغات میں جو نامی انبہ تھے ان درختوں پر انھوں نے قلمیں بندھوائیں اور مستعدی
 مصارف سے تیار کر لیں اور اپنے باغوں میں نصب کر لیں بعدہ بھاگپور وغیرہ کے
 کاخانوں سے معروف مشہور اقسام لگوائے اسکے بعد میان کارخانہ کو لے گئے
 اس وقت کے وہ موجود اور دیگر مقلد ہیں ان کا کلام ضائع ہو گیا ایک نزل کے دو شعر
 رقم کو یاد ہیں اور وہ یہ ہیں

دیوانان کے تہوین کسی سے نہ کون چھانداؤن جو گراہ میں پیر پڑے
 مرض عشق سے ہو جائے سخاوت کو خفا او سکی تبریدین گر شربت دیدار پڑے
 ان کا ایک نعتیہ مستزاد و المرحوم نے ایک بیاض میں لکھا تھا جسکے چند شعر یہ ہیں
 نہ خیر دل از حلقہ گیسوے محمد سجدہ گہ کونین ہیں ابروے محمد
 زیباقوزون ہو وہ دلجوے محمد عالم ہمہ سودا زدہ موے محمد

شیرین کی طلب ہو تجھے فرما مبارک
مجنون ہی کو لیلیٰ کی ہے یاد مبارک
قمری ہو چین میں تجھے شمشاد مبارک
زاہد تو فردوس برین باد مبارک
مائیم و تمنائے سر کوئے محمد

راقم کو خالص صاحب موصوف اچھی طرح یاد ہیں ایک بار لڑکپن میں والد ماجد کے ہمراہ اختیار پور
جانا ہوا تھا تو خالص صاحب نے ازراہ خوش طبعی بیت بازی کی تھی اور جب وہ حج سے
واپس آئے اور سلیمان فی تشریف لائے اس زمانہ میں میان مینڈ و شاہ صاحب بھی یہیں
قیام فرماتھے تو خالص صاحب مولانا محسن صاحب کے نعتیہ قصیدہ کے بعض شعر جنکو منشی
امیر احمد صاحب مینائی نے مخمس کیا ہے بار بار پڑھتے اور وجد کرتے تھے اور وہ شعر یہ تھے

س

مدینہ کی طرف جاؤں کہ ہم کعبہ کا لین رہتا
نظر آتا ہے ان دونوں گھر نہیں ایک ہی جوا
اسد کو کیجیے یا احمد بے ایم کو مسجد
کہاں اب جھبھائی کیسے کچھ بن نہیں پاتا
عجب مشکل ہے مضمون میرے مغموم مڑو کا

دا۔ فردوسی شمس العیوی کو خالص صاحب نے انتقال فرمایا اور ان کے فرزند محمد نور خان
صاحب نے زہر سے خود کشی کی ایک پوتا محمد ستیعہ تھا وہ بھی نوجوان ترقی پسند عالم
کو راہی عدم ہو گیا۔ اب آپ کے دو بھتیجے ایک خان بہادر حکیم خادمین خالص صاحب
اور مولوی انوار حسین خالص صاحب موجود ہیں۔ اور مولوی صاحب بی ذی اخلاق ہیں

کرامت خان صاحب بی بی زمی

اس آخری عہد میں خان صاحب مدح بھی شجاعت و سخاوت کے اوصاف میں معروف اور غیرت و پاکبازی کی خوبیوں میں مشہور تھے باعتبار قد و قامت کے بھی آپ اگلے لوگوں کی یادگار سمجھے جاتے تھے۔

تصوف کے مذاق ہونے سے پر ماوت بھاکھا سے دلچسپی تھی اکثر اسکے نجات خوب سمجھتے۔ برادری کے مناقضوں میں اکثر آپ کی نچایت کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ راقم کے لڑکپن کے زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔ آپ کے ایک منہ زند قطب الدین خان صاحب جو آنریری مجسٹریٹ دو اشد مند انسان تھے جو ان قضا کر گئے اور ان کے بیٹے عزیز احمد خان جنگلو اس تاریخ شاہ آباد سے بڑی مسرت تھی اور اکثر جلد مرتب ہونے کے تقاضے کرتے تھے انوس کہ دفعہ ہیضہ کے مرض میں نوبوان ہی چل بسے اب اس خاندان میں معین الدین خان صاحب کے صاحبزادہ عنایت احمد خان صاحب چلتے پھرتے اور سجدہ شخص ہیں۔

حاجی محمد حسین خان صاحب آسٹریائی

حاجی صاحب لقمان خان صاحب سید خیل کے صاحبزادہ اور نیک نہاد و منیر رئیس تھے۔ آپ کے بزرگوں میں عظیم خان صاحب نامور اور سرکارا و وہ میں معزز عہد پر ملازم رہے ہیں۔ آپ نے انسپکٹری کے عہدہ کے فرائض کو نہایت دیانت داری و وسعداری سے ادا کیا اور کبھی ناجائز مال نہ لیا۔ جب آپ نیشن لیکر مکان آئے تو زرنیشن

اپنے خچ میں نہ لائے اور کل خیرات کرتے رہے شاہ آباد کے انگریزی محکمہ بھی رہے
 ہاٹ نور و صاحب ڈپٹی کمشنر حاجی صاحب کی راستبازی و تدبیر پر نہایت اعتماد رکھتے
 تھے اور کمال موافقت سے اکثر معاملات شاہ آباد میں انکے کہنے پر انھوں نے حاکم
 کیا۔ جامع مسجد شاہ آباد کی آبادی اور اسکے آمدنی و کوٹھڑیوں کے باعث اور حسین گنج آباد
 کرنے کے آپ ہی بانی ہوئے ہیں اور ہمیشہ نیک نیتی سے رفاہ عام کے امور سونپتے اور
 انکے اجراء میں کوشاں رہتے تھے کئی سببی بنو امین اور بعض شکستہ مساجد کی مرمت بھی کرائی
 نہ ہی خرائض کے پابند اور ذی اخلاق تھے جب کبھی ملے نہایت خلق و محبت سے پیش
 آئے تھے فلج کے مرض میں ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ کو انتقال فرمایا اور علی النبی کے روز
 دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے ۷

چون محمد حسین خان صاحب	حاجی حق شناس و حق اکا
نیک و نیک خو کو سیرت	عابد و پارسا و ہر دل خواہ
شہر ذی الحجہ روز عید ضحیٰ	سوے جنت سپر درہ ناگاہ
عالمی در مسراق آن شہنشاہ	کرد و سر ریاد و نالہ جانخواہ
وادرینا درین مہرے فنا	نہ گد اماند و نہ بماند شاہ
جست سالش چونہ بیکس	گفت ہاتف کہ مرد رضوان جاہ

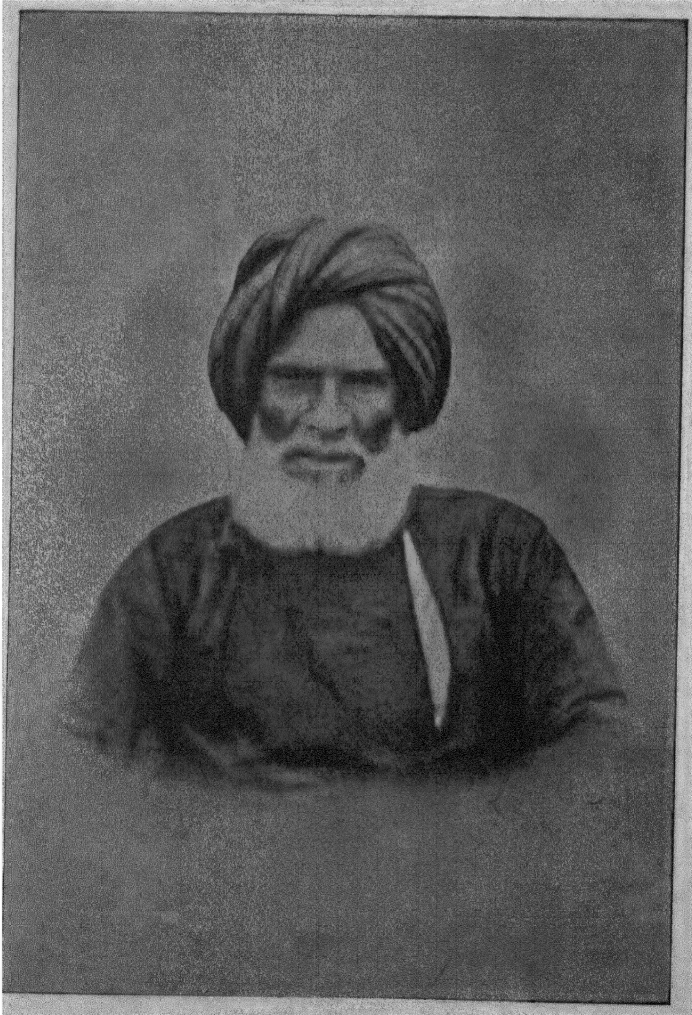
حاجی صاحب کے بھائی احمد حسین خاں صاحب بھی با وضع اور خوش اخلاق شخص
 میں تھے مستقل مزاجی و مدالہ فہمی وغیرہ کے اوصاف میں منتقم وقت خیال کئے
 جاتے تھے راقم کے ساتھ بزرگاہ الطاف سے پیش آتے تھے چند سال ہوئے ۔
 آپ نے بھی حلت فرمائی آپ کے فرزند حامد حسین خان انگریزی سہریٹ ائمہ قول نسائین

قطعة تاسخ وفات خاں صاحب حرم یہ ہر

بمرد احمد حسین خان ذمی جاہ	بزیرد اسن شاہ امم باد
آہی آن گل گلزار احسان	گل خوشبوی گلزار امم باد
بعیش جاد دان قصر فردوس	خدا را مورد لطف و کرم باد
چو جستم سال تا رخس زہائف	بگفتہ بلبل باغ امم باد

حافظ غلام علی خاں صاحب سلیمانی

حافظ صاحب اپنی خوبیوں میں فخر خاندان ہوئے قوت حافظ اور معلومات و کمال نہایت اعظمی درجہ کی تھی علم مجلسی میں کمال رکھتے تھے اونکے طرز فرج و خوش اخلاقی سے ملا اجاب و کمال ملاقات کے مشتاق رہتے ان اوصاف سے حافظ صاحب کو ہر دلی خیر حاصل رہی وہ اپنا سبب جنس میں فی الواقع نہایت قابل قدر انسان گذرے گویا بی اور واقعات گذشتہ کی یادداشت میں میان اونکا کوئی نظیر نہیں تھا نماز کی پابندی اور سحر خیزی کی عادت اونکی طبیعت کی ایک جزو ہو گئی تھی آپ نے حافظ محمد یار خان صاحب سے قرآن حفظ کیا اور قاری (صاحب عالم) سے قرأت سیکھی شاہ آباد کے اساتذہ کی صحبت پائی تالیف عبد الرزاق صاحب مدینی اور دیگر نامور ان شاہ آباد کو دیکھا اور اونکی باتوں سے متغادر کیا اور لکھنؤ کے اہل کمال میں اونکی عمر کا بڑا حصہ ختم ہوا جس زمانہ میں کہ ان کا لکھنؤ میں قیام تھا اس زمانہ میں لکھنؤ شہابی تہذیب و تکلفات کا معدن اور علم و دینی کا مخزن تھا شاہی جلوہ آریون کا منظر جس



حافظ غلام علی خان

شخص کے کہ پیش نظر رہا ہو اہل علم و عقل کی مجالست میں جبکی عمر بڑھتی ہوئی ہو اس کے ذہنی خیالات اور ذاتی معلومات کیونکر نہ وسیع ہوں۔ دوامی گرامی رئیسوں کی کرپانہ عنایتوں نے حافظ صاحب کو حاصل خاص بزبون تک پہنچایا اور انتخاب روزگار عمائد سے ملایا۔

حسام الدین فقیر محمد خان صاحب اور تھوڑے سالہ امتحان گویا تعلقہ دار لیج باؤنگی شان و شوکت اور منزلت کی عام شہرت محتاج بیان نہیں جو وہ آپ کے محسن تھے انھیں کے فیض بہت کا آفتاب آپ کے سر پر تو فلک ہوا اور آپ کی غیبیوں کے جوہر کو چمکا یا خان صاحب بہادر ہی نے حافظ صاحب کو سرکار شاہی میں ملازم رکھا یا اور اپنے ساتھ لے لیا۔ تاحیات آپ پر لطف بزرگان اور احسان رئیسانہ فرماتے رہے بارہا اپنے ہمراہ آپ کو پیشوں میں لینگے چنانچہ شیخ نسخہ مرحوم فریہ کے پاس حافظ صاحب نے صاحب ہی کے ساتھ گئے منتی اکھلام کا تصنیف ہوا مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی کا خان صاحب گھر آنا یہ سب ملات حافظ صاحب کے چشم دیدہ ہیں خان صاحب کی عنایت اور فیض صحبت کوئی معمولی بات نہ تھی انکی لیاقت اور جہاد و جلالت اظہار میں شمس سج و نور اور نور ماہور تھوڑے تھی بہت سی خدمتیں مثل تقسیم تنخواہ محلات شاہی انکے متعلق تھیں نظم و نسق ملکی مالی میں ہونے والے تھے۔ ہوان باڑی وغیرہ کی نظامت چکلیاری اگرچہ انکے ادا امام الدین خان کے نام سرکاری کاغذات میں لکھی جاتی تھی مگر اسکا انتظام سبب انھیں کا ساختہ پڑا ختم ہوتا اسکے علاوہ چار سو گھوڑے بارگیر جنگی اسامی تین تین سو روپے تھے خان صاحب کی ذاتی ملکیت میں تھے راجہ مہین لال صاحب چکلیاری سے جب کچھ روپیہ ہماری باقی رہ گیا اور خان صاحب ان پر تسلط کیے گئے تو انھوں نے پورا مرزا گنج خان صاحب کو دیدیا اور میں اللہ بہادر وزیر نے ایک لکھ پینا برقیہ عمارت خزانہ شاہی سے خان صاحب کو عنایت کیا تھا خان صاحب کی لیاقت علمی کا یہ عالم تھا عربی ایسی نصیح بولتے تھے کہ مادی زبان معلوم ہوتی تھی تنقیدی اصدا ایسے بناتے تھے کہ دس ہزار روپے کے انعام پر بھی ان کی طرح کوئی نہ بنا سکا خان صاحب

نہایت اعلیٰ مقام پر پہنچے تھے۔ ان کے خیالات اور ذاتی معلومات کیونکر نہ وسیع ہوں۔ دوامی گرامی رئیسوں کی کرپانہ عنایتوں نے حافظ صاحب کو حاصل خاص بزبون تک پہنچایا اور انتخاب روزگار عمائد سے ملایا۔

کی بیہوشی بہ بغیر الدین حیدر بادشاہ نے سنی ۵۰۰ جاپناہ کے چرن نیچے چل گویا گھر کرے۔ تو کہا کہ
اے آپ یہ لکھ باقی ہے کیا ہو چکی ہے۔ لینگے۔

دیوان گویا بستان حکمت اُنکے یادگار بن۔ جب خاں صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا
تو حافظ صاحب کے سر سے ایک بڑی شفقت اُٹھ گئی لیکن خداوند کریم نے ایک دوسرے
رئیس کو جو اپنے اوصاف میں تیل تھان پر مہربان کر دیا اُن کا نام نامی منشی محمد حسین صاحب تھا وہ گویا
ضلع بارہ بنگی کے تعلقہ اردو دارالامام اودھ کے نائب تھے دیوان خانہ وزارت کے امور اُنکے سیاہ و سفید
کرنے کا اختیار اُنکے قلم کے تعلق تھا منشی صاحب مدوح کی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ تقریر
کرتے تو ضرب المثل خوش بیانی میں ایسے چسپ فقرات زبان سے نکلتے گویا یہ معلوم ہوتا کہ پھول
جھڑے ہیں اور جو قلم اُٹھاتے تو زود نویسی کی کیفیت تھی کہ گویا قلم میں پر لگے ہو
ہیں اور وہ اُڑتا ہوا چلا جاتا ہے تھوڑی دیر میں جڑ کے جڑ زنگ کر ڈالتے جو ہر شناسی
اور شریف پروری میں یکتا ہے روزگار تھے۔ رکن سلطنت ہونے کے علاوہ پونے دو
دو لاکھ روپہ کی مالگنداری کا علاوہ خود اُن کے قبضہ میں تھا اور چودہ سو اشخاص اُن کے
ذاتی ملازم تھے منشی صاحب موصوف کے دل میں حافظ صاحب مہرور کی جو اس قدر
گنجائش ہو گئی تھی اُس کی خاص یہ وجہ ہوئی کہ اُن کے مخالفین نے ازراہ حسد ہر کار
۱۰ تاریخ انتخاب دودھ مصطفیٰ مرزا محمد تقی صاحب کے صفحہ ۲۴ میں ہے ایک منشی محمد حسین صاحب بھی علی نقی خان
ہمدانی کے کارپردازوں میں بڑے لائق ہوشیار عاقل و جالاک تھے یہ قوم شیوخ قدوائی رہبان قصبہ رسولی میں
بڑے قدیمی عاقلانہ تھے اور اپنی لیاقت سے ایسے محیط ہو گئے تھے کہ تمام پکری وزارت پر حاوی تھے
گویا ملک اودھ اُن کے زیر قلم تھا عدل و شہادت میں یہ منشی باوقار باغیوں کے ہاتھ سے لکھتے تھے شہید ہوئے
اور ایک بڑا تعلقہ گدیو غیر ضلع بارہ بنگی میں چھوڑا۔

سلطانی میں اُن سے برہمی پیدا کرادی تھی اُس وقت ظاہری باتون والے کنارہ کش ہو گئے عتاب شاہی اُن کی بربادی پر آمادہ تھا مگر حافظ صاحب مع اپنے باپ بھائی و غلام اور کُنبن کے اٹھکھاساتھ دینے کو تیار ہو گئے منشی صاحب نے حافظ صاحب کے جوہر شرافت اور وفاداری کو امتحان کی کسوٹی پر اچھی طرح جانچ لیا جب اُسکو زر کامل کی طرح بے نقص پایا تو قدر کرنے لگے چند روز عتاب سلطانی رہا اُس کے بعد صفائی ہو کر پھر سرفرازی حاصل ہو گئی۔ اب منشی صاحب نے اپنی امارت اور لیاقت کے جوہر دکھلا کے اور حافظ صاحب کو اپنی دریاہ دلی اور رُمیسانہ فیض سانی سے مالا مال کر دیا۔ مجلس اپنے ہمچشون میں اٹھا اعزاز کرتے ان کے منفعت کے موقع پر ان کا خیال رکھتے اور بھائی صاحب قبلہ حافظ صاحب کو کہا کرتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حافظ صاحب منشی صاحب کے یہاں تشریف لگئے اُس وقت انکی مجلس معزز شاہیں و امرا سے بھری ہوئی تھی محمد حسن صاحب ناظم بہار سچ آغا فی صاحب ناظم سلطان پور وغیرہ ذی توقیر حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حافظ صاحب نے حسب دستور سلام مسنون کیا اور منشی صاحب نے حسب معمول قدیم نیم قد اٹھکر کہا کہ بھائی صاحب قبلہ آئیے۔ جب اہل مجلس نے دیکھا کہ منشی صاحب نے تعظیم دی تو ہر ایک شخص ان کی تعظیم کو اٹھا جب یہ بیٹھ گئے تو موجودہ اشخاص نے تعریفی چاہی اور پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں جسکے جواب میں منشی صاحب نے کہا کہ میں انھیں بجائے اپنے بڑے بھائی کے تصور کرتا ہوں اور یہ شاہ آباد کے شرفا اور وضعداروں میں ہیں اور اسی طرح بہت کچھ انکی لیاقت و وفاداری اور وضعداری کے حالات جیسے کوئی معمولی شخص اپنے کسی محسن و مخدوم کی تعریف کرتا ہے بیان کرتے رہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی

امیر یا غیب کے دل میں کسی دوست کی محبت جاگزین ہو جاتی ہے تو پھر وہ غیرت کا خیال نہیں رکھتا۔ اور یگانہ و بیگانہ سے اُس کی توصیف کر کے وقعت و نیکنامی بڑھاتا ہے یہی حال منشی صاحب اور حافظ صاحب کے فیما بین پیدا ہو گیا تھا ان کے خلوص نے اُن کے دل پر تسلط کر لیا تھا اور اُن کی رہبانہ عنایت اور ذاتی محبت نے ان کو ممنون بنالیا تھا۔ جب کبھی منشی صاحب لکھنؤ کے معزز طبقہ میں تشریف لیجاتے تو ان کو ہمراہ لے جاکر روشناسی کراتے اکثر بار منشی ناصر علی صاحب ساکن ملا لٹان منشی سعود صاحب بلگرامی اور اسی قسم کے دیگر حضرات کے یہاں حافظ صاحب کو لے لیتے ایک مرتبہ راجہ بنیادو جو صاحب تعلقدار شکر پور اور راجہ رگھوناتھ صاحب تعلقدار ستایان سے سرحدی معاملہ پر جھگڑا پیش آگیا اور وہ طول پکڑ کر شاہی سہ کار تک پہنچا نواب علی نقی خان مدارالمہام تھے اور اُن کے نائب منشی صاحب ممدوح تھے اکثر مدارالمہام صاحب حکم دیکر محل میں چلے جاتے اور احکامات کا اجرا منشی صاحب کے قلم سے ہوتا جب یہ جھگڑا منشی صاحب کے روبرو پیش آیا تو وہ موقع کے سائنسہ کو خود تو نہ جاسکے مگر اپنے اطمینان کے واسطے بطور کمیشن کے حافظ صاحب کو تصفیہ کے لیے بھیج دیا جب یہ وہاں گئے تو دونوں راجاؤں کے بیانات اور ثبوت لیکر اُنھوں نے سرحد قائم کر دی اور رفعِ تہر کر کے چلے آئے واپسی کے بعد منشی صاحب نے دریافت کیا کہ کسی نے کچھ آپ کی بھی خاطر کی اسکے جواب میں آپ نے کہا کہ سہ کار شاہی سے جو مجھے تنخواہ ملتی ہے وہ میرے لیے کافی ہے اور جناب کی عنایت سے مجھے کسی بات کی تکلیف نہیں اسکی کیا ضرورت تھی جس غیر کی کثرت رہی اتفاق سے اسی زمانہ میں فریقین مقدمہ سے کوئی راجہ صاحب منشی صاحب کی خدمت میں

حاضر ہو سکے اور اثر فی وغیرہ نذیرین پیش کی ناشی صاحب نے اندر اہ چشم نمائی محمدان
 جو سے کہا کہ مجھے آگے نذر کی نذر نہیں اس قسم کی مراعات کے حافظ صاحب تنہی نے
 جو اس قدر مسافت طر کر کے وہاں گئے تھے اور تھارے جھگڑے کو ختم کرایا اور اپنے کچھ
 خیال نہ کیا اور ان میں سے نہایت معذرت کی بالآخر وہ نذرانہ کی رقم انہیں کو دلائی
 ایک بار حافظ صاحب کسی تقریب کی ضرورت سے لپٹے وطن شاہ آباد کو گھنٹوں
 سے آ رہے تھے اٹھانے راہ میں چوری ہو گئی اور اس امر کی خبر منشی صاحب کو پہنچی
 وہی وقت انہوں نے چند سوار بھیجے اور ان کے زمینداروں کے نام لکھا کہ اسے مار لیجئے
 کہ تمہاری حدود میں یہ سرقہ ہو لپٹے یا تو سرقہ لگا دیا ان کے مالسروکار کا سوار سوار
 ورنہ تم بھی شریک ساراش سمجھے جاؤ گے اور اسکا تدارک تمہارے حق میں چاہا ہو گا۔
 چنانچہ اس حاکمانہ اثر سے حافظ صاحب کو غم البدل مل گیا۔

حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ جن مجالس میں بڑے بڑے لوگوں کا دل شہسب سے
 ہوتا تھا ان میں میری رسائی ہو کر تھی چنانچہ دیانت دولہ کے بیان جس مجلس میں
 وابد علی شاہ بھی رونق افروز تھے یہ بھی اوسیں شریک تھے اس مجلس کی وہ کیفیت
 یہ بیان کرتے تھے کہ بالخانہ پر حاصل شخاص کی مجلس منعقد تھی ایک بار لوگ بولے کہ حضرت
 آتے ہیں دیکھا تو حضرت سلطان عالم بادشاہ وودھ تشریف لائے ہیں شہر عظیم کو اٹھا بابا شاہ طبعی حبلہ
 انخاص میں کچھ کچھ کہہ کر سو گئے پھر تھ حضرت سلطان عالم ایٹیش قیمت مٹا اور گئے تھے اور اس میں
 قطب الدہ وغیرہ مٹی ڈھاریوں کا قریب و بڑا اثر تھا ہوجست بادشاہ کے چہرے پر ابھی بڑھی ہوئی تھی
 سخی سفید رنگ سپریاہ بالوں کی ڈاڑھی معلوم ہوتا تھا کہ لکڑی لاتی اور فاری مشین بن گیا ہوا جو
 لکھنؤ میں ارمز لاخان صاحب شاہ جہاں پوری جو فوج میں سالہ داری وغیرہ کے

عہدہ پر ممتاز اور خوش رجوان تھے حافظ صاحب سے برادرانہ مراسم رکھتے تھے ان کے پاس بھی آپ کی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔

جب راجہ جوالا پرشاد معزول ہوئے اور شی محمد حسین صاحب کچہری سلطانی سے ہٹائے گئے تو منشی صاحب بیکاری کے زمانہ میں پھر اپنے جادو منصب کے حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہوئے اس سلسلہ میں وہ اہل امداد و مقبولان الہی سے ملتے اور اپنے مقصد کے متعلق رجوع کرتے حافظ صاحب کا اکثر ساتھ ہوتا۔ اُس وقت لکھنؤ میں ایک درویش منور علی شاہ صاحب عجیب صاحب کمال تھے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں منشی صاحب اور میرا ان کے بھائی شیخ زین العابدین صاحب کے ہمراہ بارہا حاضر ہوا ان کی روشنفکری کا عجیب عالم تھا اگر کوئی شخص ان کی طرف سے بدگمانی کرتا یا ناقص ظہرہ دل میں لاتا یا کچھ شخص کرنا تو شاہ صاحب تنبیہ اور یقین دلانے کی غرض سے اُس کے گناہ ماضیہ بیان کر دیتے اور وہ شخص اپنے عیوب و افعال تصبیح سے واقف ہو کر توبہ ہو جاتا ان کی مجلس میں کسی کو مجال بے ادبی کی نہوتی القصہ منشی محمد حسین صاحب ان کی دعا سے پھر اپنی جگہ پر بحال ہوئے منشی صاحب کی طرح ان کے چھوٹے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بھی حافظ صاحب کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے منشی صاحب ازراہ اعتماد و تقریبات میں باور حنیفانہ کا منتظر بھی ان کے سپرد کر دیتے۔ حافظ صاحب کے دل سے تازلیت منشی صاحب کے احسانات اور بڑا دفراموش نہ ہوئے۔ اس عہد میں منشی صاحب کے فرزند شیخ واجد حسین صاحب جو بعد کو ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر مامور ہوئے خرد سال تھے۔ اور ان کے بھتیجے شیخ احمد حسین صاحب بن شیخ زین العابدین صاحب بھی کم سن تھے۔

وہ مخالفت میں حافظ صاحب کو چپا کہا کرتے تھے جب شیخ احمد حسین صاحب ضلع ہردوئی میں بعدہ ڈپٹی کلکٹر می تعین ہوئے اور بقریب دورہ موضع گراہی تشریف لائے اور حافظ صاحب اونسے ملنے گئے تو اونھوں نے قدیمی مراسم معلوم کر کے آپکی نہایت تعظیم و توقیر کی اور ہردوئی میں دعوت وغیرہ بھی کی اور اپنے بزرگوں کے قصے کہتے سنتے رہے۔

الماس علیخان جو فوجی افسر و بادشاہی مقرب تھا اور محلہ میں واسکی بہن بادشاہ کی منظور نظر تھی اونسے بھی قرآن شریف حافظ صاحب سے پڑھا تھا اور حافظ صاحب کا بہت لحاظ کرتا تھا۔

منشی صاحب کے لطف عام اور خانیخان شاہجہان پوری پکلیدار کیوجہ سے راجہ نواب علیخان صاحب بہادر ریس محمود آباد کی خدمت میں بھی حافظ صاحب کو بے محنت حاصل تھی اور راجہ صاحب مہرج نہایت رسیانہ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ جو کوئی کسی کام پیش آیا تو حافظ صاحب نے راجہ صاحب سے جا کر عرض کیا اور اونھوں نے اوپر توجہ فرمائی۔ بعدہ پکلیدار بھی جب خانیخان کو ضمانت کی ضرورت پیش آتی تو مقیم الدولہ راجہ نواب علیخان بہادر قیام جنگ ضمانت کروا کرتے تھے اور خصوصیت سے اونکے مکان پر قدم رنجہ فرماتے تھے جب کبھی راجہ صاحب بہادر خانیخان کے یہاں بقریب دعوت تشریف لاتے تو حافظ صاحب خاطر و تہلہ میں مصروف ہوتے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ جمعہ خان سلیمانی شاہ آباد کے مشہور و خوش ذالقیق نہ لکیر محمد آباد گئے مگر راجہ صاحب کو دہان نہ پایا معلوم ہوا کہ لکھنؤ میں تشریف فرما ہیں لہذا نہ لکیر لکھنؤ پہنچے

اوس وقت میں راجہ صاحب بارہوری واقع تالاب حسین آباد میں قیام فرماتے تھے حافظ صاحب
 جمعہ خان کو لیکر راجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے نظر کا وقت تھا حافظ صاحب
 نے راجہ صاحب سے کہا کہ ایک صاحب دور دراز سے آپ کے شوق اور دست کم
 کا شہرہ سن کر چند بنگیان آموں کی بڑے اہتمام سے لیکر محمود آباد میں حاضر ہوئے تھے
 وہ ان آپ کے نہ ملنے سے وہ گھنوا آئے مگر انفس کو اس عرصہ میں وہ انہی خراب ہو گئے
 اور وہ پچھار سے بہت اندوہ مند ہیں راجہ صاحب نے فرمایا کہ بھلا اب ان آموں کا کیا لیا جا
 حافظ صاحب نے کہا کہ ان گٹھلیوں سے لاجواب پودہ تیار ہو سکتی ہے چنانچہ راجہ صاحب
 نے ان کے تجویز پر حکم دیدیا اور جمعہ خان کو ان آموں کے صلہ میں نکال کر دیا یہ امر
 صرف حافظ صاحب کی حسن رسائی اور خوش بیانی کا شہرہ تھا کہ وہ بیکار نہیں بھی ٹھکانے
 لگے اور لہجائے دانے شخص کی محنت وصول ہو گئی ورنہ ایسی صورت میں کون امید کامیابی
 کی ہو سکتی تھی قیمت انہی کا نقصان اور آمد و رفت کی محنت برداشت کرنا ہوتی۔

چودھری مند علی صاحب تعلقہ دار سندیلہ سے بھی حافظ صاحب کے ملسم تھے۔
 اور وہ نہایت اخلاق ریسانہ سے پیش آتے تھے سب طلبہ کی توفیق و خاطر کرتے جس
 زمانہ میں کہ شاہی فوج سندیلہ میں آکر ٹھہری ہے اور حافظ صاحب بھی سندیلہ آئے ہیں
 تو چودھری صاحب اکثر اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے اور کھانے وغیرہ کے صلحہ
 انتظام کرنے کے مانع تھے چودھری صاحب اپنے عہد کے رؤسا میں ایک ممتاز و جلیل القدر
 رئیس تھے ان کی علمی قابلیت و انتظامی لیاقت ضرب المثل تھی ان کو خوش لباسی سے
 نکال شوق تھا جب کبھی حافظ صاحب کا کوئی کپڑہ کمزور دیکھتے اس کو ازاد خوش مذاقی
 جاکر کہہ دیتے اور نئے لباس کا اصرار کرتے اور اس کے صرف قیمت کا انتظام اپنے متعلق

کرتے۔ اسی طرح اونکے چھوٹے بھائی چودھری ثمت علی صاحب جو اپنی فیاضی و پاکبازی
میں مشہور و زکا کر رہے ہیں حافظ صاحب کی نہایت تکریم و مدارات کرتے تھے
حافظ صاحب کو اہل کمال کی صحبت سے بھی بڑی دلچسپی تھی اکثر وہ لکھنؤ میں اس
آتش انیس دیر وغیرہ کی صحبت میں جاتے اور اونکے عام مجالس میں شریک ہو کر شعر و سخن
سے خطا و ٹھٹھاتے حافظ کی خوبی سے صد ہا اشعار بر محل حافظ صاحب کو یاد تھے شعرا کے
علاوہ نامی گرامی علماء و فکر کی خدمت میں بھی وہ حاضر ہوتے اور اونکے برکات اور معلومات
سے استفادہ کرتے چنانچہ مولوی عبدالوالی صاحب مولوی نور صاحب فرنگی محل مولوی
تراب علی صاحب سے جید علما مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سندھی مولوی امیر علی صاحب
شہید اور اس قسم کے دیگر حضرات سے ملے ہیں۔

غلام امام صاحب میلاد خوان سے بھی ملاقات تھی مولوی صاحب کی بزم میں
دن بھر چاکا دور رہتا تھا اکثر وہ کھڑے ہو کر حضرت سرور عالم کے حالات پڑھا کرتے تھے
اور کمال ادب سے نام نامی حضرت سید المرسلینؐ پناہ میں لیتے تھے اور حضور کے صفاتی
بسا مثل ہمارے بادشاہ دو سر سلطان دو جان محبوب خدا اور دیگر اسی قسم کے
خطابات سے مخاطب کرتے آواز میں چندانہ نگینی نہ تھی مگر کچھ ایسا درد اور عشق صادق کا
انز تھا کہ سامعین بے چین ہو جاتے تھے۔

ایک روز فتح علی میاں صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس
حافظ صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہ میاں راحت جنگی ٹھہرا ہوا مشہور ہیں آگئے۔ اوس
زمانہ میں حضرت مولانا کا وصال ہو چکا تھا اور ادھون نے یہ ٹھہری ہے
اُن سے فتح علی کھیلے ہوئی۔ جن سے لگی مری پیم کی ڈوری

پڑھی اور مزائل طرف اشارہ کیا اور وقت ایک عجیب سمان تھا ماضی پر رقت طاری
 تھی کلام کی مقبولیت اور مولانا کے تصرف کا جلوہ پھیلا ہوا تھا
 لکھنؤ کے نواح کے مشہور قصبات مثل امیٹھی زیوتنی کا کوری خیر آباد وغیرہ کے اکثر نامور
 اشخاص سے حافظ صاحب کو اچھی طرح روشناسی حاصل تھی۔

حضرت سید معشوق علی صاحب خیر آبادی جو صاحب باطن اور بڑے متراض
 درویش گذرے ہیں حافظ صاحب کے پیرومرشد تھے۔ خیر آباد میں سید صاحب موصوف
 کے یہاں حافظ محرم علی صاحب کی صحبت کا ثمر بھی حافظ صاحب کو حاصل ہوا تھا۔
 اگر حافظ صاحب کے مرام کی تفصیل کی جائے تو ایک دفتر ہو جائے جب کبھی وہ
 بیٹھتے تھے تو بیسیوں نامور اشخاص کا تذکرہ کرتے تھے۔

اکثر معاملات میں لوگوں نے حافظ صاحب کے ذریعہ سے اپنے مقصد کو جمع
 کیا ہے چنانچہ حسن علیخان جو خالص پور کی طرف کے رہنے والے تھے جب انھوں نے
 چکلیہ ارشاہ آباد کی نیابت کی خواہش کی تو حافظ صاحب ہی کے توسط سے یہ تحریر
 کرائی۔ اُس زمانہ میں حافظ عبدالصاحب شاہ آباد کے چکلیہ رتھے حافظ صاحب نے
 چکلیہ رصاحب موصوف سے اُن کی خواہش ظاہر کی انھوں نے جواب دیا کہ حسن علیخان
 کے مزاج میں جبروت کا مادہ زیادہ ہے اس لیے میں پیش کرنا ہوں مگر آخر میں تمہا کام
 نہ چلا اور حافظ عبدالصاحب کو مددگار کی ضرورت پیش آئی اور حسن علیخان کو نائیب بنایا۔
 جس وقت میں حافظ صاحب چلتے پھرتے تھے اور زمانہ اُن کے موافق تھا حکام
 کی خدمت میں بھی اُن کو رسوخ حاصل تھا مجسٹریٹ ضلع اور حاکم تحصیل ویرگنہ اُن کی عزت
 کرتے تھے اکثر واقعات اُن کے قابل الذکر ہیں چنانچہ ڈپٹی اکرام اللہ خان صاحب کا کوری جبکہ

ماکہ تحصیل تھے اور جامع مسجد شاہ آباد زولی تھی اوسکی داگنڈت کی بابت بھی پٹی صاحب
موصوف نے حافظ صاحب کو صلاح دی تھی۔

حافظ صاحب میں صاف گوئی کا مادہ بھی تھا ایک بار کا قصہ ہے کہ ستیا پور میں صاحب
اکشتر سے ملنے نواب و مت علیخان صاحب تعلقہ دار باسٹنگر گئے اور بھی رؤسا دہان
فروش تھے حافظ صاحب بھی اوجھلے ہوئے تھے منشی سید فضل رسول صاحب تعلقہ دار جلال پور
رئیس سندیلہ نے نواب صاحب مدوح سے اونسکے فرزند نواب حسین علیخان کی بابت دریافت
کیا چونکہ نواب صاحب اپنے فرزند سے اوس زمانہ میں کچھ ناراض تھے اسلئے بیٹے کی شکایت
کی مگر حافظ صاحب نے نواب صاحب کی ناگواری کا خیال نہ کیا اور مواجہہ میں امر واقعی
صاف صاف کہہ دیا۔

بعض یورپین صاحبان بھی حافظ صاحب کے طرز مزاج کو پسند کرتے چنانچہ بارہ صاحب
اکثر آپ سے ملنے میں دلچسپی لیتے۔ اور حافظ صاحب بھی اونکی خاطر کرتے اور صاحب بھی
کوئی چیز تحفہ مثل لکھنؤ کے خریزہ وغیرہ کے لایا کرتے۔ حافظ صاحب کے حافظ کی خوبی
اور سہت بیانی کے متعلق ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ جب اس خاکسار نے تاریخ شاہ آباد
لکھنا شروع کی اور حالات دریافت کیے تو حافظ صاحب نے سلاطین اودھ اور راجستگان
شاہ آباد کے متعلق اکثر واقعات بیان کیے اونسکے بعض بیانات کتابوں میں بھی ملے او
مطابق پائے گئے۔

قوے اونسکے بہت اچھے تھے باوجودیکہ سو برس سے عمر تجاوز ہو گئی تھی مگر اعضا
صحیح حواس درست تھے اگر اس آخری عمر میں سر کا زخم اور جالدا کی زیر بارسی اور صاف کی
کثرت وغیرہ کے افکار نہ ہوتے تو اس سے بھی جسمانی حالت اونکی اچھی رہتی۔ حافظ صاحب

کی ہجرت الہجرۃ منقوش تھے اور یہ سچ ۵ علی امام حسن سے ومنم غلام علی +
کنہہ تھا ابوس کاغذات پر مہر مذکور راقم نے ثبت کی ہوئی دیکھی ہے

حافظ صاحب قوم کے پٹھان سلیمان خیل تھے آپ کے والد احمد علیخان ذاتی
شجاعت و فنیاری اور پابندی صوم و صلوة میں مشہور تھے علاوہ اپنی برادری اہل وطن
کے عامل اور صلحا، لکھنؤ میں جبکہ وہ جاتے تو قیر سے جگہ پاتے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ
دیوان رحیم داد خان صاحب محلہ سلیمانی کے بانی اور نواب دلیر خان ہمعصر مقرر تھے۔
دیوان صاحب کے پوتے امانت خان اور ان کے صاحبزادے عبدالغفار صاحب
احمد علیخان کے والد بزرگوار تھے راقم نے شجرہ اس خاندان کا مرتب کر کے ذیل میں درج
کر دیا ہے اوس سے مفصل شائخون کا حال ظاہر ہو جائے گا۔ انیس کہ ۲۸ محرم ۱۳۲۸
مطابق ۱۰ فروری ۱۹۱۰ء شب جمعہ کو حافظ صاحب نے ایک سو پانچ برس کی عمر میں
انتقال کیا انا اللہ وانا الیہ راجعون ۵ چونکہ راقم کے شفیق اور عم نامہ راقم تھے اور نہایت سہولت
رکھتے تھے اسوجہ سے اس وائمی مفارقت کا نہایت ملال ہوا کسی مادہ نکال کر قطعاً
منجملہ اوکے یہ مصرعہ تاریخی ۵ غلام علی خان ۵ گئے بے بدل نہ ہے اور بخوف ملوالت

صرف ایک قطعہ بیان تحریر کیا جاتا ہے ۵

صبر حقیقت عم گرامی ازین بہان
خدا مبتلا ہے رنج دالم جان ناصبور
کن سب برنتیا منظر ہر شتہ دل
تاریخ منتقال بکوبطالیب غفرو

راقم نے حافظ صاحب کی تصویر بھی کھینچوائی ہے جو شامل کتاب ہے۔

حافظ صاحب کا نانہال کنہر پور واقع محلہ ندریا میں تھا جس علیخان خلیل قوم کے
پٹھان جو نہایت شہ زور اور نواب آصف الدولہ کی سرکار میں پانچ روپیہ یومیہ پاتے تھے

عبداللہ خان صاحب کو پردیس خان کی دختر منسوب تھیں انکی دولاکیان بھی تھیں ایک
 قاور داو خان اور دوسری ذوالفقار خان کو منسوب تھیں پردیس خان جہان خان کے
 فرزند تھے جہان خان کی دختر مست خان کو منسوب تھیں شاہراخان صاحب یوان احمد خان
 کے بنوئی اور ایک جدی تھے۔ ان کے فرزند داود خان تھے گراونکا زیادہ سلسلہ میں
 چلا جان یار خان کی دختر رستم علیخان کو منسوب تھیں جنکے بطن سے نواب مقصود علیخان
 پیدا ہوئے بخش اسدخان کی دختر منصب علیخان کو منسوب تھیں عبداللہ خان کے دو
 فرزند اسد علیخان اور شاول خان بھی تھے گراولدر ہے اور اس وجہ سے اُن کا نام
 شجرہ میں داخل کرنا بیکار سمجھا گیا۔

مولوی محمد منصب علیخان صاحب سلیمانی

آپ احمد علیخان کے فرزند اور حافظ غلام علیخان کے چھوٹے بھائی تھے نہایت
 سنجیدہ اور ذکی طبیعت پائی تھی اپنے ہمشیر من بالیاقت ہوئے انشا پر دازی اور
 موزون طبعی دونوں قسم کی قابلیت سے بہرہ ور تھے۔ چونکہ آپ کے والد بزرگوار اور
 برادر نامہ راسکار لکھنؤ میں ملازم تھے اسلئے آپ کی تربیت و تعلیم شاہ آباد اور لکھنؤ میں
 ہوئی پیشتر ابتدائی کتابیں شاہ آباد میں مرزا جعفر علی بیگ صاحب سے جو ایام غدر میں
 شہید ہوئے پڑھیں اسکے بعد لکھنؤ میں مولوی امیر علی صاحب کی شاگردی کا شرف
 حاصل کیا۔ زمانہ شباب میں عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب ہمدانی سے جو
 عالم درویش سیرت اور مولانا عالم علی صاحب مولود آبادی کے شاگرد رشید تھے تحصیل کی

(اشیہ متعلق صفحہ ۹۰)

۱۔ حضرت مولانا شریع و تقدس ازہرین کیتا سے روزگار بزرگ ہوئے آپ شیخ احمد عرف ملا جیون کی
 اولاد امجدین تھے ملا جیون اور آپ زبیب اوشاہ کے استاد تھے اور بعد مالگیری سے فخر میر کے عمدت کاتے
 انام اور شیخ الاسلام رہے۔ ملا صاحب نے سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور ۲۰ سال کی عمر میں تفسیر حمزہ اور
 ۵۸ سال کی عمر میں بحقام مدینہ منورہ نورالانوار تصنیف کی اس سالہ ہجری میں وفات پائی اور اپنے وطن ایچی میں
 مدفون ہوئے خزانہ مدرستہ آپ کا مشہور ہے۔ مولانا امیر علی صاحب شیخ محمد بخش کے صاحبزادے اور ملا صاحب کی
 پانچویں پشت میں تھے مولانا نے نظر اہری لکھنؤ میں تحصیل کیا ۱۸ برس کے سن میں مولانا شاہ عبدالزمن صاحب
 سندھی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منوی منوی شرح مشکوٰۃ شریعت و بعض تصانیف شیخ محی الدین ابن عربی کا
 درس لیا سات برس تین ماہ متروذ صحبت استاد و پیر میں حاضر رہے اسکے بعد سالہ ہجری میں ہذا عید الضعی
 بیعت سے مشرف ہوئے مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب نے خلافت بھی عطا کی آپ لوگوں سے متقی دیندار
 واقع ہوئے تھے حضرت پیر مرشد نے مکرار شاہ فرمایا کہ امیر علی آپ کے بعض کتے میں کراؤں ہوں نے آپ کو
 امیر المؤمنین بھی کہا تھا چنانچہ چیل رشادایت فائق و جہاد وغیرہ میں مصروف ہوئے آپ کے فیضان صحبت سے
 ہزار بائٹھ خاص کو صوم و مصلوٰۃ کی توفیق ہوئی منہیات سے باز رہے صد اسلامان مرید و فیضیاب ہوئے جب
 آپ پر زیارت خانہ کعبہ کا جذبہ غالب ہوا تو بے زاد راہ عرب چل دیے ۲۰ سال تین ماہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں
 مقیم رہے اور فیض و برکات حاصل کیے۔ دوسری مرتبہ ایک جم غفیر سے آپ حرمین کے عازم ہوئے ہر وقت
 پرد و رکعت نماز اور انوار کی نیرازدن مومن جو ہمراہ تھے غیب سے روڑی پاتے تھے دوسری بار واپس آکر تبارک الدنیا
 ہو گئے اور جنگل میں ایک مسجد نام بنا کر مکلف و متوکل ہو کر ٹیٹھ گئے غلام محمد صاحب جو والد ماجد شی غلام امام صاحب
 شہید اور بندگی میان نظام الدین صاحب کی اولاد امجاد میں تھے آپ کے مرید ہوئے آپ نے اپنے پیر و مرشد کی
 کلاہ اوکے سر پہ رکھی اور محبت انہی غالب ہو گئی عالم دینا میں بندگی میان ہدایت خوشنود ہوئے مبینی میں معلوی
 عبداللہ صلیفہ عظیم باریاب شاہ نے آپ کو ایک کالیہ سخت کہا اور انھوں نے اپنے حق میں حضور سرور عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم کا عتاب دیکھا اور تائب ہو کر مقصد ہوئے۔ سالہ ہجری کو اجد حیا میں جب مسجد مہمدیہ کی بنی تو ہزاروں
 لوگوں نے آپ کو امام بنایا آپ حجت دینی کی وجہ سے خدمت اسلام کو اوٹھے نواب علی نقی خان نے دغالی مگر
 آپ نے غیرت ایمانی سے منگو نہ پھیرا اور صلہ سفر و رشتہ نہ نہ کور کو جو انردی سے لوکر شہید ہوئے (باقی صفحہ ۹۰)

بلکہ تعلیم کے سلسلہ میں مولوی صاحب موصوف کے ہمراہ دہلی بھی تشریف لے گئے تھے
لیاقت کے علاوہ مشرقی طور پر خوش الحانی خوش خطی تیز فہمی وغیرہ کے اوصاف آپ میں
موجود تھے جہاں قوت خوبصورتی و موزون اندامی کا حصہ بھی قدرت نے عطا کیا تھا
فقرا و راہل کمال کی صحبت سے آپ کو ابتدائی عمر سے شوق تحاشع عنایت حسین صاحب
مرحوم کہا کرتے تھے کہ آپ کو انیس کے کلام سے بہت دلچسپی تھی جو وقت میں کہ آپ کا
لکھنؤ میں قیام تھا اس زمانہ میں میرنصیر صاحب کی شاعری شباب پر تھی جو کوئی اُن کا
نیا اور اچھا مرثیہ مشہور ہو تا یا وہ پڑھتے میں اس کو لے آتا اور آپ لکھ لیتے لکھنؤ میں جب
آپ پڑھتے تھے اس عہد میں ہر فن کے کاہلین سے لکھنؤ بھرا ہوا تھا اکثر ان پر نامی شعرا
اور شاہیر علمائے خدمت میں جاتے اور فیض صحبت حاصل کرتے اسی وجہ سے علمی مذاق
کے ساتھ نفاست اور آسائش پسندی کا اثر وہاں کے باشندوں کی طرح آ گیا تھا۔
شوقیہ طور پر کچھ مدت تک آپ نے ضلع ہردوئی میں ملازمت کی اور پھر اس کو ترک کر دیا۔
وہاں نشی قمر علی صاحب وغیرہ سے دوستانہ مراسم پیدا ہو گئے تھے سب بھائیوں میں
چھوٹے ہونے سے ناز پروردہ بھی زیادہ تھے اور بعد انتقال والد بزرگوار کے بڑے
بھائی حافظ غلام علیخان نے نہایت دلجوئی و شفقت مرہبانہ اُن پر فرمائی۔
جب شاہی جاتی رہی اور انگریزی علمداری ہوئی تو ہر سہ بھائیوں کا شاہ آبا میں

(بہارِ حاشیہ صفحہ ۴۴) سرمدان کفن بردوش دارم: آپ کا مصرعہ پڑھا ہوا وہ تاریخ ۱۲۰۷
آپ کا اشتہار نظم و جملت و ابداع علی شاہ قابل دید ہے اور کرامتیں بہت سی مشہور ہیں۔ ردوئی کے وہ دھری کو
ایک نمش کے دفن ہونے کی ہایت کی دریا! دین آپ کا لشکر پڑا ہوا تھا نیشک کنواں آپ کی دعا
سے لہریز ہو گیا تھا۔ بعض شہدا کی نعش ایک ایک ماہ خون سے تروتازہ پڑی رہی اور قتل و
ہر فن معطر پایا گیا۔

مستقل قیام ہوا اور دیہات کی طرف جنگی کافی آمدنی تھی توجہ مبذول ہوئی ہر ایک بھائی نے علمیہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ پناہیچند الٹی معاملات و مقدمات حافظ غلام علی خان کے متعلق تھے۔ زراعت و سیر کی کاشت کی نگرانی خادم علی خان کے ذمہ تھی سیاق و سباق وغیرہ کا تحریری کام آپ کے متعلق تھا۔

اس صورت میں اس خوش اسلوبی سے کام انجام پذیر ہوا کہ کاروبار میں رونق پیدا ہو گئی اور عرصہ تک انتظام بڑے اچھے پیمانہ پر چلتا رہا باوجود اس خوش نظامی ہوشیاری کے آسائش پسندی و ناموری کے خیالات سے مصارف کا اندازہ نہیں کیا گیا اور اخراجات اپنی حد سے بڑھنے لگے جبکہ کافی نوئی تو قرضہ لیا گیا اور اس کا سود بڑھتا رہا۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ جائیداد زیر بار ہو کر ضائع ہو گئی اور مجموعہ دستک باقی رہ گیا۔

ظاہری علم کے ساتھ آپ کے مزاج میں خدا پرستی اور محبت الہی کا مادہ بھی موجود تھا پیشتر حافظ محمد اسلم صاحب خیر آبادی کے مدین ہوسے اور ان کے انتقال کے بعد سید شمشیر علی صاحب عرف مینڈ و شاہ علیہ الرحمہ کے طالب ہوسے رشتہ تعمیر پیر نے اپنی کامل توجہ سے رنگ دیا اور عشق کا درد دل میں پیدا ہو گیا تصوف کی کتابیں اکثر مطالعہ میں رہیں۔ اور حاجی محمد حیدر صاحب اختیار پوری جن سے کمال انسیئت تھی بحالت رکھتے۔ آپ کے خیال وہم مشرب میر خف علی صاحب بھی تھے چنانچہ میر صاحب موصوف جب تشریف لاتے تو علمی مشاغل کے چیرے رہا کرتے کبھی کوئی کتاب لکھی جاتی اور کبھی پڑھی جاتی تھی۔ سرائے تہذیب و تمدن دارالاشکوہ میر صاحب ہی راجد دیپ سنگھ تعلقہ دارسویاج پور کے پاس سے لائے تھے اب اس ضخیم کتاب کو آپ نے تمام و کمال لکھ ڈالا تھا بار بار فقر اس قسم کے آئے جن میں سالک

و مجتہد و صاحب کمال ہوتے اُن سے نہایت پاکیزہ گفتگو ہوتی بعض فقیر ولی
 خطرات اور ذاتی راز بیان کر دیتے۔ آپ کی لیاقت کے ثبوت میں ایک یہ امر بھی ہے کہ
 برادری میں کوئی مناقشہ پیش آیا تو اس کی بنیاد کے لیے آپ کا بھی انتخاب کیا گیا اور
 اس قسم کے فیصلہ نامے آپ کے قلم کے نکلے ہوئے دیکھنے میں آئے میلاد شریف چنا
 تو خاص آپ کا حصہ تھا بلا خیال تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ سے تا اندم آپ کے
 رنگ کا میلاد پر ہنسنے والا نہیں نظر آیا۔ خوش الحانی کے ساتھ آواز میں ایک درد ایسا تھا
 کہ جو سامعین کے دل پر عجیب اثر ڈالتا تھا۔ بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوا کہ محفل
 میلاد شریف منعقد ہو کر سامعین مجتمع ہوئے اور آپ کو جانے میں کچھ دیر ہوئی تو آپ کا
 انتظار کیا گیا اور زنا پوچھے آپ کے سامعین نے دوسرے کا پرچنا پسند نہ کیا اور آگاہ
 ضرور نہا بلایا چنانچہ نواب دوست علیخان کے بیان بھی اسی قسم کا معاملہ پیش آیا تھا۔
 اس نوح کے معزز و مشاہیر الیق اشخاص نے آپ کی تعریف کی چنانچہ خود راقم کے روبرو
 حکیم سید فرزند علی صاحب انسر الاطباء نے جنکی قابلیت و خوبیاں تسلیم الثبوت ہیں کہی بار
 بیان فرمایا کہ شاہ آبا دین منصب علیخان نہایت بالیاقت شخص تھے اور مجھ سے اُن سے
 عزیزانہ مراسم ہیں۔ اسی طرح منشی شیخ رفعت علی صاحب نے شہناہما پور جو صاحب
 تیز و طرار و قابل انسان تھے انھوں نے بھی سبیل تذکرہ راقم سے کہی بار کہا کہ شاہ آباد
 میں میرے دوست منشی منصب علیخان نہایت خوش رو اور ذی لیاقت اشخاص ہیں مگر
 ہیں افسوس کہ ان کی قضا نے بت جلدی کی آپ کا کلام بہت فصیح اور بندش نہایت اچھی
 ہو کر تھی اکثر غزلیات ثنویات اور مناجاتیں و غیرہ تصنیف کیں مگر غایت شغنائی
 سے بے احتیاطی سے دالین اور کبھی اوٹ کو بیاض کی صورت میں جمع نہ کیا جس کا دل چاہا

وہ کلام لیگیا بعض چیزیں جو اقم کو ان سے دستیاب ہوئیں وہ موجود ہیں ان سے بطور تصدیق
کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں

غزل من کلام مولوی منشی نصیب علی خاں صاحب جمہور مخفور

چمکت کیچی ہے جب سے ابرو شمشیرِ قاتل کی کمانِ باروت اور مارو گئے زہر سے الفت کی سیا ہی مٹ کے پوچھی دشمنی چاندِ ظن کے طبیبیتِ شب کو سہلی اتانِ حُسن سے اپنی فرق یا میں نعمت نہیں اک شورا مقرر ہے غزل خوانی کا چرچا حُسنِ خوبان کا تماشہ ہو	مری نگہوں میں صورت پھر رہی ہر رخِ سہل کی مبینوں یہ ہم کرتے ہے ہن چاہِ بابل کی حقیقت کھگئی جب آب و آتشِ ابد اور گل کی ہیکورون سے مٹنی ہننے کمانی مادہ کا مل کی جگہ میں چٹکیاں لیتی ہیں منقارینِ عنادل کی بہم میں صحتیں کیا ان دنوں یارانِ کیدل کی
---	---

علامہ حور سے اسکو نہ پر یون سے تعلق ہو
تمہارے عشق میں منصب ہے یہ جاگیرِ جہل کی

اس غزل کا ایک شعر جسکا مطلع یہ ہے ممکن نہیں پری تیری تصویر کا جواب

نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے

یہ دونوں نور چشم محمد میں ہمیشہ شہر کا ہر نظیر نہ شبیر کا جواب

ایک مناجات کے بعض شعر یہ ہیں

خداوند اکرم اپنا تو کر دے کہ تیرے عشق سے معمور ہو جائے وہ دل اپنے حکم سے تو عطا کر	مراد دل شوق سے اپنے تو بھرے مراد دل نور سے معمور ہو جائے بھرا ہو عشق سے تیرے سرسمر
--	--

<p>مے دل میں طیش وہ عشق کی ہے آگہی شمر دل کو کر تو آبا دینہ دونی کے حرف کو دل سے مٹائے ترا جذبہ عنایت کا جو آجائے تو گریبا ہے تو بد کو نیک کرے طفیلِ مصطفیٰ میرے خدایا</p>	<p>کہ جس سے جل اٹھیں میرے گریبے محبت خانہ عشقِ ستم زاد تو اپنا جامِ وحدت کا پادے تو کچھ بود کا نابود ہو جائے مے دل کو صفائی کا اثر ہے تو کچھ بخیرِ خاتمہ بالخیر میرا</p>
---	---

ایک نظم میں دوست کی جدائی اور زمانہ کی نیرنگی کی کیا اچھی تصویر کھینچ کر دکھلائی ہے

<p>کچھ حجب کا رگاہ عالم ہے چمن ہر کی ہے ایسی بہار کسمپوشی میں آگہی جو بہار مثل گل ایک دم جو کوئی ہنسنا ہے جو رنگ جہاں طاسم مثال رنگ گلشن تھا کلیدِ احزان چمن تھا دل کو اور نسلی تھی ایسی بذا گمان ہو آئی ایسے جھونکے سووم غم کے چلے تھا جو نخل مراد خرم و شاد جس سے راقم کی زندگانی تھی مچھلکواوس گل سے کر دیا مجبور</p>	<p>شادی و غم جہاں میں تو ام ہر پہلوئے گل میں ہیں چھپے غار ساتھ اسے خزان بھی ہوتا ہر غم و آفت میں سوطح سے بھنسا ساری باتیں ہیں اسکی خواب خیال تیرے قدموں سے ام گل خندان دن بدن عیش کی ترقی تھی چمن و وصل میں خزان لائی نشک جس سے نہال لے کے ہے صرصر غم نے کر دیا برباد عیش تھا دل کی کامرانی تھی جس سے رہتا تھا دل مرا مسرور</p>
---	--

<p>گنگا تار بابا کے ساتھ ہاتھ سولے نے اپنے کھائے سب متاع خرد کو لوٹ لیا جیب و دامن کو تار کیا جز غم و درد اس پاس نہیں جان میری لبون پر آتی ہے</p>	<p>ساری رونق گئی نگار کے ساتھ پاٹون وحشت نے اپنے پھیلے لشکر غم جو آ کے ٹوٹ پڑا ایسا فرقت نے بیکار کیا کوئی مونس سولے پاس نہیں گردش آسمان ستاتی ہے</p>
<p>اس قسم کی نظمین طول طویل موجود ہیں مگر اندیشہ طوالت سے اختصار کو کام میں لایا گیا۔ ایک شہنوی جو نہایت سوز و گداز سے اپنے پیرو مرشد عارف باللہ شیخ شمس علی صاحب کے روبر و پیش کی تھی اور وہ پیرو مرشد کے حضور میں قبول بھی ہوئی تھی یہاں چند شعر اسکے</p>	
<p>تحریر کیے جاتے ہیں۔</p>	
<p>جلد دے ساغر شراب طہور جسکے پینے سے دل ہو نورانی حال دل جس سے کہیں تحریر کہ ہے اکیر جسکے در کی خاک درد مندوں کے دل کا چاوسا جس سے پیدا ہو صاف زین جس سے روشن ہو نرم عرفانی کاہ شکل نیا رنگا ہے ناز آپ ہی طالب آپ ہی مطلوب</p>	<p>ہے کمان ساقی سراپا نور ایسا دے ایک جام لائانی وہ زبان میں مری کرے تاثیر بمخضر جناب مرشد پاک ہے جو وہ بادی و غریب نواز حق نما آئینہ ہے او کی جبین ہے منور وہ روے نورانی کچھ عجب شان ہو عجب انداز ہو حبیب آپ ہی محبوب</p>

مخزنِ نو بہ طغائی ہے
چشمِ رحمت سے جو کرے وہ نظر
جس طرقت وہ کرے کرم کی نگاہ
دیکھ لے چشمِ قہر سے جس کو
ہے وہ آئینہ جمال و جلال
یک جہان کامیاب ہر اوس سے
کیا لکھے وصفِ رحمتِ حضرت
ایک شمع اگر تسم ہو جائے
اسے شہ دست گیر ہر دور
حضرتِ مرتضیٰ کے عاشق زار
حضرتِ غوثِ پاک کے شیدا
بعد صد شرح آرزو کے تمام
میرا ہر موئے تن اگر ہو زبان
رحمتِ خاص مجھ پہ کی نازل
اس طرح پر یہ بزل عام کیا
جان لاکھوں اگر خدا بخشے
شکرِ انعام اگر شمار کروں
رات دن کرے یہی نقشہ
بنائی حضور سے لے شاہ

نظرِ شانِ کبریا ہی ہے
صورتِ موم نرم ہو پتھر
کوہ ہو جاوے ایک دم میں گاہ
ایک دم میں وہ خاک جگر ہو
اوس سے پیدا ہو نوحی کمال
زنیت شیخ و شاب ہر اوس سے
کب زبانِ قلم میں ہو قدرت
خامہ بھی موردِ کرم ہو جاوے
خادم و عاشقِ رسولِ خدا
اور حسنین کے نیا نگذار
قطبِ عالم پہ جان لے فدا
عرض کرتا ہے یہ خیفِ غلام
یک سر مونکر سکون کا بیان
اپنے بندوں میں کر لیا شامل
خاص اپنا مجھے غلام کیا
آپ کے قدموں پر کروں صدقہ
نقد جان سیکڑوں نثار کروں
تاقیامت کیا کروں اب
ہوں نہ عہدہ برا خاں گاہ

تا قیامت نہوگا مجھ سے ادا
گو کہ حضرت نے پرورش سب کی
نیک اور بد سے کر دیا آگاہ
پر کئے اپنا حال کیا معلوم
نہ بنا مجھ سے ایک کارافسوس
اپنی تفریر کی ہے یہ خامی
یعنی تمہیں حکم دالا کی
ایک دم بھی رہا نہ خذت میں
نہ ہوا مجھ سے آہ ایک بھی کار
دیکھیے کب تلک یہ نجات سیاہ
دیکھو کتبت نفس قہر بون
حاصل عمر غم ملامت مجھ کو
اسکی تفصیل تا کجا لکھوں
وہ یہ ہر غرض ای شہ پر نور
اس طرح کر دیا نحیف و نزار
کر دیا تن کو ایسا کاہمیدہ
جان شاہ البون پہ آتی ہے
اپنے امکان بھر دوا جس کی
دس برس سے ہوں مبتلا آمین

شہ نے جو لطف مجھ کو کیا
آگاہی دمی شہیت سب کی
تا یہ گمراہ کہیں نہوگم راہ
ہے عجب شوم کچھ مرا مقصود
میری ناکامی پر ہزار افسوس
کو مجھ رات دن ہے ناکامی
حسب ارشاد کچھ نہ بن آئی
بل پر اس سبب سے قسمت میں
کیون نہوں اپنی زسیت سے نزار
خوار رکھے مجھے یہ شام و چکاہ
اس دل خستہ کو رکھے محزون
درد و رنج و الم ملا مجھ کو
ہے یہ بہتر کہ دعا لکھوں
عارضوں سے ہوں استعد رنجو
سارے کاموں سے میں ہونا چاہا
ہر گھڑی زسیت سے ہوں نچو
گردش آمان نہ سناتی ہے
لاکھ جاہا کشفانہ ہوئی
ادیش و پنج بھی با آمین

میسون بار زیر بار ہوا
 ہر گھڑی سر میں درد تھا ہر
 بس ہو اس سے صاف یہ مفہوم
 زلیست انسان کی پادار نہیں
 اپنے جینے سے بے بین ہوں یوں
 ہو کے اچار سے شہ و آلا
 میرے شہ آپ کا گدا ہو کر
 وہ بلا جس سے کاہش جان نہ
 دین دنیا کی ہر جو بربادی
 کہ سو آپ کے نہیں غنچوار
 قید اندوہ سے چھڑا دیجیے
 اس بلانے مجھے کیا برباد
 المدد یا شہنشاہ عالم
 دوسری ہی یہ عرض ای مخدوم
 آپ کے وہ اگر پسند آجائے
 جب تک عرش کبریا کا ہے
 ہے جب تک کہ جلوہ باہوت
 ہے لاہوت جب تک قائم
 ہے جب تک کہ زینت ملکوت

سچ تو تھا سو وہ ہزار ہوا
 جان و تن گرد و درہتا ہے
 کہ کجی پر ہے آجکل مقسوم
 زندگی کا کچھ امت بار نہیں
 ایسی ناچاری پر ہزار فسوس
 خدمت پاک میں ہوں عرض رہا
 میں رہوں غم کا مبتلا ہو کر
 روز و شب جس سرور حیران ہو
 اسیلے آپ سے ہوں فراہی
 کیجیے جلد چارہ ناچار
 اپنے بیمار کی دوا کیجیے
 اپنے غمگین کو کیجیے ایشاد
 ہوں میں امید و افضل فکرم
 شجرہ پاک ہے کیا مظلوم
 خلعت فخریہ گدا پا جائے
 جب تک ملک یہ خدا کا ہے
 ہے جب تک کہ شوکت باہوت
 ہے جبروت جب تک محکم
 جب تک ہے شہادت و زناست

ہے خورشیدِ معرفت تابان	فیضِ یاب آگے ہوں بہرِ جان
تیرے صدقے سے لے لے محبتِ مول	سمندرِ دل کی ہولِ مول
مقصودِ دل کو صحت ہو	ایسی اللہ کی عنایت ہو
ایکد جب ملک ہوں آباد	برکتِ پیر سے تو رکھ دل شاد
تن میں جب تک کہ جلنِ سیر ہے	جانِ دل سے فدا ہے پیر ہے
یہ عرضِ بندہ ہوا بہان سے تمام	شجرہ پاک کو کروں اقام

نظم کے علاوہ کچھ شعر کا بھی بطور نمونہ کے فارسی اردو عبارت سے مہمان پر درج کیا جاتا ہے (خط اردو)

(نغمہ و نصلی)

جنابِ عمومی صاحبِ قبلہ و کعبہ دو جہانِ ادا ام اللہ ظلکم۔

پس از سجا آوری مرا تم تسلیمِ لبِ تمنا سے قدیمی مدعا طرازیہ کہ با سدا عاقلانہ امتی ذات
 بہ فدوی مقرونِ عافیت ہے اس ایامِ مسننتِ التیام میں یہ فردہ جانفزا اور شایستہ
 سماعت میں آیا کہ جناب والا بفضلہ تعالیٰ بری ہو کر اپنے دولتخانہ فیض کا شانہ میں تشریف
 لے سکتے ہیں اسکے قالبِ حیا میں جانِ آئی و مانِ کوتاہی اور دل کو سرت تازہ
 ہوئی ہم مایوس مشتاقانِ قدیموس پر جو ایک عالم ہر اس تھا اور میدانِ یاس میں مبتلا
 تھے اس روز زندگی حاصل ہوئی اسکی خوشی ہم سب عزیزوں کو مبارک ہو۔

(ایضا فارسی)

شفقت فرماے خردانِ اخوی جناب محمد حسین خان صاحب

آدابِ سلیمات سجا آورده عرض می نماید کہ ورودتفا خزانہ فیض شامہ عزت دارین حاصل گردید

بعضی من رجه آگاه می گاهای دست داد مال ایکه جناب حافظ غلام علیخان صاحب در موضع
جسمی که و نه کرده اینجا پیش شروع است از عرض سه روز تشریف برده اند و سه روز می رود که در
موضع لگرمای به چپایش می شود اینجا سوا سه بنده و برادر غلام علیخان صاحب دیگر نیست و
کل کار روانی مثل بهرسانی قلیان و فکر طعام امین و دیگر ضروریات بر زنده افتد و برادر موصوف
لازم بود باین تمام روز چهار امین در چپایش لگرمای و چکوک مشترکه موجودگی میان ازین جهت
دور در دیگر فرصت حاصل نیست بعد مرود و یوم حاضر خدمت عالی خواهم شد میان حیدر را
فرموده دهند که نزد کرم علیخان رفته تعلیم سپران کرم علیخان سرگرم باشند تصفیة تعلیق بنده دارند
مگر نخواهد از دور و پیه ماهوار و یک وقت خوراک زیاده بایست باقی امور خاطر دارم دیگر حقوق
آغازی و عیدمی و غیره این به نفع کرده خواهد داد و هنگامیکه بنده حاضر خواهد شد آنچه کارشاد
عالی خواهد گردید بجا خواهد آمد و در زیاده بجز مناسی قدمی چه مطلع گسست

عاصی محمد منصب علی عفی عنه

دیگر

موجود تو این محبت متحرع امین مودت کرم گستر خاندان احمد یارنا صاحب است

پس اسلام غلت انصاف که گلی است از گلشن اسلام مد عاتقونین آنکه حال باقرین حمد پروردگار
و خیر سندی ذات سامی صفات را از حضرتش طلبکار در جواب مرا سله تخفیف بمضامین
لطف تصفین محتوی توفیق بمقدّمه معلومه حسوخان صاحب و والده ماجده نمود رنگ و عیول
در نخبه تشاوش را از دلم بود و دست رو نمود حقیقت شناسا حسابیای که مفرات انتظار
اطلاع تشریف آوری کن مهربان دین زردنی افزیزی محمد عییل خان صاحب بموجب بیان
آن مردم مرسله صدمه الانتظار باشد الموت بر خود گذار اگر دم مگر بخت که نه آن مهربان تشریف

از زانی فرمودند و بمعیل خان صاحب آمد و انکشاف حال رسیدن حسو خان صاحب و الدہ
سامی ہر مکان دریافت گردید درین اثنا ارادہ فائز بودن بخدمت وافر مسرت میداشتیم
لیکن بخیال علالت طبع غلام حیدر خان کہ آن صاحب بویادت ایشان روند و مبتدہ
محرورم الملاقات شود متعذرا باندیم اکنون کہ حیدر خان صاحب در بنجا آمدہ اند بمقام ملاقات
حال مزاج لطف امتزاج بمعیل خان صاحب دریافتہ مسرور میگشیم و قصد تخفیف آنجا مصمم است
مگر ترقی الملاحظہ اول گام فرسائی آنجا نہ شدہ از کلمات مطلع نمودہ ام ترقب دارم و ہسترنہ
میجویم کہ حالیا اگر تایوم بختنبہ برائے تقرر کار مفہومہ حاضر شوم مضائقہ ندارد و اگر آن مہربان را
درین امر تعذر باشد مطلع فرمائید اگر جواب پسندیدہ و عنذات معقولہ بپاسخ خواہم دید مجبور نہ
ہرگز ہرگز راضی بہ التوانہ خواہم شد تا یوم بختنبہ در بنجا خواہم رسید و از آن صاحب ین بارہ
با دلائل نیاز مندانہ پیش خواہم آمدین امر ملاحظہ طلب است کہ چندان عرصہ و دیر گردید و گفتگاہا
می روند نیاز مندر را از بار شاقہ انتظار برانید انصاحب بفضلہ تعالی ہوشیار و داناناند
اندرین امور بموجب حکم خدا و سول عجلت ضرر نظر بر آن متعصدا کہ بندہ منتظر آئینہ بودی
انتظار نہ گذارند بنا بر ترقیم جواب معلومہ متنازع فرمائید کہ نیاز مندان مترصد را بعدم توجبات
خستہ کردن نازیباست زیادہ طوالت تصویریدہ ختم کلام بر سلام نمودم فقط۔

آپ کی علالت کا قصہ نہایت افسونناک ہے غلش معده کی شکایت سے دس
پندرہ سال سے مختلف امراض لاحق رہتے اور اکثر عوارض کے علاج میں مصروف
رہا کرتے تھے ایک سال آپ کو بوا سیر کے مرض کی ایسی شدید شکایت ہوئی کہ
زلزلیت سے مایوسی ہو گئی مگر شافی حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے اس مرض سے
نفسائے کلی عنایت کی اور غسل صحت ہوا جسکی خوشی میں مولوی حامد علی خان نے جو

قابل و شاعر عمدہ دان اور اپنی قوت حافظہ میں مشہور شخص ہیں اور اکثر کتب کے تصنیفات سے
مطبوعہ منشی نولکشور صاحب واقع کانپور میں طبع ہو چکے ہیں یہ قصیدہ بطور تہنیت کے
اپنے عم نامدار کی خدمت میں پیش کیا جسکے بعض شعر درج کیے جاتے ہیں۔

<p>عم سے آزاد نہ کس طرح ہو سارا عالم کس طرح نکلے زمین سے نہ صد گشتنا چمن ہر سے کس طرح نہ ہو دور خزان عالم علم فتاد اقف اسرار خدا باعث جود و عطا موجب خلق و شفاعت کامل ہر فن و پابند شریعت دیندار گوہر درج شرافت در دریاے وفا سایہ خیر خدا پشت پناہ خردان عارضہ اف کو تھا افسوس بہت عرصہ سیکڑوں بار بار اسیمینش و نجات کو اکن واسلے نہ کیا فائدہ کچھ بھی لیکن جو تکالیف ہو ان کو مرض میں لاحق کیسے کیسے دل بیتاب سے گزرے دیکھا رو کی تکلیف غریزہ احباب دے مصیبت و انھیں جلد بانی یارب تجھ سوا ہر نہ کوئی ان کا مددگار و رفیق</p>	<p>کیون نہ ہر فرد بشر کو ہو مست ہر کیون ہوئے فلک بت شادی ہر کیون نہ بو باغ میں ہر گل پہ بہار عالم ماہر فقر و فنا و سبب جاہ و شرم صاحب علم و حیا مورد الطاف کرم عابد و زاهد مقبول خداے عالم کشتی فیض و شرف ابر بنجا کس کرم یعنی منصب علیحان قبلہ کعبہ کے عم اس سبب انھیں ہوتا تھا بہت عالم بیسویں بار کیے خرچ ہزاروں درہم ایک نسخہ بھی شفا کا نہ ملا ان کو بہم ہائے کس طرح کروں اوسکا بیان میں رقم سخنیاں جان پہ کیا کیا ہوئیں ہر درہم یہ عالم گھٹتے تھے حق سے وہ ابدیہ غم رحم کر ان پہ تو امیر رب حسیں عالم نہ کوئی مونس و غماز نہ کوئی بہم</p>
---	---

ہوتے تھے روکے وہ سب حق و شفا کے گجا
بتلا اس میں رہے آہ برابر دس سال
غسل صحت ہوا اللہ کی عنایت انھیں
دل کی امید جو تھی کی وہ خدا نے پوری
شاد و خندان ہوئے سب انکے عزیز و جانا
دن ہوا عید کا دن ات ہوئی وصل کی رات
لوگ ہر سو سے انھیں دیتے مبارکباد
الغرض شور و خوشی کا تھا ہر اک سمت پہا
سوچتا تھا کہ کوئی کیجیے ایسی اب سن کر
بارے اللہ نے کیا میری دعا کو مقبول
سال تاریخ کی بعد اسکے ہوئی جسم فکر
سال تاریخ شفا کے اسی وقت ضرور
اب دعا کے لیے ہاتھوں کو کروں اپنے بلند
یا الہی رہے جب تک کہ زمانہ آباد
گردش انجم افلاک کا جب تک جو یہ دور
حسن و ناسوت کا جب تک کہ نشان جو قائم

سب کے تھا و در زبان کلمہ ارحم ارحم
گیا رھوین سال میں اللہ نے کیا فضل و رحم
ہو گئی عارضہ کو ان کے شفا کل اہم
نزدیک بھی کسی طرح کا ان کو پھر غم
دل کے ہر ایک کے جاتا رہا سب ردوالم
جا بجا بچنے لگی نوبت شادی ہم
ہو گیا کیا کون میں سارا خوشی کا عالم
میں بھی اک گوشہ خلوت میں پڑا تھا خرم
کہ رہوں یاد زمانہ کروں کچھ ایسا رستہ
یعنی احوال کیا میں نے یہ سب بند قلم
طرقہ صنعت کی یہ تاریخ بھی کی سینے رقم
میں ہر مصرعہ آخر کے جو ہوں جمع بہم
کیا عجب میں جو ہو مقبول خدا کے عالم
چلتے پھرتے زمین جتنا کہتے زمین پر آدم
مذہب خورشید بین جب تک یہ فلک پر قائم
پائدار می پہ ہے جب تک کہ یہ عرش اعظم

تندرستی سے رہن چھوٹے بڑے سب آباد
حاضر خستہ جگر کی یہ دعا ہے ہر دم

یونکہ اس قصیدہ سے بعض شعر خوف طوالت کم کر دیے گئے لہذا مادہ تاریخ قصیدہ سے

نہیں نکل سکتا ہے۔

اسکے کچھ عرصہ کے بعد پھر تندرستی خراب ہوئی اس زمانہ میں ایک فقیر جو بظاہر بہت متواضع معلوم ہوتا تھا مگر دراصل وہ جوگی ریاکار تھا یہاں آیا اسکو رسول باغ کے جنگل میں ٹھہرایا گیا اسنے کچھ رنگ جمایا کہ تمام شاہ آباد میں اسکی شہرت ہو گئی اور لوگ اس سے ملنے کو آئے اسکی خاطر و مدارات میں بہت کچھ صرف کیا گیا تین چار سو روپیہ بھی اسنے وقتاً فوقتاً یہاں سے حاصل کیے منجملہ اپنے کمالات کے یہ امر بھی ظاہر کیا کہ کثرت مصارف اور امراض وغیرہ کے علاج میں جو جائیداد پر بار ہو چکی ہو اسکے لیے بھی ایک نسخہ کیمیائی بنا دینگا اس سے سبکدوشی ہو جائے گی جب یہ اپنا مطلب پورا کر چکا تو بھاگنے کی فکر میں ہوا۔ ایک ات اس قصد سے مع سامان کے نکلا باغ کے آدمیوں نے اسے پکڑا آخر کار اس کا اعتبار جاتا رہا مگر بلا کسی اذیت پہنچانے کے وہ چھوڑ دیا گیا۔

اس فقیر کو کشتہ جات میں بھی مداخلت تھی چنانچہ اس نے سنگھیا کا کشتہ جو مدار کے دودھ میں پھونکا تھا اور وہ ایک خادمہ کو دیا گیا تھا اور اس نے بہت فائدہ کیا تھا وہ کشتہ باقی رکھا ہوا تھا۔ اس اثنا میں آپ کے ایک ریاچی درد اٹھا شدت تکلیف سے ہاتھ پاؤں بے قابو تھے اس کشتہ کی ایک خوراک کھائی مگر کچھ فائدہ محسوس نہوا دوسری بار پھر صند قہ منگوایا اور کشتہ نکالا چونکہ اضطراب و عینیت کی حالت میں نکالا تھا اس لیے کشتہ گر گیا کچھ اس خیال سے کہ جلد نفع ہو زیادہ کھا اور اسکے ساتھ وہ گر بھی کھا لیا حتیٰ کہ اسکی خوراک ایک چاول تھی بجائے اسکے چودہ چاول کی مقدار کھانے میں آگئی اسنے آگ لگا دی حدت و سمیت

سے چھ ماہ تک وہ کرب رہا کہ بیان نہیں ہو سکتا مختلف علاج کیے گئے تیرید کی
کثرت رہی مگر جان بری ممکن نہ ہوئی صد حیف کہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۱۸ مطابق
۲۱ ستمبر ۱۹۰۰ء روزہ شنبہ پہر کو اس جہان فانی سے عالم جاودہ انی کو رحلت
فرمائی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

بخیر و تکفین اچھے جمع کے ساتھ ہوئی اور مغفرت کے آثار ظاہر ہوئے شہید شیر علی ستا
جو عارف باللہ و روشن ضمیر تھے اونھوں نے مراقبہ کر کے عالم ارواح میں جناب
مرحوم کے متعلق جو حالات تھے بیان کیے اور مغفرت و جنتی ہونے کی بشارت
سنائی۔ راقم کو وہ جملہ واقعات اچھی طرح یاد ہیں۔

وصل حق ہوئے منصب علی خا نصاحب کج

اس مصرعہ سے بھی سنہ وفات نکلتا ہے اور بھی قطعات راقم نے موزون کے
بین بخلہ انکے ایک سیہ قطعہ ہے۔

قطعہ تالیخ ارتحال ملا ل جناب ششی منصب علی خان جو مہم فہر

ذہین ذی خرد منصب علی خان زو نیا شد سوے جنت روانہ

بعد زندگی اعقل و عیش شدہ مشہور در عالم فناء

مظفر سال جسم گفت ہا تف

بجنت رفت واناے زمانہ

معالج الدولہ حکیم سید فرزند علی صنا افسر الاطباء

اس آخری دور میں حکیم صاحب صوف کی ذات ایسی جامع کمالات تھی کہ فی زمانہ جسکی نظیر نہیں ملتی جو شہرت و ناموری آپکو حاصل ہوئی وہ آپکے مجموعہ نمونیں آپکی نصیب نہوئی آپ علمی لیاقت طبی خداقت دینی حمیت میں حیدر عصر ہوئے شرع و عمل آپ کی نیک طبعی کے جزو عظم تھے کریم انفسی و قوی ہمدردی آپکی طبیعت کے خواص و ہیزگاری آپکے عناصر میں سرایت کر گئی تھی اکثر اوصاف میں آپ بزرگان سلطنت نمونہ سمجھے جاتے ۸ جمادی الآخر ۱۲۲۲ھ کو اپنے وطن شاہ آباد میں پیدا ہوئے آپ سید ضامن علی صنا کے فرزند اور خلیفہ عبد الرزاق صاحب مینی کے نواسے ہیں۔ آپکا خاندان قدیم سے ممتاز و صاحب علم رہا آپ کے والد بزرگوار سرکار لکھنؤ میں چونکہ نائب چکیدار تھے اس وجہ سے شاہ آباد اور لکھنؤ دونوں جگہ آپ کی تعلیم ہوئی دینیات و ریسیات میں مفتی سعد اللہ صاحب کے اور طب میں حکیم ملا محمد نواب صاحب حکیم امام الدین دہلوی کے شاگرد و رشید تھے۔

۱۲۲۷ھ میں جب اطلب نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ عیسیٰ لاؤ عظم طبقہ اعلا ستارہ ہستہ آپکو پال تشریف لینگے اور وہاں ملازم ہو کر وہ تقرب و قار پایا کہ مرجع انام ہو گئے۔ ۱۲۳۷ھ میں پیشکا حضرت سلطان عالم و امجد علی شاہ بادشاہ اورنگ زیب صاحب المعالی الدولہ خان بہادری مع خلعت مہر و فرمان کے مرحمت ہو امدت دراز تک آپنے ریاست بھوپال میں بہزار نیکنامی افسر الاطباء کی مولوی صدیق حسن خان کا جو نکاح سرکار خلد مکان کے ساتھ ہوا وہ حکیم صاحب ہی کے ذریعہ سے جب لوہی صاحب حکیم صنا



حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطبا

یہ وجہ سے ترقی ہو کر عروج ہوا اور آثار گراں خا طری کے پیدا ہوئے تو حکیم صاحب نے مکان چلے آئے اسکے بعد کمال توقیر و بعد اصرار ماراجہ سری پرتاب سنگھ جی صاحب ببادر دہی سی ایل والی ریاست نرسنگد گڑھ نے طلب کیا اور آپ ۹۷ھ میں وہاں جا کر ملازم و معتمد ہو گئے عرصہ تک معالجات و معاملات ریاست میں دخیل رہے۔

آپ کی خداقت و قابلیت ایسی شہرہ آفاق تھی کہ ملک میں جا بجا مرا و حکام آپ کو بلا تے چنانچہ صاحبزادہ حافظ عبید اللہ خان بہادر وزیر عظم ہو گئے بھی بڑی توقیر سے بلایا اور جب آصف جہان یکم صاحبزادہ صاحب علی ہو میں اسوقت بھی ولیتہ امجد صاحب بھوپال نے آپ کو بلایا اور آپ نے بڑی خوبی سے علاج کیا۔ نواب احتشام الملک عالیجاہ سلطان دولہ بہادر سے آپ بڑی خصوصیت رکھتے تھے اور نواب صاحب مدوح بھی آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب ۲۸ صفر ۱۲۱۵ھ میں نواب شاہ جہان یکم صاحبہ الیہ ملک نے انتقال فرمایا اور بجائے اسکے نواب سلطان جہان یکم صاحبہ تاج الہند جی سی۔ سی۔ آئی۔ جی۔ سی۔ امی۔ مسند نشین ہوئے تو حکیم صاحب نے ازراہ خلوص قدیمانہ ایک نیاز نامہ تعریف و تہنیت کے مضمون کا لکھا اور دربار ریاست بجاو باصواب آجسکے بعد حکیم صاحب بھوپال تشریف لے گئے اور دوبارہ عہدہ افسر الاطباء پر سرفراز فرمائے گئے۔ راقم بھی تحصیل علم کی ضرورت آپ کے ہمراہ تھا نواب عالیجاہ سلطان دولہ بہادر بڑے اعزاز سے پیش آتے تھے بار بار ان سے ملاقاتیں ہوئیں اور دیکھ پ مکمل رہے سرکار عالیہ فرمانروائے حال بھی قدرو منزلت فرمائیں صاحبزادگان بلند اقبال بھی ان کا رئیسانہ سے ملنے اکثر راقم ساتھ ہوتا تھا۔

حکیم صاحب کے بہت کاز نامے قابل ذکر ہیں انکو ہر لغز نری کا درجہ حاصل تھا بیسیوں شہسوار

و مختلف مقامات پر ملازم رکھا یا صد با جان بلب مریضوں کو انکے ہاتھوں شفا ہوئی۔ اکثر کے
لوگوں کے ساتھ سلوک کیے دربار قیصری میں بمقام دہلی ہر بائیس نواب شاہجان بیگم
صاحبہ بھوپال اور حضور نظام دکن ورائی والدہ ماجدہ سے ملاقات ہوئی کے باعث
حکیم صاحب ہی ہوئے۔ اور اسی موقع پر شاہزادہ مرزا محمد ہزیر علی بہادر ولیعہد و خلف
شاد اودہ کی مہمانداری کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا اور پرنس موصوف ازراہ تکریم آپ کی قیامی
خیمہ پر آپ نے شریف بھی لائے حکیم صاحب نے ہندوستان کے اکثر مشہور شہروں کی سیر
و سیاحت فرمائی اور شہرہ امین عرب بھی تشریف لیکئے اور عربین حج اور زیارت
روضہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔
حدیث کہ ۲۷ رجب المرجب ۱۲۸۵ شب جمعہ کو کہ لیلۃ المعراج تھی حکیم صاحب نے ولایت
فرمائی تجہیز و تکفین سے اٹا و مغفرت کے نمودار ہوئے۔ مولوی عظیم حسین صاحب خیر آبادی نے
اپنے ہاتھوں آب زہر م سے غسل دیا اور اس متبرک کپڑہ کا جو کہ مغلیہ سے جنابے حرم مقفول
اسی دن کیلئے لائے تھے کفن دیا گیا اور بعد نماز جمعہ کے جامع مسجد میں ہزاروں نمازیوں نے
جسین بیوں ہزار صد با صلی و علی تھے نماز جنازہ پڑھائی اور سہاقتین کہ بارانِ رحمت الہی کا
نزول ہوا ہاتھ جنازہ اٹھایا گیا اور لیجا کر تکیہ قلندر واقع بھوپال میں مفتی محمد ایوب صاحب
کی قبر کے قریب آپ کو دفن کیا گیا مادہ وفات (محسن شیش) جو مخبر نجات ہے ہاتھ آیا
اسکے علاوہ ۵ ہزار آگاہ فیض عام گیا۔ اس مصرعہ سے بھی سال رحلت نکلتا ہے
راقم آپ کے مدفن پر حاضر ہوا ہے باروق جگہ ہے بعض صلوات آپ کو بعد وفات
عالم رویا میں عالی مراتب حالت میں دیکھا۔ آپ کے پیر و مرشد مولانا فضل الرحمن صاحب
گنج مراد آبادی جو شریعت با حقیقت عارف تھے انکی توجہ خاص آپ پر مبذول تھی

حکیم صاحب کا دو بھائی تھے وہ بھی نامی گرامی ہوئے بڑے میر خجست علیہما رحمۃ صوفی خوشنویس و شاعر تھے اور اکثر فوہن طاق تھے چھوٹے منشی میر اولاد علیہما رحمۃ جو شاہ اوڈ کے برادر و فرزند شاہزادہ مرزا اسکند چشمت محمد جواد علی بہادر عرف جرنیل صاحب کے سکریٹری و صاحب بہو جہاں تنوع سلطنت اوڈہ ہو گیا پھل کیلئے خاندان تاجدار لکھنؤ لندن گیا تو آپ بھی ہمراہ تھے جب ان کے اقلے نامہ ر جرنیل صاحب کا ولایت میں انتقال ہو گیا تو آپ لندن ہی میں رہ گئے اور ٹرنٹی کالج یونیورسٹی ڈبلن میں بعدہ پروفیسری ملازمت کر لی اور ایک لائق میم سماء ریپ صاحبہ سے عقد کر لیا جسے مسٹر ارشاد علی پیدا ہوئے میر صاحب کے اکثر شاگرد و یوپیٹن کلکٹر وغیرہ میان کے اضلاع میں آئے اور انھوں نے آپ کی قابلیت اعلیٰ دماغی و خوش اخلاقی کی توصیف کی۔

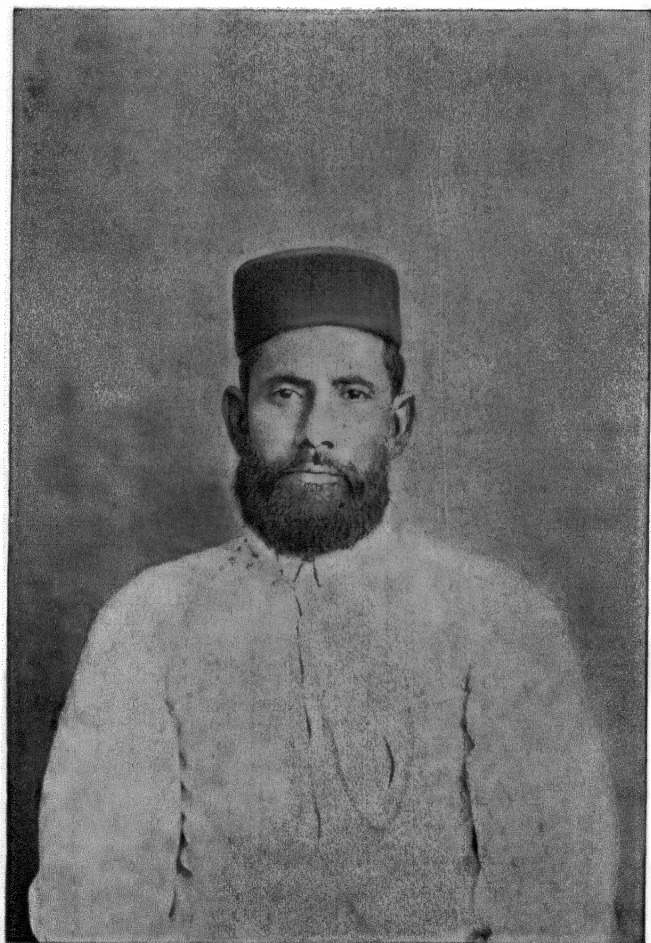
حکیم صاحب کے قابل قدر و دلچسپ حالات راقم نے ایک سو انچھری میں مفصل طور پر لکھے ہیں لیکن اس خیال سے کہ کسی صاحب کی نظر اس لائف پر نہ پڑے تو اس تاریخ شاہ آبادی کے ذریعہ سے آپ کے حالات دیکھنے میں آجائیں لہذا یہ مختصر حالات لکھ دیے۔ حکیم صاحب کے شاگرد بھی لائق و مشہور ہوئے حسین حکیم سید امجد علیہما حکیم عبد لغفور صاحب حکیم سید عابد علیہما صاحب غیرہ طبیب نامور ہیں آپ کے صاحبزادہ کا نام سید غلام علیہما ہے حکیم صاحب کے تذکرہ نواب شاہ جہان علیہما صاحبہ کردن آف انڈیا نے اپنی تصنیف تلخ الاقبال میں ریاست کے لائق ملازمین میں لکھا ہے اور جناب نواب سلطان جہان علیہما صاحبہ نے جو بڑی علم دوست و مدبر و روشن خیال قدردان فرمانروا ہیں اپنی ہسٹری موسومہ بہ تزک سلطانی کے صفحہ ۲۱۲ میں حکیم صاحب کا حال تحریر فرمایا ہے جس سے حکیم صاحب کا ہر مائینس کے حضور میں معتمد علیہما فرما جہاں ہونا ثابت ہو۔

محمد مظفر حسین سلیمانی مولف نامہ مظفری

اگرچہ اس خاکسار کی زندگی کے واقعات اس قابل نہ تھے کہ جو درج کتاب کی جلتے لیکن ناقص کو کامل اور خراب کو اچھے کے ساتھ ایک نسبت ہو ا کرتی ہے اس خیال سے یہ حالات شامل ہونا مناسب سمجھا گیا چونکہ اس کمترین نے نام و نشان آباد کے حالات کو نہایت تلاش و تحقیق سے تحریر کیا ہے اس لیے ایک مدت کے بعد ناظرین کتاب کو خیال ہوتا کہ اسکا کاتب کون شخص تھا۔ اسوجہ سے ضروری سمجھا کہ یہ حق کو اپنے ٹوٹے پھوٹے قلم سے اپنا حال بھی تحریر کر دے تاکہ کوئی نیک دل اس کتاب کا پڑھنے والا محنت پر لحاظ کر کے دلع سے خیر سے یاد کرے اور نتیجہ اس جانکاہی کا حاصل ہو جائے۔ اس بنا پر چند سطرین حوالہ قلم کیجاتی ہیں۔

خاکسار اپنے وطن شاہ آباد میں پیدا ہوا اور اس ناچیز کا نام میر بخش علی صاحب نے بحساب سنہ پیدائش (مظفر جنگ) تجویز کیا۔ والد ماجد مولوی منشی منسوب علیخان صاحب مرحوم کو علمی مذاق سے دلچسپی تامہ تھی اسلئے آنکھ کھولتے ہی علم و سخن کی باتیں دیکھنے سننے میں آئیں جب سن تیز کو پہونچا انکو میری تعلیم کی طرف توجہ ہوئی اور حسب دستور معلم و کاپر مقرر ہو کر پڑھانا شروع کیا گیا چونکہ علاوہ علموں کے انکی ذاتی توجہ نوشت و خواندگی طرف مبذول تھی بدینوجہ بہت جلد خطوط وغیرہ لکھنے پڑھنے کی استعداد پیدا ہو گئی تھی ابھی لڑکپن کا زمانہ دور نہوا تھا کہ فلک تفرقہ پروانے اپنی گردش کھلائی اور دل نہ ہنس سن بنی الدین کا سایہ جو دنیا میں رحمت الہی کا نمونہ ہوتا ہے سر سے اٹھ گیا داغ مینہی

سلوہ الدین سے مراد منصب سلطان ابن احمد سلطان اور منہج بخش اللہ خان سے ہے۔



محمد مظفر حسین سلیمانی مصنف کتاب ہذا

اٹھانا پڑا کچھ می جاتی رہی چاروں طرف سے غم کا بادل چھا گیا دنیاوی افکار کا سا سہارا
 ناہم علمی مشاغل کا سلسلہ چلا گیا مولوی حیدر علی صاحب نشی عیوض علی صاحب مولوی
 سبط حسن صاحب غیرہ سے درسی کتب کی تحصیل کی اسکے بعد امراض بدنی نے علم
 طب کی تحصیل کی طرف مائل کیا اور حکیم معالج الدولہ حاجی سید فرزند علی صاحب فسر لاپلا
 کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے بخیاں خانہ دانی مراحمہ اور پاکے دوستانہ تعلقات کے نہایت
 شفقت بزرگانہ سے توجہ فرمائی ایک مدت تک ان کے فیضانِ محبت میں استفادہ علی کرتا
 رہا اور ہر محضر میں موجود رہا کمالِ صلاح و تقویٰ و شرفِ تیار رہا اس دور انہیں استادِ موصوفی نے
 اکثر حکام و امرائے ملوایا اور جب وہ بھوپال تشریف لینگے تو اپنے ساتھ تالیف کرنا
 احتشام الملک عالیجاہ بہادر سے بھی بالفاظِ مناسب تعریف کرایا ابھی کہ علم طب
 کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ لایق استاد نے آخرت کا سفر اختیار کیا اور شاہ آباد میں لکی واسی
 جو علم و خدائت کی شمع روشن تھی وہ بجھ گئی اور بہانگی ناموری کا خاتمہ ہو گیا ان چند چہرے
 حادثات میں کمزوری نے کچھ اپنا اثر پیدا کیا کہ طبیعتِ طب کی طرف مائل نہ ہوئی
 بڑا سبب سکا یہ بھی تھا کہ ایسے نیک خستہ شفیق استاد کا بدل دستیاب ہونا غیر ممکن تھا
 اس بے کاری و تنہائی میں لکھنؤ و حشت ہوئی اور بزرگانِ دین کے عزائمات کی حضوری
 اسکا علاج تصور کیا اور ہندوستان کے اکثر مشہور مزارات مثل کوٹہ شریف جامعہ شریف گاہ
 شریف پاک پٹن کلیر شریف سلطان جی قطب صاحب ہلی وغیرہ پر حاضری اور لکی واسی اس سلسلہ
 سیاحت میں پہنچی بنگال میں اس خجاکے صوبجات میں جو قابل دید شہر ہنریکھنے میں آئے
 اور ان مقامات کے اکثر نامی اہل کمال سے ملنے کا موقع حاصل ہوا علی لکی مجاہد اس مثل
 جاسے سالانہ دولعلی لکھنؤ کانفرنس محمد علی علی گڑھ دہلی و بارہنامیش آلہ آباد و اس

وغیرہ میں بھی شرکت ہوئی اسکے بعد اس آزادی کے دفعہ کیلئے بعض مختصر اجابے مذاکرے کیلئے موجود کیا اور متنازل ہونا پڑا اور خدا نے ذی اولاد کیا اب پہلی حالت میں انقلاب ہوا نئی زندگی کا سامنا ہوا اہل و عیال کی خیر گیری اور پابندی اختیار کرنا پڑی کشمکش میں یہ خیال منگی ہو کہ یہ دنیا داری و کثرت مصارف سے زیر باری تو یوں ہی چلی جائیگی مگر کوئی کام یاد گزار مانہ بھی کرنا چاہیے چونکہ شاہ آباد کے بانی اور دیگر قابل اندک شخصوں کے حالات کسی نے جمع نہیں کیے اور وہ ضائع ہوئے جاتے ہیں اس پر کمر ہمت چیت باندھنا چاہیے لہذا اس ارادہ میں ترقی ہوئی اور حالات و کاغذات فراہم کرنے میں مصروف ہوا اللہ اکبر کہ اس مقصد میں کامیابی نے منہ دکھلایا اور اپنی فہم و استعداد کے لائق واقعات مرتب کر دیے اگرچہ قلیل الاستعدادی اور قصباتی زبان ہوئی ہے عبارت صحیح نہیں تاہم حالات قابل قدر فراہم ہو گئے اور اس سے نتیجہ ضرور کلیگا کہ اکثر صحابہ کے نام نامی صفحہ روزگار پر تابق کے کتابہ جائینگے اور آئندہ نسلیں واجب العظم و لائق اہل وطن کے کارناموں سے آگاہی و فائدہ اٹھائیں گی۔

اس کتاب بعد از اتم نے چند کتابیں لکھی تصنیف و تالیف کیں چنانچہ حیات مسیح یعنی لائف استاد حضور نظام دکن طبع ہو کر شائع ہو گئی اور ملک میں مقبول ہوئی اکثر معزز ذی لیاقت حضرات نے اسکی بابت اچھے خیالات ظاہر فرمائے انجیہیلیائی استاد حکیم صاحب کے حالات میں مرتب کی اسکے بعد حیات نصرت پور دھری صاحب کے متعلق تالیف کی آئین چودھری شمت علیہ صاحب کے دیکھ چکا آتا بھی جو ایک نامور و فیاض تعلقہ دار گذرے ہیں موجود ہیں۔ آجکل مخدوم صاحب سندیلہ کے ذاتی حالات اور اسکے خاندان کے متعلق ایک تاریخ مرتب کی ہے

جسکا نام بہارستان مخدوم رکھا گیا۔

ان حالات کو ختم کرنے کے ساتھ بارگاہِ احادیث میں کمالِ عجز و نیاز دعا ہو کہ وہ دنیاوی مصائب و مہمات سے محفوظ رکھ کر حرمین شریفین میں عرب کے امان میں رہے کہ زیارتِ مشرف فرمائے ہنوز یہ کتاب زیرِ طبع تھی کہ ایک حادثہ وہاں پیش آیا جس سے وہ صدمہ پہنچا کہ لکھنؤ بھاری ہوئی ہے اور وہ جانکاہ و قلعہ بند ہو کر اس خاکسار کی لڑکی جو اولادِ دین بڑی اور خوبصورت ہونیکے ساتھ نہایت حسین تھی، فقہۃ علیل ٹری اور مرگئی چونکہ اس سے عیدِ محبت تھی اور خاندانِ امیر کی بی بی اس

۱۰ اس در کی کانام عایشه نما که هر روز در این مقام ۴ فروری شسته و شرب و شسته کو پیدا بوی تنی نهایت سمجده دارد و چون با شری
خوشی کند و از کاشی لایق بگوید و آنجا شسته و طبل بر کمر و کوفه از بین ۴۰ رجب و رجب در این مقام شسته و غم سبک روز و پاشیده
و در خفا کرمی - مانند و مانند اجود - و فرستادن قطعات تاریخی که در کتب فیض بیانیه لکته جلد ۱۰

یہودی میوٹن پائی ایک میری مائشہ بیٹی
جو احد سے ہے لائق ہطحا اسکے مرنے سے
بادا کرتی ہے ہر دم نیت اری فخر تادل کو
دعوان اٹھانے دلسے جہہ ہنگو بادا کرتی ہے
جدا ایچکا یہ ساری عمر تک داغ جگر مجھ کو
میل کی اب دو بارہ چہرہ ایسی خوب ویشی
ہو کر کرتی تھی۔ اک بات سے مجھ کی نظر
ہو کر اترتا تھا دل خوش اس سے جہاں پہنے کا
نایاں خوش ضمیمی تھی نہایت اسکے جہرہ سے
ہو کر کرتی تھی حیرت مجھ کو اکثر اسلی باتوں پر
لی دی وہ ناک میں ارمان سارے ہوئے مٹی
ٹھہرتے ہی نہیں آنکھوں میں آنسو فرگاہ سے
ابھی تو عمر تھی نوسال کی وہ نیاک خود بھی
پڑی دس دن فقط بیار بھی آدہ ستر و ہر
رجب کی چوہون تاریخ روز چار شنبہ کو
میں سمجھا تا ہوں دل کو صبر آج ہی نہیں مگر
الہی عایشہ کو بخش عیش جنتی و اٹھ
ہو خود حواسے منظر سال رحلت یہ نہ آئی

یکایک سنے سوے جنت الفردوس حلت کی
 کو دل بجز اوہ ہے اب نہ است نے ماضی طوالت کی
 بڑی حکیمت دل آزار ہے آواز سر قہر کی
 چہ کر کے ہے تصویر آنکھ میں اس ناخوش کی
 نہ ہو سکی بھی وہ لاڈلی پائیں سرہو موت کی
 ہوئی تھی آفاقی یہ عنایت مجھ پر نہ رست کی
 مجھ کو بھی وہ بتلی شہ زفاف مسموم و فرہشت کی
 شریعتی طور پر واقع ہوئی تھی نیک عادت کی
 مگر دل کی بھی کیم مبعود دنیا میں سکونت کی
 کیا کرتا تھا میں غریب ہی اسکے دہانت کی
 بلایں لیتی تھیں اب دل کی حسرت نہ کہ تروت کی
 دہلوی تیر مجھے خود موعین میرے بوجھ قہر کی
 جھلا چھوٹتے پھر لیون اسے جھلکا ہوا
 بہت حکیمت سے طعنے دی اسکے جھلکا ہوا
 جو آیا سپر تو اسے چھوڑ دیا ہے رخصت کی
 کوئی تو بات نہ تھی دین میں ہے اسی حسرت کی
 دکھاتے خدا ایشان اسے فکریں میرے
 ادبانی عالم شہ فقہ و دانش چین کی

سیرت اور صورت کی اچھی نظر بھی نہیں آتی اسوجہ سے اسکی دائمی مفارقت کا قلب مجاہد اثر پر
 کہ قلم سینہ چاکتہ تھرمز نہیں ہو سکتا ہر وقت آنکھیں سکودہ ہونڈھتی ہیں اور وہ دیکھنے کو ملتی نہیں
 سلیے کریش زاری طاری ہوتی ہو درحقیقت حدیث شریف موت الولد کی الکید یعنی اولاد کی
 موت داغ جگر ہوتی ہو میرے حال پر صادق آتی ہو اس درد سے وہ صاحب ولاد جو
 اس روحانی تکلیف کو برداشت کرچکے ہیں آگاہی رکھتے ہیں کسی سنگدل کو کیا محسوس
 ہو سکتا ہے اس زمانہ سے طبیعت نہایت بے لطف اور دل مغموم رہا کرتا ہے۔

دیگر

دنیا سے آج وہ سوئے جہتے وان ہوئی
 جس سے کائناتی لذت ہے باکران ہوئی
 صدیعت الہی بھی ظن نہ سے نہان ہوئی
 حالت عجیب قلب کی کچھ لایان ہوئی
 نازل یہ بلے کیسی بلا الہان ہوئی
 ہر دم تیز تھی وہ دم کو روان ہوئی
 اکدم بھی وہ نہ چاند سی صورت عیان ہوئی
 جسے کہ ایسی بھی جسد اناکان ہوئی
 یہ وقت بلے کیسی قضا آسمان ہوئی
 دس دن تھوڑے طویل بری ناتوان ہوئی
 تکلیف اس تحیف پہ وہ جاہستان ہوئی
 نکلی ہے جان میری نہیں وہ نہان ہوئی
 وہ خوش مقال طوطی تھی غائب کمان ہوئی
 جس پتھر پر یہ بار پڑا وہ نہان ہوئی
 یہ عمر وقت اب بے آہ و فغان ہوئی
 ہر دم و علیٰ خیر یہ ورد زبان ہوئی
 مرے اسکے آنکھ مری غوغا کان ہوئی
 وہ نیک طبع طوطی بلغ جنان ہوئی

افسوس پلای بی بی تھی میری عایشہ
 صد سے اسکے مرنے کا اس طرح قلب کو
 صورت کی وہ شکیل نہایت ذہن بھی
 وہ بیاری باتیں اسکی منہ بھوتی نہیں
 پاکیزہ ایسی تھی کہ ظن نہ اسکو کبھی
 مرنے کا اسے رنج ہے ہر خاص عام کو
 بہ وقت سکودہ جھونڈھتی آنکھیں ہیں چار سو
 بیشک ہیں یہ نصیب وہ ذبیان والین
 نشو و نما کے دن تھے نہ مرنے کی عمر تھی
 اکدم مرض کراڑ کا افسوس ہو گیا
 امانہ رخصت کو تلک اسکے حال پر
 وہ کیا مری کہ دل بھی ہار یا مر گیا
 پڑھتی تھی خوب آستین ازیرتین بیبیون
 دشمن کو بھی یہ داغ نہ یارب نصیب ہو
 آسمانے دل کو صبر نہیں آہ کیا کروں
 یارب جو عایشہ کو ہر شے برین نصیب
 میں کیا لکھوں جو دل کو مظہر ہے بخ و غم
 پوچھا جو سال مرگ تو بولا سر و شغیب

ایضا

نور دیدہ عایشہ صدیعت از آغوش شد
 بود دست کرم مظہر سال تاری و وفات

دیکھا ہم جملہ عالم تیر و تار یک گشت
 ہاتھ تیری کہن لفتہ کے خوش تارک وقت

اگرچہ کئی ہزار اشعارِ اختر کے تحریر میں آچکے ہیں مگر ان میں سے چند غزلیات ایک قصیدہ و نخلہ ان مضامین کے جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ قدس پر پڑھے جا چکے ہیں یہاں لکھنے پر قناعت کیجاتی ہے۔

غزل

ادھر جاننا زانکے جانسے بیزار بیٹھے ہیں
لہوِ ناصح سو حضرت آپ کیون بیکار بیٹھے ہیں
ادھر بھی ہو نظر ہم بھی یہاں سرکار بیٹھے ہیں
ہمارے پاس کیون بیفا مددِ غمخوار بیٹھے ہیں
دلِ نادانِ مجمع ہے یہاں اغیار بیٹھے ہیں
تو اسخِ چمن کھولے ہوئے منقار بیٹھے ہیں
ادھر دوچار بیٹھے ہیں ادھر دوچار بیٹھے ہیں
کسین و عظم کسین زاد کسین میخوار بیٹھے ہیں
پریشان حال ہیں عرصہ ہم بیمار بیٹھے ہیں

ادھر وہ شملینِ خنجر بخت تیار بیٹھے ہیں
نہیں سنتا نصیحتِ مجمعِ عشاق میں کوئی
صد آئی یہ سرگوشہ سے جب بامِ سرکے
انھیں لائیں مناکر جس کے کچھ جینے کی خواہش ہو
اگر کیا راز کو افشا یحسب میں تڑپ جانا
بہار آئی جو اٹھلاتی ہوئی گلزارِ عالم میں
پئے دیا رجب آئے تھماے در پہ یہ کچھا
تماشا گاہِ نیرنگی سرا سر بزمِ عالم ہے
منظرِ کس طرح فکرِ سخن ہو بختِ شکل ہے

ایضاً

مے گھر بہار آئے بُتِ گلزار آئے
کسین اور قیامتِ تجھے بھی پسار آئے
نہیں اعتبار اسکا تجھے عتبار آئے
نہ مجھے مزار آئے نہ بھینٹ مار آئے
جو اداسے سر جھکا کر دمِ حشر آئے
یہ اثر ہو مد توں تک نہ تجھے تر آئے
غضب ہو چاہتے ہو مجھے اعتبار آئے
فقط اتنی ہے تنہا وہ سر مزار آئے
مجھے کیا بہار آئے مجھے کیا ہزار آئے
نہ تجھے شمار آئے نہ مجھے شمار آئے

کبھی وہ بھی دن ہو بارِ شبِ وصلِ لار آئے
یہ ستم ہو بنِ سنور کے وہ ستم شمار آئے
ترے عشق میں لبو نہ مری جان لار آئے
میں ادھر ہوں نیم بسمل وہ ادھر ہوں نیم بسمل
کچھ عجیب نہیں کہ بھولے مجھے اپنی داد خواہی
اُس وقت نزع دیکھوں ہو نگہ میں یاس و حسرت
کبھی بھول کر بھی کرتے نہیں کوئی قولِ سچا
ہو مگر خالِ عشق میں ہم اسے کچھ خبر نہیں ہے
میں و داس ہی رہو نگاہِ مری ہے اوداسی
تجھے ظلم کن نہ لائیں مجھے اپنے شکرِ ظالم

<p>اُتو کرتے ہیں نصیحت نہیں کیوں جنابِ صاحب مجھے حسن کے قتل میں ہے محبت عجب کیا میں خدا ہوں جان دے لے یہ بھی نہیں کہو گا مجھے بخت سے منظر نہیں کچھ مہیا دے سکی</p>	<p>کہ جفا سے باز آکر نہ وہ جفا شعار آئے کہ اجل حسین بن کر دم احتضار آئے نہیں اعتبار اسکا تمہیں اعتبار آئے مری آرزو ہر آئے شرب وصل یا آئے</p>
<p>اگر وہ اپنے مقابل کی جستجو کرتے جو ہم خیال قریب رگ گلو کرتے مزدو جب ہمارا گریبان کے چاک ہونیکا جھلک جو خنجر زکی بخین نظر آتی جو دیکھتے مجھے گریان کبھی نہ وہ ہنستے اثر ہمارے محبت ذرا دلہا دیتی تھے جمع پاک زمانے کے بزم زندان میں وہ تھوڑی دیر کو پہلو میں کاش آجاتے</p>	<p>اوٹھلے آئینہ ہم اُنکے روبرو کرتے کسی کی دیر و حرم میں جستجو کرتے کہ جتنے عشق میں پچھا اُکھتا وہ دُکرتے تو وعظ چھوڑ کے واعظ سب دُکرتے ضرور ہی مرے اشکوں کی آبرو کرتے کہ ہم سے ملنے کی خود وہ ہی آرزو کرتے جو آتے شیخ دیوان الی آبرو کرتے نہ بولتے یہ منظر سے گشت کرتے</p>
<p>رہی گایا قاصد کو پیامِ وصل کا دینا و غادینا تھا راکا مے میرا دینا لڑتے تم ہوا کہیں غیر سب پسین لڑتے ہیں یہ کیا انسانیت ہو وضع داری سیکھے حساب سمانِ دہانہ دے ابر کر مگر نازِ عالم میں مزدو آئے نصیحت بھول جا لیں حضرت با صبح سبحان اللہ کیا اچھی پیری مشق ہے ظالم محبت چھوڑ دی لیکن نہ بھولی یہ ادا تیری ترے رند و نین اگر حضرت وعظ بھی بیٹھے ہیں منظر مضطرب ہو خون عصیان سے رسولِ شہد</p>	<p>ترا کچھ بھی نہ کہنا سب جھجکا کر مسکرا دینا تم ہی انصاف کا کدو ذرا اچھا ہو کیا دینا تھامی بزم کا ہے مشغلہ لڑنا لڑا دینا نہیں اچھا بڑھا کر رسم الفت کو کھٹا دینا کے زاہد مجھے بھی جام اک بہرہ دینا ذرا انکو بھی اپنی صورتِ زیبا دکھا دینا ہمارا نام لکھنا اور پھر لکھ کر مٹا دینا وہ چلن کا اٹھانا دیکھ کر محب کو گرا دینا اگر سچ جائے تھوڑی سی بخین بھی ساقیا دینا اسے روز جزا اپنی شفاعت سے بچا دینا</p>

ایضاً

نظر آتا ہے جو سر سبز گلستان دل میں
کر چکا قتل تو اب کیوں ہن پشیمان دل میں
حسرت و یاس کے بیٹھے ہن گہبان دل میں
ہے خوشی آج کو کل حسرت ارمان دل میں
ہمنے داغوں کا لگا لگا ہے گلستان دل میں
خیر ہر آج ہن کیوں آپ یشان دل میں
نقش برآب ہے یہ عالم امکان دل میں
میرے ارمانوں کا ہر گنج شہیدان دل میں
ایک مدت سے تنہا ہر یہ نہان دل میں
فکر و اندوہ سے ہر سخت پریشان دل میں

کون سا شاہ گل آج ہر حمان دل میں
ڈھونڈھ لین مجھسا و فادار زمانہ میں کوئی
اونکے آنے کی خبر آئے یہاں کیا ممکن
یہ وہ کھر ہے کبھی خالی نہیں رہتا اکدم
آئے کیجیے گلگشت چمن شوق سے آج
تیرے مظلوم یہ محشر میں کیسے تجھ سے
دھیان میں آتی نہیں ہستی دنیا کچھ بھی
زندہ کر کے جو نکالو تو مسیحا جانوں
دن دکھا جلد وہ یارب کہ مدینہ دیکھوں
لیجیے جلد مظفر کی خبر شاہ نجف

ایضاً

المد و مشکلا گشتا پھر سامنا مشکل کا ہر
دیکھ خاک کی رنگا بتا کہ وہ محمل کا ہر
رنگ مقول جہا میں بسمل و قاتل کا ہر
عکس کتنا صاف تیرے دل پہ کیے دل کا ہر
ایک ادنیٰ یہ کرشمہ ابرو سے قاتل کا ہر

پھر حسینوں پر فدا ہو یہ ارادہ دل کا ہر
مٹ نہیں سکتا ہوسلی خاک جنوں کا ہر
مکڑے مکڑے دل کے کرتی ہو ٹپنے کی آوا
سر جھکا کر دیکھ لے تصویر حسن و عشق کی
اہل محشر نیم بسمل میں مظفر محشر میں

ایضاً

دن آگے ہن باغ میں فصل بہار کے

کتے ہن دلوں لے یہ دل بھیرار کے

<p>بکیں اسے سمجھ کے دبائے نہ جریار قابو میں وہ قریب کے ہوں کچھ نہیں حاصل شب فراق میں ہر لذتِ مہال آغوش میں لہریں مہین آئینگی میں چاہتا ہوں اور سیکو انھیں بے شک واعظ گناہگار کو تم گالیان نہ دو بوسوں کا کچھ شمار نہ وقتِ تابِ ہر کم ہوتا نہیں ہر خوش جو مظہرِ کینکا دل</p>	<p>سوحہ تین ہین پاس دل بقرار کے میں بس میں آگیا ہوں دل بقرار کے دل میں کھے ہوسے ہین مگر تظار کے سونیکے خوب جامہ ہستی اوتار کے وہ آجکل ہین یار مرے رازدار کے قائل نہیں ہر رحمت پروردگار کے سنتے ہین دن قریب ہین فرما کے سنتا نہیں بہار میں نغمے ہزار کے</p>
--	---

ایضاً

<p>مری جان نہ بھی کرو لگو کوئی بیداری رہے کچھ دیر جا رہی پرش اعمالِ امی وادہ نہ ہے جمعِ حسینوں کا نہ اب عشق کی لذت تصور سے کسی محبوب کے دل میں مزہ لینا وہ مجھ میں ہو گئے باہو میں اس کے یہ پونچھون اگر تو زنج کر رہا ہے تو رکھ لے سر کو زانو پر سخنِ سنجی کو رونق ہو مظہرِ ہم عالم میں</p>	<p>ابھی کچھ کچھ تو ان خاطرِ ناشاد باقی ہے ابھی ایک مور و بیداد کی فریاد باقی ہے اگر کچھ بات باقی ہو تو اسکی یاد باقی ہے یہی اک شغل بہر خاطرِ ناشاد باقی ہے ستم کا حوصلہ اب بھی ستم ایجا باقی ہے دمِ آخر یہی حسرت مری جلا باقی ہے امیرِ نامور ہے داغ سا و تاد باقی ہے</p>
---	--

قصیدہ نعتیہ جو حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضعِ اقدس
 مرینہ منورہ میں پڑھا گیا

سوے مدینہ گرترا باشد گذر باد صبا
 لے بادشاہ و جهان لے سب کو کن مکان
 لے تاجدار کن فکان از ریب بخش لامکان
 لے رحمت للعالمین ای فخر عالمین
 لے آئینہ ذات صمد اے منظر نور احد
 بر حال زارم کن نظر از لطف یا خیر البشر
 افعصل توئی بعد از خدا حسن تر از مخلوق با
 د جملہ خوبی و صفت حق کرد کامل منزلت
 ز خسار تو شمس الضحیٰ کیسوی تو بدر الدجی
 کفر و ضلالت دور شد عالم ہمہ پر نور شد
 کرد دست و شوق القمر طلبید چون آمد شجر
 و قتیقہ آمد در جهان یوان کسری بگیان
 دیسل جبریل امین آورد مرکب نازنین
 شد کحل مازغ لبصر در چشم آن اہل نظر
 بخشید ایند از کرم ہر گونه از جاہ و چشم
 بر ذات پاکت یا نبی شد مطمئن ہر امتی
 طوفان کفر و عصیت برخاستہ از ہر جہت
 از جرم و زشتی عمل و کار من آمد خلل
 از نفس شہیدان لعین تا ریش قلب حزین

کن عرض با ذوق و ولاد حضرت خیر الورا
 لے ہادی ہر نسو جان لے شافع روز جزا
 لے محرم راز نہان مقبول حق نور خدا
 لے رہبر دنیا و دین لے چارہ ہر بنیوا
 لے مرجع ہر نیک بادی سرور شاہ و گدا
 از فکر ہر شام و سحر نغمین مانند این گدا
 محبوب ذات کبریا احمد صمد مصطفیٰ
 ہمہ سزہ کس با مرتبت و حسن اخلاق و سخا
 در شان عالی تو شہا لولاک شد وار و بجا
 ہر ذرہ کوہ طور شد و قتیقہ شد جلوہ نما
 از حکم گو یا شد حجر صلی علی معجز نما
 افتاد و ساوہ شد روان گوشتک بودہ بر ملا
 از فرش بر عرش برین رفتند ختم الانبیا
 در لامکان شد جلوہ گرد ذات باقی شد فنا
 از برکت فیض قدم گلزار شد ہر دوسرا
 چون جد و ابالفت کنی قربان دل و جان فدرا
 از خواجگاہ مکرمت برخیز با نو حسد ۴
 ای توبہ للعالمین کن پاک از عیب خطا
 انکا دنیا ہمہ حق بنیافت اوہ در حرص و ہوا

مبجود جنات و ملک و رگه عظم چون فلک
 و رشوق دیدار و ریت سپین دل هر دم غمت
 لشکر پادشاه امم ما را طلب سوے حرم
 از غیب پیدا کن سبب تیان و م سوی عرب
 از فرط حرمان هر نفس آید چنان با ننگ جرس
 احسنت صد بیکار و ان در راه او گشته روان
 بردار از دل داغ غم ای صاحب تاج و الم
 آن شکل و قامت دل را بر نور از ستر با بیا
 از فیض لطفش یک نظر از زهد و طاعت نیکتر
 از خوف عصیان دل تیان از مهر تو یابم امان
 در وقت نزع جان دتن در گورد در محشر بمن
 از فکر و امراض و الم مخزون و غمگین شد و الم

خوش آنکه گشته منمک آنجا رود یا بدلقا
 حاضر شوم بر وضعت مقبول باشد این دعا
 در حال فرقت سوز و غم آتش زند در جان ما
 آزاد باشم از تعب روز یک یا بم مدعا
 جانگاه حسرت گشته بمن هر مرض لطفش دوا
 بر هر قدم مسرور جان برین صد جوش و دلا
 از بهر آل و می کرم و ز بهر اصحاب صفا
 در خواب من بهر خدا از مهر خود جلوه نما
 خوش بخت بیشک آن بشر افتد چنین نعل بها
 در هند بکس نیم جان افتاده در خوف رجا
 در عجز پادشاه ز من امداد باشد ره نما
 اے دافع رنج و ستم از بند غم باشم رها

از گردش چرخ کمن گشته مظفر خسته تن

بر حال پُر رنج و محن کن رحم ای عقده کشا

منشی عیوض علی صاحب

آپ شیخ غلام حسین صاحب کے فرزند اور شاہ آباد کے ذمی لیاقت انشخاص میں تھے فارسی انشا پر دلاوی میں خاص بہارت رکھتے تھے لکھنؤ کے شاہی دفتر میں جبکہ فارسی زبان تھی آپ ملازم ہو کر تحریری کام انجام دیتے تھے۔ درسی کتابیں پڑھانے میں پوری دہنگاہ تھی عبارت آرائی کے ساتھ خطا بھی نشیانہ اور پاکیزہ تھا۔ موزن طبعی سے کمال مناسبت تھی۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے اور لغت گوئی سے زیادہ شوق تھا بلکہ ایک پورا دیوان لغتہ کلام کا موجود ہے بعض غزلیات بطور اختصار کے ذیل میں ترجیح کی جاتی ہیں راقم الحروف نے بھی چند فارسی کتابیں آپ سے پڑھی تھیں اور والد ماجد سے دوستی مزاحم ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے اور اکثر واقعات کہشتہ بیان کرتے تھے معاملات دنیا میں آپ بھی اہل الرائے اور فخر خاندان سمجھے گئے نہایت نادر کمزج ہاتھ زیب انسان تھے انوس کہ ہر جمادی الاولیٰ ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۷ء میں آپ نے رحلت فرمائی راقم نے قطعہ تاریخ یہ تحریر کیا ہے

ذی علم و اہل فہم و ہنر بود کلمت دان	صاحب منشی عیوض علی صاحب خجند
بہر وصال حضرت خلاق دو جہان	رخت حیات لبست ازین دار پر محن
در عمر پیر بود بہ تدبیر نو جوان	اکن ماہتاب برج لیاقت غروب شد
از خاک ان ہستی موبہوم شد روان	در بوستان عالم جاوید شد مقیم

پرسید از سر و ش مظهر چہ سال مرگ
گفتہ جناب رفت سو گلشن جنان

انتخابِ کلامِ نقشبندی عیوض علی صاحب المصالح نقشبندی

<p>مرحبا فرودِ رحمت کے سنانے والے باعثِ مغفرت و جرم و خطائے آدم حشر کو سایہ الطافِ خدا میں ہونگے مشعلِ طور سے حضرت زکائینِ دل کو ناز و حور وں کا بھلا کیوں ڈاؤٹھانے جائیں خونِ دوزخ خانہ جنت کی تلتا رکھیں بیکرانِ بحرِ کشتی ہے شکستہ میری</p>	<p>ہم یہ کاؤن کو دوزخ سے بچانے والے کشتیِ نوح کے طوفانِ سرِ چھلانے والے آپ کے نام پیرِ کان کے لانے والے دل کو حُسنِ رخِ انور سے لگانے والے شقیِ خضر کے لئے لطفِ اوتھانے والے کوچہ احمد مختار کے جانے والے لو خبر جلد مری پارِ گانے والے</p>
<p style="text-align: center;">سخت مجبور ہے نقشبندی کی خبر لو مولا لاکھوں دشمن ہیں کروڑوں برہنہ نیولے</p>	
<p>تری الفت کا دم یا مصطفیٰ جسدِ بھرتے ہیں نہالتانِ نعتِ احمدی کے نخلِ پیرا ہیں تباخوانِ آپ کے جسدِ قدم بکتے ہیں جنت میں صدائے مرجا کا شور ہو ہر قصرِ الہان میں و غورِ عشق سے ذاتِ مقدس میں فنا ہیں ہم اونچیں نامِ خدا ہم زندہ جاوید کہتے ہیں مریضِ عشقِ حضرت روزِ جانِ تازہ پاتے ہیں ستایا ہے نہایت گردشِ چرخِ شکر نے گشتِ سالِ نزاے مصطفیٰ میں ات دنِ نشی</p>	<p>مئے وحدت سے جامِ از رو لبِ زکرتے ہیں چمنِ میں شانِ گلِ چھک چھک تھیں تسلیم کرتے ہیں تو اہلِ خلد اوٹھ اٹھ سرِ قد تعظیم کرتے ہیں ملائک عرشِ اعظم سے زیارت کو اترتے ہیں نہ خواہاںِ فصل کے ہیں اونہیں قس قسے کرتے ہیں جو تم پر اپنا ہر دم جانِ دل قربان کرتے ہیں شہیدانِ محبت کون کہتا ہو کہ مرتے ہیں خبر لو یابی ہم پر بڑے صدے گذرتے ہیں کوئی دیکھے تو ہم کو سطح کے گل کہتے ہیں</p>

ایضا

مشرق مہ درخشان مرا سینہ ہوگا
کشتی نوح کا ہم نام بنا کرتے ہیں
جسکو سب خلق بیان اب بجا کہتی ہو
داغ کہنہ اگر جرمِ قمر میں ہوتے
عید ہو کو چہ احمد میں اگر دم نکلے
بخت خفتہ مے بیدار کبھی تو نہ ہو گے
دیکھیے یاد وہ کبتک مجھے فرماتے ہیں
ساتھ جا لگی تے نعت نبی و مثنوی

گو ہر نعت پیمبر کا خیر سینہ ہوگا
حشہ کہ او کئے غلاموں کا سفینہ ہوگا
خضر کو ہاتھ لگا ان کا سینہ ہوگا
کتے ہم خاتمِ احمد کا نگینہ ہوگا
مر گئے پھر ہی نئے لطف کا جینا ہوگا
آسمان تا کجا برس کیب نہ ہوگا
ایچہ اکون سادون کون مہینہ ہوگا
خاک مرقہ میں ہی اپنا دھینہ ہوگا

ایضا

نعت شہ زمین کا فرہ ہو دہن میں آج
سعدن ہے کیسہ گو ہر نعت رسول کا
بلبل درود خوان ہے جبین ساہی ہر شجر
ادنا مشابہت عرق جسم پاک سے
منکر نکیر قبر میں تکلیف مست کرین
کس یوسفی جہاں کے کوچہ کا شوق ہے
حاضر ہے پیشوا کی کو جان منتظر ہے دل
کشتوں پہ کشتے لاشوں پہ لاشے ہیں کو کہو
ہے شور الحفیظ کہین لعطش کہین

تا تیر کچھ نئی ہے ہمارے سخن میں آج
شاہی کا لطف ہو مجھے دارالرحمن میں آج
لائی صبا ہے بوسے مدینہ جین میں آج
پھولے زمینیں سماتے ہیں گل بہرین میں آج
نعت رسول ہے مری حبیب کفن میں آج
غربت سے عشق ہی ہو جیو لعلِ جلیں میں آج
تشریف لائے مے بیتِ احزان میں آج
کو ایدہی اداہے ترے بانکپن میں آج
گرمی نئی ہے کچھ مے داغ کہن میں آج

لے اب تو تیرے عشق کو مٹشی اثر ہوا | پڑھتے ہیں تیرے شعر وہ ہر گنجن میں آج

ایضا

ہرگز نہ ثنا خان ہوں کسی لطف دہن کا
وہ شاہ کہ خبر شاہ کی ہر شان میں لاک
نعت شہ کو نہیں ہر جو حرف ہے میرا
جو شعر ہو اک طرہ حوران جناب ہے
مضمون معانی سے معشوق صفت بین
رکھتے ہیں بین عطر کی جو میری غزل میں
گلچین ہوں گلستان شناسی نبوی کا
موزوں ہر طبیعت مر فیض شہ دین ہے
حضرت کی محبت ہو مرا ملت مشرب
رکھتے ہیں جو خاک راقس سے ارادت
خلافت جو نبوت کا نبیوں کو ملا ہے
حضرت نہ اگر بار لگاتے یہ سفینہ
مشتاق ہیں خاک قدم پاک کی گھنٹیں
کرتا ہوں نظر گر کبھی محرومی پہ اپنی
پامال ہو مردہ مرا کو چہ میں تمہارے

مدح ہوں غر و شرف شاہ ز من کا
ہستی گل پر مرد ہوا اس کے چمن کا
رتبہ کوئی دیکھے تو بھلا میرے سخن کا
جو لفظ ہے یک نافر ہو آہوے عین کا
بوزلف معنہ کی مرہ سیب ذوق کا
گلدستہ ہو دیوان گل نسرین و سن کا
شرمندہ احسان نہیں فردوس عدن کا
ہو مشورہ حضرت مع خوانی کے فن کا
طالب میں نہیں ملت ہفتاد و دو تن کا
لیتے وہ کبھی نام نہیں دُرِ عدن کا
اُترا ہوا ملبوس ہے حضرت کے بدن کا
تخل بیڑا نہ لگتا کبھی اس دارِ حن کا
زنجیر ہے پاؤں کی مرہ حب طن کا
منہ دیکھے رجاتا ہوں میں چرخ کھن کا
مولامین طلبگار نہیں گور و کفن کا

دولت کا نہ طالب ہو نہ زرخیز مٹشی
العام شفاعت ہو صلہ اوسکے سخن کا

میر نجف علی صاحب

آپ میر ضامن علی صاحب کے لایق فرزند اور ذی علم شاعر صوفی خوشنویس مال تھے
میر صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ میں بسر ہوا میر وزیر علی صاحب کے شاگرد رشید اور لکھنؤ کے
اہل کمال کی صحبت میں رہے حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی سے بیعت تھی
کتاب انوار الرحمن میں بھی ضمناً آپ کا تذکرہ تحریر ہوا ہے ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت میں
باوضو بیٹھتے اور پیر کے بڑے پیارے تھے مُرشد کامل نے جو افتخار نامے آپ کے نام
لکھے ہیں اور راقم کی نظر سے گزرے ہیں ان کے مضامین سے نہایت شفقت و عنایت
مترشح ہوتی ہو میر صاحب قناعت پسند اور مراض طبعیت کے انسان ہوئے ہیں
گفتگو فصیح اور محاورات دلکش تھے خوشنویسی کے فن میں جو خاص بات اچکھو چاہی
یہ ہو کہ زور قلم سے جس قدر جلی حروف میر صاحب لکھتے تھے دوسرے کو اتنے جلی قلم
سے لکھنا مشکل تھا بخیر و درمل سے اکثر میر صاحب نے جو بات از روی حساب بتلائی
وہ صحیح نکلی تیار و لٹھا کوئی میں تو ایسی آپ کو مہارت تھی کہ باتیں کرتے کرتے تیار بخیر
نکال دیتے اور شعر موزون کر دیتے آپ کے چند تیار بخیر مادے اب تک لکھا کہ قابلیت مہارت
کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

۱۲۷۰ ہجری میں جب مولوی انوار حسین خان صاحب خیتار پوری کی ولادت
اور اسی زمانہ میں ان کے والد فضل حسین خان صاحب کی وفات ہوئی تو میر صاحب نے
اس تعزیت و تہنیت کے واقعہ کو کتنی خوبی و پاکیزگی سے لکھا کہ چاند نکلا اور سورج
چھپا اور وہ تیار بخیر ادہ یہ ہو کہ میری برآمد و مشہور زمین نہان۔ اس طرح میں آپ کے

چھوٹے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسر الاطبا کے یہاں جب لڑکا پیدا ہوا اور اہل خانہ نے انتقال کیا تو میر صاحب کیا لاجواب تاریخی ماد نکالتے ہیں سے پس آئیں جان مادر برت - اور اس کو یوں منظم کیا ہے -

تولد چو فرزند فسر زنگشت ۴	ز فرط خوشی جان مادر برت
ز شرب شراب نشاط و الم	بحیرت شدم ہوشم از سر برت
تخت سالین شادی مرگ گفت	پسر آں جان مادر برت

میر صاحب کی قادر الکلامی کو دیکھے کہ صرف اسی تاریخ کو زود طبیعت سے کئی قسم سے لکھا ہے اگرچہ مادہ بے کم و بیش تھا مگر تعمیم بھی کر دیا اور غم و خوشی کی مناسبت سے جو الفاظ بڑھائے اُن سے حسن پیدا ہو گیا اور وہی مضمون کسی قدر الٹ دیا مگر لفظ سے ادا کیا ہے قطعہ تاریخ تولد فرزند و رحلت مادر سے

چو درخانہ سید ذی وقار	بہ تولد فرزند مادر برت
۱۰ سال تاریخ شادی و غم	بحیرت شدم ہوشم از سر برت
تخت از سر ہجبت و روئے آہ	بگفتہ پسر ماند و مادر برت

اردو میں بھی لکھا ہے مگر وجہ طوالت صرف آخری شعر بقاعیت کی جاتی ہے -

سبھون نے کہا کھینچ کر آہ کو

۱۲۸۰ء میں جب نواب سلطان جہان بیگ صاحبہ تاج الہند فرمانروای بھوپال، کا قراقرظ شریف ختم ہوا اور تقریباً شرح کی قرار پائی چونکہ آپ کے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسر الاطبا نواب شاہ جہان بیگ صاحبہ الیہ ریاست کے ملازم و معالج تھے اسلئے میر صاحب اس جلسہ ہمایون کی تاریخ تحریر کی اوزنام نامی

کے ساتھ لفظ نشر کی بڑھا کر اُس تقریب کو مادہ تاریخ سے ظاہر کر دیا بڑی خوبی اور کمال
 تو یہی ہو کہ جل مرتبی تاریخ تحریر کی جاکو کا ذکر لفظی یا معنوی طور پر مادہ تاریخ میں ضرور
 آجائے اور مناسبت پائی جائے اور قطعہ تاریخ یہ ہے **این شرح سلطان جهان**
 بیگز دیاہ از مصحف اقبال با خلاص عیان ست در گوشن لم حافظ فکر از پے تاریخ
 فرمود اکملین **شرح سلطان جهان ست** اسطرح ۱۲۹۱ھ ہجری میں جب
 رئیسہ مدوحہ کیساتھ نواب ظفر الدولہ سلطان دولہ احتشام الملک عالی جاہ احمد علیخان صاحب
 بہادر کا عقد ہوا تو اسکی بھی قطعات میر صاحب نے بڑے خلوص و خوشی سے موزن کیے
 اور وہ یہ ہیں

بنے نوشاہ جو احمد علیخان فضل خالق سے	معتمد سال وصلت میں کہا طرز مجتہد کا
نوح شادی نظر آیا جہان میں چار سو مجکو	جو صا د چشم سے دیکھا الف نوشاہ کے قد کا

ایضا

کتبخہ اگستہ صاحب اقبال	آن کہ ہم نام احمد ست دعلی
بہر تاریخ مشادی وصلت	گفت ہا لقت کہ عشرت و شادی

جب آپ کے پیر و مرشد شاہ حسین خان صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب لکھنوی کا
 انتقال ہوا تو میر صاحب نے اُس نوح و الم کے ہجوم میں جو ہر ایک اہل رادت مرید کو اپنے
 پیر کی حلت سے ہوا کرتا ہے اس کثرت سے نایچین لکھین کہ ایک صفحہ تاریخی مادون سے بھر گیا
 بعض قطعات اس میں کے یہاں درج کیے جاتے ہیں

عازم خلد شد چو از دُنیا	قبلہ عارفان حق آگاہ
گفت سال وفات او ہا لقت	کز جہان فتنہ عارفان

ایضا

نظرون سے چھپا ہے آفتاب خان
دینا تار یک ہو گئی عنبر ہی
جنت میں قدم چوم کے تیرا رخ
رضوان کے کما کش رخ عالم ہی
اور جب شاہ صاحب کا مقبرہ تیار ہوا کسی تاریخ لکھتے ہیں

بنامودہ چو طالب حسین رحمانی
سروش گفت کہ قیام حضور قبلہ سا
جب ۱۲۸۶ھ میں حضرت سلطان عالم و اجد علی شاہ بادشاہ اودھ نے بمقام کلکتہ ٹیپو
کوٹھی امیر منزل تعمیر کرائی تو میر صاحب نے قطع تاریخ مرتب کیا

چو این کوٹھی نور منزل بن کرد
پے سال تاریخ چون منکر کروم
شہنشاہ ذی جود سلطان عالم
بگفتہ بخت نور بخش منازل
۱۲۸۶ھ ہجری میں جب شاہ فخر عالم صاحب خلیفہ شاہ نیاز احمد صاحب کا انتقال ہوا تو اس نے
یہ قطعہ تاریخ لکھا

عبیب حق محمد فخر عالم
ہوے محبوب دان سلاقی
شرب شیشہ عرفان کے ساقی
گئے اس ارفانی سوسو خلد
جو کی فکر اپنے تاریخ خلعت
کہا فضول نے محو ذات باقی
۱۲۸۶ھ جب حکیم شہامت علی صاحب نے اپنی مشنوی کیلئے قطعہ تاریخ کی فراہم کی تو میر صاحب نے
یہ قطعہ لکھ دیا

چو خورشید حکمت شہامت علی
شہ از شاہ مدعا کا میاب
مسیحا نفس شاعر لا جواب
بفکر راسا شنوے بگفت
پے سال تاریخ فکر بخت
بگفتہ کہ بستان عشق شب
۱۲۸۶ھ میر صاحب کا کلام بہت تھا مگر مزاج میں استغنائی ایسی تھی کہ کبھی تدوین کلام کی طرف توجہ نہ دیتی

کچھ غزلیات و قطعات و تاریخی جو زیرِ شوق آگئے تھے اور انکی حلیان پڑی ہوئی تھیں وہ تلاش سے مل گئیں منجملہ انکے ایک غزل درج ذیل کی جاتی ہو۔

غزل

رہے گلو میں تارِ رگ۔ گلو باقی
شرابِ خم میں ابھی ہو کئی سُبو باقی
بس اپنے خاک میں ملنے کی آرزو باقی
نہیں ہے گیسوی جان میں ایک سُ باقی

ہمارے دل میں یہ قابلِ ہو آرزو باقی
یہ جامِ ہاتھ سے کیوں نہ کھلدا باقی
جوانی گزری لڑکپن گیا ضعیف ہو
لنک رہے دلِ عاشق میں بختِ تنے

قید کر لی مرے ساتی نے پری شیشِ تین
وہ چپے بگر افسوس کہ اسکے اشعار ضائع

میر صاحب کی یہ غزل بھی جس کا مطلع
ایسے خُم سے جو میر صاحب بھر شیشِ تین

ہو گئے میر صاحب اور منشی امیر احمد صاحب نے سے بھی بڑی محبت تھی اور اسی خصوصیت کی وجہ سے میر صاحب میر صاحب سے ملنے رام پور بھی گئے تھے منشی صاحب میر صاحب کو بڑے لطف سے نامہ شوق بھیجے ایک منشی امیر احمد صاحب کا محبت نامہ میر صاحب کے نامِ راقم کے پیشِ نظر ہے جس کے القاب میں سیدی سندی مقبول بارگاہِ ملی میر بخت علی صاحب لکھا ہوا ہے۔

میر صاحب موصوف کو سرکارِ لکھنؤ سے تیس روپیہ ماہوار بطورِ نشن کے عرصہ تک ملتے رہے کیونکہ آپ شاہ رخ بیگم کے منشی رہے تھے بیگم مسطورہ واجد علی شاہ کی محنتیں بعد از نزاع سلطنتِ اودہ جب سلطانِ عالم لکھنؤ سے کلمتہ تشریف لیگیا بعض محلاتِ مثل خاص محلِ معشوق محلِ ہمراہ گئے اور اکثر لکھنؤ میں رہے جن سے تاجدارِ آخری

سلطنت حضرت محل۔ دلا محل۔ فرخندہ محل شہنشاہ محل۔

خط و کتابت فرماتے سبجائے شاعر بخیم بھی تھیں ایک بار بیکم مذکور کو شاہ اودھ نے ہاتھ
منظوم جس کا ردیف قافیہ ہماری شاہرخ پیاری شاہرخ لکھا میر صاحب نے بھی اُسکے
جواب میں اُسی بحر و ردیف قافیہ میں اشعار نظم کر کے خط بیکم صاحبہ کی طرف سے لکھا جو
دیکھ کر شاہ اودھ نے شاہرخ بیکم کو تحریر فرمایا کہ تمہارا منشی بہت باتیں معلوم ہوتا ہے لاف
بے گنجینہ سلیمانی میں اُن غزلیات کا تذکرہ تحریر کیا ہے حضرت سلطان عالم کی طرف
اس مضمون کے اشعار تھے۔

ہر گھڑی رہتا ہوں شغل آہ و زاری شاہرخ
ہو گئی سامانِ غم عشرت ہماری شاہرخ
دردِ سر پہ اب بجای تاجداری شاہرخ
کوئی بھی صورت نہیں ہے اعتباری شاہرخ
ہم سے ممکن ہی نہیں غفلت عاری شاہرخ
خوابِ حسرت ہو گئی عشرت ساری شاہرخ
رحم کے قابل ہوئی حالت ہماری شاہرخ

ہو تری فرقت میں ہم کو بقراری شاہرخ
الکھو عشرت کہہ رہا ہو گیا ماتم سرا
اگر لٹا مونس چھٹے وہ سلطنت جاتی رہی
سچ ہے اس دنیا ی فانی کی نہیں کچھ کائنات
تم نے بھیجے جتنے خط ہم نے دیے انکے جواب
جشنِ جمیدی رہا کرتے تھے کیا کیا روزِ شباب
دل پکڑ لیتے ہیں ہم کو دیکھ کر اہلِ جہان

شاہرخ بیکم صاحب کی طرف سے جواب اس مضمون کا تھا۔

کر نہیں سکتی ہو شرحِ غم تمہاری شاہرخ
ہر گھڑی کس رنج میں ہنسنے گذاری شاہرخ
بند ہو کچھ قفس میں یہ بچاری شاہرخ
نام نہ والا نے جب کی نگہ ساری شاہرخ
رنجِ دہ رہتی تھی حالت انتظارِ شاہرخ

ہجر میں بیتا ہے یہ غم کی ماری شاہرخ
کیا کہیں سلطان عالم جسے کلکتہ گئے
ہاے گلزارِ جہان میں موم سے آئی ہمار
کچھ تھا دردِ جدائی آج کچھ آنسو تھے
ہاے خط آتا نہیں جب تک کہ میاں رنجِ سو

ہو گئی ہوں جان دل سے سخت عاری شاہ رخ
اب کہاں وہ فرحت باد بہاری شاہ رخ
حضرت حق سو دعا ہے یہ ہماری شاہ رخ
جب در دولت پہ پھر دیکھوں عاری شاہ رخ
کرتی ہے مشکلا شایہ خواستگاری شاہ رخ
دیکھ لے آنکھوں سے شان کردگاری شاہ رخ
اور پوری ہوں مراوین لکی ساری شاہ رخ
خاک اُڑتی ہو وہاں چھیت خواری شاہ رخ
اپنے اختر پر کروں میں عاری شاہ رخ
داستان غم جو سنتے ہیں ہماری شاہ رخ

صد نہ دوری سے شاہا استعداد تین گہون
اب کہاں لطف تکا کلم کی گشت چمن
تا ابد زندہ رہیں پھر کائناتیں قیصر باغ میں
در گہر عباس میں جا کر چڑھاؤں میں علم
آئین گھر آقا ہمارے جلد یا شاہ نجف
پھر تری قدرت سے مولا لکھنؤ گشت بنے
جان عالم آئین آئے لکھنؤ میں جان پھر
چھر کا جاتا تھا جہان پیسیر لوان عطر و گلاب
مشک کا چین سب ہوں مری بہر علی بہر نبی
ٹکڑے ہوتے ہیں نور و درویشانے جگر

افسوس کہ ہر ذرا کچھ مسئلہ تہجری میں میر صاحب نے رحلت فرمائی شاہ
طالب حسین صاحب جو سالک کا کردہ اور سجادہ نشین تھے راقم کے روبرو بیان
فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ پیر و مرشد کے مقبرہ کا کلس گر گیا ہے
میں نے خیال کیا کہ عنقریب شاہ صاحب کے مریدوں کا کوئی سرتاج دُنیا سے
کوچ کرے گا اس خواب کے کوئی دن کے بعد میر صاحب کے انتقال کی خبر سنی
اور خواب کی تعبیر پوری ہو گئی راقم نے قطرہ تاریخ وفات یہ نظم کیا ہے ۷

خوشنویس و ذی لیاقت شاہ شیریں مقال
مخزن لطف و محبت خوش بیان نازک خیال
خلق دلکش داشت از بس دفع حزن و ملال

منبع علم و ہنر مقبول حق بہر دل عزیز
صوفی مرتاض و قانع عارف ذات خدا
ہر کہ شہداد ملائی گشت بھی رشاد مان

باد آن سید نجف در خدمت شایخ
عکبر تارخ و فاش چون مظفر را بدل

میر صاحب کے انتقال کی خبر اخبار نور الاثر طبع ۲۰ نومبر
۱۲۸۵ھ میں شائع ہو چکی ہے شاہ طالب حسین صاحب تخلص بہ مجیب
نے اشعار بھی بطور مرثیہ کے لکھ کر دیوان جام جسم کے صفحہ (۳۱) میں طبع
کرائے ہیں جس کے بعض شعر یہ ہیں۔

کھینچتے تھے جو عطار کے رقم رخت
جن کے مقدم کے رہا کرتے تھے ہم نیکار

بات سچ کی ہو اگر تا تھا ایندول کو حظ
اب نہ اس دنیا میں رہنے کا مزہ ہوا مجیب

نوح خان ہر حال اُن کے قلم و چل سے
رکھ کے سینہ پر ہائے کوہ غم وہ چل سے

مرثیہ کرتا ہوں میں اُن کا رقم وہ چل سے
لطف جسے زندگی کا تھا ہم وہ چل سے

میر صاحب کی اولاد میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں سید خوش علی
کرنل براد صاحب کمشنر دہلی کی سفارش سے جونی شی اولاد علی صاحب برادر
میر صاحب کے شاگرد تھے دہلی میں بعد ۱۸۵۷ء کلکتہ میں ملازم ہوئے مگر وہ مرض
ہیضہ جو ان مرگ انتقال کر گئے۔ دوسرے سید فضل عظیم صوبہ برار میں دوسو روپیہ
ماہوار پر ملازم ہیں تیسرے میر واجد علی صاحب ہیں بڑی لڑکی شیخ سبحان علی صاحب
مرحوم کو منسوب ہوئیں اور چھوٹی لڑکی مولوی سید علی صاحب ناظم دارالقضا
حیدرآباد کو جو ایک معزز و ذی لیاقت شخص ہیں منسوب ہوئیں۔

حالات حضرت شیخ محمد مهدی خباز قادری شاہ آبادی قدس سرہ اخیر اشعار فی المصحح

بادی راہ طریقت حامی دین بنی
 آنقباب برج عرفان مظہر افوار حق
 رہبر عالی خزاوہ مرشد بانی شہر
 شیخ عالمیقہ گردون منزلت والا گہر
 بدقافی الذات حق نخل شیخ کبیر
 ناز بر فرزندش قاسم سلیمانی کند
 فیض روحانی میر کرد حضرت غوث پاک
 معتقد سلطان عالمگیر شد با صد دل
 گشت ساین ویرانہ پر نور از چرخ فیض او
 حارف بلند از شاہان بلبل شد لقب
 داشت بسپنج حلقہ اصناف ایشا کیف
 آن کرامت ہاے بے پایان کرد ظاہر
 کرد کافر مجتہد تہمین اسلام شریف
 گفت بر تربت کہبات فوج حاجی میر
 دید کافر دوزخ را شعلہ اش حیران ماند
 سگ گردید یکبارہ از در آرام دنا خیر شد
 گفت تا روز قیامت ہر کہد بروم

اختر برج حقیقت گوہر مجدد علا
 آسمان جاہ و عظمت گلشن صدق صفا
 یعنی حضرت شیخ محمد علی خان
 یافت صد ہامردان از فیض راہ خدا
 نخل مانع آرزو و قاسم شیخ ہدا
 بر چنین دل بند دین پرورد خدا کردہ عطا
 از برای جد او بر خوش نصیبی مرحبا
 دید چون زہد و تقدس صلت از یزید ریا
 یافتہ اہل راوت بیش از او ضیا
 از پے فرزند او جاگیر ہم گشت عطا
 گلشن فردوس لودہ خانقاہش با صفا
 میکنم منظوم دوسہ از پے اہل ولا
 برو آنرا بر مزار زندگی فرخ لغت
 شکر اسلام باشد تا کہ قابل دامن
 کلمہ اسلام خواند و شد پشیان بر ملا
 گوشت از خجور جدا کرد و وصل شد شفا
 آن نہ دیوانہ شود مقبول کردہ حق دعا

<p>ہر کہ آید سگ گزیدہ بر زارش بالیقین در حیات آن مصد فیض ہدایت بوجہ گر نباشد قول مین و سیا سوسے مزار از پے ذات نبی بہر علی شاہ وزیر گردش افلاک بر من آمدہ من عاصم دولت دارین باید گر تو خدای یحنا</p>	<p>از گزند زخم واز دیوانگی گرد در ہا شد تصرف از زارش بعد و جاری بسا صاحب کشفی مراقب عین صید جلو ہا یک نظر رجال من ای مہدی راہ خدا کن دعا ہر شوم ز بند این ہر دور ہا این مظفر از سر اخلاص کشد و سہرا</p>
---	---

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کی ذات بابرکات اولیاء اللہ سے ہے شاہ آباد کو آپ کے وجود سے افتخار اور فیض قدم سے میان کی زمین پر انوار ہے جس طرح عہد حیات میں آپ مرجع انام تھے اسی طرح آپ کا مزار بھی پُر تصرف ہے اہل ارادت اور صاحبان بصیرت نے بہت سے دینی و دنیاوی مقاصد اور فیوض باطنی آپ سے حاصل کئے۔ ایک عرصہ تک آپ کی خاتقاہ خدا پرستوں کی خزن رہی افسوس کہ امتداد زمانہ سے آپ کے بابرکت حالات پر مدہ گنہامی میں پوشیدہ ہو گئے اور لوگ آپ کے مراتب سے بالکل بختہ ہیں علاوہ مدارج باطنی اور کمالات باطنی کے ظاہری جاہ و شہم بھی حاصل تھا نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے آپ پر و مرشد تھے اور ہزار ہا بندگانِ خدا آپ کے حلقہ بگوش بیعت میں بادشاہ وقت عالمگیر بھی آپ کے زہد و تقدس و خدا شناسی کا معتقد تھا چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے مزار شریف پر سے غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد۔ جو کتبہ لگایا گیا ہے وہ بادشاہ عالمگیر کے حکم سے اور جو فرمان کہ بادشاہ موصوف نے آپ کی جاگیر کا آپ کے صاحبزادہ کے نام نواب دلیر خان کی سند کے مطابق تحریر کیا ہے اس میں حقایق و معارف آگاہ عارف باللہ عزت افزا العالی مخاطب و سر بلند کیا ہے علاوہ نذر و فوج کے

چھبیس موضع آپ کی خانقاہ کے لئے شاہانِ دہلی اور اسے معاف ہوئے تھے عہد شاہی تک آپ کی اولاد میں جاگیر وغیرہ کی ترقی ہوتی رہی چنانچہ آپ کے پوتے شیخ میان دواؤں کو جو فرمانِ محمد شاہ بادشاہِ دہلی کی طرف سے نظام الملک کے عہد وزارت میں مرحمت ہوا میں تحریر ہے شیخ میان داد صاحب جو نیرہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین کے ہیں وہ کثیر الاعمال ہیں اور انکی خانقاہ میں فقرے وار ذصادر کا خرچ بہت رہا کرتا ہے اور ہمیشہ یاد آہی میں مشغول رہا کرتے ہیں لہذا فضل و کرم شاہانہ سے تین موضع مخدوم پور وغیرہ صوبہ الہ آباد میں مدد معاش کے لیے حرمات کئے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ محمد مہدی صاحب شیخ کبیر عرف بالائیر صاحب کے فرزند اور حضرت قاسم سلیمانی کے پوتے تھے آپ کے والد بزرگوار اور جدِ مادر کے محامد و مناقب سے کتب سیر بہرے ہوئے ہیں چنانچہ مختصر طور پر انکے حالات حاشیہ پر درج کر دیے ہیں۔

۱۵ حضرت شیخ کبیر بالا پر ۹۹۲ھ ہجری میں بمقامِ رود بدینی پیدا ہوئے حضرت قاسم سلیمانی کے فرزند خلیفہ تھے آپ نے وہ بات کی تھی کہ پردہ حجاب کا اٹھ گیا تھا آپ دایمی طور پر مشغول بخدا رہتے تھے اور اتباع رسالت پناہی نہایت ملحوظ تھی اپنے والد بزرگوار کے اسرار و کمالات باطنی آپکی ذات سے ظاہر ہوتے تھے چونکہ نواب بہادر خان اپنی جاگیر قنوج میں آجکے آئے تھے اس لئے جو قوت قاسم سلیمانی نے چنار گڑھ میں انتقال فرمایا اس وقت آپ حاضر تھے شاہ قاسم سلیمانی نے انکے نام خلافت نامہ و پیران طریقت کے طریقوں کی اجازت نسلی تشفی، تحریر کر کے سپرد اپنی مہر و قاضی و مفتی حاضرین کی گواہی کرائی اور محمد اسماعیل خادم خاص کو وہ کاغذ دیکر ارشاد کیا کہ میرے بعد یہ کبیر کو قنوج میں پہونچا دینا چنانچہ حسبِ وصیت وہ خلافت نامہ آپکو پہونچایا گیا اور آپ مدۃ العمر کمال استقامت سے ریاضت و عبادت میں مصروف رہے اور تازہ زندگی طالبانِ حق کو ہدایت صوری معنوی کے طریقے تعلیم کرتے رہے اپنے والد بزرگوار کی منہ خلافت کی زینت اپنے حسن کردار سے بڑی مزا شیخ کبیر علیہ الرحمۃ کا قنوج میں ہے جو نہایت برصورت ہے اہل ارادت اسے قبلہ حاجات سمجھتے ہیں۔ آپکے متعلق جو عبارت ملفوظ میں ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۳۶

حضرت مہدی صاحب کے حالات راقم کو سید شاہ غلام حیلانی میان صاحب بانسوی ذیخود بھی بزرگ اور بزرگان دین کے حالات سے واقف تھے مرحمت فرمائے اوس کا حاصل اس جگہ پر تحریر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت محمد مہدی صاحب ایسے عالی مرتبہ درویش تھے کہ ان کی ذات معرفت کی معدن اور وحدت کی مخزن تھی آپ حضرت شیخ کبیر بالا پیر کے فرزند و خلیفہ تھے آپ سے اکثر خوارق عادات اور کرامتیں سرزد ہوئیں جب آپ اپنے والد بزرگوار کے روضہ کی تعمیر سے فراغت حاصل کر چکے تو ایک مسجد کے بنائیں مصروف ہوئے اُن کے تعمیر میں ایک روز ایک بدعتیہ گمراہ شخص آیا اور آپ کو خانہ خدا کی تعمیر میں مشغول رکھ کر اوس نے دین اسلام کی توہین شروع کی اور کہنے لگا کہ ہمارے ہم مذہب ہند و جو مرتے ہیں وہ جلا کر خاک کر دئے جاتے ہیں اور مسلمان لوگ زمین میں دفن کر دئے جاتے ہیں۔

۱۰۔ وہ جیسے سحریر کجابی ہے۔ آن ستر شد آن پدر مرشد مالیکہ رآن عارف بے نظیر حضرت شاہ کبیر خلیفہ و خلیفہ شاہ قاسم سلیمانی است ریاضت بسیار کردہ پر دہو ہاجرت دریدہ و اہم مشغول بجا پیوستہ بایل طریق مصطفیٰ مور کمالات والد بزرگوار محل کمالات اسرار بودہ در وقت وفات والدہ در چنار گڑھ حاضر تود شاہ قاسم بائے اذنامہ از مہر خود گواہی قاضی و مفتی و دیگر ثقافت کہ آنوقت حاضر بودند بنی بروضع شمال خلافت و جانشینی خود با سیرا جازرت طریق گرفتن مرید و تلقین توسلی نوشتہ حوالہ محمد اسماعیل خادم خاص کردہ کہ بعد میں در قنوج بکبیر ران بعد وفات حضرت قاسم سلیمانی نامہ خلافت آنحضرت رسید ہمدہ العر کمال استقامت و تلقین طالبان در مطالعت و معادلت طریق متونی نوی پدر بزرگوار برابر پاداشتہ خلافت رازیبہ دہ مزارش در قنوج قبلہ حاتمندان است ۱۱۔ رمضان ۸۵۷ ہجری کو شیخ کبیر صاحب نے انتقال فرمایا ۹۰ برس کی عمر ہوئی تاریخ رحلت راقم نے یہ نظم کی ہے سہ آفتاب چمن عرفان حضرت شیخ کبیر ہ حامی دین محمد صفا مای کفر و ضلالت واقف ستر خدا مخزن انوار بزدان چشمہ فیض و عطا ہے اسے سائش خلق نگرش گفتہ سروش ہے رفت بالا پیر صبا پاک جا آپ کا مقبرہ جو بھٹا بھری میں تعمیر ہوا اوس پر جو عبارت تحریر ہے وہ مذکورہ لفظی جاگیر بہار خان میں تحریر ہو چکی جو قطعہ تاریخ جو کندہ کردہ یہاں پر نقل کیا جاتا ہے۔ شدہ در ہجری سال ہزار و پنچہ و چار ہے دوشنبہ و دہ و درود از مہ رمضان۔ و کتبہ صفحہ ۱۳۶

وہ قبر میں عجب عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں انکے بدن میں کیڑے پڑتے ہیں جسم
اعضا اونکے سڑتے ہیں آپ نے یہ اعتراض سنکر اس سے فرمایا کہ اگر تو مسلمان
ہو جائے تو میں مذہب اسلام کی خوبیاں اور اُسکی حقیقت عالیہ کا تجھ کو مشاہدہ کروں گا
وہ اس امر پر راضی ہو گیا آپ اوسکو حضرت حاجی شریف زبیدی علیہ الرحمۃ کے
مزار پر انوار پر لے گئے آپ نے سلام علیک کر کے حضرت موصوف سے عرض کیا
کہ آپ اپنی موجودہ حالت اس منکر اسلام کو دکھلا دیں چنانچہ حضرت زبیدی نے
اپنی حالت اسپر ظاہر کر دی اور اوس کافر نے اپنی آنکھ سے حضرت موصوف
کے جسم اطہر کو بعد وفات کے دیکھ لیا۔

وہ اصل عبارت بھی ہم یہاں پر تحریر کیے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو موقع و سوا اس کا نہ ہو
بقیہ صفحہ ما قبل اگر پیر کامل و قطب مائے شیخ کبیر و سپہر علم و عل مجد النش عرفان و کفایت اعلیٰ حق را اجالہ بیک
روانہ کرد و در اثر ابر و منہ رضوان و آپ کے مزار پر لنگر جاری رہتا تھا۔ شیخ کبیر صاحب کے بارگاہہ صاحبزادہ اور دس
صاحبزادیاں چار بیویوں سے منقول ہیں۔ صاحبزادوں کے نام ہیں شیخ شہاب الدین۔ شیخ امام الدین شیخ عبدالمومن
شیخ عارف۔ شیخ محمد ہمدی۔ شیخ عبدالقادر۔ شیخ بہاء الدین۔ شیخ زبیر۔ شیخ بشیر الدین۔ شیخ عبدالحکیم۔ شیخ ممتاز فرید
شیخ مظفر ایک بیوی آپکی مسماۃ جمیلہ بی بی بنت گل بن مامون ابراہیم زبیدی و ملاری خیل تھیں جنکے بطن سے
شیخ عارف۔ شیخ محمد ہمدی۔ شیخ عبدالقادر تین فرزند اور چند صاحبزادیاں پیدا ہوئی تھیں۔ دوسری بیوی
تاریخ بی بی جنکے بطن سے شیخ شہاب الدین و امام الدین و عبدالمومن اور چند صاحبزادیاں متولد ہوئیں
لکھی ہوئی ہیں۔ شیخ محمد ہمدی و شیخ عبدالحکیم و شیخ مظفر و شیخ مختار وغیرہ باقی رہے تھے باقی
صاحبزادے جنکی تعداد بعض راوی سات بتلاتے ہیں مع چند صاحبزادوں کے صفحہ میں انتقال کر گئے
تھے۔ شیخ عبدالحکیم بعض کتب میں آپ کے بھائی کا نام لکھا ہوا ہے۔

ان معدن معرفت ان مخزن وحدت ان درویش عالیجاہ حضرت
 محمد مہدی شاہ خلف و خلیفہ شاہ کبیر بالا پیر جانشین جد شد
 صاحب خوارق و نمائش حالات بود و زیکہ از بنائے روضہ پید
 فارغ شد بنیاد مسجدے انداخت کافرے آمدہ آنحضرت را
 مصروف تبمیر خانہ خدا دیدہ ایمانت دین اسلام آغاز نہاد
 و گفت ہنود کہ می میرند میسوزند خاک شدہ بر باد میروند و مثل
 مسلمین در قبر مبتلا بعقوبت و کرم نمیشوند او فرمود اگر مسلمان
 شوی ترا از علو مرتبت اہل اسلام آگاہ سازم او قبول
 کرد پس بر سر مزار حاجی شریف زندنی کہ در قنوج
 مشہور است برو سلام کرد و خواست کہ آنحضرت خود را
 برین کافر بنماید حضرت حاجی شریف خود را بچشم کافر آشکارا
 ساخت کافر آنحضرت را دید۔

۱۵۰۰ جد سے مراد حضرت قائم سلیمانی ہیں۔ حضرت قائم سلیمانی موصوف مشائخین ذیشان و عارفان
 عالی مقام کے سرگروہ تھے خداوند کریم نے انکو قطب زمانہ اور صاحب مشاہدہ کیا تھا کمالات باطنی
 آپ کے بلند پایہ تھے اور آپ نہایت قوی حال اور صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے ہمیشہ مخلوق کی
 دستگیری فرماتے ۹۵۶ھ میں پشاور کے قریب رود بدنی کے پیدا ہونے تھے آپکے والد کا
 نام شیخ قدم بن شیخ خواجہ محمد زاهد تھا آپ کی والدہ بی بی نیکبہ شیخ الہود صاحب افغان کی صاحبزادی تھیں

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کے ایک بھتیجے اور خلیفہ شیخ برمان الدین صاحب

بقیہ صفحہ ماقبل۔ سہ چونا مش نہادند قائم ولی بہ جان شد زانوارہ او متلی بہ آپ قوم کے کُھان
 متی زنی خلیل ہیں۔ سات برس کی عمر سے آپ نے ہیوم و صلہ ترک کیا اور نہ گناہ کبیرہ کیا قرآن شریف
 اور تسلیم دینی محمد گولہ زنی سے پائی اور حضرت غوث الاعظم سے فیض روحانی حاصل ہوا جب ایک ات
 حضرت قطب عالم غوث بنی آدم شیخ عبدالقادر جیلانی سے عالم معاملہ میں ظاہری بیعت کے لیے عرض
 کیا تو ارشاد ہوا کہ عہد کر سیکویرانہ کہو گنا اپنے قبول کیا اسکے بعد سید علاء الدین حموی کے ہاتھ پر بیعت
 کی اجازت حاصل فرمائی اثنائے راہ میں لوگوں سے اپنے بہت اذیتیں اور ٹھائیں مگر عہد شکنی
 نہ کی سیکویرانہ کہا جب اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ حسب الامر غوثیاب کے آپکے
 استقبال کو جامہ سے باہر تشریف لائے اور مرید کر کے خرقہ شریف عنایت کیا اور کہا کہ یہ امانت
 تمہارے لیے رکھی ہوئی تھی اسکے بعد آپ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور بغداد شریف میں
 بھی چلہ کشی فرمائی اور بجن اشرف چاہ یوسف مشہد اقدس مزار خالد بن ولید رملہ بعلبک حلب بصرہ
 وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے حسب الحکم پیر و مرشد عرب سے ہندوستان آئے اثنائے راہ میں
 خراسان بلخ غرغین کابل پشاور کے اولیا اللہ کے مزارات بھی حاضر ہوئے اور پھر اپنے وطن بنی پوچنگر
 موضع پلاسی میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے آپ کی بزرگی و کرامت کا ہر طرف شہرہ ہوا تین لاکھ
 ایک سو اشخاص آپکے مرید تھے تیس خلیفہ صاحب ارشاد ہوئے ایک مرید و خلیفہ آپکے شیخ حسین محمد
 قادری تھے جو فرزند رضی الدین محمد سلیمان کے تھے اور وہ افغانستان کے قدیم مشایخون سے تھے
 جنھوں نے ستر ہزار مریدوں کو تلقین فرمائی تھی اور ایک ہزار انکے مرید صاحب ذوق و شوق اولیاء
 مجاہدہ و مشاہدہ تھے۔

جب آپ کے کمالات باطنی کے ساتھ ظاہری شان و شوکت دیکھی تو بعض غمازون نے اکبر بادشاہ

بڑے صاحب کمال گذرے ہیں جنکی مسیحائی سے مردے زندہ ہو گئے انکا
 بقیہ صفحہ ماقبل لکھا کہ شیخص علاوہ کرامات کے طاقت و جاعت کثیر رکھتا ہے ایسا نوکنہ نزع
 کرے بادشاہ نے ایک خوان میں شمشیر اور دوسرے میں زنجیر رکھ کر بھجوائی آپنے اس امر کی اطلاع
 حاضرین سے پیشتر ہی کر دی تھی کہ مشیت البیہ میں ہی ہے کہ میں اسیر ہو کر مدفن کو جاؤں جب
 بادشاہی مراسلہ پہنچا تو آپنے فرمایا کہ مجھ کو ملک دنیا کی خواہش نہیں ہے اگر تمنا ہوتی تو دعا
 کا ایک تیر کافی تھا آپنے زنجیر پہن لی اور سلسلہ میں لاہور اکرا بوالفضل کے مکان میں مقیم ہوئے
 اور ذکر اشغال و یاد الہی میں مشغول ہوئے اسکے بعد اکبر بادشاہ نے آپکو شہر کے اندر رہنے کی
 اجازت دی اور آپ متعلقین محلہ خواجہ بن سکونت پذیر ہوئے بعض لوگ اس مفسدہ پر دانتی
 باعث فیضی وغیرہ کو بتلاتے ہیں جب اکبر بادشاہ کا انتقال ہوا اور جہانگیر تخت نشین ہوا تو سلطان
 خسرو سے جنگ ہوئی اور خسرو بھاگ کر لاہور آیا اور اسنے مشائخین کو بلا کر نذر دی اور علے
 فقیہی کی استمدعالی یہ خبر سن کر جہانگیر نے لاہور کے مشائخین کو طلب کیا اور جہانگیر نے یہ بھی
 سنا کہ قاسم سلیمانی نامی ایک درویش ہے اسکی نظر جسر پڑتی ہے وہ مجذوب ہو جاتا ہے اسنے
 آپکو بھی بلایا آپ ابراہیم خان کے ہمراہ با تھی پر سوار ہو کر جہانگیر کے پاس آئے بادشاہ مذکور نے
 کہا کہ آپ کی وجہ سے خلقت کا ہجوم رہتا ہے اسلیے آپکا قیام چنار گڑھ میں مناسب معلوم ہوتا
 چنانچہ آپ حسب احکم سرہند دہلی اگرہ ہوتے ہوئے ۱۵ رجب ۹۵۷ھ کو چنار گڑھ پہنچے
 اٹلے راہ میں آپنے یہ بھی فرمایا کہ بزرگان دین مجھ سے فرماتے ہیں کہ تو اپنے مدفن کو جا رہا ہو
 باقی عمر کے انفاس آپنے وہاں عبادت الہی میں گزارنے چنار گڑھ میں اکثر آپسے کڑتین ظاہر
 ہوئے جب ضرورت وضو کی ہوتی تو آپ دریائے وضو کرتے زنجیر کی طرف دیکھ کر فرماتے
 کہ میرے پیر سے نکل جا وہ نکلتا ہی بعد وضو کے فرماتے کہ آجا وہ آجاتی نگہبان شیعہ تھا

مزار جانند حضرت موجود ہے اس نواح میں انکی کرامتیں ہر خاص و عام سر پر روشن
 یقینہ قہر ماقبل اوسنے یہ خبر بادشاہ کو پہونچائی بادشاہ نے متعلقے ملاقات ظاہر فرمائی مگر آپ نے
 یہ منظور کیا رحلت سے تین ماہ پیشتر وضو کے وقت آپکے خادم اسمعیل نے عرض کیا کہ ایک کاغذ آپکے
 سر پر معلوم ہوتا ہے آپ نے اسکو لیکر دستار کے پیچ میں رکھ لیا اور فرمایا کہ مجھ کو ایک مقام مقاما
 محبوبی سے عنایت ہوا ہے یہ اوسکی سند ہے اور فرمایا کہ کل دار فاسے ملک بقاجا ونگامین تیر
 پھینکنا ہوں جہاں پر گرے اوسجگہ پر دفن کرنا القصد ۱۹ جمادی الاول ۱۱۶۷ھ کو آپ نے ۶۰ برس کی
 عمر میں انتقال فرمایا چنانچہ گدھ میں آپ مدفون ہوئے اہل امارت نے عمارت مقبرہ کی تعمیر کرائی
 نو ماہ قلعہ کے اندر آپ رہے راقم نے قطعہ تاریخ وصال یہ نظم کیا ہے سچو شیخ قاسم ذیحباہ
 بایزید زمن پد بزیں سایہ رحمت وجود خویش نہفت پد ہنکر سال وفاتش دل منظر شد پد چرخ باقت
 غیبی خدا شناس بگفت پد آپ کی اولاد میں سات فرزند اور نو صاحبزادیان چار بیویوں کے بطن
 سے لکھی ہوئی ہیں بعض بیوی قوم کی گلیانی اوبعض خلیل تھیں فرزندوں کے نام یہ ہیں - شیخ ابراہیم
 شیخ کبیر بالا پیر - شیخ فرید - عبد الکرم - شیخ محمد واصل - شیخ اسماعیل - شیخ نور - بی بی حکیمہ کے بطن
 سے شیخ کبیر اور شیخ فرید تھے - اور خدیجہ بی بی کے بطن سے شیخ محمد واصل وغیرہ تھے -

بحر ذخا میں جو حضرت قاسم سلیمانی کے متعلق عبارت ہو وہ قابل دید ہو جبکہ یہاں پر نقل کیجاتی ہو
 آن سرزمہ مشایخ ذیشان آن سرگروہ عارفان عالی عرفان ان معنی کمالات معانی قطب زکاء
 حضرت شاہ قاسم سلیمانی از متشائمان طایفہ مشایخ بغایت بزرگ مجاہدہ و صاحب شاہدہ
 حلے قوے و فہمے قاطع دوست گیر داشت اکثر شاہبازان ہو اے آنصاحب کمال
 ہو اے کمال ہواد آمدند - حضرت قاسم سلیمانی قادری کے جد امجد شیخ مردانہ علیہ السلام پر حضرت
 اور صاحب قوت گذرے انکی کرامات میں لکھا ہوا ہے کہ ایک روز دہلی سے قریب قہنہ مار کے

ہین وہاں مدت تک سکھوں نے آپ کے مزار کے چراغ کو بجھانا چاہا مگر قدرت الہی سے پھر وہ روشن ہو جاتا تھا آخر کار مجبور ہو کر اس بے آدبی سے باز آئے اور ان کے متعلق بحر ذخار میں جو عبارت تحریر ہے وہ درج ذیل ہے۔

ان برہان کمالات یقین حضرت شیخ برہان الدین برادرزادہ و خلیفہ شیخ مہدی شاہ است صاحب کمال بود احیاء موتے ازو بعمل آمدہ مزارش در جالندہر است کرامت و خوارق او بر خاص و عام ان نواح اظہر است در ان نواح عمل سکھان کا فر بود و مہتا خواستند کہ چراغ مزارش خاموش باشد میسر نشد

بقیہ صفحہ ماقبل جا کر ایک جگہ کو معتمد کے چار مرید و نکو مسلمان کیا اور اپنے ہمراہ لاکر اپنے مکان پر مغرب کی نماز ادا کی جب نواح قندہار میں وہ شہید ہوئے اور کسی کو خبر نہ ہوئی ایک سال کے بعد اپنے فرزند کو شب میں دکھلایا کہ مجھ کو فلان موضع میں شہید کر کے خاک میں چھپا دیا ہے وہاں سے نکال کر جنازہ کی نماز ادا کر کے فلان مقام میں دفن کرو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ انکی قبر کی خاک سے سانپ اور سگ گزیدہ اور ملک امراض کو شفا ہوتی تھی۔ شیخ عارف بھی آپ کے اجداد میں بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ شیخ حسن بھی ایک بزرگ تھے جو مرید خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تھے جنکے متعلق خواجہ صاحب موصوف فرماتے تھے کہ اگر مجھ سے حشر کے دن پوچھا جاوے گا کہ دنیا سے کیا لایا تو کوئی نیک حسن کو۔ شیخ حسن کی کرامت یہ ہے کہ دہلی میں ایک شخص نے مسجد بنائی قبلہ کی سمت سیدھی نہیں ہوتی تھی معارف عاجز تھے آپ نے زور تصرف سے جملہ حاضرین کو قبلہ دکھا دیا اور مسجد کا رخ صحیح کر دیا۔

اوشان خاموش میگردند بقدرت الہی روشن میشدند ناگزیر
ازین بے ادبی دست بردار شدند۔

شیخ برہان الدین صاحب موصوف کے پاس شاہ آباد میں تاج محمود
دیوانہ رہا کرتے تھے اونھوں نے اونکے دامن فیض سے برکات و
کمالات حاصل کیے تھے حضرت محمود سے اعلانیہ کرامتیں ظہور میں آتی تھیں
ایک بار ایک نہراپنے زور تصرف سے جاری کر دی تھی آپ کا دل عشق الہی کے
تیر کا نشانہ بن گیا تھا مگر گذراوقات ملازمت سے کرتے تھے۔

خزنیۃ الاصفیا کے صفحہ ۹۱ میں چند کرامتیں آپ کی مرقوم ہیں ایک باخشکسالی
میں خداوند کریم نے آپ کی دعا سے پانی برسا دیا تھا اور ایک شخص نے آپ پر
بے ادبی سے لکڑی اوٹھائی تھی اسکا ہاتھ شیر نے چاٹ لیا تھا اور ایک عروس
کے ورثانے آپ کے سامنے نکلنے سے بدگمانی کی تھی وہ دیوانی ہو گئی تھی
اور پھر آپ کی دعا سے اصلی و صحیح حالت پر آگئی تھی شیخ محمود تاج قادری
کی وفات ۲۳ ص ۱۱۱ میں بعد عالمگیری ہوئی تھی مادہ رحلت شیخ الاصفیا اور
عاقبت محمود تاج اولیٰ ہے آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان
سے فرماتے اسطرح ظہور میں آتا تھا خزنیۃ الاصفیا کی عبارت طوالت کے
خوف سے قلم انداز کیجاتی ہے مگر چند سطرین بحر و خار کی اسجگہ پر تحریر کیجاتی ہیں
آن خدا نیک عشق را نشانہ حضرت تاج محمود دیوانہ در شاہ آباد
قریب شیخ برہان الدین بود معاش از چاکری کر دی کرامت
اعلانیہ داشت وے بر حجت کافرے جوے خشک از

سمتے بسمتے بزور تصرف روان ساخت۔

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قادری شاہ آبادی کے تصرفات میں ایک یہ امر بھی آجتا تھا چلا جاتا ہے کہ جس شخص کو کتا کاٹ کھائے اور وہ آپ کے مقبرہ کے دروازہ سے نکل کر اس کنوین کو جو مقبرہ کے احاطہ میں ہے جانا کہ آئے وہ بفضلہ گزند دیوانگی سے محفوظ رہتا ہے۔ نقل ہے کہ ایک بار آپ کو ایک کتے نے کاٹ کھایا تھا اور مکار خرم عرصہ تک علاج سے اچھا نہوا اپنے اتنا ناقص گوشت چھری سے کاٹ ڈالا جس کے بعد وہ زخم حکم الہی سے اچھا ہو گیا اس اثنا میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر آج سے کتے کا کاٹا ہو شخص میری درگاہ پر حاضر ہو گا تو انشاء اللہ وہ مرض دیوانگی سے محفوظ رہیگا اور یہ کرامت آپ کو موروثی طور پر اپنے بزرگوں سے ملی تھی۔ حضرت مہدی صاحب کے ملبوسات میں ایک کرتہ تیر کا چلا آتا تھا اور سکا یہ اثر تھا کہ اگر کسی شخص کو کوئی اہم کام پیش آتا اور وہ فوراً اس وقت طے پاتا تو گویا اس شخص کے حق میں یہ فال کامیابی کی بھی ورنہ ناکامی ہوتی مگر افسوس کہ جس شخص کے پاس وہ رکھا تھا اس کی بے ادبی سے جل گیا آپ کا مزار محلہ بذریا میں موجود ہے مقبرہ پر یہ کتبہ نصب ہے

در سال نیک میمون در روز سعادت سن

غوث الزمان مہدی سوسے بہشت شد

۸۰۰ خلیفہ شعیب۔ عبدالملک بادشاہ غازی السلام جلوس

دوسرا شعر بھی اس بیت کے نیچے پتھر پر کندہ ہے مگر حرف گر گئے ہیں پڑھانہیں جاتا مگر ایک مصرعہ پڑھنے میں آیا ہوا اور وہ یہ ہے مہجور ام تازہ بتا بخ سعید۔

راہم سے ایک استباز انسان نے بیان کیا ہے کہ آپ کے مزار سے فوض
اور مراقبہ کیسے انوار مشاہدہ میں آئے ہیں آپ کی خانقاہ کے لیے معافیان گئی
تھیں بعض اسناد آج تک موجود ہیں اور بعض امتداد زمانہ سے ضائع ہو گئی
ہیں ثبوت کی غرض سے ایک سند معافی موضع کی جو سرکار بدایون میں دو موضع
یعنی موضع بچولا اور موضع المیادے گئے تھے یہاں پر درج کی جاتی ہے۔

نقل سند معافی بنا بر مصارف در گاہ

ہو لغنی

شیخ محمد مہدی قادری



چون حقیقت استحقاق و کثرت اخراجات فقر اور گاہ غوث اقلیدز
قطب الدارین بطور پیوست لہذا موضع المیادے کے کا خاص علم پر گنہ مہر آباد سرکار
بدایون من ابتدا کے فصلی حضرت سید اللہ دروہ نذر در گاہ مقرر نموده شد
باید کہ فقر اور گاہ حاصلات آنرا فصل فصل سال بسال صرف مایحتاج خود ہا
نمودہ بدعا دوام دولت ابد مدت اشتغال مینمودہ باشند تحریر فی السانیخ
بست و دوم شہر رمضان المبارک ۱۲۵۲ جلوس معلی

اب آپ کے مقبرہ اور باغ کی چار دیواری شکستہ حالت میں ہے احاطہ کا
رقبہ کئی بیگہ کا ہے جسکے اندر خانقاہ و نچتہ کنواں اور پر قضا باغ نصب تھا مگر
وہ بہت خستہ و خراب ہو رہا ہے جاگیر میں جاتی زمین اولاد نے علم ہو گئی اور
کوئی ذمی مقدم شخص ادھر متوجہ نہوا سلیہ اسکی آبادی و دیواریں بہت

ہو گئی شیخ مہدی صاحب کے والد ماجد شیخ کبیر بالا پیر صاحب کو جو مقبولان الہی سے تھے نواب بہادر خان اپنی جاگیر واقع قنوج میں لائے تھے اور بڑے اعزاز سے رکھا تھا جب شیخ کبیر صاحب کا قنوج میں انتقال ہو گیا تو نواب صاحب موصوف کے عہد میں اذکار مقبرہ بنوایا چنانچہ اوسپر کتبہ آج تک ایسا درخان کے نام اور انکے عہد میں تعمیر ہو نیکا لگا ہوا ہے اسکے بعد جب فی ایسا درخان نے شاہ جہانپور آباد کیا تو شیخ کبیر صاحب مرحوم کے برادر محمد واصل صاحب کو شاہ جہانپور لائے اور اپنی صاحبزادی انکے عقد میں دی اسی طرح نواب دلیر خان نے جب شاہ آباد آباد کیا تو حضرت شیخ کبیر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ شیخ محمد مہدی صاحب کو بیکمال تعظیم شاہ آباد لائے اور محلہ بذریا میں بسایا اور موضع جوگی پور و موضع کنھ پور جو اسی محلہ کے متصل واقع تھے آپکی معافی میں دیے آپکی اولاد و خلیفہ بھی صاحب عظمت اور خدا پرست ہوئے ہیں۔

شیخ محمد مہدی صاحب کی وفات ۱۱۸۷ھ میں واقع ہوئی سنہ وفات کتبہ مذکورہ بالا میں منقوش ہے راقم نے بھی از روئے حساب دو ماہے تاریخ تکالیف میں پہلا مادہ اس مصرعہ میں ہے

مہدی جہان شیخ مہدی

اور دوسرے تاریخ مصرعہ کو اس قطعہ میں منظوم کیا ہے

ازدہر ہرقت سوئے جنت	مقبول جناب پاک احدی
از بہر وصال کو مظفر	ہادی زمان شیخ مہدی
۱۰	۸۴

خلافت

علاوہ ہزار ہا مریدین کے آپ کے چند خلیفہ نہایت نامور اور صاحبِ تقہ س تھے انہیں بعض عالی مراتب گذرے ہیں مثلاً آپ کے بھتیجے برہان الدین صاحب جو آپ کے خلیفہ بھی تھے جنکے کمالات و کرامات ضمننا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس نمبر میں خلیفہ شعیب بہت مشہور تھے انھیں کے انتظام سے کتبہ درگاہ پر نصب ہوا ہے اور اکثر امور خانقاہ و دیگر معاملات صاحبزادگان کے انکے ہاتھوں انجام پاتے تھے چنانچہ جلال خان کمال خان و چاند خان و تاج خان وغیرہ گلیانی نے پندرہ بسوات زمیندار سی موضع طاہر پور پر گنہ کانٹ سرکار بدایون کے جو شیخ ہدایت اللہ صاحب قادری کے ہاتھ فروخت کیے تھے وہ آپ ہی کے وریعہ - مے ہوئے تھے اور اسکا بیعتنامہ ۷ رجب سن۱۰۰۰ھ کو تحریر ہوا ہے اس میں خلیفہ صاحب موصوف کا حوالہ لکھا ہوا ہے اور قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ثبت ہے پچیس خلفا خانقاہ میں حاضر رہتے تھے جنکے نام دو سو پچاس بیگہ راضی بھی معاف تھی اونکے ناموں کی فہرست یہ ہے۔

خلیفہ عبد الملک	خلیفہ عثمان	خلیفہ شعیب	خلیفہ اسحاق	خلیفہ عمر
خلیفہ یوسف	خلیفہ عرفی	خلیفہ گل	خلیفہ پائیدہ	خلیفہ خان
خلیفہ محبت	خلیفہ عزیز	خلیفہ امداد	خلیفہ خداداد	خلیفہ الیاس
خلیفہ احمد	خلیفہ شریف	خلیفہ حاجی	خلیفہ محمود	خلیفہ حسین
خلیفہ خوندار	خلیفہ لنگر خوندار	خلیفہ خوندار	خلیفہ راجی	خلیفہ جمبہ

نقل پروانہ بنام خلفائے شیخ محمد مہدی

قاضی علی قند منجانب مارت پناہ دلیر خان بہادر از قرار تاریخ ۲۷ محرم سنہ ۱۲۹۵ھ
 سنہ متصدیان مہات حال و استقبال پر گنہ ساڈی محلہ سرکار خیر آباد بہتہ
 چون موازی دوصد و پنجاہ بیگلہ از محال مسطور بموجب اسناد حکام سابق مفصلہ ضمن
 در وجہ مد معاش فقرا و خلفائے شیخ محمد مہدی قادری مقررہ است در نیولا اینجا نب
 نیز بدستور سابق حسب ضمن مقررہ وسلم دشتیم باید کہ ہیج وجہ مزاحم احوال بن جماعت
 بعالت اراضی مسطور نشدہ و اگر اند کہ بخاطر جمع حاصلاتش فصل فصل سان سال
 صرف مایحتاج خود بایمنودہ باشند و بدعا و دولت دوام ابد مدت اشتغال نمایند
 در نیاب تاکید و اند تقریر فی التایخ شہر صدر سنہ الیہ
 مقررہ شہر ضمن عی اسامی مقررہ اراضی لما گہ موازی دوصد و پنجاہ بیگلہ
 اراضی بکر الی بنجر افتادہ۔
 تفصیل اسماء خلفائے مذکور الصدر

اولاد حضرت محمد مہدی صاحب تادری

آپ کے تین فرزند تھے جنکے نام نامی یہ ہیں شیخ منور صاحب شیخ
 مراد صاحب شیخ ہدایت اللہ صاحب راقم نے آپ کی اولاد
 کا شجرہ بڑی تحقیق و جانکاہی سے مرتب کیا ہے اور اس خاندان کے مستند
 کاغذات سے مدد لی ہے۔

تجره محمد صمدی صاحب

شیخ محمد مراد صاحب
 شیخ هدایت الله و شیخ محمد حسن
 شیخ منصور رضا
 لا ولد

لا ولد

عبد الله

شیخ عبد الرحمن صاحب
 مولی غلام علی محمد
 لا ولد

دختر
 یوسف علی قادری
 لا ولد

عبد المزیق عبد القادر
 لا ولد

دختر
 کفایت علی
 لا ولد

عبد الرسول صاحب
 جلال احمد صاحب

عبد الوهید
 لا ولد

عبد الوهید
 لا ولد

عبد الوهید
 لا ولد

عبد الوهید
 لا ولد

عبد الوهید
 لا ولد

شیخ هدایت الله و شیخ برکات صاحب
 لا ولد

شیخ هدایت الله و شیخ برکات صاحب
 لا ولد

شیخ هدایت الله و شیخ برکات صاحب
 لا ولد

شیخ هدایت الله و شیخ برکات صاحب
 لا ولد

شیخ هدایت الله و شیخ برکات صاحب
 لا ولد

شیخ هدایت الله و شیخ برکات صاحب
 لا ولد

سفت عیالان - سکتا عیالان - محفوظ عیالان
 محفوظ عیالان و عیالان عیالان
 عیالان عیالان عیالان عیالان

عیالان عیالان عیالان عیالان
 عیالان عیالان عیالان عیالان

شیخ منور صاحب کے حالات اور انکی اولاد کا تذکرہ کسی کاغذات میں نہیں ملا اور نہ انکی اولاد کا نام ترکہ وغیرہ کی تقسیم میں آیا اس سے آپ کا اولاد ہونا ثابت ہے۔

شیخ محمد مراد صاحب آپ کی زندگی میں ایک واقعہ پیش آیا ہے جس کا محضر موجود ہے اس میں تحریر ہے کہ حقایق آگاہ معرفت دستگاہ شیخ محمد مراد صاحب ایک مرتبہ اپنی معافی کے اسناد جو چار سو بیگہ اراضی انکو بطور مدد معاش کے موضع عمرو پور و کوہ پیر گنہ ساندھی کے متعلق ملی تھی بادشاہی متصدیوں کے دکن لائیکسٹن سے فتوح سے ساندھی کو لائے تھے اور وہ اسناد جنہر بادشاہی عاملوں وغیرہ کی مہرین پڑی ہوئی ہیں آپ کے کپڑوں میں رکھی تھیں رات کو آپ نے موضع عمرو پور میں قیام کیا تھا ناگمان اس اطراف کے گنوار آئے اور اس موضع میں ڈاکہ ڈالا اور مال و متاع اس گانوں کا لوٹ لیا خلیفہ صاحب کے کپڑے وغیرہ بھی جس میں وہ سندیں رکھی ہوئی تھیں لوٹ لیکئے اور آپ کو بھی تلوار سے زخمی کیا یہ محضر فتوح میں تحریر ہوا ہے اسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ہے اور انھوں نے اس کاغذ کی تصدیق کی ہے اسکے ماسوا عبد الرحمن شاہ محمد جلال شامری بھوانی سہاے کی مہرین بھی شہادت کے متعلق ثبت ہیں آپکی اولاد کا نام بھی کسی ترکہ کے کاغذات میں نہیں دیکھنے میں آیا اس سے آپ کا انتقال کرنا اور اولاد ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب آپ حضرت مہدی صاحب قادری کے تیسرے صاحبزادہ تھے آپ ہی سے اس خاندان کا سلسلہ

چلا ہے اور ذی اولاد ہو کے ہیں ان چہرہ فرزندوں کے نام بعد انتقال محمد ہمدانی
مرحوم کے نواب دلیر خان نے بجالی جاگیر کی سند تحریر کی ہے اور وہ اصلی سند
راقم کے پاس موجود ہے جسکی نقل مجنبہ لکھی جاتی ہے۔

نقل سند نواب دلیر خان بنام فرزند ان حضرت شیخ

محمد ہمدی قادری قدس اللہ سرہ العزیز

ہو المعز

جلال اشد روزگار اچھو صبیح
دلیر خان شاہ الطاف شاہ عالمگیر
متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بغایت
امیدوار ہوئے بداند چون موضع جوگی پور و کھنڈ پور
کہ دروہہ نذر و وطن مغفرت پناہ شیخ محمد ہمدی مقرر ہوئے من
ابتداء فصل خیریت لوی سل ستمہ فضلی بشرافت و حقایق آکا بان نتیجۃ الکرام شیخ
محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ منظور پسران آن مرحوم بجا داشتہ شد باید کہ بتعلق
و تصرف ایشان و اگر اندک بخاطر جمع بدستور سابق حاصلات آنرا صرف
معیشت خود نموده در شاہ آباد سکونت داشتہ باشند و خانہ و زمین زرعی کا ز سابق
در ان موضع بتعلق کسے باشد حقایق آکا بان از انہما مزاحم نشوند کہ ہر کدام بعمل و
دخل خود داشتہ باشد در نیاب تا کید و اند تہمیرانی التاریخ ہفت ہم شہر
رمضان المبارک شنبہ ہجری۔

جانب پشت

ملاحظہ نمایند۔ بتاریخ ۷ اشہر رمضان ۸۰۳ھ داخل سیما بہ حضور ہر دو موضع بمقام
 پروانہ فضیلت پناہ پیر خان جیو از ابتدا کے فضل و کرم لوی سل
 ۸۰۳ھ فضلی بحال دہشتہ شد مواضعات۔

حافظ محمد
 بن محمد صدیق

ملاحظہ نمایند۔ مقررہ دیہات دروچہ نذر و وطن باسم محمد مراد وغیرہ پسران مفت
 پناہ شیخ محمد مدی من ابتدا کے فضل و کرم ۸۰۳ھ مقرر شد تعلق کسان آنها و الذا
 شرح دستخط والا پناہ خواجہ ماچند دیوان آنکہ حسب الامر بموجب پروانگی فضیلت
 پناہ پیر خان من ابتدا کے فضل و کرم لوی سل پروانہ تسلی نمایند۔

مالہ
 حاصل زر مال
 آنرود
 سالہ
 للہ

جوگی پور تہ شاہ آباد		کنہر پور تہ شاہ آباد	
حاصل	آنرود	حاصل	آنرود
للہ	معہ	معہ	معہ

نقل فرمان عالمگیر بادشاه بنام شیخ هدایت الله صاحب دای

چون بغرض مقدس معسے رسید که بموجب اسناد حکام موضع کفر پور و جوگی پور علمه
پیر گنه پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبه اوده در وجه مدد معاش و صرف مایحتاج
و بجهت سکونت و آبادی و سرای و باغ و حوض و چاه و خانقاه و مستحق
و معارف آگاه عارف بالله شیخ هدایت الله مقرر است و مشار الیه
مواضع مذکور در بستر اقا قبض و متصرف التماس فرمان عالیشان وارد لهذا
حکم جهان مطلع عالم مطیع صادر شد که مواضع مذکور در بستر در وجه صرف
مایحتاج و برای سکونت و آبادانی و سرای و باغ و حوض و چاه و خانقاه با حسب
الضمین مقرر باشد که بدستور سابق بشرط قبض و تصرف بخاطر جمع در انعموره آباد بوده
و حاصلات آنرا صرف مایحتاج خود نموده بدعا و بقا دولت ابد مدت مؤظفیت
مینموده باشند می باید که حکام و عمال و جاگیر داران و کوریان حال و مستقبل انکیم
والا را مستمر دانسته مواضع مسطور در بستر را بتصرف او باز گذارند اصلا و
مطلقا تغیر و تبدیل بدان راه بدهند و بعلت مالوجبات و اخراجات مثل بیکار و
شیکار و مقدمی و قاتونگونی و ضبط هر ساله و کل تکالیف دیوانی و مطالبات
سلطانی مزاحم نشوند و در نیاب هر ساله سند مجدد نه طلبند بتلخیص پنجم شهر صفر سنه ۱۰۲۰

جانب پشت

شرح یادداشت واقعه بتاریخ روز چهارشنبه یازدهم شهر شوال سنه ۱۰۲۰ جلوس والا

موافق سنہ ہجری مطابق مہر الی بر سالہ سیادت و نقابت پناہ شرافت و نجابت
 و تنگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفہ الہی صدر رفیع القدر رضویان
 و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان در گاہ خلایق پناہ حسام الدین حسین قلمی میگردد
 کہ بغرض مقدس مکمل رسید کہ بموجب اسناد و حکام موضع کنھر پور و جوگی پور عملہ پر گنہ
 پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ اودہ در وجہ مدد معاش و صرف مایحتاج و کسبت
 سکونت و آبادانی و بلغ و حوض و چاہ و خانقاہ حقایق و معارف آگاہ عارف باشد
 شیخ ہدایت اللہ مقرر است و مشار الیہ مواضع ان مذکور در بست راقابض و متصرف
 التماس فرمان والا نشان دار و حکم جہا منطلق عالم مطیع صادر شد کہ مواضع ان مسطور
 در بست را بہستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و صرف مایحتاج
 و ہجرت سکونت و آبادانی و سراے و بلغ و چاہ و حوض و خانقاہ با و مرحمت فرمودیم
 اگر در محل دیگر چہرے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند واقعہ ہم شوال سنہ جلوس الہی
 مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد شرح بخط سیادت و نقابت پناہ شرافت و
 نجابت و تنگاہ صدر رفیع القدر رضویان آنکہ داخل واقعہ نمایند شرح بخط واقعہ
 نویسی مطابق و قہست شرح بخط موتمن الدولت العلیہ معتمد سلطنت البیہ عمدہ و در
 رفیع الشان زبده خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک مال ناہج مناج دولت
 اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان
 ہجرتہ الملک مدار المہام آنکہ بغرض مکرر رساند شرح بخط قابل التبریت لایق الاحسان
 لطف اللہ خان آنکہ سیوم شہر محرم الحرام سنہ جلوس مینت مانوس
 مکرر بغرض مقدس رسید شرح بخط خان شجاعت نشان ہجرتہ الملک ارلہام

آنکہ فرمان عالیشان قلمی نماید۔

موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع



اس فرمان کے چہ سات برس کے بعد ایک سند بھی عاملان شاہی اس معافی کی تحریر کی جسکی نقل
ابھی حاشیہ پر درج ہے۔

نقل سند معافی منجانباً شاه عالمگیر بنام پیرزاده شیخ هدایت الله
عز و شیخ مصلحتی دری این شیخ محمد مهدی صاحب دای

عالم گیر شایسته
خیر اندیش خان

هوالمعز

متصدیان مهمات پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبه اوده بدست
چون بموجب اسناد حکام موضع کنه پور و جوگی پور علیه پرگنه مذکور در وجه
معاش حقایق و معارف آگاه حق شناس حقیقت اساس شیخ هدایت الله مقرر است
و مشار الیه مواضع مذکور را قابض متصرف باید که مواضعان در بست مسطور
را بدستور سابق در وجه مد معاش تبصر موی الیه و اگر از آنکه حاصلات انرا صرف
معیشت خود نموده بدعا گوئی از دیاد عمر و دولت ابد مدت مشغول باشند
بتایخ شهر جادی الاولی علیه جلوس والا تحریر یافت

جانب پشت

مقرر ضمن مد معاش صرف مایحتاج سکونت آبادانی و سرای و بلغ و چاه و خاقله و
حوض حقایق و معارف آگاه حق شناس حقیقت اساس شیخ هدایت الله موضع کنه پور
و جوگی پور من اعمال پرگنه پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبه اوده

جوگی پور - موضع

کنه پور - موضع

بتایخ ۲۵ جادی الاول علیه نقل بدفتر تصور شد - بتایخ ۲۹ جادی الاول علیه نقل بدفتر شد

شیخ ہدایت اللہ صاحب موصوف اپنے والد محمد مدی صاحب کے بزرگانہ اوصاف سے متصف تھے آپ کی بزرگی و زہد تقدس کا شہرہ عام تھا چنانچہ بادشاہ عالمگیر نے بھی آپ کی مشیخت کا لحاظ کر کے فرمان میں عظمت و آب لفاظ سے مخاطب کیا ہے اور آپ کے چھ فرزند تھے جن میں بعض ابراہیم وقت ہوئے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

پہلے صاحبزادہ شیخ عبد الرحمن صاحب تھے انکے دولڑکے شیخ غلام علی اور شیخ محمد علی ہوئے ہیں ایک کاغذ میں غلام محی الدین عرف لالہ میان آپ کی ولدیت میں لکھے ہوئے ہیں مگر انکا نام ان کاغذات میں جو اس خاندان میں باہمی طور پر حقیقت کے متعلق تحریر ہوئے ہیں نہیں ملتا ممکن ہے کہ یہ پیشتر مفتقد و انجبر ہوں اور پھر واپس آئے ہوں اسلئے آخر عمر میں انکا نام کاغذ میں درج ہوا ہو لیکن انکی پیرزادگی اور قنوج کی جاگیر میں شرکت ثابت ہے لالہ میان مذکور کے تین بیٹے قادر علی میان - یوسف علی میان - ناصر علی میان تھے یوسف علی کا چنا رکھ میں لا ولد فوت ہونا تحریر ہے قادر علی کی اولاد دختر تھی اور ناصر علی کے لڑکے کا نام کفایت علی لکھا ہوا ہے۔

شیخ غلام علی صاحب لا ولد رہے اور شیخ محمد علی صاحب کی اولاد دختر تھی کوئی لڑکا نہ تھا چنانچہ گھر کا چراغ روشن کرتا۔

شیخ عبد الرحمن صاحب کا جلد انتقال کرنا کاغذات سے واضح ہوتا ہے کیونکہ انکے ترکہ پر بجائے انکے لڑکوں کا نام دیکھا جاتا ہے۔

دوسرے صاحبزادہ شیخ عبد الرسول صاحب تھے انھیں کے لڑکے

شیخ عبد الواحد صاحب تھے اور انکے فرزند عبد الروف صاحب عبد الغفور صاحب تھے اور شیخ عبد الروف صاحب کے دو بیٹے ایک عبد الباسط عرف فقیرن میان اور دوسرے شیخ محمد صالح عرف پیرن میان ہوئے ہیں پیرن میان کے امیر علی میان اور امیر علی میان کے بیٹے مقصود علی میان صاحب تھے جنکو راقم نے لڑکپن میں دیکھا ہے نیک اور خلیق انسان تھے انکے بشرہ سے بھولا پن اور نیکی جتنی اور اثبات پائی جاتی تھی۔ انکے چار لڑکے ہوئے انہیں منو میان معصوم علی میان جو انمرگ انتقال کر گئے اور ممتاز علی میان اور اعتماد علی میان بقید حیات ہیں مقصود علی میان صاحب مرحوم کی اولاد میں بھی سرشتی طور پر سادگی کے آثار اس قسم کے پائے جاتے ہیں جس سے موروثی بزرگی کا پتہ چلتا ہے مگر فرس کہ خاندانی علم سے خالی ہیں۔

شیخ عبد الغفور صاحب نے لا ولد ہونیکلی وجہ سے اپنی ملکیت کا تملیک نامہ اپنے بھائی شیخ عبد الروف صاحب کے نام ۹۴۰ھ میں تحریر کر دیا تھا۔ تیسرے صاحبزادہ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکار بیٹا صاحب تھے وہ بھی لا ولد رہے انھوں نے ایک چیلہ مسمی محمد روشن کو پرورش کر کے متنبہ کیا تھا لیکر اسکے بھی اولاد نہوئی۔

چوتھے صاحبزادہ محمد زاہد صاحب تھے تقدیری بات ہے کہ وہ بھی لا ولد رہے۔

پانچویں صاحبزادہ شیخ میان داد صاحب تھے انکے ایک بیٹے موسومہ بہ محمد فاضل کا غذات میں لکھے ہوئے ہیں مگر کاغذ کے شکست

ہو جانے سے نام صاف پڑھا نہیں جاتا اور کجا جلد انتقال کر جانا اس بات سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ انکی ہر دو بہنیں مسماۃ نورانی بیگم اور بادشاہ بیگم اپنے والد میان داد صاحب کے کل ترکہ کی مالک ہوئیں اور ان دونوں صاحبزادیوں نے اپنی ملکیت اپنے ورثا کو دیدی تھی پہلے نورانی بیگم نے اپنے فرزندان مسیمان فتح علیخان اور حسن علیخان کو جائداد لکھی لیکن اسکے ساتھ عنایت علیخان کے بیٹے رستم علیخان کو بھی جو ادکا پوتا تھا جائداد کا حصہ دیا اور بہن کی تقلید کے بموجب مسماۃ بادشاہ بیگم نے اپنا نصف حصہ انھیں دونوں بھانجوں کو ہبہ کر دیا مگر اپنے بھانجے عنایت علیخان متونی کے بیٹے رستم علیخان کو حسب تقسیم اپنی بہن کے حصہ نہیں دیا۔ فتح علیخان کے بیٹے شجاعت علیخان کسی لڑائی میں مارے گئے انکی ایک لڑکی تھی۔ اور عنایت علیخان بھی کسی جنگ میں کام آئے انکی اولاد میں صاحب علیخان تھے جسے اولاد دختر می تھی۔

حسن علیخان ایک پہلوان اور شہ زور شخص تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرمانرواے اودہ کے یہاں پانچ روپیہ پاتے تھے انکی اولاد میں ایک بیٹے امیر علیخان اور دو بیٹیاں تھیں ایک بیٹی مسماۃ تارن بی بی احمد علیخان سلیمانی کو منسوب تھیں جنکے بطن سے حافظ غلام علیخان خادم احمد علیخان منصب علیخان اور ایک دختر مسماۃ برکت بی بی تین اولاد میں پیدا ہوئی تھیں اور دوسری بیٹی عظیم خان بازیخیل کو منسوب تھیں جو لا ولد رہیں۔ امیر علیخان کے بیٹے یعقوب علیخان تھے جنکی اولاد میں صفت علیخان و محفوظ علیخان وغیرہ ہیں۔

چھٹے صاحبزادہ شیخ عبدالستار صاحب تھے انکے دو لڑکے

اور دو لڑکیاں تھیں بڑے بیٹے عبد الرزاق جسے وہ ناخوش تھے اور انکو عاق بھی کر دیا تھا عبد الرزاق مذکور لا ولد رہے اور لڑکھارے گئے جنکا قصہ آگے لکھا جائیگا۔ اور دوسرے بیٹے عبد الغفار بھی لا ولد رہے۔

شیخ عبد الستار صاحب کی ملکیت کی انکی صاحبزادی والدہ عبد الرؤف جو شیخ عبد الرسول صاحب مذکورہ بالا کے فرزند شیخ عبد الواحد صاحب اور حمزاؤ کو بیابہ تھیں مالک ہوئیں انکے بعد عبد الرؤف انکے فرزند اپنے نانا عبد الستار صاحب کی املاک پر قابض ہوئے کیونکہ انکے مامون عبد الرزاق جو ان لڑائی میں مارے گئے جنکی بیوہ زوجہ کے بھتیجے سنجہ خان اور عبد الرؤف صاحب سے بابت ترکہ کے بہت دن جھگڑا رہا آخر میں عبد الرؤف صاحب حقیقت کا مکیاب ہوئے اور یہ داد ہالی اور نانہالی دونوں طرف سے مہدی صاحب کی اولاد میں تھے انکی اولاد کا تذکرہ عبد الرسول صاحب کی اولاد میں مفصل بیان ہو چکا ہے ہدایت اللہ صاحب کی اولاد میں ایک صاحب عبد ہادی صاحب ہیں جنکا نام کاغذات معافی میں درج ہے مگر ولدیت تحریر ہوئی ہے یہ پتہ نہ چلا کہ اپنی پوتہ ہیں یا نواسہ ہیں مگر انکا انتقال جلد ہوا ہے کیونکہ انکی بیوہ کا نام کاغذ وین تحریر ہے اب شیخ مہدی صاحب کی ان چھ پوتوں کی نسل میں پسران مقصود علی میا حضرت اولاد نرینیہ ہیں اور فرزندان یعقوب علیخان اولاد ختری میں ہیں

ان حضرات پیرزادگان کے کاغذات میں دو شجرہ دستیاب ہوئے ایک تو ہندو بست سرکاری یا کسی مقدمہ میں مرتب کیلئے ہے اور دوسرا حافظ علامہ علیانصاحب نے جنگلو اس خاندان سے ذاتی تعلق ہوئی ہے پوری وقفیت اور ایکسو

برس سے زائد عمر اور اسکے ساتھ اچھی یادداشت اور وسیع معلومات تھی لکھایا ہی
 لیکن ان ہردو شجروں میں بعض باتوں میں اختلاف ہے اس لیے ہم نے پرانے کاغذات
 سے شجرہ کی صحت کر دی اور جو یادداشت کی بنا پر شجرے لکھے گئے ہیں ان پر پرانے
 کاغذات کو مقدم و مستند سمجھا۔ ان جن امور کا پتہ دستاویزات سے نہیں چلا
 وہ ان دونوں شجروں سے لکھا ہے مثلاً شیخ غلام علی صاحب کا لا ولد فوت ہونا ان
 ہردو شجر و نمین سہوایہ لکھ گیا ہے کہ مدی صاحب کے صاحبزادہ نمین ایک صاحبزادہ
 غلام رسول صاحب تھے حالانکہ اس نام کے کوئی صاحبزادہ نمین گذرے بلکہ
 عبدالرسول صاحب تھے مگر وہ بھی فرزند نمین بلکہ پوتے تھے راقم نے جن کاغذات
 سے یہ شجرہ ترتیب دیا ہے وہ عبد شاہی کے مستند کاغذات مثل پروانجات
 اور اسناد جاگیرات و دیگر دستاویزات ہیں جو باہمی معاملات میں تحریر ہوئی ہیں
 ابھی تقسیم جائداد میں جملہ خاندانی حقداروں کے نام قسمت نامہ لکھا گیا ہے
 ابھی کسی جھگڑے میں کوئی صورت حال لکھی گئی ہے جن پر قاضی وقت اور باشندگان
 شاہ آباد کی بیسیوں مہرین پڑی ہوئی ہیں یہ کاغذات تعداد میں چالیس سے زیادہ
 جملہ دستیاب ہوئے اور کمال غور و تحقیق و جانفشانی سے رشتہ اور ناتونکا سلسلہ
 صحیح کر کے شجرہ لکھا اس لیے کہ اس خاندان میں بڑے صاحب نسبت اور باخدا
 بزرگ گذرے ہیں انکی اولاد میں کوئی صاحب باقی نہ رہا ہیں اور جو اختلاف
 و گنجلک تھی اسکو بحث کر کے صراحتاً صاف کر دیا اور حتی الامکان کوئی دقیقہ
 فرو گذاشت نہیں کیا گیا۔

شجرہ کے بعد آپ کی اولاد کے نام بعض کاغذات سے یا انکی زندگی کے کچھ

واقعات معلوم ہوئے ہیں انکا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔
 دو موضع انکے نام بادشاہ دہلی کی طرف سے جو موروثی تھے انکے نام معاف تھے
 چنانچہ اسکی سند بھی درج ذیل ہے۔
نقل سند شیخ عبد الستار جیو

شاہزادہ رفیع
 ۱۲۱۳ھ ۱۲۱۳
 دلاور پور

چون موضع بجولا و موضع المیاتہ کر کا علمہ پر گنہ مہر آباد سرکار
 بدایون دار الخلافہ شاہجہان آباد بموجب اسناد حکام نذر حقایق
 و معارف آگاہ سابق دروجہ مقرر راست بر طبق آن درینولا نیز مواضع ان مذکور
 بدستور سابق از ابتدا سے السہ فصلی مطابق سہمہ جلوس والابجال و اشہ
 کہ جملہ آنر فضل فصل سال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعاے دولت بدین
 اشتغال منمودہ باشند۔ نوزدہم ماہ ربیع الاول ۱۰۵۰ھ

شیخ عبد الستار صاحب بھی عظمت مآب اور ذی توقیر پیر زادہ تھے دو
 بیگہ زمین کا پروانہ نواب کمال الدین خان نے آپکے نام لکھا ہے اور آپکی مقدرت
 کا یہ حال تھا کہ نواب فتح محمد خان اکثر آپ سے قرض منگوا لیا کرتے تھے چنانچہ لکھا
 سات ہزار روپے جو آپ کے بیان سے منگوائے تھے انکے متعلق ایک سید
 موجود ہے جسکی نقل بطور یادگار کے ذیل میں درج کر دی گئی ہے۔

انھوں نے چھٹا حصہ جو اپنی بیوی کے نام لکھا ہے اس میں ملکیت کی تفصیل ہے
 نصف موضع کور باپر گنہ کانٹ۔ موضع فتح پور ناسہ۔ ہفتم پٹی موضع جوگی پور
 بلغ و حصہ علمہ بازار سہ شنبہ۔ جوبلی سکونت چوپال مہر چلوک۔

موضع باقر پور نسولی و فیروز پور و بھداسی و آراضی و محلہ نوآباد واقع قصبہ شاہ آباد
و موضع لچمین پور و موضع جٹھا و دو موضع تریا پرگنہ ساندھی موضع برہای پرگنہ سرہا و لون
یکہزار نو سو اشترنی ستائیس ہزار روپیہ نقد و اجناس سولہ جلد کتب اثاث الہیت
و محمد شعور و اخلاص و شجاول تین نفر غلام پانچ لوڈیان - مہر و رضی ضیا اللہ

نقل پر و نہ مہر نو کمال الدین زاقرا و اقمینخ غرہ رجب حبیب جلوس و الا کہ
متصدیان ہمت حال استقبال پرگنہ شاہ آباد امیر وار بودہ دانند کہ چون حقیقت
استحقاق مشیخت پناہ حقایق و معارف آگاہ شیخ عبدالستار بطور پیوست
بنابر آن موازی و دو صد بیگہ زمین بخر اقادہ خارج جمع لایق زراعت بگز آئی در
وجہ مد و معاش مشیخت پناہ مذکور من ابتدای فصل خریف ۱۰۹۴ فیضی تصدیق
فرق مبارک بنرگان حضرت قادر قدرت حسب الضمن مقرر و مرحمت نمودہ شد
باید کہ اراضی مذکور از ابتدای مرقوم از دیہات پرگنہ پالی کہ در زمینداری و اجارہ
ایہ جانب اند پیمودہ و چاک بستہ بمشار الیہ بدینند کہ مزد و کٹنا بندہ حاصلات
آنرا افضل فصل و سال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعا گوی دوام دولت
ابد و انطبقت اشتغال داشتہ باشند درین باب تاکید دانستہ حسب المسطور

بتاریخ ۱۲ رجب المرجب ۱۰۹۴ھ

بعل آرمہ - (م)

رسید بطور فائضی

معہ مالہ

منکہ شیخ عبدالستار ولد شیخ ہدایت اللہ قادری ایم - چون مبلغ ہفت ہزار دو
صد یازدہ روپیہ ذمہ بر خوردار عبد السبحان متصدی و امین و فوجدار پرگنہ سرہا و کلا

خیر آباد صوبہ اودھ محال جاگیر خان زاد فتح معمر خان تمسک بالضمانی مبلغ
مذکور بہر خود بہ مہر بر خورد اسر کا خانزادہ مغزالیہ نوشتہ دادہ بودیم مبلغ مذکور
تمام و کمال از نزد بر خورد ار عبد السبحان سطور فصول یافتہ اند این چند کلمہ
بطریق فارغ علی نوشتہ دادیم کہ ثانی حال بکار آید تحریر فی التاریخ بہشت و ششم
شہر شوال ۱۲۲۲ھ - عید التتار

شیخ عنایت اللہ صاحب عرف شیخ بھکاری بھی صاحب
تقدیس اور با اثر تھے انکے نام بھی اکثر کاغذات دیکھنے میں آئے ہیں
ایک سند شاہی عامل کی انکو نام حبیب چھپتے مواضعات کی معافی کا
ذکر درج ہو موجود ہے اسکی نقل بطور یادگار کے تحریر کی جاتی تھی۔

نقل سند معافی منجانب عامل بادشاہی نام شیخ عنایت اللہ صاحب قادی

حاجی علی خان متصدیان مہات حال استقبال تعلقات شاہ آباد
پر گنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اودھ بدانند موضع کنھ پور و جوگی پور
معمولہ تعلقات مذکور بوجہ بہشت و شش و پچھ کہ در آبادی و باغات
شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری وغیرہ پیرزادہ ہای از قدیم
الایام مقرب است و از کاغذ حشونہما لہذا بدستور تسلیمی می گردد کہ وہی من
الوجہ بجلت بہنت و حسا و ن کہ از بہری دو ہزار روپیہ تعلق بمواضعات
نہ دارد متعرض و مزاحم نشوند و خلاف معمول لعل نہ آرند زیادہ دین باب
تاکید دانند۔ و از دہم شہر صفر سنہ جلوس ملاحظہ شد۔

ایضاً

۱۱۱۱ ہجری
محمد شاہ بادشاہ غازی
عباد خان فدو

متصدیان حال و استقبال پر گنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف
صوبہ اختر نگر اودھ برانند۔ موضع کنھر پور و جوگی پور علیہ پر گنہ
مذکور و دیگر زمین داری ڈھیلوڑی سردار خان تعلق محال وطن کہ در
آبادی و باغات شیخ عنایت السد عرف شیخ بھکاری و شیخ محمد علی و شیخ
غلام علی پیرزادہ بموجب اسناد پیشین از کاغذ حشونہا است از ابتداء عمل
بندگان عالی بہمہ وجوہ معاف است از مسئلہ فضلی ستور سابق معاف نمودہ
شد باید کہ بوجہی من الوجوہ فراحت نرسانند درین باب قدغن افستہ حسب المسطور
بعل آرند بتاریخ ہفتہ ہم شہر رمضان المبارک ۱۱۱۱ جلوس والا نوشتہ شد۔

ان حضرات کا ظاہری جاہ و احترام بھی بہت تھا بڑے بڑے معاملات
ان کے یہاں سے طے ہوتے تھے چنانچہ عہد شاہی میں جب مسماۃ رکھانے
اپنے شوہر دلچند قوم کا ساتھ کے قتل کرنے کا دعویٰ جسو نت رام وغیرہ پر کیا ہو تو
ان پیرزادگان نے چار ماہ تک ان قاتلان کو تحقیقات کی غرض سے قید رکھا
اور پھر اس عورت نے جب ان مجرموں کی بریت کرائی ہو تو چھوڑا ہوا اس واقعہ کی
صورت حال پر نواب فتح محمد خان اور نواب سعادت خان وغیرہ ارکان شاہ آباد
کے دستخط موجود ہیں۔

ایک بار کسی عامل بادشاہی نے جو نہایت بد مزاج و زمان دراز تھا
شیخ عنایت السد صاحب پیرزادہ کو پالی میں طلب کیا چونکہ آپ قناعت پذیر
و گوشہ نشین تھے ایسے ناقص و ظالم شخص کے پاس نہیں گئے جب وہ شاہ آباد

آیا تو تشدد کیا آپ کی حمیت برداشت کی مقتضی نہ ہوئی اور اسکو قتل کر دیا پھر بادشاہی فوج نے چڑھائی کی اور آپ کے گھر کو لوٹا معتبرین کا بیان ہو کہ پیرزادہ صاحب کی قدرت کا یہ حال تھا کہ ستر ہزار کے گوطہ وغیرہ کے پار چرجات لوٹ میں گئے تھے چنانچہ اس بارہ میں نواب برہان الملک بھادر نے ایک پروانہ نواب محمد خان غظنر جنگ کے نام جو ابالکھا جس میں آپ کے بھتیجے محمد صاحب پیرزادہ کا حوالہ دیا ہو کہ ایک فرد معہ حقیقت معاملہ کے پہونچی آپ کے متوسلون کی رعایت مجھے ہر وقت مد نظر رہتی ہو لہذا عیسیٰ بیگ خان کوتا کیڈا لکھا جاتا ہو کہ جو کچھ مال پیرزادہ کا متفرق ہو گیا ہو وہ فراہم کر کے ان کو دیوے اور جویلی و باغات وغیرہ جو ان پیرزادوں کے ہیں وہ بدستور اُن کے تصرف میں رہیں اور اسکے بعد کوئی امر مخالفت کا نہ کیا جائے اور اہل کاران شاہی اُن پیرزادوں سے کہیں کہ وہ بدل جمعی نام اپنے مسکنوں میں سکونت پذیر ہوں غالباً یہ معاملہ اسی جھگڑے کے بعد پیش آیا ہو اصل نوشتہ کی نقل درج ذیل ہو۔



نقل نوشتہ نواب برہان الملک بھادر بہ نواب محمد خان غظنر جنگ قلمی و لکھی

نواب صاحب مہربان سلامت۔ مفاوضہ بحبت طراز در مقدمہ محمد علی محمد پیرزادہ بابا فرد حقیقت مشارالہما چہ وصول فروختہ مسرت بخش خاطر گردید از آنجا کہ نظر بر عدم جدائیہا مراعات متوسلان آنہر بان ہمہ وقت منظر باشد

معلی



گماشتهای جاگیرداران و کوریان حال استقبال
 پرکنه بھولی سرکار چنان صوبه آباد بدانند - که بموجب فرمان عالی شان بندگان
 حضرت خدیو جهان خداوند زمان باعث امن و امان ظل ظلیل ایزد متعال
 نائب مناب دادار بے همال منظر اتم پروردگار رحمت اعم افزیدگار تقنین
 قوانین جهاندار میسر مهاد کرم گسری خلافت پناه ظل مرقوم مفتاح
 سلسله جلوس مبارک موضع مخدوم پور و غیره در بست من اعمال پرکنه و سرکار
 نذکور از خریف یار سئل برای خرچ فقر و خانقاه در وجه مدو معاش حقایق
 و معارف آگاه شیخ میان واد و غیره دیده و دانسته حسب الضمن مقرر گشته
 باید که مطابق فرمان دالاشان بعل آورده مواضع مسطور را در بست تبصره
 مشار الیها باز گذارند و اصلا مطلقا تغییر و تبدیل بدان راه ندهند و بوجه
 من الوجوه طلب و طمع نه نمایند که حاصل آنرا صرف معیشت نموده بدعای
 بقا دولت ابد طراز اشتغال نمایند و اگر در محل دیگر چیزی اشتباه باشد آنرا
 اعتبار نکنند و دنیا بخت غن دانند بست و ششم شهر ذی الحجه مسکله جلوس قلمی شد (ص)

جانب پشت

مقررہ ضمن در وجه مدو معاش حقایق و معارف آگاہ شیخ میان داد
و غیرہ بموجب فرمان عالی شان عدم مرقوم صدر از پرگنہ بھولی سرکار چنار
صوبہ آلہ آباد از خریف پارس نل -

فردے مزین بصاد خاص مفوض
بہر مصصام الدولہ امیر الہ مر
خاندوران بھادر - منصوبہ جنگ بد فتر
رسید کہ شیخ میان داد و غیرہ بنیرہ
قدقہ العارفین زبدۃ الواسلین
مستحق و کثیر العیال و وابستگان مخرج
خانقاہ و فقرا و صادر و وارد بسیار
دارد و ہمیشہ بیا حق مشغول انداز
فضل و کرم امیدوار است کہ موضع
مخدوم پور عرف آمد با و غیرہ سہ
موضع در بست پرگنہ بھولی سرکار چنار
صوبہ آلہ آباد در وجه مدو معاش این عالم
مرحمت شود بعض اقدس لیسید شرح صدر حکم شد

شیخ
الست
ہفتہ
موضع در بست
مذکور بست و آمد
کبوره
صماہ
صماہ
مخرج خانقاہ فقرا حسب الہ
مخرج خانقاہ فقرا حسب الہ
جمری در بست
مخرج خانقاہ و فقرا
حسبت الہ
ماہ
ماہ

نیرگان حضرت شیخ مہدی صاحب قادری یعنی فرزند ان شیخ ہدایت الد صاحب
 بہت کچھ جاندا و نقدی رکھتے تھے اور شاہ آباد میں بزرگی کیساتھ تمول اور
 خوشحال مشہور تھے پناچہ حضرت شیخ ہدایت الد صاحب مرحوم کے صاحبزادوں
 میں جو بالما و تقسیم ہوئی تھی اسکا قسمت نامہ قاضی فیض الد صاحب کا دستخطی
 موجود ہے جو یہاں نقل کیا جاتا ہے اس کاغذ سے آپ کی حیثیت ظاہری کا پتہ چلتا ہے



قسمت ————— تمامہ

حصہ شیخ عبدالرسول بابت ترک حقایق و معارف آگاہ شیخ ہدایت الد
 مرحوم از اپنے کہ بموجب بتویر شریعت و فضیلت پناہ قاضی فیض الد رضامندی
 و اقرار جمیع وارثان قسمت شدہ۔

دہات زمینداری

دہات مدو معاش

سے موضع

لئے موضع

مواضع دراصل فتحپور نالہ میدہ و دانستہ

۳۳ حال

رعایت شیخ عبدالستار نمودہ شد۔

سے موضع

لئے ۳۳ حال

ہفتہ

وزمین محله را بر قش حصه قسمت نمایند ازان جمله بوالده شیخ عبدالرحمان و شیخ
عبدالرحمان بدهند و تتمه چهار حصه را بر پنج حصه قسمت نموده بهر پنج برادران علی السویه بکسیر

سکرولی علمه پرگنه پانی ^{سے مواضعان} قدما پور و جدی ^{منجملہ پرگنه پانی} اورنگ آباد ^{موضع} بجھن پور ^{موضع}

کنھر پور و جوگی پور ^{موضع} چک پھانی ^{موضع} ہفت سترہ ^{ہفت حصہ ہر حصہ} کور با علمہ پرگنه کانٹ ^{موضع} بجھن پور ^{موضع} جٹھان علمہ پرگنه سانڈی ^{موضع} اورنگ آباد ^{موضع} بجھولی ^{موضع}

فیروز پور و غیرہ ^{باللکھ} میر پور ناگر ^{حاصلہ ۱۰} بہمیر پور ^{موضع} طاہر پور ^{موضع}

میر پور ناگ ^{باللکھ} شیخ عبد الرحمن ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع}

میر پور ناگ ^{باللکھ} شیخ عبد الرحمن ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع}

میر پور ناگ ^{باللکھ} شیخ عبد الرحمن ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع} شیخ عبد اللہ ^{موضع}

سکرولی ^{سے مواضع} قدما پور و جدی ^{مواضعان} چک پھانی ^{موضع}

کنھر پور و جوگی پور ^{مواضعان} چک پھانی ^{موضع}

<p>حصہ شیخ عبدالرسول صاحب</p> <p>دہات مدد معاش دہات زمینداری</p> <p>اورنگ آباد عملہ پرگنہ ساندی از موضع طاہر پور</p> <p>موضع عملہ پرگنہ کانٹ</p> <p>کنہر پور وجوگی پور مع</p> <p>باغ کلاں</p> <p>چک پھانی</p> <p>ہفتم حصہ</p> <p>حصہ شیخ عنایت اللہ</p>	<p>دہات مدد معاش زمینداری</p> <p>والدہ شیخ عبدالرحمان</p> <p>یک حصہ</p> <p>مشاریہ عبدالقادر</p> <p>یک حصہ یک حصہ</p> <p>عبدالرسول عنایت اللہ</p> <p>یک حصہ و برادر یک حصہ</p> <p>میان داد و محمد ابد</p> <p>دو حصہ</p> <p>ہفتہ قسمت بموجب تحریر حضرت قاضی جیو</p> <p>حصہ والدہ شیخ عبدالرحمان</p>
<p>دہات مدد معاش دہات زمینداری</p> <p>موضع سکرولی از دست کنہر پور</p> <p>موضع زمین بیصدی تالاب</p> <p>ہ بیگہ</p> <p>مکان کلبھی</p> <p>موضع</p> <p>معدلاپور</p> <p>ہ بیگہ</p> <p>چک الدب از زمین</p> <p>چک آبادانی</p> <p>کھڑو شتر کی زمین</p> <p>چک بیوم حصہ</p> <p>چک پھانی</p> <p>ہفتم حصہ</p>	<p>دہات مدد معاش دہات زمینداری</p> <p>سکرولی عملہ پرگنہ پالی از موضع بہولی عملہ</p> <p>از دست زمین مع پرگنہ کانٹ -</p> <p>منہالی بیصدی بیگزین</p> <p>موضع</p> <p>چک اشاریہ زمین تالاب کنہر پور وجوگی پور</p> <p>آبادانی و کھڑو شتر کی زمین</p> <p>دست نہ شتر کی زمین</p> <p>چک بیوم حصہ</p> <p>چک پھانی</p> <p>ہفتم حصہ</p>

حصه شیخ عبدالرحمان
 دہات مدد معاش دہات زمینداری
 سکروی عملہ در موضع میر پور عملہ
 پرگنہ پالی از درست پرگنہ کانٹ -
 زمین سید کنھ پور و جوگی پور
 وسی بیگہ چکالہ معہ باغ کلان
 عبدالرحمان واقع
 نمودہ -
 زمینداری آبادانی
 یوم حصہ
 چک پھانی
 ہفتم حصہ

حصہ شیخ میان داد محمد زراہد
 دہات مدد معاش دہات زمینداری
 موضع کور ہا عملہ
 مواضع کانٹ -
 مشارالہ معہ باغ کلان
 ہفتم حصہ
 چک پھانی
 دو حصہ
 مشارالہ ہفتم حصہ
 ہفتم حصہ
 تحریر دوازدهم شہر ذی الحجہ ۱۲۵۹ھ

حصہ شیخ عبدالشار

دہات مدد معاش دہات زمینداری
 بھن پور کنھ پور در موضع کور ہا عملہ
 موضع دجلی پرگنہ کانٹ
 چک پھانی معہ باغ کلان
 ہفتم حصہ

شیخ غلام علی صاحب و محمد علی صاحب و عبدالواحد صاحب
و عبدالرؤف صاحب یہ حضرات پوتون بین تھے جملہ نیک اطوار اہل سنت
اور صاحب جائیداد تھے اکثر انکے نام بجالی جاگیر کے اسناد موجود ہیں کیونکہ وقتاً
ذوقاً حکام وقت نے جو شاہان ہلی کی طرف سے مامور تھے انکی ملکوت اور محنت جو
آرامیوں کی سندیں لکھی ہیں اور اب تک موجود ہیں چنانچہ عیسی بیگ خان نے
سیدنا صاحب محمد شاہ بادشاہ ۵۰۰ رجب الثانی ۱۰۳۰ھ مطابق ۱۶۲۱ء فصلی
کو جوگی پور و کنھوپور کی سند بموجب کاغذات سابق غلام علی صاحب وغیرہ کے
تام لکھی ہو اور ۹ رذی الحجہ ۱۰۳۰ھ مطابق ۱۶۲۱ء فصلی کو چار قطعہ چلوک کی
سند بنام شیخ عنایت اللہ صاحب منور خان بن جانب احمد شاہ بادشاہ تحریر کی ہو
کل اسناد کی نقل موجب طوالت ہے صرف ثبوت کیلئے ایک سند کی نقل لکھنا
کافی سمجھا جاتا ہو۔

نقل سند

مہر صدر خان
بکیم خان ولد
متصدیان حال و استقبال پرگنہ پالی و تعلقات شاہ آباد سرکار
خیر آباد صوبہ اخترنگرا و دھ بداند۔ چون موضع جوگی پور و کنھوپور
و چند قطعات زمین دیگر آزادادی باغات از قدیم امام از حضور حضرت
خدایگان و نائبان صوبہ خصوص از اعمال نواب وزیر الممالک بہادر مرحوم
بنام شیخ عنایت اللہ و برادر زادگان شیخ محمد علی و غلام علی
و شیخ عبدالرؤف و شیخ عبدالغفور و بیوہ ہامی شیخ عبدالہادی
باشیخ جدہ صاحبہ نیز زادگان مقرر است لہذا نگاشتہ میر و دکہ بدین پروانہ

سابق بنام مشار الیحا کذا زنده و بوجہ من الوجہ مزاحمت فرساختند و ریناب تاکید
ایکد دانستہ حسب المسطور عمل آرد۔ بہت بخیر شہر رجب المرجب ستہ جلوس
نوشته شد۔

احتمالات

مفتاح التواریخ مصنفہ طاس لیم صاحب مطبوعہ نشی نول کشور صاحب کے
دیکھنے سے ایک عجیب مغالطہ پیدا ہوا تا تاریخ مذکور میں تقریر ہو کہ حضرت شیخ
محمد مہدی صاحب قنوج میں اپنے والد شیخ کبیر بالا صاحب کی درگاہ کے متصل
دفن ہیں اور ان کا انتقال ۶ محرم ۱۱۰۰ ہجری میں واقع ہوا ہو ان کے مزار پر
بھی عالیشان گنبد بنا ہوا ہو ان کے روضہ کے اندر ان کے دو فرزند ذکی قبرین
موجود ہیں اور گنبد کے دروازے پر یہ عبارت منع تاریخ کے تحریر ہو۔

عبارت

این گنبد عالی و قبہ متعالی در عهد سلطنت خرد دین پناہ ابو المظفر محی الدین
محمد اورنگ زیب بادشاہ غازی تعمیر یافت۔ تاریخ وفات حضرت شیخ مہدی
بن شیخ کبیر بالا پیر بن شیخ قاسم قادری۔

قطعہ تاریخ

ہزار بود و ہشتاد و ہشت از ہجرت گذشت شانزدہم روز از محرم ماہ
شب شنبہ و ہنگام صبحم نوہ کہ آن محمد مہدی سپردہ جان بالا
این قبہ پر نور و گنبد با تجلی طور مضجع پاک و مرقد عطرناک قطب کتابانی سلیمانی
قادری قدس سرارہ در ۱۱۰۰ ہجری تعمیر شد فقط۔

کتاب مذکور کے ان کتبوں کی تصدیق راقم نے قنوج کے ایک ثقہ رئیس سے بھی کی ہو انھوں نے بھی درگاہ کے یہی کتبے نقل کر کے بھیجے ہیں۔ اس میں بجای ہشتاد و ہشت کے ہشتاد و ہفت لکھا ہوا ہے یعنی یہ مصرعہ یوں ہو سہارا ہو و ہشتاد و ہفت از ہجرت۔ حضرت شیخ محمدی صاحب قادری کے وصال کا کتبہ جو شاہ آباد اور قنوج کی درگاہ پر نصب ہے اس میں یہاں اور وہاں ایک ہی سہرہ رحلت تحریر ہے۔ تعمیر و وضع میں صرف چند ماہ کا فرق ہو کیونکہ سنہ ۱۰۸۰ ہجری یہاں کے مزار پر کندہ ہوا اور سنہ ۱۰۸۱ ہجری قنوج میں نصب ہے۔ ذلک شروع سال یعنی ۱۰۸۱ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا وہاں کے کتبہ بالتصريح میں موجود ہو تو یہاں بھی سنہ ۱۰۸۰ لکھی مینے گذرے ہوئے جب مقبرہ تعمیر ہوا ہو گا اس حساب سے ایک ہی سال کے اندر یہاں اور وہاں رحلت کا زمانہ پایا جاتا ہے اور رمضان سنہ ۱۰۸۱ ہجری کو نواب دلیر خان نے حضرت محمدی صاحب کی جاگیر موضع جوگی پور و کنھو پور کی بحالی کی سند ان کے فرزندوں کے نام تحریر کی ہو اس سند سے بھی آپ کا انتقال رمضان سے پہلے سنہ ۱۰۸۱ ہجری میں ثابت ہو۔ اب رہی یہ بات کہ یہاں جو مزار حضرت شیخ محمدی صاحب کا ہو یہ وہی شیخ محمدی ہیں جو شیخ کبیر صاحب کے بیٹے ہیں یا دوسرے تاریخی قرائن سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ ہی ہیں کہ جو شیخ کبیر بالا پیر کے صاحب زادے ہیں کیونکہ بحر ذخار میں لکھا ہوا ہو کہ شیخ محمدی ابن شیخ کبیر کے بھتیجے شیخ بربان الدین جو ان کے خلیفہ بھی تھے بڑے کامل اور خدا رسیدہ تھے ان کے ایک تربیت یافتہ تاج محمود دیوانہ تھے جو شاہ آباد میں ان کے پاس رہا کرتے تھے شاہ آباد کی لفظ نے اور بھی صراحت کر دی اور شیخ

برہان الدین صاحب جالندھر میں مدفون ہیں اسکے علاوہ ایک صورت حال
جسپر مفتی محمد یحییٰ صاحب اور قاضی محمد صادق صاحب اور اس عہد کے مشاہیر
کی مہرین پڑی ہوئی ہیں آپ کے پوتے شیخ غلام علی صاحب جن کا نام شجرہ میں خل
ہوا انھوں نے شاہ آباد اور قنوج کے معزز باشندوں سے تصدیق کرا لی
ہو اور اُس تصدیق کرنے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس وقت قنوج میں حضرت شیخ کبیر بالا
پیر کے مزار کا سامان ڈاکٹر پرنسے لٹ گیا تھا اس سبب صورت حال سے بھی ثابت
ہو گیا کہ غلام علی صاحب جو مہدی صاحب قادری تھے وہ شاہ آباد اور قنوج
دونوں جگہ سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ کبیر بالا پیر کی املاک کے مالک اور وہاں کی
درگاہ کے متولی و کارکن تھے اگر مہدی صاحب شیخ کبیر کے فرزند نہ ہوتے تو آپ کی
اولاد وہاں کی ملکیت کیسے کیا واسطہ رکھتی اور باشندگان شاہ آباد سے وہاں کے
معاملات کو کیا سر و کار ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہو کہ ایک ہی خاندان دونوں
جگہ پہنچی بنا پر باشندگان شاہ آباد اور قنوج سے اس قطع کی تصدیق و تائید کرا لی ہو اور فقرہ
خانقاہ کیلئے اعانت و امداد چاہی قائم سلیمانی جو حضرت شیخ مہدی صاحب کے
جد امجد تھے ان کی درگاہ کے بعض پروانے بھی موجود ہیں چنانچہ راجہ عظیم خان برکار
رہتا اس صوبہ بہار نے ۱۲۷۵ھ فضلی میں ایک موضع شاہ جمال الدین کے نام جو
اُن کی اولاد امجدین تھے معاف کیا تھا وہ بھی یہاں موجود ہے۔ اور محمد عباس صاحب
قنوجی نے متولیان روضہ بالا پیر حضرت مہدی صاحب کے راقم کے خط کے ذریعہ
سے اس بارہ میں تفتیش کی ہو اور اُن کا یہ بیان کہ مہدی صاحب کے بڑے صاحبزادے
مٹھو میان شاہ آباد گئے ہیں ان کا مزار شاہ آباد میں موجود ہو کہ مہدی صاحب کا

یہاں موجود ہو اُس سے مہدی صاحب کا شاہ آباد میں مدفون ہونا باعلان معلوم ہوتا ہے بعض کہتے ہیں کہ شاہ آباد اور قنوج دونوں جگہ شیخ مہدی صاحب رہا کرتے تھے اس لیے آپ نے ہر دو مقامات پر مقبرہ بنوا دیے تھے کہ جہاں انتقال ہوگا وہیں دفن کر دیا جائے اور دوسری جگہ جو خالی مقبرہ رہیگا وہاں اور کوئی اولاد میں مدفون ہو جائیگا۔

بہر کیف مزار حضرت شیخ مہدی صاحب کا پر تصرف ہو اور حق تعالیٰ عالم الغیب دانامی حال ہو کہ یہاں اور وہاں کون سے مہدی مدفون ہیں۔
صورت خال جو شیخ کبیر صاحب کی درگاہ کے سامان کی غارتگری کی موجود ہے وہ ثبوت کیلئے لکھ دی گئی ہو۔



ہکذا وقع

بیان لما وقع

سوال می کند و گواہی می خواہد اضعف العباد شیخ غلام علی پیرزادہ و نبیرہ
از سادات عظام و مشائخ کرام اہالی و موالی جمیع ہند و مسلمان ساکنان بلدہ
شاہ آباد و قنوج برانمیعی کہ بتاریخ دہم شعبان افواج پنڈا رہا آمدہ بمکی شہر مذکور
راخانہ بخانہ آمدہ غارت نمودہ جلاء وطن ساخت و اپنے اسباب اشیاء از نقد و جنس
جائیکہ یافتہ بغارت بردند از انجملہ تمامی اسباب و اجناس درگاہ حضرت پیر صاحب
و فقرایان و خدامان کہ از قدیم الام بطریق نذر و نیاز از صاحبان اہل اعتقاد
ہند و مسلمان امر او غبار رسیده بود آن ہم بغارت بردند بنا بر آن باعث میلری

پریشانی مافقران شدہ و بسبب عدم وجہ معیشت در ماندگی قوت روزمرہ
استقامت فیتران دارد و صادر ہم موقوف گردید و جز تو کلت علی اللہ و ہی
دیگر نذارم تفصیل شیای مغرورہ لالہ دیگهای کلان بقیمت مبلغ
پانصد روپیہ دیگر خرد بقیمت شست روپیہ دیگر ^{۱۳۷} عدو خرد بقیمت
دو صد روپیہ دیگر ظروف قیمتی مامعہ تبرک دستار ^{۱۳۷} غلاف تربت زر بقی و
ورشین و سفید قرآن مجید تلاوت خاص دیگر ^{۱۳۷} کتب غلہ و سومن دیگر سامان
باقی دیگر اعداد مہربای شہادت رحیم الدین سید رفیع الدین سید محمد
ابن شاہ حسین محمد شاہ ولد شیخ بنار اللہ غلام علی سید محمد اشرف خان ولد حسنو
خان دوست محمد ولد شیخ عبد الکیم

مناقشہ

اس خاندان میں ایک بہت بڑا جھگڑا ہوا تھا جس کا ستائیس برس تک
مقدمہ لڑتا رہا و سو گواہ دوران مقدمہ میں مر گئے گیارہ ہفتوں پر اسکے تفصیلی
حالات درج ہیں مگر ہم نے طوالت کے اندیشہ سے اس کا خلاصہ کر دیا اور اس
خیال سے کہ عہد شاہی میں قاضی کے اجلاس اور برادری کی پنچایت
میں معاملات یوں رجوع ہوا کرتے تھے لکھنا مناسب سمجھا۔ یہ جھگڑا شیخ
عبدالروف صاحب اور بنجر خان سے پیش آیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی
تھی کہ شیخ عبدالستار صاحب بنیرہ شیخ مہدی صاحب قادری نے اپنے بیٹے
عبدالرزاق صاحب سے ناخوش ہو کر ان کو عاق کر دیا تھا اور جملہ ملکیت جس میں

ہزار ہا روپیہ نقد اور جائیداد کثیر تھی اپنی زوجہ نور محلہ بی بی کے نام لکھ دی تھی جب عبدالستار صاحب کا انتقال ہو گیا تو عبدالرزاق پورب کی طرف سے آئے اور آبائی ترکے پر جبریہ قابض ہو گئے اور مایہ نیر طرح طرح کے ظلم شروع کیے وہ بیچاری اپنے چھوٹے بچے عبدالغفار اور آمنہ بگم لڑکی لیکر نواب کمال الدین خان کی بیوی کے پاس بڑی ڈھیوڑی چلی آئیں اور پناہ گزین ہوئیں اور تقاضی فیض اللہ صاحب کے اجلاس میں نالیش کی محمود خان بازید خیل ون سبکی وجہ سے مار ڈالے گئے عبدالرزاق نے میدان خالی پا کر تمام نقد و جسٹ جائیداد پر قبضہ کیا اور جعلی تملیک بنائی اور حرکات بیجا شروع کی اور کچھ لحاظ اپنے چچا شیخ عنایت اللہ صاحب غیرہ کا نہ کیا چنانچہ آخر کار کچھ زمینداری کے ترکہ پر اپنے چچا میاں داد صاحب سے مقابلہ کیا اور فوجداری کر کے فوجپور نالسمہ میں مار لیئے اسکے بعد ان کی مان یعنی بیوہ عبدالستار صاحب اپنے شوہر کے ترکے پر قابض ہوئیں اور کچھ مدت کے بعد اٹھوٹے جملہ ملاک اپنی دختر یعنی والدہ عبدالرؤف صاحب کے نام لکھ دی اور ایک ٹپی موضع کندھر پور وخت پور وپرائی ویلی ازراہ غیرت اپنی بہو مسماۃ دولت بگم زوجہ عبدالرزاق مقتول کو تاحین حیات گزارہ کو دیدی جب یہ حقیقت دولت بی بی نے اپنے بیٹے سنجہ خان کو لکھی تو عبدالرؤف صاحب مانع ہوئے کہ یہ حق میرا ہے تمہیں بجز گذر اوقات کے انتقال حقیقت کا اختیار نہیں ہو مگر سنجہ خان اس معاملہ کے بعد فرار ہو چلے گئے اور ۲۷ سالہ فصلی میں جس سال جنگ بکسر ہوئی ہو شاہ آباد کو واپس اور خاثرزادہ سعادت خان رئیس چھوٹی ڈھیوڑی کے ملازم و مصاحب ہوئے انہیں

شیخ عنایت الدین صاحب نے انتقال کیا اور شیخ محمد علی و غلام علی صاحبان نے اپنی جدہ کے دین مہر کا دعویٰ برادری میں پیش کیا اور اسکے عبدالرؤف صاحب جواب دہ ہوئے اسی سلسلہ میں دولت بی بی نے حصہ فتحپور ناہید سید احمد صاحب گیلانی کے ہاتھ فروخت کیا شیخ عبدالرؤف اور قاضی صاحب نے مشتری صاحب موصوف سے کہا کہ یہ بیع صحیح نہیں مالک مجاہدین اور ہنوز اس جائیداد کا قرضہ درپیش ہے اس زمانہ میں مرزا سلیمان بیگ شاہ عالم بادشاہ کی طرف سے شاہ آباد کے عامل ہو کر آئے خانزادہ سعادت خان سنجر کی طرفداری پر آمادہ ہوئے اور عبدالرؤف صاحب کو دبا ناچا ہا اور ملا نصیب اللہ کو پیغام دیکر کہلا بھیجا کہ عبدالرؤف صاحب جوہلی وٹپی و باغ سے دست بردار ہو جائیں ورنہ جانے مار ڈالے جائینگے قاضی صاحب کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہوا قاضی ضیاء اللہ خان نے بطور فمائش کے کہا کہ آجکل جناب عالی نواب وزیر الممالک والی اووہ بنگالہ وغیرہ کی طرف تشریف لیگے ہیں شہر حاکم سے خالی ہو باہمی طور پر صلح کر لو بعد ازاں سنجر خان کی پھوپھی مرگئیں اور انھوں نے اُس بچی کو جو ثلث موضع تھا سید قطب الدین کے ہاتھ بیٹا لیا ناچا ہا مگر سید صاحب نے اس فساد کی وجہ سے نہ خریدی اس مدت میں خانزادہ نے ملا نصیب اللہ کے ہمراہ سید ابراہیم صاحب قبلہ کو شیخ عبدالرؤف صاحب کے پاس بھیجا اس وقت میں شیخ عبدالرؤف صاحب جان کے خوف سے نواب اعزاز خان رئیس بڑی ٹھٹھی کے پاس آکر پناہ گزین ہوئے تھے سید صاحب قبلہ نے اُنکے پاس آکر اُنکو سمجھایا اُنھوں نے اپنے عذرات بیان کیے اور کہا کہ اگر میرا حق نہیں ہو تو خانزادہ

مجھ سے بریت نامہ کو جوہ سے لکھاتے ہیں بنجر خان کے والد محمد خان بن ولنگان کا تعلق اُس سے ہے کچھ نہیں ہو میرا موروثی مادی ترکہ جو بلکہ چٹا حصہ مسماۃ مریم بی بی کی میراث کا جو بنجر خان کی جدہ اور میری مان کی چھوٹی تھیں اور مسماۃ حمیدہ بیگم کی والدہ تھیں وہ مجھے از روے وراثت مادی بنجر خان سے ملنا چاہیے سید ابراہیم صاحب نے یہ منکر فرمایا کہ تمہارا قول اور حق میں تسلیم کرتا ہوں مگر مجھ کو تمہارے آقا ہو کہ تمہارے مخالفت آمادہ قتل ہیں اگر تو اپنے حق سے درگزر کرے اور بریت نامہ لکھ دے تو مناسب ہے مگر عبدالرؤف صاحب نے باز دعویٰ نہ لکھا اور کہا کہ یہاں دباؤ خانزادہ کا ہو مقدمہ شاہجہان پور میں پیش ہونا چاہیے چنانچہ مقام شاہجہان پور قاضی محمد خان کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہوا وہاں قانون شریعت کے مسائل پر جو اس مقدمہ سے تعلق رکھتے تھے خوب بحث ہوئی وہاں بھی عبدالرؤف صاحب کو غلبہ رہا بعدہ قاضی محمود خان صاحب شاہ آباد بھی بلائے گئے ۱۹ شعبان ۱۲۹۵ھ ہجری کو بنجر خان نے عبدالرؤف صاحب کے مکان پر چڑھائی کی بڑا ہنگامہ ہوا بسنت رانی چکلیدار کی طرف سے محمد یار صاحب شاہ آباد کے عامل تھے اور اُنکے نائب و برادر درگا ہی صاحب تھے انھوں نے شیخ حبیب اللہ اور شیخ محمد مراد جمعہ دار کو دفع فساد کو بھیجا اور نواب بہادر علیخان صاحب رئیس کھیڑوہ مع اپنے فرزند شجاعت علیخان اور پیرخان ابن سعد الدخان و خان زادہ ہدایت خان باقری اور عبدالرحمن خان شروانی وغیرہ بہت سے لوگ دفع شر کو آئے اور فریقین کو فہمائش کر کے بسنت رانی چکلیدار کے پاس بھیجا انھوں نے قاضی شہر کے

پاس مع اپنے چوہدر کے روانہ کیا وہاں بھی حق عبدالروف کا قایم رہا مگر قاضی صاحب نے سید محمد غوث عرف سید مراد صاحب کی خدمت میں فریقین کو بھیجنا چاہا مگر سبخرخان نے منظور نہیں کیا پھر قاضی صاحب نے مولوی سید محمد فیض الدین صاحب کو لکھا انھوں نے انکار کیا ناچار غیر شہر سے دو فاضل طلب کیے گئے اُس درمیان میں نواب شجاع الدولہ پورب کے ٹکڑے واپس آ گئے اور صوبہ اودھ کو ضبط کر لیا اور کوئی تعلق اب اسکو دار السلطنت دہلی سے نہیں رہا اسے صاحب تبدیل ہو کر دار الخلافت کو روانہ ہو گئے راجہ بینی بہادر یہاں کے نائب قرار پائے اور سید قطب الدین صاحب شاہ آباد کی فوجداری کی نیت پر آئے تو خانزادہ سعادت خان نے انکو بھی ہموار کرنا چاہا سید قطب الدین صاحب نے کہا کہ چند روز گزرے ہیں کہ پروانہ نواب وزیر الممالک بھادر کا اس بارہ میں صادر ہوا ہے صلاح دولت یہی ہو کہ آپ طرفداری سے دست بردار ہوں اور شیخ عبدالروف کو اُنکے گھر میں آباد کر ایں یہ سبخرخان زادہ نے اپنی جانب سے لالہ شتاباے متصدی کو اُنکے ہمراہ کیا اور سید قطب الدین اور نواب اعزاز خان صاحب رئیس بڑی ڈھیوڑی نے شیخ عبدالروف صاحب کو اُنکے گھر جا کر اُن کو خانہ نشین کرایا اور وہ حسب عمل درآمد سابق اپنی جائداد پر قابض ہوئے اور اس صورت میں یہ مقدمہ ختم ہوا اُنکے دوسرے بھائی عبدالغفور تھے لیکن چھوٹے بھائی عبدالغفار صغیر سن مر گئے تھے ان فارسی کاغذات پر عمائدین شہر کی بیسیوں مہرین پڑی ہیں اور شریک مقدمہ ہے میں جن کے نام استعرض سے کہ یہاں کون کون معزز اور رودار اشخاص گزرے ہیں لکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

قاضی سیار السرخان سید قطب الدین صاحب شیخ محمد سرور صاحب
 شیخ محمد علی صاحب شیخ کریم الدین صاحب پیرزادہ نواب محمد اعجاز خان -
 محمد بازخان خلیل بہادر علیخان سعد السرخان خواجہ حفیظ صاحب دیوان -
 مشتاب رائے مولوی ولی السد صاحب محمد روشن صاحب مقصدی
 سمندر خان مہمند محمد روشن خان کانکر عبدالرحمان خان شروانی محمد آصف
 خان تلج الدین خان میر معز الدین صاحب میان امام بخش صاحب
 شیخ محمد سعادت صاحب ملا الہداد صاحب خیر اندیش خان تینخیل
 روشن خان بازید خیل سید غلام مصطفیٰ صاحب عرف میان چندن یوسف
 خان سلیمانی عبدالسرخان سلیمانی فیض السد صاحب بنی سید اسماعیل صاحب
 شیر خان خلیل اخون صاحب فیض السرخان خلیل متی زئی مظفر علی خان
 باقر زئی ناصر علیخان خانزادہ اجمیری خان باقر زئی شیخ قیام الدین و کریم الدین
 و شمس الدین پیر زادگان میان خلیل جمال الدین خان بی بی زئی محمود خان
 ابراہیم خان مہمند کالے خان غلزی محمد علیخان تارین زبردست خان خانزادہ
 یسین خان خلف اکبر رحمت خان خلیل نامدار خان نواب محمد شیر انداز خان ہلد
 نواب داؤد خان سید ابراہیم صاحب شیخ محمد عرف شیخ بدن شیخ عبدالنار صاحب
 پیر زادگان شاہجہان پور -

شیخ قیام الدین علیہ الرحمہ

آپ حضرت محمد و اہل صاحب کے بیٹے اور شیخ قاسم سلیمانی کے پوتے ہیں آپ کی

عظمت و بزرگی اس امر سے ظاہر ہو کر ایسے اکمل اور خدا رسیدہ باپ دادا کی اولاد میں ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ محمد واصل صاحب کا لقب باوا صاحب تھا جو ماہ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۱ ہجری میں پیدا ہوئے تھے نواب بہادر خان چنار گڑھ سے کمال احترام لائے اور اپنے شہر شاہ جہان پور میں بسایا اپنی صاحبزادی مقام خدیجہ بیگم کو آپ کے عقد میں دیا اور چند موضع مثل داؤد پور بجلی پور وغیرہ مع محلہ گروہ کے عنایت کیے نواب صاحب موصوف کی صاحبزادی کے لطف سے محمد افضل صاحب اور ایک دختر بادشاہ بیگم پیدا ہوئیں۔ اسکے بعد محمد افضل صاحب اور انکی والدہ خدیجہ بیگم نے انتقال کیا محمد واصل صاحب نے اپنی دختر بادشاہ بیگم کا نکاح اپنے بھتیجے شیخ امام الدین عرف شیخ عنایت الد صاحب کے ساتھ جو شیخ کبیر صاحب کی اولاد میں تھے منعقد کیا ان سے شیخ عبدالرزاق صاحب پیر زادگان شاہ جہان پور پیدا ہوئے اور کل ترک عظیم بہادر خان ان کو منتقل ہو گیا۔

محمد واصل صاحب نے دو عقد اور بھی کیے تھے دوسری بیوی سے شیخ حکیم الدین اور تیسری بیوی سے شیخ قیام الدین پیدا ہوئے سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں (۱۳۱ برس کی عمر میں محمد واصل صاحب نے انتقال کیا اور چنار گڑھ میں جہان انکے والد ماجد کا مزار ہو مدفون ہوئے تاریخ وفات راقم نے یہ نظر کی ہو۔

خدا کرد اور حقیقت پناہ
نداد باقی شریعت پناہ

دلا وصل حق شیخ واصل نمود
منظرفے سال چون فکر شد

شیخ قیام الدین صاحب کو انکی خاندانی فضیلت اور ذاتی تقدس کی وجہ سے نواب کمال الدین خان نہایت اعزاز سے شاہ آباد میں لائے اور محلہ اللہ پور میں

آباد کیا محمود خان رسالدار کی زمین جو شاہی عتاب سے ضبط کر لی گئی تھی اور ویران
 پڑی تھی آپ کو نذر کی اور اسکے علاوہ اور بھی آراضی بنا بر باغ و مدد معاش کے
 عنایت کی اسناد اراضیات اب تک آپ کے نام کی موجود ہیں جن کی نقل فیلین
 درج کر دی گئی ہو آپ کے پانچ صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہیں شیخ نظام الدین
 شیخ رحیم الدین شیخ کریم الدین شیخ کالے شیخ نتھو صاحبان۔ آپ کی حیات
 کا زمانہ قبلہ ہجری کا غذائے ثنابت ہوتا ہو۔ پیر زادگان اللہ پور آپ کی اولاد
 میں ہیں و حقیقت آپ قوم کے افغان خلیل متی زئی ہیں مگر آبائی فقر کے سبب پیر زادگی
 کے خطاب سے مخاطب ہیں۔

شیخ قیام الدین جو



متصدیان مہمات پر گنہ شاہ آباد بے عنایت امیدوار بودہ بداندند چون بخاری
 پنجاہ بیگہ زمین مزرع بکرا الہی از جملہ آراضی کہ از یک طرف حد تالاب و یک طرف حد باغ
 سردار خان و یک طرف حد باغ احداث نموده بلغ محمود خان در میان واقع است بختیاریت
 معارف آگاہہ نتیجتہ الکرام بہبت بلغ مرحمت نموده شد باید کہ آراضی مذکور پیودہ و
 حدود و دہنمودہ در قبض تصرف مشارالیه واگذازند کہ در آن باغ احداث کنند
 باید کہ درینا قبض بلوغ دانستہ حسب السطو لعل زندہ تحریر فی التایخ ہفتدہم شہر ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ

جانب پشت

شرح مقررہ پروانگی دستخطی تحت پناہ منشی رحمت اللہ خان
حاصل نموده آنحضرات و معارف آگاه شیخ قیام الدین جیو این کہ موازی پنجاه
بیکه زمین پونہ فروغہ بکرا آگهی آراضی کہ از یکطرف حد تالاب و یکطرف بلغ سردار خان
و یکطرف حد بلغ احداث نموده بلغ محمد خان این پنچتہ احداث نمودن بلغ بحقایق معارف
آگاه مذکور مرحمت نمود و شاید کہ پروانہ بنام متصدیان پرگنہ شاہ آباد نوشته دہستہ
کہ زمین مذکور را بشرح صدر پیمودہ و حد حد و دبستہ دہند۔

تاریخ ارزی بکچہ ۱۹۶۷
نقل بدفتر دیوان رسید۔
بناجی دارالقیدہ

شیخ قیام الدین جیو



شجاعت و سنگاہ عبدالرسول خان را اعزا

آنکہ چون موازی پنجاه بیکه زمین فروغہ بموجب سند جداگانہ بحقایق و معارف آگاه
شیخ قیام الدین جیو پنچتہ بلغ مرحمت نموده شد باید کہ آراضی مطابقت سند مذکور
پیمودہ و حد حد و دهنودہ در تصرف مومی الیہ و اگر از ند بلبلت فروغہ هیچ وجہ مزاحمت نشود
چنانچہ دیدہ و دانستہ آراضی فروغہ مرحمت شد اگر ایام درین صورت خلاف
خواہد و در زید و حقایق آگاه بحضور خواهند نوشت مصدر انواع عتاب خواهد افتاد

درین باب تألیف در تمام دانسته حسب المسطور بعمل آرند - تحریر فی التایخ همفتم
ذیقعد ۹۶ سنه هجری -

دیگر



شیخ قیام الدین سیو

متصدیان مهمات حال و استقبال برگشته شاه
بنایت امیدوار بوده بدانند چون موازی یکصد بگیه اراضی بگز آئی مطابق ضمن
در وجه حقایق و معارف آگاه من ابتدای فضلیت مسئله فصلی مرحمت نموده شد
باید که موازی مذکور در حال نیک از انجمله پنجاه بگیه فروعه و پنجاه بگیه پنجر افتاده خارج
جمع بطریق زراعت پیموده و چک بسته دهفت که حاصلات آنرا فصل لفصل
سال بسال متصرف شده باشند - درین باب قدغن بلوغ دانسته حسب المسطور بعمل
آرند - تحریر فی التایخ چهارم جادی الاول ۹۹ سنه هجری -

جانب پشت

الاول
جادی
سنه ۹۹

چون در وجه حقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین صاحب یوزانجا که حسب الامر
تفصیل فی دل بر جمال برگشته شاه آباد مابگیه بگز آئی -
در موضع خانپور علمه برگشته مذکور بدینند زمین فروعه
در حیات بیگن من پنجر افتاده خارج جمع

حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب الانی شاہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سید صاحب موصوف بزرگ برگزیدہ اور سندی سید تھے حضرت غوث الثقلین
قدس سرہ کی اولاد امجادین ہین چودہ واسطون سے آپ کا سلسلہ حضرت قطب عالم
غوث بنی آدم تک پہنچتا ہی۔ سید صاحب بڑے خدا پرست اور مقبول الہی تھے
ظاہری علم و فضل میں بھی آپ کو پوری دستگاہ تھی۔ فن بلاغت میں ادیب تھے۔

سید صاحب کے والد بزرگوار حضرت سیدنا ابوالو اسحاق ابراہیم
صاحب شہر حرمہ ملک عرب سے ہندوستان تشریف لائے تھے سیدنا ابراہیم
کے سفر کے متعلق انکے والد شہاب الدین احمد بن سید عقیف الدین صاحب نے
اپنی روشن ضمیر سے اُن کی روانگی سے پہلے ہی بشارت دی تھی کہ میرا فرزند
ہندوستان کا سفر کرے گا چنانچہ بعد اپنے والد کے سید ابراہیم صاحب تشریف
لائے جب اپنے ہندوستان میں قدم رنجہ فرمایا ہو تو وہ زمانہ شاہجہان بادشاہ
کی حکومت کا تھا اور جب بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو وہ نہایت
قدر و منزلت سے پیش آیا اور بہت آپ کا اعزاز و احترام کیا اور حسب مراتب
مہانداری کی۔ غرض کہ شاہی دربار میں آپ نہایت سر بلند ہوئے۔ شہزادہ محمد شجاع
آپ کا بہت معتقد ہوا اور وہ آپ سے اس طرح سے پیش آتا تھا جیسے کوئی خادم
اپنے مخدوم سے۔ سید صاحب مدوح سے کئی کرامتیں ظاہر ہوئیں ایسے خاص
و عام کو آپ سے بید عقیدت پیدا ہوئی اور ہر طرف آپ شہور ہو گئے۔ دس برس تک
سید ابراہیم صاحب ہندوستان میں تشریف فرما رہے۔ اسکے بعد ہول جبالوٹھی

آپ کو اپنی طرف کھینچا اور آپ ہند سے عرب تشریف لے گئے اور اپنے وطن
 پہونچ کر شہر حمہ میں مسئلہ ہجری میں ایک محل حملہ کے وسط میں تعمیر کرایا اور
 مسئلہ ہجری میں سیدہ فخری نکاح کیا سیدہ مسطورہ عمر باک الا عوج حاکم
 حمہ کی بیٹی تھیں اس عقد کی تاریخ امام بخشی طبری مصنفہ کتاب شمس المفاخر نے اپنی
 کتاب میں لکھی ہے جس کا آخری شعر یہ ہو۔

اینة بالهرس الذی قادیخه ذفت الیک نفایس لا فخرم

اسکے بعد غرہ رجب مسئلہ ہجری میں بعض امور ات و مهمات کی وجہ سے آپ قسطنطنیہ
 تشریف لیگے اور ان کاموں کے ختم ہونے کے بعد پھر اپنے وطن حمہ کو تشریف واپس
 لائے اور مسئلہ ہجری تک وہیں آپ نے قیام فرمایا اسکے بعد پھر آپ نے دوبارہ
 ہندوستان کا سفر فرمایا اور بارہ سال تک آپ ہندوستان میں زندہ رہے
 سید ابراہیم صاحب جب عرب سے دوبارہ ہندوستان کو تشریف لائے
 میں تو شاہ جہان بادشاہ کی سلطنت کا عہد ختم ہو چکا تھا اور انگ زنجبشتین
 تھا اور اُسکی توجہ اور نگ آباد کے آباد کرنے کی طرف مبذول تھی ایسے سید ابراہیم
 صاحب اور نگ آباد دکن تشریف لیگے بالآخر مسئلہ ہجری کو سید صاحب صوف

قال صاحب تحفة الابرار السید الشریف الشیخ ابراہیم بن السید الشریف الشیخ احمد بن السید

الشریف الشیخ عقیق الدین سین ابراہیم السید الشریف الشیخ می الدین عبدالقادر ابن السید الشیخ الشریف

شمس الدین محمد ابن السید الشریف الشیخ می الدین عبدالقادر ابن السید الشریف الشیخ

شمس الدین صاحب محمد ابن مولانا السید الشریف الشیخ علاء الدین علی الکیلر لیلیانی احموی الدار اللولہ

تو جہ بعد وفات والدہ الی ہند (و اخیر الوہ عن ذلک قبل ہابہ) فصل البقول لاسم من اہلما واجتمع بکلمہا شاہجانی بلوہ دہلی

نے اُسی شہر میں انتقال فرمایا اور آپ اورنگ آباد دکن کے محلہ بگیم مشہور بڑا شفا
مین مدفن ہوئے شجرہ خاندانی میں جو آپ کے صاحبزادہ شہاب الدین سید احمد
صاحب نے لکھایا ہے اور وہ شاہ آباد میں موجود ہے جو سال رحلت سلسلہ ہجری تحریر
ہے۔ اور یہ عبارت عربی کہ السید ابراہیم توفی باورنگ آباد سنہ سبع وثمانین الفھجری
مرقوم ہے اہل عرب نے سید ابراہیم صاحب کے سنہ وفات اور مدفن میں اختلاف کیا ہے اور
جائے سلسلہ ہجری کے سلسلہ ہجری اور بجای اورنگ آباد کے شاہجہان پور
مدفن قرار دیا ہے اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعد مسافت سے عرصہ تک کوئی آدمی
اور خبر ان تک نہیں پہنچی اُس زمانہ میں ریل و تار و ڈاک وغیرہ کے ذریعہ نہ
تھے اور جلد حالات معلوم نہ ہوتے تھے مدت کے بعد کوئی شخص کہیں سے اگر گیا
اور کچھ اُس نے بیان کیا اور اُس میں کچھ غلطی ہو گئی تو پھر اسکی تصحیح نہیں ہو سکتی تھی۔ اہل جاہ
نے جو یہ لکھا ہے کہ سید ابراہیم صاحب اپنے تکیہ میں جو انھوں نے شاہجہان پور میں
بنایا تھا مدفن ہوئے اس میں بھی سہو ہوا حالانکہ شاہجہان پور میں آپ کے بھائی ابوالحسن

خانزادہ المنزلۃ لہی بانزلت التي جواہدوا ہرعت الیہ تبع اہل ملک البلاد اعتقدہ وہ غایۃ الاعتقاد علی الخسوس
ابن مکہم محمد شجاع فانه کان معہ علی ما یدکر کالمطیع مع المطاع و نظرت علی ہریرہ الکرامات و ساز ذکر ہانی البلاد و ہر
لیمع امور و امتحانات انظرہ السیر کبر سلفہ الظاہر و اتقام ہناک مدت عشر سنین ثم عاد الی حماۃ وکان دخولہا
سلسلہ ہجری و جد بنا قصرہ و دخل دارہم و کان تارہ بقیہ حاشیہ صلا سلسلہ ہجری و تروج (البتہ نظری)
بنت عمر بالک العوجی حاکم حماد فی السنہ المذكورہ و عمل لستار بجانظہ الامام البغشی صاحب شمس المفاخر جہا انتارہ
ہنیت ما کالعرب الذی تارخہ ذقت الیک لغایب الافواج فی غیرہ سلسلہ ہجری و توجہ الی المظنیہ
فی بعض امور و مہمات و بعد قضایا عیاد الی وطنہ حماد و استقام بہا الی سلسلہ ہجری ثم انہ سافرۃ ثانیہ
الی ہند و استقام بہا ثانیہ عشرتہ و کان اجلہا بجا مدفن قدس السرد و حرسہ تکیہ کان بنا ہا فیہا فی خطرۃ الاول
تونی فی بلدہ شاہجہان پور سلسلہ ہجری و بہا مدفن - ۱۲ و ۱۳

سید علی صاحب دفن ہوئے جن کا مزار مشہور ہو۔ سید ابراہیم صاحب کی تصویر دھسلی یا اورنگ آباد میں کسی نے کھینچ لی تھی جو اب تک ان کے خاندان میں وہ چلی آتی ہو۔ ہنسنے سید ابراہیم صاحب کے یہ حالات جو تحریر کیے ہیں وہ تحفۃ الابراہم کی عربی عبارت کا ترجمہ ہو یہ نمایاب قلمی نسخہ شیخ السادات سید محمد صالح صاحب بن سید مرتضیٰ صاحب نقیب الاشراف کے پاس جاہ میں موجود ہو اس مستند کتاب سے جو عبارت کہ سید سیف الدین صاحب برادر نقیب الاشراف نے سید احمد علی صاحب مہاجر کو تحریر فرمائی تھی اور وہ عبارت مہاجر موصوف نے مدینہ منورہ سے راقم کو اور سال فرمائی ہو جس کی نقل اقم نے حاشیہ پر درج کر دی ہو۔

سید ابراہیم صاحب کے حالات شمس المفاخر ذیل قلابا بجاہر میں بھی یہ کتاب عربی زبان میں ہو اور مصر میں چھپی ہو راقم کی نظر سے گزر چکی ہو یہ آپ ہی کے عہد میں تصنیف ہوئی آپ کے ہندوستان تشریف لانے اور واپس جانے وغیرہ کا تذکرہ بھی مصنف نے لکھا ہو۔ اسکے بعد یہ لکھا ہو کہ سید ابراہیم صاحب ستبول تشریف لے گئے ہیں خدا سے اُمید ہو کہ آپ سلامتی سے تشریف واپس لائیں کتاب مذکور میں ہتھکڑی تحریر ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ سید صاحب ستبول ہی میں تھے کہ مصنف کا انتقال ہو گیا اور آپ کے باقی حالات درج کرنے کی نوبت نہیں پہونچی۔

اس جگہ پر اس امر کا اعلان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہو کہ سید ابراہیم صاحب اور ان کے ابا و اجداد جو سادات غوثیہ یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد مجاہدین ہیں بجائے بغداد کے ماہ میں کیسے سکونت پذیر ہوئے اور بغداد کی طرف سے کیوں چلے آئے اس امر کی تصدیق بھی راقم نے سید ابراہیم صاحب کے خاندان

سے جو حماہ میں مسند سجادگی پر رونق افروز ہیں بذریعہ مہاجر صاحب کے حاصل کی ہو اور اسکے متعلق جو اُن حضرات نے عربی میں حال لکھا ہو اُس کا ترجمہ اُردو میں خاکسار نے تحریر کر دیا ہے اس خاندان سے جو بزرگ کہ اولاً بغداد شریف سے حماہ تشریف لائے ہیں وہ سید سیف الدین صاحب ہیں اور انکے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تاتاریوں نے بغداد کو قتل و تاراج کیا تو اسی فتنہ میں سید سیف الدین صاحب کے والد حضرت ظہیر الدین صاحب بھی تاتاریوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اس ہنگام میں انقلاب عظیم ہوا۔ سید سیف الدین صاحب بھی اپنے وطن سے منقسم ہجری میں حماہ کو پہلے آئے اور حاکم حماہ کے بیان مہمان ہوئے آپکا ارادہ مصر جانے کا تھا مگر تقدیر الہی میں کچھ اور لکھا ہوا تھا۔ اُس حاکم کے ایک لڑکی تھی اور وہ اس زمانہ میں بیمار تھی اُس حاکم نے آپ سے اُس لڑکی پر دم ڈالنے کی استدعا کی آپ نے اُسکے حق میں دعا کی اور کچھ بڑھکر اُسپر بھونکا آپ کی دعا کی برکت سے خداوند کریم نے اس مرض سے شفا دی یہ حال دیکھکر حاکم شہر آپ کا گرویدہ ہو گیا اُسکے بعد آپ نے مصر جانے کا ارادہ کیا مگر حاکم مذکور نے بنائے دیا اور اپنے شہر کی بود و باش کی استدعا کی آپ نے استخارہ کیا اپنے جدا مجد غوث پاک کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ حماہ میں تم مقیم رہو پس حسب الارشاد آپ نے حماہ میں قیام فرمایا حاکم شہر نے اپنی اُس لڑکی کو آپ کی زوجیت میں دیا اور حضرت کی واسطے ایک زادویہ نہر عاصی کے کنارے تعمیر کرا دیا اور اس میں آپ رہتے تھے ۳۴۴ھ ہجری میں سید سیف الدین صاحب انتقال فرمایا اور زادویہ قادر یہ میں مدفون ہوئے۔ اب قریب پانچ سو شخصوں کے آپ کی اولاد امجاد حماہ میں آباد ہیں (حماہ) شام کے ملک

مین ایک بڑا شہر ہے۔ جو ریل کے دمشق سے حلب کو جاتی ہو اُسکے اُتارے راہ مین یہ شہر واقع ہو دمشق سے حمہ کا کرایہ سات روپیہ ہو اور حمہ بغداد شریف سے بہت دور ہے بغداد ملک عراق مین ہو اور حمہ شام مین ہو۔ اسمین سادات گیلان کا ایک محلہ علیحدہ آباد ہو سب حضرات کے مکانات اس ہی محلہ مین ایک جگہ مین یہ لوگ حمہ شریف مین گیا مانی محکمے لقب سے مشہور مین۔ آجکل اس خاندان مین جو سجادہ نشین مین وہ سید صالح مین وہاں سجادہ نشین کو نقیب الاشراف کہتے مین سید صالح صاحب کے والد سید مرتضیٰ صاحب بھی نقیب تھے۔ سید نجیب صاحب اور سید سیف الدین صاحب دو بہائی سجادہ نشین حال کے مین سادات حمہ کو اپنی عالی خاندان اور شریف النسب ہونے کا بڑا پاس ہو کسی کو اپنے نسب مین اخل نہیں ہونے دیتے۔ ابھی چند سال ہوے ایک سید جو سلطان عبدالحمید خان کے مقرب تھے اُن کو سادات حمہ ہونے کا خیال تھا انھون نے اپنا نسب نامہ معہ سلطانی پروانہ کے تصدیق کے لیے بھیجا جب ان حضرات نے اپنے یہاں کی کتابین دیکھیں تو اُس نسب نامے کے خلاف پایا سید محمد صالح صاحب نقیب الاشراف نے مہر کرنے سے صاف انکار کر دیا اور وہ سید سخت ناراض ہوے سادات حمہ کو اپنی جاگیرات و مشاہرہ کے ضبط ہونے کا بہت خوف ہوا اس ہی اُتار مین استنبول مین اختلاف ہوا اور سلطنت متغیر ہو گئی اور سادات حمہ کو کچھ نقصان نہیں پہونچا یہ حضرات صاحب جاہ و منزلت مین علم و بزرگی درس و تدریس کے ساتھ دولت مند بھی ہوئے شکہ شرف دینی اور ثروت دنیاوی سب کچھ حاصل ہو سادات حمہ مین اب بھی علما و عہاد موجود مین۔ گذشتہ زمانہ مین سادات غوثیہ جو بغداد شریف سے حمہ مین آکر

سکونت پذیر ہوئے ہیں ان میں بڑے بڑے صاحب کرامت گذرے ہیں منجملہ اُنکے ہم
ایک سید علاء الدین علی صاحب جو سید شمس الدین صاحب کے صاحبزادے اور سید
سیف الدین صاحب کے پوتے اور سید شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آبادی
کے آبا و اجداد میں گذرے ہیں اُنکے کچھ مختصر حالات شمس المفاخر سے ترجمہ کرتے
ہیں اُس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائے گا کہ سماہ میں سادات کی جوشاخ آئی ہو
اُس میں ایسے عظمت مآب و صاحب تصرف حضرات گذرے ہیں امام غنئی حلبی
نے اپنی کتاب میں لکھا ہو کہ امام علامہ شیخ اسلام ابو الصدق قاضی شہبہ نے جو تاریخ
مسلمہ ہجری میں تصنیف کی ہو اُس میں تحریر کیا ہو کہ سید علاء الدین صاحب نہایت
جو اندر و شجاع اور ذکی بزرگ تھے آپ کی عظمت و وقعت تمام خاص عام اور حکام
میں پھیلی تھی سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں آپ نے کمال کوشش فرمائی تھی۔ مذہبی معاملات
میں آپ نہایت سختی کرتے تھے لہو و لعب کے امورات روکتے تھے اکثر قارخانے اور
بھٹی خانے آپ سے توڑ ڈالے اور مئی خانہ جادہ فرح کا جو وہاں بہت آراستہ
تھا اور اُس کے نیچے خزانہ تھا اپنے سمار کر دیا۔ اور یہ پُرانی خرافات چیزیں آپ کی ذات
بابرکات سے معدوم ہو گئیں اسلئے حمویون نے آپ کی مخالفت پر کمر چیت باندھی
اور آپ نے اُس کفرستان میں رہنا بے لطف سمجھا اور مصر کی روانگی کا قصد کیا جس وقت
کہ حمویون نے آپ پر چڑھائی کرنا چاہی تو ایک شخص رواتی نام جو شلیخ حیا سے تھا
دوڑا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آپ اپنے دروازہ پر
تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور اہل شہر آپ پر زور کرتے ہوئے چلے آتے ہیں آپ نے
جواب دیا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو پردہ اٹھا کر دیکھ اُس نے دروازہ کھولا تو پردہ اٹھا یا تو ایک

فیہر بنزکلا اور مونہ کھول کر اُسے حملہ کرنا چاہا رواتی گھبرا کر بھاگا اور جمویوں کی جماعت کے پاس جو سید موصوف کے دروازے کے قریب آگئی تھی پہونچا اور اُن کو اس حال کی خبر پہونچائی وہ لوگ یہ واقعہ سنا کر بھاگے سید صاحب مدوح کے پُر دس مین کر دی لوگ جو مستقر نہ رہ سکے تھے آئے اور انھوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے مخالفین پر چڑھ گئے کویتا رہیں آپ نے آیت کریمہ **فَسَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** پڑھی اور فرمایا کہ مجھے خداوند کریم کی مدد کے دوسرے کی مدد کا نہیں۔ اس عرصہ میں جملہ مخالفین جامع نومی کے قریب جمع ہوئے آپ تنہا اُن کے پاس تشریف لیگئے اور انکی طرف متوجہ ہو کر اعلانیہ دین اسلام کی تعریف بیان کی اسکے بعد آپ وہاں سے چلے گئے مگر کسی کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہ ہوئی اسکے بعد مصر کی طرف مع اپنے مُردین وغیرہ کے روانہ ہوئے جب آپ حمص پہونچے تو وہاں کے باشندے آپ کی پیشوائی کو بُری حقیقت سے حاضر ہوئے اور دو کانین بند ہو گئیں اور اہل شہر آپ کو بہت عجز سے روکتے رہے مگر آپ وہاں نہ ٹھہر سکے۔ بعدیک ہوتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہوئے وہاں ایک شخص جموی تھا جو حرم شریف کا محافظ تھا اُس نے اپنے ہم وطنوں کی اطلاع اور دُعا سے آپ کی تعظیم و توقیر کی طرف توجہ نہ کی سید علاء الدین صاحب حرم شریف کے متصل مدرسہ کے حجرہ میں آرام فرما رہے تھے جب آدھی رات گزر گئی اُس محافظ جموی نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلیم حرم شریف میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے گرد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت حاضر ہے آپ اُن سے آہستہ آہستہ کلام فرماتے جاتے ہیں یہ دیکھ کر محافظ جموی اُٹھا اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دینے کیلئے حاضر ہوا مگر آنحضرت نے اُسکی طرف سے منہ پھیر لیا وہ ہر چار طرف پھرتا رہا اور حضور سرور عالم نے کسی طرف

سے اُسکی طرف توجہ نہیں فرمائی اور یہ ارشاد کیا کہ تو نے میری اولاد (علی، ابن عبد اللہ) کے ساتھ کج ادائیگی کی اس وجہ سے میں تجھ سے نہایت ناراض ہوں جب تک کہ وہ راضی نہ ہونگے میں راضی نہ ہوں گایہ خواب دیکھ کر وہ جمہوی بیدار ہوا اور بڑا خوف اسپر غالب ہوا رات ہی میں وہ آپکے حجر پر حاضر ہوا اور آپکے قدموں پر گر پڑا اپنے فرمایا کہ تو ہمارے پاس بغیر شفاعت ہمارے جدا مجد رسول اللہ صلم کے نہیں آیا اُس نے معافی کے لیے فریاد کی اور بے ہوش ہو گیا اور قریب الموت تھا پس آپ نے اُسکی خطا معاف فرمائی اسکے بعد آپ وہاں سے مصر کو روانہ ہوئے اُس محافظ نے اپنے بھائی ابن رقاہ کو جو مصر میں شیخ الشیوخ اور سلطان المشائخ اور سلطان مصر کا مقرب تھا اور کثرت سے لوگوں کے مُرید تھے اپنے تمام واقعات کی اطلاع دی جب آپ مصر پہنچے تو حسب اطلاع ابن رقاہ استقبال کے لیے حاضر ہوا اسکے ساتھ مصر کے علما، فقہا، قاضی و حکام و اہل لشکر جن میں بولہ سوسا دست عظام اور قریب اسی کے عاملین شہر سے تھے ابن رقاہ اُنکی رکاب میں تھا کہ سیدل ساتھ ساتھ چلا جب اہل شہر نے اُسکو اس حال سے دیکھا کل اہل شہر پھیل ہو گئے جس وقت سید علا الدین صاحب سلطان مصر کے حکامات کے قریب گذرے اُس نے یہ مجمع اور جشن چشم خود دیکھا جب قلعہ کی بلند می پر چڑھے سلطان خود کھڑا ہو گیا اور چند قدم بڑھ کر خیر مقدم کیا اور بغل گیر ہوا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور آپ سے ہم کلام ہوا ابن رقاہ دونوں کے سامنے کھڑا تھا سلطان ابن رقاہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے شیخ بیٹھ جا اور قلعہ نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہو کہ دو سلطان ایک سلطان دینا اور دوسرا سلطان آخرت ہونکے سامنے میں میسر شخص بیٹھوں بالکل دیکھ خلافت ہو ابن رقاہ نے جمہویوں کی

بے ادبی کا حال عرض کیا تو وہ حمویو پیر نہایت غضبناک ہوا اور حمویو کو مسلسل گرفتار کر کے لانے کا حکم دیا چنانچہ حموی حاضر کیے گئے سلطان نے اُن کو سخت سزائیں دیں اور ذلیل کرنا چاہا مگر آپ کی رحمدلی جو شترن ہوئی اور سلطان سے سفارش کر کے تعذیب سے بچا دیا مگر مختلف شہروں میں اُن کو جلا وطن کر دیا گیا اور خانقاہ قادریہ کے واسطے بہت سے مواضعات جاگیر میں دیے جو خانقاہ حما کی اب تک متعلق ہیں مسید علاء الدین صاحب نے ۴۲ ہجری الثانی ۹۳۰ھ ہجری میں رحلت فرمائی آپ کے جنازے کے ساتھ بڑا ہجوم تھا اور جنازے کا بوجھ محسوس نہ ہوتا تھا آپ کے جنازے کی نماز کئی بار ہوئی آپ کے تین صاحبزادے تھے سید شمس الدین صاحب - سید بدر الدین صاحب سید نور الدین صاحب کل آپ ہی کی اولاد ہو جو شہر حما میں رہتی ہو۔

آلۃ اللہ جب سید ابواسحاق ابراہیم کا انتقال ہو گیا تو آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادے شہاب الدین سید احمد صاحب اور دوسری صاحبزادی سیدہ آمنہ عرب میں موجود تھیں تحفۃ الابراہین مرقوم ہو کہ شہاب الدین سید احمد صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد ۹۵۰ھ ہجری میں اپنے چچا ابوالحسن سید علی صاحب کے ہمراہ حماہ سے ہندوستان تشریف لائے اور اپنے والد کے متروکات پر قابض ہوئے مصنف تحفۃ الابراہین کا قول ہو کہ ۹۵۰ھ ہجری تک سید احمد صاحب ہندوستان میں موجود ہیں ہماری دعا ہو کہ حق تعالیٰ اُن کو صحیح و سلامت واپس لائے۔

سید سیف الدین صاحب حموی برادر نقیب الاشراف اپنے خط مورخہ ۹۳۲ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یعنی سادات حما کو ۹۵۰ھ ہجری کے بعد جو زمانہ تحفۃ الابراہین

میں گذر گیا ہے اس میں ہم نے کئی امور کو ملحوظ رکھا ہے جو اس خط میں مذکور نہیں ہیں۔
 ۱۔ سید سیف الدین صاحب حموی نے اپنے خط مورخہ ۹۳۲ھ میں تحریر فرمایا ہے کہ ہم لوگ یعنی سادات حما کو ۹۵۰ھ ہجری کے بعد جو زمانہ تحفۃ الابراہین میں گذر گیا ہے اس میں ہم نے کئی امور کو ملحوظ رکھا ہے جو اس خط میں مذکور نہیں ہیں۔
 ۲۔ سید سیف الدین صاحب حموی نے اپنے خط مورخہ ۹۳۲ھ میں تحریر فرمایا ہے کہ ہم لوگ یعنی سادات حما کو ۹۵۰ھ ہجری کے بعد جو زمانہ تحفۃ الابراہین میں گذر گیا ہے اس میں ہم نے کئی امور کو ملحوظ رکھا ہے جو اس خط میں مذکور نہیں ہیں۔
 ۳۔ سید سیف الدین صاحب حموی نے اپنے خط مورخہ ۹۳۲ھ میں تحریر فرمایا ہے کہ ہم لوگ یعنی سادات حما کو ۹۵۰ھ ہجری کے بعد جو زمانہ تحفۃ الابراہین میں گذر گیا ہے اس میں ہم نے کئی امور کو ملحوظ رکھا ہے جو اس خط میں مذکور نہیں ہیں۔

کے کہنے کا ہو پھر کچھ حال معلوم نہیں ہوا کہ سید احمد صاحب ہند سے واپس حماة میں آئے یا نہیں اور سید احمد صاحب کی اولاد ہند میں ہوئی یا نہیں کیونکہ اس مدت یعنی (۲۲۶) سال میں اس طرف سے کوئی خبر ہمارے پاس نہیں آئی نہ کوئی آدمی آیا مگر سید علی صاحب کی اولاد اس وقت تک حماة میں موجود ہو۔

سید صاحب کے ہندوستان آنے کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہو کہ آپ کے آبا و اجداد کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے خود اوزنگ زیب عالمگیر نے آپ کو عرب سے بلوایا تھا اور بادشاہ مذکور نے اپنی لڑکی سید صاحب کے نکاح میں دی تھی سید صاحب کے اوصاف و تقدس کی شہرت بھی ہندوستان میں مثل اپنے پدر بزرگوار کے ہوئی اور آپ کو خواص و عوام میں مقبولیت و ہر دلعزیزی کا درجہ حاصل ہوا۔

جناب سید صاحب کو لوگوں کی گرویدگی و قدردانی نے وطن نہ جانے دیا اور ہندوستان کے رہنے پر مجبور کیا تو اسی زمانہ میں کسی ضرورت پر سید صاحب نے اپنی شرف خانہ دانی کی صداقت کیلئے اپنے اعزہ کو لکھا ہوا اور اکابرین عرب نے ایک شجرہ آپ کی عالی نشی کا تصدیق کر کے ہندوستان میں آپ کے پاس بھیجا ہے جس میں آپ کا سلسلہ حضرت غوث الاعظم تک پہنچتا ہے اور اقم نے وہ شجرہ شاہجہانپور میں دیکھا ہے نہایت خوشخط و مطاب مذہب عربی زبان میں ہے جس پر مہرین سادات عظام کی پٹری ہوئی ہیں۔

بقیہ حاشیہ تعالیٰ ان یاتی ہم للعالمین بمنہ و کرمہ من بعد ذلک التاریخ لم یلق علی اثرہ جو ہم من اللہ الحماة و الانبیاء
ابن صابر السید احمد بن السید ابراہیم الکیلانی الذکور اولاد انی اللہ حیث ما احبنا باخیر منی کم الاطراف و الاما علیہ
بن سید احمد بن العیسیٰ بن حسین الکیلانی الذکور الذی راج معلول بن اخیرہ لہند فاولادہ و ذریعہ موجودین فی حماة ۱۲

بعد انتقال نواب لیر خان کے جب نواب کمال الدین خان کو شاہ آباد کی آبادی کو ترقی دینا منظور ہوا اور اُس عرصہ میں اُن سے کوئی بادشاہی مهم انجام کو پہنچی اور بادشاہ ان سے خوش ہوا تو انھوں نے اُسکے صلہ میں سید صاحب اور قدم مبارک ملنے کی استدعا کی اور بادشاہ نے کمال خاطر داری سے سید صاحب کو نواب صاحب کے ہمراہ جانے اور اُن کے وطن میں آباد ہونے کی اجازت دی چنانچہ نواب صاحب ۹۶ھ ہجری میں سید صاحب کو بہزار فخر و ناز شاہ آباد لائے اور کمال تعظیم و توقیر سے اپنی صاحبزادی گل شکم صاحبہ کو سید صاحب کے عقد میں دیا یہ قول بھی اس واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب نواب صاحب نے اپنی صاحبزادی کو سید صاحب کے نکاح میں دیا تو یہ عرض کیا کہ یہ خادمہ حضرت کے وضو کرانے کے واسطے حاضر کی گئی ہے اس سے سید صاحب کی عظمت اور نواب صاحب کی عقیدت کا پتہ پایا جاتا ہے۔ نواب صاحب نے اکثر مواضع میں سید صاحب اور اُن کی بیوی کے نام چلوک تحریر کر دیے جن کی بعض سندیں راقم نے حاشیہ پر تحریر کر دی ہیں سید صاحب کے نام نامی

سید فضل سند معانی بنجان نواب کمال الدین خان بنام سید صاحب .

مہر فیہ از شاہ عالمگیر خور
نشان از راہ صدیق
خود کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال استقبال پرگنہ شاہ آباد
محال گلگیر عنایت سید وار بودہ بداند۔ چون مولوی

ایک صد پانچ سیکڑ زمین پختہ گز آبی در سود مشین ہری علی پرگنہ مذکور از ابتدای ضلوعیت آئیکنار نو دوش در و بنہ ذرا نہ قدوۃ
العارفین زبدۃ المومنین میر سید احمد گیلانی حسب الغصن رحمت شد یا بد کہ راہی مرقوم را بعد و مفصل ذیل تبصرت میر میر علیہ
و آگہ از در و بوجہی من الوجوہ ملن و مزاحم نشوند در نیاب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرد۔ تحریر فی التلیخ
یازدہم ربیع الاول ۱۱۰۰ھ ہجری

کے ساتھ لفظ خان بھی شجرہ وغیرہ میں تحریر ہے اس سے ثابت ہوتا ہو کہ آپ کو خطاب
خانی بادشاہ کی طرف سے مرحمت ہوا ہو آپ کے آبا و اجداد میں ہجر آپ و کسی کے
نام کے ساتھ لفظ خانی شجرہ میں نہیں لکھا گیا ہے آپ کو اپنے ہی آبا و اجداد سے معیت
و اجازت حاصل تھی اور آپ سے سلسلہ پیری و مریدی جاری تھا ایک مکتوب
میں آپ کے محامد و محاسن مولانا عبداللہ صاحب مغربی نے حسب ایما آپ کے
عربی زبان میں تحریر کیے ہیں اور اس مکتوب میں فضائل سادات و اہلبیت رسالت
اور مناقب غوثیہ اور آپ کے آبا و اجداد کے مستند حالات لکھے ہیں اور شجرہ آپ کی
اولاد سے تاسع مرتبہ ثروت الثقلین مرتب کیا ہو اور اس بارہ میں تحفۃ الابرار و جامع النور
شمس المفانہ وغیرہ کتب کا حوالہ دیا ہو اور یہ مکتوب مع شجرہ کے آٹھ ہاتھ لکھنا اور
اور ایک ہاتھ سے زیادہ چوڑا ہے غرض کہ طویل طویل ہو یہ صنف
موصوف نے ۳۴۲ ہجری کو آپ کے عہد حیات میں لکھا ہو سید صاحب کے اوصاف

حقیقہ حاشیہ جانب پشت بموجب ضمن موازی یکسود و پنج سیکہ آرضی زمین از سواد موضع ہری محل
یرگنہ شاہ آباد و جندرانہ قدوۃ العارفین زبدۃ الوہلین میر سید احمد گیلانی مرحمت شد ماضیہ یکہ پنجتہ
شرحد و موضع غنبدہ و موضع ہری حد و موضع سن پور حد و موضع آہنیا پور
نقل منہ مخانب و اب صاحب بنام الہیہ سید صاحب

میر بادشاہ غازی بدو الغنی متصدیان مہات حال استقبال یرگنہ شاہ آباد محل گریہ بنیاست سید و اور و ہر
چون موازی پنجاہ بیگزین پنہ بیگز آبی در سواد موضع جمور اعلیٰ پرگنہ مذکور از ابتدائی تہذیب
یکنہ از یکسود و فصلی بنام قدوۃ العارفین زبدۃ الوہلین میر سید احمد گیلانی حسب ضمن مرتب شد
باید کارا رضی مرقوم را بعد و تفصیل قبل تبصرہ مثالیہ و اگر از ہر موضع من الوجہ مانع و مزاحم شوند

در بنیاستیکہ تمام دانستہ حسب المسطوط العلیٰ زندہ تحریر فی التیاج جازم شہر وجب از جانب ہجری سرحد
جانب پشت بموجب ضمن موازی پنجاہ بیگزین پنہ از سواد موضع جمور پرگنہ شاہ آباد بنام الہیہ قدوۃ العارفین
زبدۃ الوہلین میر سید احمد گیلانی مرتب شد ماضیہ یکہ پنجتہ
حد و موضع لیا الیہ ہا حد و موضع جمور حد و موضع لادور حد و موضع کمال الدین پور

میں اکثر اشعار لکھے ہیں ان میں سے ایک قصیدے کے چند اشعار یہاں پر درج کیے جاتے ہیں

من عزهم و فخرهم من یفتخر

کون شخص ہے جو ان زاید عز و الاؤات کے فخر سے اپنے فخر کرتا ہو

بنجارہ فوق السہی والمشتی

جنکی اصل سہی اور شتری سے بلند مرتبہ ہو

وغیاثهم فی کل هم معین

اور ہر پیش آنے والے غم میں ان کے درکار و مددگار ہوں

عند الالہ لمن بہ یتظہر

ان کے شکلات کو ذکر کرنے میں ان کی عزت اور قربت کا جو ان کو خدا کے سامنے

ورعیتہم ساعی الکمال الافخر

اور ان کا دُرس ہے اعلیٰ کمال والا ہی

قد صفت خطبہ نسبتہ فی سادۃ

سادات کے نسب کی بیٹھ تعریف کی

اثبال عبد القادر جیلانی

میں نے تعریف کی اولاد عبد القادر جیلانی کی

غوث الانام وقطبہم و امامہم

وہ عبد القادر جو تمام مخلوق کا فریاد رس و قطب عالم ہے

محل الخطوب بقدرہ و بجاہہ

جو شخص اُن سے حل مشکلات کو چاہے

بإشارۃ من تاجر مفرق عزہم

اور یہ شخص جس کی خواہش کی جو مخلوق کی فرقہ و گٹھ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۱۵ مولانا عبد اللہ کے والد کا نام بھی عبد اللہ جو اور اُن کے جد امجد کا نام

ابن عبد الرحمن ہو ماکلی مذہب اور شاذلی مشرب تھے ملک مغربی باشندے تھے ایسے مغربی اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے

عبد اللہ صاحب خان سالح اور قابل تھے (۶۰) برس کی عمر میں انھوں نے سید صاحب کے حالات لکھے ہیں صاحبیت تھے ۱۱۳۸ھ

کو شہر قاہرہ و ملک مصر میں ان کو شیخ علامہ ابو العباس احمد بن محمد بن ناصر دی ماکلی شاذلی مغربی نے فوقہ قادریہ پنهیا یا تھا

اور ذکر و اشغال قادریہ کی اجازت بھی انھیں علامہ موصوف سے حاصل ہوئی تھی اُن کے علاوہ دیگر چند شاخیں بھی

ان کو خلافت و اجازت ہوئی تھی چنانچہ مسئلہ ہجری میں شیخ ابو الغر محمد بن احمد بن عجمی مصری شامی نے بھی ان کو خیرت

پنهیا یا تھا اور یہ بزرگ شیخ محمد سلیمان مغربی ماکلی مقیم کر کے خلیفہ تھے اور مسئلہ ہجری میں مولانا عبد اللہ کو بخاری شریف

کے ختم ہونے کے وقت ہر ایک قسم کی اجازت شیخ احمد بن محمد شافعی کی اور شیخ عبد اللہ بن سالم مصری شافعی کی سے

حاصل ہوئی اور مسئلہ ہجری میں طریقہ قادریہ اور مولفات حضرت پیران پیر کی اجازت ان کے شیخ محمد بن عبد الغازی

سے قاہرہ میں حاصل ہوئی تھی غرض کہ صاحب سلسلہ اہل رشادہ تھے - ۱۲/۱۲

السید ابن السید المحسینی الشریف المسمی والعنصر

سر دار ابن سردار حسینی شریف نام اور اہل والا

ہو احمد حمدات مناقبہ الی

یہ احمد حسین نے اُس کے اوّل مناقب کی تعریف کی

الطیب الاخلاق والاعراق

عمدہ اخلاق اور افعال والا ہے

وتیممہ اللہ ہر الی ما مثلها

اور بے بہا موقی بن ابن زبائے بن کا کوئی مثل نہیں ہے

من رآہ حالہ فی عصرہ

کو نہ شخص اگر اس کو حاتم اپنے زمانہ میں دیکھتا

یقضی لہ بالجود فسر او اغتدی

حکم کرتا کہ وہ سخاوت کے بیشہ کا شیر ہو اور بصلاح کو شہر ہو

او صافعت کفہ قضی من حاتم

یا کفہ فوٹ کر شخص کو اپنی ذات کی جانب اشارہ کیا

اولورای السفاح عزة وجهہ

اور اگر سفاح اسکے روشن چہرہ کو دیکھتا

او قیل من خیر الخلائق کلہا

یا پوچھا جاوے کہ خیر الخلق کون ہو

منہا طلاقہ ووجهہ المستبشر

جن سے چہرے کی تروتازگی اور روشنی ہے

الافعال شہد من سلالۃ حمید

نہایت تیز طبیعت حیدر کی نسل مستبشر

ونتیجۃ الکون الیہی الانور

اور خلاصہ ہے زمانہ تروتازہ روشن کا

وندی یدایہ الهاطل المتفجر

اور اُس کے ہاتھ کی تسلسل سخاوت کی بارش کو دیکھتا

معروفہ لکسی لباس تنسکر

لباس گمنامی کا پہن لیتا

لتفجرت بمواہب کالکوشر

بخششیں بیش کوشر کے اُس سے جاری ہیں

لا قرانہ تبع فی حمیر

البتہ اقرار کرتا کہ خوبصورتی میں حمیر ان کا تابع ہو

فالی شہاب الدین یوہی المخبر

تو خبر شہاب الدین کی جانب اشارہ کرے گا

وسعادة المشطر ومسطر

ہر سایہ اور مقرر کرنے والی کی سعادت ہیں
ار جو شفاعتِ حلہم فی المحشر
میں اُنکے جد کی شفاعت کی روزِ محشر امید رکھتا ہوں

ما ذا عسى انني وعد صفاته

مجھ سے اُنکے صفات کا شمار اور تعریف غیر ممکن ہو

اهل الكساء وخير آل محمد

بلند مرتبہ والے اور بہترین آلِ محمد ہیں

صلى الله ما حبت صبا

جب تک کہ وہ اپنا جی ہے ان پر درود نازل ہو۔

مورخ موصوف نے سید صاحب کی تقدسِ بزرگی کے علاوہ علمی قابلیت و انشا پر ازگی

کی تعریف بھی لکھی ہو اور عربی عبارت میں رقمطراز ہو کہ وفاخرة الهند بالعلاء و علاء

یعنی زیبا ہو کہ ہندوستان آپ کی ذات و علو مرتبت پر فخر کرے۔ اگر ابن ہانی آپ کو دیکھتا

تو بجائے مغرالدولہ کے آپ کی تعریف کرتا اسی طرح پھر اشعار آپ کے اوصاف میں لکھے

میں

ويا من به الدنيا تروق وتبسم

اور ای وہ شخص جس کے بسنے دنیا تر و تازہ و شاداب ہے

ومن جوده كالغيث بل هو اكرم

اور ای وہ شخص جس کی سخاوت بارش سے بھی زیادہ ہے

وكالشمس نور البشرية المتوسم

اور اُس کا روشن چہرہ نورِ بینِ آفتاب کا مقابلہ کرتا ہو

فانت على اهل السباق مقدم

تو ہر سبق کرنے والے سے آگے بڑھا ہوا ہے

فيا واحد الارضان جو دغا و منصباً

اے وہ شخص جو باعتبار اپنی سخاوت و منصب یکساں ہو گا

ومن وجهه كالبلد ريشرق نوراه

اور ای وہ شخص جس کے چہرہ کی روشنی شمسِ کمال کی چمکتی ہو

ومن ذكره كالمسك فص ختامه

اور ای وہ شخص جس کا ذکر مثلِ مشک کے مہکتا ہے

لقد حزت خصل السبق غير منازعه

اگرچہ دوڑ کے میدان میں کوئی تیرا مقابل نہیں

حویت من العلیاء کل کویت
 تو نے ہر ٹی فصلت کو گھیر لیا ہے
 اذا فخرک اجماعاً یوماً فافنا
 جب بزرگ لوگ کسی دن ایسے نمبر پر فخر کریں
 مناقب مثل ادا احوال
 آپ کے مناقب مثل ذرہ ہائے ریت کے ہیں
 وتتعب الالسن دراسها
 اور زبانیں آپ کی تعریف سے عاجز
 وهو المتقدم فی البلاغہ
 اور وہ مقدم ہیں پنج بلاغت کے
 والمتاخر الزم وفداقی بما
 اگر زماناً وہ متاخر ہیں
 لوکان فی عصر لبید
 اگر وہ لبید کے زمانہ میں ہوتے

به الروض یندی والذی تبسم
 جس سے باغ تر و تازہ اور دینار و شبنم ہو
 مجدک فی حال الفخار یسلم
 تو تیرا جب و نسب فخر کا ذریعہ ہو
 تکد اجمال حسابها
 جب کے شمار سے انگلیاں عاجز ہیں
 وتغنی قراطیس کتابها
 اور کاغذ آپ کی تعریف لکھنے والوں کے لیے کافی نہیں ہو سکتا
 وقد ادبی علی سبحان وائل
 اور تحقیق زاید بلند ہیں سبحان و ایل سے
 لم یستطع الا وائل
 لیکن اُن کے مقابل میں کسی متقدم کو طاقت نہیں
 یقطع الیہ الفوافد والبید
 تو لوگ جگل و میدان قطع کر کے اُن ہی کے پاس آتے

او طرفۃ بن العبد یقال هذا هو الطرفۃ وانا المرید
 یا طرفہ بن عید کے زمانہ میں تو وہ کہتا کہ یہی وہ طرفہ بن اومین مرید ہوں
 او قال هذا هو السید وانا من العبد

ایکتا یہی وہ سزا دہن اور میں غلام ہوں

یا حسن ما یشنی علیہ یعاب
 کہ یہ کلام عیب کا ہے جو کہ آپ کی تعریف لکھنے والوں کے لیے کم و نقص ہے

تجاوز قدح المدر حتی کانہ
 وہ میح کی حد کو استعد تجاوز کر گئے ہیں

سید صاحب کی روش نصیری کے متعلق نقل بیان کی جاتی ہو کہ ایک عالم
 زاہد خشک آپ کی ملاقات کو تشریف لائے۔ سید صاحب اس وقت کہوتروئی کا باب
 بنانے میں مشغول تھے اُن خشک ملا کے دل میں یہ خیال آیا کہ جب آپ کے اس قسم
 کے مشاغل ہیں تو آپ کو خدا پرستی سے کیا واسطہ سید صاحب اپنی صاف باطنی
 سے اُنکے اس خطرہ پر آگاہ ہو گئے اور کہا کہ دل بہار و دست بکار پر عمل ہو یہ فقرہ شکر وہ
 صاحب نہایت نادم ہوئے اور سید صاحب کی ملاقات سے بہت محفوظ
 ہوئے۔ شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آباد اور شاہ جہان پور ہر دو جگہ
 رہا کرتے تھے دونوں جگہ آپ کے مکانات تھے اور ہر دو مقامات پر اردن مندوں کا
 حلقہ وسیع تھا۔ آپ کی پہلی بیوی کے بطن سے سید محمد صالح صاحب اور ایک صاحبزادی
 اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں یعنی سید داؤد
 صاحب سید محی الدین صاحب سید عبد الرزاق صاحب سید خیر الدین صاحب بی بی
 آمنہ پانچ اولاد میں بی بی اجی کے بطن سے متحد البطن تھیں اور گل بیگم صاحبہ کے بطن سے
 ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام خدیجہ الکبریٰ تھا اور دو صاحبزادے سید ابراہیم صاحب
 اور سید رحمت الدین صاحب جن کا نام بقاعدہ عرب اپنے جد امجد کے نام نامی پر رکھا
 گیا تھا سید صاحب نے ایک تملیک نامہ ۲۲ رجا دی الثانی ۱۱۹۹ھ ہجری کو جب کہ فرخیم
 بادشاہ کا عہد تھا تحریر کیا جو جس کی نقل بطور یادگار کے حاشیہ پر لکھی گئی ہو سید صاحب

سے نقل تملیک نامہ بنام بی بی گل بیگم صاحبہ منجانب سید احمد صاحب ہم الدین الرحمن الرسیم قرار کر دو
 اعتراف معتبر شرعی نمود مسمی سید احمد ابن سید ابراہیم گیلانی مرحوم ساکن قصبہ شاہ جہان پور علی گڑھ کا منت کولہ
 سرکار بدایوں ان مضامین بصوبہ دار اخلافت شاہ جہان آباد حال جو از اقراء شرعاً بر نیو کہ بخیر و تکرار شعی
 گردانید در حال صحت و ثبات عقل پس می گل بیگم بنت کمال الدین خان مرحوم و بنور شید رحمت الدین از آنچہ کہ حق ملک

پیدا ہو کر رحلت کر گئے ہوں ایک کا تہیے ان کا نام بھی لکھنا ضروری سمجھا ہوا اور دوسرے نے غیر ضروری۔ سید صاحب کی آٹھ صاحبزادیاں تھیں پشتہ سید صاحب کے آبا و اجداد کا شجرہ لکھا جاتا ہو اسکے بعد آپ کی اولاد کا شجرہ مفصل مرقوم ہوگا۔ سید صاحب کی تنواری بطور تبرک کے آپ کی اولاد کے پاس چلی آرہی ہو۔

شہاب الدین سید احمد خان	بن سید ابوالاسحاق ابراہیم	بن سید عقیف الدین حسین
بن سید محی الدین عبدالقادر جلی حموی	بن سید شمس الدین محمد	بن سید محی الدین عبدالقادر جلی حموی
بن سید شمس الدین محمد	بن سید علاء الدین علی	بن سید شمس الدین محمد حموی
بن سید سیف الدین حموی	بن سید ظہیر الدین احمد بغدادی	بن سید ابی نصر محمد
بن قاضی القضاۃ ابوالصالح نصر	بن حافظ العراق تاج الدین ابوبکر سید عبدالرزاق	

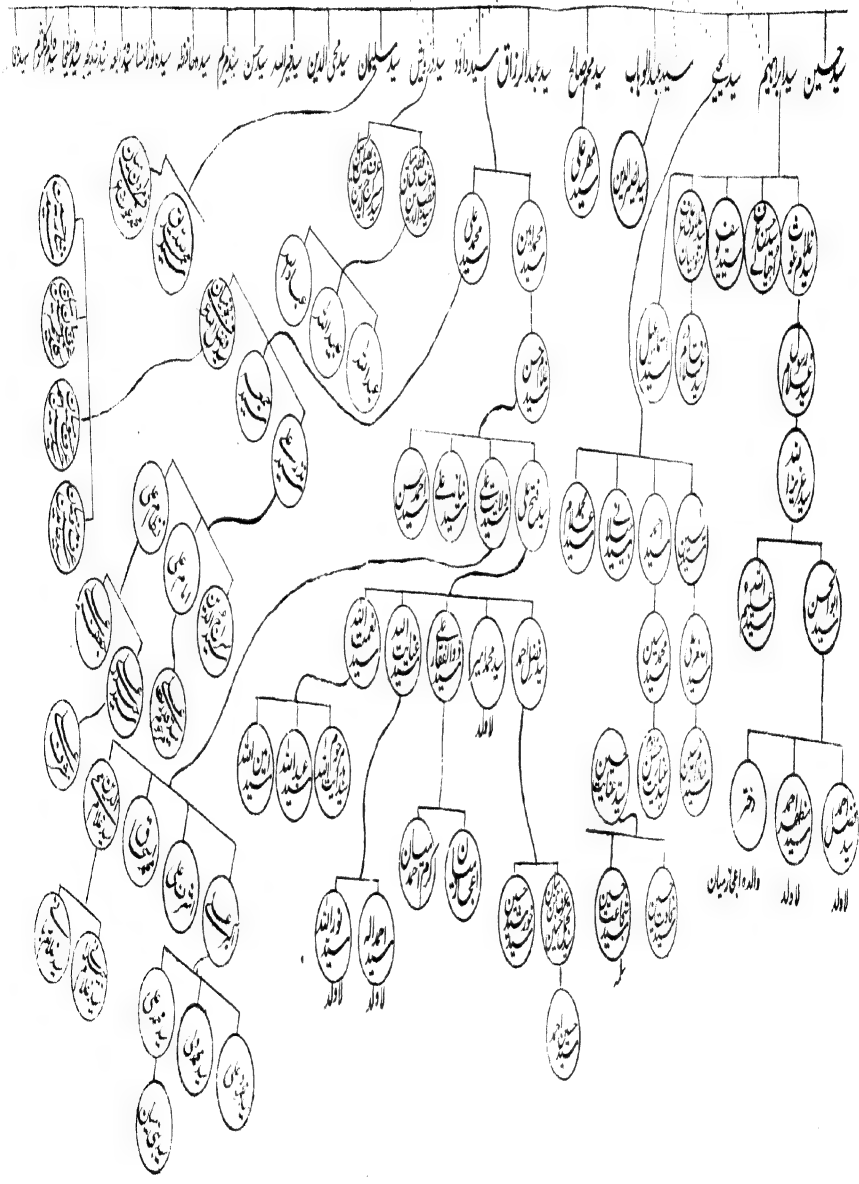
بن قطب ربانی غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جلیانی اُحسنی و اُحسینی قدس سرہ

سید صاحب کے چچا سید علی ابوالحسن صاحب کا انتقال شاہ جہان پور میں ہوا اور مولہ جھنڈا کلان واقع شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے آپ کے مزار پر حضرت مرزا منظر جان جانان دہلوی تشریف لائے ہیں ہندوستان میں سید علی صاحب نے شادی نہیں کی اور نہ یہاں آپ کے اولاد ہوئی مگر ماہ شریف میں آج تک آپ کی اولاد موجود ہے۔

سید صاحب کی اولاد مزینہ و دختر کی کا شجرہ بھی ہم نے نہایت تحقیق سے مرتب کر کے تحریر کیا ہے اور ہر ایک فرزند کے تفصیلی حالات بھی جہاں تک ممکن ہوئے لکھ دیے ہیں۔ شجرہ صفحہ آئندہ پر لکھا ہوا ہے۔

شجره اولاد حضرت شهاب الدین احمد صاحب رشت علی سلطنت غوثیه باشندگان آباد و شاه جهان پور

ساروت مورث شهاب الدین احمد صاحب رشت علی سلطنت غوثیه باشندگان آباد و شاه جهان پور
 ساروت مورث شهاب الدین احمد صاحب رشت علی سلطنت غوثیه باشندگان آباد و شاه جهان پور
 ساروت مورث شهاب الدین احمد صاحب رشت علی سلطنت غوثیه باشندگان آباد و شاه جهان پور



سید محمد صالح صاحب یہ اسم صاحب کے صاحبزادے تھے اور سجادہ نشین بھی کہے جاتے ہیں بعض اشخاص آپ کو اولاد اکبر بتلاتے ہیں آپ اور ایک آپ کی بہن سید فاطمہ متحد البطن تھیں آپ ہر دو اپنے والد کے ہمراہ اور نگ آباد سے شاہ آباد تشریف لائے تھے جو شجرہ کرسید صاحب کے زمانہ حیات میں مرتب ہوا ہے اس میں جس طرح کہ آپ کے جد امجد اور والد ماجد سرخ رنگ سے امتیازی طور پر لکھے گئے ہیں اسی طرح آپ بھی اپنے جملہ بھائیوں میں امتیازی طور پر لکھے ہوئے ہیں سید محمد صالح صاحب نہایت نامی عالی منزلت اور صاحب عرفان بزرگ تھے نقل ہو کہ ایک بار آپ مجلس سماع میں کیفیت طاری ہوئی اُسی حالت میں آپ نے اپنا کرتا اتار کر قوالوں کو دیدیا جس کی برکت سے قوالوں کی نظر سے پردہ حجاب کا اٹھ گیا اور وہی کیفیت ان پر طاری ہو گئی آپ کی عظمت شہرہ آفاق تھی حسب امر کے یہاں کوئی تقریب ہوتی تو حصول برکت کے لیے آپ بلا کر شریک کیے جاتے پنا پنجہ نواب تاج الدین خان جو نواب بہادر خان بانی شاہ جہان پور کے نمبرہ تھے اُن کا عقد سماء روشن آراہیگم بنت سید بہادر ولی خان ابن نواب سید حسین خان مرحوم سے قرار پایا اور ایک کرو پچیس لاکھ

سے نقل نکاح نامہ نواب تاج الدین خان بوکالت سید محمد صالح صاحب - احمد سعد الذی جعل النکاح سنت الانام و تصلا فاطمہ بن اکلال و احرام حنا التفاحش و الانام و التعلال و المالی الانام الصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الانام علی آلہ و اصحابہ الدرد و الکرام اسلہ بالمدی و دین الحق فیظہ علی بن کل و لو کہہ المشکون قال البنی معلوم عن النکاح سنتی فلیس منی - اما بعد این وثیقہ صحت شرعیہ کہ بزیر صدق آراستہ بنی و ساریت بزرگانہ بتیاج نور و ہم شہر ذی الحجہ مسئلہ جلوس فرخ سیر شاہی بن خواست و در عقد نکاح شرعیہ خود آورہ سہمی نواب بہادر خان تاج بہادر بن زین الدین خان شہید بن نواب غیرت خان فیض قادیان قادیان المستورات تاج الفدات سماء روشن آراہیگم بنت سید بہادر ولی خان بن سید نواب حسین خان مرحوم بنزدیج و کمیش سید محمد صالح ابن سید احمد بن سید ابوالہریرہ کہ بر صدق و کالت او اختیار نمود شہید بن علی بن البلقین شیخ بک بن شیخ بن جوہر دار بن شیخ فیروز میر محمد ہاشم بن محمد حسین بن

روپیہ کا دین مہر مقرر ہوا اس مناکرت کے وکیل بھی سید محمد صالح تھے آپ کی بیوی نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسطاگر کی پھوپھی تھیں بعض لوگ سید صاحب کی اولاد میں ایک صاحبزادی ہونا بیان کرتے ہیں جس کا نام سیدہ عائشہ تھا کا غذات سے آپ کے ایک فرزند سید محمد علی بہت ہوتے ہیں ممکن ہو کہ یہ صاحبزادے آپ کے حین حیات ہی فوت ہو گئے ہوں اور آپ کی صرف صاحبزادی رہ گئی ہوں شاید اسی وجہ سے آپ کا پکا باغ اور پکا مکان نواب احمد علیخان نے اپنی پھوپھی کے ذریعہ سے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا جو آج تک چھوٹی ڈھیوٹی کے متعلق ہے آپ کا مزار پر انوار محلہ ٹیڑھانہ میں آپ کے پکے باغ کے شمالی اور شرعی کو نہر واقع ہو باغ کے جنوبی اور مغربی گوشہ پر آپ کا مکان تھا کنواں وغیرہ اب تک باقی ہے۔

جب مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد بادی جو عالم تفسیر اور عارف باللہ تھے شاہ آباد تشریف لائے تو افضل خان صاحب تارین کے مکان واقع موضع دریا پور سے عبدالسبحان خان سب جٹسار کے مکان واقع محلہ احاطہ کو تشریف لیجاے تھے حافظ غلام علیخان ہمراہ تھے اتنا سے راہ میں جب سید محمد صالح صاحب کے مزار کے قریب

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سید علی صاحب دیکل سیدہ روشن آرا بیگم فقیرا بیگم ولدہ ناز بیگم بن نذیر بیگم کے برصہ دی وکالت اور اختیار نمودند شاہدین عاتقین بالیقین مرزا احمد علی بن فیاض خان بن نور ظفر خان مرحوم دہر علی بن محمد صالح وکیل مذکور وکیل مذکور بنفس برکلمہ خود را بنکم مذکور بنی وطلالی دادا بجای قبول بن العاقین مذکورین در مجلس واحد واقع و مردم کہ ارجاب و قبول را می خندند و می فہمیدند کہ تین سنیہ کہ کرد و بست پنج لک روپیہ پنج الوقت کہ نصف آن شخصت و دو و نیم لک روپیہ مشورہ اذاجا ملت موصل واجب الادا است

و نشان موصل الی انتہا کلاچ با من ست کان بھکاغا۔ ان اردو فعل یوتیر من ایشاء۔ محمد کاظم ولد التفات خان۔ بہادر خان چٹا خٹ محمد حبیب اللہ التفات خان۔ صالح محمد بن سید احمد۔ محمد فتح اللہ زید شفاعت التفات خان۔ محمد بیگم بیگم بیگم بیگم

اور زوجہ دویم کے بطن سے سید اسمعیل عرف بدھو میان زوجہ سیوم کے بطن سے سید غلام علی عرف بنو میان اور سیدہ فرحت تھیں سید ابراہیم صاحب نے سب کی شادی اپنے عہد حیات میں کر دی تھی مراد ان صاحب نے سید ابراہیم صاحب سے لکر دو چکر اور ایک دیوانخانہ اور ایک سہ دری اور ایک قطعہ راشی جو عقب دیوانخانہ تھی اور حق و گنشی بازار کا بیوہ غلام غوث صاحب کو دلایا تھا اور باقی پکڑک و سکاٹات سید ابراہیم نے دیگر صاحبزادوں کو عنایت کیے۔ سید ابراہیم صاحب کے نام ایک بیغنامہ جو دستلں بگہ پانچ بسوہ پختہ بلغ کا ہوا اور وہ راشی مین لاہور پور محلہ باقر زئی کے واقع ہو جس کی حد شمالی بلغ اجمیری خان اور حد جنوبی بلغ جمال الدین خان ذکر یا نہیں ہے ڈیر ٹھسور و بیہ کو خرید کیا گیا تھا یہ بیغنامہ نہادہ رجب ۱۱۵۷ھ ہجری کو تحریر ہوا ہوا اور اسپر مہر ان کی نانی صاحبہ یعنی اہل خانہ نواب کمال الدین خان والدہ نواب محمد سرور خان کی بھی موجود ہے اسکے علاوہ دوسرین اور بھی سید ابراہیم صاحب کے نام موجود ہیں جو منجانب نواب شیر انداز خان کے تحریر ہوئی ہیں ایک مسند ایک قطعہ بلغ علاوہ خاص خیل کی سب سے جو بیس بگہ پختہ راشی کا بیوہ ماہ رجب ۱۱۵۷ھ ہجری کو تحریر ہوئی ہے اور ایک سند میں قطعات چکوک کے درج ہیں اور یہ سند ار ذی الحجہ ۱۱۵۷ھ کو تحریر میں آئی ہو سید ابراہیم صاحب کے چھوٹے بھائی سید رحمت اللہ صاحب اور ایک خواہر خدیجہ الکبریٰ تھیں غرض سید ابراہیم صاحب کے نام اکثر کاغذات ارضیات کے تھے اور شاہ آباد کے سادات غوثیہ کے آپ ہی مورث اعلیٰ ہیں۔

سید سلیمان صاحب تیسرے صاحبزادے تھے آپ کے مرنے پر پورین زیادہ تھے ایسے آپ کا وہاں قیام ہوا اور آپ نے وہیں انتقال کیا جہاں پور میں

سید سلیمان صاحب کا مزار ہوا آپ کے دو فرزند سید محمد صدیق اور دوسرے محمد غوث غفر
 مراد صاحب تھے جن کے متعلق کاغذات میں ہو کہ عالم کامل سراج الاولیاء
بن سید سلیمان صاحب جاہ و شہرت پوران کی مریہ بھوپال
 کی کوئی بیگم صاحبہ بھی تھیں۔ سید سلیمان صاحب کی تین صاحبزادیاں بھی تھیں یعنی گنبد
 میں آپ کا مزار بتلا تے ہیں۔

سید عبد الوہاب صاحب چوتھے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ بھی اپنے
 باپ دادا کے اوصاف سے حصہ کافی رکھتے تھے آپ کی ایک ختراورد صاحبزاد
 یعنی سید نصیر الدین صاحب عرف بندو میان صاحب وغیرہ تھے اس شاخ کے فضیل
 حالات نہیں معلوم ہوئے محلہ جھنڈہ شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے۔

سید درویش صاحب پانچویں صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ کی ذات
 بھی نہایت واجب التعظیم تھی آپ کے دو فرزند اور تین صاحبزادیاں تھیں ایک فرزند
 قطبی میان صاحب جن کا مفصل تذکرہ علیحدہ درج کیا گیا ہو دوسرے فرزند سید
 سراج الدین عرف بھیکن میان تھے آپ کی ایک صاحبزادی سید و بی بی شاہ مدن صاحبہ
 کو منسوب تھیں دوسری اپنی برادر چچا زاد سید محمد صدیق فرزند سید سلیمان صاحب کو
 منسوب ہوئی تھیں تیسری صاحبزادی غیرت بی بی سپالی میں منسوب تھیں آپ کی اولاد
 نے شاہ جہان پور و رام پور میں سکونت اختیار کی جن کا تذکرہ آپ کے فرزند قطبی میان صاحب
 کے حالات میں بیان کیا جائے گا آپ کا مزار دہلی میں ہے۔

سید داؤد صاحب چھٹے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ کے نیرہ غلام حسن صاحب
 اور ان کے فرزند فتح علی میان صاحب سے سلسلہ پیری و مریہ کا جاری ہوا آپ کی اولاد انجا

ٹھوکر ماری اور اُس سے آواز جھٹ کر دی گئے جہنکار کھلتی ہو پیدا ہوئی مریض مذکور صاحب
بیدار ہوئے دیکھا کہ بخار مطلق نہیں بالکل جاتا رہا۔

سید محی صاحب سید احمد صاحب کے ساتویں صاحبزادے تھے جن کے
متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے حادثہ ہاندا اور صاحب سجادہ تھے آپ کی اولاد
میں چار فرزند تھے جن کا سلسلہ شاہ جہان پور میں ہو اور اُن کے اسماء شجرہ میں تحریر ہوئے۔
میں آپ کا مزار بھی شاہ جہان پور مندرجہ ہے۔ میں ہوا آپ کے ایک فرزند سید حسین عرف
کلن میان صاحب تھے جن کا مزار اجمیر شریف میں ہو۔

سید عبد الرزاق صاحب آٹھویں صاحبزادے تھے آپ بھی مثل اپنے
زرگون کے واجب النظیم تھے۔

سید حسن صاحب و **سید محی الدین** و **سید خیر الدین صاحب** سید حسین
و **سید حسین صاحب** لاولد تھے خلیفہ شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے۔ ان
چاروں صاحبزادوں کے نام بھی شجرہ میں تحریر ہیں مگر ان کی اولاد و حالات کا پتہ نہیں
چلا مگر جن میں صاحب کی زبانی اتنا معلوم ہوا کہ سید محی الدین صاحب اور سید
محی الدین صاحب اور سید خیر الدین صاحب شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے۔

سید احمد صاحب کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادے
سید رحمت الدنام کے تھے مگر ان کے سید رحمت الدین ابراہیم صاحب کا عرفی نام ہوا
کوئی دوسرے فرزند ہوں ہم نے آپ کے فرزندوں کے نام سلسلہ شمار میں صرف ان کو
حساب کی تحریر کیے ہیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کون بڑا تھا اور کون چھوٹا بعض سید محمد صالح صاحب
کو خلف اکبر و سجادہ نشین بتلاتے ہیں اور بعض سید داؤد صاحب کو جو شاہ جہان پور میں

تشریف فرما تھے والد علم بالصواب۔

عہد شاہی تک سید ابراہیم صاحب کی اولاد شاہ آباد میں ظاہری حالت سے بھی خوش حال رہی انکے پاس بہت سے چلوک و اراضیاں تھیں بعض کاغذات و اسناد ان کے اس وقت ہماری پیش نظر ہیں سید نور احمد عامل شاہی نے سید حسن عرف انجیلے صاحب کے چکات کی معافی بحال رہنے کی سلسلہ بھی لکھی ہو اور نیز باہمی خاندان میں چکات سید ابراہیم صاحب کی جو تقسیم ہوئی ہو انکی فرد ہر ایک کی دستخطی موجود ہو اس سے تفصیل چکات کی معلوم ہوتی ہے جس کی نقل درج ذیل ہے

چک سرائے چک منگیادان چک منکوہ میان حیدر خٹک پڑی چک سلیمانی چک مہند
چک کھیڑہ مٹو میان چک میان فیرن چک ہری چک بلغ گھٹان چک تیر
چک سود و نالہ چک چہرہ چک خرید کردہ میان عبدالقادر صاحب ازلی بی عید
بنت اسمعیل صاحب چک ملیا چک نگرا یہ چکات باہم میان عبدالقادر
صاحب اور غلام رسول صاحب عرف فیرن میان کے تقسیم ہوئی ہو مہر میں
پڑی ہوئی ہیں غلام رسول صاحب کا جمع نہایت دلکش ہے سہ لطف غٹ
است بر غلام رسول۔

بعد انتقال سید ابراہیم صاحب کے تبرکات درگاہ و جہنڈا و باغ وغیرہ مساوی طور پر آپ کے فرزند و پسر تقسیم کیے گئے سید غلام قادر صاحب ابن غلام علی صاحب دکن کو چلے گئے تھے لیکن بعد واپسی کے دروازہ بیرون محل سرائے کے لگانا چاہا مگر فیرن میان

نہشتہ نور اللہ صدیقان عالی استقبال محال جاگیر شاہ آباد بندہ چکات سید ابراہیم صاحب پسرزادہ ازہدیم الام
معاذ ست حالاً سید حسن عرف او جیلے ولد سید ابراہیم معان خود شہر باد کے از تحصیل چکات سکھوڑا رحم و شرف شہر مدینہ شہر
تاکید و استدعا ہے سید علی آوند محرم تاریخ چھوڑا شہر حبیب الرحمن جوی۔

سے اپنی دونوں چچیاں کو یعنی منگھوڑا و جیالے میان و حیدر میان کو مزاحمت پر آمادہ کیا مگر نواب علی خان تعلقدار باسط منگھوڑے فیصلہ کر دیا فقرن میان نے جو اپنی دادی کے مرکا دعویٰ پیش کیا وہ ثابت نہ ہوا کیونکہ جب مولج خاندان کے عیسے ہزار پوہ میر صاحب نے ادا کر دیا تھا۔ نواب فیض اللہ خان کے عہد سے جو سید ابراہیم صاحب کو دارا سوروپیر و طبیعتہ مانا تھا وہ سید صاحب کے بعد ان کے فرزند سید غلام علی کے نام منتقل ہوا نواب احمد علی خان صاحب سوروپہ بحال رکھے اور سید غلام قادر اور سید عباس علی میان کے نام منتقل کیے جو ان کے بعد سید امین الدین صاحب کو منتقل ہوئے یہ کیفیت سید باقر حسین لدیہ امین الدین صاحب کے مقدمین مفصل مرقوم ہے۔

افسوس کہ اس خاندان میں اب تنزل ہوئی زمانہ سید فضل احمد میان صاحب مغنمات سے تھے راقم کے ساتھ نہایت محبت کیساتھ پیش آتے تھے حج سےاپس اگر ۱۲۲۰ھ ہجری میں جو ان مرگ انتقال کر گئے تاریخ ان کی راقم نے یہ لکھی ہو ہے فضل احمد زکیم آمد مرید منظر احمد میان بھی لا ولد انتقال کر گئے اب صاحب احمد میان سید و افتخاری میان صاحب کے فرزند اور فضل احمد میان کے بھائی کے درگاہ پر چراغ روشن کرنے والے نظر آتے ہیں باقی اور کوئی معلوم نہیں ہوتا۔

قطبی میان صاحب اہل نام جلال الدین تھا آپ سید درویش صاحب کے صاحبزادے راقم نے دوسرا قطعہ بھی فضل احمد میان کے تعلق لکھا ہے وہ یہ ہے۔

ایک سید بجاہ شدہ چل اے اللہ	اندانستہ در کام جان فرقت و زہر
تاریخ حین سال رقم کرد منقشر	بویہ فکر و اندیشہ ازین دہر

اور شہاب الدین سید احمد صاحب کے پوتے تھے آپ کے والد موصوف سلطنت کی قدردانی سے دہلی میں قیام فرماتے تھے قطبی میان صاحب ہلی میں پیدا ہوئے بعد پیدائش کے اکثر رویا کرتے تھے اور آپ کے والد صاحب کے فرار پر راجا اور آپ کا کت ہو جاتے تھے اس جہم کا قطبی صاحب نام مشہور ہو گیا اور کثرت استعمال قطبی سے قطب الدین نام قرار پا گیا قطبی میا صاحب بڑے باخدا اور صاحب نسبت بزرگ تھے دینداری کیساتھ ظاہری مشاغل دنیا کے بھی اپنے اختیار کیے تھے۔ بعدہ چکیدیاری ملازمت کی تھی۔ آپ کا مسلک جیسا کہ بزرگان دین کا کہ اپنے باطنی حالات کو اہل دنیا سے مخفی رکھتے ہیں مخلوق کیساتھ ظہور میں آتا تھا کثرت سے لوگ آپ کے مرید تھے آپ کی ادنیٰ کرامت یہ جو کہ اپنے عرس میں آپ خود نمودار ہوئے ملفوظ رزاقی یعنی تذکرہ شاہ عبد الرزاق بانسوی (ق) کے (ص ۱۱۱) میں ہے کہ قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید محب الدین صاحب نے آپ کے عرس شریف میں سیدنا شاہ غلام علی صاحب کو جو نیرہ شاہ عبد الرزاق صاحب کے تھے بلا کر شریک کیا جب راگ شروع ہوا سید صاحب مدوح نے فرمایا کہ بکواس جگہ سے سید لچلو بکواس یہاں بیٹھنے کی طاقت نہیں ہو صورت مبارک سید قطبی صاحب کی نمودار ہوئی ہو بکواس ان کے جمال دیکھنے کی تاب نہیں۔

سوره از دعوسید قطب الدین صاحب قدس سره که تاریخ پانزدهم ربیع الاولی شود صاخراده عالی السید علی بن محمد فرزند
و میر حضرت سید محمود و آنحضرت پیرو مشرب حق نورالهدیه قدس نیز استقاده حاصل کرده بود و در مجلس عرس الدنیز اگر افرود جناب و ح
کاش نیز شکفت شد در آن مصلح خیرانی کی کردند بود و بری جنبش لاین حکما فرمود که مرا از اینجا که بسید در تفسیل فبر میرا
ماندست پس این نیاز است چرا صورت مبارک سید قطب الدین جوید است مراتب یدنی جمال شان
پیدا شود چنانچه چون جناب پیرو مشرد را خواستم که بهم صاخراده معروف مانع نشود دیدر سبب جناب جیدی باز از این حکما ک
که بگوید که چای پالی مراد رسیدیم بهر دیا صاخراده مروج مانعت نمود جناب قدس فرمود که در اینجا صلوات عمدا مبارک سید
قطب الدین شین نگاه است مراتب نظر رجال شیخان نیست غنا مانع نشود بدین جناب هیچ داد و بدر نام

عاشب در اینجا نیز صفتش را بر عیال و مجلس و در دسودیان خط کشیده ۱۲ لغو قرار آتی صدف نواب محمد خان شانهامان پوری (۱۳۵۵)

یہ روایت بھی محفوظ رزاقی میں مرقوم ہے کہ سیدنا شاہ غلام علی صاحب بانسوی جو اکل
وقت اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے قطبی میان صاحب کے کمال محبت قلبی
اور طبعی مناسبت رکھتے تھے گویا باہم عشق کا درجہ تھا ایک بارید صاحب بانسوی کی
خدمت میں راگ شروع ہوا احوال نے رباعی سے گل گفت کہ من مذہب نبی دام چھڑی
قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید عبیدہ المعروف موتی میان کو گریہ و زاری پیدا
ہوئی شیخ نعمت علی نے نواب محمد خان سے کہا کہ موتی میان کو جو یہ گریہ و زاری
لاحق ہوئی ہے کچھ محبت الہی کا غلبہ بھی ہو یا خالی مکر ہے اور سنا جاتا ہو کہ نکلے والد
ماجد کو بھی بہت ذوق سماع سے تھا مگر ہمارے نزدیک بجز مکر کے اور کچھ نہیں ہے
نواب محمد خان نے بھی اُن کے ہم خیال ہو کر تصدیق کی سید صاحب فوراً اس گفتگو
پر آگاہ ہو گئے اور دونوں اشخاص کی جانب نگاہ کی اور فرمایا کہ اے محمد خان سید قطب الدین
صاحب کی طرف لوگ جو گمان کرتے ہیں وہ ہرگز نہیں اُن کی ذات ایسی بزرگ تھی
کہ جس کو میں جانتا ہوں سید قطب الدین صاحب کو جو حالت راگ میں طاری ہوئی تھی
وہ محبت الہی سے تھی جو لوگ کہ اُن کے تابعین سے حرکات بیجا کرتے تھے وہ مفت
اُن کا نام بدنام کرتے تھے جو لوگ ظاہر بین ہوتے ہیں وہ سامان دنیا دیکھ کر اکثر غصہ
کیا کرتے ہیں اور آخرین ندامت اُٹھاتے ہیں -

قطبی میان صاحب کو اگرچہ اپنے آبا و اجداد سے اجازت و خلافت حاصل تھی مگر
اسحاق میان صاحب جو شاہ عبدالرزاق صاحب کے خلیفہ تھے اور جن کا مزار شاہ جہاؤ
شاہ محمد اسحاق صاحب قوم کے پٹھان طوخی تھے شاہ جہان پور گاؤں بورہ میں ہے تھے ابتدا سے عمر سے محبت
الہی کا انکے دل پر غلبہ تھا بعد کہ اکل روزگار ہوئے آپ کے بہت حالات محفوظ رزاقی میں مذکور ہیں ۱۲۰۲ھ
کو وفات پائی شیخ علی میان صاحب بانسوی جب آپ کے مزار پر حاضر ہوئے اور اسحاق میان نظر

میں ہوا رادت و اتحاد تھا اُس زمانہ میں ایک بزرگ محمود خان صاحب جے خاندان صابریہ کے مرید اور اکل وقت تھے یہ شاہ جہان پور میں رہا کرتے تھے اُن سے بھی قطبی میان کو صحبت رہا کرتی تھی آپ شاہ مدن صاحب کے گھر شاہ آباد میں زیادہ رہا کیے اور تربیت پائی کیونکہ آپ کی ہمیشہ جواہل خانہ شاہ مدن صاحب کی تحقیر ملاوہ تھیں اُن کو آپ سے بے حد موافقت تھی اور بقول آپ کو انھوں نے اپنا مہنتہ کیا تھا۔ قطبی میان صاحب موزوں طبع اور عالی فہم عارف تھے فارسی ہندی دونوں بانویں میں آپ کا کلام دلکش ہیو شعر آپ ہی کا ہے۔

محبت رشتہ نازک نذر تاج بنی بانک دم زدن ایدل گرہ داری آید
 آپ کی ایک ٹھہری جو صوفیوں کی بزم میں اکثر قوال گاتے ہیں اور صاحبان حال اُس سے وجد میں آتے ہیں یہ ہے جو بنوا گئے بہیتی سوہیتی اب تھوڑی رہی ہے اب تو تھوڑے گھر آو رہا ہے چنگی پھونکدئی بن پیا کون بچھاس سید کے ہم گاون دہستہ بن بوری دہرو موری ناؤ۔

بعض مریدوں نے آپ کو چکات باغات نذر بھی کیے تھے چنانچہ اس محلہ سلیمان میں بھی لوگ آپ کے مرید تھے اور یہاں ایک باغ میں ایک درخت جو دو شاخی آرم قطبی صاحب کا مشہور اور آج تک آپ کے نام سے منسوب پکڑا ہے۔

قطبی صاحب کو جو پروانہ منصب چکلیداری کا سرکار لکھنؤ سے دوبارہ ملا ہو وہ آج تک موجود ہو نقل اسکی یہاں پر درج کی جاتی ہو۔

بقیہ گزشتہ آئے تو میان صاحب بالسنوئی آپ کا نہ وفات پہنچا آپ نے مصرعہ کینار و کینہ اور ہفتاد و پڑھا ایک بار غلام علی شاہ صاحب کے مزار پر تشریف لیکے تو عالم کا شفیق اسحاق میان صاحب آپ کو خود گور کے مزار سے اپنے مزار پر پہنچ لیکے۔ غرض کہ آپ کا دل بزرگ تھے مزار بھی آپ کا پر تصرف ہے۔

نقل پروانہ چکی لاری بنام قطبی میانصاحب نجیب انبواب میرالدولہ
انتظام المکاتیب لڑکی خان بھادر نصرت جنگنا بونی سرکار لکھنؤ

سید صاحب مہربان سلامت - خدمت چکے بریلی از ذمہ مہاراجہ صاحب مہاراجہ
بھوا لال جناب عالی متعالی موقوف فرمودند و محالات متعلقہ آن مہربان بانمہربان از
حضور پر نور بحال و برقرار اند شفقہ حضور عالی صادر شدہ میرسد باید کہ بخاطر جمع بکار محالات
خود مستعد بودہ سعی بافزونی تردد نمایند و باقیات مسئلہ فصلی کہ بذمہ شما هست منجملہ
آن تنخواہ سپاہ برپہ شدہ بسپاہ بدہند باقی دیگر بحضور ارسال دارند و قدرے یک قسط
پیشگی مسئلہ ارسال دارند کہ حُسن مجرائی ایشان است در این امر متغافل نشوند۔

مہر حیدر بیگ خان
۱۱۰۹۹

قطبی صاحب بن جوہر ضدداشت بعض امور کی سرکار لکھنؤ میں بھیجی تھی وہ بھی احکامات
رو بکاری سے مزین ہو کر صادر ہوئی تھی یہ سبکی نقل بخجندہ تحریر کی جاتی ہے۔

۱۱۰۸۸
خادم شریعہ شر
قاسمی محمد مہدی

نقل

واجب العرض

امیدوار فضل و کرم کہ واقعاتین مستخطہ مزین
شرح مستخطہ خاص
وصدور بجاہ
وصدوری
وہ باجی

از راہ پرداخت مدد خرج ذات بندہ و بندہ زادہ موافق شخصیت باید مستخطہ خاص شونید

شرح مستخطہ خاص
سماجت کائنات
اندازہ جہانگیری
باشند سرکار
سعی و فائز
کے غور و
وفا پرست

پیرگنہ شاہ جهان پور کہ بہ بندہ تفویض می شود تعلقات کہ در علاقہ دیگر اند ہر جا کہ گنجایش ختم دید خام کردہ خواہم گرفت نالش کسی در حضور پذیرا نشود کہ باعث خلل و بدعلی نگردد و بہر گز کہ از حضور رعایت و تحقیق شود از روی تشخیص خود آنچه گنجایش باشد در قبولیت خود مجرا باید چہ کہ بدون این از سر کار سرانجام نخواہد

توجہ دستخط خاص
نوبت پانصد پانچ سو و بیست و پنج
نوبت پانصد پانچ سو و بیست و پنج
نوبت پانصد پانچ سو و بیست و پنج

دو ضرب توپ و یک پلٹن و دو صد سوار تا سال آخر تعینات باشند و بیضوت ادای کرگی بخوبی خواہد شد۔

توجہ دستخط خاص
موافق ضابطہ
ابو نعیم

واصلات خام و عالمان معزول ہر چہ باشد مجرا باید۔
توجہ دستخط خاص
نوبت پانصد پانچ سو و بیست و پنج
نوبت پانصد پانچ سو و بیست و پنج
نوبت پانصد پانچ سو و بیست و پنج

حاشیہ صفحہ (۲۲۱) حیدر گیشان عدومت نواب صفت الدولہ من سرفراز الدولہ حسن مہناخان زیراعظم کے نائبیے یا میر اپنی صفات میں وید العصر تھے مگر عرصہ میں انھوں نے اپنی دانشمندی سے تمام امورات سلطنت پر تسلط حاصل کر لیا تھا حسن مہناخان بجز نام کے ذات کے کوئی چیز نہ تھے کیونکہ ان کی محض تھے نو بہا میر الدولہ حیدر گیشان کا سالانہ خرچ چھ سو تھاکہ روپیہ کا تھا نواب صفت الدولہ جو جنی ترین ملاطین اودہ سے ہوئے ہیں حیدر مہناخان جو طلبیا اگر خزانہ سرکاری میں نہ ہوا اگر امیر الدولہ بہادر نے فکر کر کے حاضر کیا اسیلے نہایت قربتاً غرض حاصل تھا گلہ میں ویرسے گورنر جنرل سے ملنے سلطنت اودہ کی ضرورتوں میں جب تکے تو ویرسے کو اپنی طلبت اتنی سے ایسا رضامند کیا کہ وہ مابٹا بس کا واپس لینے کے لالہ الدولہ حیدر گیشان آصف الدولہ کے عہد میں انتقال کر گئے تھے کہ فرزند اکبر علیخان حسن علیخان مور د عافیت شاہی ہوئے تھے نواب میر الدولہ کے بعد بکاسے اسکے ہمارا جگہ لینے نے ترقی کی تھی۔

از بندہ قبولیت مال و البواب ہرچہ بود ہمہ فہمدہ نوشتہ خزانہ داخل سرکار فرمودند و

سولے ازین کیخمر مہرہ بجلت البواب و پڑ و غیرہ زیادہ طلبی نشود۔ برک ہفت نفر متعینہ
شاہجہان پور ہفت سوار از رفیقان بندہ بیکار نشستہ اندامید و لکہ در مینہ
نوکر شدہ متعینہ بندہ شوند کہ مردمان کار آمد و رفیق اند۔

شرح دستخط خاص
انشا اللہ تعالیٰ
کے پڑ پڑ خواہاں
خاطر شریف
جمع دارند

خود بدولت معتقد سادات و جناب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اند مجب اعتقاد ما
ہر دم دامن دولت گرفتہ ام نشود کہ از گفتہ کسی مخالفان مزاج عالمی قسم نگیرد و پاس امن معنی
بخود بدولت ضروری ست۔

شرح دستخط خاص
مواقف معمول و
انشا و سعادت

در باب املاک امیدوار است کہ بعض ہر ازرا بکشیہ بدعای دولت مشغول باشد۔

قطب میان صاحب عہد چکلیاری مین سرکار لکھنؤ کو شاہ آباد کے شہودانہ بھیلجار
تھے اسکے متعلق بھی چند سرکاری خطوط موجود ہیں ایک خط مین پانچ بھنگی انہ کی رسید
لکھی ہے اور دوسرے خط مین ایک اہلکار کے نام حکم صادر ہوا ہے کہ قطبی میان صاحب

نقل خط بہطالعہ صاحب مہران بہ قطب الدین چوہدری سلاست خطا نشان مہلچہ بنی انہ رسیدہ دریافت خیریت ما
سرور و شاد کام خدا لازم کہ ہمیشہ غریب و محتاج باشند بر دانی رسانندہ۔ محمد خلیل علی شہرہ ذاب امیر الدولہ نظام الدین صاحب
ہماہد نصرت جنگ۔ آنکہ عزیر القذافی نسبت نایب قطب الدین صاحب علی باغ جلالہ خان علیا مانی و گوہران برآ
ارسال الیہا حضور پر نور فرید کردہ اند باید کہ از انہ باطل فرزند کوہی فراہمت رسانند کہ در اساتذہ کرام نشو و نما بکلیانند

نے عبدالسد خان سیمانی اور بھگو خان خلیس کے باغات کی فصل انہیں منسوب فرما کر
 کے لیے خرید کی ہولندا انہی ہا ہی باغ مذکور سے کوئی فراحت نہ کی جائے کہ جس سے
 ڈالی کے پھونچنے میں ہرج ہو۔ اس بارہ میں تاکید جاننا چاہیے۔ عبدالسد خان سیمانی
 راقم کے پردادا تھے یعنی احمد علی خان کے والد ماجد کا نام نامی تھا اور بھگو خان خلیس
 بہادر خان کے فرزند اور خلیس قوم کے پٹھان اور محلہ خلیس کے باشندے انسان کا درخت
 جو مشہور ہے وہ بگو خان صاحب کا لگایا ہوا تھا یہ محمد عطا خان و محمد خان کے دادا تھے
 قطبی میان صاحب کے سائت صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہیں۔ سید محمد بشیر
 عرف میان جڑاؤن سید ستیم عرف میرن میان سید عبدالرزاق سید رحمت اللہ
 سید عبدالسد عرف ننھے میان سید عبدالسد عرف موتی میان سید عبداللہ
 عرف عبید و میان دو صاحبزادوں کے عرفی لقب کلن میان اور جھاو میان بھی تھے
 مگر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان میں سے کون سیلہ الرزاق کا کیا عرفی خطاب تھا اور سید رحمت اللہ
 صاحب کا کیا عرفی لقب تھا ایک خط بھی قطبی میان صاحب کی قلم کا اُنکے صاحبزادوں
 کے نام موجود ہے جو راقم کی نظر سے گذرا ہے نقل کی ناظرین کی آگاہی کے لیے تحریر
 کی جاتی ہے اس میں چار پانچ صاحبزادوں کے نام تحریر ہیں **نقل خط قطبی میان**
صاحب بنام فرزند ان خود برخوردار نو چشم سید محب السد و سید ستیم و سید
 عبدالرزاق و سید رحمت السد بعافیت باشند۔ عرضی ہا می مرسلہ رسید از دربار
 غیریت آن برخورداران خوشی خاطر شد احمد سد و المنہ کہ تا تحریر در ایجا ہم مبعوجہ ہست
 است خاطر خود ہا جمع دارند و ہوا رہتا حصول دیدار نویسان غیریت خود ہا مبعوجہ
 خرد و کلان بودہ باشند کہ تسلی ملی ازان تصور ہست زیادہ غیریت از عبد اللہ

ان ہرست صاحبزادگان کا انتقال یاست رام پور میں ہوا اور وہیں ان حضرت کے مزارات ہیں۔ قطبی میان صاحب کا ۱۵ ربیع الاول کو بھوپال میں انتقال ہوا اور یاست بھوپال میں دروازہ جمعراتی کے متصل جس جگہ کہ معصوم صاحب کا مزار ہے مدفون ہوئے قطبی میان صاحب کی بھوپال میں تشریف لیجانے کی یہ وجہ تھی کہ وہ ان کے لوگ کثرت سے آپ کے مرید تھے۔ آپ کے دفن ہونیکے وقت جو آپ سے کرامت ظاہر ہوئی اُسکے متعلق اکرم احمد میان صاحب کا بیان ہے کہ جب لوگ آپ کو دفن کر چکے تو آپ کے صاحبزادوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ پہاڑی ٹمکے سے اوروپر دیں ہو کوئی نشانی مزار پر بنا دیجائے پس آپ اُس پہاڑی پر چادر کفن اوڑھے ہوئے نمودار ہوئے اور یہ شعر پڑھا:

عشق را با صولت ز بیا و ناز بیا ہم کار
مردے را کے نمودار و گور با نقش و نگار

جب یہ شعر گوگوں نے قطبی میاں صاحب کی زبان سے سنا تو کہا اگر پسند ہوگا یہ خود مزار بنالیں گے ان کو کوئی ضرورت ہمارے بنانے کی نہیں ہے۔ میان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ چند بار قطبی میان صاحب بعد انتقال کے شاہ جہان پور میں نظر آئے ایک بار سید عبدالصاحب عرف ننھے میان صاحب کو آتش حبشیم کی شکایت ہوئی اور بہت تکلیف تھی آپ اپنے مکان علی زلیٰ میں جو خاص مکن حضرت کا تھا ۱۲ ربیع کے دوپہر کے وقت کوٹھی میں داخل ہوئے اور کہا کہ ننھے میان ذرا آنکھیں کھول دو بہت درد ہے اور آپ نے لعاب ہن لگایا فوراً آرام ہو گیا اور آپ غائب ہو گئے بارہا اپنے اسی مکان میں اُس لباس میں جو ان کا تھا پہنے ہوئے بالا خانہ پر پھرتے ہوئے مرد و عورت نے دیکھا۔

قطبی میان صاحب کی تاریخ رحلت کے سو اسد وفات نہیں ملا سکا اللہ ہجری آپ کی مہر
 میں کندہ تھے جس سے حیات کا زمانہ معلوم ہوتا ہو سید عبدالصاحب عرف ننھی میان
 صاحب کے ایک صاحبزادے مولوی حسین صاحب ڈپٹی کلکرتھے اور دوسرے فرزند
 سید بشیر الدین صاحب تھے جن کے فرزند سید احمد علی صاحب تباری مہاجر مدینہ منورہ میں
 فرزند کش بین اُن کے حالات خود قابل الذکر ہیں۔ اور وہ علیحدہ درج ذیل کیے جائینگے
 اور سید عبدالصاحب عرف قوی میان صاحب کے صاحبزادے عبدالقادر صاحب تھے
 جن کے فرزند سید قطبی صاحب ثانی رام پور میں
 مقیم ہیں۔

سید احمد علی صاحب سلسلہ خاندان کے موجودہ اشخاص میں نہایت نعمتات
 سے بہن عرصہ پچیس سال سے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہیں اور راقم سے خط و کتابت
 اکثر ہا کرتی ہو صاحب ارشاد بزرگ ہیں۔

حضرت شاہ مدن صاحب

شاہ صاحب کا اصلی نام شہید الدین صاحب تھا آپ کے والد سید عبدالواسط صاحب
 جموی گیلانی تھے آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ سید احمد صاحب کی صاحبزادی اور سید
 محمد صالح کی حقیقی خواہر تھیں۔ یعنی آپ شہاب الدین سید احمد صاحب کے نامور نواسے
 تھے۔ سید صاحب نے اپنی صاحبزادی کے عقد کے لیے جب کسی عالی خاندان مخیب
 الطرفین سید کا ہونا تجویز کیا تو اس لیے اپنے وطن شہر حماۃ سے سید عبدالواسط صاحب
 کو جو سید عبدالصاحب کے فرزند اول سید محمد بن سید عبدالقادر جموی کے پوتے اور آپ کے

ہمقوم تھے ہندوستان میں بلوایا اور اپنی صاحبزادی کا اُن سے نکاح کیا جن سے
شاہ مدن صاحب پیدا ہوئے۔ شاہ صاحب شل اپنے بزرگوں کے علوم ظاہری و
باطنی میں شہرہ آفاق تھے خداپرستی و فرزانگی کی وجہ سے والی ملک آپ کے
حلقہ گوش ارادت رہتے تھے شہرت آپ کی ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی حافظ حسرت
خان بریلوی آپ کے نہایت معتقد تھے صوبہ روہیلکھنڈ سے شاہ صاحب کے نام ڈیڑھ لاکھ
روپیہ مالانہ کی جاگیر مقرر اور نواب وزیر الممالک فرمانرواے اودھ کی سرکار سے بھی ڈیڑھ
لاکھ روپیہ کی جاگیر آپ کے نام معین تھی اور تمام کٹھرا و روہیلکھنڈ کی خلیق آپ کی بیجا
ارادت مند تھی شاہ صاحب کے حالات تاریخ عمادات السعادت میں مفصل مرقوم ہیں
لہذا ہم اُس سے حالات لیکر اردو میں ترجمہ اس جگہ لکھے دیتے ہیں اور اصل عبارت فارسی
بھی ثبوت کیلئے حاشیہ پر درج کیے دیتے ہیں۔

شاہ صاحب سرآمد عقلای زمانہ اور نہایت خوش اخلاق اور صاحبان پسندیدہ
تھے بیشتر شاہ صاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ بھادر جنت
آرام گاہ کے مصاحب و ہمراز تھے۔ نواب صفدر جنگ بہادر کوئی کام آپ کی
بہ صلاح و مشورہ کے نہیں کرتے تھے بلکہ شاہ صاحب نواب اودھ کے مخزن اسرار کہے جاتے

۱۱۱۱ شاہ مدن پیر زادہ بود از نسل حضرت خوشا تعلین می الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بسیار دانا و خوش اخلاق و صاحب صفات
پسندیدہ۔ ابتدا مصاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ جنت آرام گاہ بود بیچ مشورہ بیرون صلح او اقوامی یافت بکفایت از
نواب بیچ نام برور بودہ است و بعد از وفات نواب مغفور در بنگالہ بر تاقیت آکر در دی خان مہابت جنگ ناظم بنگالہ زندگی سیکر
انجام خلی مغزو شیر تر بر سر موکل مال بود چون بنگالہ خراب شد باز باین طرقت آمد و طرح آقا ست در شاہ آباد کہ متصل شاہجا پور
است انداخت و ملازمت نواب پھر شاہ شجاع الدولہ بہادر اختیار فرمود و آنجا بہم و راخیل ہو قری دشت و بیچ راز سے
از وہتان بنی کرد انقصہ شاہ صاحب مرحوم برای مائیکہ شاہ آباد از فیض آباد بوندہ منزل الفت و وزیر کے سبق زبان نامان کہ بادا
از باعث قرب آن بلکہ ملک افانہ بدو قوی آن فرمود نام کنند دخالص پور کہ بیچ گروہان لکھنؤ فاصلہ در فغانہ برای سکونت تعمیر فرمودہ

جب نواب صفدر جنگ کا انتقال ہو گیا تو شاہ صاحب بنگالہ چلے گئے اور وہاں الہ دین محل
محببت جنگ ناظم بنگالہ کی رفاقت میں مرجع انام ہے۔ ہمایوت
اعزاز آپ کا کیا جاتا تھا اور یہاں تک آپ ناظم بنگالہ کے شیر موٹے کہ جملہ امور ات
نکی و مالی آپ کی رائے سے انجام پاتے تھے جب بنگالہ میں انقلاب آیا اور وہ
غلاب ہو گیا تو آپ اپنے وطن شاہ باد چلے آئے اور اسکے بعد نواب شجاع الدولہ
پسپا در کی ملازمت حاصل کی نواب شجاع الدولہ آبائی مراسم ہونی سے
کمال تعلیم و توفیق کو اور کوئی راز اپنا شاہ صاحب سے نہیں پوشیدہ رکھتے تھے اور
ازراہ احترام جس کبھی ہاتھی کی سواری پر نواب شجاع الدولہ اور شاہ صاحب ساتھ
ساتھ سوار ہوتے تو نواب موصوفہ اپنی جگہ پر شاہ صاحب کو بٹھلاتے اور خود خواصی
میں بیٹھتے خالص پور کا علاقہ شجاع الدولہ نے شاہ صاحب کی جاگیر میں دیا تھا شاہ آباد
کے پٹاؤ میں نواب شجاع الدولہ نے بے تکلفی سے شاہ صاحب کے مکان سے کھانا منگا کر
بھی کھایا ہو نواب شجاع الدولہ کے قریب کے ثبوت میں شاہ صاحب کے متعلق تاریخ
سلطانی اردو کے صفحہ (۱۰۲) جلد اول میں مرقوم ہے کہ جب مرزا انور بیگ و حیدر بیگ

دو دہر سال عرس حضرت غوث الثقلین کی رجب و جون علماء و طبای علم و دین و فوج و مشایخ و اولاد شیوخ از اطراف و اکناف
شہر مظفر آباد پہنچے اور چون پور والد آباد و دہ و فرخ آباد و شاہ جہان پور و شاہ آباد و کولہ جہان آباد و اٹوہ و شیر آباد و سہیل
و کاکوری و لکھنؤ و سیلون و بریلی و ملوہ دران عرس جمع می شوند و کرایہ میل و پتھر و آمدن و فتن و امانت و بیجا صورت می شد ہاں
سرکار شاہ صاحبے یافتہ تاسہ روز عرس از وہ و طرفہ تاشای بود کہ دیدنی داشت چند نفر بقال ترازو در دست گرفتہ پشت بند
از صبح تا شام جس را وزن کردہ بر دم می زنند یعنی رذل الطبعان دوبارہ و بعضے سہ بار دیگر می گرفتند بقالان دم نمی زنند زیرا کہ
ہم در سرکار شاہ صاحب محبوب نمودیم شتر ہونہ ناگاہ و بیراگی دران انہو جنس کہ خوراک و نقد برای عمل ہولام کہ بنگالہ نوا
و چرس ہای یافتہ بختی تاسی ہزار آدم فر ہم می آمدند القمہ شاہ مدن لایق آن نمودہ است کہ گمان رود کہ دولت خوان افغانہ و
بدانیش نواب اجاب بود زیرا کہ این حالت ردیایند پس سفہا است عالی ظرفان حکمت متکا ہرگز این کارہ نوسند
دیکر مردین جای شک نیست کہ او سر اسر عملائی زمانہ بود عاقل بدخواہ و بی نیت خوبی باشد۔

نے شجاع الدولہ سے اپنی بہن کے دینے میں انکار کیا تو اُس نے ان کو قید کیا اور سختی سے کھانے میں ہم وزن نمکینے کا حکم دیا چنانچہ انور بیگ سختی عذاب سے مرگیا اس حالت میں شاہِ مدن صاحب اور نواب عالیہ نے حیدر بیگ کے حال پر رحم کھایا اور شجاع الدولہ سے سفارش کر کے قید سے نجات دلا دی اسکے بعد حیدر بیگ کی قسمت کا ستارہ چمکا اور نواب آصف الدولہ کے عہد میں نایب وزیر اور امیر الدولہ انتظام الملک کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اسید طرح شاہ صاحب کی فیض رسانی کے متعلق مولوی حافظ امام بخش صاحب اپنی تاریخ الانساب میں لکھتے ہیں کہ جب میرے والد کی جاگیر ضبط ہوئی تو شاہ صاحب نے شجاع الدولہ سے سفارش کر کے بجالی معافی کا پڑانہ جمل کر کے آپ کو بھجوا دیا۔ عبارت تاریخ الانساب میں مذکور ہے

بعد دو سال نواب شاہ الدولہ عامل ضبطی نمود دران سال حقایق و معارف آگاہید اسادات مجمع البرکات سیدی سندی حضرت شاہ شرف الدین محمد عرف شاہ مدن صاحب فرزند جناب قطب الاقطاب قطب المشایخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سعی بکارت نمود پر وازہ معافی از حضور حاصل کر د فرستاد۔

چونکہ فیض آباد سے شاہ آباد کا بڑا فاصلہ اور نیز اس خیال سے کہ چلی خور و حاسرین کٹھ کے قریب ہونے سے روہیلیوں کی دوستی سے آپ کو بدنام نہ کریں شاہ صاحب نے خالص پور میں مکان بنایا آپ ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے جو جوق علما طلبا مشائخین سپردگان ہندوستان کے مختلف شہروں سے مثل پٹنہ عظیم آباد سہرام وجون پور دال آباد داودہ و فرخ آباد و شاہجہان پور و شاہ آباد وکاپی و کوڑہ جہان آباد و خیر آباد و اٹاواہ و سندلیہ و کاکوری و گھنٹو ویلون بریلی

و دلمو کے اُس عرس میں شاہ صاحب کے یہاں آکر شریک ہوتے اور کرایہ بل وغیرہ کا جو آمد و رفت میں بڑا تسر کر شاہ صاحب سے دیا جاتا تھا تین روز تک عجیب و غریب مجمع و تماشاء ہا کرتا تھا جو قابلِ دید ہوتا تھا چند نفر بقال تراذ و لیکر بیٹھتے تھے صبح سے شام تک جنس تول تول کر لوگوں کو دیتے تھے بعض چالاک گداگر وغیرہ دو دو تین تین یا ایک روز میں جنس لے لیا کرتے تھے مگر بیٹے شاہ صاحب کے حکم و ہیبت سے دم نہیں ہلاتے تھے بعض جوگی بیراگی نقدی بنگ چرس گانج کے لیے لیتے تھے تھینا تیس ہزار آدینیکا جمع ہوتا تھا اس میں شک نہیں کہ شاہ صاحب سرآمد عقلائے زمانہ تھے علاوہ عظمت و بزرگی کے دنیاوی جاہ و جلال بھی حاصل تھا اُس زمانہ میں شاہ آباد کیا بکلیاں شائع ہر دوئی میں کوئی قدرت میں اُن کا ہم پلہ نہ تھا فن شاعری میں بھی کمال قابلِ تہنہ و توجہ تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے آپ کے متعلق خلیفہ عبد الرزاق صاحب یمنی اپنے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”سید شرف الدین موجد تخلص از اولاد پاک حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اندر قصبہ شاہ آباد کہ مسقط الراس اقم ہست اجداد ایشان از بغداد شریف تشریف آورند و تولد این کوہر شریف ہمین جاشدہ از علوم ضروریہ آگاہی دارند صاحب دیوان و قصائد اند این چند ابیات از قہستندہ

معراج تست باد گہ عرش ذوالجلال	معراج مادنہ عالی مقام کن
ز نار ماند در کف تقوا سے من ز شرم	از بس چکید خون عرق از سبھ دانہا
در لحدی چید از دغ غش دل پس مرگ	این سپند از کف خود اس انگار گذشت

مخوش و شہنشاہ گل خورشید تابان ماندوبس آفتد راز خوش تن بستم کہ جانان ماندوبس
 لہا کہ این جلوہ ناز تر آئینہ دید چون نگاہ دیدہ ندبوح حیران ماندوبس
 روز ہجر تو ام آرم چہ خواہد بودن صبح سودا زدہ را شام چہ خواہد بودن
 شاہ مدن صاحب کی ڈھیڑی سے اکثر حاجتمندون کو معافیان ملتی تھیں بعض
 کا غذات راقم کے پیش نظرین چنانچہ الامحرم سلسلہ یہ ہجری کو فیکہ پختہ اور انہی موضع
 بی بی پورین شاہ صاحب نے میا بخی عبد اولد مولوی اکہ داد صاحب ساکن محلہ مہمند
 کو جن کی اولادین خلیفہ پنھون تھے عنایت کی تھی اور ہر محرم سلسلہ یہ ہجری کو چند
 کو ٹھریان حہ علیہ کے ہیشہ کے لیے ایک فیکہ کو مرحمت کی تھیں ان واقعات کے ثبوتین
 ایک سند کی نقل حاشیہ پر درج کی جاتی ہو۔

شاہ صاحب کی کریم النفسی مشہور تھی نقل ہو کہ آپ کو گاڑی میں اچھے بلیون کا نہایت
 شوق تھا اور آپ کے یہاں بھلا دیگر بلیون کے ایک جوڑ نہایت نیش قیمت تھا اتفاق
 سے اُس جوڑ کو چور لے گئے اور وہ پکڑے گئے آپ نے چور و ن کو قیمت عنایت کی اور
 وہ میل لے لیے اور اُنکے جرم کا کچھ مواخذہ نہ کیا۔ عرصہ تک شاہ صاحب کا زمانہ
 نہایت موافق رہا۔ مگر گردشِ فلکی سے ایک سادور دورہ کسی کا اس عالم میں نہیں
 رہتا اس لیے شاہ صاحب کو بھی وہی معاملہ پیش آیا تقدیری واقعہ ہو کہ حافظ رحمت خان

سلسلہ پروانہ بہر سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب مرقوم پانزدہم محرم امحرم سلسلہ ہجری
 متصدیان مہمات حال استقبال تعلقات شاہ آباد باندہ موازی نہ بیکہ پختہ انہی مزدور سودا موضع بی بی پور
 علاء مولانہ بطریق مدد معاش اسم میا بخی عبد اولد مولوی اکہ داد ساکن محلہ مہمند نیاز حضرت۔ مصارف تعزیری معاف نمودہ شد لازم
 اخذ کا بھی مسئلہ نہ تم تعرض اندر تہذیب و تعلیق نگاہ دار ہی مطوفہ فیض شادائے سائیدہ پختہ ریزا بیکہ اکر ملازمہ حسب السطو لاکر اکر تہذیب

اور شجاع الدولہ کے باہم جھگڑا شروع ہوا اور خانہ بربادی مفت میں شاہ صاحب کی بولی جس کا قصہ یہ ہو کہ جب مرہٹوں نے روہیلیوں کو بہت تنگ کیا تو حافظ رحمت خان والی روہیلکھنڈ نے نواب شجاع الدولہ فرمانروا سے اودہ سے مدد مانگی جس کے صلہ میں نواب شجاع الدولہ نے چالیس لاکھ روپیہ مانگے آخرین طرفین کی رضامندی ہو کر اس روپیہ کے قرضہ کا تسک ہو گیا افراد امر میں ایک یہ بھی شرط تحریر ہوئی تھی کہ نواب وزیر الممالک کو چالیس لاکھ روپیہ روہیلیوں کے سردار اسطرح ادا کریں کہ سب نواب شجاع الدولہ شاہ آباد سے کوچ کر کے تمام اُن خاندانوں کو جو مرہٹوں کے ہاتھ سے جنگوں میں پھر سبقت میں اُن کے گھروں میں آباد کر دیں اور اس لاکھ روپیہ وزیر الممالک کو بانٹ دیا جائے گا اور باقی تیس لاکھ روپیہ بیس برس کے

مہاشیہ ہونی گزشتہ سال و بعد تحقیق ثابت رہا کہ سالانہ طور پہ بیچ توقع از روہیلہ بانٹ کی انتظامیہ نواب کی اذکار کا سبب ارسال ہوا یہ اصل ہی اور دعوہ فیصلہ تھا کہ ان کی ملکیت روہیلہ بانٹ پر ہے نہ بیچ و ملت جناب وزارت آج ہم آرہی کر دے بلکہ ترقی ملازمان این سرکار عالی مدار بہ جزا یاد اذان بانٹ پر ہے کہ غرض کہ دین جناب شہ شہنشاہی حفظ الممالک شل دیوان موجب و شش ہونکہ ملکہ نگاہیں شدہ باشند کہ ان کی ملازمت میں بارہ کلین روزہ اسے ذاب پہرینا ہے نہ شہت زیرا کہ در برادر باہم ہی حکم در برکارہ کی کشتی شود دیگر سبب بانٹ سے حاصل سرسخت فتح آمد واد دیگر میر شاہ مدان چہ موقوفہ ہے نہ کہ جناب عالی بر حفظ الممالک مدیہ بود خود مرشوں جہانگیر بودانی الضمیر شاہ صاحب مہنوارین بود چہ مصالح بانٹ رو دہ لیکن نواب پھر جناب ہم کہ کند کہ حافظ الممالک بآن فطانت و فراست و دستوری ایمان کہ داشت باشند کہ کسی باطل و دینش اندہ و باہ جو شہید اساس محبت کہ خلاف غرضیہ ایمان ہو کہ مدد داشتہ بود نہ شہی گس مدد لا بر سر غرض نازل کر دے کہ شہد کہ حافظ و خان پیش اینبار و تحقیق رسانند کہ سرنا فظ الممالک یا سر دیگر کے اذان بانٹہ ان چہ زیادہ ایک نمایندہ کہ او نیز بخوبی میں شہادت شہیدہ شد کہ نواب سناپ خان اُن سرورہ میں قیادت کران سرنا فظ الممالک است ہر ایک نیست و نواب مظفر جناب گفت کہ کہیں دیش و جناب عالی سناپ گشتہ بود و شہادہ ان خروہ پر غم کرد گفت کہ این سرنا فظ الممالک است ہر

خلاصہ این کہ جناب عالی را شہیدان این حرف کہ این سرنا فظ الممالک است ہر بانٹ شہت شہدہ و اور مجموعہ س کے اعطادات السعادت ۱۲

عرصہ میں دیا جائے گا۔ جب مرہٹے روپیہ لینے پر راضی ہوئے اور شجاع الدولہ سے ضمانت کرائی تو اُس کا تمسک تحریر ہو گیا اسکے بعد برسات آگئی مرہٹے کٹھ کو چھوڑ کر واپس پہلے گئے حافظ رحمت خان بریلی آئے اپنے خزانہ سے پانچ لاکھ روپیہ شجاع الدولہ کے پاس بھیجے اور باقی روپیہ روہیلیوں کے دوسرے سردار جو اولہ اور بدایون وغیرہ میں حکومت کرتے تھے اُن سے طلب کیا سب نے ناداری کا عذر کیا اور کچھ نہ بھیجا اس عرصہ میں مہاجی سیندھیا اور لکھوجی بلکر کا بیٹی آیا کہ حافظ رحمت خان تم اور ہم ملکر شجاع الدولہ کے ٹمک پر حملہ کریں اور ہم تم دونوں نصف نصف ملک تقسیم کر لیں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو حافظ الملک ہمیں گنگا پار سے راستہ دیدیں۔ ہم تمسک اُن کا چالیس لاکھ والا واپس دیدینگے ورنہ ہم حافظ الملک کا ملک لوٹینگے حافظ رحمت خان نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں کفار کے ظالموں کی ہمارہی میں مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کروں گا اور نہ معاہدہ توڑوں گا اور یہ سارا ماجرا حافظ الملک نے نواب شجاع الدولہ کو لکھا کہ میں فوج لیکر میدان جنگ کی طرف جاتا ہوں آپ چالیس لاکھ روپیہ والا تمسک جس کا روپیہ ابھی تک مرہٹوں کو نہیں دیا گیا ہو واپس کر دیں اور آئندہ بھی ایسی حالت میں روپیہ نہ بھیجا جائے گا اسپر نواب شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن صاحب کو اپنا وکیل کر کے حافظ الملک کے پاس بھیجا اور شکریہ ادا کیا کہ آپ نے حساب سے مجھ کو اطلاع فرمائی اور لشکر سے میری امداد کو تشریف لائے نواب وزیر الملک نے یہ بھی وعدہ کیا کہ مرہٹوں کی شکست دینے کے بعد تمسک واپس کر دیا جائیگا۔ حافظ رحمت خان بارہ ہزار سوار و پیدل کی فوج لیکر مرہٹوں کے مقابلہ میں آئے شجاع الدولہ نے بھی اپنے سرداروں کو امداد کے لیے لکھا غرض کہ بہت بھاری

لڑائی مرہٹوں سے ہوئی اور مرہٹے شکست کھا کر بھاگ گئے تب حافظ رحمت خان نے اپنا سفیر تمسک کی واپسی کے لیے اودھ کو بھیجا اس وقت نواب شجاع الدولہ نے کانپور ہاتھ دھرا کر مین نے واپسی تمسک کا وعدہ نہیں کیا یہ مجھ پر تہمت ہے سید شاہ مدین صاحب شہادت کو طلب ہوئے شاہ صاحب نے شہادت حافظ رحمت خان کے موافق دی لیکن نواب شجاع الدولہ نے کچھ خیال نہ کیا اب نواب وزیر الممالک نے پینتیس لاکھ روپیہ کا تقاضا صرف حیلہ جنگ کے لیے کرنا شروع کیا اور یہ امر ملک کٹھ پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ بعض مونغ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حافظ الممالک نے ایک خط برادرانہ شکایت کا مظفر جنگ کو لکھا کہ تم جناب عالی سینے نواب اودھ سے مل گئے حالانکہ انھوں نے ہماری قوم و قبیلہ کو برباد کر دیا ہو نواب مظفر جنگ رئیس فرخ آباد نے وہ خط نواب شجاع الممالک کو دکھا دیا اور نواب شجاع الدولہ دشمن ہو گئے یہ بات ضرور ہے کہ شجاع الدولہ کی نیت روہیلیوں کے ملک پر لگی تھی اور حافظ رحمت خان اس معاملہ میں بے خطا تھے۔

ایک دوسرا جھگڑا فی مابین روہیلیوں اور نواب اودھ کے یہ نکلا کہ جب مرہٹے شکست کھا کر بھاگے تو اٹاواہ اور شکوہ آباد کے پرگنے خالی ہوئے شجاع الدولہ نے کہا کہ مین ان پر قبضہ رکھوں گا۔ اس میں شک نہیں کہ حافظ رحمت خان کو عجیب شکل کا سامنا تھا اُدھر مرہٹے برسرِ آزار تھے اور ادھر شجاع الدولہ کو ایماندار نہیں جانتے تھے اور نہ قول پر اعتبار تھا۔

جب ضابطہ خان روہیلہ جاگیر دار سحران پور شکست کھا کر مارا گیا تو روہیلیوں نے شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنانا چاہا۔ جنوری ۱۸۰۳ء کو نواب شجاع الدولہ جسٹریل

را برٹ پارک سے ملے اور یہ مشورہ کیا کہ میں سخت مشکل میں ہوں اگر وہیلیوں کو مرہٹوں نے روہیلکھنڈ سے نکال دیا تو ایک زبردست قوم سے سرحد بناسکتی جس سے ہر وقت خوف رہیگا اور اگر وہیلیوں کو مرہٹوں سے ملنے تو میرا ملک جاتا رہیگا لہذا میں نے یہ سوچا ہے کہ سپاہ لیکر وہیلیوں کی سرحد پر جاؤں اور وہاں کچھ اپنی سپاہ کا رعب داب دکھا کر حکمت عملی سے کچھ ٹھکانے بنا کر شاہ اور کچھ ملک اپنی سرحد کے واسطے حاصل کروں اور کچھ زر نقدی بھی لوں جس میں سے کچھ مرہٹوں کو دلوں گا تاکہ وہ روہیلکھنڈ چھوڑ کر پتلے جاویں مگر انگریزی فوج میری مدد کرے۔

آلٹھ نواب وزیر المملکت نے حافظ المملک کو لکھا کہ آپ نے وہیلی بھجنے میں تامل کیا میں عنقریب پہنچتا ہوں اُسکے جواب میں حافظ رحمت خان نے اشتیاء نویسی سے یہ جواب لکھا۔ نواب نامہ سلامت۔ اگر ارادہ شاہ سلیم است خزانہ خیرا اگر ارادہ شاہ بجنک فہا سم است۔ جواب نامہ بے تیغ و تفنگ است۔ کلونخ انداز را پا د آتش شک نیست والسلام ادھر سے شجاع الدولہ بڑھے ادھر حافظ المملک اپنی جمعیت سے تیار ہوئے جب سرحد پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ کا ارادہ فرخ آباد سے شاہ جہان پور و شاہ آباد پہونچ کر اسطر آئے کا ہے حافظ المملک فرید پور میں جو بریلی سے سات کوس ہے اگر خیمہ زن ہوئے اسطر شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہ جہان پور میں حکومت عبدالمد خان کی ہے اور وہ پٹھان ہے اور حافظ المملک اُس کا عین ہے اور شاہ جہان پور میں قریب پندہ ہزار کے افغان خونخوار موجود ہیں شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے اور یہ خیال بوہم ہم قومی حافظ المملک نواب عبدالمد خان کے تھا۔ یہاں عبدالمد خان نے مہمان ناخوانہ

کی ایسی قدر دانی کی کہ شاہ آباد تک خود استقبال کے لیے گئے اور ان کو شاہ جہان پور
لا کر مقیم کیا۔ شجاع الدو کے پاس فوج بیٹھاتی کنز التایخ میں ہو کہ حافظ المکات پاس
جمعیت دس ہزار سے بھی کم تھی جس کو نواب کی فوج کا آٹھواں حصہ سمجھنا چاہیے۔ مگر
تاریخ سلاطین اودھ میں حافظ المکات کی جمعیت (۷۰) ہزار تحریر ہے۔ کرنل چرپ میں
سپاہ کی تعداد چالیس ہزار لکھتے ہیں۔

القصد کہ طرہ کمال زنی خان اور فرید پور کے مابین ۱۱ صفر ۱۱۰۰ھ ہجری مطابق
۲۳ اپریل ۱۷۷۷ء کو دونوں لشکر مقابل ہوئے فریقین میں سخت جنگ ہوئی فیصلہ
خان و محمد یار خان و لد علی محمد خان اور نواب السرخان و لد وندے خان بڑی جرات
سے لڑے مگر احمد خان و لد بخشی سردار خان نے خواہ باز شجاع الدو و لد یار اپنی شہرتی
نامردی سے گریز اختیار کی مولف گلستان رحمت یعنی فرزند حافظ المکات نے اپنی تاریخ
میں اسپر الزام سازش کا قلم کیا جو آخر شش چار گھڑی دن چڑھے سے گولہ باری شروع
ہوئی و دونوں فریق کے آدمی بہت مار گئے۔

تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۸۵) میں ہوا روہیلے اپنی عادت قدیم کے موافق
دفعہ دہا واکر کے توپ پر آڑے۔ چہرے ہزار دن مثل دانہ خود جل بھنکا خاک پر گر پڑے
اور تلواریں بھی خوب چلی حافظ المکات نے ازراہ تہوری ایک نشان ہاتھ
میں لیکر جایا کہ اپنی جمعیت کے یاروں سے دھاوا کر کے جناب عالی
تک پہنچیں اتفاقاً ایک گولہ آنکے جولا گھوٹے سے گر پڑے اپنی
حسرت کو خاک میں ملا دیا مرعوب یہ ہو جسے اپنے آنکھ سے دیکھا
اسوقت حافظ المکات جامہ ہندوستانی قدیم پرتن قرآن شریف

پہنے ہوئے تھے وہ جامہ برکت قرآن شریف سے نہ جلا چھاتی تھیں
ایک سیاہ دھبہ گونے کی دھمک کا لگ گیا تھا جس کے صدمے
سے فقط گر پڑے تھے مرتضیٰ خان بڑیچ رسالہ دار اُن کا سر کا ٹکڑا
جناب عالی کے پاس لائے جناب عالی ہاتھی سے اُتر کر سجدہ شکر
بجلا لائے اور سر حافظ سے مخاطب ہو کر فرمایا خدا شاہد حال ہے
میں ایسا روز بد تھا لے لیے نہ چاہتا تھا یہاں تک مضمون تیاری سلطین
اودھکا تھا۔ حافظ رحمت خان اور نواب شجاع الدولہ سے قدیمی مراسم تھے جب
شجاع الدولہ بکسر سے انگریزی فوج کے ہاتھوں سے شکست کھا کر بریلی گئے تو
حافظ رحمت خان نے خیر خواہی کی تھی اور جس وقت میں نواب شجاع الدولہ
نواب احمد خان نیکش رئیس فرخ آباد کے پاس صفائی کی غرض سے گئے تھے تو
حافظ الملک ہی نواب احمد خان کے پاس گئے اور انھیں سمجھا کر استقبال کو لائے
اور سیل کرایا تھا حافظ الملک صاحب تقویٰ اور دیندار انسان تھے۔

کنز التیاریخ کے صفحہ (۲۸۱) میں ہے کہ قریب دوپہر کے حافظ رحمت خان کے
بائیں جانب بازو پر سینے کے قریب گولہ لگا اور وہ جان بحق ہوئے ان کا سر
سلطان خان کا ٹکڑا شجاع الدولہ کے سامنے لیگا نواب شجاع الدولہ نے سلطان خان
کو اسپ و غلعت عطا کیا اور حافظ الملک کا سر سید شاہ مدین صاحب کو دکھایا
تاکہ وہ پہچانیں کہ یہ سر حافظ مرحوم کا ہو یا نہیں چنانچہ انھوں نے پہچانا اور یہ شعر بانیہ
لاے سر کشتمہ بر نیزہ میرد نفس کہ معراج مردان ہمیں ست و بس

عمادت السعادت میں ہو کہ شاہ صاحب کو جب سر دکھلایا گیا تو آپ پر غم ہو اور فرمایا
کہ این سر بہان مسلمان است

شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن صاحب کو بھی بسولی پہنچ کر نظر بند کر لیا اور
تمام اثاث البیت ضبط کیا اسی قید میں انھوں نے رحلت فرمائی۔

بعد خاتمہ جنگ کے شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کی نقش تماش کر کے معہ
سر کے اسی تاریخ بریلی میں روانہ کر دی بریلی میں قاضی شہر و علما و حفاظ نے ہمسفر
کو حافظ الملک کے جنازہ کی نماز جماعت کثیر سے پڑھی اور ان کو بریلی کے پچھم جانب
جو مشہور جگہ ہے مدفون کیا۔ راقم مزار پر گیا ہے۔ تاریخ خانہ دل راشایعی خوش آمدید۔ کنہی
کسی شاعر نے سلطان خان افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا
تھا ایک قطعہ لکھا جو حسب ذیل ہے۔

ہر کس کہ در جہان کس را ز قوم خودی اوبایزید در ہمہ اوقات ہمسر است
داری اگر بدل ہوس امتحان بہین سلطان خان بہ شمر حرامی برابر است
راقم نے حافظ الملک کی تاریخ شہادت کے متعلق ایک سیاض میں یہ شعر لکھا دیکھا
چو در لفظ ظفر تاریخ جستم پے باقی سر حافظ بریدم

انگریزی تحریرات کی بنا پر خان بہادر مولوی ذکا، المد صاحب کو جو سید شاہ مدن صاحب
کے متعلق یہ شبہ ہوا کہ شجاع الدولہ کے موٹھ پر گواہی کے وقت یہ کہنا کہ وہاں
تمسک کا وعدہ کیا گیا ہے مرد شواہد تھا اور حافظ الملک پر یہ گمان کہ وہ لڑنے میں
پر کمربستہ نہ تھے غلطی اور نادانانہ فہمیت یہ دونوں شخص سچے مسلمان تھے ان کو مقابلہ
راستبازی اور حق گوئی کے اپنی جان و مال کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ جو رخ مذکور شاہ مدن صاحب

کی قدر و منزلت اور عظمت کو نہیں جانتے تھے انھوں نے سرسری قیاس سے جو چاہا
 لکھ دیا اور شاہ صاحب کے احترام اور عالی منزلت ہو نیکی متعلق کچھ نہیں تحقیق کیا
 شجاع الدولہ تو صرف ایک صوبہ کا فرمان روا تھا اگر اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ
 دہلی جو تمام ہندوستان کا حکمران اور سخت گیر داولو العزم سلاطین میں تھا اگر اُس کے
 روبرو بھی کسی بات کی تصدیق پیش آتی اور اس کے خلاف مزاج بھی ہوتی مگر شاہ صاحب
 کبھی حق گوئی سے سر مو تجا و زنہ کرتے۔

شاہ صاحب کے ساتھ جیسا کہ کنز التاریخ کا مضمون ہم اوپر بیان کر چکے ہیں شجاع الدولہ
 نے اسی طرح معاملہ کیا لیکن کب قدرت اُن واقعات میں صراحت مطلوب ہو تاریخ
 اخبار مجتہد اور دیگر مستند راویوں میں یہ مشہور روایت چلی آتی ہے کہ جب حافظ الملک
 کا خاتمہ ہوا اور شجاع الدولہ صوبہ روہیلکھنڈ کا مالک ہوا تو اس نے شاہ مدن
 صاحب کی جاگیر اور جملہ املاک ضبط کر لی شاہ صاحب کی نبطی کے متعلق یہ بھی قدیم
 سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہوگیم
 کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب حاشہ شخص تھے شاہ صاحب کے احترام سے انھیں
 دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل میں شاہ صاحب کی بُرائیاں جانتے تھے
 شاہ صاحب حافظ الملک کے ضرور طرفدار تھے کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے
 ارادے مند تھے بلکہ بعض راوی حافظ صاحب کو شاہ صاحب کا مُرد تہلاتے ہیں اس وجہ سے
 شجاع الدولہ نے شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور انکی
 جاگیرات ضبط کر لین اور صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ بیان ہوا کہ ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام
 میں اثاثہ البیت اور مسودات کے زیورات تک شاہ صاحب سے منگو ایلیے

جسکے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے صبر اور حافظہ اللہ پاک کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوشی نصیب نہ ہونے دئی فقط اللہ پاک کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے بعد عین شباب میں ۴۵ برس کی عمر میں ۲۴ ذیقعدہ ۱۰۷۱ ہجری کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا۔ شاہ مدن صاحب کے انتقال کی تاریخ راقم نے یہ موزون کی ہے

از وفات سید شاہ مدن گشت این فانی جہان غم جو حیف
اسے منظر ہر تاریخ وصال گفت ہاقت سید مظلوم حیف

شاہ مدن صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو چند روز زندہ رہی اور بیان کیا جاتا ہے کہ آپسے ہم کلام ہو کر مر گئی۔

آپ کی تین بیویاں تھیں پہلی بیوی آپ کی مامون سید درویش صاحب کی دختر سید عیسیٰ بی دوسری متلانی تیسری بیوی خوش حال بالی جو بیرونی تھیں ان کے نام شاہ صاحب نے کچھ حقیقت بھی لکھی تھی جس کی نقال نقل کر رہے۔

تیک نامید شرف الدین صاحب شاه جهان صاحب الملوک

اقرار کرده اعتراف صحیح شرعی نمود و مخبر باسم و نسب خود سید شرف الدین
 محمد عرف شاه مدن صاحب ولد سید عبدالباسط صاحب حموی گیلانی
 ساکن قصبه شاه آباد پیرگنه پالی صوبه خیرآباد مضافات بصوبه اخترنگر اوده
 فی الحال بصیح اقرار شرعاً بر این معنی که منازل محاسن قدیم و جدیدی که
 درونی و بیرونی توشیخانه و مودیخانه و دیوان خانه تعمیر پخته و کثرت مولا گنج مع
 اراضی بست پنج بیگانه پخته و مشموله منازل و گنج مذکور و موازی نه بیگ
 پنج بسوه پخته اراضی مسکونه رعایا واقع در واده شمالی گنج مذکور و بیست بیگ
 ده بسوه پخته واقع در جنوبی گنج مصرحه بالا محدود و دات اربعه معامله
 الذیل و موازی چهارده و نیم قطعه باغ انبه که از انجمله هفت نیم قطعه مشتریه و
 پنج قطعه مرهونه و دو قطعه نشاند و تعزیش کرده خود و اوقه قصبه شاه آباد مذکور
 که تفصیل اراضی و حدودات آن در قبالة جانش مشروحاً مسند رج و مرقوم است
 بطریق اشتراک و این تعمیر خود ساخته تحت تصرف خودی دارم و الی یومنا
 بلا استصحاب سابق الذکر قبض و تصرف مالکانه منقرض و اشتراک و سهامت غیر
 مقرر اند درینو لا بحین حیات و صحت ذات و ثبات عقل و بقاء جمیع تصرفات
 شرعیه خود که جائز و نافذ است آن همه عمارات و باغات مشتریه و نشاند خود
 و از این باغات مرهونه مسطور با جمیع حقوق و مرفق داخلی و خارجی من
 القلیل و الکثیر داخل فیها و احوال جیه عنها و متعلق بها و فیها من الابرار و الاشرار شمره و غیره

خارج خان
۱۲
۱۰
۱۱
بند و نگاه

۱۵
۱۴
۱۳
۱۲
۱۱
۱۰
۹
۸
۷
۶
۵
۴
۳
۲
۱
۰
۱
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵

خان
۱۲
۱۰
۱۱
بند و نگاه

عبدالاحد

شمره عقله و ارادته برضاد و غبت خود بلا اکراه و اجبار غیر به بی بی صاحب
 سماء خوشحال پائی منکوحه خود بوجه دین مهر به و تمیک صحیح
 شرعی کرده دادم تمیک گاهی صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً مجوزاً امقرعاً صالحاً با عن
 اشروط الفاسد و عاریاً عن المعالی المطلبه و حق الفروعین الفاحش
 و غیره انبیع جواز التملیک و موهوبه به معه وثیقہ مہر نامہ ہذا تسلیم و تفویض
 ساختہ تمکک لہ راقا بعض ذخیل گردانیدہ دادم و نیز موہوبہ لہ و مجلس
 عمت ہذا قبول تمیک نمودہ قابض و متصرف گشت قبضاً
 و تصرفاً صحیحاً شرعیاً پس نیست و نماند مراحد ہوسن المعادین حق قسم
 تمیک استرداد ان حیانا من بعد ازین اگر کسی سیم یا شریک پیدا
 شود و دعوی نماید بطل نامسموع است شرعاً و عدالتاً کان ذلک بحضر
 من العدول و التقات بنا بران این چند کلمہ بطریق سند تمیک ہذا نامہ
 نوشتہ شد کہ عند الحاجت لیل قاطع و برہان ساطع گردد فقط -

تفصیل قطعات باغ مذکور الصند

باغ مشتری ۷ قطعه	باغ مرہونہ ۵ قطعه	باغ خود شاندہ
باغ کتری نیچاہ باغ بردا باغ لکا پور باغ کرم پور باغ بکالہ باغ طرنگ باغ چکلہ باغ سمندان کا باغ باغ سلیم پورہ		
یک	یک	یک
یک	یک	یک
یک	یک	یک
باغ چکلہ باغ عباس	باغ محلہ باغ نمونان	باغ و دندہ قریب باغ اھرا زخان
تمک	سلیمانی	ایک
نصف	یک	نصف
یک	یک	یک

تفصیل حدود داراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شرقت غریب جنوب شمال

پیوستہ محلہ شیخ دلدار ملحق پیمبدید عبدالباسط صاحب ملاحق اراضی زر خرید پست پیوستہ باراضی زر خرید منقر

و شاپراہ

تفصیل حدود داراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور

شرقت غریب جنوب شمال

پیوستہ باراضی شیخ دلدار ملحق باغ حضرت سید عبدالباسط ملاحق باراضی زر و زرہ و دیوار ملحق مزار باغ میر محمد صالح

احاطہ مولانا گنج صاحب مرحوم و منقر شمال متصل مولانا گنج مذکور

تفصیل حدود داراضی واقع زر و زرہ جنوبی گنج مذکور

شرقت غریب جنوب شمال

متصل باراضی محلہ شیخ دلدار پیوستہ بھانہ سکونریا ملحق مقابر ملاحق محلہ شیخ دلدار و

بقالاب سعادت خان احاطہ مولانا گنج

تحریر فی التاج نہم شہر ذیقعدہ ۱۱۸۸ ہجری

سید شاہ مدن صاحب کامزار بجلہ مولانا گنج لب شرک پختہ احاطہ میں واقع ہے آپ کی مہر

میں ۱۱۸۸ ہجری کندہ ہیں۔

شاہ صاحب کے دو بھائی اور بھی تھے ایک سید شمس الدین صاحب

عرف سعدی میان جو عارف اور طبیب حاذق تھے اور حکیم محمد اکبر عرف

ارزانی کے شاگرد و شید تھے حکیم ارزانی ہی نے عربی و فارسی میں ترجمہ کر کے

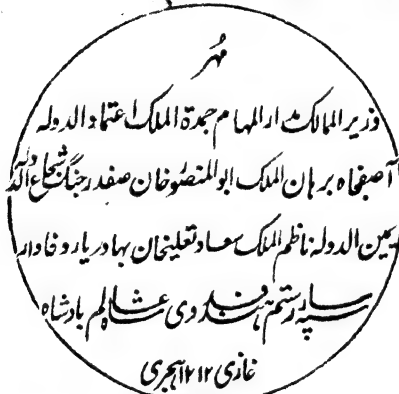
طب کو اردو زبان کر دیا یکتای زمانہ ہوئے ہیں۔ میرزا مظہر جان وعلو ایسی ملتے آئے

سعدی میان صاحب کا بنگالہ و بہار میں بڑا اثر تھا اس بنا پر اپنے شاگرد سید مولوی لطف رسول صاحب سندیلوی کو اکثر اس فوج کے روسا و فوجیوں کے نام خطوط لکھ کر مینہ عظیم آباد بھیجا تھا اور مولوی صاحب کا طب میں وہاں خوب رنگ جما تھا۔ جن کی طرف سے بعض کاغذات اب تک موجود ہیں مزار آپ کا بمقام شاہجہان پور لب شرک محلہ محمد زئی میں متصل مسجد کے واقع ہوئے۔ تاریخ وفات (مذکورہ بالا) ہے۔ دوسرے بھائی شاہ صاحب کے سید طاہر عرف قاری صاحب تھے انھیں کے صاحبزادے سید لالہ تھے جن کے فرزند سید نظام الدین عرف مولوی نظام صاحب تھے جن کے فرزند سید جمال الدین المعروف بہ گڑا تھے عہد شاہی میں دریاؤں کے گھاٹ کی انفری کا ایک عہدہ تھا جسے کلٹری کہتے تھے ورنہ زمانہ حال کی کلٹری اس زمانہ کی چکلا داری تھی۔

جب مولوی نظامی صاحب نے عبدالرحمان خان قندھاری رسالہ دار کے ذریعہ سے نواب سعادت علی خان والی اودھ کی خدمت میں رسوخ حاصل کیا اور نواب صاحب موسوف کی رفاقت میں بنارس سے لکھنؤ تک ہمراہ آئے اور نواب سعادت علی خان سلطانہ ہجری میں سند نشین لکھنؤ ہوئے تب بعد میں سال کے بصلہ محسن خدمت سلطانہ ہجری میں شاہ مدن صاحب کی بعض املاک جن میں مکانات و باغات و چکات و گنج وغیرہ جو ضبطی میں تھے سید نظامی صاحب کو عنایت ہوئے مگر شاہ صاحب کی جاگیر جو خالص پور کے علاقہ سے وابستہ تھی وہ عبدالرحمان قندھاری کو عنایت ہوئی مولوی نظامی صاحب کے نام جو بحالی املاک کا پروانہ عنایت ہوا اُس کی نقل یہاں پر تحریر کی جاتی ہے۔

حکومت

ہم سیادت پناہ میر نظر سام الدین آنکے بکدوسے حسن و دولت خواہی سرکار
دولت مدار قطعات و باغات و اراضیات و گنج و مکنات واقع قصبہ شاہ آباد در
سرکار ابد قرار ملوکہ و مقبوضہ سید شاہ مدین ضبط نمودند بآن سیادت پناہ
بلا شرکت غیرے نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطناً عطا و معاف فرمودیم باید کہ ملاک
مذکورہ را در تصرف خود داشته خود را امور و الطاف سرکار دولتہ ازشانند
تاکید دانند المرقوم یازدہم شہر جادی الثانی ۱۲۱۱ھ ہجری۔



منشی محمد صالح صاحب مولوی عبدالسدر صاحب

منشی صاحب بڑے راستباز محقق و وسیع النظر بزرگ تھے خلیفہ عبدالرزاق صاحب
یعنی کے شاگرد رشید اور مولانا عبدالرحمن صاحب لکھنوی کے مرید تھے
نواب سعادت علی خان والی اودھ کے عہد سے تاجلوس محمد علی شاہ کتب خانہ شاہی
کے داروغہ ہے سلاطین اودھ اُن کو نہایت اچھی نظر سے دیکھتے تھے اور اُن کا

بہت اعتماد کرتے تھے اُن کا قیام تکیہ عبد الجلیل واقع لکھنؤ میں تھا اپنے وطن شاہ آباد سے جا کر وہیں مکان باغ تبار کیا تھا۔ اور جب سٹالہ میں آپ کے انتقال کیا تو وہیں مدفون بھی ہوئے صد ہا اہل لکھنؤ آپ کے شاگرد تھے ضمننا آپ کا ذکر خیر تذکرہ رحمانی میں درج ہو علم ظاہری میں کمال حاصل تھا اس بنا پر آپ شاہی کتب کے انتظام پر انتخاب کیے گئے آپ کے والد مولوی فریدون صاحب شاہ مدن صاحب کے تربیت یافتہ تھے اور پیشتر ہملی سکونت ان کی موضع حسرت پور میں تھی منشی صاحب اس عہد میں ممتاز اور وضع دار لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے اور نہایت باخدا مقدس انسان تھے تاریخ انتقال یہ ہے

برست و چارم شوال حیف کلک قضا بنام منشی صالح چو سرگزشت چنین
نوشت خامہ واثق بدیہہ تاریخش کہ جاے منزل صالح بود بہشت برین
۱۲ ہجری

دیگر

درمہ شوال حیف منشی صالح نمود
ہر کہ جو واثق پی فاتحہ خوانی گذشت
گفت کہ صالح انصیب دہشت برین
مولوی عبداللہ صاحب منشی محمد صالح صاحب کے چھوٹے بھائی
تھے شاہ آباد کے مشاہیر و شخص خاص میں گذرے ہیں علم ظاہری و باطنی دونوں سے
فیض یافتہ مولوی صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ میں بسر ہوا اسلئے لکھنؤ کے صد ہا طالب علم
آپ کے شاگرد تھے علم ایسا مستحضر تھا کہ کتاب صلد پر رکھی ہوتی اور آپ بغیر دیکھے پڑھاتے
جاتے تھے مولوی صاحب مدفون کی حاضر جوابی و بذکہ سخن کا یہ عالم تھا کہ جس کی
اہل زبان میں شہرت تھی برغل بیاختہ ایسے کلمات آپ کی زبان سے نکلتے تھے کہ

سامعین مخلوط و متحیر ہو جاتے تھے خوش طبعی اور برجستہ گوئی چھوٹے بڑے کیساتھ ہر قسم کی ہوتی تھی اور طرز بیان ایسا دلکش تھا کہ کوئی بات رعایت سے خالی نہیں اور اسپر خوبی یہ کہ کسی کو ناگوار نہ ہوتی ضلع جگت سب میں کمال حاصل تھا مگر چونکہ مہذب اور صاحب باطن بزرگ تھے اسلئے غش کلمہ زبان سے نہ نکلتا اور الفاظ کی آمد کا یہ عالم تھا کہ فریادی سلاست موجزن ہوتا۔ اس نہ رکنے والی طبیعت اور نظاہری خوش بیانی کے ساتھ خدا نے عرفان سے بھی بہرہ کافی عطا کیا تھا مولانا عبد الرحمن صاحب لکھنؤی کے خلیفہ تھے اور آپ کو یہ زندہ دلی اپنے پیرومرد کی طرف سے عنایت ہوئی تھی گویا آپ کا یازنی حصہ تھا جو اس ذریعہ سے حاصل ہوا تھا آپ کے چہرہ پر شہر لکھا ہوا تھا کہ اگر تو می خواہی کہ بنید در جہان اسدا پیش چشم خوش دار و شکل عباد اللہ اور مولوی صاحب کی پیدائش ۹۵۰ ہجری کو شاہ آباد میں ہوئی اس کے متعلق خود ہی ایک رباعی مولوی صاحب نے نظم کی تھی جو تحریر کی جاتی ہے۔

خدا جانے عدم کا کیا تھا احوال کہ ہم کیا تھے چلے تھے کونسے سال
ہوے جب بطن مادر سے نمودار تھے ہجری گیارہ سو پانچ سو سال
تذکرہ انوار الرحمن میں مولوی انوار اللہ صاحب مولی عبد اللہ صاحب کے متعلق

اس کے از خلفای راشدین مولوی عبد اللہ ابن محمد فرید الدین انیشور کرام و روسای عظام ملکہ شاہ آباد متعلقہ سرکار اودھ اند تحصیل علوم کتب میں جازرہ تحقیقی خود محمد صالح مذکرہ مولوی محمد صالح مدوح از عمد و اسبغہ علی جان بہادتا جلوس محمد علی شاہ فردوس منزل ملازم سرکار شاہی بودند و دارنگی کتب خانہ سرکار متعلق اوشان بود بہمت تعلق شان بنا تحصیل علم بود و باش ہر دو برادریست لطفنت لکھنؤ اتفاق افتاد و مدح کا ثناء بسیار کمال صاحب فنی محمد صالح باغ و مکان تیار ساختند و ان مکان ہر دو برادران محلہ علی عیال سکونت میں ہشتاد و نہشت سالگی صاحب شہر

یہ لکھتے ہیں کہ جب مولوی عبداللہ صاحب کی عمر بیس سال کی ہوئی تو جناب لانا عبدالرحمن صاحب کے اوصاف سن کر جمال الدین و شمس الدین صاحبان کے ہمراہ مولانا کے حضور میں حاضر ہوئے مسجد نڈیا میں ملازمت حاصل ہوئی پہلی ہی صحبت میں حیرت اور شغفگی دلپر چھا گئی اور بخود ہی کے نشہ میں غمگین ہو گئے آئندہ جمعہ کو حاضر ہو کر مرید ہوئے شجرہ صابریہ نور الہدیٰ کے صاحب کے واسطے سے

بقیہ صفحہ ماقبل مولانا شنیدہ اتفاق جمال الدین و شمس الدین باشندہ اینجا بجنود مولانا دوسرے نڈیا میں آمد ملازمت حاصل نمودند در ادل صحبت حالت تحیر و شغفگی دل عارض شد کہ نشہ بخودی معلوم می شد بروز جمعہ آئندہ آمد مرید شدند و شجرہ چشتیہ صابریہ بواسطہ حضرت شاہ نور الہدیٰ و قادریہ بواسطہ حضرت آفاق سید شاہ غلامرضا صاحب قدس سرہ الاصفی یافتند مجاز و مرخص خلافت شدند ایشانرا در خواست برائے حاضر باش دائمی بود حضرت فرمودند کہ بروز جمعہ و منگل کہ محفل سماع است می آمدہ باشند مطابق این گاہے ناغہ نشد بعد وصال موافق معمول مصرعہ ہست مجلس میں قرار ہنوز حضرت نقل کردہ کہ برادر ممولوی محمد صلیح بجنود مولانا حاضر شد عرض کرد کہ مولوی آزاد فرمایا از خطبی بود اکنون مرید جناب شد از کار ماریت ارشاد شد کہ از کار بخوار رفت شاہ پہلے خواہ کرد اولاد خواہ شد و خوش فرم خواہاں مطابق ارشاد سہ بخارج در وقت اتفاق شد یک نہ ضرور و سپرانی بی ہائے سابق ہستند و بعد فوت شان و زوہر در لکھنؤ بکراج آورد کہ آئینہ صاحب ولاد با وجودیکہ معاش و جائداد اندازند و نوکری کسے نکرده اند و مایحتاج خود بکلبہ در مانده شدہ اند و طریق طلب و لطیفہ گو آہنجان ہستند کہ حضرت مولانا ارشاد کردہ کہ ترا در زمین طراف و طلاق لسانی کشود خواہ شد چنانچہ سیکوئیکہ اگر انابت حضرت قبض بطن رسکوت و تکلم است یعنی مادامیکہ کلام ظرف لطافت بر زبان جاری میانہ بردل من ببطا جاندار رسکوت قبض مشو

اور شجرہ قادریہ حضرت قطب آفاق سید شاہ عبد الرزاق صاحب کے ذریعہ سے عطا ہو کر اجازت خلافت کی دیکھی اور جمعہ منگل کے روز کہ مجلس سماع کی منعقد ہوتی تھی حاضری کی اجازت بخشی گئی تھی چنانچہ ہمیشہ بلا ناغہ آپ شریک بزم رہتے تھے۔

ایک بار آپ کے بھائی منشی محمد صلح صاحب نے مولانا عبد الرحمن صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ برادر مولوی لکڑپن سے آزاد مزاج تھے اب جناب کے مزید ہوئے ہمارے کام کے نہ رہے مولانا نے فرمایا کہ تمہارے کام کا رہے گا شادیاں کرے گا اولاد ہوگی خوش و خرم رہے گا چنانچہ حسب ارشاد تین نکاح مولوی عبد اللہ صاحب نے کیے ایک لڑکی اور دو لڑکے پہلی بیوی سے پیدا ہوئے۔ بعد وفات زوجہ اولے کے دو بیویاں لکھنؤ میں اور کین وہ بھی صاحب اولاد ہوئیں باوجودیکہ کچھ معاش و جائیداد نہیں رکھتے تھے اور نوکری بھی کسی کی نہیں کی مگر اپنے حوائج ضروریہ میں کسی محتاج نہیں رہے۔ ظریف طبع اور لطیفہ گو اس قدر تھے جسکی کہ پیشینگوئی مولانا نے فرمادی تھی کہ اپنی ظرافت و طلاق لسانی

میں تیرے لیے کسود کا رہو گا چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کی کرم سے
قبض و بسط کی کیفیت آپ کے سکوت و کلام میں پیدا تھی
چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب خود فرماتے تھے کہ جبوقت
میری زبان سے کلام ظرافت اور لطافت کا جاری ہوتا ہے
انہماطی کیفیت میرے قلب کو حاصل ہوتی ہے اور جبوقت
مجھ کو سکوت ہوتا ہے انقباض کی حالت میرے دل پر
طاری ہو جاتی ہے۔

اسکے علاوہ آپ کے متعلق چند حکایتیں اور بھی ملفوظ رحمانی میں منقول ہیں اگرچہ وہ مولانا
صاحب کی کرامت کی دلیل ہیں لیکن مولوی صاحب پر جو نظر عنایت مولانا کی مبذول
تھی وہ ان سے مترشح ہوتی ہے کہ کس قدر انکو انکی پاسداری مد نظر تھی اور کیسا دست
شفقت آپ کے دوش مبارک پر رکھا تھا اور دیجوی کی تھی اور انکو مولانا کی خدمت میں
کیسا تقرب و باریابی کا شرف حاصل تھا۔

ایک بار مولوی عبداللہ صاحب کے چھوٹے بھائی محمد حسین کو رنجیدہ ہو کر گھر سے نکل گئے
مولوی عبداللہ صاحب کو اپنے بھائی کی مفارقت کا نہایت غم ہوا کھانا نہ کھایا اور لکھنؤ
میں عیش باغ کی طرف چل دیے اور وہاں سے بجائے گھر آنے کے مولانا کے حضور میں حاضر
ہوئے اور دل میں نیت کی کہ بدون استفسار کے میں کچھ حال اپنے غم کا مولانا کے
رو بروئے انظار کروں گا مولانا نے ازراہ کشف انکے ملال کو دریافت کر لیا اور اپنا

دست مبارک آپ کے دوش پر رکھ دیا اور خود اپنی زبان سے فرمایا کہ اس قدر ملول
کیون ہے مولوی صاحب نے اپنے بھائی کا حال عرض کیا مولانا نے ارشاد کیا کہ
گھر جا کھانا کھا بھائی تیرا آتا ہو گا چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں
اسی وقت مکان آیامشی محمد صالح صاحب جو بھائی نے کھانا میرے آگے رکھا میں
دلین یہ خیال کیا کہ کھانا آگیا اور بھائی نہ آیا اسی دم برادر محمد حسین آگیا۔

دوسری روایت یہ منقول ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب خچربہ کے روز قریب
مغرب کے مولانا صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے مولانا صاحب نے پوچھا
کہ تمھاری والدہ بقید حیات ہیں مولوی عبید اللہ صاحب نے عرض کیا کہ بفضلہ والدہ
اور والد دونوں زندہ ہیں مولانا عبدالرحمن صاحب نے فرمایا کہ والد کا حال معلوم
ہے والدہ کو پوچھتا ہوں اسکے بعد مولانا صاحب ساکت ہو گئے اسی زمانہ میں
شاہ آباد سے خبر لگئی کہ اسی روز آپکی والدہ نے انتقال فرمایا۔

مولوی عبداللہ صاحب کے اس دلچسپ مذاق سے چند حکایتوں کا جسکا کہ ہم اوپر
اظہار کر چکے ہیں اس جگہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ شاہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی
نے فرمایا کہ مولوی صاحب اپنے پیر و مرشد سے بھی حسب عادت مزاح فرماتے تھے
ایک روز مولوی صاحب مولانا کی خدمت میں حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ یا حضرت
آپ نکاح کر لیں مولانا نے فرمایا کہ میان عبداللہ اب باہ نہیں ہے مولوی صاحب نے
پھر کہا کہ حضرت نباہ ہو جائیگا مولانا صاحب ہنسنے لگے۔

حافظ غلام علی خان صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایک روز میں مولوی عبداللہ صاحب
کے مکان پر حملہ مولانا گنج مین حاضر تھا خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی تشریف لائے

مولوی صاحب نے خلیفہ صاحب کو تعظیم دی خلیفہ صاحب مولوی صاحب کے استاد تھے اس لیے خلیفہ صاحب کو روکا اور کھانے پر اصرار کیا جب کھانا تیار ہوا اور اندرون حویلی سے باہر آیا مولوی صاحب نے اپنی شرکت سے کچھ عذر کیا اور فقط صاحب کو جو مولوی صاحب سے پڑھتے تھے دسترخوان پر بٹھلایا کھانے کے قسم سے چانول کدوانڈے وغیرہ تھے جب کھانے کی طرف لوگ متوجہ ہوئے تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ میان غلام علی خلیفہ صاحب کے کہو کہ خشک کھائیں اور نہیں کیا کہہ کھائیں گے خلیفہ صاحب بھی انکی بات نہ سنتے جاتے تھے۔

ایک بار مولوی صاحب لکھنویں اپنے بڑے بھائی منشی محمد صالح صاحب کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے جاڑو کا موسم تھا کھانے میں ضلی چیز کھڑی بھی موجود تھی اس اثنا میں منشی صاحب کی اہلخانہ نے گھی لاکر منشی صاحب کی طرف زیادہ ڈال دیا مولوی صاحب نے یہ دیکھ کر کہا کہ بھائی میں کل روشن الدولہ کی کوٹھی کی طرف جاتا تھا ایک نالی ایسی پڑی جہاں گرتے گرتے بجلیا ایسی نالی کا اشارہ انگلیوں سے ظاہر کر کے گھی اپنی طرف اٹھسیٹ لیا اس پر منشی صاحب نے فرمایا کہ بھائی وہ نالی بادشاہ نے سب اس طرح برابر کر دی اور گھی کل کھڑی میں ملا کر برابر کر دیا۔

حافظ غلام علی خان یہ نقل بھی بیان کرتے تھے کہ لکھنویں ایک نواب جو شاہ اودہ کے عزیز تھے ان کے کوئی اولاد نہ تھی انھوں نے اپنی یہ تمنا مولوی صاحب کے رجوع کی خدا کی دین کہ ان کے یہاں لڑکا پیدا ہوا وہ نواب مولوی صاحب کے اور بھی زیادہ مقصد ہوئے اکثر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہاتھی وغیرہ پر سوار لوازمات رئیسانہ میں اعصاب بردار وغیرہ ہمراہ ہوتے اور مولوی صاحب کو نذرانہ میں شرفیبت

ایک روز مولوی صاحب کو اپنے گھر بلا گئے مولوی صاحب نے اسکے کئی روز کے بعد کہا کہ آج غلام علی نواب صاحب کے گھر چلنا چاہیے چنانچہ حافظ صاحب اور شاہ آباد کے ایک اور صاحب تھے مولوی صاحب کے ہمراہ نواب صاحب کے یہاں گئے نواب صاحب بالا خانہ پر رونق افروز تھے کمرہ کثرت اشخاص سے بھرا ہوا تھا نواب صاحب نے مولوی صاحب کو جیسے دیکھا اٹھے اور کھڑے ہو کر عظیم دی معافہ کیا اور اپنی مسند پر بٹھلایا حافظ صاحب قلت جگہ سے بدقت تمام بیٹھ سکے نواب صاحب کے پاس ایک شخص مشین قوی ہیکل جنکی مونچھیں بڑی بڑی تھیں بیٹھے ہوئے تھے اونھوں نے نواب صاحب کے کان میں کچھ بات سے کہا اسکے بعد خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ ہم سے کیسے ملے مولوی صاحب نے جواب دیا کہ تم ملے ہم ملے نواب صاحب نے کہا کہ ہم اس لیے ملے کہ آج ہمارے یہاں بابا شجاع کی عید تھی مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے یہاں خلیفہ ثالث کا اجلاس تھا۔ اس جواب کو سن کر نواب صاحب خاموش ہو گئے اور ان بڑی مونچھوں والے صاحب سے کہا کہ میں جو کہتا تھا کہ یہ چوکنے والے انسان نہیں ہیں۔

منشی عیوض علی صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایک بار مولوی صاحب کے ساتھ ایک نوجوان خوبصورت طالب علم تھا اور وہ جمال الدین صاحب کلکٹر کی طرف سے نکلے جلسہ حاضرین جلسہ نے کہا کہ تم مولوی صاحب کو کچھ چھیڑو کوئی شعر یا فقرہ نظر آ کا انکے حسب حال کہنا چاہیے میں نے عذر کیا مگر جملہ اشخاص اور نیز کلکٹر صاحب مجھے مجبور کیا کہ بھر تھارے اس مجمع میں اور کوئی اسکی لیاقت نہیں کہتا کہ مولوی صاحب

پیر پھبتی کہ سکے مینے یہ شعر پڑھا ۵ پیری مین پھر ہے عشق حسین جان ہوا چہ بارو گر کیا
 مین زور کمان ہوا پد یہ شعر پڑھنا تھا کہ قیامت کا آنا تھا گویا سوتے شیر کو جگا دینا تھا۔
 مولوی صاحب نے اس شعر کے سنتے ہی صدا بر جستہ شعر اور نشر کے نادر فقرات کی
 بھر مار شروع کر دی گویا ابرو بہار کی طرح برس رہے تھے اور ہم سب کو اس بو چھار مین
 بھگو رہے تھے ضلع جلکت کوئی فن ایسا نہ تھا کہ جو انھوں نے نہ ختم کر دیا ہو یہ معلوم ہوتا
 تھا کہ لبلب ہزار داستان چمک رہا ہے ہم سب لوگ بجز سکوت کے ایک بات کا بھی جواب نہ سیکو
 ایک ظریف بڑی حاضر جواب تھی جب اسنے مولوی صاحب کی برجستہ گوئی کی تعریف
 سنی تو اسنے کلام سننے کی مشتاق ہوئی اور خدمت مین حاضر ہوئی سلام کیا مولوی صاحب
 نے جواب دیا وہ بھی رہی کچھ دیر کے بعد اسنے کسی شخص سے کہا کہ یہ تو مجھے ملام معلوم
 ہوتے ہیں کچھ بولنے والے نہیں ہیں اب تک کوئی غیر معمولی بات مینے نہیں سنی جب
 مولوی صاحب کو اسنے اس قصہ سے آئے کا حال معلوم ہوا تو افسوس کیا کہ مجھے
 پہلے سے یہ دریافت نہ تھا جب وہ اٹھ کر کہنے لگی کہ مولوی صاحب اب مین جاتی
 ہوں اپنے جواب دیا کہ کتنے پر جاتی ہو۔ وہ ایک ہی فقرہ مین انکی حاضر جوابی کی منتظر ہو
 ایک بار میا بخی غلامی کے بھائی خلیفہ نہون حاضر ہوئے انھوں نے بجائے سلام کے
 کہا کہ مولوی صاحب آداب مولوی صاحب نے آداب کے دو ٹکڑے کر کے آداب جواب دیا
 کہ جس سے دوسرے معنے پیدا ہو گئے اور خلیفہ نہ کو بہت مقبول ہوئے۔
 کرامت خان نے مولوی صاحب سے کچھ وعدہ کیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ایقانہ کیا جب
 وہ آئے تو مولوی صاحب نے فرمایا کون ہے انھوں نے کہا کہ کرامت مولوی صاحب نے
 اس لفظ کے دو ٹکڑے کر کے کہا کہ کرامت اسپر وہ بہت نادام ہوئے اور بات چھوڑ کر

عدم ایفاء وعدہ کی معافی مانگنے لگنے۔

معشوق اللہ جو قصبہ کانٹھہ کا رہنے والا آزاد فقیر ہے اسکی عادت ضلع بولنے کی ہے اور یہی ذریعہ اسکے سوال کا ہے جب وہ مولوی صاحب کینڈمٹین حاضر ہوا مولوی صاحب نے اسکی وضع خلاف شرع دیکھی حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اسنے سنکر فوراً جواب دیا کہ عاشق اللہ کی تھوڑی دیر کی نادانی اور مالکی زمینے کی محنت مولوی صاحب نے کہا کہ حیضی ہوش کرتے ہی بولنے لگا ہے ذی ہوش کی رعایت فقرہ میں بچان تھی جو اس موقع پر نہایت لطف دی گئی۔ اس قصہ کی تصدیق راقم نے خود فقیر مذکور سے کی تھی مولوی صاحب کے صدما لطیفہ اسطر حکے ہیں جنکی نقل طوالت سمجھ کر قلم انداز کی جاتی ہے ورنہ نواب دوست علیخان سے مولوی صاحب کے دلچسپ مکالمے کلٹر صاحب سے سوال و جواب و دیگر بہت سی حکایتوں سے راقم کو آگا ہی ہے۔

مولوی صاحب کا لکھنؤ میں قیام ساٹھ سال رہا اور قریب بارہ سال کے سیاحت و صحرانوردی میں بسر کی لکھنؤ سے جب مولوی صاحب طن چلے آئے تو مکان پر محض توکل سے گذر کرتے تھے نواب دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کچھ انکی خاطر و خبر گیری کرتے تھے حکیم علی حسین صاحب لکھنؤی جو نواب کلب علیخان والی رامپور کے طبیعے اونسے اور مولوی صاحب قیدی مرہم تھے انھوں نے مولوی صاحب کی خوبیوں کی تعریف نواب خلد آشیان سے بیان کی نواب صاحب رامپور نے حکیم صاحب کو مولوی صاحب کے بلوائیکی اجازت دی اور حکیم صاحب نے اس امر کی تحریک مولوی صاحب کینڈمٹین کی اور سفر خرچہ بھیجا۔ مگر مولوی صاحب توکل ہی کو پسند کیا اور غایت تنقانی سے گھر سے قدم باہر نہ نکالا ورنہ اسے قدر شناس فرمانروا کی ذات سے قدر و منزلت و مشاہرہ و منصب کی ہر طرح سے امید تھی۔

مولوی صاحب کہا کرتے تھے کہ عبداللہ میرا نام ہو مولانا گنج مین ہوتا ہوں جب انکو گواہ بنکا
 مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب لکھنوی نے اپنی زندگی میں خلافت کی سند تحریر کر لی تھی
 مگر منشی محمد صلح صاحب ورنیز مولوی عبداللہ صاحب اس بار خلافت کے متحمل نہ ہو سکے
 مولوی صاحب کا طریقہ تعلیم بھی نہایت دلچسپ تھا مثلاً کوئی طالب علم کلر اردانش کا فہم
 عندلیب آتشیں نفس تپش قلبی برشاخسار خیال آن گلرخ بہ نعمات سوز
 وگدا از نفس را بر تنک جبرس آب نشین خاموش میگرداند پڑھ رہا ہے
 اور مولوی صاحب اسکی یون ترکیب و مطلب سمجھا رہے ہیں یہ سینکڑوں بہن
 کہروں پر دکھ کر کیا آواز کا پتیر جو آواز دے دے ہے نقص تیر انداز تھا۔
 عندلیب کیسا آتشیں نفس اور وہ کسکا تپش قلبی کا جو گلرخ کے
 شاخسار خیال پر نعمات سوز وگدا سے اپنے نفس کو مثل جبرس
 آب نشین کے خاموش کرتا ہے مولوی صاحب بق پڑھتے جاتے تھے
 اور صد ہا اشعار بر محل پڑھتے جاتے تھے اور ہر ایک بات کے بعد اللہ کہتے جاتے۔
 مولوی صاحب جو اشعار پڑھتے تھے انہیں سے بعض شعر ناظرین کی آگاہی کے لیے
 حوالہ قلم کیے جاتے ہیں ۵

<p>وصل میں مرجا وہ یہ جبر میں جیتی رہے کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کرلو تیر کو پاس جا دیکھا تو خون عاشق دلیکیر ہے غم آئی اور تو گلے نہ ملا</p>	<p>عشق میں نسبت کیا بلبل کو پروا کیسا تھے تر چھی نظروں سے نہ طور و عاشق دلیکیر کو دور سے سمجھتے تھے ہم سجات کی تحریر ہے سال آئندہ تک گلہ بند رہا</p>
--	---

مولوی صاحب اگرچہ شاعر تھے مگر زور طبیعت سے شعر موزون کر لیتے تھے جو دلچسپ

کی قلم کا ایک مسودہ جس پر انھوں نے سرخی (اشعار متفرقات من عبد اللہ لکھی ہے اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اس سے چند شعر ان کے یادگار تحریر کیے جاتے ہیں۔
 دیدنی سنجہ کی صنعت ہو جتنی شے ہو خدا کی قدرت ہے نام اللہ کا تو لے ہر دم
 تر ہے تجھ پہ کوئی رنج و الم ایک دم بھر کی زندگانی ہے اسی پر قصہ و کہانی ہے
 کوئی جا کر کے کھپ نہ نہیں آیا حد سے خوشتر مکان و مین پایا مرنے پہلے نفس مر جائے
 نام اپنا یہاں بھی کر جائے

<p>فرمانبر رحمان ہیں عصیان کسے کہتے ہیں اول ہی آخر وہی باطن ہی ظن ہر وہی عبث دنیا و دین کی یہ ہوس ہے تو آپ ہی شوق سے کر پاس انفاس رہائی کا نہ کر احسان صیاد پہ بھری ہے فوج عشق عاشق کے دہن جسے ہے کو چہ جانان میسر تو نیکی کر ہر اک کے ساتھ ہر دم نہ تو نفس اتارہ کا پیرو فیض مولانا سے حاصل دلوں کی غیر ہے مولوی صاحب کے داماد و نواسہ نے راقم سے بیان کیا کہ مولیٰ صاحب کا ضمیر خالص تھا اور غزل مندرجہ ذیل انھیں کی ہے۔ فکر دل سے عاشق ناشاد جو چاہے کرے کچھ نہو گا وہ ستم ایجاب جو چاہے کرے</p>	<p>ہر شے کا محیط ہی بطلان کسے کہتے ہیں خود آپ نمایاں ہے نہان کسے کہتے ہیں جو برحق موت ہے اللہ بس ہے جو عرفان کی تجھ پہ کچھ دسترس ہے کہ آپ ہی ٹوٹنے پر قیاس ہے یہ دم کی آمد و شد اک جبرس ہے تو کوئیں اسکے آگے خار و خس ہے کہ بدلا ایک نیکی کا تو دس ہے جو کچھ بھی معرفت کی تجھ میں کس ہے ظاہر و باطن ہیں باغ ارم کی سیر ہے راقم سے بیان کیا کہ مولیٰ صاحب کا ضمیر خالص تھا</p>
--	---

حق یہ ہو تقدیر کی فستاد جو چاہے کرے
 آدمی ہو جس گھڑی آزاد جو چاہے کرے
 قہر اس کمبخت کی فستاد جو چاہے کرے
 دخل کس کو صانع حجاب جو چاہے کرے
 دعوے باطل ابھی بہزاد جو چاہے کرے
 تہمت بے اصل دے بنیاد جو چاہے کرے
 تیز دستی تیری اسے فرما دو چاہے کرے
 اے تہو اس کو خراب آباد جو چاہے کرے
 سچ ہو نادان کی سمجھ شاد جو چاہے کرے
 وہ ستم ایجا دہے عیباد جو چاہے کرے
 بلبل سکے بس میں ہے عیسا جو چاہے کرے
 قہر کا پستلاب آدمزاد جو چاہے کرے
 مر گئے پر قصیر ہر کو یاد جو چاہے کرے

چاہ کونسا نہیں گرا دین ماہ کونسا کو عتہ
 کسب ہلا سکتا ہے پابند علاق با تھ پاون
 تہ تو خواب وصل میں تھے دی مودن نڈان
 جسکو وہ چاہے بگاڑے جسکو وہ چاہے بنائے
 دیکھ لینے کھینچ کر لاو چکا جب سہکی شبیہ
 ہر خدا شاید کہ اس سے عشق صادق ہو مجھے
 اکوہ کا نام ہے نکلت سرترا شاہید رفیع
 کشور دل بھی ہمارا ہے مگر فستاد ہند
 گھر کی جنت بھی گئی تو نے خدائی خوب کی
 تنوع میں آیا ہو دینے کو مبارکباد مرگ
 پر کتر کے زنج کر دے بیچ لے یا چھوڑ دے
 چاہ بابل سے فرشتوں کو یہ آتی ہے صد
 زندگی بھر ہو گئی پونچھانہ اکدن آپ نے

مولو نصیاح کی بزم میں یہ غزل اکثر گائی جاتی تھی اور انکو اسکے سنتے سے نہایت دلچسپی
 تھی بعض اشخاص کا یہ قول ہے کہ یہ غزل انہیں کی ہو مگر چونکہ اس میں تخلص نہیں ہو یہ نہیں
 کہا جاسکتا کہ انکی تصنیفات سے ہے یا کسی دوسرے شاعر کی سے

مؤدب کے اٹھ بیٹھائیں بتیا بانہ تربت میں
 فرشتوں سے زبانی صحبت یا بانہ تربت میں
 نہیں رہنے کا یہ وحشی دل یوانہ تربت میں

پس از مردن مجھے یاد آگیا جانانہ تربت میں
 وہاں بھی ہم جالیو نیلے نقشہ دل لگایکا
 مزار اپنا اسی جا ہو جہان قصر حسیناں ہو

عوض کے پیٹے وان بھی بس ہم خون دل پنا
 لگا کر مجھ سے رکھنا ساقیا یہاں نہ تربت میں
 جو فرش گل پہ رہتے تھے وہ زیر خاک تھے ہیں
 بچھانا کون ہو اب مسند شاہانہ تربت میں
 مولوی صاحب کے شاگرد و ہمین ایک مولیٰ محمد یار خان تھے جو شاہ آباد محلہ کھتہ میں رہتے تھے
 انھوں نے ایک سالہ دنیا میں موسومہ تپنیم جنت نظم کیا ہو راقم نے اسکو دکھایا ہے اچھا
 رسالہ ہو یہیں مولوی عبداللہ صاحب کی طرح میں چند شعر لکھے ہیں اور وہ یہ ہیں۔
 دوسرے استاد میرے بامیز
 ہیں عنایت سے بڑے ہر دلفریز
 نام عبد اللہ مولانا لکھ
 ہے توکل جنکو تجھ سے خاص کر
 رویت دیدار سے اے بے نیاز
 روز محشر انکو کرنا مسرت راز

مولوی صاحب کے لوگ مرید بھی تھے چنانچہ عظمت خان سلیمانی قاسم علی خان مخول وغیرہ
 نے آپ ہی سے بیعت کی تھی مولوی صاحب اکثر اپنے مزار کے متعلق یہ اپنا موزون کیا ہو
 شعر پڑھتے تھے یہ بھی مسکن ہو ہمارا یہی ہو گا مدفن بڈیا گلی دوست کی یا
 یار کے گھر کا آگن دوست کی گلی سے مراد نواب دوست علی خان کی اراضی اور
 زمینداری سے ہے اور یار کے آگن سے مطلب ماہیار کے احاطہ سے ہے۔

افسوس کہ ۱۲۹۶ھ میں مولوی صاحب کا ایک سو ایک سکی عمر میں جب صال ہوا تو
 ماہیار کے احاطہ واقع محلہ مولان گنج میں شاہ مدن صاحب کے مزار کے پورب جانب چند
 گز کے فاصلہ پر مدفون ہوئے مزار خام ایک چبوترہ پر لب بٹک واقع ہے۔
 میرنجب علی صاحب نے اپنی رحلت کا قطعہ تاریخ قرآن مجید کی آیت میں نظم کیا ہے۔

جوشد عازم خلد عبد الہ
 شہ ملک دین بہر وصل حبیب
 محنت گفت از بہر تاریخ سال
 کہ نصر من اللہ فتح قریب

خان بہادر حکیم خادم حسین خان خٹنا

آپ احمد حسین خان صاحب اختیار پوری کے فرزند اور حاجی محمد امین خان صاحب کے بھتیجے ہیں۔ حیرت انگیز بین آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو آپ کے عم نامدار حاجی محمد حسین خان صاحب کو جو ایک درویش سیرت رئیس تھے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ ہوئی ابتدائی درسی فارسی کتابیں قاضی کاظم علی صاحب سے پڑھیں اور عربی مولانا سید سخاوت حسین صاحب پیش امام جامع مسجد شاہ آباد سے پڑھی۔ جب اس سے فرصت ہوئی اور طب کا شوق پیدا ہوا تو حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطباء کے شاگرد ہو کر علم طب کی تحصیل کی چونکہ اس زمانہ میں افسر الاطباء صاحب ممدوح والی نرسنگ گڈ کے ملازم و معلم تھے لہذا استاد دی موصوف کے ہمراہ آپ کو نرسنگ گڈ جانے کا اتفاق ہوا۔ اسکے بعد فن ڈاکٹری کی طرف رجحان ہوا اور اگرہ جا کر ڈاکٹری میں دستگاہ حاصل کی۔ عہد جوانی سے حکیم صاحب میں ہوشمندی و مستقل مزاجی و سلیم طبی کے آثار نمایان تھے۔ چنانچہ اپنی ذاتی لیاقت سے آنریری سکریٹری مینونسپل بورڈ شاہ آباد کے مقرر ہوئے اور سرکار کی طرف سے آنریری مجسٹریٹ بھی کیے گئے۔ پندرہ بیس برس تک ان دونوں عہدوں کے فرائض کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ پبلک مین نیکنامی اور گورنمنٹ مین کا رگزار ہی ثابت ہوئی اسی سلسلہ میں کاگس صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع ہردوئی کے آپ معتمد ہو گئے اور ایسی موافقت آئی کہ وہ مینونسپل معاملات اور شاہ آباد کے دیگر واقعات میں آپ سے اکثر حالات دریافت کرتے اور آپ کے کہنے پر خیال بھی کرتے۔

اسمیں شک نہیں کہ میونسپلٹی شاہ آباد میں جو ترقیان ہوئیں وہ آپکی حسن تدبیر کا نتیجہ ہیں۔ بڑی ہوشیاری و تدبیر سے کام کیا۔ میونسپل کے خدمات و آنریری مجسٹری کے بے لگا و فیصلوں کے صلہ میں گورنمنٹ نے مستحق سمجھ کر سالانہ عین آپ کو خطاب خان بہادری مرحمت کیا اس خوشی میں کہ اپنے وطن اور قوم افتخار میں آپ ہی پہلے خان بہادر ہوئے ایک جلسہ عطاءے خطاب کا منعقد کیا گیا بعض اشخاص نے تقریریں و اشعار پڑھے راقم نے بھی ایک تقریر اور دو قطعے لکھ کر حکیم صاحب کو دیے ان قطعات کی نقل اس جگہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

خادم حسین خان بہادر خطاب یافت از لطف کبریائیدہ آن زینت شمس صمد
از بہر سال نیک مظفر چو فکر شد آمد خطاب خان بہادر بلند قدر

ایضاً اردو

عطا خطاب جو خادم حسین خان کو ہوا ہر ایک قلب میں اس کے خوشی نے پامنازل ہو کر سال مظفر ہوئی نہ آئی۔

حکیم صاحب کی دماغی قوت نہایت اچھی تھی اپنے ہمچشمہ نمونہ اہل الرائے اور عاملہ فہمی میں عالی فہم تسلیم کیے گئے راقم کو آپ کے حالات سے ذاتی و تحقیق ہے کہ نہ کہ بارہا مبالغہ و خیالات کا موقع ملا سفر حضرتین ساتھ رہا دلی دربار مسند نشینی والیکھوپال میں بمسفر ہونیکا بھی اتفاق ہوا صنعتی و تجارتی اصول سے حکیم صاحب کو طبعی مناسبت تھی چنانچہ مشین وغیرہ کے پرزہ سمجھنے اور اس سے کام لینے میں بڑی مداخلت تھی اور ان فنون کی طرف انکو بڑی دلچسپی تھی راقم کا عینی مشاہدہ ہے کہ نہائش آباد پر اس قسم کی اشیاء میں بے نظیر اکثریشن ہوئی ہے حکیم صاحب اسمیں بجائے سیر

و ملاقاتوں کے انھیں چہرہ کو دیکھتے اور غور کرتے تھے اسی مداخلت سے انھوں نے کبھی پائیتا بہ بننے کی مشین اور کبھی نیشکر کے رس نکالنے والی چرخہ اور اوسکے درست کرنے والے آلات کا کارخانہ کھول دیا۔ ہومیوپی تھک معالجات میں اس قدر قافیہ پیدا کر لی کہ اسکی تصنیفات کا ذخیرہ چھوڑ گئے اور رفاہ عام کی ضرورت سے اوسکا شفاخانہ بھی کھول رکھا تھا اور دو اہل فہمیت تقسیم کیا کیے قلمبائے انہ کے کارخانہ میں بھی ترقی پیدا کر دی اور فہرست انہ میں بھی جدت دکھلا دی قومی کامنہن قابل ذکر جامع مسجد کالج اور سکی دوکانات کی تعمیر ہے آپ کے اٹھ جانے سے جواہل برادری میں کمی ہو گئی ہے اسکا اندازہ صرف اسی امر سے ہو سکتا ہے کہ ان دوکات زیر تعمیر میں جو کمی رہ گئی ہے اسکا پورا کرنے والا کوئی ممبر نظر نہیں آتا۔

نویجا چیزوں کی ماہیت اور انکے منگائی کی طرف آپ کو بڑی توجہ تھی چنانچہ پانی بھرنے کے لیے نویجا مشین بھی منگائی اور اسکی ترغیب بھی دلائی۔ افسوس کہ گئی ماہ تپن کے مہلک امراض میں غلیل رہ کر ۲۴ رجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۱۵ء یوم جمعہ کو اس جان فانی سے رحلت فرمائی ایسے عقیل ولایق شخص کے مرزیکا عام طور پر فسوس کیا گیا ہے (کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے) راقم نے متعدد قطعات نظم کیے ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے

عقیل و جوان عمر خان بھادر زدنیلے دون رخت ہستی بہ بستہ
بدل سبکی ہائے جنت قرین شد دل خاندان را غمناک شد
مظفر پے سال تالیخ ختم نداشت جو اثر گریز عقل رفعت
آپ کے چھوٹے بھائی امداد حسین خان نہایت خوش اخلاق و وجیہ انسان تھے

افسوس کہ وہ بھی جو امرگ ہی چل بسے حکیم صاحب کی اولاد میں چار فرزند ہیں منجملہ
انکے خلف اکبر اعجاز حسین خان ہیں جو نیکی و ہونہار نظر آتے ہیں۔

اشرف یار خان صاحب

آپ عظم خان صاحب رئیس سید بخیل کے بھائی امانت خان کے خاندان میں ہادی یار خان
کے بیٹے ہیں۔ اور ذہین تیز فہم انسان ہیں۔ موزون طبعی کا حصہ بھی پایا ہے اشرف
تخلص کرتے ہیں منشی امیر احمد صاحب مینائی سے اصلاح سخن حاصل کی اس امر کا اقم
کو ذاتی طور پر علم ہے کیونکہ ایک بار آپ نے کوئی غزل بغرض اصلاح مجھ سے خط میں لکھا کہ
جناب منشی صاحب موصوف کو بھیجی تھی اور جناب منشی صاحب مرحوم نے اس کے جواب
میں جو گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا اس میں خاکسار کو بھی سلام مسنون سے سرفراز فرمایا تھا
جب سے آپ ریاست مہیوہ میں ملازم ہوئے ہیں اپنی خوش تدبیری سے وہاں کے
کاروبار میں رونق پیدا کر دی اور آپ کی کارگزاری پر اس قدر اعتماد ہو گیا ہے کہ مثل
ایک مہر خاندانی ملنے جاتے ہیں اور ایک ہندو ریاست میں مسلمان حیثیت سے
کمال ترقی کی ہے۔ کلام بیاض کی صورت میں جمع نہیں کیا اس لیے جو اشعار یاد تھے
نذر ناظرین کیے جاتے ہیں۔ رباعی

کہ بہ از روز و چشم شب دیجوری آید
سرور قلب غلینم مگر سرور می آید
چلے گا نہ بھیچ چلبستان کیسیکا
کرے گا یہی نام روشن کیسیکا

کہ امی یوسف ثانی سراپا نور می آید
باستقبال جان عبد از تن میرود بیرون
شب وصل دست متنا کے ہاتھوں
پس مرگ لک داغ کافی ہو اشرف

نواب عنایت علیٰ نصاب

آپ بھی باشندگان شاہ آبادین خلیق و خاطر نواز انسان ہیں۔ ابتدا سے آپ میں خوش عقیدگی کا مادہ تھا لہذا آپ بڑے عقیدت سے حاجی وارث علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے مرید ہوئے اور پیر پرستی کرتے رہے اکثر اپنے پیر و مرشد کا ذکر خیر بڑے خلوص و ارادت سے کرتے ہیں اور نہایت عقیدت مندی سے فاتحہ و ایصال ثواب میں سرگرم رہتے ہیں۔ جس بزم میں آپ رونق افروز ہوتے ہیں۔ یہیں آپ کے ہم مذاق اجداد کو خاص دلچسپی ہو جاتی ہے اور وہ مجمع نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ آپ کی طرف مخاطب ہو جاتا ہے۔ اس امر سے آپ کی ہر دلعزیزی کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ عدالتی معاملات اور قومی مقدمات میں آپ گرمجوشی ظاہر کرتے ہیں اور اس بارہ میں جیسا کہ لوازمات بشریت میں سہ ضروریہ کا تعلق ہے اسی طرح آپ کی شرکت بھی ضرور ہے خوش مزاجی آپ کی طینت کا اک جز و عظم ہے اسلیے پر لطف اور بر محل حکایتیں بیان کر کے اپنے زندہ دل دوستوں کو محظوظ و مسرور کرتے ہیں جب سے راقم نے یہ تاریخ شاہ آباد لکھنا شروع کی اس زمانہ سے اوکی طرف آپ کا رجحان رہا بار بار اسکی تکمیل کے بارہ میں دریافت کیا اور شجرہ دلیر خانی میں اپنے نام دخل کرنے کے بابت بہت اصرار رہا۔ ایک حد تک یہ ذوق آپ کا سلیم بھی ہے کیونکہ اس کتاب کے ذریعہ سے بزرگوں کے وہ حالات جو کبھی نہیں سننے تھے اور نہ وہ کتابیں آپ کے دیکھنے میں آئی تھیں آپ کو معلوم ہو جائینگے اور آپ کی ذاتی و تھنیت میں معلومات کا ایک بین اضافہ ہو جائیگا جو آپ کو آئندہ کسی مجمع کے روبرو بیان کرنے میں بہت مدد دینگے۔ اس لگاؤ سے آپ کا تذکرہ اس کتاب میں درج

ہونا مناسب تھا کیونکہ آپ اسکے بڑے شایق اور نہایت قدردان ہیں۔ آپ اس
 دانی یادگار کی فہرست میں آپکا نام ہمیشہ نظر آئے گا۔ نواب لددار خان صاحب رئیس
 چھوٹی دیوڑھی کے ذریعہ سے نواب دلیر خان تک آپ اپنا سلسلہ پہونچاتے ہیں
 راقم کو وہ کاغذات جو عدالت کے اجلاس کا ہونین پیش کیے ہیں اس ثبوت میں
 دکھلائے تعلقہ باسط نگر کے متعلق دیوانی میں دعوے بھی دائر کیا تھا اور اس
 علاقہ سے سو روپیہ ماہوار گزارہ بھی پاتے ہیں۔ حکام نے کچھ اراضی مثل باغ وغیرہ
 اور کچھ نقد رقم بھی انکو دلائی تھی راقم کے ساتھ بڑی عنایت سے پیش آتے ہیں۔
 شجرہ مندرجہ ذیل مسل نمبر ۱۲۱۔ انجمن ہند ضلع ہر دوی سے آپ نے لکھا یا ہے۔

نواب دلیر خان

لددار خان

سعادت خان

بندہ علیخان

احمد علیخان

دوست علیخان

حسن علیخان

لطیف النساء بیگم

لا ولد رہین

خادم علیخان

حمایت علیخان

عنایت علیخان

آپ کے دوست عزیز

راحت علیخان و

محفوظ علیخان ہیں۔

محرم میں سب سکے رائے کا جھگڑا

محرم ۱۳۶۲ ہجری کو شاہ آباد میں سب سکے رائے اور تعزیر داروں سے جھگڑا ہو گیا تھا اس زمانہ میں چونکہ انگریزی عکداری ملک اودہ میں نہیں ہوئی تھی اور یہاں توابی تھی اسلیے فریقین نے شاہ اودہ کی سرکاری نالش کی اور سلطانی اجلاس سے حکم صادر ہوا کہ تحقیقات واجبی کر کے فیصلہ ہونا چاہیے اس مقدمہ کی مسلسل اس وقت ہمارے پیش نظر ہے جس سے حالات اخذ کر کے تحریر کیے جاتے ہیں۔

مسلمانوں نے جو عرضی دی تھی اوسکا مضمون یہ تھا۔ سب سکے رائے کا یہ نتیجہ ہے مع اپنے بھائیوں کے امام عالی مقام کے علموں اور تعزیروں کے ساتھ جو بے ادبی کی وہ بیان سے باہر ہے ہتا پنج محرم کو نواب دوست علی خان کے علم اٹھے تھے اس وقت بھوانی دین داکم انھوں نے نہایت بیباکی سے ایک علم ہاتھ میں لیا اور یا تھی یہ سوا ہو کر حقہ پیتا ہوا اور قہقہہ لگاتا ہوا جا بجا مارا مارا پھرتا رہا مسلمانوں نے یہ اسبغہ غم کے موقع پر اسکی خوشی اور اسلام کی توہین دیکھ کر خون جگر کھایا مگر اسکی حکومت کی وجہ سے دم نہ مارا محرم کو جب بڑی ڈیوڑھی کے علم اٹھے تو سب سکے رائے گھوڑے پر سوار ہو کر علموں کے آگے پھرتا رہا اور جب واپسی میں علم اسکے دروازہ پر سے ہو کر نکلے تو وہ اپنے دروازہ کے چبوترہ پر کرسی ڈالے بیٹھا رہا اور حقہ پیتا رہا اسکے یار و مصاحب بھی مونڈھوں پر بیٹھے اور حقہ پیتے رہے اور کچھ خیال نہ کیا مسلمانوں یہ امر نہایت شاق ہوا مگر چونکہ وہ سرکاری ملازم تھا ناچار مسلمان خاموش رہے جب دسویں محرم کو اہل اسلام تعزیروں کی دفن کی تیاری کر رہے تھے کہ سب سکے رائے

نے منادی کرائی کہ اگر آج کے دن کوئی تعزیہ اٹھایا جائے گا تو اسپہ بانیسور و سپہ
جیرمانہ ہو گا مسلمانوں نے باوصف رویت ہلال کے اس حکم کو بھی مانا لیکن شام
کے وقت دوبارہ اسنے حکم دیا کہ اسوقت تعزیہ اٹھائے جائیں مگر شب میں نہیں
سامان روشنی کے تعزیہ اٹھانا مشکل تھا اسوجہ سے سب نے عذر کیا کہ اتالیق کو تعزیہ
دفن کرنیکا دستور نہیں ہے سیوم کے دن یعنی ۱۲ محرم کو تعزیہ دفن کر دیے جائیں گے
مگر سب سکھ راے نے ۱۱ محرم کو چند تعزیہ بزور حکومت اٹھوا دیے جب مسلمان
انکے پاس سمجھانے کو گئے تو انکے بھائی ٹکلیٹ راے نے کہا کہ ہکو تعزیوں کا آج کے
دن اٹھوا دینا منظور تھا وہ تعزیہ ہمنے اٹھوا دیے اور ہمارا حکم بحال اور مقصد پورا
ہو گیا باقی تعزیہ ہمارے کیر پر ہیں چاہیں اٹھیں یا نہ اٹھیں ایسا سخت اور خشن
کلمہ سنکر مسلمانوں کو تاب نہ رہی اور انکی رگ حمیت جوش میں آگئی اور عام باؤ ہو گیا
اس استغاثہ اور عرضی کے دینے والوں کے نام یہ ہیں نواب رعدانہ ازخان نواب
امیر حسین خان۔ سید محمد شاہ۔ محمد امین خان۔ کر امت خان۔ بخش اللہ خان۔ عنایت
خان۔ حافظ رحمت خان۔ لقمان خان۔ رستم خان وغیرہ۔

اور سب سکھ راے نے شاہ جہانپور جاکر وہاں کے صاحب مجسٹریٹ کی معرفت جو
عرضی سرکار اودھ میں بھجوانی تھی اُسکا مضمون یہ ہے کہ خانہ زاد بیس سال کے عرصہ
سے نائب تحصیلدار کی و تحصیلدار کی کے عہدہ پر عالمون کی طرف سے پرگنہ شاہ آباد
میں مقرر رہا ہے اس عرصہ میں مجھ پر رعدانہ ازخان و امیر حسین خان رئیس شاہ آباد
اور شیخ علی محمد مردہہ اور کر امت خان اور محمد امین خان افغان اور محمد شاہ اور
پیراج نے نہایت ظلم کیا ہے ابکی محرم کو رویت ہلال میں اختلاف رہا بعض جگہ ۲۹

اور بعض جگہ ۳۰ کا چاند قرار پایا ۸ محرم کو ایک خط حافظ سید عبداللہ چکلیہ اسٹائی وغیرہ
 کا پھر رات رہے آیا کہ دارالسلطنت لکھنؤ میں ۲۹ کا چاند دیکھا گیا لہذا اسکی اطلاع
 عام شاہ آباد میں کر دینا چاہیے کہ اسی کے بموجب تعزیر داری کا انتظام کیا جائے
 چنانچہ مینے بذریعہ اخبار نویس کے رئیس ان شاہ آباد کو اطلاع دی اور انھوں نے
 اعلان کر دیا پیراج جو میری کارگزار می پر حد سے زیادہ عداوت رکھتا ہے اُسے
 سبکو اشتعال دلایا اور میری ایذا اور بربادی پر آمادہ کیا یہ سب شرارت و سرکشی
 کی ہے چنانچہ دو تین ہزار اشخاص میرے مکان پر چڑھ آئے مینے دروازہ بند کر لیا
 اور مع اہل و عیال کے بھاگ کر ایک ہمسایہ کے گھر میں چھپ رہا مگر مدعا علیہم نے
 زور کر کے کوڑ ڈالے اور حویلی میں چلے آئے اور سبب اسباب لوٹ لیا میرا اور میرا
 بھائی کا سامان قریب ستر اسی ہزار روپیہ کے ہوگا اس لوٹ کے ساتھ میرے بھائی
 ٹکیٹ رے کو زخمی بھی کیا اور کاغذات جسمیں اسناد و معافیات وغیرہ کے تھے وہ
 بھی نکال لیے۔ خانہ زاد ۱۳ محرم کی شب میں مع عیال و اطفال کے بیک بینی و دو
 گوش شاہ جہان پور بھاگ آیا یہاں عملداری سرکار کمپنی انگریز بہادر کی ہر امید و اہوں
 کہ متمررون کا مذاک ہو کر میرا سبب واپس دلایا جائے۔ اس عرضی کیساتھ قہرست
 اسباب غارت شدہ بھی شامل ہے جس میں یورپ پر وغیرہ کی تفصیل ہے اسکی نقل موجب ایچ
 ایس طرح بجوانی دین اور سب سکھ رے کی عرضی کا بھی مضمون ہے کہ مجھ سے رعایا
 و روسائے شاہ آباد کوئی ناراض نہ تھا اس سال مجھے خیر خواہ و کار گزار سمجھ کر دو جلیان
 تعلقہ دار باسطا ٹکڑے اپنا نائب کیا تھا اور مینے نہایت اچھا انتظام علاقہ کا کیا تھا
 علی محمد مردہ اور پیراج میکو لال مہاجن نے بوجہ اپنی مہاجنی کے میرا مقرر ہونا مشرعبا

اور مجھ سے نہایت عداوت قائم کی انھیں اشخاص نے سبکو آمادہ کر کے میری خواہ برابری
کرائی اور ان ہر سہ بد باطنوں نے عدنان از خان اور امیر حسین خان کے پاس جا کر مشورہ
کیا اور انکو اپنا ہتھیال کر کے دو تین ہزار چچان اور شیخ اور جلاھے لیکر المحرم روز
پہار شنبہ کو دوپہر کی وقت میرے مکان پر چڑھ آئے اور بلوہ کیا ٹیکسٹ رائے برادر حقیقی
سب سکہ رائے اور جانی پر شاد خویش سب سکہ رائے اور منگلی خدمتگار کو مجروح کیا
مگر پنجو خان ساکن موضع گدھی چاند خان نے مع اپنے عزیز و نیکے ان زخمیوں کی حمایت
کی کہ بچا دیا۔ باقی مضمون عرضی کا دوسری عرضی مذکورہ بالا کے مطابق ہے۔

اس دوران میں امجد علی شاہ نے انتقال کیا اور سلطان عالم حضرت واجد علی شاہ
بادشاہ نے مسند سلطنت پر جلوس فرمایا تا جدار آخری کے رو بکاری سے علی محمد امین
کے نام حکم صادر ہوا کہ دینو لا بھوانی دین برادر سب سکہ رائے بذریعہ چھی صاحب
محکمہ شریعت ضلع شاہجہانپور کے حاضر سرکار ہوا اور اسنے عرضی استغاثہ کی گزرائی اور
پیرچہ اخبار ۱۱ محرم ۱۲۶۳ھ کا بھی ملاحظہ سے گذر لیا حکم ہوتا ہے کہ بہت جلد تحقیقات
واقعی کر کے تصفیہ اس مقدمہ کا کردار اور کیفیت راست بر راست بارگاہ مابہ ولایت
میں ارسال کر و توقف و تاخیر نہ ہو ۱۶ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ مطابق سناحد جلوس والا
سب سے بعد اسباب غارت شدہ تلاش کیا گیا اور شاہجہانپور میں سب سکہ رائے کے پاس
میں پیدا گیا اور مقدمہ خفیہ ہو کر باہم رضامندی ہو گئی سب سکہ رائے نے چکیلاہ
محمدی کی ملازمت کی اور کچھ عرصہ کے بعد پھر سب سکہ رائے نے شاہ آباد آکر رہائشی
چکیلاہ میمن نوکری اختیار کی اور فریقین میں ایک دوسرے سے کوئی تقست
باقی نہ رہی۔ اور یہ معاملہ وقت و گذشت ہو گیا۔

محرم سنہ ۱۲۸۵ء میں بعض جہدالی ضد اور غلط فہمی سے پھر ہندو مسلمان کے فیما بین
 جھگڑا ہو گیا اور مینون عدالت میں فوجداری کا مقدمہ چلتا رہا بناے مختصرت یہ تھی
 کہ سا دھورام تعزیر کے نکلنے کی وقت قصداً چار پائی پر بیٹھے اور مسلمانوں نے کہا کہ ایمر
 ہمیشہ کے رواج کے خلاف ہے اور ہر سے اٹھنے کا اصرار اور ہر سے بیٹھنے کا اظہار رہا
 نوبت مجادل کی پہونچی فریقین کے لوگ زخمی ہوئے قاضی مصطفیٰ علی صاحب ٹپی کلکڑ اور
 انور علیہ صاحب ٹپکیر پوسٹ علی صاحب انسپکٹر موجودہ حکام نے رفع دفع کیا
 رادھا رمن صاحب ڈپٹی کمشنر تھے انھوں نے پوری توجہ کی الپ صاحب ایٹرنٹ مجسٹریٹ
 کے اجلاس میں مقدمہ پہونچا مینون رو بکاری رہی دوبارہ پھر کچھ کشمکش ہوئی اور چھوٹی
 سی فوجداری ہو گئی سجاد نام ایک شخص کام آیا پھر مقدمہ میں طول ہوا مگر سا دھورام
 سر غنا اور چند ادھر ادھر کے لوگوں نے سزا پائی ہزاروں روپیہ مسلمانوں کی طرف سے
 خرچ ہوا اسی طرح پریشانی و مصارف بجا فرقی ثانی کو بھی برداشت کرنا پڑے۔
 یاہمی نارضا مندی سے سال گذشتہ میں جیلر نہیں ہوا مگر امسال ٹرنر صاحب ڈپٹی کمشنر
 خود شاہ آباد تشریف لائے اور انکی سنجیدگی بیدار مغزی و خوش انتظامی سے مع اخیر
 محرم کے مراسم ادا ہوئے اور جیلر میں بھی تعزیر داری حسب دستور مدہم ہوئی
 راقم کی رائے کے نزدیک دونوں گروہ آپس میں مل جل کر سبر کریں اور ایک دوسرے کی
 مذہبی ارکان میں مداخلت کرنا ناجائز سمجھیں اور بیجا سخن پروری و نفسانیت دور فرمیں۔
 اتفاق بڑی اچھی شے ہے ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہی خدا کے بندہ ہیں۔

چراغ بتکہ و شمع خافت ہا کیست
 اگرچہ دیدہ و آمو لے نگاہ کیست

تقریظ خاتمہ کتاب

نوشہ عالیجناب چودہری محمد نصرت علی صاحب ٹیس سنیہ

پیشتر کمری نچمن تعلقہ داران او دھ

میرے معظم و مکرم جناب نشی مظفر حسین خان صاحب سلیمانی رئیس شاہ آباد ضلع ہر دوئی مُصنّف و مولف نے اس کتاب کو مجھے دکھلایا اگرچہ میں شجاعان قومی و دلیران ملکی کے کارنامے و برج ہیں کہ جنکے پڑھے بغیر شگفتگی خاطر نہیں ہوتی جسقدر انکے مطالعہ سے زیادہ استفادہ حاصل کیا جاتا ہے اسقدر شوق بھی بڑھتا جاتا ہے ایک تو فرزانہ بیعدیل و یگانہ امرے نامدار و مشاہیر عالمقصدار کے جو حالات برج کیے گئے ہیں انکی دلچسپی دوسرے عبارت کی خوبی مضمون کی روانی خصوصاً راستبازی و احتیاط و سچائی نے از خود رفتہ بلکہ اس کتاب کا مداح و شیدابنا دیا۔ تاریخ نویسی کے جو فرض منصبی ہیں اس شاہراہ سے معزز مُصنّف نے سرمولغزش نہیں کی۔ مگر افسوس کہ عظیم اہمیتی کے سبب سے بالاستیعاب کتاب کے فیض حاصل کرنے کا مجھے موقع نہیں ملا لیکن جہانتاک مجھے استفادہ ہوا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک تاریخ ہے جو ہر طرح سے قابل اعتبار و لائق وقار ہے ناواقفان علم تاریخ کے نزدیک بخیاں اس زمانہ موجودہ کے اگر لگے واقعات میں کچھ تعجب ہو تو کچھ تحیر کا مقام نہیں مگر جن حضرات کو علم تاریخ سے خلقی شوق و دلچسپی ہے اونکے نزدیک یہ حکایات عجیبہ ہر طرح قابل اعتبار و لائق وقار ہیں۔ علی الخصوص مصنف صاحب نے معتبر کتابوں کا حوالہ بھی جو اپنی دوراندیشی

سے دیا ہے یہ اور بھی احتیاط کو کام فرمایا ہے مُصَنَّف صاحب کی ذاتی لیاقت و قابلیت کے مقابلہ میں یہ تصنیف کچھ تعجب خیز نہیں ہے بلکہ مجھے عرصہ سے ذاتی تجربہ و نیاز قدیم کیوجہ سے چونکہ درجہ نیاز مندی و وقفیت کا اعزاز حاصل ہے لہذا ذوق کے ساتھ تصدیق کی جاتی ہے کہ معزز مُصَنَّف اپنے آپ ہی عدیل ہیں بلکہ ہمارے قصبات میں فخر بین الاقران والا مثال اگر کہا جائے تو بجا و درست ہے۔

خداوند کریم لایق مُصَنَّف کی عمر میں برکت اور اس کتاب کو مقبولیت کا درجہ عطا کرے
راقم بندہ محمد نصرت علی۔ ۲ مئی ۱۹۱۵ء

تقریظ نامہ مشہور روزگار مولانا مولوی محمد عبد کلیم صاحب لکھنوی مُصَنَّف فردوس بنین، منصلو موہنا، افسانہ قیس وغیرہ

شاہ آبا و ضلع ہردوئی سے خوانین ہند کی ایک مشہور بستی ہے جو شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں پھانوں کے نامور خاندانوں کا ایک مشرقی مرکز قرار پائی جو جرجان دانوں سے اس بستی نے رونق و عزت پائی اسکے ایک نامور یادگار مولانا مولوی محمد مظفر حسین خان صاحب سلیمانی ہیں مولانا کے علمی شوق اور تاریخی مذاق سے اکثر لوگ اہت ہیں اپنے اپنے وطن کی یہ تاریخ بڑی تحقیق و تنقید و تفتیش اور جستجو سے مرتب کی ہے جو دراصل ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک متم بالشان اور معتد بہ حصہ ہے زیادہ خوبی یہ ہے کہ مولانا کا ادبی مذاق ایسا اچھلے جسے اس تاریخ کو معتبر اور قابلِ وثوق ہونیکے علاوہ بہت کچھ دلچسپ بھی بنایا ہے اور امید ہے کہ اہل ذوق بڑے لطف

اور کچپی سے مطالعہ فرماونیکے مین مولانا کو اس علمی کامیابی اور ادبی خدمت پر مبارکباد دیتا ہوں اور اونکی اس مشقت کو اسلامی لٹریچر میں ایک قیمتی اضافہ تصور کر کے اوسکی نہایت ہی عزت کرتا ہوں اور یقین ہے کہ ہندوستان کے جن حضرات کو تاریخ کا مذاق ہے مولانا کی نہایت ہی قدر کریں گے۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرم لکھنؤی ۲۳ نومبر ۱۹۵۶ء

تقریظ جناب حکیم محمد علی خان صاحب ڈیر مر قع عالم و مصنف

جعفر عباسہ اختر حسینہ عبرت مسیحائی عالم و انیری مجتبیٰ ضلع دہلی

نامہ مظفری :- یہ ایک مفید و بکار آمد تاریخ ہے جسکو میرے قیدی عنایت فرما و لائق دو مولوی مظفر حسین خان صاحب شاہ آبادی نے حال میں تصنیف فرما کر ملک کے سامنے پیش کیا ہے باعتبار ازمینہ کے اگر دیکھا جائے تو علمی ذخیرہ گذشتہ واقعات اور حالات سے تعلق رکھتا ہو گا یا موجودہ یا آئندہ آئینہ لے واقعات سے آئینہ لے حادثات کا علم تو عالم الغیب کے سوا کسی کو نہیں۔ حال کے حالات ہمارے پیش نظر ہیں۔ بہر حال اگر کوئی سبب کوئی عبرت کوئی نتیجہ اور کوئی فائدہ ہم اٹھا سکتے ہیں تو وہ گذشتہ واقعات ہی ہیں جسکا دوسرا نام نائیج ہے۔ آسمانی کتابوں کو اول سے آخر تک پڑھ جائیے لیکن ان سب کو گذشتہ واقعات ہی سے ملو پائیے گا۔ گویا علم منحصر اگر کسی چیز میں ہے تو وہ تاریخ ہے۔ شاہ آباد شریف اور بہادر پٹھانوں کی ایک قدیم بستی ہے جو ایک تقریباً نامی مین پڑی ہوئی تھی۔ ہمارے دوست کا مشکور ہونا چاہیے کہ انھوں نے

اپنی محنت و تلاش و کوشش سے اسکو معرض گناہی سے نکالکر اس شہرت تک پہنچایا کہ جو ایک مشہور مردم خیز زمین کے لیے ہو سکتی ہے بڑے بڑے شہروں کی تاریخ تھنی بہ نسبت اسکے سہل ہے کہ چھوٹی چھوٹی بستیوں کے حالات لکھے جائیں اور میرے خیال میں یہ اسے زیادہ مفید بھی ہے بڑے بڑے شہروں کے حالات سے تاریخین بھری ہوئی ہیں چھوٹے چھوٹے مقامات کے نام و حالات منفرد و نیا سے مٹے جاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اسطرت توجہ کی اور خوش نصیب ہے وہ مقام اور وہاں کے باشندے خواہ وہ زندہ ہوں یا مر گئے جنکے واقعات و کارنامے قیامت تک باقی رہنے کے لیے تاریخ میں رون کر دیے گئے۔ ہم اپنے دوست منشی مظفر حسین صاحب کے مشکور ہیں اور داد دیتے ہیں کہ انکی اس محنت و جانفشانی سے تاریخ میں ایک قابل قدر اضافہ ہو گیا جو سب سے زیادہ اپناے وطن اہالیان شاہ آباد کو منسوب ہوا ہے اس تاریخ کے ذریعے سے اونکے آیا و ابدا اور مشاہیر شاہ آباد کے حالات و کارنامے و کمالات اور انکی آئندہ نسلوں کو نہ صرف یاد دلانے کے لیے بلکہ غر کرنے کے لیے محفوظ قرار دے گئے۔

قطعات طبع کتاب

چکیدہ ملک دُر بار طرازیہ خامہ عجوبہ نگار بد رسما تحقیق مرکز دائرہ تحقیق شہر باد ملک
 سخندان فیما نرواے اقلیم خوش بیانی کشف غوامض عقلی نقلی حضرت شریقاقد
 میرزا محمد تقی علی بہادر درود روح سلطنت عظمیٰ برادر زادہ و خوش حضرت
 سلطان نعلام محمد واجد علیشاہ بادشاہ چہم ملک اودھ
 و خلف شاہزادہ عالم و عالمیان سلیمان نقدر میرزا محمد حسن علی بہادر مرعوم مقفود
 خلف حضرت محمد امجد علیشاہ جنت مکان علی اللہ مقامہ فی بساطین ارجن
 بادشاہ چہارم ملک اودھ خلف حضرت محمد علیشاہ فردوس منزل نور اللہ مقفود
 بادشاہ سوم ملک اودھ بانی حسین آباد مبارک انسل محمد قمر اوسف
 ترکمان لقب بہ بادشاہ گر۔

واقف بنیخیت بھی اُن خوشخصال سے
 کچھ ربط و ضبط حسین بن باریکیال سے
 تحقیق وہ کہ جو نہ بڑھی اعتدال سے
 محفوظ رکھو رب خدین عین الکمال سے
 ۱۵ ۶ ۱۹

یضا

مشہورین جو منشی مظفر حسین خان
 تاریخ ایک لکھی ہے بمیل و انتخاب
 آفت کی فکر اور بلا کی تلاش ہے
 لکھ و شریا سال دعائیہ بھر طبع

پیر از خوبی سرا سر ہستی حالات لایعنی
 زبان اسی کہ جسکی روح خوان ہو روح خاقانی

ہوا ہو کیا مرتب نسخہ تاریخ ان و زون
 بیان ایسا کہ فیضی گوین جہن ہو جائے

شریاء طبع کاسن کرد و قلب طبع سے منوون
 کچھ حالات جنگ و کسین نقش سلیبانی

ایضاً

آن مؤلف خوش نوشتہ جملہ حالات وطن
 از پے تاریخ ختمش فکر کردم ناگسان
 بد بیک مصرع و صنعت صوی و ہم معنوی
 غیر ممکن بشود تعریف و مدح و وصف و
 اے شریازند باقت باین صورت بگو
 شد فریسیال فضلی سیزده صد و بیست و دو

ایضاً

ساقیا بر خیز و جام بادہ آسیر بیار
 گفتم تاریخ وطن لایق مظفر بے بدل
 ہر سطر چون سنبل تر سر سبز زلف حسین
 دیدنش بر کثرت سر سبز و شادابی او
 صوری و در معنوی گویم شریا سال طبع
 نا بجا آرم خاتم ہم دل رستہ ز کار
 کردہ احسان لاجرم این بر صغار و بر کیا
 ہر ورق چون برگ گل گلزار یا خسار یا
 بلبل سدرہ نداد و رشک باغ پر بہار
 لکھزار و نہ صد و ہفتاد و یک سمت شمار

از عالیجناب فضل الدولہ مظفر الملک سید فضل علیخان بہادر
 شوکت جنگ خلف الرشید حضرت آسیر لکھنوی

این مظفر نامہ نامی است ملو از صفات
 فضل از سر چون قلم این سال تا بخش نوشت
 دفتر خوبی بصد حسن تکلم طبع شد
 فرو عالم نامہ اعمال مردم طبع شد

از عالیجناب نواب سید بہادر حسین خان بہادر نجم لکھنوی شاگرد رشید
 تدبیر الدولہ مدبر الملک سید مظفر علیخان بہادر جنگ متخلص آسیر ندیم و دبیر شاہ و دو

عجیب نامہ نامی رسید در مطبع	کہ عاجز است بہرح گرامیش خامہ
نوشت سال سیمی بلج دل انجم	رسد بدرجہ اعلیٰ مظفری بہم

از عالیجناب ابوالعظم نواب سراج الدین احمد خان صاحب

سائل دہلوی داماد نواب دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر مرزا داغ مرچ

اگر دستخط یہ پوچھا ہے زیر نظر کیا شیے	میں یہ گزارش کی تالیف سلیمانی
فرمایا سن ہجری درکار ہو اگر سائل	لازم ہے اسے کہنا تاریخ جہانگیری

ایضا
ہے مظفر حسین کی تاریخ
سائل اسکا حساب ہجری سے
جو محقق بھی ہیں سخت و بھٹی
نام رکھ نامیم مظفر بھی

از عالیجناب اجہ درگا پرشاد صاحب در تعلقہ دار و انزیری مجتہد
درجہ اول و حیرت میں نویسل بورڈ سندیلہ

مظفر حسین علم پناہ	رایت منکر تور سید بہاہ
حاجان نقب باشد و سخن یارت	نیست جہنم نیکوی دگر کارت
نیکو نیک دل وجود تست	بر سماء سخن صعود تست
نوش نوشتہ کتاب شاہ آباد	قصر ادراک شد ز تو آباد
وہ چه خوش سحر سامری کردی	جلوہ شان دبیری کردی
مردگانرا چہ زندگی دادی	باب منت بحسن بقبشادی

این کتاب توحید زجان آمد	قابل قدر و تدوان آمد
منکر تاریخ از تو آمد پیش	اندکے مہر رفت چون از خویش
از سر جو شش سال او بے عیب	عمدہ تالیف گشت ہاتھ غیب

از عالیشان فشی سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار جلالہ
آنریری مجسٹریٹ و آنریری منصف

کس حسن سے تازہ کیا اہل بصیرت کے لیے	یاد بہار رفتہ کو اس گلشن مجید کی
تاریخ اسکے طبع کی یکھدو تم بھی با ستمی	نایاب نادر ہو گئی تاریخ شاہی یاد کی

از عالیشان فشی محمد ارتضاعلی صاحب شرر علوی کا کوروی نسیک ضلع ملتان

تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مصنفیت گلبن شہید جنا تھیو تعمیرت وغیرہ

مرے حبیب مظفر حسین خان صاحب	ہیں حسن خوبی اخلاق میں خود اپنے نظیر
ادیب فشی قابل نہیں ابن نہیں	برے ہیں صاحب تحقیر اور با توقیر
خیال علم کا رہتا ہے ہر گھڑی اونکو	نئی کتاب کی رہتی ہے فکر و تہگیر
سفر حضر میں جہان دیکھیے کتاب کے ساتھ	کتاب ہی ہے رفیق طریق اور مشیر
بجائے روئے کتابی کتاب ہے محبوب	وہ سلسلے میں مضامین کہ ہو گئے ہیں نہیں
سوا و خط ہے کہ روشن سواد کشو نو	جو صرف لکھتے ہیں نجات ہے وہ مہر نہیں
پرانی وضع میں انکے ملا ہے رنگ جدید	ہو یہ نہیں کہ پرانی لکیر کے ہوں فقیر
بڑی صفت ہے کہ مکرور یا نہیں انہیں	وہ صاف ملتو ہیں لکھتے ہیں پاک صاف ضمیر

لکھی ہو حالمین اپنے وطن کی اک تاریخ
 دیا ہے حب وطن کا ثبوت تحریری
 بڑی تلاش و تحقیق سے لکھی ہے کتاب
 نہیں بصیرت علمی جنہیں وہ ہیں معذور
 دلیر خان کی شجاعت کا ذکر ہے آہیں
 جو توڑتی ہیں ستم تو زید اربند و قین
 کہیں پرانی قرابین کے ہیں فیر پہ فیر
 جناب شاہ جہان کا عروج شوکت جاہ
 دکن کی جنگ ہوا و تانگ نیب کی سطو
 دور و جاہر تحقیق سے مرصع ہے
 زبانہ آتی ہے بسیاختہ ثنا و صفت
 خلف ہی ہو نام سلف کرے روشن
 کیا ہے اہل وطن پر بہت بڑا احسان
 کچھ اور شعر بھی توصیف میں رقم کرتا
 یہ فکر تھی کہ ہو تصنیف کی کوئی تاریخ

ایضاً

ہوئی ہر ایک کی محبوب تاریخ
 شہر لکھد و لکھی کیا خوب تاریخ

۱۹ ۶ ۱۵

لکھے حالات یہ حب الوطن میں
 اگر مطلوب ہے تاریخ اسکی

زعایعنباب حاجی مولوی نور الحسن صاحب ایل ایل بی دیکل ہروئی
خلف ارشد حضرت محسن کا کوروی مصنف خورشید بدرو کلیات محسن وغیرہ

کیسی باغ و بہار ہے تاریخ
چمن لالہ زار ہے تاریخ
تازے پھولوں کا ہار ہے تاریخ
منظر سبزہ زار ہے تاریخ
تادیر روزگار ہے تاریخ

جنت مولوی مظفر حسین
دل گلچین باغ عالم کو
پہلے حالات طرز نو سے لکھے
عمر فرستہ کی یاد تازہ ہوئی
بات غیب نے کہا تیسر

ازعایعنباب منشی نور الدین احمد صاحب رئیس کا کوروی
مصنف آئینہ پیغمبری وغیرہ

یادگار اچھی سی اچھی عالم احباب کی
تاقیامت اک نشانی ہے اسکی یاد کی
سچ تو یہ ہر عمر اپنی مفت ہی بربادی
ایکے بستی اجاڑی ایکے آباؤ کی
لوح ہے یاس طلسم دہر بے بنیاد کی
دوا دجسنے کچھ ندی اسنے بڑی میدا کی
لکھ گئی تاریخ نادرا و نادر شاہ آباد کی

شہرت تصنیف ہے اہل قلم کی واسطے
خود نہیں رہتا ہے لیکن ہر سخن کا کلام
عالم فانی میں جسے کچھ نہ چھوڑی یادگار
ہر زمانہ میں ہوا کرتا ہے اکثر انقلاب
صورت احوال اک آئینہ تاریخ ہے
ایک منظر اپنے لکھی ہے تاریخ وطن
دلو فکر سال تھی کیفی یہ بات نے کہا

ازعالیجناب حکیم سید بندہ رضا صاحب بلگرامی

کیا لکھی ہوئے مظفر آپ نے نادر کتاب	جسکی دنیا میں نظر آتی ہو مشکل مثال
یا خدا پہلک میں سکی تدر ہو تو قیر ہو	شاد ہو تا قدر دانی سے مصنف کمال
آرزوے بلگرامی لکھ قلم برداشته	بیمثال و بنظیر و مجلیس از بہر سال

ازعالیجناب ڈاکٹر محمد صغر صاحب جزاۃ حکیم حافظ مسعود احمد صاحب رئیس دیوبند

تصویر شاہ آباد مظفر کشید خوب	اسحق نمودہ مانی و بہ سزا در اخل
صغر جو فکر کرد پے سال انطباع	تاریخ شاہ آباد شد طبع گفت دل

ازعالیجناب حکیم مولوی ضمیر حسن خان صاحب دل رئیس شاہجہانپور

شاگرد رشید امیر مینائی

مرتب ہو گئی تاریخ نادر	عجب مضمون عجب طرز بیان ہے
جزاک اللہ اے خان معظم	تھارے مدح میں قاصر زبان ہے
یہ لے دل مصرع تاریخ لکھ دو	شیمیم گل بہار بخیران ہے

ازعالیجناب سید حسین احمد میا نصاحب ابن سید تاج حسین میا نصاحب

قادی سجادہ نشین رئیس شاہجہانپور

مستحق تعجب کی ہے یہ تالیف	مرے منہ سے ہو وصف اسکا بھلا
---------------------------	-----------------------------

جو ہے بات اس میں وہ تحقیق کے ساتھ ہزاروں نکتہ باریک دم میں زمانہ بھر کی گھر بیٹھے ہوئی سیر چونکہ سال ہے بیباک دلو	بہر اک مضمون ہے اچھے سے اچھا اگر چاہیں تو ہوں اس سے ہویدا تماشہ ہے تماشہ ہے تماشہ لکھو ہے جامِ جم تاریخِ زیبا
--	--

از عالیجناب ایوانِ ناظم مولوی محمد حامد علی خان صاحبِ دل و جانِ غلام علی خان
پس شہ آباد شاگرد امیر مینانی

جیسے یہ خان مظفر نے لکھی تاریخ شاہ آباد کے حالات تھے جو جو سچے کچھ تصور کو ذرا بھی ہے نہیں غل میں آخر میں مرجا اے صلے صلے علی فی زمانہ نہیں اب ایسے ہیں قابل انسان سال تاریخ کی مجھ سے بھی ہوئی فرمائش تاگمان غیب سے آئی یہ ندا اے حامد	یہی اسی کسی نے ہے نہ دیکھی تاریخ سب قلمبند کیے ایسی یہ لکھی تاریخ ہے بجا کیے اگر اس کو بدیہی تاریخ خانِ نشان نے عجیب یہ لکھی تاریخ حق تو یہ ہے کہ لکھی واقعی اچھی تاریخ مینے بھی چاہا کہ لکھوں کہی میں بھی تاریخ کیون نہیں کہتے ہو تم ہی یہ انوسنی تاریخ
---	--

از عالیجناب خان بہادر مولوی محمد مطیع اللہ خان صاحب
ڈپٹی کلکٹر و مس شاہ جہانپور

نوشہ خوب مظہر حسین خان تاریخ چونکہ سال نمودم برائے طبعِ خلیل	از جانفشانی و تحقیق حسن سلوئی سروش غیبِ نداداد نسخہ خوبی
---	---

ازعالیجناب محمد قیوم صاحب کسب و انزیری مجسٹریٹ بمصطفیٰ دوان قیوم خلف الرشید

خان بہادر مولوی محمد عبد المجید صاحب جج و سب و تعلقہ دارقہنہ دار ضلع الہ آباد

اس کام سے واقف ہیں اس کام میں ہیں تیز
جو بات ہو انکی وہ ہے اک مصلحت اتمیز
نفرت بناوٹے انھیں جھوٹے سے پرہیز
ہر صفحہ مضامین و معانی سے ہے لبریز
معشوق ہو معشوق ہو معشوق بھی فوہیز
شہید ز طبیعت کو نہیں حاجت مہیز
جس پر ہو کا فذ کوئی منحوس ہے وہ میز
تاریخ کی تاریخ ہو تاریخ دل انگیز

ایک خوب نظریہ یہ تاریخ لکھی ہے
وہ لطف سے خالی نہیں جو فعل ہے انکا
حالات جو سچے تھے وہی دج کیے ہیں
ہر حرف وہ ہے اک دفتر اسرار بلاغت
دلدار ہے دلدار ہے دلدار بھی دلکش
تحریک کی خوگر نہیں خامہ کی روانی
جسمین نہ کتب خانہ ہو کتبعت وہ گھر ہے
اے قیوم پھر کٹھنٹے ہیں سب دیکھنے والے

ازعالیجناب اے بہادر کنور کامتا پرشاد صاحب ڈپٹی کلکٹر

ہو مظفر کی لیاقت کی یہ اک ادنیٰ نظیر
تیشہ فرہاد کس محبت لایا جوئے شیر
ہو ہر اک صفحہ میں اک نیرنگ عالم کی نظیر
شادی و غم کی بنی تصویر تو ام بے نظیر
آگے آگے ہو دم عیسے کی آواز صبر
آج ارواح نیاگان بھی ہوین منت پذیر

لکھ گئی تاریخ شاہ آباد کی کیا پسیر
قیس نے وقت اٹھائی ہو تلاش ناقدین
ہر ورق ہے بے ثباتیہلے دنیا کا گور
عبرت افزہ نگہ کیا ہے نقشہ مجر و وصال
تاناہو مجر زستم نے مرد و کو زندہ کیا
نہد تین تھیں بروہ ہستی کی اگر مشکوٰۃ عام

گردیا خاکِ وطن کو آج ہر رنگِ عبیر
طاہر عرشی ہوئے بین ام بند شمین اسیر
بلبلو نکابند دم ہے ہو سکیں کیا ہر صغیر
صفہ صفہ ہسٹری کا ہر سلیمانی سیر
حکم دل ہی میں بھی ہوں ان بلبلو نکا ہر صغیر
پڑی جاتا ہر نشانہ پر کبھی نادان کا تیر
دیدہ اعزاز میں ہر بوستانِ منتظیر
۱۹۱۵ء

چرخ پر پہنچا دیا رتبہ زمین کا آپ نے
اوج مضمون نے دکھائی عالمِ بالائی سیر
فلقِ طوطی گم ہوا رنگِ سخن کے سامنے
اُڑتی پر بیان ہر طرف مضمون کی آتی ہر نظر
شوق میں تاریخ کے ہیں ہر زبانیں غمِ تنگ
خامہ نے بھی اس توقع پر جھکا اپنا سر
نجم نے لکھا یہ سال طبعِ تاریخِ شگرت

تقریظ و قطعہ تاریخ از عالیجناب سید غلام کاظم صاحب گو

منتم در مال و جہاد رئیس اٹاودہ ابن حاجی مولوی میر خوب علی صاحب تحصیلدار و لہف

انوار الایمان و اخبار الانبیاء و مناقب الاولیاء۔ برادر نواب محسن الملک

محسن الدولہ سید محمد علی خان بہادر منیر نواز جنگ بہادر

برگ درختان سبز در نظر ہو شیاہ ہر درختی دفترِ سیت معرفت کردگار

علم تو انج و حقیقت خدا کی قدر تو کوز نگار رنگِ صورتوں سے دکھائے۔ آفریدگار

برحق نے کہ اپنے محبوبی نشان باعثِ تخلیق کون مکان احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ آلہ و صحابہ وسلم کی جلوہ گری سے اس طسلسلہ کو دنیا کو منور کیا ہے۔

تاریخ دیکھنے سے جا بجا قریہ۔ دیکھ۔ شہر و مکے نئے نئے رنگ کا نقشہ آکھوں میں

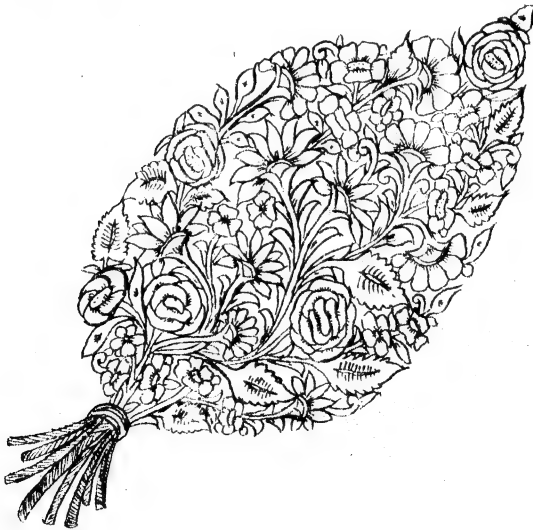
لکھ جاتا ہوں احمد شد زمانہ حال میں مخزنِ عقل و فہم طبع رسامِ مع علوم و ذہن و ذکا ملک

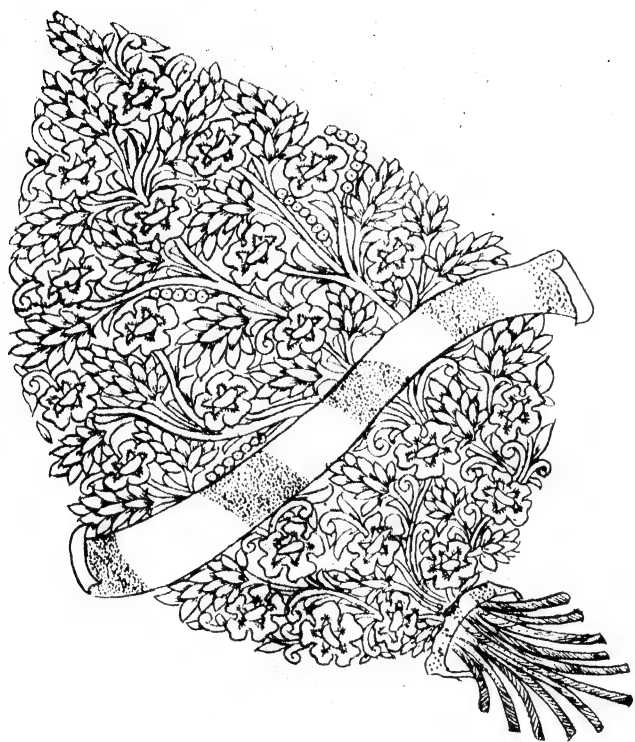
تحقیق کے حکمران مؤرخ خوش بیان جناب منشی مظفر حسین خان صاحب نے یہ کتاب

تاریخ مضبہ شاہ آبا د خوش بنیاد قلیند فرما کر قلم و ہندوستان میں ناظرین کو
محو نظارہ بنایا ہے چشم بد دور سے واقعات کا مرقع عجیب حسن و اداسے دکھایا
ہے شہر شاہ جہان پوری کی بھی کچھ روئداد تحریر ہے وہ بھی صحت مضامین سے بہت
دلپذیر ہے فی الواقع دریا گوزہ میں بند ہے نسخہ ہذا کا نقطہ نقطہ فقرہ فقرہ دلپسند ہے
نامہ مظفری سے موسوم بہ لطف گوناگون ہے باعتبار شان حجم و اوراق و مضامین
بندہ کے خیال میں اہم تاریخی بین عیسوی و قاتم مظفری بھی موزون ہے۔
۶۱۹۱۵

۵۷ گر قبول افتد زہے عز و شرف ۵

رستہ زدہ موڑنے سوانح مصدقہ بعلمے نمودہ وئے نتائج سخنوری
بہران کسے کہ بخیر ز حالت جہان بود ندامت کہ خوش بین و قاتم مظفری
۶۱۹۱۵







اعلان

اس کتاب

میں کثرت سے جو غلطیاں
چھپنے میں آگئی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ اول یہ
کتاب بیچو کارڈیشن پریس لیکے تھے اور کچھ متفرق
طور پر چھاپا اسکے بعد قریب دو سال کے کتاب و کتاباں د
بانتظامی سے ڈال رکھا۔ دوسری جلد میں اکثر زبردگئے حالات
جو مقدم تھے منور کر ڈالے دوسرے کا بیان جو لکھائی تھیں وہ کاپی نویسن
نے بہت غلط لکھیں اسکے سوا مدت تک پڑے رہنے سے خراب ہو گئیں اور
ان کے حروف پتھر پر پوسے طور پر نہیں آئے۔ مصلح سنگ نے جس جگہ جو لفظ
نہیں پائی یا پڑھی نہیں گئی وہ اپنی رائے سے جو چاہا لکھ دی جب
یہ ابھری دیکھی تو وہ ان سے کتاب اٹھا کر مطبع مجتہائی کو بہت ابر
طبع دی گئی اگرچہ مالک مطبع مجتہائی نے توجہ سے کام کیا مگر
کاپی نویسن اور مصلح سنگ کی غلطیوں سے کتاب محفوظ نہ ہو سکی
مجبوراً جو فاش غلطیاں تھیں ان کی صحت کر کے غلط نامہ
شامل کر دیا ہے مگر بے موقع الفاظ اور بیجا اضافتوں وغیرہ کا
تصرف جو چھپنے میں آگیا ہو انکی اصلاح غیر ممکن ہو لہذا حضرت
ناظرین! اپنی مولا کو عبارت کی غلطیوں سے بمقتور
تصور فرمائیں اور محنت کے معاوضہ میں بیک
نیک صلہ کے کلمات عرض کے نہ
ارشاد فرمائیں۔ فقط

مؤلف ہذا

